تصوف

اور

تصوراتِ صوفیہ

پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

Marfat.com

K-3262
1
5328

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف
اور
تصوراتِ صوفیہ

پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

Sethi
سیٹھی بکس لاہور پاکستان
sethi@brain.net.pk

COURAGE TO KNOW
مجلس تحقیق و تالیف فارسی
جی سی یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

83733

نام کتاب : تصوف اور تصوراتِ صوفیہ

مولفٔ : پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

سال اشاعت : ۲۰۰۸ء

ناشر : سیٹھی بکس

۱۴-بی، ٹیمپل روڈ، لاہور-پاکستان

فون042-6361478

قیمت : ۸۰۰ روپے

تقسیم کار

[illegible]

43 [illegible] لاہور

[illegible]

Marfat.com

تصوف اور تصورات صوفیہ

فہرست مطالب

	ابتدائیہ	i
باب: ۱	تصوف اور مبادیٔ تصوف	1
	اشراقیت اور تصوف	5
	ہندی و یونانی افکار اور تصوف	7
	اشتقاق لفظ صوفی و تصوف	10
	سالک، صوفی، فقیر، عارف، ملامتی، قلندر اور مجذوب	23
	قلندر	25
	مجذوب	26
	صوفیہ اور آداب	32
	خانقاہ میں صوفیہ کے قیام کے آداب	36
	صوفیہ اور حسن خلق	41
	صوفیہ کی اخلاقی نکتہ آفرینیاں	49
	صوفیہ اور عظمت کردار	50
	صوفیہ اور انسان دوستی	55
باب: ۲	تصورِ خدا اور صوفیہ	61
	مذاہب عالم اور تصور خدا	64
	دین ابراہیمی اور تصور خدا	64
	یہودی مذہب اور تصور خدا	66
	عیسائی مذہب اور تصور خدا	67
	ہندو مذہب اور تصورِ خدا	68
	بدھ مذہب اور تصورِ خدا	71
	جین مذہب اور تصورِ خدا	72
	سکھ مذہب اور تصور خدا	72

Marfat.com

	زرتشتی مذہب اور تصورِ خدا	75
	دیصانی مذہب اور تصورِ خدا	77
	مذہب مانویت اور تصور خدا	77
	مذہب مزدکیت اور تصور خدا	78
	زروانی مذہب اور تصور خدا	79
	گنوسی (نوسی) مذہب اور تصور خدا	80
	کنفیوشس کا مذہب اور تصور خدا	81
	مذہب تاؤازم اور تصور خدا	82
	مذہب شنتوازم اور تصور خدا	82
	فلاسفہ اور تصور خدا	83
	خدا مسلم فلاسفہ کی نظر میں	90
	مغربی مفکرین اور تصور خدا	96
	تصور خدا اور موحد فلاسفہ	99
	تصور خدا پر مغرب کے جدید فلاسفہ کے اعتراضات	101
	تصور خدا اور مغرب کے ملحد مفکرین	103
	تصور خدا اور فلسفیان بے دین و بے ادب	106
	تصور خدا اور عقل انسانی	108
	تصور خدا اور مسئلہ جبر و اختیار	116
	مسئلہ جبر و اختیار اور رومیؒ	123
	مسئلہ جبر و اختیار اور علامہ اقبالؒ	125
	مسئلہ جبر و اختیار اور مغربی مفکرین	128
	دین اسلام اور تصور خدا	130
	توحید اور تصور خدا تصوف میں	136
باب: ۳	تصورِ ابلیس اور صوفیہ	181
	یہودی اور عیسائی مذاہب میں شیطان یا ابلیس کا تصور	183
	تصور ابلیس قرآن میں	183

Marfat.com

	ابلیس کا تصور قدیم صوفیہ کی نظر میں	188
	تصور ابلیس حسین بن منصور حلاجؒ کی نظر میں	189
	ابلیس کے بارے میں منصور حلاجؒ کے افکار کا خلاصہ	192
	تصور ابلیس علامہ اقبالؒ کی نظر میں	198
باب:۴	تصورِ انسان و مرشد و شیخ اور صوفیہ	207
	اسلام میں نظریۂ انسان کامل	209
	صوفیہ کی نظر میں انسان کامل	213
	عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ کا تصورِ انسانِ کامل	214
	اخوان الصفا اور تصورِ انسانِ کامل	215
	انسانِ کامل عزیز نسفیؒ کی نظر میں	215
	آزادمردی، فتوت یا جوانمردی اور صوفیہ	217
	ولی اور ولایت	224
	مرشد و شیخ	227
	خلافت اور صوفیہ	232
باب: ۵	لباس و خرقۂ صوفیہ	247
باب: ۶	سماع و موسیقی اور صوفیہ	259
باب: ۷	عبادات اور صوفیہ	285
	وضو اور صوفیہ	289
	نماز اور صوفیہ	290
	روزہ اور صوفیہ	297
	زکوٰۃ اور صوفیہ	298
	حج اور صوفیہ	300
باب: ۸	ریاضت و مجاہدہ اور صوفیہ	305
	مجاہدہ	305
	چلّہ کشی	306

Marfat.com

باب: ۹	احوال ومقامات اور صوفیہ	311
	ابتدائی کلمات	311
	احوال صوفیہ	312
	محبت	312
	تلوین وتمکین	314
	تجرید وتفرید	315
	جمع وتفرقہ	315
	سکر وصحو	316
	محو واثبات	316
	نَفَس	317
	وقت	317
	تجلی واستتار	321
	قبض وبسط	322
	قرب وبُعد	322
	اتصال	322
	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین	322
	حقیقت	323
	غلبہ	324
	غیبت وشہود	324
	وجد، تواجد، وجود	325
	خواطر	325
	ذکر	327
	خاموشی	329
	حیا	330
	خوف	332
	رجا	333

Marfat.com

	نفس، قلب، روح، سر	335
	مقامات صوفیہ	338
	مقام توبہ	339
	مقام ورع وزہد	350
	مقام تقویٰ	351
	مقام فقر	353
	مقام توکل	360
	مقام قناعت	365
	مقام صبر	366
	مقام شکر	370
	مقام رضا	372
	مقام تسلیم	374
	مقام تواضع	375
	مقام سخاوت وعفو ونیکوکاری	379
	مقام صدق واخلاص	383
باب: ۱۰	تصورِ فنا وبقا اور صوفیہ	387
باب: ۱۱	دنیا ودنیاداری کے تصورات اور صوفیہ	397
باب: ۱۲	تصور سفر اور صوفیہ	409
باب: ۱۳	علم وحکمت، عقل وعشق کے تصورات اور صوفیہ	415
	علم اور علم کی اہمیت	415
	علم اور حضرت علی ہجویریؒ	418
	علم اور امام محمد غزالی	419
	علم اور ابن رشد	420
	علم اور عنصر المعالی کیکاؤس	421
	علم اور خواجہ عبداللہ انصاریؒ	421
	علم اور موید الدین جندیؒ	421

Marfat.com

	علم اور ابو نجیب سہروردیؒ	422
	علم اور سعدیؒ	422
	علم اور سید نجم الدین محمود مؤلف مناھج الطالبین	422
	علم اور عزالدین کاشانیؒ	423
	علم اور ملا محمد حسین حبّاز کشمیری	424
	تفکر صوفیہ کی نظر میں	425
	معرفت صوفیہ کی نظر میں	426
	فراست وبصیرت صوفیہ کی نظر میں	429
	بصیرت	433
	تصور عقل اور صوفیہ	433
	تصور عشق اور تصوف	442
	محبت اخلاق جہانگیری کے مصنف کی نظر میں	447
	علامہ اقبالؒ کے تصورات عقل وعشق	455
	علامہ اقبال کے تصورات عقل وعشق کا خلاصہ	455
باب: ۱۴	تاویلات واصطلاحات اور صوفیہ	459
باب: ۱۵	خواب وکشف وکرامات اور صوفیہ	465
باب: ۱۶	نور ورنگ کے تصورات اور صوفیہ	473
	حوالہ جات	479
	آیات قرآنی	513
	احادیثِ مبارکہ	527
	اسماء	533
	کتب	555
	اماکن	562
	کتابیات	567

Marfat.com

ابتدائیہ

تصوف سے متعلق ادب مختلف زبانوں میں ہے اور خاص طور پر فارسی زبان میں مقدار کے لحاظ سے بہت وسیع اور معانی ومطالب کے لحاظ سے بہت وقیع ہے۔ فارسی نظم ونثر کی تمام اصناف میں صوفیانہ افکار بیان ہوئے ہیں' ان افکار نے فارسی ادب کو زیادہ معتبر' بامعنی اور انسانیت آموز بنایا ہے ــــــــ تصوف کے عام موضوعات پر لکھی گئی کتابوں اور صوفیہ کے ملفوظات' مکاتیب' تذکروں کے علاوہ فارسی کی تقریباً تمام اصنافِ نظم ونثر میں عرفانی اور روحانی مضامین ومطالب ہیں' ان میں جو افکار نمایاں ترین ہیں وہ توحید خداوندی اور وحدت انسانی یا انسان دوستی کے ہیں کہ انسان دوستی درحقیقت وحدت انسانی ہی کی ایک صورت ہے' تصوف کے دوسرے تمام مطالب وتصورات بھی بالعموم توحیدِ خداوندی اور انسان دوستی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر متعلق ہیں۔

تصوف میں توحید کا موضوع بنیادی نوعیت کا ہے' صوفی موحدِ کامل ہوتا ہے' وہ ہرقسم کی آمیزش سے پاک توحیدِ خالص پر ایمان رکھتا ہے' وحدت الوجود کا نظریہ اسی خالص توحید کے تصور کا ایک رنگ ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک صوفی سے کسی نے پوچھا تھا ''کیا حال ہے؟'' اس نے جواب میں کہا تھا کہ اس کا کیا حال پوچھتے ہو؟ جس کی مرضی کے مطابق سارا نظام کائنات چل رہا ہو' درخت سے پتا بھی اس کی مرضی کے بغیر نہ گرتا ہو ــــــــ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ صوفی کی مرضی تو حق کی مرضی میں فنا ہوجاتی ہے' جو خدا چاہتا ہے وہی صوفی بھی چاہتا ہے' یوں اس کی مرضی اور خدا کی مرضی دونوں ایک ہوجاتی ہیں' نظام عالم جو خدا کے حکم اور اس کی مرضی سے چل رہا ہے گویا ایک طرح سے صوفی کی مرضی کے مطابق ہی چل رہا ہے' صوفی کا جواب تصور وحدت الوجود کی ایک عامیانہ انداز میں تعبیر تھی' جس کی ایک صورت شطحیات کی شکل میں حلاجؒ کے قول ''اناالحق'' یا بایزیدؒ کے قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' جیسے کلمات میں موجود ہے یا اسی قسم کا شبلیؒ کا قول ہے کہ میں ہی کہتا ہوں' میں ہی سنتا ہوں' میرے سوا دونوں جہان میں کون ہے؟ اسی نوع کا شبلیؒ کا ایک اور قول ہے کہ چالیس سال ہوگئے میں نے خلق سے کوئی بات نہیں کی' جو بات کہی حق سے کہی اور جو بات سنی حق سے سنی' اسی حوالے سے عبداللہ انصاریؒ کا قول ہے کہ ایک وقت تھا جب خدا کو ڈھونڈتا تھا تو خود کو پاتا تھا' اب خود کو ڈھونڈتا ہوں تو خدا کو پاتا ہوں![1]۔

صوفیانِ توحید پرست خدا کے وجود پر کسی دلیل یا برہان کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ ان کی نظر میں خدا کا وجود اتنا ظاہر و روشن ہے کہ اسے کسی ثبوت یا دلیل کی حاجت ہی نہیں' صوفیہ کہتے ہیں

Marfat.com

''فسبحان من لیس لذاته خفاءُ الا الظهور ولا لوجه حجاب الاالنور ''[2] یعنی خدائے پاک کی ذات کا پردہ خود اس کا ظہور ہے' اس کا حجاب اس کا نور ہے۔ صوفیہ کے لیے خدا حق ہے' حقیقت ہے' خدا کے سوا جو چیز ہے وہ باطل اور غیر حقیقی ہے' دونوں عالم درحقیقت خدا کی ذات وحدہ' لا شریک لہ' کا عکس ہیں۔

ہر دو عالم درحقیقت عکسِ اوست

خدا اور کائنات کے بارے میں صوفیہ کا یہ نظریہ' صوفیہ کو فلسفی اور متکلم سے ممتاز کرتا ہے ــــــ یہاں متکلم اور فلسفی کے عقائد کے باب میں یہ توضیح کر دی جائے تو مناسب ہوگا کہ عام طور پر متکلم عقیدے کو عقل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے' اسی حوالے سے ایک متکلم کا قول ہے کہ میں پہلے عقیدہ رکھتا ہوں پھر اس عقیدے کو عقل سے درست ثابت کرتا ہوں۔ فلسفی عقل کو عقیدے پر فوقیت دیتا ہے اور صرف اس بات کو تسلیم کرتا ہے جو عقل کے مطابق ہو ــــــ عرفانِ حق کے حوالے سے متکلم حادث (مخلوق) سے قدیم (خدا) تک پہنچتا ہے اور فلسفی ''ممکن'' (غیر خدا) سے ''واجب الوجود'' (خدا) کو جاننے کی کوشش کرتا ہے یعنی متکلم اور فلسفی دونوں ہی مخلوق یا غیرِ خدا سے خالق یا خدا کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ متکلم مخلوق کو اصطلاحاً حادث اور خالق کو قدیم کہتے ہیں جبکہ فلسفی مخلوق کو ممکن اور خدا کو واجب الوجود کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں' صوفیہ کی نظر میں یہ دونوں باتیں غیریت یا دوئی پر مبنی ہیں کہ ان میں دو وجود تسلیم کرنے پڑتے ہیں: ایک خدا یا خالق کا' دوسرا غیر خدا یا مخلوق کا' متکلمین اور فلسفیوں کی اس دوئی کو صوفیائے کرام ان حضرات کے بھینگے پن سے تعبیر کرتے ہیں' گلشن راز کے مصنف شبستریؒ کہتے ہیں:

زوحدت دیدنِ حق شد معطل ۔۔۔ دو چشمِ فلسفی چون بود احول
زهی نادان که او خورشیدِ تابان ۔۔۔ به نور شمع جوید در بیابان[3]

یعنی فلسفی کی دونوں آنکھیں چونکہ بھینگی تھیں' اس لئے وہ وحدت حق دیکھنے سے معذور ہے۔ جو لوگ طریقِ استدلال سے خدا کو جاننا چاہتے ہیں وہ ایسے بیوقوف ہیں جو چراغ کی روشنی میں سورج کو تلاش کرتے ہیں ــــــ صوفیہ کی نظر میں مخلوق کو خالق' ممکن کو واجب' حادث کو قدیم اور فانی کو باقی سے کوئی نسبت نہیں' بھلا خاک کو خدائے پاک سے کیا نسبت' ما للتراب و رب الارباب' چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کہاں عقل انسانی کہاں ذات حق؟ یعنی انسانی عقل ذات حق کو جاننے سے عاجز ہے ــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ انسانی وجود یا مادی وجود جو ناقص ہے اسے دلیل و عقل کی حاجت ہے جبکہ وجود حق جو سراپا کمال ہے وہ کسی دلیل و عقل کا محتاج نہیں کہ خدا تو خود دلیل و عقل کا خالق ہے اور خالق مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا' صوفیہ یہ بھی کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ذات حق کو عقل و دانش سے نہیں جانا جا سکتا' بقول امام رازیؔ:

نهاية الادراک العقول عقال و غايت السعي العالمين ضلال ۴

یعنی ہماری عقل و دانش کی حد بہت محدود ہے' گویا قید خانے کی طرح ہے اور دنیا بھر کے علما کی کوشش خدا کی پہچان کے بارے میں تمام تر گمراہی ہے ـــــ ذاتِ حق کو دلائل عقلی سے ثابت کرنے کے سلسلہ میں یہ حکایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ مشہور دیوانہ دانا حضرت بہلولؒ سے کسی نے کہا کہ آپ بڑے دانا اور فقیہ بنتے ہیں میرے ان تین سوالوں کا جواب تو دیجئے: (۱) عام عقیدہ ہے کہ شیطان کو عذاب دینے کیلئے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا حالانکہ وہ تو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ آگ کو ضرر نہیں پہنچاتی کہ دونوں ہم جنس ہیں (۲) کہا جاتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے' حالانکہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہے' مذہب بھی یہی کہتا ہے اور تجربہ بھی یہی بتاتا ہے (۳) سب کا عقیدہ ہے کہ خدا موجود ہے اگر موجود ہے تو نظر بھی آنا چاہیے کہ وجود کے لئے ضروری ہے کہ وہ نظر آئے ـــــ حضرت بہلولؒ نے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ لوگ اس شخص کو خلیفہ کے پاس لے گئے اور حضرت بہلولؒ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت بہلولؒ نے اسے بغیر کسی وجہ کے ڈھیلا مارا۔ حضرت بہلولؒ کو عدالت میں بلایا گیا۔ انہوں نے شکایت کنندہ سے پوچھا کہ میرے خلاف کیا شکایت ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے میرے سر پر ڈھیلا مارا تھا' جس کی وجہ سے میرے سر میں سخت تکلیف ہو رہی ہے' حضرت بہلولؒ نے پوچھا کہ وہ تکلیف ہے کہاں؟ مجھے دکھاؤ' سر کی تکلیف کو دکھاؤ گے تو میں مانوں گا کہ تمہارے سر میں تکلیف ہے کیونکہ تم کہتے ہو کہ جو چیز موجود ہوتی ہے وہ نظر بھی آتی ہے ـــــ میں نے تمہیں مٹی کا ڈھیلا مارا تھا' تم بھی مٹی ہو اور ڈھیلا بھی مٹی کا تھا' مٹی مٹی کو تو ضرر نہیں پہنچاتی کہ دونوں ہم جنس ہیں' تمہارے بقول ہم جنس چیزیں ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچاتیں ـــــ پھر ڈھیلا مارنے والا میں نہیں' میں تو مجبور ہوں کیونکہ بقول تمہارے بندہ تو اپنے افعال میں مجبور ہے' سارے کام تو خدا ہی کرتا ہے ـــــ وہ شخص حضرت بہلولؒ کی باتیں سن کر حیران و مبہوت ہو گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت بہلولؒ نے جو مٹی کا ڈھیلا مارا تھا اس سے کیا مقصود تھا' انہوں نے ایک ڈھیلا مارنے سے اس شخص کے تینوں سوالات کا جواب دیا تھا اور اس طرح اس کے تینوں شبہات کو رفع کر دیا تھا ۵ ـــــ مختصراً یوں کہ صوفی عقل و استدلال یا ظاہر کی نظر سے نہیں بلکہ شہود و عرفان یا باطن کی نظر سے حق کو ظاہر دیکھتا ہے اور خلق کو باطن' دوسروں کے لیے جو علم و خبر ہے وہ صوفی کے لیے عین و عیان ہے یعنی حقیقت ہے بلکہ روشن حقیقت ہے۔ اسی لئے صوفیہ کہتے ہیں کہ الحق محسوس و الخلق معقول ۶ یعنی حق ظاہری طور پر اس قدر واضح

Marfat.com

اور روشن ہے کہ وہ محسوس ہے یعنی اسے حواس سے جانا جا سکتا ہے اور خلق کا حقیقت میں وجود نہیں، عقل خلق کو (عارضی یا خیالی) وجود عطا کرتی ہے، جسے معقول کہا گیا ہے ــــــ ویسے بھی عقل یا فکر عرفانِ حق سے عاجز ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ جو عقل کی تمثیلی صورت اور مظہر علم ہیں، فنا فی اللہ کے مقام میں داخل نہیں ہو سکتے، کہ مرتبۂ فنا فی اللہ میں علم و عقل اور ادراک و شعور کی صفات محو ہو جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی معراج کے وقت حضرت جبریلؑ (جو عقل کی تمثیلی صورت ہیں) نورِ تجلی الٰہی کے مقام میں راہبر تو بنے تھے لیکن اس مقام میں داخل نہیں ہو سکے تھے ــــــ فرمانِ رسولؐ ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ اور نبی یا پیغمبر شریک نہیں ہو سکتا، اسی لئے حضرت جبریلؑ نے معراج میں فرمایا تھا کہ ولو دنوت انملۃ لا حترقت ؎ ــــــ (اگر میں ذرا آگے بڑھوں تو فروغِ تجلی سے جل جاؤں گا) ــــــ صوفیہ کی نظر میں عرفانِ حق علم و عقل کی بجائے وجدان و واردات اور کشف و شہود سے متعلق ہے، صوفیہ کشف و شہود کو بہت اہمیت دیتے ہیں، جو اُن کی نظر میں کتاب کی بجائے قلب سے وابستہ ہے۔ اسی لیے رومیؒ کہتے ہیں:

دفترِ صوفی سواد و حرف نیست　　　جز دل اسپید ہمچون برف نیست

صوفی کی کتاب سیاہی (روشنائی) اور حروف پر مشتمل نہیں بلکہ اس کی کتاب دل کی تختی ہے جو برف کی طرح پاک، صاف اور سفید ہے یعنی عرفان حق یا توحید حق کا ادراک علم و عقل سے نہیں بلکہ قلب پاک سے وابستہ ہے ــــــ اسی پسِ منظر میں بعض صوفیہ نے اہل عقل اور اہل فلسفہ کی مذمت کی ہے۔ رومیؒ کہتے ہیں:

اندرین بحث ارخرد رہ بین بدی　　　فخرِ رازیؔ رازدار دین بدی

فلسفی کان منکرِ حنانہ است　　　از حواسِ اولیاء بیگانہ است

یعنی اس بحث میں (خداشناسی کی بحث میں) اگر عقل راستہ جاننے والی ہوتی تو فخر الدین رازیؔ (مشہور عالم دین و متکلم) دین کے رازدار ہوتے، وہ فلسفی جو حنانہ (مسجد نبوی کا ستون) کے منکر ہیں وہ اللہ کے دوستوں کے حواس سے ناواقف ہیں ــــــ ہاں یہ بات بھی ہے کہ ایک طور سے بعض صوفیہ نے علم و فلسفہ یا استدلال عقلی کی اہمیت کو تسلیم بھی کیا ہے، مشہور صوفی ابو سعید ابوالخیرؒ نے مشہور فلسفی ابن سینا سے تین روزہ باہمی ملاقات کے بعد فرمایا تھا: ''ہر چہ ما می بینیم اومی داند''، یعنی جو ہم دیکھتے ہیں وہ (ابن سینا) اسے جانتا ہے یعنی اسے علم ہے[8] ــــــ ویسے بھی قرآن پاک عقل و علم کی اہمیت کا بارہا ذکر کرتا ہے اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے سنریھم آیتنا فی الافاق و فی انفسھم (سورہ ۴۱، آیت ۵۳) یعنی ہم اپنی نشانیوں کو

Marfat.com

کائنات میں بھی اور تمہارے نفوس میں بھی روشن کر دیں گے ______ یہ آیت بھی غور وفکر کی دعوت کے سلسلہ میں ہے کہ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض (سورہ ۳' آیت ۱۹۱) ان آیات کے علاوہ دوسری کئی آیات میں قرآن نے غور وفکر کی اہمیت پر زور دیا ہے ______ اور صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علم کے دو قطب ہیں' ایک انسان کا وجود کہ ہر علم کا آغاز وہاں سے ہوتا ہے' دوسرا خدا کا وجود کہ ہر چیز کا علم وہاں پر ختم ہوتا ہے یعنی علم کی ابتدا انسان کی ذات ہے اور انتہا ذات حق ہے۔ صوفیہ کی نظر میں انسان کے لئے خدا تک دو راستے ہیں: ایک ظاہری راستہ اور دوسرا باطنی راستہ' ظاہری راستے سے خدا کو جاننے کی کوشش عقل واستدلال سے کی جاتی ہے اور باطنی راستہ سے خدا کو پانے کی کوشش ریاضت ومجاہدہ اور کشف وشہود سے کی جاتی ہے ______ عقل واستدلال سے خدا کے افعال' یعنی اس کی کائنات' اس کے احکام اور اس کی صفات کو جانا جا سکتا ہے' البتہ اس کی ذات کے ادراک سے انسانی عقل عاجز ہے۔ اسی حوالے سے حضورؐ کا فرمان ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرو اللہ کی ذات کے بارے میں تفکر نہ کرو۔ (تفکرو فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ)

توحید کے مسئلہ سے متعلق ایک بات یہ بھی ہے کہ کیا انسان خدا کو دیکھ سکتا ہے؟ اسی سلسلے میں قرآن میں ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (سورہ ٦' آیت ۱۰۲) یعنی آنکھ خدا کو دیکھ نہیں سکتی' ______ اسی کے ساتھ قرآن پاک میں یہ آیت بھی ہے۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً (سورہ ۱۸' آیت ۱۱۰) یعنی جو خدا سے ملاقات کا امیدوار ہے اسے عمل نیک کرنا چاہیے ______ حدیث میں ہے کہ نماز اس طرح پڑھو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ نظر میں ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے (ان تعبد اللہ کانک تراہ' فان لم تکن تراہ فانہ یراک) ______ ذعلب یمانیؓ نے حضرت علیؓ سے سوال کیا تھا "افـــــــرأیـــــــت ربک" کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا افا عبد مالاا ری رایتہ' فعرفتہ' فعبدتہ' لم اعبد ربا لم ارہ' یعنی کیا میں اس خدا کی پرستش کرتا ہوں جسے میں نے نہیں دیکھا؟ میں نے اسے دیکھا ہے' پھر اسے پہچانا ہے' پھر میں نے اس کی پرستش کی ہے' میں اس خدا کی عبادت نہیں کرتا جسے میں نے دیکھا نہیں ۹ ______ ایک صوفی کا قول ہے کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس سے پہلے خدا کو نہ دیکھا ہو (ما رایت شیئاً الا ورأیت اللہ قبلہ') یہ بھی کسی صوفی کا قول ہے کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس کے بعد خدا کو نہ دیکھا ہو' (ما رأیت شیئاً الا ورأیت اللہ بعدہ') صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ خدا کو نہ دیکھا ہو (ما رأیت شیئاً الا ورأیت اللہ معہ) ایک صوفی کا یہ بھی قول ہے کہ ما رایت شیئاً الا ورأیت اللہ یعنی ہر شے میں خدا کو دیکھتا ہوں اور یہ بھی

Marfat.com

صوفیہ ہی کا قول ہے کہ خدا کو سوائے خدا کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اس کی ذات پاک کو سوائے خود اس کی ذات کے کوئی نہیں جان سکتا۔ (لا یری اللہ الا اللہ ولا یعرف اللہ الا اللہ) ______ دیدار حق کے حوالے سے آیات قرآنی کی روشنی میں معتدل اور متوازن ذہن رکھنے والے اہل دین و دانش اور صوفیان صادق یوں کہتے ہیں کہ انسان خدا کی ذات کو نہیں دیکھ سکتا البتہ اسما و صفات الٰہی کے حوالے سے خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ یعنی ذات حق کو نہیں دیکھا جا سکتا البتہ آیات حق کو دیکھا جا سکتا ہے' ساری کائنات آیات حق پر مشتمل ہے۔ ذات حق سے آیات روشن ہیں' ذات حق آیات سے روشن نہیں' یوں ہر چیز میں خدا کا ظہور ہے' یہ بھی توحید کا ایک پہلو ہے۔۱۰ اور ایک پہلو یہ بھی ہے جو علامہ اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں پیش کیا ہے:

فرد از توحید لاہوتی شود   ملت از توحید جبروتی شود

یعنی توحید سے فرد کی شخصیت روحانیت میں ڈھل جاتی ہے اور ملت عظمت و جلال کا پیکر بن جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تصوف میں توحید کے ساتھ وحدت انسانی یا انسان دوستی کے مطالب بھی بنیادی ہیں' صوفیائے صاف دل نے انسان دوستی کو بہت اہمیت دی ہے' ان کی تعلیمات میں توحید کی تلقین کے ساتھ انسان دوستی کا درس سرفہرست ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان دوستی توحید کے تصور کا تلازمہ ہے (لازمی نتیجہ ہے)' سچا توحید پرست انسان وحدت انسانی پر بھی ایمان رکھتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں سارے انسان خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ'' (ر۔ک۔ سورہ ۴' آیت ۱' سورہ ۷' آیت ۱۸۹' سورہ ۳۱' آیت ۲۸' سورہ ۳۹' آیت ۶) کے مطابق درحقیقت ایک جسمِ واحد کی طرح ہیں ۱۱۔ جس طرح جسم کے ایک عضو کو اگر درد ہو تو دوسرے اعضا بھی درد محسوس کرتے ہیں' اسی طرح اگر ایک انسان دکھ میں ہو تو دوسرے انسانوں کو بھی اس کا دکھ محسوس کرنا چاہیے' یہی انسانیت ہے' اسی تصور کے نتیجے میں صوفی انسان دوستی کے جذبہ سے سرشار و سرمست ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد گردانتا ہے' دوسروں کی خوشی کو اپنی خوشی اس حد تک خیال کرتا ہے کہ نہ صرف اس دنیا میں دوسروں کی راحت کے لیے ایثار و قربانی سے کام لیتا ہے اور ہر نوع کی زحمت برداشت کرنے کو آمادہ رہتا ہے بلکہ آخرت کے حوالے سے بھی دوسروں کے لیے ایثار کرنے اور انہیں راحت پہنچانے کا خواہاں ہوتا ہے۔

بایزیدؒ دعا کیا کرتے تھے ''اے اللہ میرا وجود اتنا بڑا بنا دے کہ دوزخ میں صرف میرا وجود ہی سما سکے' اس میں کسی اور کے سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے'' ۱۲۔ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ایک بار ساری رات دوزخ کے خوف سے نہیں سوئے اور صبح کے وقت میں نے سُنا کہ وہ دعا میں فرما رہے ہیں کہ ''اے اللہ کیا اچھا ہوتا کہ دوزخ میرے وجود سے بھر دی جاتی تاکہ دوسروں کی رہائی ہو جاتی'' ۱۳۔

Marfat.com

صوفیانہ ادب میں حسن خلق اور انسان دوستی کے مطالب کے پہلو بہ پہلو معاشرے کے نچلے طبقے یا عوام کے مسائل کا شعور اور ان کے دکھوں کا احساس بھی موجود ہے۔ صوفیہ نے عوام کے مسائل سے خاص طور پر اعتنا کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اکابر صوفیہ کی اکثریت اسی طبقہ سے تعلق رکھتی تھی' بایزید بسطامیؒ سقا تھے' سری سقطیؒ سقط فروش یعنی پرچون فروش' ابوحفص حدّاد نیشاپوریؒ لوہار' حمدون قصارؒ دھوبی' جنیدؒ شیشہ گر' خیر نساجؒ جولاہا' ابوالعباس آملیؒ قصاب (قصائی)' ابوحمزہ بغدادیؒ بزّاز (پارچہ فروش) ابونصر سراج طوسیؒ مؤلف کتاب اللمع زین ساز اور مشہور صوفی ابوعلی دقاقؒ آرد (آٹا) فروش تھے۔ صوفیہ کی مختلف پیشوں سے وابستگی اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ

(۱) بیشتر صوفیہ اپنی روزی خود کماتے تھے' وہ معاشی طور پر دوسروں پر بوجھ نہیں بنتے تھے۔ ان کی نظر میں دولت یا دنیا مطلقاً بُری نہیں تھی۔ اسی حوالے سے نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ ترک دنیا یہ نہیں کہ انسان ننگا پھرے اور لنگوٹ باندھ لے' ترک دنیا یہ ہے کہ کھائے' پہنے' دوسروں کو کھلائے اور پہنائے اور زخمی دلوں پر شفقت اور مستحقین کی مدد کرے اور اپنے دل کو دنیا کی محبت سے خالی رکھے۔۱۴ _ _ _ _ _

ایک روز حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ درویشوں کے ساتھ روئی سے بنولے نکال رہے تھے' آپ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کبھی بیکار نہیں بیٹھے اور نہ بیکار لوگوں کو پسند کرتے تھے۔۱۵ ـــــ البتہ صوفیہ دولت و دنیا سے محبت یا دنیاداری کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور بعض اوقات دولت اور دنیا کی محبت کے خلاف بات کرتے ہوئے صوفیہ نے مطلق طور پر بھی دولت و دنیا کی بُرائی کی ہے لیکن تصوف بنیادی طور پر دولت اور دنیا کے خلاف نہیں بشرطیکہ دولت اللہ کے لیے' اللہ کے حکم کے مطابق حاصل کی گئی ہو۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے

نعم مال صالح للرجل صالح یعنی نیک آدمی کے لیے نیک مال اللہ کی نعمت ہے۔۱۶ ـــــ

ابوسعید ابوالخیرؒ نے امام قشیریؒ سے کہا تھا کہ سنا ہے کہ آپ کے پاس اوقاف کا بہت مال ہے۔ امام نے فرمایا یہ مال ہاتھ پر رکھا ہوا ہے دل پر نہیں۔۱۷ ـــــ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے ایک صوفی نے پوچھا تھا کہ دولت کے ساتھ سانپ کا ذکر کیوں آتا ہے؟ کیونکہ کہتے ہیں کہ جہاں زمین میں خزانہ دفن کیا جاتا ہے' اس پر سانپ بیٹھ جاتا ہے' فرمایا دولت بھی سانپ کی طرح زہریلی ہے' پوچھا پھر آپ نے کیوں دولت رکھی ہوئی ہے؟ (کہ حضرت بہاء الدین کانیؒ مالدار تھے) فرمایا ہم نے اس سانپ (دولت) کا زہر نکال دیا ہے۔۱۸

(۲) صوفیہ کی مختلف پیشوں سے وابستگی اس حقیقت کی بھی عکاس ہے کہ بیشتر صوفیہ عوام میں سے تھے' انہیں عوام کے مسائل کا ادراک بھی تھا اور وہ ان مسائل سے سروکار بھی رکھتے تھے۔ صوفیہ نے عوامی مسائل

Marfat.com

کو اپنے اپنے رنگ میں نمایاں کیا ہے۔ بعض صوفیہ نے اپنی تالیفات' ملفوظات' مکاتیب میں ان پر روشنی ڈالی ہے اور حکمرانوں کو عوام کے مسائل حل کرنے اور معاشرے میں عدل وانصاف قایم کرنے کی تلقین کی ہے۔ صوفیہ نے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر عوام کے حقوق کی ترجمانی کی ہے' ان کے حقوق کے لئے آواز بلند کی ہے' یوں انہوں نے آمرانہ دور میں ایک طور سے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا ہے۔ جابر حکمرانوں کے سامنے اہلِ حق صوفیہ کی حق گوئی و بے باکی کی روایت تصوف کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے ____ وقت کے مشہور زاہد وصوفی حضرت طاؤس یمانی ؒ کو خلیفہ ہشام نے بلایا' جب وہ دربار میں آئے تو شاہی مسند کے پاس ہی جوتے اتارے اور کہا ہشام السلام علیکم' کیا حال ہے؟ ہشام کو سخت غصہ آیا' اس نے کہا کہ تم نے چار بدتمیزیاں کیں' ایک یہ کہ میری مسند کے پاس جوتے اتارے' دوسرے یہ کہ مجھے میرے نام سے پکارا' تیسرے یہ کہ مجھے امیر المومنین نہیں کہا' چوتھے یہ کہ میرے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ حضرت طاؤسؒ نے جواب میں فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ تمہارے سامنے جوتے اتارے تو میں تو پانچ بار خدائے رب العزت کے گھر (مسجد) میں اس کے سامنے جوتے اتارتا ہوں' وہ جو سب کا بادشاہ ہے اور احکم الحاکمین ہے وہ تو اس بات پر کبھی غصے نہیں ہوتا اور یہ کہ میں نے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا' تو میں نے اس لئے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا کہ سب لوگ تمہیں امیر المومنین نہیں مانتے' میں نے سوچا کہ میں جھوٹ بولونگا اگر میں تمہیں امیر المومنین کہوں اور یہ بات کہ میں نے تمہیں نام سے پکارا کنیت سے نہیں' تو خداوند تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام سے یاد کیا ہے اور کہا ہے یا داوٗدؑ یا یحییٰؑ' یا عیسیٰؑ اور اپنے دشمن کو کنیت سے پکارا ہے اور کہا ہے **تبت یدا ابی لھب** (سورہ ۱۱۱' آیت ۱) اور یہ بات کہ میں نے تمہارے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا تو میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ کسی کے ہاتھ بوسہ دینا جائز نہیں' البتہ بیوی کے ہاتھ کو محبت سے اور اپنے بچوں کے ہاتھ کو شفقت سے بوسہ دینا جائز ہے۔ ہشام کو حضرت طاؤسؒ کی باتیں اچھی لگیں' بولا کہ کوئی نصیحت کیجئے' فرمایا کہ میں نے حضرت علیؓ ہی سے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہیں جو اس امیر کے منتظر ہیں جو اپنی رعایا سے عدل نہیں کرتا' یہ کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے ____ شقیق بلخیؒ شہر بغداد میں آئے تو ہارون الرشید نے انہیں بلایا' جب شقیق بلخیؒ ہارون الرشید کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا تم ہی شقیق زاہد ہو؟ فرمایا میں شقیق ہوں لیکن زاہد نہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے' آپ نے فرمایا کہ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ آپ سے صدق چاہتا ہے' آپ حضرت فاروقؓ کی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ سے حق و باطل میں فرق چاہتا ہے' آپ حضرت ذوالنورینؓ کے مقام پر فروکش ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

آپ سے حیاوکرم چاہتا ہے' آپ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ سے علم وعدل چاہتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوزخ کا دربان بنایا ہوا ہے اور تین چیزیں تمہیں عطا کی ہیں: دولت' تازیانہ اور شمشیر' مخلوق کو ان تینوں چیزوں کے ذریعے دوزخ سے بچاؤ۔ اہل حاجت کو دولت دو اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو تازیانوں سے سزا دو اور جو کسی کو قتل کرے تلوار کے ذریعے سے اس سے قصاص لو اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو دوزخیوں کے سردار تم ہی بنو گے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہارون الرشید تم ایک چشمے کی طرح سے ہو اور تمہارے عمّال اور حکّام اس سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عدل سے حکومت کرو کہ اس کا اثر تمہارے حکّام اور عمّال پر بھی پڑے اگر چشمے کا پانی گندا ہوگا تو چھوٹی نہروں کا پانی بھی گندا ہو جائیگا[19] ____ ایک دفعہ ایک مکھی بار بار خلیفہ منصور عباسی کے منہ پر آ بیٹھتی تھی' خلیفہ نے جھنجھلا کر کہا' نہ جانے اللہ نے اس ذلیل مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ ایک عالم اور صوفی شیخ ابن سلیمانؒ وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا ''متکبر کا غرور توڑنے کے لیے'' ____ ایک حاکم وقت مالک بن دینارؒ کے سامنے سے نہایت تکبر اور غرور سے گزرا' مالک بن دینارؒ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس طور سے (اکڑ کر) چلنا ناپسندیدہ ہے' اس نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہاں مجھے معلوم ہے تم کون ہو' تم پہلے (ولادت سے پہلے) گندگی تھے' آخر کار (مرنے کے بعد) گندگی بن جاؤ گے اور درمیانی عرصہ (زندگی) میں گندگی اٹھائے پھرتے ہو ____

سلطان طغرل بابا طاہر ہمدانی کی خدمت میں دست بوسی کے لئے پہنچا' بابا طاہر کچھ مجذوبانہ (دیوانگی کی) کیفیت رکھتے تھے' انہوں نے فرمایا اے تُرک خلقِ خدا سے کیسا سلوک کرتے ہو؟ سلطان نے کہا جیسا آپ فرمائیں گے۔ بابا طاہر نے کہا کہ ایسا سلوک کرو جیسا کہ خدا حکم دیتا ہے' ان اللہ یامر بالعدل والاحسان اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے ____ (سورہ ۱۶' آیت ۹۰) سلطان نے کہا کہ میں ایسا ہی کرونگا' بابا طاہر نے اپنے پرانے لوٹے کا ٹوٹا ہوا گھیرا جو وہ اتفاق سے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے' سلطان کی انگلی میں پہنا دیا اور فرمایا جاؤ دنیا کی بادشاہت تمہیں دی' عدل کرو' سلطان اسے تعویذ کے طور پر اپنے پاس رکھتا تھا۔

کچھ صوفیہ نے چھوٹی چھوٹی حکایات میں عوامی مسائل کو دیوانوں اور مجذوبوں کی زبان میں پیش کیا ہے۔ فریدالدین عطارؒ کی تالیفات میں اس نوع کی حکایات بہت ہیں۔ مثلاً عطارؒ کہتے ہیں کہ ایک دیوانہ صوفی نیشاپور گیا' اس نے نیشاپور کے مضافات میں ایک جنگل دیکھا' جہاں بہت سی گائیں' بکریاں' بھیڑیں چر رہی تھیں۔ دیوانے نے پوچھا کہ یہ بھیڑوں وبکریوں کے گلّے کس کے ہیں؟ لوگوں نے کہا عمید نیشاپوری کے۔

Marfat.com

پھر اس نے ایک میدان دیکھا جہاں بہت سے گھوڑے تھے'اس نے پوچھا' کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ گھوڑے عمید نیشاپوری کے ہیں۔ شہر میں آیا تو دیکھا کہ بہت سے غلام زرق برق لباس میں پھر رہے ہیں' اس نے پوچھا کہ یہ غلام کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عمید نیشاپوری کے ہیں۔ دیوانے نے شہر کے اندر ایک سرائے دیکھی جو نہایت شاندار' آراستہ و پیراستہ تھی۔ دیوانے نے وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا' یہ سرائے کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمید نیشاپوری کی ہے۔ دیوانے نے اپنے سر سے پرانی پگڑی اُتار کر آسمان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا ''اے خدا لے یہ پگڑی بھی عمید نیشاپوری کو دیدے جب تو نے سب چیزیں اسی کو دے دی ہیں'' ـــــــ یہ چھوٹی سی حکایت درحقیقت معاشرتی ناانصافی کے بارے میں ایک لطیف طنز ہے ـــــــ اسی طرح کہتے ہیں کہ بغداد کے خلیفہ نے ایک محل تعمیر کیا' جب وہ اسے دیکھنے گیا تو اس دور کے مشہور دیوانہ صوفی منش حضرت بہلولؒ بھی وہاں موجود تھے' خلیفہ نے پوچھا' تمہاری نظر میں یہ محل کیسا ہے؟ حضرت بہلولؒ نے ایک کوئلہ لے کر محل کی دیوار پر لکھا: ''تو نے خاک کو بلند کیا اور دین پاک کو چھوڑ دیا' اگر تو نے اپنے مال سے کیا ہے تو اسراف سے کام لیا ہے اور اگر دوسروں کے مال سے یہ محل بنایا ہے تو ظلم کیا ہے اور خدا ظالموں کو پسند نہیں کرتا'' ۲۰

توحید اور انسان دوستی کے مطالب تصوف کو ہر انسان کے لیے اہم اور ہر معاشرے کے لیے مفید بناتے ہیں۔ صوفیہ کے توحیدِ خالص' حسن خلق اور انسان دوستی کے تصورات میں انسان کی آخرت اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے' توحیدِ خالص کو اختیار کرنے سے انسان مومن صادق بن جاتا ہے یوں اس کی آخرت سنور جاتی ہے' انسان دوستی کا رویہ اپنانے سے وہ معاشرے کا اچھا' معتبر اور مفید فرد بن جاتا ہے' یوں اس کی دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک درویش کا قول ہے کہ اگر دوزخ سے رہائی چاہتے ہو تو خدمتِ خلق کرو اور اگر جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو عبادت حق کرو۔ یہ حقائق تصوف کی عالمگیر اہمیت اور اس کی ضرورت کو آنے والی صدیوں میں بھی ثابت و مسلم کرتے ہیں ـــــــ ہاں اگرچہ

(۱) یہ بھی ہے کہ رسمی تصوف یا روایتی تصوف (یا جسے عجمی تصوف کہا جاتا ہے) کے بہت سے پہلو مثلاً ترک دنیا' خانقاہی نظام' علم و عقل کی مذمت وغیرہ وقت کا ساتھ نہیں دے سکیں گے اور قومی یا ملّی سطح پر یہ دنیا گریز اور مخالفِ عقل رجحانات نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی بستی کے سب ہی لوگ ایسے صوفی بن جائیں جو ترکِ دنیا کر کے جنگلوں یا خانقاہوں میں جا کر رہنے لگیں تو اس بستی کا معاشرتی اور معاشی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا' کون ہے جو کھیتوں' فیکٹریوں دکانوں اور دفتروں میں کام کرے گا؟ اس نوع کا

Marfat.com

تصوف دشمنانِ اسلام کے مقاصد کی تکمیل تو کرسکتا ہے لیکن ملتِ اسلام کے لئے معاشی اور معاشرتی طور پر ہی نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی مہلک ہوگا۔

(۲) اسی طرح یہ بھی ہے کہ اگرچہ تصوف میں عقیدہ اور عقیدت کی اہمیت مسلم ہے کہ صوفی توحید پر پختہ عقیدہ اور اپنے مرشد سے پختہ عقیدت رکھنے کی بنیاد ہی پر بہت حد تک تصوف کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتا ہے لیکن عقیدہ اور عقیدت توازنِ فکر یا عقلِ سلیم کے ساتھ نہ ہو تو گمراہی اور بے راہ روی کی بہت سی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جیسے بعض صوفیہ نے عقیدۂ توحید میں توازن فکری قائم نہ رکھا اور وحدت الوجود کے حوالے سے بہت سی ایسی باتیں کہیں جو روح اسلام سے مطابقت نہیں رکھتیں، صوفیہ کی شطحیات بھی ایسی ہی باتوں کا پہلو لئے ہوئے ہیں، اسی طرح عقیدت میں اعتدال اور عمل صالح کا پہلو نہ ہو تو بہت سی مذہبی اور معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں، تصوف میں مرشد یا پیر سے عقیدت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ عقیدت پیر کی شریعت پر کامل پیروی کی بنیاد پر ہو تو تصوف اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے اور مضبوط و محکم ہے، لیکن اگر پیر سے عقیدت کرامت یا شعبدہ دکھانے کے حوالے سے ہو تو تارِ عنکبوت (مکڑی کے جالے) کی طرح کمزور و کم مایہ ہے اور اسلام سے لگا نہیں کھاتی، اسی حوالے سے بعض مفت خور متولیوں نے صوفیہ کے مزارات کو جھاڑ پھونک اور نذر و نیاز کے اڈوں میں تبدیل کر کے اپنی آمدنی بلکہ لوٹ مار کا ذریعہ بنالیا۔ ایسی عقیدت عوام کی اندھی تقلید بلکہ اندھے پن کی کوکھ سے جنم لیتی ہے، اور قوم کو اندھا بنا دیتی ہے، قرآن پاک نے ایسے ہی لوگوں کو قوم عمین (اندھی قوم) (سورہ ۷، آیت ۶۴) کہا ہے، اس قسم کا تصوف ملت اسلام میں بصیرت و فراست، جرأت و جسارت، تقویٰ اور استقامت کے اوصاف پیدا نہیں کرسکتا۔

لیکن یہ بھی ہے کہ آنے والے وقت میں اور آنے والی صدیوں میں اگر کوئی مذہب یا مسلک زندہ رہ سکتا ہے، انسانیت کے لئے مفید ہوسکتا ہے اور سارے انسانوں کو قابلِ قبول ہوسکتا ہے تو وہ بھی تصوف خالص یا تصوفِ اسلامی ہی ہے، جس میں وحدتِ حق اور وحدت انسانی پر کامل ایمان کے ساتھ دین و دنیا کا توازن ہے، دنیا کا حصول دین کی راہ میں رکاوٹ نہیں بشرطیکہ دنیا کا حصول قرآن و سنت کے مطابق اور حلال و حرام کی احتیاط کے ساتھ ہو ____ تصوف کے مثبت اثرات کے تحت ہی مشرقی ادب میں فحاشی، خوشامد، بے جا مدح اور قصیدہ گوئی کی روایت کم اور کمزور ہوئی ہے، تصوف نے تعصباتِ مذہبی کو ختم کر کے وحدتِ انسانی کا سبق دیا ہے۔ صوفیائے کرام عقیدہ، زبان یا زمین کی بنیاد پر کسی سے تعصب نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا روم نے وعظ میں فرمایا کہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں اور میں سب سے مشتق ہوں، کسی فرقے والے سے میں

Marfat.com

پرخاش نہیں رکھتا' سب اپنے اپنے رنگ میں خدا کو مانتے ہیں۔ سامعین میں سے ایک شخص نے یہ سن کر کہا پھر تو آپ منافق ہوئے! مولانا نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ میں منافقت میں تم سے بھی متفق ہوں ـــــــ صوفیہ کی نظر میں تمام مخلوقات خداوند تعالیٰ کی دامن ربوبیت میں پل رہی ہیں' خواہ سنّی ہو' شیعہ ہو' ہندو ہو' عیسائی ہو' یہودی ہو' کافر ہو' مشرک ہو' مغرب کا رہنے والا ہو یا مشرق کا' انگریزی بولتا ہو یا اردو یا عربی صوفی صاف دل سب کو اپنے سینے سے لگالیتا ہے۔ اپنے حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق سے دین مبین کی روح کی تبلیغ کرتا ہے یعنی احسان وایثار' بھلائی اور برابری کی تلقین کرتا ہے' بدکاروں کو نیکوکاری کی دنیا میں واپس لانے' دکھی انسانوں کو سکھ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے' انسانیت کی راہ سے بھٹکے ہوؤں کو شفقت ومحبت سے انسانیت کی راہ دکھاتا ہے اور اچھا اور سچا انسان بنانے میں لگا رہتا ہے ـــــــ گویا پتھر کو ہیرا' مٹی کو سونا' ذرّے کو سورج اور قطرے کو سمندر بنانے کی سعی کرتا ہے ـــــــ ایک صوفی شیخ ابوالعباس نہاوندی کے پاس ایک عیسائی مسلمان کا بھیس بدل کر بطور امتحان آیا' چار مہینے ان کی خدمت میں رہا' شیخ نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا' چار ماہ رہنے کے بعد اس عیسائی نے رخصت ہونے کے لیے شیخ سے اجازت چاہی' شیخ نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ یہ جوانمردی نہیں ہے کہ تم آؤ' درویشوں کے ساتھ نان ونمک کھاؤ' ان کی مجلسوں میں بیٹھو اور پھر آخر میں جیسے بیگانے آئے ہو ویسے ہی بیگانے چلے جاؤ! یہ سن کر وہ عیسائی سکتے میں آ گیا۔ شیخ کی ولایت وفراست اور اسلام کی حقانیت کا سچے دل سے اعتراف کر کے مسلمان ہوگیا۔ شیخ کی صحبت میں رہ کر اس نے وہ مقام ومرتبہ پایا کہ ان کی وفات کے بعد شیخ کا خلیفہ بنا۔[۲۱] ـــــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ ایک روز نیشاپور کے قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے گئے' دیکھا کہ وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی رہی ہے اور گانے بجانے میں مصروف ہے۔ آپ کے ساتھی سخت برہم ہوئے اور انہیں مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا' شیخ نے انہیں روک دیا اور ان اوباشوں کے پاس جا کر فرمایا ''اے خدا جس طرح اس جہان میں انہیں شادمانی دی ہے اسی طرح آخرت میں بھی انہیں شادمانی عطا فرما۔'' سب اوباش شیخ کا یہ سلوک دیکھ کر تائب ہو گئے[۲۲] ـــــــ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ ایک روز اپنے مخالف ابوالحسن تونیؒ سے ملنے جا رہے تھے' ساتھ کچھ مرید بھی تھے۔ راہ میں شیخ کا ایک اور مخالف ملا اور شیخ کو لعنت وملامت کرنے لگا۔ شیخ نے فرمایا کہ اے اللہ اس لعنت کے بدلے اس شخص پر رحمت فرما' مریدوں نے پوچھا ایسا آپ کیوں فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ یہ شخص خیال کرتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں' یہ شخص اللہ کے لئے اس باطل پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس شخص نے جب آپ کی یہ بات سنی تو فوراً ان کے پاؤں پڑ گیا اور توبہ کی' آپ نے ساتھیوں سے فرمایا تم نے دیکھا کہ جو اللہ کے لئے لعنت بھیجتا ہے' اس کا کتنا جلدی

Marfat.com

اور کتنا اچھا اثر ہوتا ہے______ ایک نوجوان بربط ہاتھ میں لئے شراب میں مست جا رہا تھا' اس نے اچانک اس دور کے ایک بزرگ صوفی حضرت عثمان حیریؒ کو دیکھا' فوراً بربط کو چھپالیا اور ٹوپی اوڑھ لی' آپ نے اس سے نہایت نرمی سے کہا کہ مجھ سے ڈرو مت ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں' حضرت عثمان حیریؒ کا یہ سلوک دیکھا تو اس نے توبہ کرلی' آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کر اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے جو اختیار میں تھا وہ تو میں نے کردیا' اب جو تیرے اختیار میں ہے تو اس کی تکمیل فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی شرابی میں ایسا روحانی کمال پیدا ہوگیا کہ خود حضرت عثمان حیریؒ بھی حیران رہ گئے[۲۳]

جدید دور کے معاشرتی تقاضوں اور ہنگاموں میں گھرا ہوا انسان عام طور پر خود کو' خدا کو اور انسانیت کو بھلا چکا ہے' سو سکونِ قلب اور طمانیتِ روح سے محروم ہوتا جا رہا ہے' تصوف اس انسان کے کام آ سکتا ہے۔ اس دنیا کے ہنگاموں میں مصروف انسان کو بھی سکون و طمانیتِ قلب کی دولت سے مالا مال کرسکتا ہے______ کسی اہل دل نے اسی حوالے سے یوں کہا ہے کہ ہر شخص کو تھوڑا بہت صوفی ہونا چاہیے یعنی دنیا داری یا محبت دنیا سے اس کا دل پاک ہو اور صوفی کو بھی تھوڑا بہت انسان ہونا چاہیے' یعنی وہ دنیا والوں کے کام آتا ہو' معاشی طور پر کسی پر بوجھ نہ بنتا ہو' معاشرے کا مفید فرد ہو______ ایسا معاشرہ جہاں خدا پرستی' بے تعصبی' انسان دوستی' خدمتِ خلق اور احسان و ایثار کے جذبے کارفرما ہوں گے وہ معاشرہ سچے صوفیہ ہی کا ہوسکتا ہے اور ایسا ہی معاشرہ اکیسویں صدی اور آنے والی صدیوں کی ضرورت ہے' تصوف کے مثبت رجحانات جس معاشرہ میں پھلے پھولیں گے وہ معاشرہ جنتی ہوگا۔ ایک درویش وقت کا کیا خوب قول ہے کہ جس بستی میں خدا کو یاد کیا جاتا ہو' امن و سکون ہو وہ بستی تو جنت ہے______ ایسا ہی رحمتوں بھرا معاشرہ قائم کرنا' اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے جو رحمٰن و رحیم ہے' رسول اکرم ﷺ کو مطلوب ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں اور قرآن کا مقصود ہے جو تمام تر رحمت و شفا ہے کہ قرآن کہتا ہے:

وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمومنين (سورہ ۱۷' آیت ۸۲)

میں نہ عارف ہوں اور نہ صوفی لیکن عارفانِ دین پرست و دانش دوست اور صوفیانِ خدا پرست و انسان دوست سے دلی عقیدت و محبت رکھتا ہوں اور یہ کتاب

"تصوف اور تصوراتِ صوفیہ"

اسی عقیدت و محبت کا ایک طور سے اظہار ہے۔ اگرچہ میں تصوف کے مسلک سے باقاعدہ طور پر

Marfat.com

وابستہ نہیں ہوں لیکن میرا خاندان تصوف سے وابستہ رہا ہے' میرے والد مرحوم تصوف سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے اور نقشبندیہ و قادریہ سلسلہ سے منسلک تھے' میرے دادا بھی حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید تھے ____ اسی حوالے سے یہاں اس بات کا ذکر کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کی تصوف پر مشہور کتاب ''امداد السلوک'' کا قلمی نسخہ جس کے بارہ میں خاندان میں یہ مشہور تھا کہ خود حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے' میرے دادا کی ملکیت تھا جو اب جی سی یونیورسٹی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ میں نے اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ یہ قلمی نسخہ بھی جی سی یونیورسٹی کے کتب خانے کو عطیہ دیا ہوا ہے۔ امداد السلوک آٹھویں صدی کے ایک بزرگ قطب الدین دمشقی (وصال ۷۸۰) کی کتاب رسالۂ مکیہ کا فارسی ترجمہ ہے جو حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کی کاوشِ قلم ہے۔ رسالۂ مکیہ کے اس فارسی ترجمہ کا نام حضرت رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنے مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے نام پر امداد السلوک رکھا تھا۔ رسالۂ مکیہ صوفیہ میں بہت مقبول رہا ہے۔ حضرت جلال الدین بخاریؒ المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت (وصال ۷۸۵ھ) کے یہاں رسالۂ مکیہ کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ رسالۂ مکیہ کا ترجمہ ''امداد السلوک'' تصوف کی دوسری کتابوں کے ساتھ میرے مطالعہ میں رہا ہے' میں نے اس کتاب سے استفادہ اور استفاضہ کیا ہے۔ مختصراً یوں کہ تصوف اور صوفیانہ ادب سے میرا تعلق رہا ہے۔ میں گویا صوفیہ کی زبان میں ''صاحبِ قال'' ہوں۔

صوفیانہ ادب خداشناسی' انسان دوستی کے مطالب اور زندگی آموز علمی نکات اور عرفانی افکار پر مشتمل ایک گراں بہا سرمایہ ہے' عارفانہ افکار و صوفیانہ مطالب کے اس سمندر کو ''تصوف اور تصوراتِ صوفیہ'' کے کوزے میں سمونا بے حد دشوار ہے' میں نے اپنی سی سعی کی ہے اور ان تمام مطالب و افکار کو مندرجہ ذیل عنوانات و ابواب کے تحت اس کتاب میں پیش کیا ہے:

باب ۱: تصوف اور مبادیٔ تصوف

باب ۲: تصور خدا اور صوفیہ

باب ۳: تصور ابلیس اور صوفیہ

باب ۴: تصور انسان و مرشد و شیخ اور صوفیہ

باب ۵: لباس و خرقۂ صوفیہ

باب ۶: سماع و موسیقی اور صوفیہ

باب ۷: عبادات اور صوفیہ

Marfat.com

باب ۸: ریاضت ومجاہدہ اور صوفیہ

باب ۹: احوال ومقامات اور صوفیہ

باب ۱۰: تصور فنا وبقا اور صوفیہ

باب ۱۱: دنیا و دینا داری کے تصورات اور صوفیہ

باب ۱۲: تصور سفر اور صوفیہ

باب ۱۳: علم وحکمت، عقل وعشق کے تصورات اور صوفیہ

باب ۱۴: تاویلات واصطلاحات اور صوفیہ

باب ۱۵: خواب وکشف وکرامات اور صوفیہ

باب ۱۶: نور ورنگ کے تصورات اور صوفیہ

"تصوف اور تصورات صوفیہ" کی ترتیب وتدوین میں تقریباً تیس سال سے وقفہ وقفہ کے ساتھ مصروف ہوں کہ درمیان میں دوسری کتابوں پر بھی کام ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں مطلوبہ مآخذ کی تلاش اور ان کی بہم رسانی بھی ہوتی رہی۔ اس کتاب کی تالیف میں برصغیر میں تصوف کی مطبوعہ کتب اور قلمی نسخوں کے علاوہ ایران کے تقریباً تمام قابلِ ذکر صوفیانہ ادب سے میں نے استفادہ کیا ہے اور تصوف سے متعلق مغربی منابع اور مستشرقین کی کتب سے بھی مستفید ہوا ہوں ــــــ ان کتابوں کے مہیا کرنے میں عزیز گرامی قدر عبدالوحید چیف لائبریرین، جی سی یونیورسٹی، لاہور اور خانۂ فرہنگ ایران، لاہور کے ڈائریکٹر جنرل اور کلچرل اتاشی جناب محمد رضا امینی مشہدی اور پروفیسر رفیق صاحب نے میرے ساتھ جس فراخدلی اور محبت سے تعاون کیا ہے میں ان کا بیحد ممنون ہوں۔

مجھے اس کتاب "تصوف اور تصورات صوفیہ" کی تالیف میں جناب ڈاکٹر خالد آفتاب، وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی لاہور کی خصوصی طور پر ہمت افزائی حاصل رہی ہے، میں ان کا بیحد ممنون و متشکر ہوں۔ موصوف محترم ایک روشن فکر شخصیت اور حقیقت پسندانہ ذہن کے مالک ہیں، اس کے ساتھ ہی ان کی شخصیت میں تصوف کا گہرا رچاؤ اور ان کے افکار میں تصوف سے گہرا لگاؤ ہر وہ شخص محسوس کرسکتا ہے جو ان کے قریب رہا ہو۔ مجھے چونکہ یہ اعزاز خاص طور پر دفتری امور کے سرانجام دینے کے سلسلے میں تقریباً ہر روز ملاقات کی وجہ سے ایک عرصہ سے حاصل ہے سو میں اس حقیقت کا شاہد بھی ہوں، معترف بھی اور ان کی حقیقت پسندی اور روشن فکری کی روایت سے متاثر بھی ہوں۔ موصوف محترم کیلئے میں سراپا سپاس اور دعا گو ہوں۔

Marfat.com

میں جناب ڈاکٹر طارق صدیقی، سابق وائس چانسلر قائداعظم یونیورسٹی، کی عارفانہ شخصیت کا معتقد ہوں، ان کے عالمانہ افکار سے مستفیض ہوا ہوں اور تصوف سے متعلق ان کی عطا کردہ کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ میرے دل میں ان کے لئے بے انتہا جذبات عقیدت و امتنان بھی ہیں اور پرخلوص دعائیں بھی۔

میں جناب پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سرور، جناب پروفیسر نذر محمد، جناب پروفیسر انور روڑانچ، عزیزِ گرامی قدر ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، صدر شعبۂ فارسی اور عزیزم گل نواز لیکچرار کا بیحد ممنون و متشکر ہوں کہ انہوں نے مسودہ کی ترتیب و تدوین اور پروف ریڈنگ میں جس محبت اور دقتِ نظر سے میرا ساتھ دیا ہے وہ میرے ساتھ ان اہلِ علم و فضل کے قلبی رابطہ کا عکاس ہے۔ **جزاکھم اللہ خیرا**

عارف حسین صاحب نے جس ذوق و شوق سے اس کتاب کے مسودہ کی کمپوزنگ کی ہے وہ تصوف و عرفان سے اس نوجوان کی محبت کا مظہر ہے۔

ایک صوفی صاف دل نے محویت کے عالم میں اپنے ایک مرید سے پوچھا تھا کہ تم کون ہو؟ کیا ہو؟ اس مرید باتمیز نے کہا کہ میرے آقا میں وہ نقطہ ہوں جو "ب" کے نیچے ہوتا ہے ______ یعنی آپ "ب" ہیں، اور میں نقطہ ہوں۔ آپ سب کچھ ہیں اور میں ناچیز ہوں لیکن آپ کے ساتھ وابستہ ہونے کے سبب میں بہت کچھ ہوں ______ میں بھی اگر یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ میں اس جی سی یونیورسٹی کی "ب" کا نقطہ ہوں۔ ویسے بھی "ب" کا درس گاہ سے معنوی تعلق ہے کہ "الف با" کو علم کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور "ب" کو "باب العلم" کی علامت بھی کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ صوفیہ کہتے ہیں کہ تمام علوم کا خلاصہ قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے اس کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے اس کا خلاصہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے اس کا خلاصہ "ب" میں ہے، یوں "ب" کا علم سے تعلق اور "ب" کی اہمیت واضح ہے ______ ہاں نقطہ بذاتِ خود بے مایہ، غیر اہم اور ناچیز سہی لیکن "ب" سے وابستگی کی وجہ سے نقطہ کو بھی اہمیت مل جاتی ہے، مجھ بے مایہ کو بھی اس عظیم درسگاہ سے نسبت کی وجہ سے موقع ملا کہ اس کے عظیم کتب خانہ سے استفادہ کروں، یہاں کے عظیم اہلِ علم و فضل سے کسبِ فیض کروں، سو یہ کتاب مرتب ہوگئی اور یہ دعا زبان پر آ گئی۔

وجعل لی لسان صدقٍ فی لآخرین

Marfat.com

باب:۱ تصوف اور مبادیِ تصوف

تصوف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حال ہے قال نہیں، علم سے نہیں عمل سے متعلق ہے، یہ اگر علم ہے بھی تو علم سینہ ہے علمِ سفینہ نہیں یعنی قلبی واردات سے متعلق ہے، کتابی یا اکتسابی علم نہیں ____ یوں تصوف پر کچھ کہنا یا اس کے بارے میں لکھنا بے فائدہ ہے کہ تصوف روحانی کیفیات سے متعلق ہے اور روحانی کیفیات کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ____ لیکن یہ بھی ہے کہ تصوف میں اخلاق وانسانیت کے دلپذیر اور دلکش مطالب کا ایک عظیم سرمایہ موجود ہے جو ہر مذہب ومسلک کے انسان کے لیے مفید اور اہم ہے اور شاید اسی افادیت اور اہمیت بلکہ ہمہ گیریت کے پیش نظر تصوف کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ تصوف کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں سے کتب خانے ترتیب دیے جا سکتے ہیں ____ تصوف کا ایک پہلو جو عبادت وریاضت، ترک دنیا اور قربت حق کی تلاش پر مشتمل ہے وہ تقریباً ہر بڑے مذہب یا دین میں کم وبیش موجود ہے۔ اسی حوالے سے مغرب میں Mysticism کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"An art of union with Reality of God"

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تینوں الفاظ Myth، Mystery اور Mysticism میں لسانیاتی تعلق ہے کہ تینوں الفاظ کا ماخذ یونانی لفظ Mustcion ہے جس کے معنی ہیں آنکھوں یا منہ کو بند کرنا، یوں یہ تینوں الفاظ ایسے تجربہ کی نشاندہی کرتے ہیں جو تاریکی، پراسراریت اور خاموشی پر مبنی ہے ____ بقول کیرن آرم اسٹرانگ (Karen Armstrong) مغرب میں Myth جھوٹ کا ہم معنی ہے۔ اسی طرح لفظ Mystery بھی بُرے معنی میں مستعمل ہے، لفظ Mysticism بھی مغرب میں عام طور پر سودائی، خبطی، عطائی یا جھوٹے داعی سے منسلک رہا ہے ___ مغرب میں مستعمل اصطلاح Mysticism اسلامی تصوف کی ہم معنی سمجھی جاتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے ___ ویسے بھی اسلام میں تصوف کے نام سے کوئی علیحدہ مذہبی رکن کا وجود نہیں، اسی لیے صدر اسلام میں تصوف کا لفظ بھی موجود نہیں تھا، البتہ تصوف کے یہ پہلو کہ توحید پر پختہ ایمان رکھنا، شریعت پر خلوص دل سے عمل پیرا ہونا، خلق خدا سے شفقت سے پیش آنا در حقیقت اسلام کی روح کو پیش کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اس روحِ اسلام کا کامل ترین مظہر تھیں اور ایک اچھے اور سچے مسلمان کی بھی یہی خوبی ہے کہ اس کی زندگی اس روحِ اسلام کی عکاس ہو ____ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ صحابہؓ میں کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو اپنی زندگی تبلیغ دین کیلئے وقف کیے ہوئے تھے اور دنیا داری کو چھوڑ کر مسجد نبویؐ کے چبوترے پر رہتے تھے جنہیں

Marfat.com

اصحابِ صُفّہ کہا جاتا ہے۔ مختصراً یوں ہے کہ اُس عہد میں ایک مسلمان اور صوفی میں فرق نہیں تھا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے اس جہانِ ناپائیدار سے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد تعصّبات مذہبی، فرقہ پرستی، دنیا داری اور ظاہر پرستی جیسی برائیاں مسلم معاشرے میں پھیلنے لگیں، جن کی وجوہات یہ سمجھی جاتی ہیں:

(۱) فتوحات اسلامی کی وجہ سے دولت کی ریل پیل ہوگئی، جس سے دنیاداری نے زور پکڑا۔

(۲) فقہی اختلافات کی وجہ سے مذہبی تعصّبات اور فرقہ پرستی نے جنم لیا۔

(۳) مسلمانوں کی باہمی جنگوں کی وجہ سے بہت سا خون خرابہ ہوا، جس سے مسلمانوں میں باہمی تعصّبات بھی بڑھے، ضمناً ترک دنیا کے تصورات بھی مسلم معاشرے میں پیدا ہوئے کہ کچھ لوگوں نے ان باہمی جنگوں اور ان ملّی نامساعد حالات سے دل برداشتہ ہوکر ترک دنیا میں پناہ ڈھونڈی۔

(۴) وہ لوگ جو دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، جنہوں نے صرف معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا اور دل میں وہ اپنے آبائی مذہب ہی پر قائم تھے، ان کی وجہ سے عام طور پر معاشرے میں ظاہرداری اور تظاہر پرستی پھیلی، جس کی ایک صورت زندیقیت بھی تھی۔

ان مذکورہ حالات کے پس منظر میں وہ مسلمان جو دین اسلام سے سچی محبت رکھتے تھے انہوں نے تعصّبات مذہبی اور فرقہ پرستی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے دین خالص کو اختیار کیا، توحید پر پختہ یقین، شریعت پر خلوص دل سے عمل، تقویٰ، بے تعصّبی، رواداری اور انسان دوستی کو اپنا مذہبی شعار بنایا، یوں روح اسلام کی حیات نو کی کوشش کی۔ ایسے حضرات کو عام طور پر صوفی کہا جانے لگا ____ اسی لئے ابتدا میں یعنی دوسری صدی ہجری میں جو تصوف کے ظہور کی صدی ہے تصوف سے مراد توحید پر پختہ ایمان، زہد و تقوی، صبر و توکل، محاسبۂ نفس، بے تعصّبی، رواداری اور انسان دوستی تھی یا یوں کہا جائے کہ شریعت پر خلوص دل سے عمل کا نام تصوف تھا۔ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ تصوف درحقیقت احسان ہی کی ایک صورت ہے جو اس حدیث پر مبنی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے اسلام اور ایمان اور احسان کی تشریح فرمائی تھی اور حضرت جبریلؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تھا **ان تعبُدَ اللہ کانک تراہ، فان لم تکن تراہ فانہ یراک** (احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر اس طرح کا دیکھنا تم سے نہ ہو سکے تو یوں جان لو کہ وہ یعنی خدا تمہیں دیکھ رہا ہے) ____ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور احسان، ان تینوں میں سے احسان تصوف ہے ____ احسان

Marfat.com

اخلاص فی العمل ہی کا دوسرا نام ہے ___ شریعتِ اسلامی میں چونکہ عبادات و معاملات کے ساتھ ساتھ احتساب ذات اور مجاہدۂ نفس کا بھی اہتمام موجود ہے، اس لئے علما کی ایک جماعت جو صرف عبادات و معاملات کے مسائل کی تحصیل و تحقیق میں مصروف ہوئی وہ فقہا کے نام سے موسوم ہوگئی اور ایک جماعت جس نے احتساب ذات، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور انسان دوستی کو اپنایا وہ صوفیہ کے نام سے مشہور ہوگئی کیونکہ یہ لوگ عام طور پر صوف یعنی اون کا لباس پہنتے تھے ___ پہلے دور کے فقہا اگرچہ عام طور پر تصوف سے کوئی شغف نہیں رکھتے تھے لیکن صوفیہ محاسبۂ ذات، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے ساتھ ساتھ علمِ حدیث و فقہ کے بھی حامل ہوتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ شروع میں تصوف کے موضوعات توحید کے علاوہ، زہد و تقویٰ، صبر و توکل، محاسبۂ نفس، اور خدمت خلق یا انسان دوستی تھے، پھر کچھ یوں ہوا کہ پیشوایانِ طریقت کسی ایک حال میں مستغرق رہنے لگے، ایک زہد میں، ایک مراقبہ میں، ایک توکل میں، ایک توحید میں، جیسے معروف کرخیؒ اہل زہد، جنیدؒ اہل توحید، شبلیؒ اہل مراقبہ، شقیق بلخیؒ اہل توکل کے پیشوا تھے۔ حسین بن منصورؒ حضرت ابراہیم خواصؒ کو ملے تو ان سے پوچھا کہ کس مقام پر ہو؟ فرمایا کہ بیس سال سے توکل کے مقام پر ریاضت و مجاہدہ سے اپنے نفس کی تربیت کر رہا ہوں۔ حسین منصورؒ نے کہا کہ اپنی عمر باطن کو درست کرنے میں گزار دی وہ فنا فی اللہ کا مقام کہاں گیا؟ ۲ ___ اگرچہ مراقبہ اسلام میں بھی موجود تھا لیکن یہ صرف ایک فکری، استغراقی کیفیت کا نام تھا، اب اس کے ساتھ عمل بدنی بھی شامل ہوگیا۔ ابراہیم خواصؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں شبلیؒ سے ملنے گیا، میں نے دیکھا کہ وہ ساکت و صامت بیٹھے ہوئے ہیں، آنکھ تک نہیں جھپکتے، مجھے خیال ہوا کہ شاید وفات پا گئے، کچھ دیر بعد میری طرف دیکھا میں نے پوچھا یا شیخ یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں نگہبانی دل میں مشغول ہوں۔ میں نے پوچھا کہ اس قسم کا مراقبہ آپ نے کس سے سیکھا؟ فرمایا اس بلی سے جو چوہے کی گھات میں بیٹھی ہوتی ہے ۳ ___ پھر آہستہ آہستہ متصوفین ایک علیحدہ فرقے کے طور پر ابھرنا شروع ہوئے، یہ صورت حال اسلامی معاشرہ میں بیرونی اثرات یعنی مسیحیت، یہودیت، زرتشتی نظریات، ایرانی، ہندی، یونانی علوم اور افلاطونیان جدید کے فلسفہ کے پھیلنے سے بھی پیدا ہوئی۔ شروع میں صوفیہ نے اپنے اسلامی عقاید و آرا کے دفاع و اثبات میں یہ علوم حاصل کیے تاکہ مخالفین کی تنقید کا صحیح طور پر جواب دیا جا سکے۔ ان غیر اسلامی علوم کے حصول کے نتیجہ میں صوفیہ بھی کسی نہ کسی رنگ میں ان سے متاثر ہوئے اور تصوف پر بھی ان علوم کے اثرات پڑے، سو تصوف نے بھی چولا بدلا اور اپنی پہلی اور اصلی حالت کو چھوڑ کر ایک علمی، فلسفی اور رسمی رنگ اختیار کیا۔ یوں تصوف اسلامی کے تین پہلو نمایاں ہوگئے:

Marfat.com

(۱) ایک تصوف عملی جو زیادہ تر عبادات واخلاقیات، خدمت خلق اور ہمہ مشربیت یعنی مذہبی تعصبات بلکہ ہر قسم کے تعصّبات سے پاک زندگی پر مشتمل ہے۔

(۲) دوسرا تصوف علمی یا نظری جو وحدت الوجود، وحدت الشہود و تنزلات ستہ، عشق و خرد، جبر و قدر، نبوت وولایت، فنا وبقا، ظاہر و باطن اور مقامات واحوال وغیرہ کے نظریات وتصورات سے عبارت ہے۔

(۳) تیسرا تصوف رسمی جس میں پیری مریدی، خرقہ پوشی، خانقاہی زندگی اور سماع وغیرہ کے مراسم شامل ہیں۔

مختصراً یوں کہ تصوف کے تین رنگ ہیں: ایک وہ رنگ ہے جو تقریباً تمام مذاہب میں مشترک ہے اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ وہ عبادت وریاضت، ترکِ دنیا، قربتِ حق کی تلاش پر مشتمل ہے، ایک وہ ہے جو خالص اسلامی تصوف ہے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، جس میں توحید خداوندی، وحدت انسانی یا انسان دوستی، خدمت خلق اور شریعت پر اخلاص سے عمل کرنا بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، تیسرا وہ تصوف جو عام طور پر مسلم معاشرے میں رائج ہے جس کے تین پہلو ہیں: عملی، علمی (نظری) اور رسمی، جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

تصوف کے مآخذ ومنشا کے بارے میں محققین ومفکرین میں اختلاف ہے، کچھ حضرات تصوف کو اشراقیت سے، کچھ بدھ مت سے، کچھ مسیحیت سے اور کچھ ہندومت سے ماخوذ کہتے ہیں، کچھ محققین تصوف کے وجود کو فلسفۂ یونان بالخصوص نو افلاطونی فلسفہ کے زیر اثر سمجھتے ہیں، ایک گروہ کا خیال ہے کہ تصوف عربوں کے خلاف آریائی قوموں کا ایک قسم کا ردعمل ہے ——— لیکن حقیقت یہ ہے کہ بنیادی طور پر اسلامی تصوف جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے توحید پر پختہ ایمان، شریعت پر خلوص دل سے عمل اور خدمت خلق یا انسان دوستی ہے اور اس حوالے سے تصوف اسلامی خالصتاً اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے، البتہ ترک دنیا کا رجحان، وحدت الوجود، تنزلات ستہ کے مسائل، مجاز وحقیقت، ظاہر و باطن اور تاویلات واصطلاحات وغیرہ کی روایات بعد میں شامل ہوئیں۔ کیونکہ تصوف نے وقت کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب یا تہذیبوں کے اثرات بھی قبول کئے۔ یہ اثرات مسلم معاشرے میں یونانی علوم، ہندی، زرتشتی اور دوسرے مذاہب کے افکار کی اشاعت کے نتیجہ میں تصوف میں در آئے اور یہ بات تصوف ہی سے مخصوص نہیں بلکہ دوسرے اسلامی علوم پر بھی بیرونی افکار اثر انداز ہوئے ہیں جیسے فقۂ اسلامی ہے کہ جس میں یونانی فلسفہ کے اثرات کے تحت علم الکلام وجود میں آیا ———

پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی نظریہ شاید ہی ایسا ہو جس نے اپنے ماضی اور اپنے عہد کے نظریات وتصورات سے بالکل الگ ہو کر نشو ونما پائی ہو، ہر تصور یا نظریہ اپنے اردگرد کے حالات وتصورات اور ماضی کے تجربات وافکار سے کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ضرور ہوتا ہے، خواہ منفی طور پر ہو یا مثبت طور پر، خواہ ان

Marfat.com

نظریات کی تقلید کے بجائے ان پر تنقید کے حوالے ہی سے متاثر کیوں نہ ہو ____ صوفیہ اور مسلم مفکرین علم دوست بھی تھے اور انکے ذہن تعصبات سے پاک بھی تھے۔ وہ حصول علم کی لگن میں علم کے ہر سر چشمہ سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ دنیا کے قدیم مسالک و مذاہب کے علماو مفکرین کے سرمایۂ علم وفکر سے مستفیض و مستفید ہونا ان کی بلند فکری اور بلند نظری کی دلیل ہے لیکن وہ فقیر کی جھولی نہیں بنے بلکہ انہوں نے صرّاف و جوہری کی طرح ہر فکر کی پرکھ کی، جو مناسب تھا اسے قبول کیا اور جو نامناسب تھا اسے رد کر دیا لیکن استدلال و تحقیق سے، تعصب اور تقلید سے نہیں۔ البتہ بعض صوفی حضرات ان اثرات کے حوالے سے صوفیانہ روش و افکار میں توازن واعتدال قائم نہ رکھ سکے: بعض نے ترک دنیا میں غلو کیا، جو اسلام سے لگا نہیں کھاتا، بعض کے افکار میں بے اعتدالی آگئی مثلاً سعد الدین حمویہؒ نے جو نجم الدین کبریٰؒ کے مرید ہیں اپنی کتاب المصباح فی التصوف میں تاویلات بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، ان کے مرید عزیز الدین نسفیؒ نے اپنی کتاب الانسان الکامل میں تناسخ کے باب میں اس انداز سے بات کی ہے کہ جس پر خالص اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اعتراض کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

تصوف پر بیرونی اثرات کے حوالے سے بلوشے (Blochet)، براؤن (Brown)، رینان (Renan) کی نظر میں تصوف اسلامی میں ایرانی اثرات نمایاں طور پر موجود ہیں۔ ہنری کوربن (H.Corban) نے تصوف اسلامی پر زرتشتی عقاید کے اثرات کا ذکر کیا ہے جو سہروردی مقتولؒ کے اشراقی نظریات کی صورت میں بھی تصوف میں شامل ہوئے۔

اشراقیت اور تصوف:

اشراقیت کا نظریہ ایران میں شہاب الدین یحییٰ بن حبش بن میرک سہروردیؒ نے پیش کیا تھا ____ یہاں یہ وضاحت کردی جائے کہ دو اور سہروردی بھی ہوئے ہیں: ایک ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی ''آداب المریدین'' کے مصنف، دوسرے شہاب الدین ابو حفص سہروردیؒ جو ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید اور بھتیجے ہیں اور ''عوارف المعارف'' کے مصنف ہیں ____ شیخ شہاب الدین یحییٰ بن حبش'' کو شیخ مقتول بھی کہتے ہیں، حکمت الاشراق ان کی مشہور تصنیف ہے۔ شیخ مقتول کی نظر میں اشراقیت بذریعہ وحی حضرت ادریسؑ پیغمبر یا ہرمس کو ملی تھی، پھر ایران، یونان و مصر میں پھیلی، فیثا غورث (مشہور یونانی فلسفی جو داریوش ایرانی کا معاصر تھا)، افلاطون، فلاطینوس، کیومرث، فریدون، ذوالنون مصری''، سہل تستریؒ، ابو یزید بسطامیؒ اور منصور حلاجؒ تک ہوتی ہوئی شیخ مقتولؒ تک پہنچی ____ شیخ سہروردی مقتولؒ فرماتے ہیں کہ عرفان صرف عقل و استدلال ہی

Marfat.com

سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اس کے لئے ذوق وبصیرت اور بینش درونی بھی درکار ہے جسے اشراقیت یا نور قلب کہا جاسکتا ہے۔ اشراقیت میں ادراک حقیقت کے لئے عقل واستدلال اور کشف وشہود دونوں کی ضرورت ہے۔ ان کی نظر میں سچے فلسفی فارابی اور ابن سینا نہیں بلکہ مشہور صوفیہ بسطامیؒ اور تُستریؒ ہیں، اس ضمن میں وہ ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے عالم رویا میں ارسطو سے پوچھا کیا فارابی اور ابوعلی سینا کو ہم فلسفی کہہ سکتے ہیں؟ ارسطو نے جواب دیا وہ تو فلسفی کا ایک ہزارواں حصہ بھی نہیں، حقیقی فلسفی تو بسطامیؒ اور تُستریؒ ہیں ــــــ لفظ اشراق کے معنی روشن یا درخشاں ہونے کے ہیں اور مجازی طور پر اس کے معنی الہام یا وحی کے بھی ہیں اور بینش درونی کے بھی، یہ لفظ شرق سے بنا ہے کہ شرق یا مشرق سے سورج طلوع ہوتا ہے، اشراقیت میں مشرق نور کا جہان ہے اور مغرب تاریکی کا جہان ہے، اشراقیت میں حقیقت اولیٰ نور ہے جسے سہروردی مقتولؒ نورالانوار کہتے ہیں۔ عالم بھی نور ہی کی ایک صورت ہے، ہر چیز کی حقیقت نور ہے، چیزوں میں اختلاف نور کی کمی اور بیشی کی وجہ سے ہے۔ کائنات کی حقیقت نور ہے جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کوئی چیز نور سے زیادہ واضح اور روشن نہیں اور جو چیز بے انتہا واضح اور روشن ہو، اس چیز کو نہ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اس کی تعریف ہی کی جاسکتی ہے۔ نور مطلق جسے سہروردیؒ نے نورالانوار بھی کہا ہے حقیقت الٰہی ہے، یہی نور ہر وجود کا منبع ہے، نور مطلق یا نورالانوار یا خداوند تعالیٰ ہمیشہ اشراق یعنی نور افشانی کر رہا ہے اور ہر چیز کو وجود بخش رہا ہے، زندگی عطا کر رہا ہے، ہر حسن اور ہر کمال اسی کی رحمت کی عطا ہے اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ یا مکتی یا نروان درحقیقت اسی نور سے وصال کا نام ہے۔[1]

تصوف میں تاویلات کی روایت یا مطالب کو رمزیہ انداز میں بیان کرنے کا جو دستور ہے یہ بھی ایران کے قدیم زرتشتی علما ہی کی روش کا عکاس ہے، علامہ قطب الدین شیرازیؒ شارح حکمت اشراق کی نظر میں زرتشتی مذہب میں تصور اہرمن (ابلیس یا شیطان) اور تصور اہورا مزدا (خداوند تعالیٰ) درحقیقت امکان و وجوب کا اشارہ ہیں، ان سے مراد دو خدا نہیں ــــــ یہاں یہ وضاحت کردی جائے کہ امکان سے مراد ممکن الوجود ہے اور وجوب سے مراد واجب الوجود ہے۔ وجود دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو خود بخود وجود میں آیا اور اپنے وجود میں آنے کے لئے کسی اور کا محتاج نہیں، وہ واجب الوجود ہے، جو ذات حق جل علیٰ شانہ، ہے اور دوسرا وجود ماسوائے خدا ہر شے ہے جو ممکن الوجود ہے اور اپنے وجود میں آنے کے لئے کسی اور کا محتاج ہے (یعنی ذات حق جل علیٰ شانہ، کا محتاج ہے)۔ اس پس منظر میں تصور اہرمن سے مراد ممکن الوجود ہے یعنی مخلوق ہے اور تصور اہورا مزدا سے مراد واجب الوجود ہے یعنی خالق کائنات ہے۔ گویا قطب الدین شیرازیؒ کا

Marfat.com

کہنا ہے کہ اہورامزدا خدا کا اشارہ ہے، اہرمن مخلوق کا اشارہ ہے اور اہرمن سے مراد ابلیس نہیں۔

ہندی و یونانی افکار اور تصوف:

مغربی مفکرین کا ایک گروہ، جس میں فان کریمر (Alfred Von Kremer)، گلدزیھر (Goldziher) ڈوزی (Reinhart P. Dozy) اور مشرقی مفکر و محقق ابوریحان البیرونی شامل ہیں، اس نظریے کا حامی ہے کہ تصوف میں وحدت الوجود کا نظریہ بہت حد تک ویدانت کے زیر اثر وجود میں آیا اور ریاضت و نفس کشی کی روایات ہندی اپانشد کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔

تصوف پر ہندی افکار کے اثرات دو طرح کے ہیں:

(۱) طریقۂ اشراق بذریعہ ریاضت (۲) عقیدۂ وحدت الوجود

اپانشد کی تعلیمات کے مطابق استغراق یا دھیان گیان کا طریقہ یہ ہے کہ ایک گوشۂ تنہائی میں دوزانو بیٹھ کر منہ، کان، ناک اور آنکھوں کو بند کر کے آہستہ آہستہ سانس لیا جائے ـــــ اگرچہ ابتدا میں صوفیہ عبادت و ریاضت میں مشغولیت بہت زیادہ رکھتے تھے لیکن یہ ریاضت زیادہ تر فرائض و نوافل کے ادا کرنے تک محدود تھی، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہؒ ساری رات نمازیں پڑھتی تھیں اور دوسرے متصوفین بھی قائم اللیل و صائم النہار ہوتے تھے اور کھانے پینے میں نہایت سادگی رکھتے تھے، لیکن بعد میں فرائض و نوافل کی ادائیگی کے علاوہ ریاضت و نفس کشی بھی رائج ہوگئی۔ چنانچہ سلسلہ مولویہ میں مرید کرنے سے پہلے طالب ارادت کو حکم دیتے تھے کہ چالیس روز جانوروں کی خدمت کرے، چالیس روز فقرا کے بیت الخلا صاف کرے، چالیس روز ان کے لیے پانی بھرے، چالیس روز ان کی چارپائیاں بچھائے، چالیس روز ان کے لئے لکڑیاں کاٹ کر جنگل سے لائے، چالیس روز کھانا پکائے، چالیس روز بازار سے سودا سلف لائے، چالیس روز مجالس درویشاں میں خدمت انجام دے اور چالیس روز پاسبانی (چوکیداری) کرے تب کہیں وہ مرید بننے کے لائق بنتا تھا، پھر اسے غسل کرا کے توبہ کرائی جاتی تھی اور اسے خانقاہ کے حلقہ میں داخل کیا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ ریاضت و نفس کشی کے نتیجہ میں چند دن بغیر کھائے پیے رہتے تھے۔ ۵ ـــــ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ مجاہدہ چالیس سال کا ہے: سالک دس سال مجاہدہ کرے تاکہ اس کی زبان سچی ہو جائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ سالک کا ہاتھ سچا ہو جائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ آنکھ سچی ہو جائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ دل سچا ہو جائے۔ ۶

عام خیال ہے کہ نظریۂ وحدت الوجود دو جگہوں سے تصوف اسلام میں داخل ہوا، ایک یونان سے

Marfat.com

دوسرا ہندوستان سے۔ یہ نظریہ علمی اور فلسفی رنگ میں یونان سے اور اخلاقی رنگ میں ہندوستان سے تصوف میں آیا۔لیکن مسلم وحدت الوجودی ہمیشہ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ خدا خدا ہے اور مخلوق مخلوق ہے۔

آنکہ گوید جملہ حق است احمقی است آنکہ گوید جملہ باطل او شقی است

یعنی جو یہ کہے کہ ہر چیز خدا ہے وہ احمق ہے او جو یہ کہے کہ ہر چیز باطل ہے وہ بد بخت ہے، اسی حوالے سے ابن عربیؒ جو وحدت الوجود کے سب سے بڑے داعی ہیں فرماتے ہیں کہ بندہ، بندہ ہی رہتا ہے خواہ وہ کتنی ہی ترقی کرلے اور خدا، خدا ہی رہتا ہے خواہ وہ کتنا ہی تنزل فرمائے______ وحدت الوجود ہی کے تصور سے ایک حد تک تناسخ اور حلول واتحاد کے نظریات بھی وابستہ ہیں اور کچھ صوفیہ جیسے عزیزالدین نسفیؒ مصنف الانسان کامل کے ہاں ان نظریات کے اثرات بھی ملتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بیشتر صوفیائے اسلام نے عقیدۂ وحدت الوجود کو پیش کرتے ہوئے حلول واتحاد کے ہندوانہ نظریات کی نفی کی ہے۔ شیخ شبستریؒ نے صاف طور پر حلول واتحاد کے تصورات کو رد کیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

حلول و اتحاد این جامحال است کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

یعنی توحید وتصوف میں حلول واتحاد یعنی انسان میں خدا کا حلول کرنا یا ذات حق کا بندہ کی ذات میں پیوست ہو جانا، ناممکن ہے کہ وحدت میں دوئی تمام تر گمراہی ہے۔

یونانی اشراقی حکما کے افکار نے بھی تصوف اسلامی پر اثر ڈالا ہے۔افلاطون حقیقت کا ادراک اور معرفت کا ذریعہ اشراق کو سمجھتا ہے اور عشق کے بغیر معرفت حق کو محال خیال کرتا ہے۔کائنات کو غیر حقیقی اور اعیان کو حقیقی جانتا ہے______ یوں افلاطونی افکار کے ذریعہ عشق حقیقی کے تصور کے ساتھ ساتھ اعیان کا نظریہ بھی تصوف میں داخل ہوا، جو اعیان ثابتہ، اعیان ممکنات، عالم مثال اور صور علمی کے عنوان سے ہے۔ افلاطون کا نظریہ یہ تھا کہ ہر چیز جو دنیا میں ہے وہ نقل ہے اور اس کا تصور یا اس کی حقیقت عالم مثال میں ہے، جسے وہ عین کہتا ہے، (عین کے معنی آنکھ کے بھی ہیں، عین کے معنی چشمہ کے بھی ہیں، عین کے معنی بزرگ قوم یا سردار قوم کے بھی ہیں، عین کے معنی ذات یا نفس یا شے کی حقیقت یا تصور کے بھی ہیں) اسی سے ملتا جلتا نظریہ صوفیہ کا ہے کہ خدا سے صور علمیہ، اعیان ثابتہ ظہور میں آئے اور یہ اعیان ثابتہ گویا تمام اشیا کے حقایق ہیں، ان کو ہی مُثل افلاطون کہا جاتا ہے______ صوفیہ کی زبان میں اعیان ثابتہ یا صور علمیہ اسمائے الٰہی کی وہ صورتیں یا مظاہر ہیں جو حق تعالیٰ کے علم میں ظاہر ہوتے ہیں اور اسما الٰہی کی وہ صورتیں اور وہ مظاہر جو خارج میں ظاہر ہوتے ہیں انہیں اعیان ممکنات کہا جاتا ہے۔انہیں وجود عینی اور عالم شہادت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔افلاطون

Marfat.com

کے افکار زیادہ تر افلاطونیان جدید کے ذریعے تصوف میں آئے۔ افلاطونیان جدید نے نہ صرف افلاطون کے متصوفانہ افکار کی تجدید کی بلکہ کچھ اپنے افکار بھی پیش کیے، ان کی نظر میں کائنات تخلیق نہیں ہوئی بلکہ تجلیات حق سے بروز وشہود میں آئی جسے وہ تنزلات خمسہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور تنزلات خمسہ کا تصور (یعنی خدا نے سب سے پہلے احدیت سے وحدت میں، پھر وحدت سے واحدیت میں، واحدیت سے مثال میں، مثال سے روح میں اور روح سے جسم میں نزول فرمایا، بعض صوفیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ پہلے عالم روح ہے پھر عالم مثال ہے، پھر عالم مادی ہے) وحدت الوجود کے بنیادی نظریات میں سے ہے۔ اس حوالے سے تصوف اسلامی پر افلاطونیان جدید کے تصورات کا اثر بڑا نمایاں ہے۔ افلاطونیان جدید کو یونانی حکما کا آخری سلسلہ سمجھا جاتا ہے۔ افلاطونیان جدید کا بانی سکاس (Ammoinious Saccas) مصر کا رہنے والا تھا۔ ابتدا میں وہ حجام تھا، اس نے تعلیم حاصل کی، اسکندریہ میں فلسفہ کا استاد مقرر ہوا۔ وفات ۲۴۲ء میں پائی۔ فلاطینوس اسی کا شاگرد تھا چونکہ فلاطینوس نے استاد کے افکار کو پورے استدلال سے پیش کیا تھا، اس لئے اس سلسلے کا بانی فلاطینوس کو سمجھا جاتا ہے، فلاطینوس کے شاگرد فرفوریوس نے استاد کے ۵۴ رسالوں کو ۶ جلدوں میں مرتب کیا جو تاسوعات یا رسالہ ءنہ گانہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ فلاطینوس کے وحدت الوجود، تصور قوس نزول وصعود اور نظریۂ عشق نے تصوف اسلامی پر بڑے وسیع اثرات مرتب کیے ہیں۔[8]

تصور وحدت الوجود نویں دسویں صدی عیسوی میں تصوف میں داخل ہوا، وحدت الوجود سے مراد یہ ہے کہ حقیقی وجود ایک ہی ہے جو ذات حق ہے، جو واجب الوجود ہے، قدیم ہے، عین العیون ہے، علت العلل ہے، محرک غیر متحرک ہے، باقی موجودات کا وجود عارضی ہے، ظاہری ہے، ظلی ہے، حادث ہے، ممکن ہے یا محض خیال، وہم بلکہ سراب ہے یا نظر کا فریب ہے۔ فلاسفہ بھی ایک حد تک وحدت الوجود کے قائل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ فلاسفہ استدلال و برہان کے ذریعے وجود کی وحدت کو ثابت کرتے ہیں اور صوفیہ کشف وشہود کے واسطے سے اسے حق جانتے ہیں، اسی لئے کہتے ہیں کہ مشہور فلسفی ابن سینا نے کہا تھا کہ جو کچھ ابوسعیدؒ (ایک مشہور صوفی) دیکھتے ہیں میں جانتا ہوں اور حضرت ابوسعیدؒ نے کہا تھا جو کچھ ابن سینا جانتے ہیں میں دیکھتا ہوں۔

تصوف میں ترک دنیا کے اثرات بھی بہت حد تک رہبانیت یا مسیحیت کے حوالے سے آئے، ورنہ اسلام تو رہبانیت یا ترک دنیا کو واضح طور پر رد کرتا ہے، قرآن پاک میں ہے کہ رہبانیت انہوں نے یعنی عیسائیوں نے گھڑلی ہے ہم نے تو حکم نہیں دیا (سورہ ۵۷، آیت ۲۷) اور حدیث رسول پاک ﷺ ہے کہ **"لا رهبانية في الاسلام"** یعنی اسلام میں رہبانیت (ترک دینا) کی کوئی گنجائش نہیں۔

Marfat.com

اشتقاق لفظِ صوفی و تصوف:

لفظ صوفی یا تصوف کے اشتقاق کے بارے میں محققین کی مختلف آرا ہیں: سراج طوسیؒ نے ''اللمع فی التصوف'' میں، ابوبکر محمد کلاباذیؒ نے ''التعرف'' میں، قشیریؒ نے ''رسالہ قشیریہ'' میں، علی ہجویریؒ نے ''کشف المحجوب'' میں اور ابن جوزیؒ نے ''تلبیس ابلیس'' میں اس باب میں یوں کہا ہے کہ کچھ لوگ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ صوفی صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ نماز کی صف اول میں ہونے کی وجہ سے اور بعض کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ سے نسبت کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے اور بعض کی رائے میں لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے، بقول قشیری اور ہجویریؒ لغت کے اعتبار سے ان مذکورہ الفاظ میں سے کسی سے بھی لفظ صوفی کا اشتقاق درست نہیں۔ البتہ ہجویریؒ صفا کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ صوفی کسی بھی لفظ سے مشتق نہیں ہوسکتا کیونکہ تصوف کا مقام اس تکلف (یعنی اشتقاق) سے بالاتر ہے، اشتقاق کے لئے جنس کی ضرورت ہوتی ہے اور موجودات کی ہر چیز کثیف ہے اور صفا کی ضد ہے، کوئی چیز اپنی ضد سے مشتق نہیں ہوسکتی، صوفیائے کرام کے لئے تصوف کے معانی سورج سے زیادہ روشن ہیں اور کسی عبارت یا اشارت کے محتاج نہیں البتہ صفا مسلمہ طور پر قابل قبول ہے، اسکی ضد کدر (میل) ہے، چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف، رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں، اسلئے صوفی کہلاتے ہیں، اس فرقہ کے لئے یہ لفظ اسم علم کی حیثیت رکھتا ہے ____ اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں کہ ''اصل صوفی از صفوت گرفتہ اند و اصل تصوف از صوف گرفتہ اند'' یعنی صوفی کی اصل صفوت ہے اور تصوف کی اصل صوف ہے۔ صفوت کے معنی ہیں کدورت سے پاک ہونا۔ وہ پگھلا ہوا سونا، جس سے کھوٹ علیحدہ کردیا جائے اسے صافی کہتے ہیں، وہ دل جو خواہشات نفسانی سے پاک ہو اسے بھی صافی کہتے ہیں، اور اس دل کے مالک کو صوفی کہا جاتا ہے، پس پہلے باطن کو صاف کیا جائے اور پھر لباس صوف پہنا جائے جو اہل صفا کا لباس ہے۔9____ ابوریحان بیرونی کی نظر میں لفظ صوفی یونانی لفظ سوف (Soph یعنی حکمت) سے مشتق ہے کہ فیلسوف کا لفظ بھی جو فیلا (Phila) اور سوفیا (Sophia) سے مرکب ہے اور جس کے معنی حکمت دوست کے ہیں اسی سوف (Soph) سے ہے ____ کہتے ہیں لفظ فیلسوف فیثاغورث کی ایجاد ہے۔ وہ یوں کہ یونانی زبان میں دانشور کو سوفوس اور دانش کو سوف کہتے تھے، فیثاغورث نے کہا کہ ہم اتنی دانش و حکمت نہیں رکھتے کہ دانشور (سوفوس یا سوفسٹ) کہلائیں، ہم تو فیلوسوف ہیں یعنی دانش دوست ہیں، (اسی سے لفظ فلسفہ یا فلاسفی ہے) ____ جب اسلام میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو وحدت حق کے عقیدے میں یونانی

Marfat.com

مفکرین سے قریب تھا اس گروہ کو لوگ سوفیہ یا صوفیہ کے نام سے پکارنے لگے اور چونکہ لوگ اس کی اصل وجہ تسمیہ سے آگاہ نہیں تھے اس لئے لفظ صوفی کو صوف یعنی اون یا پشم سے ماخوذ سمجھنے لگے، ابو ریحان البیرونی اپنی کتاب ماللھند میں اس عقیدۂ عرفانی کے ذکر کے سلسلہ میں کہ حق واحد اول ہے اور باقی تمام موجودات کا وجود خیالی اور ظلی ہے کہتے ہیں۔

وھذا رای السوفیہ و ھم الحکما فان سوف بالیو نا نیة الحکمة و بھا سمیّ الفیلسوف پیلا (فیلا) سوپا (سوفا) ای محب الحکمته

ابوالفتح بستیؒ نے لفظ صوفی کے اشتقاق کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

تَنازَعَ الناسُ فی الصوفیِّ و اختَلَفُوا　　قِدماً و ظنوہ مشتقاً من الصوف

وَلَسۡتُ اَنحَل ھذا الاسم غیرفتّی　　صافیّ فصوفیّ حتی لقبَ الصّوفی

یعنی صوفی کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے، ہم یہ نام اس جوان مرد کے سوا اور کسی کو نہیں دیتے جو ''صافی فصوفی'' کا مصداق ہے یعنی جس نے صفا اختیار کی اور صاف بنا دیا گیا، یہاں تک کہ اس کا لقب صوفی ہوگیا۔۱۰

لفظ صوفی کو صوفہ (صوفۃ القفا یعنی گردن کے پیچھے کے بال) سے اور بنی صوفہ سے بھی مشتق کہا جاتا ہے، بنی صوفہ ایک قبیلہ تھا جو کعبہ کے خدّام تھے۔۱۱ ـــــــ لفظ صوفی کے اشتقاق کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ صوفی صوف سے مشتق ہے۔ اگر چہ بعض محققین پشمینہ پوشی کو عیسائیت کی تقلید سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ صوف کا لباس پہنتے تھے، اس لئے صوف کے لباس کو بدعت خیال کرتے ہیں لیکن بیشتر یہی کہتے ہیں کہ صوف پوشی اسلامی شعار ہے، حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت ہے کہ **کان رسول اللہ یجیب دعوۃ العبد و یر کب الحمار و یلبس الصوف** ـــــــ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا ہے جو پشمینہ پوش تھے۔۱۲ ـــــــ غرض اسلام میں صوف کا لباس زہد و فقر، قناعت کی علامت رہا ہے، اسی مناسبت سے صوفی کا لفظ اسلام میں مشہور ہوگیا اور کچھ لوگوں نے اس لباس میں یعنی پشمینہ پوشی میں دھوکے بازی بھی کی ہے، ویسے بھی طریقت میں ان ظاہری چیزوں یعنی اون کا لباس پہننے کی چنداں ضرورت بھی نہیں، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

حرف درویشاں بدزدد مرد دون　　تا بخواند بر سلیمی زان فسون

Marfat.com

یعنی کمینہ انسان درویشوں کی بات چرالیتا ہے تا کہ کسی سادہ انسان کو پھانس لے۔

کار مردان روشنی و گرمی است　　　کار دو نان حیلہ و بے شرمی است

یعنی مرد ایسے کام کرتے ہیں جن سے قلب کی روشنی اور محبت کی گرمی ظاہر ہوتی ہے اور کمینے انسان ایسے کام کرتے ہیں جو حیلہ بازی اور بے شرمی پر مبنی ہوتے ہیں۔

جامۂ پشمین از برای کد کنند　　　بو مسیلم را لقب احمد کنند

یعنی یہ بہروپے اون کے کپڑے دھوکے بازی اور حصول دنیا کے لئے پہنتے ہیں اور بو مسیلم کذاب کو احمد کا لقب دے دیتے ہیں ــــــــ سعدیؒ کہتے ہیں:

مراد اہل طریقت لباسِ ظاہر نیست　　　کمر بہ خدمتِ سلطان بند و صوفی باش

یعنی انسان صوفی ظاہری لباس سے یا ترک دنیا سے نہیں بنتا، بیشک بادشاہ کی ملازمت کرو لیکن دل میں صوفی رہو۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست　　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(تصوف صرف خدمت خلق کا نام ہے، یہ نہ تسبیح ہے، نہ جائے نماز ہے اور نہ گدڑی ہے)۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے صوفی آدم صفی اللہ تھے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، خلافت و امانت سے نوازا، آدمؑ نے مکہ و طائف کے درمیان "چلّہ کشی" کی، کیونکہ مرید بھی آغاز میں چلّہ کشی یا ریاضت کرتا ہے، صوفیہ اس حدیث پاک سے حضرت آدمؑ کی چلّہ کشی کی سند لیتے ہیں "خمر طینة آدم بیدہ اربعین صباحاً" یعنی اللہ میاں نے چالیس روز آدم کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے گوندھا اور چلّہ کشی کے سلسلے میں اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں "من اخلص للہ اربعین یوماً ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه یعنی جس نے چالیس دن اللہ کے لیے خلوص کے ساتھ عبادت کی تو اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر فرما دیتے ہیں ــــــــ آدمؑ نے تنہائی اختیار کی اور چلّہ کشی کی تو حق تعالیٰ نے اُسے روح کی نعمت عطا کی، چراغ عقل اس کے دل میں روشن کیا اور نور حکمت اس کے دل سے اس کی زبان پر نمایاں کیا ــــــــ فرمان حق ہے "ان اللہ اصطفیٰ آدم (سورہ ۳، آیت ۳۳) اس اصطفیٰ سے آدمؑ نے تصفیہ پایا، صافی ہوئے، صفی اللہ کا لقب پایا اور صوفی بنے اور اس حوالے سے کہ جو صافی تر ہے وہ صوفی تر ہوگا، حضرت رسول اکرمؐ سب سے صافی تر تھے اس لیے سب سے بڑے صوفی تھے۔ پس تصوف کا آغاز آدمؑ سے ہوا اور تصوف کی تکمیل محمد ﷺ پر ہوئی، کہ فرمان رسول ﷺ ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ــــــــ اسی طرح کعبہ جو آدمؑ کے زمانے میں وجود میں آیا گویا پہلی خانقاہ تھی۔ (امتداد زمانہ سے

Marfat.com

کعبہ کی عمارت نہ رہی حضرت ابراہیمؑ نے اسے بنایا اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے اسے بتوں سے پاک کیا)۔ وہ لباس جو آدمؑ نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے بعد ستر پوشی کے لئے درختوں کے پتوں سے بنایا تھا وہ (گویا) پہلا مرقع یا خرقہ تھا۔ ۱۳

اسلام میں صوفی کا لقب سب سے پہلے ابوالہاشم صوفی" (م ۱۵۰) کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔ کتاب اللمع، حلیۃ الاولیا، کتاب التعرف اور نفحات الانس کے مطابق سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱) کا قول ہے کہ اگر میں ابوھاشم صوفی" سے نہ ملا ہوتا تو میں ریاکاری کی حقیقت نہیں پاسکتا تھا۔ بقول سراجؒ مؤلف کتاب اللمع فی التصوف لفظ صوفی حسن بصریؒ کے زمانے میں رائج تھا کہ حسن بصریؒ (وفات ۱۱۰ھ) کا بیان ہے کہ کعبہ کے طواف کے دوران میں نے ایک صوفی کو دیکھا، اسے میں نے کچھ رقم دینا چاہی، اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دانگ ہیں یہی کافی ہیں۔ سب سے قدیم کتاب جس میں لفظ صوفی استعمال ہوا ہے وہ کتاب ''البیان والتبیین'' تالیف جاحظ (وفات ۲۵۰ یا ۲۵۵ھ) ہے۔ ۱۴

تصوف اسلامی میں شریعت اسلامی کی پابندی لازمی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ تصوف شریعت، طریقت اور حقیقت کا مجموعہ ہے ــــــ طریقت ایک راہ ہے جو شریعت سے ماخوذ ہے، شارع بڑے راستے کو کہتے ہیں اور طریق چھوٹے راستے یا پگڈنڈی کو کہتے ہیں، شارع کے درمیان میں طریق ہے، یوں طریقت وہ راستہ ہے جو شریعت سے اخذ کیا گیا ہے ــــ جو سفر پانی پر کیا جائے اسے شروع کہتے ہیں اور جو سفر رات میں کیا جائے اسے طروق کہتے ہیں۔ پانی پر سفر کرنے والے کو شارع اور رات کو سفر کرنے والے کو طارق کہا جاتا ہے،'' گویا شریعت پانی پر یعنی وسیع سمندر پر سفر ہے جس میں احتیاط کی ضرورت ہے اور یہ احتیاط گویا علم فقہ ہے اور طریقت رات کا سفر ہے جس میں روشنی یا نور کی ضرورت ہے جو نور اخلاص ہے۔ ابوبکر وراق ترمذیؒ کا قول ہے کہ جس نے تصوف کو بغیر فقہ کے اختیار کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے بغیر تصوف (خلوص دل) کے فقہ کو اختیار کیا وہ فاسق ہوا، جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا۔ ۱۵ ــــــ شریعت دین اسلام کے ظاہری احکام ہیں اور شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام طریقت ہے، نماز پڑھنا شریعت ہے نماز خضوع و خشوع سے پڑھنا طریقت ہے، قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا شریعت ہے اور دل کو حضور حق میں حاضر رکھنا طریقت ہے اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے جو معرفت حق اور طمانیت قلب ہے اور یہی مقصدِ تصوف ہے ــــــ اسی لئے صوفیائے صاف دل نے تصوف کے غیر اسلامی انداز کو رد کیا ہے۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ کا قول ہے کہ روم و ہند میں مجاہدہ ہے اور تصوف اسلام میں مشاہدہ ہے (یعنی طریقت

Marfat.com

کے ساتھ شریعت ہے)، وہ مجاہدہ جس میں مشاہدہ نہیں وہ ایسا ہے کہ کوئی شخص گندے کپڑے کو پیشاب سے دھولے اور یہ خیال کرے کہ کپڑا پاک وصاف ہوگیا، حالانکہ بظاہر دھل گیا لیکن نجاست باقی رہ گئی۔[۱۶]

طرایق الحقایق میں ہے کہ تصوف کے چار حروف ہیں اور ان چار حروف میں سے ''ت'' سے مراد ہے، ترک، توبہ اور تقویٰ اور ''ص'' سے مراد ہے، صبر وصدق وصفا اور ''و'' سے مراد ہے، ورد (یعنی وظیفہ یا ذکر حق)، وُد (یعنی محبت حق) اور وفا اور ''ف'' سے مراد ہے فرد وفقر وفنا۔ مناھج الطالبین میں ہے کہ تصوف میں ہر سالک کے لیے یہ چار چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ توبتہ النصوح یعنی یہ نیت کرے کہ کبھی گناہ نہیں کرے گا اور جو گناہ کیے ان پر پشیمان ہو اور ہمیشہ محتاط رہے کہ دوبارہ اس سے گناہ سرزد نہ ہوں۔

۲۔ مخلوق کے مظالم یعنی دوسروں کے ناروا سلوک پر درگزر سے کام لے۔

۳۔ شریعت کا علم حاصل کرے تاکہ فرضوں اور سنتوں کو صحیح طور پر بجالائے۔

۴۔ تقویٰ کو پہچانے کہ یہ تصوف کا رکن اعظم ہے۔[۱۷]

عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ سلوک وتصوف کی راہ میں قدم رکھنے والے یعنی سالک کو چاہیے کہ پہلے تحصیل وتکرار کرے اور آخر میں مجاہدہ واذکار کرے یعنی پہلے مدرسے میں جائے اور علم شریعت جو لازمی ہے اسے حاصل کرے، اس کے بعد خانقاہ میں جائے اور کسی شیخ کا مرید ہوجائے۔ بعض صوفیہ کے خیال میں (بقول عزیز الدین نسفیؒ) تصوف کے حصول کے دو طریقے ہیں، ایک تحصیل وتکرار اور یہ لوگ سالکانِ کوئے شریعت ہیں اور ایک مجاہدہ واذکار اور یہ لوگ سالکانِ کوئے طریقت ہیں ـــــــ شاید اسی لیے تصوف میں کاملین کو دو ناموں سے یاد کرتے ہیں، (۱) ایک قطب ارشاد جو اصحاب شریعت ہوتے ہیں (۲) دوم قطب تکوین جو اصحاب طریقت اور اہل مجاہدہ واذکار ہوتے ہیں ـــــــ عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں ہر مسلمان کے لیے چھ چیزیں لازمی ہیں، اول خدا اور رسول ﷺ پر ایمان، دوسرے احکامات الٰہی پر عمل کرنا، تیسرے منکرات سے بچنا، چوتھے توبہ، پانچویں کوئی کاروبار یا پیشہ اختیار کرنا، چھٹے تقویٰ یعنی جو کچھ وہ کمائے شریعت کے مطابق ہو، حرام مال سے بچے اور قول وفعل میں احتیاط برتے اور ریاکاری سے دور رہے، لیکن ایک صوفی سالک کے لیے مندرجہ ذیل چھ چیزیں بھی ضروری ہیں: (۱) اخلاق بد، مال وجاہ کی دوستی اور گناہوں کو ترک کرے۔ (۲) مخلوق خدا کے ساتھ صلح وآشتی سے رہے اور اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو آزار نہ پہنچائے اور سب کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرے اور (۳) گوشہ نشینی (۴) خاموشی (۵) بھوکا رہنا (۶) رات کو جاگنا

Marfat.com

(عبادت کے لئے) اختیار کرے۔ ۱۸

ابو نجیب سہروردیؒ کی نظر میں تصوف ابتدا میں علم ہے، درمیان میں عمل ہے اور آخر میں بخشش یعنی عطائے ربانی ہے ___ علم صوفی کے لئے مراد و مقصود کو واضح کرتا ہے، عمل مقصد یا مراد کے حصول میں معاون ہوتا ہے اور بخشش یا عطائے ربانی سے صوفی امیدوں کے (حصول کے) کمال کو پالیتا ہے ___

اہل تصوف کے تین طبقے ہیں: (۱) مرید یعنی طالب تصوف۔ (۲) متوسط یعنی سالک راہ تصوف (۳) منتہی یعنی تصوف کے کمال پر پہنچا ہوا ___ مرید صاحب وقت ہوتا ہے، متوسط صاحب حال اور منتہی صاحب نَفَس۔ سب سے افضل عمل صوفیہ کے نزدیک ہر نَفَس یعنی ہر سانس میں خدا کو یاد کرنا ہے ___

مرید ابتدائی منازل میں ہوتا ہے، متوسط صاحب تلوین ہوتا ہے اور منتہی صاحب تمکین ہوتا ہے ___

زلیخا صاحب تمکین تھی، اسی لئے دیدار یوسف سے متاثر نہیں ہوئی اور دوسری خواتین حسن یوسفؑ کو دیکھتے ہی ایسی بے خود ہوئیں کہ انہیں اپنا ہوش نہ رہا اور انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں ___ مختصراً یوں کہ مرید کا کام مجاہدہ و ریاضت نفس ہے، متوسط کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی مراد کی طلب کے لئے تمام احوال و مقامات میں صدق دلی کا لحاظ رکھے اور منتہی کا مقام یہ ہے کہ وہ صحو میں ہو یعنی ہوش میں ہو، سختی ہو یا آسانی ہو یا دشواری ہو ہر حال میں وہ یکساں رہے یعنی متغیر نہ ہو، اس کا کھانا بھی بھوکا رہنا ہے اور اسکی نیند بھی بیداری ہے، وہ اپنی ذاتی خواہش سے فانی، حقیقت حق کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور اس کا باطن حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

علی ہجویریؒ جن کی نظر مین لفظ تصوف صفا سے مشتق ہے فرماتے ہیں کہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لیے صوفی کہلاتے ہیں۔ صفا کی دو صورتیں ہیں: ایک اس کی اصل ہے اور ایک فرع، اصل یہ ہے کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو اور فرع یہ ہے کہ دل دنیا سے منقطع ہو۔ یہ دونوں صفات حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صفتیں ہیں کیونکہ وہ اہل طریقت کے امام ہیں۔ ان کا دل غیر اللہ سے اس قدر خالی تھا کہ حضرت رسول پاک ﷺ کے وصال پر تمام صحابۂ کرام شکستہ دل تھے، حضرت عمرؓ نے شمشیر میان سے نکال لی اور اعلان کیا کہ جو حضور ﷺ کی نسبت یہ کہے گا کہ وہ وصال پاگئے ہیں میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور با آواز بلند کہا الا من عبد محمد فان محمد ﷺ قدمات ومن عبد رب محمد ﷺ فانه حي لایموت یاد رکھو جس نے حضرت رسول پاک ﷺ کی بندگی کی تو وہ تو رحلت فرما گئے اور جس نے رسول پاک ﷺ کے رب کی بندگی کی تو وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں اور پھر یہ آیت پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله

Marfat.com

الرسل (الی آخرہ) (سورہ ۳، آیت ۱۴۴) یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں اگر یہ رسول (محمدؐ) رحلت فرما جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے قدم لوٹ جاؤ گے یعنی اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ جاؤ گے ___ حضرت صدیق اکبرؓ کا دنیا کے اسباب سے انقطاع یہ تھا کہ انہوں نے اپنا تمام مال راہ خدا میں دے دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ کر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے پوچھا ما خلفت لعیالک اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فقال اللہ و رسولہ، جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسی لئے کہا جاتا ہے اگر تم کامل صوفی دیکھنا چاہو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھو کیونکہ وہ صفا کی صفت یعنی صفا کی حقیقت سے بہرہ ور تھے۔

ان الصفا صفة الصديق ان اردت صوفيا على التحقيق

صوفی کا لفظ کامل اور محقق اولیائے کرام پر عائد ہوتا ہے۔ مشائخ میں سے کسی کا قول ہے من صافاه الحب فهو صاف و من صافاه الحبيب فهو صوفي یعنی جو محبت کے ساتھ مصفا ہوا وہ صاف دل ہے اور جو دوست کی محبت میں فنا ہو گیا اور غیر سے بری ہو گیا، وہ صوفی ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں صوفی کی تین قسمیں ہیں: (۱) صوفی (۲) مُتَصَوِّف (۳) مُستَصوِف۔ صوفی وہ ہے جو خواہشات نفس سے آزاد اور حقیقت حقایق سے واقف ہو۔ متصوف وہ ہے جو اس مقام کو مجاہدے سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو (یعنی سالک راہ طریقت ہو) اور مستصوف وہ ہے جو دولت کی خاطر صوفیہ کی نقالی کر رہا ہو۔ مستصوف صوفیہ کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور عام لوگوں کے لئے بھیڑیے کی طرح خطرناک۔ مختصراً یہ کہ صوفی صاحب وصول (یعنی صاحب وصل حق) متصوف صاحب اصول (یعنی اصول تصوف پر عمل کرنے والا سالک) اور مستصوف صاحب فضول ہے یعنی وہ فضول باتوں میں مصروف ہے اور حقایق تصوف سے دور ہے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصائل پر ہے اور یہ آٹھوں صفات آٹھ پیغمبروں سے علیحدہ علیحدہ متعلق ہیں، جن میں ہر ایک پیغمبر اپنے اپنے طور پر کامل ہے، سخاوت میں حضرت ابراہیمؑ ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو قربان کیا، رضا میں حضرت اسماعیلؑ ہیں کہ انہوں نے رضائے خداوندی کے لیے اپنی جان عزیز کو پیش کیا، صبر میں حضرت ایوبؑ ہیں کہ انہوں نے بدن کے زخموں میں کیڑے پڑنے کی مصیبت برداشت کی، اشارے میں حضرت زکریاؑ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین دن لوگوں سے بات مت کرو مگر اشارے سے، غربت میں حضرت یحییٰؑ ہیں کہ وہ اپنے وطن میں بھی اپنوں سے بیگانہ تھے، صوف پوشی میں حضرت موسیٰؑ ہیں کہ ان کا لباس اون کا ہوتا تھا، سیر و سفر میں حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ وہ راہ خدا میں

Marfat.com

تنہا تھے کہ سامان زندگی میں سے ان کے پاس صرف ایک پیالہ تھا اور ایک کنگھی تھی، جب دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ (اوک) سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے بال درست کر رہا ہے تو کنگھی بھی پھینک دی، فقر میں حصرت رسول پاک ﷺ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے سب خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ محنت و مشقت چھوڑ کر شان وشوکت سے زندگی بسر کرو، مگر حضور پاک ﷺ نے عرض کی کہ باری تعالیٰ میں خزانے نہیں چاہتا، مجھے ایک روز سیر ہو کر کھانے کو دے اور دوسرے روز بھوکا رکھ۔ یہ اصول راہ طریقت میں بہترین ہے ___ تصوف کے بارے میں علی بن بندار الصیر فیؒ کا قول ہے التصوف اسقاط الرویة للحق ظاهراً وّ باطناً یعنی تصوف یہ ہے کہ ظاہر و باطن سے بے نیاز ہو کر صرف حق پر نظر رکھنا ____ محمد بن احمد المقریؒ کا قول ہے التصوف استقامة الاحوال مع الحق یعنی تصوف خدا کے ساتھ استقامت حال کا نام ہے گویا وہ ہمیشہ ہر حال میں اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے ___ ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے، التصوف هو الحريت والفتوت و ترک التكلف و سخا وبذل الدنیا یعنی تصوف آزادی، جوانمردی، ترک تکلف اور سخاوت کا نام ہے اور آزادی سے مراد ہوس کی قید سے آزادی ہے، جوانمردی یہ ہے کہ انسان قطع علایق کرے، ترک تکلف یہ ہے کہ اپنے حصے کے لیے کوشاں نہ ہو اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو اہلِ دنیا کے لیے چھوڑ دے __ ابوالحسن بوشنجہؒ کا قول ہے التصوف اليوم اسم ولا حقيقة وقد كان حقيقة ولا اسم تصوف آجکل نام ہے بغیر حقیقت کے اور اصل میں یہ حقیقت ہے بغیر نام کے یعنی صحابۂ کرام اور اسلاف کے زمانے میں تصوف نام نہیں تھا بلکہ حقیقت تھا اب نام ہے جو حقیقت سے محروم ہے ___ حضرت ابن جلاؒ کہتے ہیں کہ تصوف تمام تر حقیقت ہے، اس میں کوئی رسم نہیں ہوتی ___ ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نہ رسم ہے اور نہ علم ہے بلکہ تمام تر اخلاق ہے کیونکہ اگر رسوم میں داخل ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا، اگر علوم کا حصہ ہوتا تو تعلیم سے میسر آجاتا، سو تصوف تو اخلاق ہی کا دوسرا نام ہے۔ 19

نجم الدین کبریؒ کی نظر میں اصحاب طریقت تین قسم کے ہیں: (۱) وہ لوگ جو نماز، روزہ ادا کرنے، قران پڑھنے اور جہاد کرنے میں مصروف رہتے ہیں، یہ راستہ اخیار کا ہے (۲) دوسرے وہ لوگ ہیں جنہیں ارباب مجاہدہ کہتے ہیں جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ دل اور تجلیۂ روح کے ذریعے راہ طریقت طے کرتے ہیں، یہ راستہ ابرار کا ہے، یہ لوگ زمانے میں بہت کم ہیں۔ (۳) صوفیہ کی تیسری قسم وہ ہے جو خدا کی جانب سفر کرتی ہے، ان لوگوں پر جذبۂ محبت غالب رہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو طبعی موت سے پہلے اختیاری موت اختیار کر لیتے

Marfat.com

ہیں۔ گویا موتوا قبل ان تموتوا کا نمونہ ہوتے ہیں اور حدیث رسولؐ کے مطابق اپنے آپ کو مرنے سے پہلے مار ڈالتے ہیں۔ یہ اختیاری موت یا ارادی موت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب انسان یا سالک دس اصول اختیار کرے جو یہ ہیں: (۱) توبہ (۲) زہد (۳) توکل (۴) قناعت (۵) عزلت یعنی گوشہ نشینی (۶) ذکر (۷) توجہ الی اللہ (۸) صبر (۹) مراقبہ (۱۰) رضا۔ جو لوگ ان دس اصولوں پر عمل کر کے مرگ ارادی اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں حیات ابدی عطا کر دیتا ہے۔[20]

اردشیر العبادیؒ کی نظر میں قرآن پاک کی اس آیت اولئک علی ھدیً من ربھم و اولئک ھم المفلحون (سورہ۲، آیت۵) میں جو مفلحون ہے اس سے مراد صوفیہ ہیں اور قرآن پاک میں صوفیہ کے مختلف اوصاف کا ذکر یوں آیا ہے کہ ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیٰحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں (تتجافیٰ جنوبھم... ینفقون) (سورہ۳۲، آیت۱۶) دوسروں پر ایثار کرنے میں وہ ان کو خود سے مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود تنگی میں ہی کیوں نہ ہوں۔ (و یؤثرون علی انفسھم سورہ۵۹، آیت۹) ___ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (الذین یذکرون اللہ..... والارض سورہ۳، آیت۱۹۱) یہ لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے (رجال صدقوا ماعا ھدوا اللہ علیہ (سورہ۳۳، آیت۲۳) جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے سے، زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ خرید و فروخت (غفلت میں ڈالتی ہے) اور وہ ایسے دن کی دارو گیر یعنی قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی (رجال، ..... ابصار. سورہ۲۴، آیت۳۷) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت (اللہ والوں کی جماعت) ہی فلاح پانے والی ہے۔ (رضی اللہ. ...... مفلحون) سورہ۵۸، آیت۲۲) ___ اس حدیث رسول اکرم ﷺ لا یزال العبدیتقرب اِلیّ بالنوافل حتیٰ احبہ و یحبنی فاذا احببتہ، صرت لہ، سمعاً و بصراً ویداً وموبداً فبی یبطش وبی یسمع وبی یبصروبی یتکلم میں صوفیہ ہی کی تعریف ہے کہ وہ اپنی عبادت و ریاضت سے یوں قربت حق حاصل کر لیتے ہیں کہ خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں، خداوند تعالیٰ ان کے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ساتھ ہی سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں اور پکڑتے ہیں، یعنی وہ دنیا کے

Marfat.com

تمام کام اللہ تعالیٰ کے حوالے ہی سے کرتے ہیں۔ ۲۱

تصوف میں سالک پہلے تزکیۂ نفس کرتا ہے یعنی نفس کو برائیوں سے پاک کرتا ہے، پھر تصفیۂ قلب کرتا ہے یعنی قلب کو خیالات ماسوا سے صاف کرتا ہے، پھر تجلیۂ روح کرتا ہے یعنی اوصاف حسنہ سے روح کو آراستہ کرتا ہے پھر تخلیۂ سر کرتا ہے یعنی اللہ کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی یعنی پاک کرتا ہے ______ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ تصوف چھ چیزوں پر مشتمل ہے: (۱) قرآن پر پوری طرح عمل کرنا (۲) سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنا (۳) حلال کھانا (۴) مخلوق کو نہ ستانا خواہ مخلوق اسے تکلیف ہی کیوں نہ پہنچائے (۵) ممنوعات سے بچنا (۶) اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں جلدی کرنا ______ آپ ہی کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جو کدورت سے پاک ہو اور فکر سے پُر ہو (یعنی تفکر کرتا ہو)، خدا کے قریب ہو اور لوگوں سے دور ہو، اس کی نظر میں مٹی اور سونا دونوں برابر ہوں ______ حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ تصوف (ایک لحاظ سے) شرک ہے چونکہ تصوف سے مراد غیر سے دل کی حفاظت کرنا ہے اور غیر موجود نہیں۔ حضرت شبلیؒ ہی کا قول ہے کہ تصوف سے مراد ہے ضبط حواس و مراعات انفاس۔ آپ ہی کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو تمام مخلوق کو اپنے اہل و عیال سمجھے۔ انہی کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو خلق سے (تعلق) توڑ لے اور حق سے جوڑ لے ______ حضرت ابوعثمان مغربیؒ کا قول ہے کہ تصوف سے مراد ہے قطع علائق (دنیا سے تعلق کو توڑ لینا)، رفض خلائق (یعنی مخلوق کو چھوڑ دینا) و اتصال بحقایق (حقایق کو پالینا)، ______ حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ تصوف حقایق کو پانا، دقائق کو بیان کرنا اور ترک خلائق کرنا ہے ______ اردشیر العبادیؒ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس میں یہ تین صفات ہوں، (۱) قطع علایق (۲) حفظ دقایق (۳) ادراک حقایق ____ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ تصوف یکسونگریستن و یکسان زیستن است یعنی تصوف صرف حق کی طرف متوجہ رہنا اور ظاہر و باطن کو یکساں رکھنے کا نام ہے (بہ الفاظ دیگر ظاہر داری اور ریاکاری سے بچنا) ____ ایک بزرگ کا قول ہے کہ تصوف، ایک علم ہے، ایک حقیقت ہے اور ایک حق ہے، علم کے حوالے سے تصوف دل کو کدورت سے پاک کرنا، خلق کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا اور سنت رسول پر عمل کرنا ہے، حقیقت کے حوالے سے تصوف ہر قسم کی ملکیت سے دست بردار ہونا اور مخلوقات سے بے نیاز ہونا ہے اور حق کے حوالے سے تصوف ہر قسم کی کدورت سے پاک و صاف ہونا اور صفا میں فانی ہونا ہے ____ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تصوف نفس سے ایسی جنگ ہے جس میں صلح کی گنجایش نہیں ہوتی یعنی نفس سے ہمیشہ جنگ رہتی ہے، اس سے کبھی صلح نہیں کی جاتی ______ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ جب سے

Marfat.com

میں نے مخلوق خدا کے ساتھ صلح کی ہے اس کے بعد پھر کبھی مخلوق خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے نفس کے ساتھ جنگ کی ہے پھر نفس سے کبھی صلح نہیں کی ____ حلاج ؒ نے اپنے مرید کو نصیحت کی تھی کہ اپنے نفس کو قابو کرلو، اگر تم نے اسے اپنے قابو میں نہ کیا تو وہ تمہیں اپنے قابو میں کرلے گا۔۲۲

حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ التصوف التعظیم لا مر اللہ و الشفقة علی خلق اللہ یعنی تصوف احکامات حق پر اخلاص سے عمل کرنے اور مخلوق خدا پر شفقت کرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوالحسن بوشنجہؒ کا قول ہے کہ تصوف کوتاہی امل اور مداومت بر عمل کا نام ہے یعنی امیدیں یا آرزوئیں کم سے کم رکھنا اور ہمیشہ عمل نیک کرنے کا نام تصوف ہے ____ حضرت ابومحمد رویمؒ کا قول ہے کہ تصوف کی بنیاد تین خصلتوں پر ہے: فقر وافتقار اختیار کرنا، بذل وایثار سے کام لینا اور اعتراض واختیار چھوڑنا۔ آپ ہی کا قول ہے کہ تصوف درحقیقت اعمال حسنہ پر قائم ہونا ہے ____ عزیز الدین نسفیؒ مقاصد تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تصوف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ طلب حق ہو یا طلب طہارت (قلب) ہو یا خلق نیک ہو یا طلب علم معرفت ہو یا طلب کشف اسرار اور ظہور انوار ہو بلکہ تصوف کا مقصد یہ ہے کہ آدمی انسان بن جائے اور مراتب انسانی اس میں مکمل طور پر ظاہر ہو جائیں۔ جب تمام انسانی مراتب اس میں ظاہر ہو جائیں گے تو خود بخود طلب حق، پاکیزگی، اعلیٰ اخلاق اور علم، معرفت، کشف اسرار وظہور انوار اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہو جائیں گے۔ ان کے حصول کے لئے صحبت دانا اور تربیت صالح ضروری ہے۔ بغیر صحبتِ دانا کے (یعنی مرشد کے بغیر) ان مقامات کا حصول مشکل ہے۔۲۳ ____ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علیؓ کا قول ہے کہ التصوف خلق لمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف یعنی تصوف خوش خوئی اور خوش اخلاقی ہے جو جس قدر زیادہ نیک خو ہوتا ہے وہ اسی قدر زیادہ صوفی ہوتا ہے۔ نیک خوئی کی دو صورتیں ہیں خدا کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کے احکامات کی پابندی کی جائے اور بندوں کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ صرف خدا کے لیے ان کے ساتھ میل جول قائم رکھا جائے ____ مرتعشؒ کا قول ہے ''التصوف حسن الخلق'' تصوف نیک خلق کا نام ہے۔ جو تین طرح سے ہے (۱) فرمانِ خداوندی کو پوری طرح ادا کرے (۲) مخلوق میں بڑوں کی عزت کرے، چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے اور برابر کے لوگوں سے انصاف برتے اور کسی سے عوض و معاوضہ کی توقع نہ رکھے۔ (۳) خود خواہشات نفسانی سے پرہیز کرے۔ جس شخص کے یہ تینوں امور درست ہو جائیں تو وہ انسان نیک خو ہے۔ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ اخلاق پیغمبر ﷺ کے بارے میں ہمیں بتائیں! آپ نے فرمایا قرآن

Marfat.com

پڑھو خدا نے اس میں فرمایا ہے خذ العفو و أمر بالعرف واعرض عن الجاهلين (سورہ ۷، آیت ۱۹۹) معاف کرنے کی خصلت اختیار کرو، اچھی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو ــــــ ابو علی قزوینیؒ کا قول ہے "التصوف هو الاخلاق الرضيه" یعنی تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے ــــ حضرت ابوبکر کتانیؒ کا قول ہے کہ تصوف تمام تر اخلاق ہے جس میں جتنا زیادہ اخلاق ہے وہ اسی قدر صوفی ہے۔

حضرت فتح موصلیؒ کا قول ہے کہ اہل معرفت یعنی صوفیہ وہ لوگ ہیں کہ جب بات کرتے ہیں تو خدا کے بارے میں کرتے ہیں، جب عمل کرتے ہیں تو خدا کے لئے کرتے ہیں اور جب مانگتے ہیں تو خدا سے مانگتے ہیں۔ صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے بدن دنیا میں ہوتے ہیں لیکن ان کے قلوب آخرت میں ہوتے ہیں (ابدانهم في الدنيا و قلوبهم في الآخرة) ــــ صوفی کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے "از خود فانی بحق باقی" یعنی صوفی اپنی ذات میں فانی اور ذات حق کے ساتھ باقی ہوتا ہے، وہ "الحب لله و البغض لله" کے مطابق دنیا والوں سے اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھتا ہے اور ہر وقت اس کا دل اللہ میں لگا رہتا ہے گویا اس کی زندگی "دست بکار و دل بایار" کا نمونہ ہوتی ہے ــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کے ایک مرید خاص عبدالکریمؒ کا بیان ہے کہ میں بچپن ہی میں شیخ کی خدمت میں آ گیا تھا۔ جس دن میرے والد مجھے پہلی بار شیخ کی خدمت میں لائے تو مجھے شیخ نے بلایا اور کمرے کی چھت پر جو گرد و غبار لگا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ تمہاری زبان میں اسے کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا خاشہ، یعنی خاشاک، انہوں نے فرمایا کہ یہ دنیا اور آخرت صوفی کے راستے کی خاشاک ہے۔ اسے دور کرو گے تو خدا تک پہنچو گے۔ ابوسعید ابوالخیرؒ ہی کا قول ہے کہ "آنچہ در سر داری بنہی و آنچہ در کف داری بدہی و آنچہ برتو آید بجہی"۔ یعنی اگر تم صوفی بننا چاہتے ہو تو جو کچھ تمہارے ذہن یا دل میں سوائے خدا کے ہے اسے نکال پھینکو، جو کچھ ہاتھ میں ہے (یعنی مال) وہ دے دو اور جو کچھ بھی تم پر (پریشانی) آئے اس کا (ثابت قدمی سے) مقابلہ کرو۔ ابوسعیدؒ ہی کہتے ہیں کہ صوفی چکی کی طرح ہوتا ہے جس طرح چکی سخت لے کر نرم دیتی ہے اسی طرح صوفی بھی دنیا والوں کی سختیاں سہتا ہے لیکن وہ خود دنیا والوں کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آتا ہے، جس طرح چکی اپنے گرد چکر لگاتی رہتی ہے صوفی بھی اپنے گرد چکر لگاتا رہتا ہے یعنی ہر وقت اپنی ذات کا احتساب کرتا رہتا ہے تاکہ ہر نامناسب بات کو خود سے دور کر دے ــــ کسی نے منصور حلاجؒ سے پوچھا تھا کہ صوفی کون ہے؟ جواب دیا وجدانی الذات (یعنی جس نے ذات کو پالیا) ــــ حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں ہوتا جب تک وہ تمام خلق خدا کو اپنے عیال کی طرح نہ سمجھے یعنی ان پر شفقت نہ کرے ــــ ایک بزرگ کا قول ہے

Marfat.com

کہ صوفی بندۂ حق ہوتا ہے اور جو خدا کا بندہ ہو وہ دونوں جہان سے آزاد ہوتا ہے ـــــــ رحبۃ الحیات میں خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے صوفی کی تعریف یوں کی ہے ''از کدورت دنیا پاک گشت و بہ صفوذ کر مولا آراستہ گشت'' یعنی صوفی وہ ہے جو دنیا کی کدورتوں سے پاک ہوگیا اور ذکر مولا کی پاکیزگی سے آراستہ ہوگیا۔۲۴ ـــــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ وہ جو کام کرے خدا کی پسند کے مطابق کرے تا کہ جو خدا کرے اسے وہ پسند ہو، آپ ہی کا قول ہے کہ جو شخص خدا کو پیارا ہوتا ہے اسے وہ پنہاں رکھتا ہے اور جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے خدا اسے آشکار کردیتا ہے ـــــــ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صوفیہ وہ لوگ ہیں جو تمام چیزوں کو چھوڑ کر خدا کو چُن لیتے ہیں اور خداوند تعالیٰ تمام چیزوں کو چھوڑ کر اُن کو چُن لیتا ہے ـــــــ ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جس کی روح بشریت کی کثافت سے آزاد، نفس کی آفت سے صاف اور خواہشات نفسانی سے پاک ہوتی ہے۔ صوفی صف اول میں اور بلند تر درجے میں خدا کے ساتھ آرام کرتا ہے اور غیر اللہ سے دور ہوتا ہے۔ ابوالحسن نوریؒ ہی کہتے ہیں کہ **الصوفی الذی لا یملک ولا یملک** یعنی صوفی وہ ہے جو نہ کسی کا آقا ہو اور نہ کسی کا غلام ہو۔ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسی درویش نے پوچھا تھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے فرمایا ''ہم نہ اپنی جیب بند رکھتے ہیں اور نہ خلق خدا سے جنگ کرتے ہیں'' ـــــــ صلاح بن مبارک کہتے ہیں کہ جس کا ظاہر بے رنگ ہو اور باطن بے جنگ ہو وہ صوفی ہے۔۲۵ ـــــــ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جس کی گفتگو حقایق کی تفسیر ہو اور اس کی خاموشی اس کی حقیقت حال کی تصویر ہو یعنی اس کی گفتگو میں سراسر حقایق کا بیان ہو اور جب خاموش ہو تو اپنے عمل سے یہ ثابت کرے کہ ماسوا اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ـــــــ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ صوفی زمین کی طرح ہے کہ اس میں ہر بُری چیز ڈال دیتے ہیں لیکن اس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے ـــــــ کسی شیخ کا قول ہے کہ صوفی سورج کی طرح مشفق، زمین کی طرح متواضع اور دریا کی طرح فیاض ہوتا ہے۔ وہ سورج، زمین اور دریا کی طرح انسانوں کو فیض رسانی کرتا ہے بغیر کسی معاوضے کے ـــــــ حضرت سَری سَقطیؒ نے صوفی کی تعریف یوں کی ہے کہ صوفی کی خوراک مریضوں کی سی ہوتی ہے، نیند ڈوبنے والوں کی سی اور گفتگو دیوانوں کی سی اور چونکہ ہر قسم کی ملکیت کو ترک کردیتے ہیں اس لیے ان کو فقیر کہا جاتا ہے ـــــــ سعدیؒ گلستان کے دوسرے باب کے آخر میں فرماتے ہیں کہ درویشی بظاہر پرانے کپڑے پہننا اور سر کے بال منڈوانا ہے جبکہ حقیقت میں درویشی دل زندہ و نفس مردہ ہے، درویشوں، یا صوفیوں کا طریقہ ذکر و شکر، خدمت و طاعت و ایثار و قناعت و توحید و توکل و تسلیم و تحمل ہے جو یہ مذکورہ اوصاف رکھتا ہے

83733

Marfat.com

حقیقت میں درویش یا صوفی ہے خواہ اس نے قبا ہی پہنی ہوئی ہو۔۔۔۔۔۔ صوفیہ کے طریقے مختلف ہیں کچھ زندگی بھر عبادت وریاضت، مجاہدہ ونفس کشی اور گوشہ نشینی میں گذار دیتے ہیں، کچھ خدمت خلق کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں اور کچھ تعلیم وتعلم کو اختیار کر لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ہر جگہ صوفی صوفی ہی رہتا ہے خواہ خانقاہ میں ہو یا مدرسہ میں یا کسی محکمہ میں کہ اس کا مقصود قربت حق اور خدمت خلق ہوتا ہے، دل میں سچا اور باطن میں مخلص۔

تعرف میں ہے کہ کثرت سفر کی وجہ سے صوفیہ کا نام سیاح پڑ گیا۔ جنگلوں اور غاروں میں پناہ گزین ہونے کی وجہ سے ان کو شکفتی بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کی زبان میں غار اور کوہ کو شکفت کہتے ہیں اور اہل شام ان کو جوعیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس قدر کم کھانا کھاتے ہیں جس سے بس ان کی کمر سیدھی رہ سکے۔ تعرف ہی میں ہے کہ صوفی کا لفظ عوفی کے وزن پر ہے یعنی اللہ نے اسے عافیت دی اور اس نے عافیت حاصل کر لی، نیز صوفی کوفی کے وزن پر بھی ہے یعنی اللہ نے اسے کفایت دے دی اور اس نے کفایت پا لی۔ [۲۶]

سالک، صوفی، فقیر، عارف، ملامتی، قلندر اور مجذوب:

سالک تصوف میں اس مبتدی کو کہتے ہیں جس نے تصوف کے راستہ کو اپنایا ہو، لفظ سالک سلوک (عربی میں سلوک کے معنی راہ چلنے کے ہیں) سے بنا ہے، سالک کے معنی راہ رو یا چلنے والے کے ہیں، اسے سائر یعنی سیر کرنے والا بھی کہا جاتا ہے کہ سیر وسفر تصوف میں ظاہری اور باطنی طور پر اہم ہیں، باطنی سیر تصوف میں سیر من اللہ سیر الی اللہ وغیرہ کی صورت میں ہے۔ مختصراً یوں کہ سالک تصوف میں مبتدی کو کہتے ہیں اور وہ صوفی، فقیر اور عارف سے بہت کم تر درجہ پر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ اہل نقد ونظر کہتے ہیں کہ صوفی فقیر سے برتر ہے کیونکہ فقر صوفیہ کے مقامات میں سے ہے، بلکہ فقر تصوف کی ابتدا ہے۔ فقیر ترک مال ودولت ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے لیکن صوفی کوئی ارادہ اور اختیار نہیں رکھتا، اس کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے البتہ فقر تصوف کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ [۲۷]۔۔۔۔۔۔ عارف صوفی کے ہم معنی نہیں کہ عرفان تصوف کے مراتب میں سے ہے بلکہ تصوف کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔۔۔۔۔۔ اسی طرح صوفی اور متصوف میں بھی فرق ہے، اس فرق کو حضرت علی ہجویریؒ نے بھی بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، حلاجؒ نے اس فرق کو یوں بیان کیا تھا کہ جو اس کی (خدا کی) طرف اشارہ کرتا ہے وہ متصوف ہے اور جسے خدا کی طرف سے اشارہ ہو وہ صوفی ہے یعنی متصوف بندہ اور خدا میں فرق ملحوظ رکھتا ہے اور صوفی ذات حق کے ساتھ ایک ہوتا ہے، وہ ذات حق سے ذات حق کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ صوفی بندۂ حق بھی ہوتا ہے، انسان دوست بھی اور انسان ساز بھی، وہ عام طور پر عہد ساز نہیں ہوتا البتہ بعض صوفیہ عہد ساز بھی ہوئے ہیں، حضرت باقی باللہؒ نے کہا تھا کہ میں تو چقماق ہوں،

Marfat.com

کسی دل میں چنگاری یا آگ پیدا کر سکتا ہوں اور اپنے مرید حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے عہد ساز کردار کے بارے میں کہا تھا کہ وہ چراغ ہے، ایک زمانے کو روشنی بخشتا ہے۔

ملامتی اور صوفی میں بھی فرق ہے، ملامتی وہ ہے جو ایسا رویہ اختیار کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ برا ہے حالانکہ وہ نیک ہوتا ہے، ملامتی اپنی برائی کو چھپاتا نہیں اور اپنی نیکی کو دکھاتا نہیں۔ صوفی وہ ہے جو اپنی ذات سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو، تجرید و تفرید میں کامل ہو اور شریعت محمدیؐ پر کلی طور پر عمل پیرا ہو۔ صوفی مخلوق میں مشغول نہیں ہوتا اور ان کے ردو قبول کی پروا نہیں کرتا۔ ملامتی خود کو بھی دیکھتا ہے، اپنے عمل کو بھی اور مخلوق کو بھی۔ اس لئے اپنے عمل کو مخلوق کی نظر سے چھپاتا ہے جبکہ صوفی حق میں فنا ہونے کی وجہ سے نہ خود کو دیکھتا ہے، نہ اپنے عمل کو نہ خلق کو سو چھپانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ______ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ملامتی مقام اخلاص میں مقیم ہوتا ہے اور صوفی حقایق اخلاص سے مطلع ہوتا ہے، ملامتی اخلاص پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور صوفی اخلاص میں فنا ہوتا ہے۔ یوں صوفی کا مقام ملامتی سے بڑا ہے۔ ملامتی اپنے حق میں یہ آیت پیش کرتے ہیں لا یخافون لومة لائم یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ (سورہ ۵، آیت ۵۴) ۲۸

ملامت کی روش اختیار کرنے کا مقصود تصوف میں یہ ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں لایا جائے اور جو کبر و نخوت ذہن میں سمایا ہوا ہے وہ ختم کیا جائے۔ حضرت حمدون قصارؒ اور حضرت ابو حفص حداد نیشاپوریؒ (تیسری صدی ہجری) کو ملامتیہ فرقے کے موسسین سمجھا جاتا ہے۔ حضرت حمدون قصارؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ ملامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ملامت ترک سلامت ہے۔ ۲۹ ______ حضرت عبداللہ منازلؒ، حضرت ابو عثمان حیریؒ، شیخ یوسف بن حسینؒ، ابو محمد المرتعش، ابو علی ثقفی، ملامتیہ فرقے کے مشہور شیوخ ہوئے ہیں۔ صوفیہ کا قول ہے کہ ملامتی وہ ہے کہ جو اپنی خوبی کو ظاہر نہ کرے اور اپنی برائی کو نہ چھپائے۔ بقول حضرت شہاب الدین سہروردیؒ ملامتی وہ لوگ ہیں جو اخلاص کی راہ پر گامزن ہیں، یہ لوگ اپنے احوال و اعمال کو لوگوں سے چھپاتے ہیں، گویا سچا ملامتی صاحب اخلاص ہوتا ہے بقول حضرت ذوالنون مصریؒ اخلاص کی تین علامات ہیں:

(۱) صاحبِ اخلاص کے لئے لوگوں کی مدح اور مذمت یکساں ہو۔

(۲) نیک عمل کرنے کے بعد نیکی کو بھول جائے۔

(۳) آخرت میں اپنے اعمال کے اجر کا طالب نہ ہو۔

Marfat.com

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک بار مدینہ تشریف لے گئے تو بہت سے آدمی آپ کے ہمراہ ہو گئے، آپ نے ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے ایک دن نماز فجر کے بعد لوگوں سے کہا انسنی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی (سورہ ۲۰، آیت ۱۴) یعنی میں تو خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو، لوگوں نے جب یہ الفاظ سنے تو انہیں دیوانہ سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے، حالانکہ انھوں نے یہ قرآن کی آیت پڑھی تھی، اسی طرح ایک بار حضرت بایزید بسطامیؒ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے بسطام آئے، جب اہلِ شہر کو آپ کی آمد کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لئے پہنچ گئے۔ آپ نے اس خیال سے کہ ان سے ملاقات یادِ الٰہی میں غفلت کا سبب بنے گی ان لوگوں کو متنفر کرنے کی غرض سے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا، یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے بُرا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔ جب حضرت بایزید بسطامیؒ گھر پہنچے رات کا وقت تھا، والدہ دعا کر رہی تھیں، ماں کی آواز ان کے کان میں آئی کہ اے اللہ میرے مسافر کو اچھا رکھنا، بڑے بڑے بزرگ اس کا احترام کریں، اے اللہ اس کو خوشحالی عطا فرما، حضرت بایزید بسطامیؒ نے جب یہ ماں کی دعا سنی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، ماں نے پوچھا ''کون ہے؟'' فرمایا ''اماں آپ کا مسافر۔''

ملامتیہ فرقے کے اصول کے مطابق ذکر چار قسم کا ہے:

(۱) ذکرِ زبان (۲) ذکرِ قلب (۳) ذکرِ سر (۴) ذکر روح۔

ذکرِ روحی جب درست و کامل ہو جائے تو ذکرِ سر، ذکرِ قلب اور ذکرِ زبان کی ضرورت نہیں رہتی، اسی کا نام ذکرِ مشاہدہ ہے اور جب ذکرِ سر تکمیل پا جاتا ہے تو زبان و دل ذکر سے خاموش ہو جاتے ہیں، اس ذکر کو ذکرِ ہیبت کہتے ہیں اور جب ذکرِ قلب درست ہوتا ہے تو زبان ذکر نہیں کرتی، اس ذکر کو ذکرِ نعمت کہتے ہیں اور جب صرف زبان مصروفِ ذکر ہو تو اسے ذکرِ عادت کہتے ہیں۔

قلندر:

ملامتیوں میں سے کچھ لوگ قلندر بھی کہلاتے ہیں، قلندر وہ ہے جو تمام رسومات سے آزاد ہو۔ لیکن ملامتی اور قلندر میں ایک فرق بھی ہے کہ ملامتی اپنی عادتوں اور اطاعت کو چھپاتا ہے اور قلندر اپنی عادتوں کی تخریب میں مصروف رہتا ہے۔ ملامتی اپنی وضع قطع عوام کی طرح رکھتا ہے لیکن اپنی روحانی کیفیت کو عوام سے پوشیدہ رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی روحانیت میں اضافے کا طالب رہتا ہے اور قربِ الٰہی کے حصول میں کوشاں رہتا ہے لیکن قلندر کسی صورت یا وضع کا پابند نہیں ہوتا۔ اسے اس امر کی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی اس

Marfat.com

کے حال سے واقف ہے یا ناواقف، وہ صرف اپنی مسرت قلب میں مگن رہتا ہے، اسے نہ دنیا کی پروا ہوتی ہے نہ دولت کی، نہ لباس کی ــــــ قلندر عام طور پر سر، داڑھی، مونچھیں اور ابرو تراشتے ہیں جسے ,چہار ضرب، کہا جاتا ہے اور چار ابرو کا صفایا بھی کہتے ہیں۔ اس رسم چہار ضرب کی بنیاد شیخ جمال الدین ساوجیؒ نے دمشق میں ساتویں صدی ہجری میں رکھی تھی۔ کچھ قلندر ننگے پاؤں سفر کرتے ہیں، کوئی کام نہیں کرتے، شعبدہ بازی سے یا مانگ کر روٹی کھاتے ہیں ــــــ کچھ متقدمین کی نظر میں قلندر وہ ہے جو اعمال مُستحبہ کم کرتا ہو اور تفکر و مراقبہ زیادہ، خلق سے آزاد ہو خالق سے نہیں، یعنی رسوم دنیا کا پابند نہ ہو البتہ شریعت کا پابند ہو۔ قلندر صاحب عرفان بھی ہوتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ''قلندر ھر چہ گوید دیدہ گوید'' یعنی قلندر جو کہتا ہے وہ دیکھی ہوئی بات ہوتی ہے، سنی سنائی نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا جاتا ہے ''قلندر آنکہ فوق الوصل جوید'' یعنی قلندر وہ ہے جو وصل سے بھی آگے مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ [۳۰] ــــــ کہتے ہیں کہ لفظ قلندر کلندر ہی کی ایک صورت ہے، کلندر کے معنی ہیں چوب ناتراشیدہ یا مرد ناتراشیدہ کے یا غیر مہذب شخص کے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ قلندر قرندل سے بنا ہے کہ شیخ قرندل موسس فرقہ قرندل (قلندر) تھے۔ برصغیر میں مسلک قلندریہ کے موسس بقول سید محمد ذوقی مصنف سِرّ دلبران حضرت شاہ خضر رومیؒ تھے، جو سلطان شمس الدین کے زمانہ میں تھے اور حضرت بختیار کاکیؒ کے مرید تھے۔ ان کے سلسلہ کو چشتیہ قلندریہ بھی کہتے ہیں۔

ملامتی اور قلندر اباحتی (اَباحہ سے جس کے معنی ہیں جائز کر دینے کے ہیں) بھی ہوتے ہیں، اباحتی کہتے ہیں کہ ہم اس مقام، پر پہنچ گئے جہاں ہر چیز جائز ہو جاتی ہے اور شریعت کی پابندی سے آزادی مل جاتی ہے۔ اس مقام کو یہ لوگ تجوھر کہتے ہیں۔ بقول حضرت شہاب الدین سہروردیؒ ملامتیوں اور قلندروں کا ایک گروہ اباحتی ہے جو شرعی احکام اور حلال و حرام کی پابندی نہیں کرتا یہ لوگ زندیق ہیں، ان سے اس وقت تک کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے جب تک وہ شریعت پر عمل نہ کرنے لگیں۔ ان کی نظر میں ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کرتی ہو تمام تر جہالت اور زندیقیت ہے۔ [۳۱]

مجذوب:

بعض صوفیہ سکر و بیخودی کی وجہ سے مسلوب العقل ہو جاتے ہیں، انہیں مجذوب کہا جاتا ہے ــــــ یہ لوگ فرائض شرعی سے مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مجذوبین سے نہ انکار کیا جائے نہ ان کا اقتدا کیا جائے۔

لا یقتدیٰ بھم و لا ینکر علیھم

Marfat.com

صوفیہ ان مجذوبین کو کامل نہیں کہتے چونکہ یہ لوگ مقام سکر محو یا فنا یا جمع میں ہیں اور مرتبہ کمال صرف بقا بعد الفنا وصحو بعد المحو اور جمع الجمع میں ہے۔

عوام عام طور پر ولی اسے سمجھتے ہیں جس سے کرامات صادر ہوتی ہوں لیکن صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی استقامت فی الدین کی وجہ سے ولی کہلاتا ہے نہ کشف وکرامت کی وجہ سے بلکہ جو اپنے کشف کے بارے میں بات کرے اس کے سر پر کفش یعنی جوتا مارو۔

مابرای استقامت آمدیم نی پی کشف و کرامت آمدیم

ہر کہ او از کشف خود گوید سخن کشف اورا کفش او بر سر بزن

بطور مختصر یوں کہ صوفیہ کہتے ہیں صوفی وہ ہے جو پابند شریعت ہو اور غیر اللہ سے منہ موڑ چکا ہو، فقیر وہ ہے جو فنافی اللہ میں ہو اور ماسوا اللہ کو ترک کر چکا ہو، ملامتی وہ ہے جو اپنی عبادت کو چھپاتا ہو، قلندر وہ ہے جو تجرید وتفرید میں کامل ہو اور مجذوب وہ ہے جو مقام سکر میں ہو۔

اخلاق صوفیہ اور سنتِ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم:

حسنِ اخلاق بغیر تزکیہ نفس کے پیدا نہیں ہوتا اور تزکیہ نفس اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب حضرت رسولِ پاکؐ کی شریعت کی پیروی کی جائے اور یہ سنت کی پیروی خلوص دل سے ہو اسے ہی طریقت کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "وانک لعلی خلقٍ عظیم" (سورہ ۶۸، آیت ۴) (آپؐ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں)۔ حضورؐ کا ارشاد ہے ادبنی ربی فا حسن تادیبی، یعنی میرے رب نے میری بہترین تربیت کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضورِ پاکؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کان خُلقه قرآن (آپ کا خلق قرآن پاک ہے) یعنی آپ قرآن کریم کے احکام پر کلی طور پر عمل فرماتے تھے۔ رسولِ اکرمؐ کا فرمان ہے انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق (میں اسی واسطے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ دس سال سے زیادہ میں نے حضورؐ کی خدمت کی، کبھی انہوں نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں یہ کام اچھی طرح نہیں کیا؟ جب میں کام اچھا کرتا تو دعا دیتے اور جب کام میں کوئی برائی دیکھتے تو فرماتے۔ وکان امر اللہ قدراً مقدورا (سورہ ۳۳، آیت ۳۸) میں نے آنحضرتؐ سے زیادہ کسی کو خوش خو نہیں دیکھا، گھر کے کام کاج میں خادمین کی مدد کرتے تھے، کبھی کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے اور نہ زبان سے کوئی نازیبا جملہ بولتے تھے۔ سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، ہمیشہ مسلمانوں کے عیب چھپاتے تھے۔ ایک بار حضورؐ نے ایک

Marfat.com

چور سے کہا۔ اسوقت قل لا۔ تو نے چوری کی ہے کہدے نہیں کی ______ کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے، کبھی کسی پر غصے نہیں ہوتے تھے۔ آپؐ کریم طبع، خوش خو، لوگوں سے موافقت کرنے والے، متواضع، رقیق القلب، قانع تھے، کم کھاتے تھے اور کم سوتے تھے۔۳۲

حضرت رسول پاکؐ نے حضرت معاذؓ کو نصیحت فرمائی تھی جو مکارم اخلاق کی جامع ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے معاذؓ میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ تم:

(۱) خوف خدا کرو (۲) سچ بولو (۳) ایفائے عہد کرو (۴) امانت ادا کرو (۵) خیانت کو ترک کردو (۶) ہمسایوں کی خبر گیری کرو (۷) یتیموں پر رحم کھاؤ (۸) گفتگو میں نرمی اختیار کرو (۹) سلام میں پہل کرو (۱۰) حسنِ عمل پیدا کرو (۱۱) امیدوں کو کوتاہ کرو (۱۲) ایمان پر قائم رہو (۱۳) قرآن میں غور کرو (۱۴) آخرت سے محبت رکھو (۱۵) حساب آخرت کے خیال سے گریہ وزاری کرو (۱۶) تواضع اختیار کرو (۱۷) کسی کو گالی نہ دو اور سچ بولنے والے کو نہ جھٹلاؤ (۱۸) گنہگار کی اطاعت اور امام عالم کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد برپا نہ کرو (۱۹) زمین پر گزرتے وقت اللہ سے ڈرو (۲۰) ہر گناہ سے توبہ کرو، اگر وہ پوشیدہ کیا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرو، اگر وہ اعلانیہ کیا ہے تو توبہ بھی اعلانیہ کرو۔

حضرت رسولِ پاکؐ کی حدیث ہے جو حضرت معاذؓ نے بیان فرمائی ہے کہ اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب کا نام ہے۔ حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے رسول پاکؐ کا ارشاد ہے کہ میزانِ عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں حسن عمل سے زیادہ کوئی چیز گراں بار نہیں ہوگی، اعلیٰ اخلاق سے انسان وہ اعلیٰ مراتب حاصل کرتا ہے جو بہت زیادہ نماز و روزہ سے بھی حاصل نہیں ہوتے ______ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اے فرزند اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہارے صبح شام اس طرح گزریں کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل اور کدورت نہ ہو تو ایسی زندگی بسر کرو، پھر ارشاد فرمایا، اے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے اس طرح زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

آنحضرتؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وصیت فرمائی کہ:

(۱) **کن ورعاً تکن اعبدالناس**، یعنی پرہیزگار بنو تاکہ عابد ترین انسان بنو (۲) **کن قنعاً تکن اغنیا الناس**۔ قناعت اختیار کرو تاکہ خوشحال ترین انسان بنو (۳) **احب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلماً** یعنی دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہو تاکہ سچے

Marfat.com

مسلمان بنو(۴)واحسن جوار من جاورک تکن مومناً یعنی اپنے ہمسایہ سے نیک سلوک کرو تا کہ تم مومن بنو(۵)واقل الضحک فان کثرة الضحک دمیت القلب یعنی بہت مت ہنسو کہ زیادہ ہنسی قلب کو مردہ کر دیتی ہے۔ ۳۴؎

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صوفیہ کرام ہی ہیں جنہوں نے رسول پاک ﷺ کی سنت کو زندہ کیا ____ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ علما کہتے ہیں کہ ہم وارثان رسولؐ ہیں حالانکہ حضرت رسولؐ کے وارث صوفیہ ہیں، حضرت رسول پاک ﷺ کی بہت سی صفات ہم میں سے بعض صوفیہ رکھتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے درویشی اختیار کی صوفیہ نے بھی درویشی اختیار کی۔ حضرت رسول پاک ﷺ سخی تھے، خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے، امانت دار تھے، بادیدار تھے، یہ تمام صفات صوفیہ میں بھی کسی حد تک ہوتی ہیں۔ حضرت رسول پاک ﷺ قافلہ سالار تھے ان کے پیچھے صحابہ اور ان کے بعد صوفیہ ہیں ____ حضرت شیخ ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ ایاک نعبد سے مراد شریعت محمدیہ کی پیروی کرنا ہے اور ایاک نستعین سے مراد طریقت وحقیقت کو پانا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ شریعت گفت انبیاء ست وطریقت کردانبیاست وحقیقت دیدانبیاست۔ یعنی شریعت حضرت رسول ﷺ کے اقوال کا نام ہے، طریقت افعال کا اور حقیقت احوال کا نام ہے۔ سالک کو چاہیے کہ علم شریعت سے جو ضروری علوم ہیں انہیں حاصل کرے ____ ایک حدیث رسول پاک بھی ہے کہ الشریعت اقوالی، الطریقت افعالی، الحقیقت احوالی، المعرفت اسراری ____ اسے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ شریعت میں جو میرا ہے وہ میرا ہے اور جو تمہارا ہے وہ تمہارا ہے۔ طریقت میں جو تمہارا ہے وہ تمہارا ہے اور جو میرا ہے وہ بھی تمہارا ہے۔ حقیقت میں کوئی نہ میرا ہے نہ تیرا ہے، میر تیر ہے ہی نہیں۔ نہ میں ہوں، نہ تو ہے، گویا سب کچھ خدائے وحدہ لاشریک لہ، ہے ____ یوں بھی کہا جاتا ہے۔

شریعت: علوم اسلامی حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔

طریقت: عبادات کی روح کو قائم کرنا ہے۔

حقیقت: خودی کو مٹانا، خود کو دوسروں سے کمتر جاننا ہے۔

معرفت: ہر قسم کا فرق مٹانا، صرف حق کو دیکھنا۔

اسے صوفیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ شریعت اتباع ہے، طریقت انقطاع ہے، حقیقت اطلاع ہے اور معرفت متاع ہے، اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ شریعت بندگی ہے، طریقت ترک خودی ہے، حقیقت وصال ہے، اور معرفت کمال

Marfat.com

ہے اور یوں بھی تعبیر کی جاتی ہے کہ شریعت حق کی فرماں برداری ہے، طریقت غیر سے بیزاری ہے، حقیقت دوست سے برخورداری ہے اور معرفت اپنے سے ہوشیاری ہے اور اس طرح بھی تفسیر کی جاتی ہے کہ شریعت عنا (مشقت) ہے، طریقت فنا ہے، حقیقت بقا ہے اور معرفت غنا (دولتمندی، بے نیازی) ہے اور اس طور بھی کہتے ہیں کہ شریعت اقوال و افعال، طریقت احوال و اخلاق، حقیقت صفات و ذات اور معرفت علم و یقین ہے۔ جو شخص پیغمبر ﷺ کے اقوال پر ایمان لاتا ہے وہ اہل شریعت میں سے ہے اور جو سنتِ نبویؐ پر عمل کرتا ہے وہ اہل طریقت میں سے ہے اور جو شخص اُن حقائق کو دیکھتا ہے جو رسول پاک ﷺ نے دیکھے تھے وہ اہل حقیقت میں سے ہے۔ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ انسان کے مرتبے تین ہیں۔ سوال، دعا اور ثنا۔ سوال اس کے لئے جو دنیا کو طلب کرتا ہے۔ دعا اس کے لئے کہ جو آخرت کو طلب کرتا ہے۔ ثنا اس کے لئے جو مولا سے محبت رکھتا ہے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ رد شریعت الحاد ہے اور رد طریقت شرک ہے، لاالہ الااللہ حقیقت ہے اور محمد رسول اللہ شریعت ہے، ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا یعنی دونوں کی اہمیت مسلم ہے۔۳۴

حضرت شیخ ابواسحاق شہریار کازرونیؒ کا قول ہے کہ ہمیشہ شرعی علوم کے حصول میں مشغول رہو کہ اہل طریقت کو ہر حال میں حصول علم ناگزیر ہے۔ پھر علم حاصل کرنے کے بعد ریاکاری سے بچو اور جو کچھ علم حاصل کیا ہے اس کو عمل میں لاؤ۔ حضرت ابوالقاسم نصرآبادیؒ کا قول ہے کہ تصوف سے مراد ہے کتاب و سنت پر عمل کرنا، خواہشات اور بدعت کو چھوڑ دینا، بزرگوں کی عزت کرنا، مخلوق کا عذر قبول کرنا یعنی درگزر سے کام لینا۔ ایک عارف حق کا قول ہے، کل طریقة تخالف شریعة فهی کفر. جو بھی طریقہ شریعت کے خلاف ہے وہ کفر ہے ــــــ و کل حقیقة لایشهده الکتاب والسُنت فهی الحاد و زندقه یعنی جس حقیقت پر کتاب و سنت گواہ نہیں وہ الحاد و زندیقیت ہے۔۳۵ ــــــ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ''طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بہ آن ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است'' طریقت و حقیقت جن سے صوفیہ ممتاز ہوئے ہیں، دونوں ہی خادم شریعت ہیں تاکہ یہ تیسرے جزو کی تکمیل کریں جو اخلاص ہے ــــــ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم قشیریؒ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی مجلس میں اس خیال سے آئے کہ ان سے شریعت و طریقت کے باب میں سوال کریں گے، دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ اس سے پہلے کہ شیخ امام قشیریؒ سوال کرتے ابوسعید ابوالخیرؒ نے مجلس میں لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے شریعت و طریقت کے باب میں یہ دو شعر کہے ہیں جو شریعت و طریقت کے علوم کو نہایت جامعیت کے ساتھ

Marfat.com

پیش کرتے ہیں:

از دوست پیام آمد کا راستہ کن کار — این است شریعت

مہرِ دل پیش آر وفضول از رہ بردار — این است طریقت

یعنی دوست کے طرف سے یہ پیغام آیا کہ اپنے اعمال کو درست کرلو۔۔۔۔۔بس یہ شریعت ہے۔دلی محبت اور اخلاص لے کر آؤ،فضول باتوں کو ترک کرو۔۔۔۔۔یہ طریقت ہے۔۔۔حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ اہل طریقت وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور ایک ہاتھ میں سنت، تاکہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں شبہات اور بدعات کی گھاٹیوں اور تاریکیوں سے بچا رہے۔۔۔۔۔جنیدؒ ہی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک مرید جو تین سال سے ان کی خدمت میں تھا اس نے ایک دن کہا کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، جنیدؒ نے پوچھا کہ کیوں جارہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں تو آپکو ولی سمجھ کر آپ کی خدمت میں آیا تھا، لیکن تین سال ہوگئے مجھے تو آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی؟ فرمایا کہ ان تین سال میں میرا کوئی عمل قرآن وسنت کے خلاف نظر آیا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوگی؟۔۔۔۔۔

صوفیائے کرام شریعت کو تصوف کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔حضرت بایزیدؒ کسی بزرگ سے ملنے گئے۔ جب آپ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان بزرگ نے قبلہ کی جانب رخ کر کے تھوکا، یہ دیکھ کر آپ ملاقات کئے بغیر واپس آگئے اور فرمایا اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتے تو شریعت کے منافی کام نہ کرتے۔۔۔۔۔۔مناقب العارفین میں ہے کہ ایک روز حضرت مولانا رومؒ اپنے اصحاب کو سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی تبلیغ کررہے تھے ضمناً آپ نے فرمایا کہ ایک بار اصحابِ رسول ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ کی سربراہی میں جہاد کے لیے گئے ہوئے تھے اور ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس کو فتح کرنے کی کوشش کررہے تھے لیکن وہ قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اپنی عبادت پر نظر کرو کہیں ایسا تو نہیں کہ فرائض وسنت کی کوئی چھوٹی سی بات تم سے چھوٹ گئی ہو جس کے ترک کرنے سے اس فتح میں تاخیر ہورہی ہے، تمام صحابہ نے اپنے احوال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز میں مسواک نہیں کی تھی، اگلے روز اس سنت کو جاری کیا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے جنگ کے لئے روانہ ہوئے، اشراق کے وقت تک قلعہ کو فتح کرلیا۔۔۔۔۔حضرت مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ جتنی تم میں طاقت ہے اور استطاعت ہے سنتِ پیغمبرؐ کی پوری طرح متابعت اور مطاوعت کرو تاکہ نفس امارہ کے قلعے پر فتح پاکر، وساوسِ نفسانی اور ہواجس شیطانی پر غلبہ پاؤ اور دل کے شہر کو آباد کرو۔ایک روز حضرت خواجہ نفیس الدین سیواسیؒ

Marfat.com

حضرت مولانا رومؒ کو وضو کرار ہے تھے، اتفاق سے بازوئے مبارک پر پانی صحیح نہ ڈل سکا، آپ نے فرمایا کہ پانی ڈالو تا کہ سنتِ پیغمبرؐ نہ رہ جائے، بقول مصنف مناقب العارفین آپ نے تمام زندگی شریعت کی پیروی کی۔۳۶

صوفیہ اور آداب:

صوفیہ کی نظر میں ادب کی بڑی اہمیت ہے ابو حفص حدادؒ کا قول ہے کہ تصوف تمام تر ادب ہے ہر وقت کا ایک ادب ہے، ہر حال کا ادب ہے اور ہر مقام کے لئے ایک ادب ہے، جس نے آداب پر عمل کیا وہ مرد ہے، جس نے ایسا نہیں کیا وہ مردود ہے ــــ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ **شرف الانسان بالعلم و الادب و لا بالمال و لا بالنسب** یعنی انسان کی عظمت و بزرگی علم و ادب سے ہے، دولت اور نسب سے نہیں۔ایک صوفی کا قول ہے "**من لاادب له لا شریعت لا**" یعنی جو باادب نہیں وہ شریعت پر بھی عامل نہیں اور یہ بھی کسی کا قول ہے کہ "**ادب الخدمت اعزمن الخدمت**" یعنی آداب خدمت کو ملحوظ رکھنا خدمت سے برتر ہے ــــ ادب کے معانی دعوت کرنا، ہر چیز کی حد کا خیال رکھنا ہیں۔بعض کا خیال ہے کہ ادب کا لفظ داب سے بنا ہے جس کے معنی عادت اور کوشش کے ہیں ــــ حضرت ابونصر سراجؒ کا قول ہے کہ ادب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دنیادار کی نظر میں ادب سے مراد نظم و نسق میں مہارت اور فصاحت و بلاغت کے کمال کا حصول ہے۔

(۲) دیندار کے نزدیک حدوداللہ کی حفاظت کرنا، خواہشات نفسانی کو چھوڑنا اور تادیبِ نفس کرنا ہے۔

(۳) خواص کے نزدیک ادب سے مراد دل کی صفائی، وعدوں کو پورا کرنا اور وقت کی حفاظت کرنا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں ادب کی تین قسمیں ہیں:

ادب توحید یعنی انسان خلوت وجلوت میں بے ادب نہ ہونے پائے۔ اعمال میں ایسا رویہ اختیار کرے جیسے بادشاہوں کے حضور کیا جاتا ہے۔ادیب کندی ہمیشہ کھڑے رہتے تھے بیٹھتے نہیں تھے سوائے تشہد کے۔حضرت علی ہجویریؒ نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ابھی وہ مقام نصیب نہیں ہوا کہ مشاہدۂ حق میں بیٹھ سکوں، حضورؐ نے معراج میں دونوں عالم کو نظر انداز کیا کہ قرآن شاہد ہے۔**مازاغ البصر و ماطغی** (سورہ ۵۳، آیت ۱۷) یعنی نہ آپ کی نظر بہکی اور نہ حد سے بڑھی ــــ ادب کی دوسری قسم اپنی ذات سے متعلق ہے یعنی ہمیشہ صداقت پر کاربند رہے، کم کھائے، اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو نامناسب ہو ــــ ادب کی تیسری

Marfat.com

قسم یہ ہے کہ سفر و حضر میں مخلوق خدا کے ساتھ حسن معاملت سے پیش آئے اور پیروی سنت کو نظر میں رکھے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ادب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ادب ظاہر و باطن کی آراستگی اور تہذیب کا نام ہے جب کسی بندے کا ظاہر و باطن ادب سے آراستہ ہو جاتا ہے تو وہ صوفی بن جاتا ہے ـــــــ کہا جاتا ہے کہ چور بھی اسے ہی اپنا گورو بناتے ہیں جو اپنے پیشے کے آداب سے خوب واقف ہو۔ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے دیکھا کہ ایک شخص کو کچھ لوگ پکڑ کر لے جا رہے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جوئے بازوں کا سردار ہے ـــــــ شیخ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم جوئے بازوں کے سردار کیسے بنے؟ اس نے کہا کہ میں راست باز، پاک باز ہوں، یعنی کبھی ساتھیوں سے دھوکہ نہیں کیا اور جوئے میں کبھی بے ایمانی نہیں کی۔ فرمایا کہ راست باز، و پاک باز و امیر باش (یعنی کسی کو دھوکا نہ دو، بے ایمانی نہ کرو اور امیر بنے رہو)۔ ۳۷

حضرت ابو عثمان حیریؒ کا قول ہے کہ خدا سے ملو تو حسن ادب سے ملو یعنی ذکرِ خدا کرو، تو حسنِ ادب سے کرو اور ہمیشہ (دل سے) ذکر حق کرتے رہو۔ حضرت رسولؐ سے ملو تو حسن ادب سے ملو یعنی ذکرِ رسولؐ کرو اور سنت و شریعت کی پیروی پوری طرح کرو، اولیا سے ملو تو ان کی عزت کرو اور خدمت کرو، بھائیوں سے ملو تو خندہ پیشانی سے ملو، جاہلوں (بدتمیزوں) سے ملو تو انھیں دعا دو اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آؤ۔ ۳۸ ـــــــ حضرت یوسف بن حسینؒ کا قول ہے کہ ادب سے علم کا فہم حاصل ہوتا ہے اور علم کے ذریعے سے عمل درست ہوتا ہے اور عمل کے ذریعے سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور حکمت کے ذریعے سے زہد و ترک دنیا حاصل ہوتی ہے۔ زہد سے آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور آخرت کے شوق سے قربتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے ـــــــ کہتے ہیں کہ جب ابو حفص حدادؒ عراق میں پہنچے تو شیخ جنیدؒ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ابو حفص حدادؒ کے مریدین ادب سے سیدھے کھڑے ہیں، یہ دیکھ کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا اے ابو حفص حدادؒ تم نے اپنے اصحاب کو ایسا مودب بنایا ہے جیسے بادشاہوں کے دربار میں ادب ہوتا ہے، یہ سن کر انھوں نے جواب دیا حقیقت میں ظاہری ادب باطنی ادب کا عنوان ہے۔ شیخ ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کے لئے کوئی ایسا مقام یا روحانی حالت ایسی نہیں جو آداب شریعت کو ساقط کر دے ـــــــ حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ رسول پاکؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے فرزند کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے، حضور ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ادب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں دے سکتا نیز حضرت رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کا

Marfat.com

اچھا نام رکھے، اس کی اچھی طرح پرورش کرے اور اس کی اچھی تربیت کرے ـــــــ شیخ ابو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ بندہ اپنی بندگی کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا اور بندگی میں ادب اختیار کر کے خدا تک پہنچتا ہے۔ شیخ جلال بصریؒ کا قول ہے کہ توحید ایمان کے لئے ضروری ہے اور ایمان شریعت کے لئے ضروری ہے اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے۔ پس جہاں ادب نہیں وہاں نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے نہ توحید۔ شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات درود کے پڑھنے میں مصروف تھا اور میں نے اپنے پاؤں محراب کی طرف پھیلائے ہوئے تھے، غیب سے آواز آئی کہ جس طرح تم بیٹھے ہو کیا اس طرح بادشاہوں کے سامنے بیٹھتے ہیں؟ پس میں نے اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کے ساٹھ سال بعد تک زندہ رہے لیکن اس مدت میں انھوں نے کبھی پاؤں نہیں پھیلائے ـــــــ ایک روز حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کے پاس ایک سیّدزادے سلام کے لئے آئے اور شیخ کے پہلو میں بیٹھ گئے، اتنے میں ایک عارف و عالم ابوالعباس شقانیؒ تشریف لے آئے، شیخ نے انہیں سیدزادے سے برتر جگہ پر بٹھایا، سیدزادے کو یہ بات ناگوار گزری، شیخ نے فراست سے جان لیا، فرمایا اے سیدزادے ہم تمہیں اللہ کے رسولؐ کے لئے دوست رکھتے ہیں اور ان عالم کو اللہ کیلئے دوست رکھتے ہیں ـــــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی مجلس میں ایک روز ایک سردار شیخ ابوعبداللہؒ کچھ بے باکی سے سرداروں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا، شیخ نے اس کی بڑی تعظیم کی اور خاطر مدارات کی، اس نے شیخ کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہشت عطا فرمائے، شیخ نے کہا، نہیں نہیں ہمیں بہشت پسند نہیں، ہم بہشت میں جانا پسند نہیں کرتے وہاں چند درویش، فقیر اور ضعیف لوگ ہونگے ہمیں تو دوزخ چاہیے کہ جس میں جمشید، نمرود، فرعون، اور یہ خواجہ (سردار) شیخ ابوعبداللہؒ کی طرف اشارہ کر کے کہا وہاں ہونگے ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی وہیں ہوں۔ شیخ عبداللہ کو احساس ہوا کہ ان سے ترکِ ادب سرزد ہوا ہے، انہوں نے توبہ کی، پھر کبھی شیخ مجلس میں اس انداز سے نہیں بیٹھے ـــــــ ایک صوفی کا قول ہے کہ ادب کو ظاہر و باطن میں اختیار کرو اور جس نے باطن میں بے ادبی کی اسے باطن میں سزا بھگتنا ہوگی۔ کسی شخص نے حضرت سری سقطیؒ سے صبر کے بارے میں دریافت کیا، آپ صبر پر گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک بچھو نے آپ کے پاؤں میں ڈنک مار لیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کو مار کر ہٹا دیجئے۔ آپ نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں جس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں یعنی صبر پر پھر اسی کے خلاف کام کروں۔

انبیاؑ بارگاہ خداوندی میں آداب کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ قرآنِ پاک میں حضور پاک ﷺ کے حسنِ ادب کا ذکر یوں ہے (جس کا بیان پہلے بھی ہو چکا ہے) مازاغ البصر وما طغیٰ (سورہ ۵۳،

Marfat.com

آیت ۱۷) یعنی نہ آپ کی نگاہ بہکی، نہ حدِ ادب سے آپ نے تجاوز کیا۔ شیخ ابوعلی دقاقؒ نے حضرت ایوبؑ کے اس قول کی جو قرآنِ پاک میں اس طرح آیا ہے، و ایوب اذ نادیٰ ربه انی مسنی الضُرّ وانت ارحم الراحمین (سورہ۲۱، آیت ۸۳)______ یوں تشریح کی کہ حضرت ایوبؑ نے یہ نہیں کہا کہ تو مجھ پر رحم فرما بلکہ آداب کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے______ اسی طرح اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے ان کے دعویٰ الوہیت کے بارے میں استفسار فرمایا تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: ان کنت قلته فقدعلمته (سورہ۵، آیت ۱۱۶) یعنی حضرت عیسیٰؑ نے آداب کلام ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہا اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ہوتا، یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی______ جس طرح انبیا بارگاہ خداوندی کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں، اسی طرح صوفیہ اور مقربینِ بارگاہ بھی آداب کا خیال رکھتے ہیں______ حضرت ابونصر سرّاجؒ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کے آداب یہ ہیں کہ ان کے دل پاکیزہ ہوتے ہیں، اسرار کی نگہداشت کرتے ہیں، ایفائے عہد کے پابند ہوتے ہیں، وقت کے محافظ ہوتے ہیں، وسوسوں پر توجہ نہیں دیتے، پوشیدہ اور ظاہر دونوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں۔ شیخ ابنِ مبارکؒ کا قول ہے کہ عارف کے لئے ادب اسی طرح ضروری ہے جس طرح سالک کے لئے تو بہ۔

محققین کی نظر میں ایک صوفی کے آداب یہ ہیں کہ وہ:

(۱) ہمیشہ باوضو رہے اور جب بھی وضو کرے دو رکعت نماز شکر وضو ادا کرے۔ (۲) ہمیشہ مصلیٰ ساتھ رکھے۔ جہاں کہیں پہنچے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے پھر بیٹھے۔ (۳) دن رات کے تمام اوقات کو تقسیم کر کے ایک حصہ عبادت کے لئے، ایک حصہ کھانے کے لئے اور ایک حصہ سونے کے لئے وقف کرے۔ (۴) نماز تہجد ادا کرے یعنی نصف شب کو تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھے اور اس کے بعد وتر کی تین رکعتیں ادا کرے۔ (۵) صبح کے وظیفے سورج نکلنے تک پڑھے۔ (۶) جب سورج نکل آئے تو دو رکعت نماز اشراق ادا کرے، وہیں بیٹھا رہے اور وظائف پڑھتا رہے اور جب سورج خوب چڑھ آئے تو نماز چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کرے، اس کے بعد جس کام میں چاہے مشغول ہو جائے۔ فجر کی نماز سے لیکر چاشت کی نماز ادا کرنے تک اسے چاہیے کہ کسی سے بات نہ کرے کہ یہ وقت بہت قیمتی ہے، اسی میں فتوحات ملتی ہیں۔ (۷) مغرب کی نماز کے بعد اور عشا کی نماز سے پہلے نماز اوابین کی بارہ رکعتیں ادا کرے۔

سالک کے آداب یہ ہیں کہ وہ جب درویشوں کی صحبت میں جائے تو کم بولے، جب تک اس سے نہ پوچھیں جواب نہ دے اور اگر کوئی ایسی بات پوچھیں جو وہ نہ جانتا ہو تو بلا تکلف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ ۳۹

Marfat.com

خانقاہ میں صوفیہ کے قیام کے آداب:

صوفی جب خانقاہ میں پہنچے تو سب کو سلام کرے، دوسروں سے بغل گیر ہو اور ہاتھ کو بوسہ دے۔ عصر سے پہلے خانقاہ میں داخل ہو۔ اپنا سامان خادم خانقاہ کے حوالے کرے، وہ جہاں یہ سامان رکھے اسی جگہ قیام کرے، پھر دو رکعت ادا کرے۔ اس کے بعد جو کھانا خادم خانقاہ لائے اسے کھائے، کسی سے غیر ضروری بات نہ کرے، تین دن تک خانقاہ سے باہر نہ جائے، البتہ ضرورت ہو تو اور بات ہے۔ تین دن کے بعد جہاں چاہے جائے، پھر بھی خانقاہ کے منتظم کی اجازت سے جائے۔ جب تک خانقاہ میں رہے جو چیز مانگے خادم سے مانگے، کوئی چیز نہ بازار سے کھائے اور نہ کسی کی دعوت کو قبول کرے۔_____ جب خانقاہ میں صوفی داخل ہو تو پہلے دایاں قدم اندر رکھے، باہر آئے تو بایاں قدم پہلے باہر رکھے۔ خانقاہ میں بلند آواز میں بات نہ کرے_____ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوفیہ کی زندگی میں خانقاہ کی بڑی اہمیت ہے، ان کی روحانی تربیت خانقاہ میں ہوتی ہے،_____ خانقاہ کا لفظ خانگاہ کا معرب ہے اور لفظ خانگاہ خانہ اور گاہ کا مرکب ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ خانگاہ دراصل خوان اور گاہ کا مرکب ہے، خوان اُس سینی کو کہتے ہیں جس میں اشیائے خوردنی رکھی جاتی ہیں۔ یوں خانگاہ کے معنی اس جگہ کے ہوئے جہاں درویشوں کے کھانے پینے کا انتظام ہوتا ہو۔ معجم البلدان میں یاقوت حموی کے مطابق لفظِ خانقاہ کلمۂ خانق کا مونث ہے جو بیت المقدس میں کرّامیوں کی عبادت گاہ تھی۔ خانگاہ یا خانقاہ کے معانی میں رباط، زاویہ، صومعہ، تکیہ اور دُوَیرہ (بحوالۂ مقدمۂ رسالۂ قشیریہ اور لغت نامۂ دھخدا دویرہ، دار یا دارہ کا مصغر ہے جس کے معنی حلقہ کے ہیں) الفاظ بھی صوفیہ استعمال کرتے تھے_____ طبقات الصوفیہ میں عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی خانقاہ رملہ (فلسطین) میں ایک عیسائی بادشاہ نے سن ۱۵۰ ہجری میں بنائی تھی، قدیم ترین خانقاہیں بصرہ اور عبادان میں بھی تعمیر ہوئی تھیں_ خانقاہ میں رہنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: (۱) اہل خدمت (۲) اہل خلوت (۳) اہل صحبت

۱۔ اہل خدمت وہ لوگ ہیں جو خانقاہ میں نئے نئے آئے ہوں یہ لوگ صوفیہ کی خدمت کے ذریعہ سے ان میں مقبولیت پیدا کرتے ہیں۔

۲۔ اہل خلوت وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے قطع تعلق کر کے ایک کونہ میں ذکر حق کرتے ہیں۔

۳۔ اہل صحبت وہ لوگ ہیں جو عرفان میں کامل ہوتے ہیں یعنی عارفان کامل باہم مل کر رہتے ہیں نہ ان میں کوئی مرید ہوتا ہے نہ پیر۔ سب برابر ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں، ایک

Marfat.com

دوسرے کی صحبت سے استفادہ کرتے ہیں۔

خانقاہ صوفیہ کے قیام وطعام اور روحانی تربیت کے لئے بنائی جاتی ہے۔صوفیہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر سب سے پہلی خانقاہ خانۂ کعبہ ہے جو حضرت آدمؑ نے بنائی تھی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں خانۂ کعبہ منہدم ہو گیا، حضرت ابراہیمؑ نے اسے تعمیر کیا جو آج تک موجود ہے۔ یوں گویا خانقاہ کی تاسیس کی تاریخ بڑی قدیم ہے، خانقاہ کو مسجد نبوی کے صفہ (چبوترہ) سے مناسبت اور مشابہت بھی ہے، مسجد نبوی میں صفہ ایک جگہ تھی جہاں ایسے صحابہ جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ قیام کرتے تھے اور حضرت رسول پاک ﷺ ان کے کھانے پینے کا اہتمام فرماتے تھے ____ یوں خانقاہ یا خانگاہ بے سہارا صوفیوں کی قیام گاہ ہوتی تھی ____ خانقاہ میں رہنے والوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حال سے باخبر رہیں۔ پریشانی اور مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ بزرگوں کو چاہیے کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں، ان کو نصیحت کریں، خانقاہ میں رہنے والوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالیں اور اچھائیوں کو اجاگر کریں، چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ بڑوں کا احترام کریں اور اگر کوئی مشکل (روحانی یا دنیاوی) پیش آئے تو بزرگوں سے اس کا حل پوچھیں۔

صوفیہ کو چاہیے کہ دعوت میں تکلف نہ کریں، درویشوں کی دعوت کو رد نہ کریں اور دنیا دار کی دعوت کو قبول نہ کریں، صوفی کو چاہیے کہ دستر خوان پر باادب بیٹھے۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ جب تک بزرگ کھانا شروع نہ کریں اس وقت تک خود بھی کھانا شروع نہ کرے۔ اپنی پلیٹ یا پیالے سے کھائے، کھانا ہاتھ سے کھانا چاہیے اور نظر صرف اپنے لقمہ پر رکھنی چاہیے۔ چھوٹے چھوٹے لقمے لے، اچھی طرح چبائے، اگر ایک ہی پلیٹ میں ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہا ہو تو اپنی جانب سے کھائے۔ اگر ہاتھ سے کوئی چیز گر جائے تو اسے بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دستر خوان کے کونے پر رکھے۔ جب سب کھانا ختم کریں تو سب کے ساتھ صوفی بھی کھانا بند کرے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے صوفی کو چاہیے کہ ہاتھ دھوئے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ دونوں دھوئے۔

صوفی کو چاہیے کہ چالیس سال کی عمر تک ہرگز بغیر ریاضت کے نہ رہے۔ چالیس سال کے بعد سخت مجاہدہ نہ کرے، ساٹھ سال کے بعد بالکل مجاہدہ نہ کرے۔ ساٹھ سال کے بعد اہلِ دل کی صحبت میں زندگی گزارے۔ خلوت میں بیٹھے تو لازم ہے کہ قبلہ رو دوزانو بیٹھے اور یہ تصور کرے کہ خداوند تعالیٰ اور رسول پاکؐ سامنے موجود ہیں، خلوت میں ہمیشہ باوضو رہے، روزہ سے ہو، کم کھائے، کم بولے، کم سوئے، نفی خواطر کرے اور مسلسل ذکر حق میں مصروف رہے۔ سالک کے لئے ذکر اس طرح ہے جس طرح بچے کے لئے دودھ۔ ذکر

Marfat.com

سے پہلے وضو کرے اور نماز شکر ادا کرے، پھر قبلہ رو بیٹھے، دوزانو بیٹھے یا چوکڑی مار کر بیٹھے اور ذکر کرتے وقت آنکھیں بند کرے۔ پہلے چند سال ذکر بلند کرے، پھر جب دل میں ذکر گھر کر جائے تو پھر آہستہ سے الا اللہ کہتے ہوئے بائیں طرف دل پر ضرب لگائے۔

اگر کسی درویش سے کسی کی دل آزاری ہو جائے تو جس کا دل آزردہ ہوا ہے اسے چاہیے کہ وہ بات دل میں نہ رکھے اور درویشوں کی موجودگی میں دل آزردہ کرنے والے درویش سے نہایت نرمی سے اس بات کا ذکر کرے جس سے اس کا دل آزردہ ہوا ہے۔ اگر وہ درویش واضح جواب دے اور دوسرے درویش بھی اس جواب کو قبول کر لیں تو وہ بھی قبول کر کے اپنا دل صاف کر لے۔ اگر واضح جواب نہ دے یا اس کے پاس واضح جواب نہ ہو تو وہ معذرت چاہے اور وہ یوں کہ جوتوں کی جگہ پر جا کر کھڑا ہو جائے اور ہاتھ باندھ لے یہاں تک کہ وہ درویش بھی اٹھے جس کی دل آزاری ہوئی تھی اور اس کی رہنمائی میں دوسرے درویش بھی اٹھیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جائیں اور پھر اشیا خوردنی لائی جائیں اور اگر کوئی کھانے کی چیز نہ ہو تو پانی پیا جائے اور اگر قوال موجود ہوں تو قوالی کی جائے۔ یہ ساری باتیں مرشد کی رہنمائی میں ہونی چاہیں۔ مرشد کی عدم موجودگی میں شکایت نہیں کرنی چاہیے، اس سے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔

صوفیہ اس آیت وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھوناً (سورہ ۲۵، آیت ۶۳) کے مطابق زمین پر عجز وانکسار سے چلتے ہیں لیکن حد سے زیادہ تواضع کا اظہار بھی تکبر ہی کی ایک صورت ہے ـــــ صوفی کو چاہیے کہ وہ آہستہ چلے لیکن اتنا آہستہ بھی نہ چلے کہ اس کی رفتار اہل غرور کی رفتار معلوم ہو۔ ہر قدم زمین پر پورا رکھے اور چال ایسی ہو کہ اگر کوئی پوچھے کہاں جا رہے ہو؟ تو وہ بلا تکلف کہہ سکے "انی ذاھب" الی ربی سیھدین" (سورہ ۳۷، آیت ۹۹) (یعنی ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو اچھی جگہ پہنچا ہی دے گا) صحیح قدم صحیح قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ صوفی ہر قدم اللہ کی راہ میں اللہ کے لیے اٹھائے۔ اپنے کپڑے سمیٹ کر نہ چلے سوائے اس جگہ کے جہاں گندگی لگنے کا خطرہ ہو۔ نظریں جھکا کر چلے، ساتھیوں کے ساتھ جا رہا ہو تو آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے، راہ میں کسی سے بات کرنے کے لیے نہ رکے، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بات کر رہا ہو اور ساتھی اس کا انتظار کریں۔ صوفی کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر سونے یعنی نیند یا خواب کی ابتدا کو اپنی عمر کا آخری وقت سمجھے، گناہوں سے توبہ کرے، وضو کر کے دائیں ہاتھ پر قبلہ رو ہو کر سوئے اور اس عہد کے ساتھ سوئے کہ بیدار ہو کر مرتکب معاصی نہیں ہوگا۔ صوفی جب بات کرے تو اچھی اور سچی بات کرے، فرمان حق ہے کہ اس سے زیادہ اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت

Marfat.com

دے اور نیک عمل کرے (ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً) (سورہ ۴۱، آیت ۳۳) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیک بات کہنا اور درگذر کرنا (ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جائے (قول، معروف) (سورہ ۲، آیت ۲۶۳)۔ فرمان رسول پاکؐ ہے کہ میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ زبان ہے (اخوف ما اخاف علیٰ امتی اللسان) کچھ صوفیہ کلام کو خاموشی سے بہتر کہتے ہیں اور کچھ خاموشی کو کلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ جیسا موقع ہو ویسا ہی کرنا چاہیے، کبھی خاموش رہنا بہتر ہوتا ہے اور کبھی بولنا، بقول حضرت علی ہجویریؒ کلام دو قسم کا ہوتا ہے، ایک کلام کی بنیاد حق پر ہوتی ہے اور ایک غفلت پر مبنی ہوتا ہے۔ کلام یا خاموشی کے وقت ہر شخص کو جائزہ لینا چاہیے، اگر کلام کی بنیاد حق پر ہے تو کلام خاموشی سے بہتر ہے ورنہ خاموشی کلام سے بہتر ہے۔ اسی حوالے سے کسی بزرگ نے یہ فرمایا کہ جب سچے صوفیہ خاموش ہوتے ہیں تو ان کا سکوت سونا ہوتا ہے اور جب بولتے ہیں تو ان کا کلام سونا بنانے کا نسخۂ اکسیر ہوتا ہے۔ بولنے کے آداب یہ ہیں کہ سوائے سچی اور حق بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے اور خاموشی کے آداب یہ ہیں کہ باطل پر خاموش نہ رہے۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو شخص حق گوئی سے خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے۔ مرید کو چاہیے کہ رہنماؤں کے کلام میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت کے لیے استعمال نہ کرے، دل دکھانے والی بات نہ کرے، درویشوں کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یعنی ادب سے پکارے۔ صوفیہ کی نظر میں دوستی کی بنیاد باطنی اتفاق پر بھی ہے اور عقیدے کے اتحاد پر بھی اور اس اتفاق و اتحاد میں میر تیر نہیں ہوتا، یعنی ایک دوسرے میں تکلف نہیں ہوتا۔ صوفی بڑوں سے عزت سے، ہمسروں سے محبت سے اور چھوٹوں سے شفقت سے ملتا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس ہم نشین کو، جس سے تمہیں دین میں فائدہ ملتا ہو، اپنا آقا جانو اور اس ہم نشین کو، جسے تم سے فائدہ پہنچ رہا ہو، اسے عزت سے ملو اور اس ہم نشین سے، جس سے نہ تمہیں (دینی) فائدہ ملتا ہو، نہ اس کو تم سے (دینی) فائدہ ملتا ہو، اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو______ اسی حوالے سے ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ تین قسم کے ہیں: کچھ انسان غذا کی طرح ہیں، جن سے میل جول رکھنا ناگزیر ہوتا ہے، کچھ دوا کی طرح ہیں جن سے ملنے کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ بیماری کی طرح ہوتے ہیں جن سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے کہ جس سے تمہیں خیر کی امید ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ ہو، بدترین شخص وہ ہے کہ جس سے تمہیں خیر کی امید نہ ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ بھی نہ ہو۔

صوفی کو چاہیے کہ دوستوں کے ساتھ میل جول میں تکلف سے دور رہے، ابی العباس بن عطاؒ کا قول

Marfat.com

ہے کہ اہل ادب یعنی دوستوں کے ساتھ ترک ادب ہی ادب ہے۔ جنیدؒ کا قول ہے کہ جب دوستی پکی ہوگئی تو شرط ادب ختم ہوگئی۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ جب کسی سے ملو تو اس کے دین یا عقیدے کے بجائے اس کی عقل و دانائی پر نظر رکھو، چونکہ دین یا عقیدہ تو خاص اس کے لئے ہے، البتہ عقل اس کے لئے بھی مفید ہے اور تمہارے لئے بھی _____ حدیث رسول پاک ﷺ ہے کہ تین چیزیں مسلمان بھائی کے دل میں دوستی کو محکم کرتی ہیں۔ اول یہ کہ اگر سرراہ ملے تو سلام کرو، دوسرے یہ کہ مجلس میں اسے کشادہ جگہ دو، تیسرے یہ کہ تم اسے اس نام سے پکارو جو اسے زیادہ پسند ہو۔ حضورؐ کی حدیث ہے کہ المرءعلی دین خلیلہ۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ نیک دوست ہوں گے تو انسان بھی نیک کہلائے گا اور ان کی صحبت سے نیک ہو جائے گا۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم گرگانیؒ سے پوچھا کہ ہم نشینی کی شرط (ہم نشینی کا ادب) کیا ہے؟ فرمایا کہ تو اپنے حصہ کا طالب نہ ہو _____ بقول حضرت ابونجیب سہروردیؒ، تمام اعضا کے لئے آداب ہیں، زبان کا ادب یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر خدا کرے، دوستوں اور بھائیوں کو نیکی کے ساتھ یاد کرے، ان کے لئے دعائے خیر کرے، غیبت نہ کرے، گالی نہ دے، غیر ضروری بات زبان سے نہ نکالے _____ دل کا ادب یہ ہے کہ پسندیدہ خیالات کی حفاظت کرنا اور بُرے خیالات سے دل کو بچانا، خدا کی نعمتوں پر تفکر کرنا، دل کو کینہ، حسد اور خیانت سے پاک رکھنا، حکم حق ہے کہ **ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلا** (سورہ ۱۷، آیت ۳۶) حضور ﷺ کا ارشاد ہے **الا انَّ فی الجسد لمضغة، اذاصلحت صلح بصلاحھا سائر الجسد واذافسدت فسد سائر الجسدالاوھی القلب،** یعنی یاد رکھو آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو وہ دل ہے _____ سری بن مغلس سقطیؒ کا قول ہے کہ دل تین ہیں: ایک دل پہاڑ کی طرح ہے جو ثابت و ساکن رہتا ہے کوئی اسے ہلا نہیں سکتا، ایک دل درخت کی طرح ہے کہ اسکی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں البتہ ہوا سے دائیں جانب یا بائیں جانب جھکتا رہتا ہے اور ایک دل مرغ کے پر کی طرح ہے کہ ذرا سا ہوا کا جھونکا برداشت نہیں کر سکتا اور اڑتا پھرتا ہے _____ یعنی خواہشات نفسانی کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا _____ ہاتھ کا ادب یہ ہے کہ دوستوں اور بھائیوں کی مدد کرے، پاؤں کا ادب یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کے لئے سفر کرے اور زمین پر غرور سے نہ چلے _____ الغرض صوفی کو چاہیے کہ تمام آداب میں کمال حاصل کر کے ایک کھرا، اچھا اور سچا انسان بن جائے۔ ☆

Marfat.com

صوفیہ اور حسنِ خُلق:

شیخ ابو محمد جُریریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ تصوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف ہر اعلیٰ خلق کو اپنانے اور اخلاق رذیلہ کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ حضرت ابنِ عطاؒ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ بندوں کے مراتب کس چیز سے بلند ہوتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا صائم الدھر رہنے سے، کسی نے کہا کہ نماز میں مشغول رہنے سے، کسی نے جواب دیا مسلسل مجاہدہ کرنے سے، کسی نے کہا خیرات وصدقات دینے سے، آپ نے فرمایا صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ مشائخ کا قول ہے۔ التصوف کله خلق (یعنی تصوف تمام تر اخلاق ہے) اور حقیقت میں تصوف کا کمال یہی ہے کہ انسان میں تمام اخلاق پسندیدہ موجود ہوں اور اخلاق مذموم معدوم ہو جائیں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ عوام عبادات اور ریاضات بہت زیادہ کرتے ہیں اور خواص اپنے اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں کیونکہ بے خوابی اور بھوک کی سختی برداشت کرنا برے اخلاق میں نفس کی مخالفت کرنے سے آسان ہوتا ہے۔ موید الدین جندیؒ کے بقول ایک طالبِ صادق کو وصالِ حقیقی اسی وقت میسر آ سکتا ہے جب وہ ان مندرجہ ذیل دس اصولوں پر عمل کرے:

(۱) صدق (۲) صبر (۳) توکل (۴) رضا و تسلیم (۵) اعتماد بحق اور ان پانچ اصولوں کے ساتھ ان پانچ ظاہری اصولوں کو اختیار کرے۔ (۱) موت اسود (سیاہ موت) یعنی بھوک (۲) موت ابیض (سفید موت) یعنی جاگنا (۳) موت احمر (سرخ موت) یعنی گوشہ نشینی اور خواہشات کا خون کرنا (۴) موت اصفر (زرد موت) یعنی خاموشی (۵) موت اخضر (سبز موت) یعنی مرقع پوشی اور خرقہ پوشی۔

عزیز الدین نسفیؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹا ہو یا بڑا سب کو عزیز رکھو تا کہ چھوٹے اور بڑے تمہیں بھی عزیز رکھیں۔ دوست اور دشمن کے ساتھ تواضع سے پیش آ و تا کہ دوست تو زیادہ دوست بنے اور دشمن زیادہ دشمن نہ ہو بلکہ دوست بن جائے ___ دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا دوسروں کے ساتھ انکسار سے پیش آنا، سب کی عزت کرنا اور سب پر شفقت رکھنا انبیا اور اولیا کا اخلاق ہے، جسے وہ یوں فرماتے ہیں کہ ''تحمل از ھمہ، تواضع باھمہ، عزت داشت ھمہ و شفقت برھمہ اخلاق انبیا و اونیاست'' یعنی سب کے ساتھ درگذر سے کام لینا، سب سے عاجزی سے ملنا، سب سے عزت وشفقت سے پیش آنا انبیا اور اولیا کا اخلاق ہے ___ مناھج الطالبین کے مصنف کہتے ہیں کہ خوش خلقی درویشوں کے آداب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید (سورہ ۲۲، آیت ۲۴) یعنی ان کو اچھی باتوں کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس خدا کے راستے کی ہدایت بھی ہوگئی تھی جو لائق حمد ہے۔ اور حدیثِ رسول پاک ﷺ ہے ان احسن الحسن الخلق یعنی سب سے بہترین خوبی خوش خلقی ہے ___ صوفیہ کا قول ہے جو

Marfat.com

اخلاق حسنہ میں برتر ہے وہ تصوف میں بھی برتر ہے۔ حسن خلق کی بنیاد دو چیزوں پر ہے کہ (۱) جو (نیک کام) تم کر سکتے ہو کرو اس میں سستی نہ کرو (۲) اس بات کا خیال رکھو کہ تم سے کسی کو ظاہری یا باطنی طور پر کوئی تکلیف نہ پہنچے اور یہ بات صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو (۱) بنی نوع انسان کی نفسیات سے واقف ہو اور انسانوں کی کمزوریوں سے آشنا ہو۔ (۲) اہلِ کرم اور صاحب سخاوت ہو۔ (۳) صاحبِ صبر ہو ______ مشائخ کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ قضائے حق اور قضائے خلق سے جو کچھ بھی تم پر آن پڑے اسے قبول کرو اور کسی قسم کی تلخی اور پریشانی کا اظہار نہ کرو ______ صوفیہ کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ جو قرآنِ پاک میں خداوند تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کے لئے فرمایا ہے۔ **خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين** (سورہ ۷، آیت ۱۹۹) (یعنی درگزر سے کام لو، نیکی کی تلقین کرو اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرلو۔ [۱۴]

صوفیائے صاف دل کہتے ہیں کہ بندۂ حق اللہ تعالیٰ کی پیروی میں مومن ہو یا کافر سب پر شفیق ہوتا ہے۔

بندۂ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

اہل حق کی نظر میں تصوف یا طریقت عبادت و ریاضت نہیں بلکہ خدمت خلق ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جو برائی چاہو کرلو لیکن مردم آزاری نہ کرو۔

می بخور، مصحف بسوز، آتش اندر کعبہ زن
ساکنِ بتخانہ باش و مردم آزاری مکن
مباش در پی آزار و ھرچہ خواھی کن
کہ در طریقتِ ماغیر ازین گناھی نیست

یعنی جو چاہے کرو لیکن دوسروں کو آزار نہ پہنچاؤ، کہ ہمارے مذہب میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا کہ مکھی اور چیلیں بھی ہوا میں اڑتی ہیں، کسی نے کہا کہ فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے، شیخؒ نے کہا کہ شیطان بھی ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے، ایسی باتوں کی کوئی قیمت نہیں، مرد وہ ہے یعنی سچا صوفی وہ ہے جو خلق خدا کے درمیان زندگی گذارے، انکے ساتھ لین دین کرے، معاملات کرے، میل جول

Marfat.com

رکھے لیکن ایک لمحہ کے لئے خدا سے غافل نہ رہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں صوفیہ کا ایک اہم خلق تحمل اور مدارات ہے جس کی بدولت وہ دوسروں کی دی ہوئی اذیت کو برداشت کرتے ہیں، رسول پاکؐ کے تحمل کا یہ عالم تھا کہ نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو برا کہا اور نہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک طویل مدت تک رسول پاک ﷺ کی خدمت کی، اس عرصے میں آپؐ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا ____ تحمل سے یعنی دوسروں کی اذیت برداشت کرنے سے نفس کا جوہر کھلتا ہے، کہتے ہیں کہ ہر شے کا ایک جوہر ہے اور انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر وتحمل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ رہن سہن رکھتا ہو اور ان کی اذیت پر صبر کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم بہترین طریقے پر مدافعت کرو تا کہ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے ادفع بالتی ھی احسن... (سورہ ۴۱، آیت ۳۴) صوفی کو چاہیے کہ جاہلوں یا کمینوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور صبر جمیل کے ساتھ پیش آئے، ان پر رحمت کی نظر سے دیکھے اور شکر خدا کرے کہ وہ خود ایسا نہیں جیسے یہ جاھل ہیں۔ اگر کہیں ایسے بدتمیز سے مقابلہ ہو جائے تو تحمل سے کام لے اور خاموش رہے کہ نبیوں نے بھی ایسے مواقع پر یہی کہا تھا کہ "یاقوم لیس بی ضلالته ____ یاقوم لیس بی سفاهة ولکنی رسولٌ من رب العالمین" (یعنی میں گمراہ یا بُرا نہیں ہوں میں تو اللہ کا نبی ہوں) (سورہ ۷، آیات ۶۱، ۶۷) قرآن ایسے مواقع کے لئے کہتا ہے کہ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (سورہ ۲۵، آیت ۶۳) یا ایک اور جگہ یوں فرمایا سلامٌ علیکم لا نبتغی الجاھلین (سورہ ۲۸، آیت ۵۵) یعنی جب کوئی جاہل مخاطب ہو تو کہو السلام ____ ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے ____ یا ایک آیت میں فرمانِ حق ہے و ان تصبروا وتتقوا فانَّ ذٰلک من عزم الامور (سورہ ۳، آیت ۱۸۶) یعنی اگر کوئی دل آزاری کرے تو تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو کہ یہ عظیم کام ہے ____ شاہ بن شجاعؒ فرماتے ہیں کہ جو خلق خدا کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکی دشمنی دراز ہو جاتی ہے اور جو خلق خدا کو حق کی نظر سے دیکھتا ہے وہ خلق خدا کو معذور سمجھتا ہے اور انکی بدتمیزی پر دھیان نہیں دیتا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو، اسی کا نام احسان ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات جنت میں بہت اونچے اور شاندار محل دیکھے، میں نے جبرائیل امینؑ سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ جبرائیلؑ

Marfat.com

نے کہا یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ایک عورت نے مالک بن دینارؒ کو اے ریا کار کہہ کر پکارا۔ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ بہت خوب دنیا والے میرا نام بھول گئے تھے،تو نے دوبارہ بتا دیا_____ ایک شخص نے حضرت شعبیؒ کو گالی دی،آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ اگر انسان غیبت ہی کرنا چاہے تو اپنے والدین کی غیبت کرے تاکہ اولاد کی نیکیاں والدین کے اعمال نامے میں درج ہو جائیں۔لوگوں نے حضرت یحییٰ معاذؒ سے کہا کہ کچھ لوگ آپ کی غیبت کرتے ہیں،آپ نے فرمایا اگر خدا مجھے بخش دے گا تو ان لوگوں کی غیبت سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر میں بخشا نہیں جاؤنگا تو جو کچھ لوگ کہہ رہے ہیں میں اس کے لائق ہوں۔کچھ لوگوں نے خواجہ حسن بصریؒ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے بطور تحفہ تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامے میں درج کرا دی ہیں، میں اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا_____ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ تین آدمیوں کی غیبت کرنا جائز ہے: اول لالچی کی، دوم فاسق کی، سوم بادشاہ ظالم کی۔حضرت حسن بصریؒ ہی کا قول ہے کہ جو شخص تم سے دوسروں کے عیب بیان کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں سے تمہاری برائی بھی کرتا ہوگا_____ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے بیان کیا ہے کہ دو بھائی تھے ایک رات بھر ماں کی خدمت کرتا تھا دوسرا عبادت، اللہ تعالیٰ نے اس ماں کی خدمت کرنے والے کو بخش دیا اور اس کے طفیل خدا کی عبادت کرنے والے کو بھی بخش دیا۔خدا کی عبادت کرنے والے نے اللہ سے عرض کی میں تیری عبادت کرتا تھا مجھے اس کے طفیل میں کیوں بخش رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تم کرتے تھے ہم اس سے بے نیاز ہیں لیکن تمہاری ماں خدمت سے بے نیاز نہیں تھی_____

حضرت بایزید بسطامیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے مراتب حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے۔ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا گھر میں پانی نہیں تھا میں پانی لینے نہر پر گیا، جب آیا تو والدہ کو نیند آ گئی تھی۔میں رات بھر پانی لئے کھڑا رہا جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے پانی انھیں پیش کیا تو انھوں نے فرمایا تم نے پانی رکھ دیا ہوتا، اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ بیدار ہوں تو میں موجود نہ ہوں، یہ سن کر انھوں نے مجھے دعائیں دیں۔[۴۲]

احسان پر شکر ادا کرنا بھی صوفیہ کا ایک خلق ہے اگرچہ صوفیہ نہ دوسروں سے امداد کے خواہش مند ہوتے ہیں اور نہ دوسروں سے امید رکھتے ہیں کہ یہ بات توحید کے منافی اور توکل کے خلاف ہے۔وہ

Marfat.com

رسول پاکؐ کی سنت کی پیروی میں ایسا کرتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر انسانوں میں سے کسی کے احسانات اور حقوق صحبت ابوبکر بن قحافہؓ سے زیادہ نہیں۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے کہ ابوبکرؓ کے مال سے زیادہ مجھے کسی کے مال سے نفع نہیں پہنچا۔ بقول حضرت شہاب الدین سہروردیؒ صوفیہ نعمتوں پر اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی وہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو اس نعمت کا واسطہ بنتا ہے اور اس کے لئے دعا بھی کرتے ہیں کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اپنے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا ____ سب سے پہلے صوفی ماں باپ کا شکر ادا کرتا ہے، پھر استاد کا کہ اس نے علم سے بہرہ ور کیا پھر پیغمبر ﷺ کا کہ انہوں نے دین و شریعت کی نعمت عطا کی، پھر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اسکی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر، پہلے شاکر ہوتا ہے پھر شکور ہو کر حامد بنتا ہے اور آخر میں حماد بن جاتا ہے کہ حماد خدا کی حمد بغیر کسی غرض کے اور بغیر کسی عوض کے کرتا ہے۔

صوفیہ کے پاکیزہ اخلاق میں سے ایک خلق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کے لئے مال ہی خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنا اثر و رسوخ بھی کام میں لاتے ہیں۔ حضرت زید بن اسلمؓ سے منقول ہے کہ ایک اللہ کے نبی بادشاہ کی رکاب کے ساتھ ساتھ رہتے تھے تاکہ وہ خلق خدا کی حاجتیں پوری کرائیں ____ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ صاحبانِ جاہ سے میل جول رکھنا اور دوسروں کے کام کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنی ذات کو فنا کر دیا اور پھر فنا کے بعد بقا کو پالیا، ان کے سارے کام اللہ کے لئے ہوتے ہیں۔ ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عطاؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرتبہ یا عہدہ پر متمکن ہوتے ہوئے مومنانہ کام کرے یعنی دوسروں کے کام سنوارے، اس کا یہ عمل اس پر خلوص عبادت سے بہتر ہے جو وہ اپنی بخشش کے لئے کرے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ انسان اس وقت تک ریاست کا مستحق نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر یہ تین خصلتیں پیدا نہ ہو جائیں: وہ خود لوگوں کی جہالت سے قطع نظر کرے اور ان کو اپنی جہالت سے محفوظ رکھے، لوگوں کے پاس جو مال و متاع ہے ان کے پاس رہنے دے اور جو مال اس کے پاس ہے وہ دوسروں پر خرچ کرے اور دوسروں کے مال سے توقع نہ رکھے ____ اس سلسلہ میں موید الدین جندیؒ نے اپنی کتاب نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح میں اور نجم الدین رازیؒ نے مرصاد العباد میں تفصیلی بحث کی ہے جو مختصراً یوں ہے کہ دولت اگر حلال طریقے سے کمائی جائے اور راہ خدا میں صرف کی جائے تو تمام تر خیر و برکت ہے اور اگر حکومت عدل و انصاف سے کی جائے اور ظلم و ستم مٹایا جائے تو تمام تر عبادت ہے۔ ایسے حاکم کے لئے صرف فرض عبادات کا ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کا ہر وہ

Marfat.com

عمل جو عدل وانصاف اور سنت رسولؐ کے مطابق ہے وہ خود عام عبادات سے افضل واعلیٰ ہے۔ صوفیہ کی نظر میں ایسی ریاست زہد اور صدق وسلوک کے خلاف نہیں بلکہ یہ ریاست ایسی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے قائم کیا ___ دولت یا حکومت کا ہونا تصوف اسلامی کی روایات کے منافی نہیں، تصوف میں دنیا بری نہیں دنیاداری بری ہے، دولت بری نہیں دولت کی محبت بری ہے، دولت کی محبت میں خدا سے غفلت بری ہے۔ اسلئے صوفیہ نے صاحب دولت اور صاحب حکومت کے لئے بھی تصوف کا لائحہ عمل مقرر کیا ہے، صوفیہ کہتے ہیں کہ صاحب دولت وحکومت کے لئے لازم ہے کہ وہ سنت حضرت رسول ﷺ کی پابندی کے ساتھ دولت کمائے اور حکومت چلائے اور اگر حکمرانوں سے ملے تو ان کو عدل وانصاف کرنے اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرے_ صوفیہ کی نظر میں اولیائے کامل کے دل سے جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ درویش کو چاہیے کہ اگر کوئی تعریف کرے تو مغرور نہ ہو اور اگر کوئی حقیقت کے خلاف اسکی تعریف کرے تو اسے پسند نہ کرے کہ قرآن میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں **و یحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا۔** (سورہ ۳، آیت ۱۸۸) یعنی کفار ومنافقین پسند کرتے ہیں کہ اس نیک کام پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیا ہوتا ___ ایسے موقع پر یہ دعا کرے کہ اے اللہ جیسا کہ یہ خیال کرتے ہیں اسے میرے لئے خیر بنادے اور مجھے معاف فرمادے اور جو وہ کہتے ہیں اس پر میرا مواخذہ نہ کر ___ کسی منافق نے حضرت علیؓ کی تعریف کی، آپ نے فرمایا کہ میں اس سے کمتر ہوں جو تم زبان سے کہتے ہو اور اس سے بہتر ہوں جو تم میرے بارے میں اپنے دل میں خیال رکھتے ہو۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ مصیبت پر نوحہ نہ کرے اور نہ نالہ وفریاد کرے البتہ آنسو بہانا جائز ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر آنسو بہائے تھے کہ یہ فطری تقاضا تھا۔ جنیدؒ کا قول ہے کہ مصیبت عارفین کے لئے چراغ ہے، مریدوں کے لئے بیداری ہے اور غافلوں کے لئے ہلاکت کا سبب ہے۔ حضرت جعفر صادقؑ مصیبت پر فرماتے تھے "**اللھم اجعلہ ادباً و لا تجعلہ غضباً**" یعنی اے اللہ اس مصیبت کو میرے لئے ادب بنادے غضب نہ بنا ___ مصیبت آزمائش کیلئے بھی ہوتی ہے، تادیب کے لئے بھی، سزا کے طور پر بھی اور کسی بڑے انعام کا مقدمہ بھی ہوتی ہے ___ ایک صوفی بیمار ہوگئے اور اپنی بیماری کا حال طبیب سے بیان کررہے تھے لوگوں نے کہا کہ کیا یہ (خدا کی) شکایت نہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں تو خداوند قادر کی قدرت کے بارے میں بتلا رہا ہوں ___ حضرت شقیق بلخیؒ اور ابراہیم ادہمؒ بیمار ہوگئے۔ حاکم وقت نے ایک عیسائی طبیب بھیجا، اس نے حضرت شقیق بلخیؒ سے بیماری کی کیفیت پوچھی، فرمایا کہ عاقل شخص دشمن کے

Marfat.com

سامنے دوست کا شکوہ نہیں کرتا۔ اس طبیب نے حضرت ابراہیم ادہمؒ سے حال پوچھا، انہوں نے اپنی بیماری کی تفصیل پوری طرح بتائی، طبیب نے کہا کہ شقیق بلخیؒ نے تو اپنی تکلیف کا اظہار میرے سامنے نہیں کیا تھا آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا اسلئے تا کہ تم جان جاؤ کہ جو (خدا) اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا نہیں کرسکتا۔

صوفیہ کہتے ہیں کسی بدذات شخص سے، جس سے شر پہنچنے کا اندیشہ ہو، کشادہ روئی سے ملنا اپنی سلامتی کے لئے ہوتا ہے یہ نفاق یا ریا نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اجازت مانگی تا کہ حضرت اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو، میں بھی حضورؐ کے پاس تھی آپؐ نے فرمایا بڑا بدذات ہے، اور اسے آنے کی اجازت دیدی۔ جب وہ اندر آیا تو آپؐ نے اس سے بڑی نرمی سے باتیں کیں۔ مجھے حیرت ہوئی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے حضور ﷺ سے اس کے بارہ میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بدترین انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگ اس کی عزت کریں ـــــــ **ان من شر الناس من اکرمه الناس اتقاء فحشه ۴۳**

صوفیہ کا ایک اخلاقی وصف یہ بھی ہے کہ وہ باہمی مودّت اور محبت رکھتے ہیں۔ حضرت رسول پاکؐ کا ارشاد ہے کہ مومن دوسروں سے محبت کرتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں مگر اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے محبت کرتا ہے اور نہ دوسرے اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت رسول پاکؐ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں اور محبت کے اسباب کو ترک نہ کریں تو پھر ان کو انصاف و عدالت کی ضرورت باقی نہ رہے ـــــــ حضرت ابوادریس خولانیؒ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ میں تم سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو کہ میں نے رسول پاکؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے چاروں طرف ایسے لوگوں کے لئے کرسیاں بچھائی جائیں گی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہونگے جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے تھے ـــــــ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ یاد رکھو، باہمی محبت و مودت میں مسلمانوں کی مثال بدن کی سی ہے، جب بدن کا ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو تمام اعضا تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں ـــــــ انسان اچھے لوگوں سے مل کر اچھائی حاصل کرتا ہے۔ صوفیہ کی نظر میں ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ جب صوفی اپنے بھائی کی ذات میں غور وفکر کرتا ہے تو اس کے اقوال واعمال واحوال کے آئینے میں تجلیات الٰہی کے بہت سے پوشیدہ رموز جلوہ افگن پاتا ہے ـــــــ حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوحفص حدادؒ جب

Marfat.com

بغداد پہنچے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے مہمان بنے، حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا کہ ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ فرمایا کہ یہ تحفہ لایا ہوں کہ اگر کوئی شخص تمہارا قصوروار ہو تو اس کو اپنا ہی قصور تصور کرو اور اگر نفس اس پر مطمئن نہ ہو تو جبر کر کے نفس سے اس کا قصور معاف کراؤ۔

حضرت جنید بغدادیؒ صائم الدھر تھے لیکن دوستوں کی آمد پر نفلی روزہ نہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بھائیوں کی موافقت روزے کے برابر ہے۔ حضرت شبلیؒ کے ہاں حضرت ابوحفص حدادؒ چار ماہ مہمان رہے اور ہر روز مختلف طریقوں سے حضرت شبلیؒ نے آپ کی ضیافت کا اہتمام کیا، رخصت ہوتے وقت حضرت ابوحفص حدادؒ نے حضرت شبلیؒ سے کہا کہ جب کبھی آپ نیشاپور آئیں گے تو اس وقت میں آپ کو آدابِ میزبانی سے آگاہ کروں گا کیونکہ مہمان کے لیے تکلف کرنا اچھا نہیں بلکہ ایسا سلوک کیا جانا چاہیے کہ مہمان کے آنے سے پریشانی نہ ہو اور جانے سے مسرّت نہ ہو۔ ایک بار حضرت شبلیؒ نیشاپور پہنچے، آپ کے ساتھ اکتالیس ساتھی تھے۔ ابوحفص حدادؒ نے اپنے گھر میں اکتالیس شمعیں جلائیں اور جب حضرت شبلیؒ نے پوچھا کہ یہ بے جا تکلف کیوں کر رہے ہو؟ تو فرمایا اگر تمہارے نزدیک یہ تکلفات میں داخل ہے تو تمام شمعوں کو بجھا دو، چنانچہ کوشش کے باوجود ایک کے علاوہ کوئی شمع نہ بجھ سکی۔ آپ نے فرمایا کیونکہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے اس لیے میں نے خدا کی رضا کے واسطے ہر مہمان کے نام پر ایک شمع روشن کی تھی اور ایک شمع اپنے نام پر جلائی تھی چنانچہ میرے نام کی شمع تو اس لیے بجھ گئی کہ وہ خدا کی رضا کے لیے نہیں تھی، باقی چالیس شمعیں جو خدا کے نام پر روشن کی گئی تھیں وہ نہیں بجھ سکیں، میں نے جو کچھ کیا ہے وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے کیا ہے اس لیے اس کو تکلف نہیں کہا جا سکتا۔

صوفیائے کرام سنتِ رسولؐ کی پوری طرح پیروی کرتے تھے، حضرت رسول پاکؐ کی پیروی ہی میں صوفیہ لوگوں سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور مزاح بھی کرتے تھے۔ حضور ﷺ جب کسی صحابی کو غمگین دیکھتے تھے تو اسے مزاح سے شادمان کر دیتے تھے، حضرت رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے ہاں میں مزاح کرتا ہوں مگر حق بات کہتا ہوں، ایک بار ایک شخص نے رسول پاکؐ سے فرمایا کہ مجھے اونٹ پر بٹھا دیجیے، حضور سرورِ پاکؐ نے فرمایا، میں تو تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا، اس پر اس شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ میں نے تو اونٹ کی سواری کی درخواست کی ہے اور آپ مجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرا رہے ہیں، حضورؐ نے فرمایا اونٹ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے ــــ حضرت سعید ابن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ مزاح میں افراط سے بچو کہ اس سے رعب زائل ہو جاتا ہے اور احمق اور بیوقوف لوگ مزاح سے تم پر دلیر

Marfat.com

ہو جائیں گے اور مزاح کو بالکل ترک کرنا بھی مناسب نہیں کہ اس سے دوستوں اور ساتھیوں میں بیزاری اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت شیخ بوعلی دقاقؒ کے زمانے میں ایک شخص ابوالحسن برنودیؒ جو عاقلِ مجنون تھا آپ کی خدمت میں آیا۔ حضرت بوعلی دقاقؒ نے نئی اور خوبصورت قبا پہنی ہوئی تھی اور ابوالحسن برنودیؒ نے پرانی اور پھٹی ہوئی گندی سی پوستین پہنی ہوئی تھی، استاد نے ہنستے ہوئے کہا کہ ابوالحسنؒ یہ پوستین کتنے میں خریدی؟ ابوالحسنؒ نے ایک نعرہ مارا اور کہا اے بوعلی خود بینی مت کر یہ پوستین تمام دنیا دے کر خریدی ہے اور جنت کے بدلے بھی نہیں بیچتا۔ استاد بوعلی دقاقؒ نے سر جھکا دیا اور رونے لگے۔ پھر کسی سے مزاح نہیں کیا ــــــــ صوفیہ کی گفتگو میں مزاح کم ہوتا ہے لیکن نکتہ آفرینی اور دانائی کی باتیں عام طور پر ہوتی ہیں۔ اسی لیے شاید کہا جاتا ہے کہ لفظ صوفی یونانی لفظ سوفوس یا سوف سے مشتق ہے جس کے معنی دانائی کے ہیں، کچھ بھی ہو صوفیائے کرام نے اپنے ملفوظات یا اقوال میں عرفانی مطالب کے ساتھ ساتھ بڑے فکر انگیز، نصیحت آمیز اور اخلاق آموز نکات نہایت دلکش انداز میں بیان کئے ہیں جو ہمارے صوفیانہ ادب کا ایک اہم حصہ ہیں۔ [۴۴]

صوفیہ کی اخلاقی نکتہ آفرینیاں:

حضرت حسن بصریؒ نے دیکھا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا ہے، انہوں نے کہا قدم سنبھال کر رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔ اس مست نے جواب میں کہا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ساتھ پوری قوم گرے گی کہ آپ امام وقت ہیں ــــــــ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ ہاتھ میں لئے جا رہا تھا حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا، پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں چلی گئی، اس کے بعد میں آپ کی بات کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آتی ہے ــــــــ حضرت حسن بصریؒ ہفتے میں ایک بار مجلس میں وعظ کیا کرتے تھے اور اگر حضرت رابعہ بصریؒ مجلس میں نہیں ہوتی تھیں تو وعظ نہیں فرماتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے وعظ میں بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ پھر بھی ایک چادر پوش بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شربت جو ہاتھی کے لئے تیار کیا گیا ہو، چیونٹی کے سینے میں کیسے سما سکتا ہے ــــــــ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا تھا کہ مسلمانی کیا ہے اور مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمانی کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں۔ آپ ہی کا قول ہے کہ خوابیدہ دلوں کو بیدار کیا جا سکتا ہے لیکن مردہ دلوں کو بیدار کرنا ممکن نہیں ــــــــ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت حسن بصریؒ کو خط لکھا کہ مجھے مختصر سی نصیحت کیجئے تاکہ میں یاد رکھ سکوں، حضرت حسن بصریؒ نے خط کی

Marfat.com

پشت پر لکھ دیا کہ اے امیر المومنین اگر خدا آپ کے ساتھ ہے تو پھر خوف کس سے اور اگر خدا آپ کے ساتھ نہیں تو امید کس سے؟_____ حضرت مالک بن دینارؒ کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ نے امتِ محمدؐ یہ کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کو بھی عطا نہیں ہوئیں ایک فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو کہ میں تمہیں یاد کرونگا) (سورہ۲، آیت۱۵۲)، دوسری ادعونی استجب لکم (تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا) (سورہ۴۰، آیت۶۰)_____ کسی نے حضرت محمد واسعؒ سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا حال کیا پوچھتے ہو جس کی عمر گھٹ رہی ہو اور گناہ بڑھ رہے ہوں_____ ایک بار حضرت حسن بصریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ آپ نے تصوف کے مقامات کیسے پائے؟ فرمایا اس طرح سے کہ جو کچھ پایا تھا اسی میں گم کر دیا_____ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ تم ذات حق کو کیسے جانتی ہو (اوراچون دانی) فرمایا'' (یا حسن چون تو دانی، ما بیچون دانیم) یعنی تم اسے (حق کو) مثال (چون) سے جانتے ہو اور ہم اسے بے مثل (بیچون) جانتے ہیں_____ ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ کس کے ساتھ میل جول کریں؟ فرمایا اس کے ساتھ جس میں تو و من درمیان میں نہ ہو یعنی میر تیر نہ ہو_____ ایک شخص نے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے، فرمایا کہ خدا کے دوست بنو اپنے نفس کی دشمنی میں، نفس کے دوست مت بنو خدا کی دشمنی میں اور کسی کو حقیر مت سمجھو خواہ مشرک ہی کیوں نہ ہو، نہ جانے اس کی عاقبت تم سے بہتر ہو___ کہتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ کو سات مرتبہ بسطام سے نکالا گیا کیونکہ ان کی باتیں عوام کے ذہنوں سے بلند تر تھیں۔ ایک بار آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم مجھے شہر بدر کیوں کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا اس لئے کہ تم سب سے بُرے انسان ہو، آپ نے فرمایا جس شہر کا سب سے بُرا انسان بایزید بسطامیؒ ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

صوفیہ اور عظمت کردار:

حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ سخاوت کے تین درجے ہیں اول سخا (سخاوت)، دوم جود، سوم ایثار جو شخص خدا کو اپنے نفس کے بدلے قبول کرے اس کو صاحب سخا کہا جاتا ہے اور جو خدا کو دل کے بدلے قبول کرے اسے صاحب جود کہا جاتا ہے اور جو خدا کو اپنی جان کے بدلے قبول کرے وہ صاحب ایثار ہے_____ ایثار بھی صوفیہ کی ایک اہم خوبی ہے، غلام خلیل نے صوفیہ سے دشمنی کی وجہ سے خلیفۂ وقت کے پاس شکائت کی کہ یہ لوگ رقص و سرود کرتے ہیں اور کلمات کفر بولتے ہیں اور تہہ خانوں میں بیٹھتے ہیں اور وہاں چھپ کر باتیں کرتے ہیں، یہ لوگ زندیق ہیں ان کے قتل کرنے سے زندیقیت ختم ہو جائے گی اور خلیفہ کو بڑا

Marfat.com

ثواب ملے گا۔ خلیفہ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو ہمارے حضور میں پیش کیا جائے چنانچہ ابوحمزہ، حضرت ارقامؒ، شبلیؒ، ابوالحسن نوریؒ اور جنید بغدادیؒ کو پیش کیا گیا، خلیفہ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جلاد نے ارقامؒ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، حضرت ابوالحسن نوریؒ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے حضرت ارقامؒ کی جگہ پر جا بیٹھے اور مسکراتے ہوئے بولے کہ سب سے پہلے مجھے قتل کرو، جلاد نے کہا اے جوانمرد! ابھی تیری باری نہیں آئی، حضرت ابوالحسن نوریؒ نے کہا کہ میرے طریقے کی بنیاد ایثار پر ہے، دنیا میں سب سے عزیز ترین چیز مجھے زندگی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے لیے قربان کردوں، حالانکہ میرے نزدیک دنیا کی زندگی کا ایک لمحہ آخرت کے ہزار سال سے بہتر ہے کیونکہ دنیا خدمت کی جگہ ہے اور آخرت قربت کا مقام ہے اور قربت خدمت سے حاصل ہوتی ہے، جب یہ باتیں خلیفہ نے سنیں تو وہ ان کے خلوص اور ایثار سے بہت متاثر و متعجب ہوا، اس نے حکم دیا کہ ابھی کسی کو قتل نہ کیا جائے اور ان کا معاملہ قاضی کے سپرد کردیا۔ قاضی نے کہا کہ بغیر دلیل کے ان کو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ قاضی کو معلوم تھا کہ حضرت جنید بغدادیؒ ایک بہت بڑے عالم ہیں اور نوری کی باتیں بھی سن چکے تھے، اس نے دل میں خیال کیا کہ اس دیوانہ مزاج شبلیؒ سے کوئی فقہ کا سوال پوچھا جائے تاکہ وہ جواب نہ دے سکے، قاضی نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا بیس دینار پر کتنی زکوۃ دینی چاہیے؟ حضرت شبلیؒ نے فرمایا ساڑھے بیس دینار، قاضی نے پوچھا اس طرح کی زکوۃ کا کس نے فتویٰ دیا؟ حضرت شبلیؒ نے فرمایا حضرت صدیق اکبرؓ نے کہ چالیس ہزار دینار رکھتے تھے اور ایک کوڑی اپنے پاس نہ رکھی سب راہ حق میں دے دیے۔ قاضی نے پوچھا کہ اس آدھے دینار کا کیا معاملہ ہے؟ شبلیؒ نے کہا کہ یہ جرمانہ ہے کہ بیس دینار کیوں جمع کیے؟ پھر قاضی نے حضرت نوریؒ سے ایک مسئلہ پوچھا، حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فوراً جواب دے دیا، قاضی شرمندہ ہوگیا اور پھر ابوالحسن نوریؒ نے کہا اے قاضی تم نے ساری باتیں پوچھیں لیکن اس کے بارے میں بالکل نہ پوچھا کہ ایسے مردانِ خدا بھی ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا، حرکت و سکون خدا سے ہے، اسی کے ساتھ ہے، یہ لوگ اسی سے زندہ و پائندہ ہیں، اگر ایک لمحہ اس کے مشاہدے سے محروم ہوجائیں تو ان کی جان نکل جائے، یہ لوگ خدا کے حکم ہی سے یعنی خدا کے حکم کے مطابق سوتے ہیں، کھاتے ہیں، چلتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں _____ قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر یہ ملحد ہیں تو پھر میری نظر میں ساری دنیا میں کوئی بھی موحد نہیں، خلیفہ نے ان حضرات کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا کوئی حاجت ہو تو بتایئے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہماری حاجت یہ ہے آپ ہمیں فراموش کردیں۔

صوفیہ شریعت کی پیروی صدق و اخلاص سے کرتے ہیں یوں صوفیہ صدق و اخلاص کا پیکر ہوتے

Marfat.com

ہیں، قرآنِ پاک میں ہے یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (سورہ۹، آیت ۱۱۹) والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ھم المتقون (سورہ۳۹، آیت ۳۳) الا للہ الدین الخالص (سورہ۳۹، آیت ۳) ______ صوفیہ کا قول ہے "خود را چنان کہ باشی نمائی یا چناں کہ نمائی باشی" یعنی صدق یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرو جیسا کہ تم ہو یا جیسا تم ظاہر کرتے ہو ایسے تم بن جاؤ ______ بزرگانِ دین کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اپنے معاملات کو مخلوق کی نظر سے محفوظ رکھو اور صدق یہ ہے کہ اپنے اعمال کو نفس کی آلائش سے پاک رکھو۔ صدق کے معنی ہیں (عمل) سچا ہونا اور اخلاص کے معنی ہیں (عمل) خدا تعالیٰ کے لئے ہونا۔ صدق و اخلاص کے حوالے ہی سے صوفیہ کی حق گوئی کے محیر العقول واقعات ہیں ______ فقرائے خانقاہ نشین نے شاہانِ مسند نشین کے سامنے بڑی بے باکی اور بے خوفی سے کلمۂ حق کہا ہے اور انہیں دینداری کی تبلیغ کی ہے، ظلم و ستم سے باز رہنے اور عدل و انصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ صوفیائے کرام نے ظالم اور جابر بادشاہوں کے سامنے ہمیشہ حق بات کہی ہے، انہوں نے اپنا سر کٹا دیا لیکن کبھی اپنا سر نہیں جھکایا، تاریخ اسلام ایسے واقعات سے پر ہے۔ یوں صوفیہ نے اسلامی معاشرے میں ایک طرح سے حزب اختلاف کا رول ادا کیا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ بہترین بادشاہ وہ ہے جو اہلِ علم کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے علم سیکھے اور بدترین عالم وہ ہے جو سلطان کی مجالس میں جائے۔ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کا قول ہے کہ میں خلیفۂ وقت کو برا سمجھتے ہوئے بھی کبھی لوگوں کے سامنے اس کی برائی اس ڈر سے نہیں کرتا کہیں لوگ مجھے مخلص اور حق گو نہ سمجھ بیٹھیں ______ شیخ عبداللہ نیازیؒ سلیم شاہ سوری کے طلب کرنے پر جب لشکر شاہی میں پہنچے تو بے باکانہ گردن اٹھائے سلیم شاہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ ایک مرید نے جو انہیں شاہی غضب سے بچانا چاہتا تھا ان کی گردن جھکا دی اور کہا بادشاہوں کو یوں سلام نہیں کرتے بلکہ گردن جھکا کر کرتے ہیں۔ اس پر شیخ نے گرج کر کہا سلام کا وہ طریقہ جو سنت رسول ﷺ ہے اور صحابہؓ کرام حضرت رسول ﷺ کے سامنے کیا کرتے تھے، وہ یہی ہے، میں اس کے سوا کوئی اور سلام نہیں جانتا، سلیم شاہ نے غضبناک ہو کر اشارہ کیا اور شیخ عبداللہ نیازیؒ کے جسم کے ٹکڑے کر دئے گئے ___ حضرت امام احمد بن حنبلؒ قرآنِ پاک کو مخلوق نہیں مانتے تھے اور بغداد میں معتزلہ کا غلبہ تھا، معتزلہ کے کہنے پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ کے محل کے دروازے پر ایک سپاہی تھا، اس نے کہا اے امام خبردار مردوں کی طرح بات کرنا اور اپنی بات پر قائم رہنا میں نے بھی ایک چوری کی تھی، مجھے ہزار دُرّے مارے گئے

Marfat.com

لیکن میں نے اقرار نہیں کیا، آخر کار مجھے رہائی مل گئی۔ میں نے باطل پر اس طرح صبر کیا تم تو حق پر ہو۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے سخت مظالم سہے، کوڑے کھائے لیکن اس پیکر حق نے قرآن کو اللہ کا کلام ہی کہا، قرآن پاک کو مخلوق نہیں مانا_____ حضرت خواجہ خوردؒ (جو حضرت باقی باللہؒ کے بیٹے تھے) کی مجلس میں ایک امیر بہمن یار خان عام لباس میں آ گیا اور عوام کی صف میں نیچے ہی بیٹھ گیا، کسی نے امیر کو پہچان لیا اور حضرت خواجہ خوردؒ کے کان میں کہا کہ فلاں شخص امیر بہمن یار ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اگر یار ہے تو اسے تعظیم کی ضرورت نہیں، اگر اغیار میں سے ہے تو وہ لائق تعظیم نہیں، بہمن یار نے جب یہ سنا تو بہت محظوظ ہوا_____ عالمگیر دکن کے بزرگ صوفی حضرت عبداللطیف برھانپوریؒ کی خدمت میں پہنچا اور کچھ گاؤں بطور نذر پیش کیے مگر انہوں نے یہ گاؤں قبول کرنے سے انکار کیا اور یہ شعر پڑھا۔

شاہ ما را دہ دھد، منت نہد

رازق ما رزق بے منت دھد

یعنی بادشاہ ہمیں گاؤں دیتا ہے اور احسان دھرتا ہے، ہمارا رازق ہمیں رزق بغیر احسان جتائے عطا کرتا ہے۔

بادشاہ اورنگ زیب اس شعر کو سن کر متاثر ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ ہم فقرا تو اہل اللہ کی خدمت دنیا کی بھلائی اور آخرت کی برکت کے لیے کرتے ہیں، احسان کرنا مقصود نہیں۔ حضرت عبداللطیفؒ نے فرمایا اگر خیر و برکت حاصل کرنا ہے تو متوکلین کے وظیفے مقرر کرو، مظلوموں کو ظالموں سے بچاؤ، کمزوروں کو ان کے حقوق دو۔45_____ کہتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کے لیے خرقان آئے اور خیال تھا کہ شیخ استقبال کے لیے آئیں گے۔ شیخ نے پروا نہیں کی، امیر ایاز شیخ کے پاس آئے کہ سلطان جو غازی اور مجاہد ہے اور مسلمانوں کا بادشاہ ہے، آپ اس سے ملاقات کے لیے نہیں آئے حالانکہ وہ صرف آپ کی زیارت کے لیے یہاں آیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیر ہیں اور وہ سلطان ہے، ہماری فقیری اور ان کی عظمت سلطنت میں کیا مناسبت، ایاز نے کہا آپ نے یہ آیت تو سنی ہوگی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم. (سورہ ۴، آیت ۵۹) شیخ نے جواب دیا جو آیت تم نے پڑھی ہے وہ واجب الاطاعت اور لازم الاتباع ہے لیکن میں تو اطیعوا اللہ میں اتنا غرق ہوں کہ ابھی اطیعوا الرسول تک نہیں پہنچا، اولی الامر کی تو بات ہی کیا۔ آخر سلطان محمود شیخ کی زیارت کرنے خود گیا۔

ایک دفعہ امام محمد غزالیؒ کو مشہور بادشاہ ایران سنجر نے دربار میں بلایا۔ دربار کی شان دیکھ کر آپ پر رعشہ طاری ہو گیا۔ آپ کے ساتھ ایک حافظ قرآن تھا۔ آپ نے اس کو کہا کہ کوئی آیت پڑھو۔ اس نے یہ آیت

Marfat.com

پڑھی الیس اللہ بکافٍ عبدہ. (سورہ ۳۹، آیت ۳۶) (کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے کافی نہیں ہے) حضرت امام غزالیؒ سنبھل گئے اور دربار میں بڑی بے باکی سے تقریر کی اور سنجر کو خطاب کر کے کہا کہ طوس کے لوگ ظلم اور بدانتظامی سے تباہ حال تھے، اس سردی اور قحط سے اور بھی برباد ہو گئے، ان پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کرے گا، افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں کے زور سے جھکی جاتی ہیں____ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کو عالمگیر نے کچھ زمین دینی چاہی لیکن انہوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ایک روز عالمگیر نے شوق ملاقات کا پیغام بھیجا، انہوں نے اس کاغذ پر جس میں ان کا جوتا لپٹا ہوا تھا، یوں انکار لکھا کہ "اہل اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے آستانے پر جائے۔ چشت کے بعض ملفوظات میں درج ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے، حق تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام خارج کر دیا جاتا ہے"۔ عالمگیر کو یہ رقعہ ملا تو اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا، فرصت کے وقت اس کو پڑھ کر روتا تھا_ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب حضرت عبداللطیف برہانپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیخ برہان پوری بادشاہ اور امراسے ملنا اپنے مسلک کے خلاف سمجھتے تھے اس لیے اورنگ زیب بھیس بدل کر ان کی مجلس میں شریک ہوا۔ ایک نو وارد کو دیکھ کر شیخ برہانؒ نے نام پوچھا۔ اورنگ زیب نے جب اپنا نام بتایا تو وہ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوئے اور نہ اور لوگوں کی طرح اس کو کوئی تبرک دیا۔ اورنگ زیب دوسرے دن پھر ان کی خدمت میں پہنچا، شیخ نے کہا عالمگیر یہ مقام تم کو پسند ہے، تو لے لو، ہم کسی اور جگہ چلے جائیں گے۔ مگر تیسرے دن اورنگزیب پھر ان کے پاس گیا، وہ نماز کے لئے خانقاہ سے باہر نکل رہے تھے کہ اورنگزیب مودبانہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی کہ داراشکوہ نے شریعت کو نظر انداز کر رکھا ہے، اگر مجھے حکومت ملی تو دین نبوی کے احکام کے ساتھ رعایا پروری کروں گا اور درخواست کی کہ آپ باطنی توجہ فرمائیے۔ شیخ برہانؒ نے فوراً کہا کہ ہمارے جیسے کم اعتبار فقیروں کی دعا سے کیا ہوتا ہے، تم بادشاہ ہو نیکی، عدل پروری، رعیت نوازی کی نیت کے ساتھ دعا کرو، ہم بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اسی وقت اورنگ زیب کے ساتھی شیخ نظام نے اورنگ زیب سے کہا بادشاہت مبارک ہو۔ ۴۶

ایک دفعہ جنید بغدادیؒ کو مکتفی باللہ نے دربار میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے جسے میں پوری کروں؟ فرمایا فقط یہ ہے کہ آپ مجھے بھول جائیں اور آئندہ یاد نہ فرمائیں____ حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ کا ایک خادم بازار میں جارہا تھا، اس وقت عامل یعنی حاکم شہر کی سواری وہاں سے گزر رہی تھی۔ چوبدار نے اس درویش کو سخت سست الفاظ کہے اور کوڑے مارے۔ وہ درویش

Marfat.com

خادم حضرت بوعلیؒ کے حضور میں روتا پیٹتا آیا اور حاکم شہر کی شکایت کی۔ یہ سن کر حضرت کو سخت غصہ آیا۔ آپ نے اپنے منشی کو بلایا اور حکم دیا کہ سلطان دہلی کو ہماری جانب سے فرمان لکھو کہ تمہارے عامل کے اہل کار نے ہمارے خادم کو بلا وجہ مارا پیٹا ہے، اس بدذات عامل کو معزول کر دو ورنہ ہم سلطنت ہند کسی اور کو بخش دیں گے۔

باز گیر این عاملِ بدگوہری
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگری

سلطان دہلی یہ خط پڑھ کر لرزہ براندام ہوگیا۔ اس نے فوراً حاکم شہر کو معزول کر دیا اور حضرت بوعلی قلندرؒ سے معافی کا خواستگار ہوا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے۔

زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

صوفیہ اور انسان دوستی:

صوفیہ کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے، ان کی نظر میں تمام بنی نوع انسان بلکہ ہر جاندار، چرند، پرند، درند تک خدا کی دامن ربوبیت میں پل رہے ہیں، سو صوفی سب کے لیے باعثِ رحمت بننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا رب رحمٰن و رحیم ہے، اس کا نبیؐ آخر الزمان رحمۃ للعالمین ہے اور اس کا قرآن تمام تر رحمت کا پیغام ہے، حدیث پاک ہے لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس یعنی جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔ اس لیے سچے صوفی کی زندگی انسان دوستی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے، تو وہ ہمارے پاؤں ہی میں چبھتا ہے اور اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا دل کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ "ہر چہ خلق را نشاید خدا را نشاید" یعنی خلق خدا کی جس میں بھلائی نہیں وہ کام خدا کو بھی پسند نہیں۔ ے ۲۷ حضرت نظام الدین اولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے بڑا انعام اس کو ملے گا جس نے مسلمانوں اور عام انسانوں کی خوشی کے لئے کام کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ جب سے میں نے مخلوق خدا کے ساتھ صلح کی ہے پھر کبھی مخلوق خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے نفس کے ساتھ جنگ کی ہے پھر اس سے کبھی صلح نہیں کی۔ حضرت ابوبکر وراقؒ کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے، انسان کے دل سے دو چیزوں کا طالب ہے: فرمانِ حق کی تعظیم اور خلقِ خدا پر شفقت اور زبان سے دو چیزیں چاہتا ہے: توحید کا اقرار اور مخلوق کے ساتھ نرمی اور جسم سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کی

Marfat.com

اطاعت کرنا اور مسلمانوں کی مدد کرنا اور اخلاق سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کے حکم پر صبر کرنا اور مخلوق خدا کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آنا ـــــ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ جب میں عرش خداوندی کے نزدیک پہنچا اور دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ اللہ میاں کو اہلِ زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو۔ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ مخلوق خدا کو آزار نہ پہنچاؤ اور لوگوں کی دی ہوئی تکالیف کو برداشت کرو۔ ایک روز حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے حضرت جبرائیلؑ کو خواب میں دیکھا کہ آسمان سے زمین پر اترے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کتاب میں کیا لکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں اللہ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا میرا نام بھی لکھ دو۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا تم ان میں سے نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوستوں کا دوست ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کچھ دیر سوچا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم ادہمؒ کا نام لکھو ـــــ حضرت بایزیدؒ ہمدان سے بسطام گئے۔ جب کپڑوں کی گٹھڑی کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک چیونٹی موجود ہے۔ اس خیال سے کہ یہ چیونٹی اپنے قبیلے سے بچھڑ گئی ہے واپس ہمدان گئے اور اسے وہاں چھوڑ کر آئے ـــــ ابراہیم خواصؒ ایک درویش کے ساتھ سفر پہ نکلے، انہوں نے اس درویش سے کہا کہ تم امیر بننا پسند کرو گے یا ماتحت، اس نے کہا ماتحت۔ تمام راستے حضرت ابراہیم خواصؒ اس کی خدمت کرتے رہے اور اس کا سامان اپنے سر پر اٹھا کر چلتے رہے۔ بارش ہوئی تو رات بھر اس کے سر پر کمبل کا سایہ کیے رکھا۔ مکے تک حضرت خواصؒ نے اس کی اسی طرح خدمت کی ـــــ ایک بار حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک مست کو دیکھا کہ زمین پر گرا ہوا ہے اور اس کے منہ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ آپ پانی لائے اور اس مست کے منہ کو دھویا اور فرمایا کہ وہ منہ جس سے ذکرِ حق ادا کیا جاتا ہو وہ آلودہ نہیں رہنا چاہیے، جب وہ آدمی ہوش میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اس کا منہ دھویا تھا، اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ اے ابراہیم تو نے ہمارے لئے منہ دھویا ہم نے تیرا دل دھو دیا یعنی پاک کر دیا[۴۸] ـــــ حضرت معروف کرخیؒ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں ایک مجمع رقص و سرود اور مے نوشی میں مسرور مل گیا۔ ہمراہیوں نے ان کے حق میں بد دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ جس طرح تو نے انھیں دنیا میں عیش عطا فرمائی ہے آخرت میں بھی انھیں عیش عطا فرما۔ جونہی آپ نے یہ فرمایا سارا مجمع شراب و کباب پھینک کر آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا ـــــ شیخ ابوسعیدؒ ایک روز نیشاپور کے قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے گئے، دیکھا کہ

Marfat.com

وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی رہی ہے اور گانے بجانے میں مصروف ہے۔آپ کے ساتھی سخت برہم ہوئے اور انہیں مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا، شیخ نے انہیں روک دیا اور ان اوباشوں کے پاس جاکر فرمایا ''اے خدا جس طرح اس جہان میں انہیں شادمانی دی ہے آخرت میں بھی انہیں شادمانی عطا فرما'' سب اوباش شیخ کا یہ سلوک دیکھ کر تائب ہوگئے ____ حضرت بایزید ایک قبرستان سے گزر رہے تھے ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا۔آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی، اس نوجوان نے اپنا بربط اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ بایزید کا سر پھٹ گیا اور بربط بھی ٹوٹ گیا۔آپ نے گھر واپس آکر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور تھوڑا سا حلوہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ کھاؤ تاکہ ٹوٹے ہوئے بربط کا غم دور ہو جائے۔نوجوان کو جب یہ پیغام پہنچا تو بہت شرمندہ ہوا۔شیخ کے پاس آیا اور اس نے گناہ کی زندگی سے توبہ کی ____ ایک جوان بربط ہاتھ میں لئے شراب میں مست جا رہا تھا، اس نے اچانک حضرت عثمان حیری کو دیکھا فوراً بربط کو چھپا لیا اور ٹوپی اوڑھ لی، آپ نے اس سے کہا کہ مجھ سے ڈرو مت ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں ____ حضرت عثمان حیری کا یہ سلوک دیکھا تو اس نے توبہ کر لی، آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کر اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے جو اختیار میں تھا وہ تو میں نے کر دیا، اب جو تیرے اختیار میں ہے تو اس کی تکمیل فرما۔اس دعا کے ساتھ ہی اس شرابی میں ایسا روحانی کمال پیدا ہو گیا کہ خود حضرت عثمان بھی حیرت میں آگئے ____ حضرت معروف کرخی بازار سے گزر رہے تھے، ایک بہشتی بازار میں یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ جو میرا پانی پی لے اس کی مغفرت فرما دے، آپ نے اپنا نفلی روزہ توڑ کر اس کا پانی پی لیا ____ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخی قرآن اور مصلیٰ مسجد میں چھوڑ کر دریا پر وضو کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔درین اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن اور مصلیٰ اٹھا کر چلتی بنی، جب راستے میں آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کیا آپ کا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے؟ بڑھیا نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا میرا قرآن پاک مجھے واپس کر دو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں بخشا۔بڑھیا نے جب یہ سنا شرمندہ ہوئی اور توبہ کی۔۴۹ ____ ایک چور حضرت احمد خضرویہ کے گھر میں آیا، اس نے بہت کچھ ڈھونڈا کچھ نہ ملا جب ناامید ہو کر واپس جانے لگا تو حضرت احمد نے فرمایا اے نوجوان وضو کر اور آج رات ہمارے ساتھ نماز پڑھ، صبح کو جو ہمیں ملے گا ہم تمہیں دے دیں گے تاکہ تو ہمارے گھر سے خالی ہاتھ نہ جائے۔نوجوان نے یہی کیا، جب صبح ہوئی ایک امیر نے حضرت احمد خضرویہ کو سو دینار پیش کئے، آپ نے یہ تمام رقم اس نوجوان کو دے دی اور فرمایا تیری ایک رات کی نماز کی یہ جزا ہے، نوجوان چور بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ

Marfat.com

کی ــــــــ ایک مرتبہ چور نے حضرت جنید بغدادیؒ کا کرتا چرا لیا۔ دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دے دے کہ یہ مال تیرا ہی ہے تو میں خرید سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں واقف ہوں یہ سن کر خریدار نے کرتا خرید لیا۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز عید کے دن میں نے حضرت معروف کرخیؒ کو دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں چن رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک بچے کو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بچہ بولا! میں یتیم ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے، دوسرے بچوں کے پاس نئے کپڑے ہیں میرے پاس نہیں۔ دوسروں کے پاس کھلونے ہیں میرے پاس نہیں۔ میں اس بچے کے لئے گٹھلیاں چن رہا ہوں تاکہ ان کو بیچ کر اس کے لئے کھلونے خریدوں۔ سری سقطیؒ نے کہا آپ رہنے دیجئے، یہ کام میرے حوالے کیجئے۔ میں نے بچے کو ساتھ لیا، اسے نئے کپڑے دیئے، کھلونے دیئے۔ اس بات سے میرے دل میں ایک عجیب مسرت اور نور پیدا ہوا اور بہت سے مقامات بلند حاصل ہوئے۔ ۵۰

ایک یہودی کے مکان کے قریب حضرت مالک بن دینارؒ نے کرائے پر مکان لے لیا، اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری گندگی آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا تھا اور آپ کی نماز کی جگہ گندی ہو جایا کرتی تھی، وہ بہت عرصہ تک یہی عمل کرتا رہا لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی، ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے کہا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑ و لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں، اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے کہا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا؟ فرمایا خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو غصے پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی بہت متاثر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت بایزیدؒ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا، افلاس کی وجہ سے چراغ تک روشن نہیں کر سکتا تھا اور تاریکی کی وجہ سے اس آتش پرست کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا۔ ایک رات بایزید خود چراغ جلا کر اس کے ہاں رکھ آئے اور بچہ خاموش ہو گیا۔ بچے کے والدین نے کہا کہ جب بایزیدؒ کی روشنی آ گئی تو ہم پر افسوس ہے اگر ہم اپنی تاریکی میں زندگی گذاریں، فوراً مسلمان ہو گئے، حضرت بایزیدؒ کے زمانے میں لوگوں نے ایک آتش پرست سے، جو ان کا بہت معتقد تھا اور انکی عظمت کا معترف تھا، مسلمان ہونے کو کہا، اس نے کہا ''اگر اسلام اس مذہب کا نام ہے جو حضرت بایزیدؒ کا ہے تو اس کے قبول کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم لوگ مسلمان ہو یہ اسلام

Marfat.com

مجھے پسند نہیں"_____ ایک روز شیخ ابو علی ثقفیؒ قرآنِ پاک پڑھ رہے تھے، ان کے ہمسائے میں ایک کبوتر باز رہتا تھا وہ اپنے کبوتروں کو اڑانے کے لئے ڈھیلے مارتا تھا جس سے حضرت شیخ ابو علی ثقفیؒ بہت تنگ تھے۔ اس روز ایک ڈھیلا ان کے سر پر لگا اور سر پھٹ گیا۔ آپ کے مریدین نے کہا ہم کوتوال کے ہاں جا کر اس کی رپٹ درج کرائیں گے۔ شیخ ابو علیؒ نے اپنے ایک خدمتگار کو بلایا اور کہا کہ فلاں جنگل سے ایک لکڑی کاٹ کر لاؤ جب وہ لے آیا تو آپ نے وہ لکڑی اپنے ہمسائے کو بھجوائی کہ اس سے کبوتروں کو اڑایا کرو، ڈھیلوں سے نہ اڑایا کرو۔ ۵۱_____ حضرت مولانا رومؒ ایک محلے سے گزر رہے تھے بچے کھیل رہے تھے جب بچوں نے مولانا کو دور سے دیکھا تو ایک دم دیوانہ وار ان سے لپٹ گئے اور سلام کیا، حضرت مولانا رومؒ نے بھی انھیں سلام کیا۔ دور سے ایک بچہ چلاّیا کہ میں بھی آرہا ہوں، وہ بچہ پیشاب کر رہا تھا فراغت پا کر جب تک وہ نہیں آگیا مولانا وہیں ٹھہرے رہے_____ دو بزرگ آپس میں دشمنی رکھتے تھے۔ ایک روز ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ایک نے قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، خدا تجھے پکڑے۔ دوسرے نے کہا نہیں نہیں تو جھوٹ بولتا ہے خدا تجھے پکڑے۔ مولانا رومیؒ اتفاق سے اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے، انہوں نے فرمایا نہیں نہیں خدا نہ تجھے پکڑے نہ اسے پکڑے بلکہ ہمیں پکڑے کہ ہم اس کی گرفت کے لائق ہیں، دونوں نے سر جھکا دیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی_____ دو دوستوں میں کدورت پیدا ہوگئی اور کسی طرح سے صلح صفائی نہ ہوسکی۔ ایک دن مولانا رومیؒ نے دوران وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے انسان پیدا کئے ہیں: ایک مٹی کی طرح جامد و بے حرکت، دوسرے پانی کی طرح ہر دم تازہ اور رواں۔ جب یہ آب رواں مٹی پر پہنچتا ہے تو دونوں کی ہم نشینی کی برکت سے اس سے ہزاروں گلزار نمودار ہوتے ہیں اور اشجار و اثمار پیدا ہوتے ہیں جو ابدان (بدن کی جمع) وارواح کی غذا بنتے ہیں۔ اب یہ دونوں دوست جو آپس میں لڑ رہے ہیں ایک خاک کی طرح ہے اور ایک پانی کی طرح عجز و انکسار کے ساتھ ہے۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے تو حق تعالیٰ ان کے اتحاد و اجتماع کی برکت سے سینکڑوں گلہائے شادی اور گلستانِ وفا و صفا پیدا کرے گا اور پھر ان میں سے ایک سے فرمایا اے نورالدین تیرا بھائی مٹی کا بنا ہوا ہے، اپنی جگہ سے نہیں حرکت کرتا اور صلح کے لئے نہیں اٹھتا تو پانی کی طرح کرم کر اور قدم رنجہ فرما اور اس کی طرف رواں ہو یعنی اس کی طرف جا تا کہ اس کی روح پر اثر ہو، فوراً دونوں نے سر جھکا دیا اور صلحِ صالحانہ کر لی۔ ۵۲

عزیز الدین نسفیؒ "کتاب الانسان الکامل میں درویشوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ریاضت و عبادت نام و نمود کے لئے نہیں کرنی چاہیے۔ درویش کو چاہیے کہ بقدر ضرورت عبادت کرے اور خدا شناسی کے بعد

Marfat.com

طہارت نفس حاصل کرے اور دوسروں کے لئے آزار جان نہ بنے بلکہ راحت رسان بنے کہ انسان کی نجات اسی میں ہے، انسانوں کو راحت پہنچانا سب سے بڑی عبادت ہے اور حقیقت میں تصوف تمام تر انسانیت، انسان دوستی اور حسن خلق ہے۔ جب انسان اخلاق میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ خلیفۂ خدا بن جاتا ہے، اس کا کہنا خدا کا کہنا اور اس کا کرنا خدا کا کرنا بن جاتا ہے۔[۵۳]

Marfat.com

باب: ۲ تصورِ خدا اور صوفیہ

خدائے واحد کا تصور تصوف اسلامی کا بنیادی عنصر ہے، صوفیہ نے توحید خالص کے باب میں بہت سے معنی آفرین اور فکر انگیز مطالب بیان کئے ہیں ـــــ تصوف اسلامی میں تصور خدا خالص وحدانیت کے حوالے سے بہت دقیق معانی رکھتا ہے۔ اس تصور پر اسلامی افکار، قرآنی تعلیمات، روحانی مشاہدات و مکاشفات کے علاوہ فلسفہ اور علم کلام کے اثرات بھی نمایاں ہیں، اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ دنیا میں خدا کا تصور مذاہب و ادیان کے اعتقادات، فلسفیانہ اور عارفانہ تصورات و افکار کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا حامل ہے۔ اگرچہ توحید پر اہل مذہب (جنہیں اہل تقلید بھی کہا جاتا ہے) اور فلاسفہ (جنہیں اہل حکمت و استدلال یا اہل تحقیق بھی کہتے ہیں) اپنے مخصوص افکار و خیالات رکھتے ہیں اور صوفیہ جو اہل کشف و شہود کہلاتے ہیں وہ بھی توحید کے باب میں اپنے منفرد روحانی تجربات اور عرفانی حقایق بیان کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ توحید کی معرفت میں صوفیہ کا پلّہ بھاری ہے ـــــ اسی لیے صوفیہ کے ادراک توحید کو حق الیقین کہا جاتا ہے اور اہل مذہب اور اہل استدلال کے ادراک توحید کو محققین بالترتیب علم الیقین اور عین الیقین کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ حق الیقین کا مرتبہ علم الیقین اور عین الیقین سے برتر ہے ـــــ تصور خدا کے بارے میں صوفیہ کے افکار بیان کرنے سے پہلے اس باب میں گفتگو ضروری ہے کہ قدیم تہذیبوں میں مظاہر پرستی اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ تصور خدا نے مختلف مذاہب میں کیا صورت اختیار کی اور فلاسفہ اور حکما اس باب میں کیا نظریات رکھتے ہیں؟ تاکہ توحید کے ادراک کی حقیقت جہاں تک ممکن ہو واضح اور روشن کی جاسکے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام پیغمبروں اور نبیوں نے ایک خدا یا خدائے وحدہ، لاشریک لہ، کی تعلیم دی ہے، لیکن دنیا میں بت پرستی مختلف شکلوں میں رہی ہے اور اب بھی ہے ـــــ تہذیب و تمدن کے ابتدائی دور میں انسان نے مظاہر فطرت یا اشیا میں ایک ایسی پراسرار غیبی قوت کے وجود کو محسوس کیا تھا جو اس کی سمجھ سے بالا تھی جسے مانا (Mana) کہا جاتا ہے، اس کے ساتھ ہی روح پرستی کا رواج بھی ہوگیا، مناظر قدرت اور دوسری اشیا سے روحیں منسوب کی جانے لگیں اور جنات اور پریوں کی پوجا بھی ہونے لگی جسے Animism (روح پرستی یا مظاہر پرستی) کہا جاتا ہے۔

دنیا میں طوطم پرستی کا رواج بھی رہا ہے، طوطم کے لغوی معنی بہن بھائی کے رشتہ کے ہیں، یہ لفظ ایک ہندی قبیلہ کی بولی سے لیا گیا ہے ـــــ طوطم پرست قبیلے کسی دریا یا ستارے یا حیوان یا کسی چیز کو محترم و مقدس سمجھ کر اپنا طوطم قرار دے دیتے تھے، ان کے خیال میں یہ طوطم ان کی حفاظت کرتا ہے۔ بعض

Marfat.com

ممالک کے جھنڈوں پر شیر، سورج یا عقاب یا کسی اور چیز کا نشان ہوتا ہے۔ شیر، سورج اور عقاب کسی نہ کسی زمانے میں مختلف قبائل کے طوطم رہ چکے ہیں۔ آج بھی ان قومی نشانات پر تھوڑا بہت طوطم کا اثر تو ہے ہی۔ اب بھی سپاہی اپنے قومی نشان والے پرچم کے سائے میں لڑ کر جان دینا باعث فخر سمجھتے ہیں[1] ____ اسی طرح ''طبو'' پرستی بھی بعض وحشی قبائل میں رائج رہی ہے، طبو کے معنی ممنوع و محترم و مقدس کے ہیں۔ طبو پرست گائے، بلی، شیر یا کسی اور جانور کو طبو سمجھتے ہیں، جنہیں وہ مقدس سمجھ کر ایذا نہیں دیتے، جیسے ہندوؤں میں گائے ہے[2] ____ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض صورتوں میں ممنوع و محترم میں معنوی طور پر تفاوت کے بجائے ہم آہنگی بھی ہوتی ہے۔ جو چیز ممنوع یا حرام ہے وہ محترم بھی ہوسکتی ہے جیسے خانہ کعبہ کو بیت الحرام کہتے ہیں یعنی جہاں چند چیزیں ممنوع ہیں مثلاً کسی کو قتل کرنا یا مارنا ممنوع یا حرام ہے، لیکن ساتھ ہی بیت الحرام کے معنی حرمت و احترام والے گھر کے بھی ہیں ____ طبو پرستی یا روح پرستی اور بہت سے دوسرے بتوں کی پرستش کے ساتھ ساتھ زمین، آسمان، اور سورج کی پرستش بھی اس دنیا میں رائج رہی ہے۔ تہذیب کے ابتدائی دور میں زمین زرخیزی کی علامت تھی اور قابل احترام و قابل پرستش بھی سمجھی جاتی تھی ____ زمین ماں کی طرح ہے، دھرتی گویا ماتا (ماں) یا ماتا دیوی ہے، جس کی کوکھ سے فصلیں اگتی ہیں۔ ہاں یہ بھی ہے کہ **Mother** اور **Matter** کے الفاظ کا مادہ ایک ہی ہے، اسی طرح **Matter** اور **Nature** بھی تقریباً ہم معنی ہیں ____ یوں مادہ پرستی یا فطرت پرستی کسی نہ کسی رنگ میں دنیا میں رائج رہی ہے ____

زمین یا ماتا دیوی کی پرستش کے ساتھ قدیم عہد میں آفتاب کی پرستش اکثر اقوام میں رائج تھی۔ سمیریا کا شمش، بابل کا مردوخ، مصر کا آمن رع، یونان کا اپالو، ایران کا متھرا (جو بعد میں مہر یعنی آفتاب ہوگیا تھا)، ہندوستان کا متراسب آفتاب دیوتا تھے۔ ہندوستان میں سورج اور چاند دیوتاؤں کی پرستش قدیم زمانے سے رائج ہے۔ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان اسی روایت کے عکاس ہیں۔ ہندوؤں میں چاند دیوتا سوم ناتھ ہے، سوم کے معنی چاند اور ناتھ کے معنی آقا کے ہیں ____ قدیم مصر میں دیوتا پرستی عام تھی اور دیوتا انسانوں کی طرح تمام بشری کمزوریوں کے حامل ہوتے تھے۔ ذرا سی بات پر غصے ہوجاتے تھے اور ذرا سی بات پر خوش، ان کی دشمنی اور دوستی بھی انسانوں کی طرح ہوتی تھی۔ اسی حوالے سے ازیریس یا اوسیرس کا دیومالائی افسانہ بہت مشہور ہے جو یوں ہے:

بادشاہ جہان اوسیرس **Osiris** دیوتا کی بیوی ایزیس یا آئسس **Isis** تھی جو اس کی بہت وفا شعار اور تابع فرمان تھی۔ اوسیرس دیوتا غب **(Geb)** اور دیوی نوت **(Nut)** کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ نوت

Marfat.com

آسمان کی دیوی تھی اور غب زمین کا دیوتا تھا۔ اوسیرس کا بھائی ''ست'' (Seth) یا (Set) اس سے بہت حسد کرتا تھا، ایک دن اس نے سازش کے طور پر ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا۔ اپنے بھائی اوسیرس کو بھی بلایا، کھانے کے بعد اس نے ایک صندوق منگوایا جو اس نے اپنے بھائی اوسیرس کے قد کے برابر بنوایا ہوا تھا اور کہا کہ مہمانوں میں سے جو اس صندوق میں آرام سے لیٹ جائے یہ صندوق اسی کا ہے۔ قرعہ فال اوسیرس کے نام پر نکلا، جونہی وہ صندوق میں لیٹا فوراً ست نے اس کو بند کر کے دریائے نیل میں پھینک دیا۔ اوسیرس کی بیوی آئسس اس کی تلاش میں نکلی، آخر اسے وہ صندوق دریائے نیل سے مل گیا جسے اس نے چھپا کر مصر میں کہیں رکھ دیا۔ ست پھر اس صندوق کو پالیتا ہے اور اوسیرس کے جسم کے بہتر ٹکڑے کر کے وادی نیل میں پھینک دیتا ہے۔ اسی اثنا میں اوسیرس کے ایک بیٹا پیدا ہوتا ہے جس کا نام ہوروس ہے۔ ہوروس اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے اپنے چچا ست کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور اسے گرفتار کر کے اپنی ماں آئسس کے حضور میں پیش کرتا ہے۔ آئسس ست کو معاف کر دیتی ہے۔ ہوروس چند اور دیوتاؤں کی مدد سے اپنے باپ کے وجود کے ٹکڑے اکٹھے کرتا ہے اور انہیں زندگی بخشتا ہے۔ اوسیرس زیر زمین جا کر مُردوں کا دیوتا بن جاتا ہے اور دنیا کی حکومت ہوروس کو بخش دیتا ہے۔ ہوروس سورج دیوتا بھی ہے، سورج کی روشنی کا خزانہ بھی ہے، منبع بھی اور اس کی برکت ہی سے مٹی سے مختلف قسم کے پھل، پھول اور غلات اگتے ہیں۔ ہوروس دیوتا کی دائیں آنکھ سورج ہے اور بائیں آنکھ چاند ہے ______ ست ہوروس سے بہت جلتا تھا خاص طور پر اس کی آنکھوں پر حسد کرتا تھا، اس لئے کبھی کبھی ہوروس کی خوبصورت آنکھوں پر شدید ضرب لگاتا تھا جو خسوف (چاند گرہن) اور کسوف (سورج گرہن) کا سبب بنتی ہے۔ شاہین یا باز کو ہوروس کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ شاید باز یا شاہین مصری قبائل کا طوطم بھی رہ چکا ہو یا اس کی بلند پروازی اس بات کا نشان ہو کہ آسمان سے اس کا رشتہ ہے یا چاند سورج سے اس کا تعلق ہے۔[۳]

قدیم زمانے میں یعنی ۱۳۷۵-۱۳۵۸ ق م میں مصر میں ایک فرعون جس کا نام عامون ہوتب Amon Hotep تھا دوسرے فراعین کے برخلاف خود کو عام انسان سمجھتا تھا اور اس نے قسم قسم کے ہزاروں خداؤں (دیوتاؤں) میں سے ایک خدا آتون Aton کی پرستش کا حکم دیا تھا اور باقی خداؤں کی پرستش ممنوع کر دی تھی، اس نے اپنا لقب اخناتون Akhnaton یا (Akhenaten) یعنی آتون کا دوست اختیار کیا۔ آتون سورج کو کہتے ہیں گویا صرف سورج دیوتا کی پرستش کی جانے لگی۔ اس قدیم دور کا یہ نوجوان بادشاہ بہت نیک دل تھا۔ وہ جنگ کا مخالف تھا اور جنگ کو سب سے بڑا گناہ تصور کرتا تھا۔ اس کا

Marfat.com

مسلک صلح کل تھا۔اس کی عمر نے وفا نہ کی، تیس سال کی عمر میں وفات پا گیا۔اس کے بعد اس کی وحدت پرستی کا نظریہ بھی دم توڑ گیا۔مصر میں پھر بادشاہ پرستی اور دیوتا پرستی شروع ہوگئی۔[4]

اسی طرح سمیریوں اور کلدانیوں کے دیوتا، دیویاں اور بت بھی عام انسانوں کی طرح عشق و محبت بھی کرتے تھے اور جنگ و جدال بھی۔جوانی کا دیوتا تموز Tammuz حسن و عشق کی دیوی عیشتار Ishtar پر عاشق ہو جاتا ہے۔دونوں کی شادی ہو جاتی ہے، عیشتار اپنے شوہر کو زہر دے کر مار دیتی ہے، عیشتار جو کالے جادو اور جنگ کی دیوی بھی ہے اور موت و حیات کی دیوی بھی ہے، ایک اور دیوتا گیلگا میش پر عاشق ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ گیلگا میش اس سے شادی کر لے لیکن گیلگا میش اس ظالم دیوی سے شادی کرنے پر راضی نہیں ہوتا کیونکہ وہ جس سے شادی کرتی ہے اسے مار ڈالتی ہے ____ ایک اور دیوتا انلیل انسانوں سے ناراض ہو جاتا ہے اور انسانوں کی نسل کو نابود کرنے کے لئے ایک شدید طوفانِ آب دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کرتا ہے، ایک اور دیوتا ایا (Ea) جو انسانوں سے ہمدردی رکھتا تھا اس نے یہ بات کہ سخت طوفان آنے والا ہے، ایک انسان اُتنا پشتم (Utnapishtim) کو بتلا دی۔اس نے ایک کشتی بنالی اس میں تمام ضروریات زندگی رکھ لیں اور قسم قسم کے پرندوں اور حیوانات کو بھی ساتھ ہی کشتی میں جگہ دیدی۔جونہی اتنا پشتم (Utnapishtim) کشتی میں سوار ہوا طوفان آب نے تمام دنیا کو گھیر لیا۔سات دن کے بعد یہ طوفان ختم ہوا اور کشتی ایک پہاڑ پر لنگر انداز ہوگئی۔یہ گویا طوفان نوح کی تمثیل ہے۔[5]

مذاہب عالم اور تصور خدا:

عباراتنا شتیٰ وحسنک واحدٌ وکل الی ذاک الجمال یشیر

(ہماری عبارات مختلف ہیں لیکن تیرا حسن ایک ہے اور سب اسی حسن کی جانب اشارہ کر رہے ہیں) یعنی وہ ایک ہے لیکن اس کے نام بہت سے ہیں۔اسے اللہ، خدا، گاڈ (God)، برھما، اہورا مزدا، آسمانی باپ اور یہوا بھی کہا جاتا ہے، وہی ذات باری تعالیٰ ہے، حق ہے، ہست ہے اور ست ہے۔

دین ابراہیمی اور تصور خدا:

دنیا کے قدیم مذاہب میں دین ابراہیمی نے خدائے واحد کا تصور پیش کیا تھا۔حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح سمجھا جاتا ہے۔انہیں ''ابوالانبیا'' کہا جاتا ہے۔ابراہیم عبری یا عبرانی زبان میں ابراھام (Abraham) ہے جس کے معنی مہربان اور عالی قدر باپ کے ہیں۔وہ بہت سے اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کے جد امجد ہیں۔انہوں نے اپنے آبائی دین کے برخلاف جو ستارہ پرستی، بت پرستی پر مبنی تھا یکتا پرستی

Marfat.com

کا مذہب اختیار کیا تھا۔قرآن پاک میں ان کے بت پرستی سے یکتا پرستی تک پہنچنے کے مراحل کو یوں بیان کیا گیا ہے ـــــــ ’’اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کی بادشاہتیں دکھاتے رہے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پس جب اس پر رات چھائی (ابراہیمؑ نے) ایک ستارہ دیکھا تو کہا کہ یہی میرا رب ہے۔ پس جب (ستارہ) چھپ گیا، (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا کہ میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ـــــــ پس جب چاند کو دیکھا کہ چمکنے والا ہے تو کہا یہ میرا رب ہے، پس جب (چاند) چھپ گیا، تو کہا اگر میرا رب میری ہدایت نہ کرتا ہے تو میں ضرور بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے ہو جاؤں ـــــــ پس جب سورج کو دیکھا کہ چمکنے والا ہے، تو کہا یہ میرا رب ہے، یہ بہت بڑا ہے، پس جب (سورج) چھپ گیا، (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا اے میری قوم جن چیزوں کو تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ میں تو اپنا رخ اس کی طرف کر چکا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘[۶] ـــــــ ان مذکورہ آیات مقدسہ میں نہایت فکر انگیز طریقے سے خداوند اقدس نے حق کی جانب حضرت ابراہیمؑ کی فطرت سلیم کے سفر کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ عراق کے کلدانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، یہ قوم بتوں، ستاروں اور سیاروں کی پوجا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کی فطرت سلیم بتوں کو یا ستاروں کو خالق و رازق ماننے کو تیار نہیں تھی کہ یہ بت نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں، یہ کیسے کسی کے خالق و رب ہو سکتے ہیں ـــــــ اس حقیقت کا احساس یا حق کا شعور ہر انسان کی فطرت میں ہے، اس کے لاشعور میں ہے، اسی لئے حدیث میں ہے کہ تمام بچے فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کے والدین انہیں یہودی، عیسائی اور آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ (**کل مولود یولد علی الفطرة فابواہ یھودانه اوینصرانه اویمجسانه**)، حضرت ابراہیمؑ نے اس فطری شعور کو پایا، دل کی اس آواز کو سنا، یوں وہ وحدت حق کی حقیقت تک پہنچ گئے اور شرک سے پاک ہو گئے۔ قرآن پاک نے حضرت ابراہیمؑ کی مثال سے ان انسانوں کو جو کسی نہ کسی رنگ میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں متنبہ کیا ہے اور اس حقیقت کا احساس دلایا ہے کہ جب بھی تم خلوص دل کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو خدائے وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان لاؤ گے کہ اس حقیقت کا شعور ہر فطرت سلیم کا حصہ ہے۔[۷] البتہ جو ذہن زنگ آلود ہیں یا مفادات دنیوی یا خواہشات نفس نے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا ہوا ہے، وہ اس حقیقت کے شعور و احساس سے محروم ہیں۔ جن کو یہ شعور حاصل ہو جاتا ہے وہ ایمان باللہ کی حقیقی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ ان کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا بلکہ تحقیقی ہوتا ہے، سو طمانیت قلب کا موجب بنتا ہے۔ پھر وہ نہ ماں، باپ، بھائی، بہن کے رشتوں کی پروا کرتے ہیں اور نہ نمرود جیسے حکمران وقت

Marfat.com

کے دبدبے اور دھمکیوں سے مرعوب ہوتے ہیں، وہ سچے اور پکے مسلمان ہوتے ہیں۔

یہودی مذہب اور تصور خدا:

یہودیوں کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ ہیں، ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ کا ایک نام اسرائیل بھی تھا، اس لئے یہودیوں کو اسرائیلی بھی کہتے ہیں کہ یہودی ان کی اولاد میں سے ہیں۔ لفظ یہودی یہودا سے ہے، یہودا حضرت یعقوبؑ کے ایک بیٹے کا نام تھا، اس لئے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو اسرائیلی بھی کہتے ہیں اور یہودی بھی۔ یہودیوں کے عبادت خانے کو کنیسہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ روز سبت یعنی ہفتہ کے روز کو متبرک سمجھتے ہیں، سبت کو فارسی میں شنبہ کہتے ہیں جو سبت ہی کی ایک شکل ہے اور جسے اردو میں ہفتہ کہتے ہیں، اس دن یہودی آرام کرتے ہیں اور کوئی کام نہیں کرتے۔ عید سبت کے علاوہ یہودیت میں بہت سی عیدیں ہیں، سب سے بڑی عید عید فصح ہے، جو مارچ اپریل میں منائی جاتی ہے۔ عید فصح کو عید فطیر بھی کہتے ہیں کہ یہودی اس عید پر نان فطیر کھاتے ہیں ـــــــ پہلی صدی عیسوی میں یہودیوں نے اپنے دینی علوم کی حفاظت و ترویج کے لئے ایک دارالعلوم قائم کیا تھا جسے ''مدراش'' کہتے تھے، اسی دارالعلوم میں یہودیوں کے علما نے کتاب ''تلمود'' مرتب کی تھی جو یہودیوں کے دینی اور اخلاقی مطالب پر مشتمل ہے۔

قرون وسطیٰ کے یورپ میں یہودیوں کے لئے لازم تھا کہ یہودی ہونے کی شناخت کے طور پر زرد رنگ کے کپڑے کا ٹکڑا سینے پر لگائیں۔ یہودیوں کو رات کو اپنے گھروں سے نکلنے کی ممانعت تھی، جو باہر نکلتے تھے وہ قتل کر دیئے جاتے، وہ ''گٹو'' (Ghetto) نام کے باڑوں میں رہتے تھے، جن کی بیرونی دیواریں بہت اونچی ہوتی تھیں۔ پہلی صدی عیسوی میں رومیوں نے یروشلم میں یہودی عبادت گاہ کو مسمار کر کے وہاں ''جوپیٹر'' دیوتا کے نام کا معبد تعمیر کر دیا تھا۔ اس قدیم یہودی عبادت خانے کی صرف ایک دیوار باقی ہے جسے ''دیوار گریہ'' کہتے ہیں۔ یہودی سینکڑوں سال سے اس دیوار سے لپٹ کر روتے ہیں اور اپنی قومی بربادی پر آنسو بہاتے ہیں ـــــــ یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات ہے، جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی، یہودی اخلاقی تعلیمات کا خلاصہ احکام عشرہ ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) میں یہواہ (Yahweh) تیرا خدا ہوں، تجھے میں نے مصر کی زمین سے اور غلامی کے گھر سے نجات دی (۲) میرے سوا تیرا کوئی خدا نہیں (۳) اپنے خدا یہواہ کا نام باطل سے مت لے (۴) روز سبت یعنی ہفتہ کو اسے یاد کر (۵) اپنے ماں باپ کا احترام کر (۶) قتل مت کر (۷) زنا مت کر (۸) چوری مت کر (۹) جھوٹی گواہی مت دے (۱۰) ہمسایہ کے گھر کو لالچ کی نظر سے نہ دیکھ۔

Marfat.com

یہودی اپنے علما کو ربی یا ربن کہتے ہیں، یہ لوگ حاخام یا خاخام کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ یہودی خود کو خدا کی پسندیدہ قوم (Chosen People) اور فلسطین کو ارض موعود (Promised Land) کہتے ہیں۔ اسی ارض موعود کے حصول کے لئے اپنی سیاسی تحریک کو صیہونیت (Zionism) کہتے ہیں۔ صیہون (Zion) یروشلم میں ایک ٹیلہ ہے۔ اس کے نام پر یہ تحریک ۱۸۹۷ء میں قائم ہوئی اور ۱۹۴۸ء میں فلسطین میں اسرائیلی ریاست برطانیہ نے عربوں کے ساتھ ناانصافی کر کے قائم کی جس کے بعد سے ظلم وستم اور جنگ وتشدد کا ایک سلسلہ ابھی تک قائم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے توحید کا درس دیا تھا اور ایک خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کی تھی، اس زمانے میں خدا کو ایل یا ایلوھم کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہودیوں نے بت پرستی اختیار کر لی اور بعل بت کو پوجنے لگے، بعل زراعت وزرخیزی کا بت تھا، حضرت موسیٰؑ نے توحید کی دعوت دی اور یہواہ Yahweh کی پرستش کی تلقین کی۔ یہودی خدا کو یہواہ کہتے ہیں۔ یہواہ خدائے واحد ہے، جو صاحب عظمت وجلال وجبروت ہے، یہودیت کے تصور خدا میں ایک مطلق العنان بادشاہ کا تصور جھلکتا ہے۔ ۸

عیسائی مذہب اور تصورِ خدا:

عیسائیت یہودیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ فلسطین کے شہر ناصرہ کے رہنے والے تھے اس لئے انہیں نصرانی کہا جاتا تھا، جس کی جمع نصاریٰ ہے، عیسائی حضرات کو نصاریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ مسیح کے معنی نجات دہندہ کے ہیں۔ یونانی زبان میں اسے کریستوس Christos کہا جاتا ہے۔ مسیحی حضرات کا بنیادی عقیدہ تثلیث ہے۔ یعنی خدا تین ہیں: ایک خدا باپ (اللہ تعالیٰ) دوسرا خدا بیٹا (حضرت عیسیٰؑ) جسے لوگوس یا کلمہ بھی کہتے ہیں، تیسرا خدا روح القدس (جبرائیلؑ) ہے، اس تثلیث کو اقانیم ثلاثہ بھی کہتے ہیں۔ اقانیم اقنوم کی جمع ہے۔ اقنوم سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اصل یا بنیاد کے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ جو اقنوم دوم ہیں یا کلمہ یا لوگوس ہیں ان کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان جو خلا تھا وہ پر ہو گیا۔ عیسائیت میں خدا کا تصور مقدس باپ یا آسمانی باپ کی صورت میں ہے ___ عیسائی حضرات کا بنیادی عقیدہ تثلیث کے علاوہ کفارہ کا تصور ہے یعنی انسان کی پیدائش ہی گناہ کا نتیجہ ہے، یوں اس کی زندگی تمام تر گناہ ہے، جس کا کفارہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی جان دے کر ادا کیا ___ حضرت عیسیٰ مسیحؑ حضرت موسیٰؑ کی طرح صاحب شریعت نہیں، وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے سادہ لفظوں میں نیکی کی تبلیغ وتلقین کرتے تھے۔ وہ خداوند تعالیٰ کو پدر آسمانی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ انسان اس گمراہ بچے کی طرح ہے جس نے باپ کی نافرمانی کر کے اس کی ساری دولت عیش وعشرت میں اڑا دی، پھر وہ گمراہ بیٹا اگر باپ کے پاس آتا ہے تو باپ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا

Marfat.com

ہے اور اسے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے، اسی طرح خدا بھی انسانوں کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتا ہے اگر وہ پشیمان ہو کر توبہ کر لیں تو خدا انہیں معاف کر دیتا ہے اور اپنی پدرانہ محبت کا حقدار بنا دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ محبت عام کا درس دیتے تھے یعنی دوست اور دشمن سب کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔ ان کا قول ہے ''تم نے سنا ہے کہ تورات میں آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت ہے لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بروں کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو تمہارے دائیں رخسار پر تھپڑ مارتا ہے تو تم دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کر دو (انجیل متی باب پنجم آیات ۴۹-۵۰) ___ شروع میں عیسائیت ایک مستقل دین یا مذہب نہیں تھا بلکہ یہودیت ہی کا ایک حصہ یا فرقہ تھا۔ انجیلیں حضرت عیسیٰؑ کے تقریباً ستر سال بعد تحریر ہونا شروع ہوئیں جو ان کے احوال و اقوال و تعلیمات وعقاید پر مشتمل ہیں۔ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ اناجیل تحریف سے مبّرا نہیں۔ تحریر ہونے کے بعد ان میں وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی کی جاتی رہی ہے۔ ویسے بھی عیسائیت پر متھر اازم یعنی سورج پرستی کے بہت اثرات ہیں۔ مہر پرستی یا متھر اازم ایران قدیم میں رائج تھا۔ اس مذہب میں اتوار کے دن کو جو سورج کا دن (Sunday) ہے، مقدس سمجھا جاتا تھا، بعد میں عیسائیت میں بھی مقدس ہو گیا۔ پچیس دسمبر کو سورج کی ولادت کا دن مانا جاتا تھا جسے مہر پرست جشن خورشید عدالت کہتے تھے۔ عیسائیوں کے ہاں یہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کا دن ہے۔ عیسائیت کے بہت سے عقاید مہر پرستی سے ماخوذ ہیں۔ اقانیم ثلاثہ یا تثلیث یعنی تین خداؤں کا تصور بھی بہت حد تک ایک یہودی عالم فیلو کے تصور لوگوس یا کلمہ پر مبنی ہے۔ سینٹ جان کی انجیل کے باب اول کی پہلی آیت میں ہے کہ'' آغاز میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا اور کلمہ خدا تھا''۔ 9

ہندو مذہب اور تصور خدا:

خدا کے متعلق ہندو مذہب میں مختلف عقائد ہیں۔ ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا مقدس ذات کا مالک ہے اور صفات کا بھی۔ بعض کا اعتقاد ہے کہ وہ ایک لامحدود قوت ہے۔ بعض کا عقیدہ ہے کہ خدا اگرچہ بغیر شکل و ہئیت کے ہے لیکن حسب ضرورت مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتا ہے ___ اور کبھی ان جملہ معتقدات کو ملا کر بھی خدا کا تصور کیا جاتا ہے۔ ہندو درختوں کی بھی پوجا کرتے ہیں، جانوروں کی بھی اور ان میں طوطم پرستی بھی رائج ہے۔ ہندوؤں میں بہت سے بت ہیں جن کی پوجا کی جاتی ہے، جیسے اگنی یعنی آگ کی دیوی، کام یعنی عشق کا دیوتا اور لکشمی یعنی دولت کی دیوی وغیرہ ___ ہندو مذہب نہ کسی ایک مخصوص طرز تخیل کا نتیجہ ہے اور نہ کوئی خاص شخص اس کا بانی ہے، یہ مختلف اور متعدد عقاید کا مرکب ہے، جن میں شیومت اور وشنومت زیادہ مشہور ہیں۔ ہندو مذہب میں تین بڑے خدا ہیں جنہیں ثالوث اعظم کہا جاتا ہے اور تری مورتی بھی کہتے ہیں۔ ایک

Marfat.com

برہما ہے جو کائنات کا خالق ہے۔ برہما کے بت میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ ہے جس کے چار ہاتھ ہیں اور چار سر ہیں اور ہنس پر سوار ہے، اس کے ایک ہاتھ میں تلوار، ایک میں کمان، ایک میں مالا اور ایک ہاتھ میں وید مقدس ہے۔ برہما تمام اجسام میں آتما کی شکل میں ہے، آتما (روح) برہما کا ہی روپ ہے جو پرم آتما یا پرماتما ہے۔ اس بات کو اوپنشد میں ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے ـــــ ایک نوجوان کو اس کا باپ ایک نمک کی ڈلی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے پانی میں ڈال دو، باپ اگلے دن اسے کہتا ہے کہ نمک کی ڈلی جو میں نے دی تھی وہ لے کر آؤ۔ بیٹا ناکام رہتا ہے کیونکہ نمک کی ڈلی تو پانی میں گھل گئی تھی، باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ پانی کا پیالہ لاؤ جس میں نمک گھل گیا تھا اور اسے پیالے کی مختلف سمتوں سے پانی پینے کو کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ پانی کیسا ہے؟ وہ ہر بار پانی پی کر کہتا ہے کہ نمکین ہے۔ باپ کہتا ہے کہ بس اسی طرح برہما بھی سنسار میں ہے۔ ہم برہما کو دیکھ نہیں سکتے، ہم اسے محسوس کر سکتے ہیں، وہ آتما (روح) کے روپ میں ہمارے جسم میں ہے، ہم الفاظ میں برہما کو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ الفاظ تو اس کی تخلیق ہیں، جو اس نے ہمیں عطا کیے ہیں۔ برہما تک پہنچنے کے چار راستے ہیں: جنان یعنی علم کے ذریعہ سے، بھگتی یعنی ریاضت کے ذریعہ سے، کرما یعنی عمل کے ذریعہ سے (کرما سے مراد یہ ہے کہ ہم جو بوئیں گے سو کاٹیں گے) دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ سے۔

دوسرا خدا یا دیوتا شیو یعنی خدائے مرگ و ہلاکت کل ہے، اسے مہا دیو بھی کہتے ہیں۔ اس کی تین آنکھیں ہیں۔ گلے میں کھوپڑیوں کی مالا اور سانپ ڈالے ہوئے ہے، شیو کی بیوی پاربتی کوہ نورد (یعنی پہاڑوں پر پھرنے والی) بہت مشہور دیوی ہے، اسی کا نام کالی دیوی ہے، اسی کو درگا بھی کہتے ہیں، وہی اوما بھی کہلاتی ہے۔ شیو کے بیٹوں میں سے ایک گنیش ہے جو اس کی بیوی پاربتی سے پیدا ہوا جس کا جسم تو انسان کا ہے اور سر ہاتھی کا ہے، شیو کا ایک مصاحب خدائے نانڈ ہے جو سفید بیل کی شکل کا ہے۔ یہ دیوتا تمام چارپایوں کا محافظ ہے، زرخیزی کی علامت ہے، گائے بھی ہندو مذہب میں محترم و مقدس ہے اور گاؤ ماتا کہلاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یونانی اور مصری تہذیبوں میں بیل کی پوجا کی جاتی تھی۔ مصری تہذیب کی گاؤ آپیس بھی تاریخ ادیان میں مشہور ہے یہودیوں میں بھی بچھڑے کی پرستش کی روایت تھی۔

تیسرا خدا یا دیوتا وشنو ہے جو خدائے زندگی اور کل کائنات کا محافظ ہے۔ محبت و شفقت کا مظہر ہے۔ وشنو جی دنیا کے ظہور سے پہلے شیش ناگ کے بستر پر لیٹے پانی پر تیرتے رہتے تھے۔ اس حالت میں ان کا نام نارائن ہے یعنی پانی پر تیرنے والا۔ ان کی ناف کنول کے پھول کی طرح ہے۔ برہما جی ان کی ناف سے پیدا ہوئے اور شیو جی ان کی پیشانی سے برآمد ہوئے، دریائے گنگا ان کے پاؤں سے ظاہر ہوئی۔ اس کی بیوی کا نام

Marfat.com

لکشمی دیوی ہے۔ وشنو دیوتا ہندوؤں میں بہت محبوب ہے، اسے ہندو سورج دیوتا کا مظہر جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب زمین پر ایک شیطانی قوت بالی نے قبضہ کرلیا تھا، وشنو ایک پست قد آدمی کی شکل میں بالی دیوی کے پاس آیا اور نہایت عاجزی سے کہا کہ مجھے صرف اتنی زمین دے دو کہ میں اس پر فقط تین قدم تک چل سکوں۔ اس ٹھگنے کو دیکھ کر اس شیطان عظیم کی ہنسی چھوٹ گئی۔ لیکن اس نے اس کی درخواست قبول کرلی۔ فوراً وشنو نے اپنی اصلی حالت میں آ کر دیوتا کا روپ دھارلیا۔ صرف دو قدم چل کر ہی زمین و آسمان کو طے کرلیا۔ زمین انسانوں کو بخش دی اور آسمان دیوتاؤں کو۔ تیسرا قدم نہ اٹھایا کیونکہ صرف دوزخ باقی رہ گئی تھی، وہ اس نے اس شیطان کے لئے چھوڑ دی۔ یوں یہ داستان وشنو کو نجات دہندہ کے طور پر پیش کرتی ہے ــــــ جب دنیا کو ضرورت ہوتی ہے تو وشنو کسی نہ کسی جانور کی صورت میں یا کسی اوتار کی شکل میں دنیا میں آتا ہے، ایک بار وہ رام کی شکل میں آیا تھا اور ایک بار کرشن کی شکل میں ــــــ یوں ہندو مذہب میں برہما واجب الوجود ہے، ایشور خالق ہے اور وشنو حافظ کائنات ہے۔

ہندو مذہب میں انسان کے چار دور ہیں، ایک ابتدائی عمر کا دور جو طالب علمی کا زمانہ ہے، جس میں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات پر حکمرانی حاصل کرے وہ یوں کہ غصے اور خواہشات نفسانی سے پرہیز کرے، اپنے والدین کا احترام کرے۔ دوسرا دور شادی اور گھرداری سے متعلق ہے اور تیسرے دور میں انسان دنیا سے اپنا رشتہ توڑ کر اور گھر کی ذمہ داریاں بچوں کے سپرد کر کے حصول عرفان کے لئے گھر بار چھوڑ دیتا ہے۔ چوتھے دور میں برہما یا خدا سے وصال حاصل کرتا ہے۔

یوگا یا یوگ ہندو مذہب کا ایک اہم رکن ہے، یوگ یوج یعنی پیوستن بہ معنی ملنا، جس سے مراد ہے جز کا کل سے ملنا، لیکن ایک مفسر کا خیال ہے کہ یوگ دراصل Yiyuga ہے جس کے معنی جدائی کے ہیں یعنی جسم کی روح سے جدائی اور بعض کے خیال میں یوگ دراصل فارسی کا یوغ ہے جو انگریزی میں Yoke ہے جس کے معنی جوا ہیں، جوا بیلوں کے کندھوں پر رکھا جاتا ہے یعنی یوگ جوا ہے جو نفس امارہ کی گردن پر لادا جاتا ہے تاکہ وہ مطیع ہو جائے ــــــ یوگ سے روح نہ صرف نفس کے شر سے اور ذہن افکار ناپاک کے شر سے رہائی پالیتا ہے بلکہ انسان، روحِ جہان یا برہما سے وصال حاصل کرلیتا ہے۔ یوگ کی مختلف اقسام ہیں۔ یوگا کے لئے بدنی ورزشیں اور بیٹھنے کے لئے طریقے تقریباً چوراسی ہیں۔

ہندو مذہب میں خدا روح کائنات کی طرح ہے۔ وحدت الوجود بہت حد تک ہندو مذہب کا تشخص ہے۔ ہندو مذہب میں یہ دنیا مایا ہے، خیال ہے، وہم ہے، سب کچھ برہما ہے، جسے وہ یوں کہتے ہیں

Marfat.com

''جگم متھیا برہم ستیا'' یعنی کائنات وہم ہے اور برہما حقیقت ہے۔ لارڈ برٹرینڈ رسل نے کہا تھا کہ خدا کے عدم اور وجود پر تو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن نظریۂ وحدت الوجود کے مہمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے___ نظریۂ وحدت الوجود مہمل ہو یا نہ ہو البتہ وحدت الوجود ہندو مذہب یا ویدانت کے مدرسۂ خیال میں ایک بہت بڑی حقیقت ہے، ہندو دھرم کی تمام مذہبی کتابوں میں خواہ وید یں ہوں یا اوپنشد ہوں یا گیتا ہو اسی حقیقت کا بیان ہے کہ حقیقت ایک ہی ہے جو برہما یا خدا کی ذات ہے، باقی ہر چیز وہم وخیال ہے۔ ویدانت کی تعلیمات کے مطابق اُپاسنا یعنی عبادت میں تو عابد و معبود کا امتیاز باقی رہتا ہے لیکن گیان یعنی معرفت میں عالم و معلوم یا عارف و معروف کا کوئی فرق باقی نہیں رہتا، جب عابد کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ جس برھما کی وہ پرستش کر رہا ہے وہ برھما حقیقت میں خود عابد کی آتما ہے تو اس عابد کو ثمرۂ عبادت مل جاتا ہے اور وہ عارف کامل بن جاتا ہے۔۱۰

بدھ مذہب اور تصورِ خدا:

سدھارتھ گوتم (ولادت ۵۶۰ ق م) بدھ مذہب کے بانی تھے_____ بدھ مذہب میں ہندو مذہب کی طرح تناسخ اور کرما کا تصور موجود ہے، بدھ کی نظر میں انسان کی زندگی تمام تر دکھ ہے۔ اس دکھ اور درد سے رہائی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ نروان حاصل کرلیا جائے۔ نروان کے معنی مکتی، نجات یا رہائی کے ہیں یا چراغ زندگی کے گل ہو جانے کے ہیں۔ انسان اس عالمِ فانی میں ایک بار ہی نہیں آتا بلکہ بہت بار آتا ہے، جیسے اعمال اس کی ایک زندگی میں ہوتے ہیں اس کے موافق اس کے بعد دوسری زندگی میں اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ بار بار دنیا میں آنے اور یہاں سے جانے کا بہت تکلیف دہ ہے۔ ہر سچا بدھسٹ یہ خواہش کرتا ہے کہ یہ سلسلۂ حیات وموت منقطع ہو جائے یعنی نروان حاصل ہو جائے۔ نروان حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان زندگی میں ایسی ریاضت اور نیک کام کرے کہ یہ چراغ حیات، جو بار بار روشن ہوتا ہے اور بجھتا ہے ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے_____ بدھ مذہب میں شادی کرنا بہت بڑا پاپ ہے اور بچے پیدا کرنا سب سے بڑا گناہ، بدھ کے عزیز ترین شاگرد آنند نے ایک روز اپنے استاد سے پوچھا کہ استادِ محترم! خواتین سے کیسا سلوک کیا جائے؟ بدھ نے کہا عورتوں سے مکمل طور پر بچنا چاہیے۔ آنند نے پوچھا اگر اتفاقاً کوئی عورت سامنے آجائے تو پھر کیا کیا جائے؟ بدھ نے جواب دیا کہ اس صورت میں اس سے ہوشیار رہو، اس کے علاوہ اگر عورتوں سے واسطہ پڑ ہی جائے تو اگر وہ بوڑھی ہیں تو انہیں اپنی ماں جانو، اگر جوان ہیں تو انہیں اپنی بہن کی طرح سمجھو۔ بدھ مذہب میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو جنگل میں رہے، بھیک مانگ کر صرف ایک وقت روٹی کھائے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے۔ غرض دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ بدھ مذہب کے ہشتگانہ

Marfat.com

(آٹھ) اخلاقی اصول یہ ہیں،: عقیدۂ پاک، ارادۂ پاک، سخن پاک، رفتار پاک، روزی پاک، جدوجہد پاک، تفکر پاک اور تصور پاک۔

کہتے ہیں کہ سدھارتھ گوتم سے ان کے شاگردوں اور مریدوں نے پوچھا تھا کیا تم خدا ہو؟ کہا نہیں، کیا فرشتے ہو؟ کہا نہیں، کیا ولی ہو؟ کہا نہیں۔ پوچھا پھر تم کون ہو؟ جواب دیا میں بدھ ہوں۔ بدھ کے معنی صاحب عرفان یا مرد بیدار کے ہیں۔ اپنے شاگردوں کے مجمع میں بدھ نے پوچھا تھا ''اے عزیز شاگردو! کیا تم نے میرے قول یا فعل میں کوئی خامی دیکھی''؟ مجمع میں سے ایک چہیتے شاگرد نے کہا ''میرا ایمان ہے کہ آپ جیسا متقی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا'' ــــــ بدھ نے پوچھا کیا تم ماضی کے سارے نیک لوگوں کو جانتے ہو؟ اس نے کہا ''نہیں جناب''۔ اچھا کیا تم آنے والے دور کے سارے نیک لوگوں کو جانتے ہو؟ کہا ''نہیں جناب'' ــــــ کیا تم موجودہ دور کے سارے نیک لوگوں کو جانتے ہو؟ کہا ''نہیں جناب'' ــــــ بدھ نے کہا پھر تم نے ایسا بڑا بول کیوں بولا؟ ــــــ بدھ مذہب میں خدا کا تصور نہیں ہے۔[11]

جین مذہب اور تصور خدا:

جین مذہب بھی ہندو مذہب کی ایک شاخ ہی ہے۔ لفظ جین جینا سے مشتق ہے جس کے معنی فتح کے ہیں یعنی ہوا و ہوس پر فتح پانا۔ جین مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ آفتاب حقیقت کو دیکھنے کے لئے آدمی کو چاہیے پہلے اپنے باطن کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرے تاکہ روح کی روشنی دوپہر کے سورج کی طرح چمک اٹھے اور چیزوں کو جیسا کہ وہ ہیں نمایاں کر دے۔ جین مذہب کے مفکرین کی نظر میں یہ دنیا دکھ اور درد کا گھر ہے۔ متقی انسان کم کھاتا ہے، کم پیتا ہے اور کم سوتا ہے ــــــ جین مذہب خدا کا تصور نہیں رکھتا۔

سکھ مذہب اور تصور خدا:

سکھ مذہب بہت حد تک مذہبِ اسلام اور ہندو مذہب کے عقائد کا مرکب ہے۔ اگرچہ سکھ حضرات کا دعویٰ ہے کہ سکھ مذہب ایک مستقل دین ہے۔ سکھ مذہب کے بانی گورو نانک ہیں جو ۱۴۶۹ء میں قصبہ تلونڈی میں پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان کا تعلق کھتری خاندان سے تھا، انکے والد کاشتکاری کرتے تھے، وہ نہایت نیک اور پارسا تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے نانک کو بہت اچھی اور اعلیٰ تربیت دی تھی۔ نانک جی کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ جوان کی صورت میں بوڑھے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ دھیان گیان میں لگے رہتے تھے اور دنیاوی معاملات سے کوئی رغبت نہیں رکھتے تھے، بعد میں نانک کہیں ملازم بھی ہو گئے، ملازمت کے دوران دن میں اپنے فرائض نہایت دیانتداری سے انجام دیتے تھے اور رات کو خدا کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے

Marfat.com

تھے۔ آہستہ آہستہ روحانی مدارج میں ترقی کرتے رہے اور ایک روز صبح غسل کرنے کے بعد جنگل میں چلے گئے اور کئی دن وہیں رہے، کہتے ہیں کہ وہ وہاں روحانی مکاشفہ سے بہرہ ور ہوئے ____ گورونانک جی مدتوں سفر میں رہے۔ ہندوستان کے تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کی، ساتھ ہی لوگوں کو وحدانیت کی تعلیم بھی دی۔ گورونانک جی نے حاجیوں کا لباس پہن کر سجادۂ نماز کاندھے پر ڈال کر پیالہ اور لوٹا ایک ہاتھ میں اور ایک ہاتھ میں عصا لے کر پاپیادہ حج کیا تھا۔ جب وہ مکہ میں پہنچے تو تھک کر چور ہو گئے تھے، خانۂ کعبہ میں کعبہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹ گئے، ایک خادم کعبہ نے اعتراض کیا کہ خدا کی طرف پاؤں کر کے لیٹے ہو! تو انہوں نے خادم سے کہا کہ میرے پاؤں اس طرف کردو جدھر خدا نہ ہو۔ کعبہ کی زیارت کے بعد گورونانک جی مدینہ شریف تشریف لے گئے، روضۂ پاک کی زیارت کے بعد بغداد گئے۔ گورونانک کا لباس مسلمانوں کی طرح خرقہ اور قلندرانہ ٹوپی پر مشتمل تھا اور ساتھ ہی پیشانی پر قشقہ بھی لگاتے تھے، ان کی زندگی گویا ہندو اور مسلم دونوں مذاہب کے امتزاج کا نمونہ تھی۔ سفر سے واپس آ کر اپنے وطن میں قیام کیا اور ۱۵۳۸ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا، کہتے ہیں کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں میں جھگڑا کھڑا ہو گیا، ہر گروہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے عقائد کے مطابق ان کی آخری رسومات ادا کرے، مسلمان چاہتے تھے کہ ان کو اسلام کے طریقہ کے مطابق دفن کریں، ہندو چاہتے تھے کہ ان کے جسدِ خاکی کو اپنی رسومات کے مطابق چتا میں جلادیں، سب گروہ گورونانک جی کے پاس گئے اور ان سے چاہا کہ وہ خود اس بارے میں فیصلہ کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ چند پھول لے کر آ ؤ جنہیں ہندو میرے جسم کی دائیں جانب اور مسلمان میرے جسم کی بائیں طرف رکھدیں۔ اگلے روز صبح کو دیکھیں جس طرف کے پھول تازہ ہوں میرا جسم اسی گروہ کا ہوگا۔ یہ کہا سفید کفن پہنا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ اگلی صبح کو جب سب لوگ آئے تو کفن کھول کر دیکھا تو دونوں طرف کے پھول تازہ وشگفتہ تھے لیکن گورونانک جی کا جسم غائب تھا۔

گورونانک جی کے جانشین یا خلیفہ کو گورو کہتے ہیں، پانچویں گورو ارجن (۱۵۸۱-۱۶۰۶ء) نے امرتسر میں ایک جھیل میں سونے کا ٹمپل (عبادت خانہ یعنی گردوارہ) بنایا اور سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب مرتب کی، اس کتاب میں گورونانک جی کے کلمات اور کبیر اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کے اشعار و اقوال ہیں ____ سکھ مذہب میں پانچ چیزیں جو حرف کاف سے شروع ہوتی ہیں متبرک سمجھی جاتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) کیس یعنی سر اور داڑھی کے بال نہ منڈوانا (۲) کنگھا (۳) کچھا (۴) کڑا (۵) کرپان

سکھ اپنے آپ کو سنگھ کہتے ہیں ____ سنگھ کے معنی شیر کے ہیں۔ سکھ خالصہ بھی کہلاتے ہیں،

Marfat.com

خالصہ کے معنی پاک کے ہیں۔

گورونانک جی کی کتاب ''جپ جی'' (یعنی ذکر حق تعالیٰ) میں خالص وحدانیت کا درس ہے۔

گورونانک جی اپنی کتاب جپ جی میں کہتے ہیں۔

کر کر دیکھے سرجن ھار نانک سچے کی سچی کار

خالق کائنات اس کائنات کو بنا سنوار رہا ہے اور سچے کے کام سچے ہیں۔

ایہ انت نہ جانے کوئے بُہتا کہے بُہتا ہوئے

اس کی عظمتوں کی انتہا کو کوئی نہیں جانتا لوگ جتنا اس کی عظمت کو بیان کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ ہے یعنی زبان اس کی عظمتوں کے بیان سے عاجز ہے۔

وڈا صاحب اونچا تھاؤں اونچے اوپر اونچا ناؤں

اس خدائے برحق کا مقام بھی بلند ہے اور نام بھی بلند ہے بلکہ بلند سے بلند تر ہے۔

کِو سچیاں راں ہوئیے کِوکوڑے مٹے پال

حکم رضائیں چلنا نانک لکھیا نال

کیسے ہم سچے بنیں کیسے پال یعنی پردہ ٹوٹے پس حکم حق پر چلنا چاہیے یہی نانک نے لکھا ہے۔

ساچا صاحب ساچ نائے بھاکھیا بھاؤ آپار

(نائے۔نام، بھاکھیا۔زبان، بھاؤ، محبت یا تعریف، آپار، بے شمار) خدا برحق ہے، سچ ہے اور سچا ہی اس کا نام ہے، بیشمار زبانوں میں اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

آکھیہ منگھ دیھ دیھ دات کرے داتار

سب لوگ مانگتے ہیں دے دے کہتے ہیں داتار (بخشش کرنے والا) دات (بخشش) کرتا ہے۔

قدرت کون کہاں ویچار واریاں نہ جاواں ایک وار

میں اس پاک ذات خدا کی کون سی قدرت کو ویچار (خیال) میں لاؤں، میں تو ایک بار بھی اس پر قربان ہونے کے لائق نہیں ہوں۔

جوتدھ بھاوے سائی بھلی کار تو سدا سلامت نرنکار

جو تجھے (تدھ) پسند آوے وہی کام اچھا ہے تو ہمیشہ قائم رہنے والا اور سلامت رہنے والا ہے۔

بُہتا کرم لکھیا نہ جائے وڈا داتا تل نہ تمائے

Marfat.com

اس کے کرم کولکھانہیں جاسکتاوہ بڑا(وڈا) سخی (داتا) ہے اس کوتل برابر لالچ یا طمع (تمائے) نہیں۔

جو تس بھاوے سوئی کرسی حکم نہ کرنا جائی

جو تجھے پسند ہوتو وہی کرتا ہے۔اس پر کوئی اور حکم نہیں کرسکتا۔

سو پاتشاہ شاہاں پت صاحب نانک رہن رضائی

وہ سچا بادشاہ، بادشاہوں کا بادشاہ ہے سب کا صاحب ہے،اے نانک اس کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔

حکمی ہوون آکار حکم نہ کہیا جائ

(آکار کے معنی جسم یا وجود کے ہیں) یعنی ہر چیز حکم خدا ہی سے وجود میں آتی ہے لیکن اس کے حکم کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حکمی ہوون جیو حکم ملے وڈیائی

(جیو یعنی روح) یعنی اس کے حکم ہی سے زندگی ملتی ہے اور اس کے حکم ہی سے عظمت اور بڑائی ملتی ہے۔

حکمے اندر سب کو باہر حکم نہ کوئے

نانک حکمے جے بجھے تا ہوں میں کہے نہ کوئے

(ہوں میں یا میں ہوں یعنی گھمنڈ، غرور) ہر چیز اس کے حکم کے اندر ہے،اس کے حکم سے باہر کوئی نہیں۔جو شخص خدا کے حکم کو بوجھ لے اور پہچان لے وہ غرور تکبر نہیں کرتا،اور کبھی ''میں'' کی رٹ نہیں لگاتا۔[12]

زرتشتی مذہب اور تصورِ خدا:

زرتشت کے عہد کے بارے میں اختلاف ہے،اغلب خیال یہی ہے کہ وہ گیارہ سو سال قبل مسیح پیدا ہوئے تھے۔دین زرتشت کے اخلاق کی بنیاد تین نکات پر ہے: ہوخت، ہورشت، ہومت یعنی گفتار نیک، کردار نیک، پندار نیک ______ دین زرتشتی میں سات خاص فرشتے ہیں، جو ہر وقت اہورا مزدا (خدا) کی خدمت میں رہتے ہیں جن کے ذریعے سے اہورا مزدا اس کائنات کا نظام چلاتا ہے،ان خاص فرشتوں کے ماتحت اور بہت سے معاون فرشتے ہیں جنہیں یزت کہتے ہیں یہی یزت بعد میں یزد ہوا پھر ایزد اور یزدان ہو گیا،اسی طرح اہرمن (شیطان) کے چھ کارکن ہیں جنہیں کماریکان کہتے ہیں جو دنیا میں شر و فساد پھیلاتے ہیں۔ان کے بہت سے مددگار ہیں جو دیو یا شیطان کہلاتے ہیں جیسے دیو مرگ، دیو تاریکی، دیو بدبختی وغیرہ۔ دیو کے معنی ایران میں شیطان کے ہیں جبکہ ہندوستان میں دیوتا کی شکل میں خدا کے معنی لئے ہوئے ہے۔

زرتشتی مذہب میں روح فانی نہیں،مرنے کے بعد پل چینوت یعنی پل صراط (جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے) پر پہنچتی ہے جہاں تین فرشتے میزان لئے بیٹھے ہوتے ہیں، پہلے اعمال کو تولا

Marfat.com

جاتا ہے پھر پل صراط سے گزرنا ہوتا ہے، نیک روحیں اس پل کو آسانی سے طے کر کے جنت میں پہنچ جاتی ہیں، بدروحیں جہنم میں گر جاتی ہیں اور وہ روحیں جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوتی ہیں، انہیں ہمستکان یعنی اعراف یا برزخ میں رہنا اور قیامت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ قیامت کے روز اہورا مزدا (خدا) اور اہرمن (شیطان) کی آخری جنگ ہوگی جس میں اہورا مزدا کو اہرمن پر فتح حاصل ہوگی۔

زرتشت کی الہامی کتاب کا نام اَوستا ہے جس کے پانچ حصے ہیں۔ یسنا، ویسپرد، وندیداد، یشت، خوردہ اوستا ______ اوستا کی تفسیر کا نام ژند ہے، بعد میں جب ژند کی تفسیر کی گئی تو اس کا نام پاژند رکھا گیا۔ اوستا کے قدیم ترین اور متبرک ترین حصہ کا نام گاتھا ہے، یہ حصہ نثر موزوں ہے جو یسنا میں شامل ہے اور جسے زرتشت کی اپنی تصنیف سمجھا جاتا ہے۔ گاتھا وہی لفظ ہے جس نے ہندوستان میں کتھا کی صورت اختیار کی اور گیت اور گیتا کی صورت میں بھی موجود ہے۔

آگ دین زرتشتی میں بہت مقدس ہے، زرتشتی اسے خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں، اس کا شعلہ فروغ وجلال خداوندی کی یاد تازہ کرتا ہے، آگ کے دیوتا آذرایزد کو اوستا میں اہورا مزدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ دین زرتشتی میں آگ کی پانچ قسمیں ہیں۔ عام آگ جو آتشکدوں میں روشن ہے، وہ آگ جو انسانی جسم میں حرارت غریزی کی شکل میں موجود ہے، وہ حرارت جو نباتات میں پنہاں ہے، برق یعنی آسمانی بجلی، وہ آگ جو عرش پر اہورا مزدا کے حضور روشن ہے ______ آگ کی طرح مٹی اور پانی بھی مقدس سمجھے جاتے ہیں، ان کو آلودہ کرنا گناہ تصور کیا جاتا ہے، اسی بنا پر زرتشتی عموماً اپنے مُردوں کو زمین میں دفن نہیں کرتے کہ مٹی آلودہ نہ ہو جائے۔ زرتشتی اپنے مُردوں کو رکھنے کے لئے کسی اونچے ٹیلے پر برج بناتے تھے، جسے دخمہ یا برج خاموشاں کہتے ہیں۔ مُردے ان برجوں میں کھلی فضا میں رکھے جاتے تھے، جہاں چیلیں اور گدھ ان مُردوں کی لاشوں کو کھا جاتے تھے۔ اگر مُردے کو دفن کرتے تو لاش کو موم مل دیتے تھے تاکہ موم خاک مقدس اور لاش میں حائل ہو جائے۔ پانی صرف پینے اور پودوں کی آبیاری کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس سے منہ تک نہیں دھوتے تھے کہ پانی آلودہ نہ ہو جائے، پانی سے زیادہ پاک و مطہر صرف گائے کے پیشاب کو سمجھا جاتا تھا ______ زرتشتیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہر ہزار سال کے آخر میں زرتشت کی اولاد میں سے ایک غیر معمولی اوصاف کا حامل نجات دہندہ پیدا ہوگا، جب آخری نجات دہندہ جسے وہ سوشیانس یا سوشیانت یعنی منجی موعود کہتے تھے، پیدا ہوگا تو خیر وشر میں آخری اور فیصلہ کن جنگ ہوگی۔ ایک دم دار ستارہ جس کا نام گوچہر ہے زمین پر گرے گا جس سے ایسی آگ لگے گی کہ فولاد تک پانی کی طرح پگھل جائے گا۔ سب لوگوں کو اس سیلاب سے گزرنا ہوگا، جو

Marfat.com

نیک لوگ ہوں گے وہ اس سیلاب سے بہ آسانی گزر جائیں گے۔ اس امتحان سے گزر کر لوگ بہشت میں داخل ہوں گے ـــــــ دین زرتشتی میں جانور کی قربانی دینے کا رواج تھا، قربانی کے جانور کو آراستہ پیراستہ کیا جاتا تھا۔ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے دعائیں پڑھتے تھے اور قربانی کا گوشت اپنے مصرف میں لاتے تھے ـــــــ دین زرتشتی میں کمر پر ایک رسی جو سفید بھیڑ کی اون کے ۷۲ تاروں سے بٹی ہوئی ہوتی ہے، جنیو کی طرح باندھتے ہیں جسے کُستی یا کُشتی کہتے ہیں، کُشتی کے معنی پہلوی زبان میں کمر بند کے ہیں، کُشتی زور آزمائی کے معنوں میں اسی سے بنی ہے کہ اس میں پہلوان کُشتی کی طرح ایک لنگوٹی باندھتے ہیں۔ زرتشت توحید پرست تھا اس کے مذہب میں اھورا مزدا خدائے وحدہ، لاشریک ہے، خالق کائنات ہے اور علیم و بصیر ہے۔ بعد میں زرتشتی مذہب میں ثنویت یعنی دو خداؤں کا عقیدہ رائج ہو گیا، ایک اھورامزدا جو نورالانوار ہے اور ایک اہرمن جو تمام تر تاریکی ہے۔[۱۳]

دیصانی مذہب اور تصورِ خدا:

اس مذہب کا بانی بردیصان یا ابن دیصان (۲۲۲-۱۵۴ء) تھا۔ بر کے معنی سریانی زبان میں ابن (بیٹے) کے ہیں اس لئے ابن دیصان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن دیصان حکیم و شاعر و اختر شناس اور مورخ تھا۔ اس نے اپنے مذہب کی بنیاد زرتشتی اور مسیحی مذہب کے عقاید پر رکھی تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ نور فاعل خیر ہے اور بااختیار ہے اور ظلمت فاعل شر ہے اور بااضطرار ہے۔ نیکی، فائدہ اور خوشبو کو نور اور بدی، نقصان اور بدبو کو تاریکی وجود میں لاتی ہے۔ نور زندہ، دانا، توانا اور حساس ہے، زندگی اسی سے وجود میں آئی ہے۔ ظلمت یا تاریکی مردہ ہے، نادان ہے اور بے حرکت ہے ـــــــ بردیصان شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کو مستحسن سمجھتا تھا چونکہ اس طریقے سے نئی روحیں وجود میں آتی ہیں اور نور پیدا ہوتا ہے۔ بردیصان کا عقیدہ تھا کہ عورت نور ہے اور مرد تاریکی (اندھیرا) ہے، یوں گویا اس مذہب میں عورت کو مرد سے برتر سمجھا جاتا تھا ـــــــ

بردیصانی مذہب ثنویت یعنی دو خداؤں کے عقیدہ پر مبنی ہے: ایک خدائے خیر اور دوسرا خدائے شر ہے۔[۱۴]

مذہب مانویت اور تصور خدا:

اس مذہب کا بانی مانی ہے، یہ ہمدان (ایران) کا رہنے والا تھا، مانی کے معنی قائم رہنے والے کے ہیں۔ اس کے باپ نے اس کا یہ نام اس نیت سے رکھا تھا کہ رہتی دنیا تک اس کے بیٹے کا نام روشن و قائم رہے۔ مانی نے ۲۲۸ء یا ۲۲۹ء میں اپنے آبائی مذہب دین مندائیاں جسے دین مغتسلہ بھی کہا جاتا ہے ترک کر کے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور مذہب مانی کی تبلیغ شروع کی۔ ۲۷۷ء میں بہرام اول شہنشاہ ایران کے حکم سے قتل

Marfat.com

کر دیا گیا۔ مذہب مانی دین عیسوی، دین زردشتی اور بدھ مذہب کے عقائد کا مجموعہ ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ خیر و شر یا نور و ظلمت دونوں قدیم ہیں اور قائم بالذات ہیں، انسان بھی خیر و شر کا مجموعہ ہے لیکن شر زیادہ زور آور ہے خیر یا نور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے علاج یہ ہے کہ شادی کی جائے اور نہ اولاد پیدا کی جائے تاکہ شر پیدا نہ ہو اور شر فروغ نہ پائے ______ مانی کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ کوئی اور شخص قتل ہوا تھا۔ مانی کے ماننے والے موسیقی اور نغمات کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ سورج یا چاند کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے اور مہینہ میں سات دن روزے رکھتے تھے، اتوار کے دن کو مقدس مانتے تھے۔ اسلام میں مانی اور مزدک کے ماننے والوں کو زندیق کہا جاتا تھا۔ زندیق دراصل زندیک کا معرب ہے جس کے معنی پہلوی زبان میں اس شخص کے ہیں جو زرتشتیوں کی اوستا یا ژند کتاب کی تفسیر کر سکتا ہو۔ مانی اور مزدک، زردشتی عقائد کے حوالے سے اپنے عقائد کی تفسیر و تاویل کرتے تھے، اس لئے ان کو زندیک یا اہل تاویل کہا جاتا تھا۔ مانی کا مذہب ثنویت یعنی دو خداؤں کے عقیدے پر مبنی ہے یعنی خدائے خیر اور خدائے شر یا خدائے نور اور خدائے ظلمت (تاریکی)۔ ۱۵؎

مذہبِ مزدکیت اور تصورِ خدا:

مزدکیت مانویوں کا ایک فرقہ ہے، مزدک پسر بامداد ایران کا رہنے والا تھا اور مانی مذہب کا پیروکار تھا۔ پانچویں صدی کے آخر میں اور چھٹی صدی کے شروع میں ایران میں سخت قحط پڑا۔ قحط زدہ عوام نے مزدک کے ذریعہ بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ عوام کی مدد کی جائے۔ ایرانی بادشاہ قباد چاہتا تھا کہ معاشرتی اور معاشی اصلاحات لائے لیکن مذہبی طبقہ اور اشرافیہ کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ مزدک اشتراکی ذہن رکھتا تھا۔ اس کی نظر میں زمین، پانی اور ہوا خدا کی ملکیت ہیں اور سارے انسانوں میں مشترک ہیں۔ اس لئے ان چیزوں سے سارے انسان برابر بہرہ مند ہوں۔ اسی طرح دولت اور عورت کو بھی زمین اور آب و ہوا کی طرح لوگوں میں مشترک ہونا چاہیے ______ ان نظریات میں وہ نہ صرف افلاطون کا ہم خیال تھا بلکہ گوماتا، جس نے مزدک سے تقریباً ایک ہزار سال قبل ۵۲۲ ق م میں کمبوجیہ پسر کوروش کے خلاف بغاوت کی تھی اور جو ایسے ہی اشتراکی نظریات رکھتا تھا، اس سے بھی متفق تھا۔ گوماتا کو ۵۲۲ ق م میں دارا نے قتل کر دیا تھا ______ مشہور مورخ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ گوماتا کے قتل پر ایشیا کے تمام لوگوں نے سوائے پارسیوں کے ایک مدت تک ماتم کیا تھا ______ مزدک گوشت کھانے اور شادی کرنے سے منع کرتا تھا، یہ دونوں چیزیں اس کی نظر میں حرام تھیں۔ مزدک ثنویت کا قائل تھا یعنی نور و ظلمت کو قایم بالذات سمجھتا تھا، یوں وہ دو خداؤں کا عقیدہ رکھتا

Marfat.com

تھا۔١٦

زروانی مذہب اور تصور خدا:

زروانی مذہب ایران میں رائج رہا ہے اس مذہب میں خدا صرف ایک ہے اور وہ زمانہ ہے جسے وہ زروان اکران یعنی زمان بیکران کہتے تھے، جو ازل و ابد پر محیط ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمانہ یا زمان بھی خود زروان سے مشتق ہے، اور ازل و ابد بھی قدیم ایرانی پہلوی سے مشتق ہیں۔ ازل پہلوی لفظ Asar یعنی بغیر سر کے اور ابد پہلوی لفظ A pad یعنی بغیر پاؤں کے سے مشتق کہا جاتا ہے (اور ہوسکتا ہے کہ عربی کا لفظ عصر زمانے کے معنوں میں پہلوی لفظ Asar (اسر) کی ہی ایک صورت ہو)_____ زروانی مذہب کے لوگ دہریے تھے۔ زروان کے بارے میں ایک دلچسپ اسطورہ (داستان) ہے جو یوں ہے:

کائنات کے آغاز میں کوئی چیز نہیں تھی، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، صرف زروان نامی ایک وجود تھا۔ زروان چاہتا تھا کہ اس کے بیٹا پیدا ہو، اس نے اس خواہش کے حصول کے لئے بہت سا صدقہ دیا، ایک ہزار سال تک وہ صدقات دیتا رہا، جب اس کے بچہ پیدا نہ ہوا تو اسے اپنی قربانیوں یا صدقات کے موثر ہونے میں شک لاحق ہو گیا۔ جب وہ اس خیال میں محو تھا تو اس کے پیٹ میں ہرمزد اور اہرمن پیدا ہو گئے_____ ہرمزد اس کے صدقات کے نتیجہ میں اور اہرمن اس کے شک کے نتیجہ میں پیدا ہو_____ جب زروان کو اپنے حمل سے آگاہی ہوئی تو اس نے دل میں کہا کہ ان دونوں بیٹوں میں سے جو پہلے آئے گا میں اس کو دنیا کی بادشاہی دونگا۔ ہرمزد جسے ہر چیز کا علم تھا گویا وہ علیم تھا اس نے اپنے بھائی اہرمن کو اپنے باپ کے خیال سے آگاہ کر دیا۔ اہرمن مکار اور بدطینت تھا وہ پیش دستی کر کے باپ کے پیٹ کو چیر کر باہر آ گیا۔ زروان نے جب اسے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا بیٹا اہرمن ہوں۔ زروان نے کہا میرا بیٹا تو چاند جیسا چمکدار چہرہ اور گلاب کے پھول کی طرح خوشبو رکھتا ہے تو کالا کلوٹا اور بدبو کا بھرا ہے۔ کچھ دیر بعد ہرمزد نے بھی اپنے نورانی پیکر اور دلپذیر خوشبو کے ساتھ ولادت پالی اور باپ کے سامنے پیش ہو گیا، جونہی زروان نے اسے دیکھا تو وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ وہی بیٹا ہے جس کے لئے اس نے صدقات دیئے تھے۔ اس نے ہرمزد کو پیار کیا، اس کی تعریف و تعظیم کی۔ اسی وقت اہرمن بھی زروان کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ ابا جان آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوگا اور آپ کے حضور میں آئے گا اسے دنیا کی بادشاہی ملے گی۔ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ زروان یہ سن کر لاجواب ہو گیا اور بولا اچھا اے پلید میں تجھے نو ہزار سال کے لئے دنیا کی

Marfat.com

بادشاہی عطا کرتا ہوں، اس کے بعد ہرمزد سارے جہان پر اور تجھ پر ہمیشہ کے لئے حکمرانی کرے گا۔ ۱۷

گنوسی (نوسی) مذہب اور تصور خدا:

یہ مذہب حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کے ساتھ ہی پیدا ہوا تھا یعنی پہلی صدی عیسوی میں گنوسیس یا نوسس (Gnosis) یونانی لفظ ہے جس کے معنی عرفان و معرفت اور دانش کے ہیں۔ یونانی زبان میں اس کے پیروکاروں کو نوستیک کہتے ہیں جس کے معنی ارباب معرفت کے ہیں۔ اس مذہب کے ماننے والے حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار تھے اور انہیں منجّی بشر سمجھتے تھے۔ اس فرقہ کی نظر میں مسیح علیہ السلام جسمانی نہیں تھے بلکہ کلمہ، نیم خدا اور عقل انسانی تھے۔ اس مذہب میں جسم انسان پلید و ناپاک ہے۔ حصول عرفان کے لئے انسان کو چاہیے کہ خواہش نفس کو بالکل ختم کر دے، ریاضت و نفس کشی اختیار کرے، گوشت کھانے اور شادی کرنے سے پرہیز کرے ــــــ اس مذہب کے عقاید کے مطابق سانپ نے عرفان و دانائی کے درخت تک آدم و حوا کی رہبری کی تھی اور یہ سانپ وجود خیر و سودمند تھا، اسے خبیث نہیں کہنا چاہیے ــــــ یہ لوگ حروف اور اعداد کے اسرار کے قائل تھے۔ ان کی نظر میں اعداد اور حروف کے اپنے خواص اور اثرات ہیں۔ ایران کے دو فرقے نقطویان اور حروفیان شائد انہی کے بازماندگان میں سے ہیں ــــــ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے شیطان کو اس جہان سے نکال دیا اور اسے آگ کی زنجیروں میں قید کر دیا ہے لیکن آخر زمانہ میں ایک ناپاک عورت سے پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰؑ کی دشمن ہے، اس نومولود کا نام دجّال رکھا جائے گا، وہ انسانوں کو برائی اور تباہی کی طرف لے جائے گا، آخرکار حضرت عیسیٰؑ ظہور کریں گے اور دجّال پر فتح پائیں گے ــــــ اس مذہب کے اکثر فرقے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے، ان کے خیال میں حضرت مسیحؑ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ یہودیوں کو دھوکا ہو گیا تھا۔ وہ بہت دنوں تک زندہ رہے۔ (حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب نہ ہونے کا ذکر قرآن میں بھی ہے)۔ اس مذہب کے ماننے والوں کو صائبین بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ان کا ذکر اسی نام سے آیا ہے ــــ ان کی نظر میں وجود کی اصل خیر و شر پر ہے۔ اسی خیر و شر کی آمیزش سے انسان اس جہان میں آیا، یوں انسان اپنی اصل سے جو خیر محض ہے دور ہو گیا۔ چونکہ انسان اپنی آسمانی اصل سے ناواقف ہے، اس لئے حیران و پریشان ہے، صرف نوسیس یا عرفان و معرفت کے ذریعہ اپنی اصل سے آگاہ ہو سکتا ہے جو تمام تر خیر ہے اور اس اصل سے وصل کی جستجو اور کوشش کر سکتا ہے، یہ تصور ہمارے تصوف اسلامی میں بھی ہے جیسا کہ مولوی رومی کا شعر ہے:

بشنو از نی چون شکایت می کند   وز جدائی ہا حکایت می کند

Marfat.com

ہر کسی کو دور ماند از اصلِ خویش — باز جوید روزگار وصلِ خویش

یعنی روح جو نے یا بانسری کی طرح ہے وہ اپنی اصل (اپنے نے کے جنگل) سے جدا ہو گئی ہے، اس لئے فریاد بہ لب ہے اور چاہتی ہے پھر اپنی اصل پاک کی جانب لوٹ جائے۔ یا اصل پاک سے وصل حاصل کر لے، اس مذہب کے ماننے والے وجود کی اصل خیر و شر یعنی دوئی پر مبنی ہونے کے عقیدے کے باوجود خدائے لم یزل پر ایمان رکھتے ہیں جو واحد ہے۔ یہ لوگ حقیقت کو واحد سمجھتے ہیں اور اسے ہی تمام موجودات کی اصل جانتے ہیں۔ ۱۸

کنفیوشس کا مذہب اور تصور خدا:

کنفیوشس (قرن ششم ق م) چینی کنفیوشسی مذہب کا پیشوا ہے۔ اس مذہب کی بنیاد زیادہ تر اخلاقی تعلیمات پر ہے۔ کنفیوشس کے مذہبی نظریہ کی بنیاد فرائض کی انجام دہی پر استوار ہوئی ہے، وہ کہتا ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح جانے اور انہیں صحیح طریقے سے سر انجام دے۔ کنفیوشس کی تعلیمات میں ایک لفظ jen ہے جو اعلیٰ اخلاق کی بنیاد ہے جس کے معنی وہ محبت ہے جس میں احسان، مروت، تقوٰی، مہربانی کے معانی شامل ہیں۔ گویا ''جن'' کے معنی انسانیت کے ہیں ___ کنفیوشس ''جن'' کے لفظ کے معنی یوں بیان کرتا ہے کہ لفظ ''جن'' پانچ معانی پر مشتمل ہے اور وہ ہیں: احترام، اخلاص، شوق، مہربانی، طبع بلند، جو انسان دوسروں کا احترام کرتا ہے وہ اپنے آپ کو محترم بناتا ہے اور اخلاص کے وسیلے سے انسان سب کا معتمد بن جاتا ہے اور شوق کی وجہ سے انسان اپنے کاموں میں کامیاب ہو جاتا ہے اور مہربانی کے ذریعے سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ دوسروں پر حکمرانی کرے اور بلند طبعی کے وسیلے سے انسان دوسروں کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ کنفیوشس کی نظر میں (سقراط کی طرح) انسان کے لئے مطالعے کے قابل ایک ہی موضوع ہے اور وہ ہے خود انسان۔ کنفیوشس کہتا ہے کہ دل میں سچائی ہوگی تو کردار بھی خوبصورت ہوگا۔ کردار میں خوبصورتی ہوگی تو گھر میں ہم آہنگی پائی جائے گی۔ گھر میں ہم آہنگی ہونے سے قوم میں ہم آہنگی ہوگی۔ قوم میں ہم آہنگی ہونے سے پوری دنیا میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی ___ کنفیوشس سے جب ایک حکمران نے پوچھا کہ کیا بُرے لوگوں کو قتل کر دینا درست ہوگا؟ تو اس نے جواب دیا کہ تمہاری حکومت میں سزائے موت دینے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی ہے؟ اگر تم خود اعلیٰ اخلاق پر عمل کرو تو عوام بھی با اخلاق ہو جائیں گے، حکمران کا کردار ہوا کی طرح ہے اور لوگ گھاس کی طرح ہیں، ہوا چلنے پر گھاس جھک جاتی ہے ___ اخلاقیات کی زمین تیار کئے بغیر کوئی حکومت نظم و تنظیم قائم کرنے کے لئے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، بدنظمی اور ظلم و تشدد موجود رہیں گے، کنفیوشس نے اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر تم سیاسی قوت کے ساتھ لوگوں کی قیادت

Marfat.com

کرو گے اور قانون سزا کے ساتھ ان پر حکومت کرو گے، تو وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے سے گریز تو کریں گے لیکن ان میں احساس شرف و شرم نہیں ہوگا لیکن اگر تم ان کی قیادت اخلاقیات کے ساتھ کرو گے تو ان میں احساس شرف و شرم پیدا ہوگا اور وہ خود بخود نیک کاموں کی طرف مائل ہوں گے ___ ایک بار کنفیوشس نے دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر سے لپٹی زار وقطار رو رہی ہے، کنفیوشس نے اس عورت سے رونے کی وجہ پوچھی، عورت نے جواب دیا کہ یہاں اس علاقے میں ایک شیر ہے، جس نے میرے باپ کو میرے خاوند کو اور میرے بیٹے کو پھاڑ کھایا ہے، یہ میرے بیٹے کی قبر ہے، جس سے لپٹ کر میں رو رہی ہوں، کنفیوشس نے کہا کہ تم ایسی خطرناک جگہ کو چھوڑ کر کسی محفوظ مقام پر کیوں نہیں چلی جاتیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہاں کسی ظالم کی حکومت نہیں ___ یہ سن کر کنفیوشس نے اپنے شاگردوں سے کہا بچو! یاد رکھو کہ ''ایک ظالم حکمران درندے سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے''۔ کنفیوشس کا مذہب اخلاقیات کا عظیم سرمایہ رکھتا ہے لیکن خدا کے تصور سے محروم ہے۔ ۱۹

مذہب تاؤازم اور تصور خدا:

چین کے مذہب تاؤازم کا بانی لاؤ تزو (ولادت ۶۰۴ ق م) ہے جس کے معنی رہنما کے ہیں، یہ اس کا لقب تھا اصلی نام لی ارہ تھا۔ لفظ تاؤ کے معنی دستور یا طریقے کے ہیں جسے ہم مذہب یا مسلک بھی کہہ سکتے ہیں، یہ ایک قسم کی فلسفیانہ روش ہے، تاؤ ایک قوت قاہرہ ہے جو زمین کو آسمان سے ملاتی ہے۔ اس سے دو قوتیں وجود میں آئیں ایک یانگ دوسری ین۔ یانگ نر ہے اور ین مادہ ہے، ان دونوں کی آمیزش سے انسان اور عالم کو وجود ملا۔ یانگ آسمانی نور کا منبع ہے اور ین زمینی ظلمت (تاریکی) کا سرچشمہ ہے۔ اس مذہب میں خدا کا وجود واجبی سا ہے۔ ۲۰

مذہب شنتو ازم اور تصور خدا:

مذہب شنتو ازم Shintoism جو جاپان میں رائج ہے وہ چین کے تاؤازم ہی کی ایک صورت ہے۔ شین تو اصل میں شین تاؤ Shen Tao تھا جس کے معنی ہیں دیوتا یا روح کا راستہ۔ یہ مذہب بھی مانا پرستی ہی کی ایک صورت ہے کہ اس میں روحوں کی پرستش کی جاتی ہے۔ شن کے معنی نیک روح کے ہیں اور تاؤ کے معنی راستہ کے ہیں ___ جاپانیوں کا عقیدہ ہے کہ آماتر اسو اوی کامی Amaterasu Omikami خورشید دیوتا ہے اور جاپان کے بادشاہ اس کی اولاد میں سے ہیں، یوں شہنشاہ جاپان کی پوجا لازمی تھی (جنگ عالمگیر دوم میں یہ روایت ختم ہوگئی۔ اب شہنشاہ جاپان کی پوجا نہیں ہوتی)۔ ۲۱

Marfat.com

فلاسفہ اور تصور خدا:

جب انسان نے مسائل فطرت پر آزادانہ غور و فکر کرنا شروع کیا تو سوال پیدا ہوا کہ اگر کائنات کو برھما، مردوخ اور ''آ من رع'' وغیرہ دیوتاؤں نے نہیں بنایا تو آخر یہ کیسے وجود میں آ گئی اور اس کی اصل کیا ہے؟ طالیس ملطی (قرن ہفتم و ششم ق م) نے اس سوال کا جواب علم الاصنام کے فسانہ ہای تکوین و تخلیق سے قطع نظر کر کے طبیعیات کی زبان میں دیا اور کہا کہ کائنات پانی سے بنی ہے، یوں یہ سوچ پروان چڑھی اور اہل فکر و نظر نے اس باب میں غور و فکر کرنا شروع کیا۔ یہ موضوع فلسفہ کا ایک مستقل حصہ بن گیا۔ فلسفہ دان دو قسم کے ہیں ایک قائلین خدا اور دوسرے منکرین خدا، خدا کے قائلین بھی اتنا ہی مانتے ہیں کہ خدا کائنات کی حقیقت اولیٰ یا علت اولیٰ ہے یا گویا روح کائنات ہے یا روح فطرت ہے۔ اکثر فلسفی جزا و سزا، حشر و نشر کے قائل نہیں۔ اس لئے اگرچہ بیشتر فلسفی خدا کو مانتے تھے پھر بھی ان پر کفر کے فتوے لگے۔ سپنوزا، جسے خدا مست بھی کہتے ہیں اس کے خلاف بھی کفر کا فتویٰ لگا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فلسفہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے افکار کو عقلی استدلال کے رنگ میں پیش کرنا اور عقلی استدلال اور فلسفیانہ تدبر کو مذہبی عقاید کی تصدیق و توثیق کے لئے استعمال کرنا علم کلام ہے، ایک عیسائی متکلم انسلم نے کہا تھا کہ میں پہلے عقیدہ رکھتا ہوں پھر غور و فکر کرتا ہوں اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فلسفیانہ تفکر میں قطعیت کا کوئی وجود نہیں، شک فلسفہ کی بنیاد ہے اور مذہب یا عقیدہ میں قطعیت بنیادی چیز ہے۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے کمتر درجہ کا علم ہے، ہندو مذہب میں اسے اودیا کہتے ہیں۔ وہ علم جو وجدان اور مکاشفہ سے حاصل ہو وہ صحیح علم ہے، ہندو مذہب میں اسے ودیا کہتے ہیں۔ صوفیہ بھی فلسفہ کو مردود گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: پائے استدلالیاں چوبین بود ــــــ یعنی منطقی استدلال سے حق تعالیٰ کے بارے میں بات کرنے والے لوگوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں:

گر بہ استدلال کار دین بدی   فخرِ رازیؔ راز دار دین بدی (رومی)

یعنی اگر (صرف) استدلال سے دین کو سمجھا جا سکتا تو فخر الدین رازیؒ دین کے حقایق کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہوتے ــــــ فلسفیوں میں غالباً سب سے پہلے افلاطون نے باقاعدہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی تھی کہ خدا کیا ہے اور کائنات کیسے وجود میں آئی؟ اگرچہ اس سے پہلے کائنات کی حقیقت کے بارے میں یونان میں سوچ شروع ہو گئی تھی۔ طالس ملطی جو قدیم ترین یونانی فلسفیوں میں سے ہے اس نے کہا تھا کہ کائنات پانی سے بنی ہے، (اسی نے ۵۸۵ ق م میں سورج گرہن کی صحیح پیش گوئی کی تھی) انکسیمانوس Anaximene نے کہا تھا کہ کائنات کی حقیقت ہوا ہے جبکہ ہرقلیطوس Heraclite

Marfat.com

(پانچویں چھٹی صدی قبل مسیح) کے خیال میں کائنات کی حقیقت آگ ہے۔ وہ بیقراری اور بے ثباتی کو ہر چیز کی اصل کہتا ہے، اس کی نظر میں کائنات کی ہر چیز ناپائیدار ہے۔ اس کے خیال میں کائنات ایک بہتے ہوئے دریا کی طرح ہے جو ہمیشہ رواں ہے، ہر لحہ نیا ہے، جو دریا ایک لحہ پہلے تھا اگلے لحہ وہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ ہم ایک دریا میں دو دفعہ قدم نہیں رکھ سکتے کہ ہر لحہ پانی نیا آتا رہتا ہے۔ ہر روز نیا سورج طلوع ہوتا ہے۔ جو چیز ہم دیکھتے ہیں وہ ایک اعتبار سے ہے اور ایک اعتبار سے نہیں ہے۔ کائنات میں اضداد کی جنگ چل رہی ہے، وہ جنگ کی اہمیت کا قائل ہے، اس کی نظر میں اشیا کا وجود کشمکش و پیکر کا مرہونِ منت ہے، کسی چیز کا موجود ہونا (شدن) درحقیقت کشمکش اضداد کا نتیجہ ہے۔ ایک کی موت دوسرے کی زندگی ہے، ایک چیز معدوم ہوتی ہے تو دوسری چیز وجود میں آجاتی ہے۔ نیکی، بدی، موت و حیات درحقیقت ایک ہی شے کے مختلف روپ ہیں۔ چیزوں میں اختلاف جو ہم دیکھتے ہیں وہ اعتباری یا نسبی ہے، حقیقی نہیں۔ دریا کا پانی مچھلی کے لئے زندگی کا سبب ہے اور انسان کے لئے موت کا سبب۔ کائنات ایک گرم خشک عنصر سے وجود میں آئی ہے۔ پھر اسی عنصر میں تبدیل ہوجائے گی یا اسی کی طرف لوٹ جائے گی۔ اس سفر میں کائنات مختلف منازل نشیب وفراز طے کرتی ہے۔ نشیب میں یہ آگ پانی اور مٹی میں تبدیل ہوجاتی ہے، اسی طرح مٹی فراز کی منزل یعنی بلندی کا راستہ طے کرکے پانی اور آگ میں تبدیل ہوکر اپنے منتہیٰ کو پہنچتی ہے۔ بظاہر کثرت ہے، حقیقت میں وحدت ہے۔ انسانی روح بھی آتش مقدس کا ایک شرارہ ہے (چنگاری ہے) مرنے کے بعد اپنی اصل سے یعنی آتش علوی سے یہ شرارۂ زندگی واصل ہوجاتا ہے۔ اسی کا قول ہے اور کیا خوب ہے ''عوام کو اپنے قوانین کی حفاظت کے لیے اتنی ہی جانفشانی سے لڑنا چاہیے جتنی کہ شہر پناہ (ملک کی سرحدوں) کی حفاظت کے لیے''____ یہ فکر انگیز قول بھی اسی کا ہے کہ انسان کا کردار ہی اس کا مقدر ہے۔ اس کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں، اس لئے وہ دنیا اور دنیا والوں سے کنارہ کشی کئے ہوئے تھا، اسے حکیم گریان (رونے والا فلسفی) کہا جاتا ہے۔ ۲۲

فیثا غورث Pythagorus (چھٹی صدی ق م) کی نظر میں وجود کی اصل عدد ہے، روح بھی عدد ہے جو فکر الٰہی کی ایک روشنی ہے، جاوید و زندہ و پائندہ ہے۔ فیثا غورث تناسخ کا عقیدہ رکھتا تھا۔ وہ گوشت نہیں کھاتا تھا، اس کے خیالات پر ہندو مذہب کے عقاید کی چھاپ ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ اس نے ہندوستان، ایران اور مصر کا سفر کیا تھا۔ اس وجہ سے ان علاقوں کے تصورات اس کے افکار میں موجود ہیں____ اس کا یہ بھی نظریہ تھا کہ اس مادی عالم کے علاوہ ایک روحانی عالم اور بھی ہے جس کا ادراک عقل نہیں کرسکتی۔ روح آلائشوں سے پاک ہوجائے تو اس عالم روحانی سے ملنے کی مستحق ہوجاتی ہے____

Marfat.com

اسی کا قول ہے کہ انسان ہی ہر شے کا معیار ہے ___ وہ خود کو دانشور کہلانے کی بجائے دانش دوست کہلانا پسند کرتا تھا کہ فلسفی کے معنی دانش دوست کے ہیں۔ لفظ فلسفہ فیلو اور سوف سے مرکب ہے۔ فیلو کے معنی محبت کے اور سوف کے معنی دانش کے ہیں، فلسفہ کی ترکیب اسی نے وضع کی تھی ___ آوازوں کی ترکیب وترتیب سے جو نغمے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی عددی تناسبات کے تابع ہوتے ہیں۔ یوں موسیقی بھی ہندسہ ونجوم کی طرح علم ریاضی کا ایک شعبہ ہے۔ اس کی نظر میں ہر وجود خواہ وہ مادی ہو یا معنوی کسی نہ کسی عدد سے مطابقت رکھتا ہے، وہ عدد کو اشیا کی حقیقت اور واحد (ایک) کو عدد کی حقیقت کہتا ہے۔ تضاد اور کثرت کو تمام اختلافات کا منشا اور سبب گردانتا ہے لیکن واحد مطلق (خدا) کو ہر قسم کی کثرت، زوجیت، تضاد بلکہ فردیت ووحدت سے بھی بری سمجھتا ہے۔

انباذقلیس Empidocles (پانچویں صدی ق م) عناصر اربعہ پانی، مٹی، ہوا اور آگ کو کائنات کی اصل کہتا ہے۔ عناصر کی جمع وتفریق، جس سے یہ عالم کون وفساد وجود میں آیا ہے، درحقیقت محبت ودشمنی کا نتیجہ ہے، جب محبت کے جذبہ کو غلبہ ہوتا ہے تو عالم میں امن وسکون اور خوشحالی آجاتی ہے اور جب دشمنی کا جذبہ غلبہ پالیتا ہے تو دنیا میں تفرقہ بازی، جنگ وجدل اور پریشانی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ انباذقلیس موحد نہیں تھا بلکہ مادہ پرست تھا کہ عناصر کو عالم کی اصل سمجھتا تھا۔

دیماقریطوس Democritus (پانچویں صدی ق م) کی نظر میں تمام کائنات ذرات پر مشتمل ہے یہ چھوٹے چھوٹے ذرات ناقابل تجزیہ وتقسیم ہیں۔ ابدی ہیں، ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ یہ ذرات عالمِ ملا کو تشکیل دیتے ہیں اور ان کی حرکت خلا میں ہے۔ سو یہ سارا عالم خلا وملا سے مرکب ہے۔ (خلا بمعنی خالی جگہ، زمین اور آسمان کے درمیان کی خالی جگہ، "ملا" بمعنی ظاہر یعنی عالم ظاہری) ___ دیماقریطوس کو حکیم خندان کہتے ہیں کیونکہ وہ ہرقلیطوس حکیم گریان کے برعکس ہمیشہ شادوخرم رہتا تھا۔ دیماقریطوس بھی موحد نہیں تھا، مادہ پرست تھا۔

کسینو فانوس (چھٹی پانچویں صدی ق م) موحد تھا ایک خدا یا خدائے یگانہ کا معتقد تھا۔ اس کا خدا ازلی وابدی ہے، تمام تر دانش وبینش ہے، اس کی نظر میں کوئی شخص خدا یا حق کو نہیں پہچان سکتا، ہم اس کے بارے میں جو تصور کرتے ہیں وہ اس سے پاک ومنزہ ہے، اگر گھوڑا یا بکری سوچ رکھتے اور استدلال کرتے تو وہ بھی خدا کو اپنی شکل پر قیاس کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان مٹی ہے اور دوبارہ مٹی میں مل جائے گا، اس کی یہ بات قرآنی آیت "منها خلقنکم و فیها نعید کم" (سورہ ۲۰، آیت ۵۵) سے ملتی جلتی ہے۔ ۲۳

افلاطون (ولادت ۴۲۷ ق م) کی نظر میں خیر مطلق حقیقت مطلق ہے، چونکہ ہر شخص طالب خیر ہے،

Marfat.com

یوں خیر مطلق غایت وجود ہے۔ خیر وہ خورشید معنوی ہے جو عالم حقایق کو منور کرتا ہے، جس طرح اشیا سورج کی گرمی سے وجود میں آتی ہیں، حقایق بھی خیر مطلق کی برکت سے وجود پاتے ہیں، یوں گویا خیر مطلق پروردگار عالم ہے۔ اس خیر مطلق کا شعور یا اس کی معرفت اشراق کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے کہ اشراق ایک اہل علم کا مرتبۂ کمال ہے اور سلوک یا طریقہ جس سے انسان اشراق حاصل کرتا ہے وہ عشق ہے۔ افلاطون کا تصور عشق یوں ہے کہ روح انسانی نے دنیا میں آنے سے پہلے عالم مجردات میں حسن مطلق یعنی خیر مطلق کو بغیر حجاب کے دیکھا تھا، پس وہ اس دنیائے مادی میں جب ظاہری حسن کو جو در حقیقت حسن مجازی ہے (حسن حقیقی کا پرتو ہے یا عکس ہے) دیکھتی ہے تو حسن مطلق کو کہ جو اس نے پہلے دیکھا تھا یاد کرتی ہے، اس کے درد فراق میں تڑپتی ہے اور چاہتی ہے کہ پھر اس حسن حقیقی کی طرف پرواز کر جائے۔ محبت کا یہ جذبہ لقائے حق کے دیدار کا شوق ہے جو روح کو تڑپاتا ہے، البتہ جسمانی عشق ظاہری حسن یا مجازی حسن سے ہوتا ہے اور عشق حقیقی وہ جنون ہے جو حکیم و دانشور کے سر میں ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو پالے۔ جس طرح مجازی عشق بدن کو بانجھ پن سے رہائی دیتا ہے اور فرزند کی ولادت کا سبب بنتا ہے جس سے بقائے نوع انسانی ہوتی ہے، اسی طرح عشق حقیقی بھی روح و عقل کو بانجھ پن سے رہائی دے کر اشراق عطا کر کے زندگی جاودانی یعنی خیر مطلق اور حسن حقیقی کا عرفان عطا کرتا ہے۔ انسان کو کمال دانش اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ واصل بحق اور اس کے مشاہدۂ جمال سے بہرہ ور ہو جائے اور عالم و معلوم و عاقل و معقول ایک ہو جائیں۔ یوں افلاطون کی نظر میں وجود باری تعالیٰ کا اثبات استدلال سے میسر نہیں ہو سکتا یہ صرف کشف و شہود سے حاصل ہو سکتا ہے، سورج کو دیکھ کر ہی سورج کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے، ''آفتاب آمد دلیل آفتاب''____ افلاطون کی نظر میں عالمِ ظاہر یا عالمِ محسوس مجازی ہے، اس کی حقیقت عالمِ معقولات میں ہے جس سے مراد مُثُل یا عین ہے۔ یعنی عالمِ محسوس کی ہر چیز کا وجود مجازی ہے۔ اس کی نظر میں کائنات میں جتنی چیزیں ہیں ان کا نمونہ یا حقیقت عالمِ مثال یا عالمِ اعیان میں موجود ہے جسے وہ عین یا مثال کہتا ہے۔ یہ عالمِ مثال یا عالمِ اعیان عالمِ غیب و شہادت کے درمیان ہے۔ ہر وجود اور ہر چیز کی حقیقت وہ مثال یا عین ہے جو عالمِ معقولات میں ہے، جو ابدی ہے، واحد ہے، مطلق ہے، کلی ہے اور زمان و مکان سے آزاد ہے، جبکہ وہ چیزیں جو ہمارے گمان اور حس میں آ جاتی ہیں وہ اعتباری، فانی اور زمان و مکان میں مقید ہیں، یوں عالم ظاہر یا عالم حس کی کوئی حقیقت نہیں البتہ یہ عدم بھی نہیں، یوں نہ یہ بود ہے، نہ یہ نبود ہے بلکہ نمود ہے۔ ان مثل، اعیان، صور علمیہ، صور معنی یا صور کلیہ کا علم فطری طور پر انسانی ذہن یا عقل میں مخفی ہے کیونکہ روح انسانی بدن میں حلول کرنے اور اس دنیا میں آنے سے پہلے عالم مجردات و معقولات میں تھی،

Marfat.com

اس نے مثل (صور کلیہ) یا حقایق کا ادراک کیا تھا لیکن عالم کون وفساد میں آنے کے بعد یہ ادراک یا علم فراموش ہو گیا البتہ کلی طور پر محو نہیں ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ جب انسان حقایق اشیا کا سایہ یا عکس یعنی چیزوں کو جن کی مثل عالم معقولات میں ہیں دیکھتا ہے تو تھوڑی توجہ ہی سے وہ حقایق اسے یاد آ جاتے ہیں، یوں علم و معرفت ایک طرح سے تذکر یا بازیافت ہے۔ اس کی نظر میں ہر چیز کی حقیقت ذات حق ہے، وہ شخصی خدا کا قائل نہیں۔[۲۴]

ارسطو (ولادت ۳۸۴ ق م) شاگرد افلاطون کی نظر میں عالم وجود حادث و مخلوق نہیں بلکہ قدیم و ازلی و ابدی ہے۔ موجودات کی حرکت ازلی اور ابدی ہے۔ البتہ موجودات کو حرکت میں لانے والی قوت یعنی محرک اول یا علت العلل یا علت اولیٰ خود ساکن مطلق ہے جو فکر ہے یا عقل مطلق ہے یعنی ذات باری تعالیٰ ہے، جو بے حرکت ہے کیونکہ حرکت نقص کے سبب سے ہوتی ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ کامل ہے، اس کا علم اپنی ذات تک محدود ہے، ماسوا کا خدا کو علم نہیں کیونکہ ماسوا ناقص ہے اگر ماسوا کا علم خدا کو ہوتا تو وہ بھی ناقص ہوتا اور کمال وجود نہ رکھتا، وہ واحد ہے، ایک ہے اور وہ حرکت جو محرک اول موجودات کو دیتا ہے وہ ایک شوق ہے گویا اس حرکت یا شوق کی طرح ہے جو معشوق عاشق کو وصال کے لئے دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تمام موجودات کا محرک اول جاذبۂ حسن ہے، ارسطو کی نظر میں جو علت اولی یا علت العلل ہے، افلاطون کے ہاں حسن مطلق اور خیر مطلق ہے۔ ارسطو کا محرک غیر متحرک (خدا) افلاطون کا عین العیون (خدا) دونوں شخصیت سے عاری ہیں۔

فیلو Philo (ایک یہودی صوفی اور عالم قرن اول ق م) کے بقول لوگوس Logos (کلمہ) خدا اور کائنات کے درمیان واسطہ ہے جس کے بغیر کائنات کی تخلیق ناممکن ہے۔ فیلو کے مطابق خدا ایک ہے اور موجود و مجرد ہے۔ سب سے پہلے خدا سے کلمہ (Logos) کا صدور ہوا کیونکہ ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے۔ کلمہ خدا اور عالم کے درمیان واسطہ ہے۔ کلمہ سے روح کا صدور ہوا، جو روح عالم ہے بعد میں یہی تثلیث یعنی خدا، کلمہ اور روح مذہب عیسوی کی بنیاد بنی جو باپ بیٹا اور روح القدس کی صورت میں موجود ہے۔ روح القدس باپ اور بیٹے کے درمیان واسطہ و رابطہ ہے جو محبت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ فیلو سے علم کلام کا رواج ہوا، تورات کے مضامین اور عقل میں مطابقت پیدا کی گئی۔ اسی سے رمزیت، باطنیت اور تاویلات نے فروغ پایا۔ اس نے تاویلاً آدم کو عقل، حوا کو حس اور سانپ کو لذت کہا تھا (تورات کے مطابق سانپ نے اماں حوا کو درخت ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی تھی)۔

فلاطینوس Plotinus (۲۰۵-۲۷۰ء) اسکندریہ مصر میں ایمونیوس ساکاس Ammonius Saccas کا شاگرد تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد یعنی ارسطو کے بعد یونان

Marfat.com

میں علم وحکمت کا بازار سرد پڑ گیا تھا اور علم وحکمت کی رونق اسکندریہ (مصر) میں آ گئی تھی۔ مدرسہ اسکندریہ اسی حوالے سے تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے ___ فلاطینوس تارک دنیا تھا، صوفی منش تھا، شاگردوں نے چاہا کہ اپنی ولادت کی تاریخ بتائے تاکہ اس تاریخ کو عید کے طور پر منایا جائے لیکن اس نے اپنی تاریخ ولادت نہیں بتائی۔ مریدوں اور شاگردوں نے چاہا کہ اس کی تصویر بنائیں، اس نے اجازت نہیں دی اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اصلی بدن میں کونسی خوبی ہے کہ اس کا بدل مانگیں، بدن تو روح کی قبر ہے، قید خانہ ہے، اس کا سایہ ہے، تصویر ہے اب یہ سایہ یا تصویر یا قبر اس قابل نہیں کہ اس کی تصویر بنائی جائے۔ اس کے چون (۵۴) رسالے مشہور ہیں جو اس کے شاگرد فرفریوس نے ۶ جلدوں میں مرتب کیے تھے اور ہر جلد میں ۹ رسالے تھے جنہیں تاسوعات یا رسالہ ہائے نہگانہ کہا جاتا ہے۔ فلاطینوس وحدت الوجودی ہے یعنی حقیقت کو واحد (ایک) مانتا ہے اور احدیت کو تمام موجودات کی اصل اور اس کی بنیاد بتاتا ہے، تمام موجودات مبدأ اول یا مصدر کل سے فیضان وجود حاصل کرتی ہیں اور آخر کار ہر وجود اسی مبدأ اول میں شامل ہو جاتا ہے۔ البتہ مبدأ اول یا مصدر کل سے جو چیز سب سے پہلے صادر ہوتی ہے وہ عقل ہے اور عالم معقولات ہے (ارسطو کی صور کلیہ یا مثل افلاطون اسی عالم سے متعلق ہیں)۔ بہ الفاظ دیگر احدیت کا سب سے پہلا آئینہ عقل ہے اور معقولات اس کا سب سے پہلا مظہر ہیں۔ یہ صادر اول (عقل کل) خود بھی مصدر ہے اسی سے نفس کلی (روح) صادر ہوا۔ احدیت سے ذات حق مراد ہے، جب ذات حق کا تصور ہم صفات کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ عقل کل ہے اور جب اس کا تصور بحیثیت خالق کرتے ہیں تو اسے نفس کلی کہا جاتا ہے۔ احدیت، عقل اور نفس (روح) تینوں مل کر اقانیم سہ گانہ کو وجود میں لاتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اقنوم سریانی لفظ ہے جس کے معنی بنیاد یا اصل کے ہیں اور اقانیم ثلاثہ کا نظریہ عیسائی مذہب کا بنیادی عقیدہ بھی ہے جو باپ، بیٹا اور روح القدس کی شکل میں ہے۔ لیکن فلاطینوس کے یہاں یہ اقانیم ثلاثہ درحقیقت خدا کی تین شانیں ہیں، تین خدا نہیں، جسے وہ یوں بھی کہتا ہے کہ خدا واحد بھی ہے اور تمام تر جمال بھی اور تمام تر خیر بھی ہے، یہ خدا کی ذات کے تین پہلو یا شانیں ہیں اور یہ تین پہلو انسانی شخصیت کے تین پہلوؤں کو تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں: انسان کے عقلی پہلو کی تسکین تصور واحد یا تصور توحید سے ہوتی ہے اور انسان کی شخصیت کے جذباتی پہلو کی تسکین تصور جمال سے ہوتی ہے اور تصور خیر انسانی شخصیت کے عملی پہلو کو تسکین فراہم کرتا ہے۔

فلاطینوس کی نظر میں نفس کلی نے ہر جسم میں حلول کیا ہے اور ہر جسم نے اپنی استعداد کے مطابق نفس سے حصہ پایا ہے اور اس طرح نفوس جزئی وجود میں آئے اور یوں نفس کلی تمام نفوس جزئیہ کا منشا ہے ___

Marfat.com

احدیت، عقل اول، نفس یا روح کل کے بعد نفوس جزئی ہیں، ان کے بعد مادہ ہے جو اس قوس نزول کے آخر میں ہے۔ جسم یا مادہ ذات احدیت کا سب سے آخری اور کمزور ترین پرتو ہے ـــــــ جسم کی حقیقت صورت ہے جو اسے وجود بخشتی ہے اور مادہ غیر متعین قوت ہے جو صورت کو قبول کرتا ہے۔ صورت جسم کا وجودی پہلو ہے اور مادہ اس کا عدمی پہلو ہے۔ اس حوالے سے عالم جسمانی وجود و عدم کے درمیان لٹکا ہوا ہے، اسی لئے ہمیشہ تغیر و تبدل کے مراحل سے گزرتا رہتا ہے یہی وجہ ہے اس پر وجود، بود یا ہست کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ وہ نمود ہے جو ہمیشہ واقع شدن یا Becoming کی حالت میں ہے۔ مادہ مایۂ کثرت ہے، جو بے صورتی، بدی، زشتی، نقص و عیب سے عبارت ہے۔ صورت، نیکی، حسن اور کمال وحدت سے عبارت ہے۔ عقلِ کلی اور نفسِ کلی قوس نزول میں عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں آ کر مادہ میں گرفتار ہو گئے ہیں اور مادہ کی تمام برائیوں سے آلودہ ہوئے ہیں۔ پس اگر انسان جسم اور محسوسات سے وابستہ ہو جائے اور عالم روحانیت و عالم معقولات سے قطع تعلق کر لے تو اس کا سقوط یا زوال مکمل ہو جائے گا اور سعادت سے محرومی اس کا مقدر ہو جائے گی۔ لیکن وہ نفوس جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مبدأ کی جانب لوٹ جائیں اور قوس صعود طے کریں، ان کو چاہیے کہ عالم مادی سے اعراض کریں (منہ پھیر لیں) اور عالم معنی کی سیر کریں، وہ یوں کہ تزکیۂ نفس کر کے، سلوک یعنی عرفان کا راستہ اختیار کریں، جو یہ تین مرحلے رکھتا ہے:

(۱) فن (۲) عشق (۳) حکمت

فن حقیقت اور طلبِ جمال کی ایک صورت ہے یعنی حسن اور سچائی کی جستجو کا نام فن ہے کہ دونوں درحقیقت ایک ہی ہیں چونکہ جو حق ہے وہی حسین ہے اور جو حسین ہے وہی حق ہے۔ حسن دراصل صورت ہے جو مادہ پر متصرف ہو کر اسے وحدت عطا کرتی ہے۔ یہ روح کی روشنی ہے جو جسم پر پڑتی ہے اور عقل کا پرتو ہے جو روح پر پڑتا ہے۔ حسن کو دیکھ کر جو شوق اور وجد و حال روح میں پیدا ہوتا ہے اس لئے ہوتا ہے کہ روح اپنے ہم جنس سے ملتی ہے جو وہ خود رکھتی ہے دوسرے میں بھی پاتی ہے، جس طرح نغمہ یا سریلی آواز کے سننے سے نشاط اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ سننے والی کی روح میں وہ موجود ہے۔

عشق ــــ حسن کی حقیقت جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے صورت ہے چونکہ بدن کا حسن روح سے اور روح کا حسن عقل سے ہے، یوں عقل حسن کی حقیقت ہے، جس طرح ارباب ذوق کو جسمانی حسن کے مشاہدے سے وجد و شوق پیدا ہوتا ہے، اسی طرح اہل معنی کو حسن معقول کے مشاہدے سے یعنی فضایل و کمالات سے وجد حاصل ہوتا ہے اور یہی عشق ہے جو نفوس زکیہ کے سیر و سلوک کا دوسرا مرحلہ ہے، اس مقام پر ابھی عشق

Marfat.com

ناتمام ہے۔ عشق تام یا حکمت یہ ہے کہ جو صورت و حسن سے ماورا ہے اس پر نظر رکھے یعنی خیر و نیکی، حسن وزیبائی کی جو اصل ہے اس تک پہنچے جو وحدت ہے، صرف وحدت کے مشاہدے سے بھی ہماری روح کو سکون نہیں ملتا بلکہ ہماری تمنا یہ ہوتی ہے کہ ہم اس سے وصال واتحاد حاصل کرلیں۔ ہماری روح اپنے مبدأ حقیقی یا اپنی اصل سے جو وحدت ہے ملنے کے لئے بے قرار رہتی ہے، یہی بیقراری عشق ہے، اسے ہی صوفیہ عشق حقیقی کہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس وحدت کو پالیں چونکہ ہمارا حقیقی وطن وحدت ہی ہے، ہم اسی وطن کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں، وحدت کی جانب یہ سفر نہ قدموں سے طے ہوسکتا ہے نہ آنکھوں سے بلکہ قلب کی آنکھوں سے یہ سفر طے کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے سر کی آنکھیں بند کرلی جائیں اور دل کی آنکھیں کھول لی جائیں پھر معلوم ہوگا کہ جس کو ہم ڈھونڈتے تھے وہ خود ہم میں موجود ہے۔ یہ وصال حق دراصل بیخودی ہے جس سے انسان سب سے بلکہ خود سے بھی بیگانہ ہوجاتا ہے، اپنے جسم و جان سے بے خبر اور زمان ومکان سے فارغ، فکر سے بے نیاز، عقل سے آزاد ہوکر عشق حقیقی میں مست ہوجاتا ہے، اپنی ذات اور معشوق میں یعنی نفس (روح) وخیر مطلق میں کوئی واسطہ یا رکاوٹ نہیں پاتا، فرق مٹ جاتا ہے، یہ وہ کیفیت ہے جسے عشق مجازی میں عاشق ومعشوق غلطی سے تلاش کرتے ہیں، ورنہ یہ کیفیت مقام ربوبیت سے مخصوص ہے۔ نفس انسانی جب تک بدن سے وابستہ ہے اسے یہ کیفیت حاصل نہیں ہوسکتی، یہ کیفیت بہت مشکل سے اور بہت تھوڑی دیر کے لئے اور بہت دیر میں حاصل ہوتی ہے۔ فلاطینوس کہا کرتا تھا کہ میں نے ساری عمر میں چار بار یہ کیفیت پائی ہے اور یہ لذت چکھی ہے۔ ۲۵

خدا مسلم فلاسفہ کی نظر میں:

مسلم فلاسفہ نے بھی ذات حق کے بارے میں اپنے افکار کا اظہار کیا ہے۔ وجود حق کے اثبات کے حوالے سے جو دلائل انہوں نے دیے ہیں ان پر یونانی فلسفہ کا اثر بھی ہے۔ کندی (۲۵۲-۱۸۵ھ) کی نظر میں خدا یا وجود حق ہمیشہ سے ہے ہمیشہ قائم رہے گا اور وہ وجود کامل ہے، ازلی ہے۔ کندی کی نظر میں اللہ کی ذات اتنی وراء الورا ہے کہ اسے محض منفی پیرائے میں ہی بیان کیا جاسکتا ہے مثلاً یوں کہ خدا کی ذات مادی نہیں، اس کی کیفیت نہیں، کمیت نہیں، خدا نہ جنس ہے، نہ نوع ہے، نہ عرض ہے، نہ عدد ہے، غرض خدا کو انسانی فکر کے سانچے میں ڈھالا نہیں جاسکتا۔ ۲۶

فارابی (ولادت ۲۵۷ھ) ترکستان کے شہر فاراب کا رہنے والا تھا، ____ ستر سے زیادہ زبانوں کا عالم تھا۔ اس نے ارسطو کی کتابوں کے تراجم کئے۔ اس ترجمہ کے کام کا نام تعلیم ثانی رکھا اور خود معلم ثانی کہلایا ____ وہ موسیقی کا ماہر بھی تھا، طبیب بھی تھا لیکن اس نے خود کو فلسفہ کے لئے وقف کیا ہوا

Marfat.com

تھا۔اس کی نظر میں فلسفہ حقیقت مطلق کی تلاش کا نام ہے۔انسان کے لئے علوم عقلیہ میں غور وفکر کرنے سے جو کمال حاصل ہوتا ہے اس سے اعلیٰ کوئی کمال نہیں۔فارابی کی نظر میں تمام اشیا یا تو ممکن ہیں یا واجب،اس کے سوا تیسری کوئی قسم نہیں،اب چونکہ ہر ممکن کے حقیقی بننے کے لئے کوئی علت ضروری ہے اور علل کا سلسلہ غیر متناہی نہیں ہوسکتا اس لئے ہم مجبور ہیں کہ ایک واجب الوجود کو مانیں جو علت سے بری ہے،ازلی ہے،ابدی اور کامل بھی،عقل محض بھی ہے اور خیر مطلق بھی،البتہ یہ وجود مرکب نہیں بسیط ہے۔چونکہ وجود حق وجود مطلق اور کامل ہے اس وجہ سے ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے،اس کی ذات ہمارے ادراک سے ماورا ہے کہ وجود محدود، وجود لامحدود کا ادراک نہیں کرسکتا۔خدا کی ذات اس قدر واضح،روشن اور منور ہے کہ ہماری آنکھوں کو خیرہ کئے ہوئے ہے۔یعنی اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں،خود اس کی ذات جو بے حد روشن اور منور ہے اور آنکھوں کو خیرہ کئے ہوئے ہے اپنے وجود کا ثبوت ہے۔خدا کے وجود پر دلیل نہیں لائی جاسکتی کیونکہ وہ خود تمام اشیا کی دلیل ہے،وجود اور حقیقت اس کی ذات میں ایک ہو جاتے ہیں ______ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو معلوم کے لئے وہ کسی دوسری ذات کا محتاج نہیں،وہ خود ہی عالم ہے،خود ہی معلوم ہے اور خود ہی علم ہے۔اور اپنے حسن لازوال اور خیر بے مثال پر آپ ہی شیدا ہے۔ذات حق واحد ہے، بسیط ہے،اس کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں،اس کی ذات سے علیحدہ نہیں۔وہ کلیات کا علم رکھتا ہے،اسے جزئیات کا علم نہیں،وہ مادی اشیا کا علم نہیں رکھتا کہ یہ چیزیں اس کے مقام و مرتبہ سے پست تر ہیں،اور خدا کے لئے مناسب نہیں کہ پست تر چیزوں کا علم حاصل کرے۔فارابی کی نظر میں خدا سے عقلِ کل اور عقلِ کل سے آٹھ عقول افلاک اور ان سے اجرام سماوی پیدا ہوئے۔یہ نو عقول،جنہیں ملائک آسمانی کہا جاتا ہے مل کر وجود کا دوسرا درجہ بناتی ہیں۔تیسرے درجہ پر انسانوں کی عقل فعال ہے جو روح القدس بھی کہلاتی ہے اور ارض و سما کے درمیان ربط پیدا کرتی ہے۔چوتھے درجہ پر نفس ہے،پانچویں اور چھٹے درجہ کی ہستیاں صورت اور مادہ ہیں۔[۲۷]

ابن سینا (ولادت ۳۷۰ھ) کی نظر میں چونکہ خدا واحد ہے اس لئے واحد (ایک) سے واحد ہی صادر ہوسکتا ہے (**الواحد لایصدر عنه الاالواحد**)، جب خدا اپنی ذات کا تعقل کرتا ہے یعنی اپنی ذات کے بارے میں سوچتا ہے تو اس سے عقل اول وجود میں آتی ہے۔یہ عقل ممکن الوجود بالذات ہے اور واجب الوجود بالغیر ہے۔جب یہ عقل اپنے مبدأ کا تعقل کرتی ہے تو عقل دوم وجود میں آتی ہے،یہ عقل دوم عقل کلی ہے اور جب عقل کلی اپنی ذات کا تعقل کرتی ہے جو واجب الوجود بالغیر ہے تو اس سے نفسِ فلکِ اقصیٰ وجود میں آتا ہے اور جب یہ فلکِ اقصیٰ اپنی ذات کا تعقل کرتا ہے جو ممکن الوجود ہے،تو اس سے ہمارے فلک کا

Marfat.com

وجود صادر ہوتا ہے اور یوں سب سے پہلے کثرت وجود میں آئی کہ جس کے ذریعہ سے ہم نظام الٰہی سے نظام عقلی، نفسی، فلکی میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ لیکن اس پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک علت کا معلول صرف ایک ہوتا ہے اور وحدت سے واحد ہی کا صدور ہوتا ہے، تو پھر کثرت عالم کیسے معرض وجود میں آئی۔ اس کا جواب ابن سینا یہ دیتا ہے کہ واجب الوجود (خدا تعالیٰ) ایک ہے، بسیط ہے اس سے عقل اول ہی معرض ظہور میں آسکتی ہے لیکن عقل اول سے عقل ثانی، عقل ثانی سے عقل ثالث اور یوں بالترتیب عقول عشرہ یعنی دس عقلیں وجود میں آئیں اور پھر کائنات پیدا ہوئی۔ ذات حق کثرت سے مبرا ہے لیکن ہم اس کی طرف متعدد صفات کا انتساب کرسکتے ہیں___ ذات حق واجب الوجود ہے، عقل مطلق ہے، اسے موجودات کا علم ہے البتہ اس کو جزئیات کا علم عمومی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کو تمام اشیا کا علم بطور کلی حاصل ہے، جزئیات بھی اس پر پوشیدہ نہیں ان کا بھی اسے علم عمومی طور پر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام علتوں کی علت ہے اور سب غایتوں کی غایت ہے، ہم اس کا ادراک دلائل سے نہیں کرسکتے، اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ تمام موجودات اس کے وجود کی دلیل ہیں۔ ۲۸

امام غزالیؒ (ولادت ۴۵۰ھ) وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ عالم حادث ہے اور حادث کی تخلیق کی کوئی علت ہوتی ہے اور وہ علت خدا تعالیٰ ہے۔ انسان جب کائنات پر غور کرتا ہے اور نظام کائنات پر فکر کرتا ہے تو اسے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ ہر مصنوع کے لئے صانع لازم ہے، وجود کائنات کے لئے وجود خداوندی کا ہونا لازمی ہے جو اس نظام عالم کو اپنی حکمت بالغہ کے ذریعے سے چلا رہا ہے۔ خدا واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اگر واحد نہ ہوتا تو نظام کائنات درہم برہم ہوجاتا (**لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا**۔ (سورہ ۲۱، آیت ۲۲) اس کے علاوہ خدا کے وجود پر قانون سببیّت کے تحت غزالی دلیل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عالم حادث ہے اس لئے اپنے وجود کے لئے کسی سبب کا محتاج ہے۔ عالم کے حادث ہونے پر دلیل یہ ہے کہ عالم کے تمام اجسام تغیر وتبدیلی اور حوادث کا شکار ہوکر شکست وریخت سے دوچار ہوجاتے ہیں، ذات باری تعالیٰ قدیم ہے اگر حادث ہوتی تو اس کا کوئی سبب ہوتا جو اس کے وجود کا سبب ہوتا، یوں اس سبب کا بھی کوئی سبب ہوتا اور اسی سلسلہ کو ایسے سبب یا وجود پر ختم ہونا تھا جو قدیم ہو، قائم بالذات ہو یہی وجود جو قدیم ہے اور قدیم بالذات ہے عالم کا خالق اور خدا ہے، وہ ازلی اور ابدی ہے، وہی اول وآخر وظاہر وباطن ہے۔

ابن رشد (وفات ۵۹۵ھ) اثبات وجود خدا تعالیٰ کے لئے جو دلائل پیش کرتا ہے وہ دو قسم کے

Marfat.com

ہیں: ایک کو وہ ''دلیل عنایت'' کہتا ہے اور دوسری قسم کو ''دلیل اختراع'' ____ وہ کہتا ہے کہ قرآن کی آیات تین قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں جو ''دلیل عنایت'' پر مشتمل ہیں، دوسری وہ آیات ہیں جو ''دلیل اختراع'' رکھتی ہیں اور تیسری وہ آیات ہیں جو ان دونوں دلیلوں کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہیں۔ یہ دلیلیں ابن رشد کی نظر میں عام انسان کی بھی سمجھ میں آ جاتی ہیں اور فلاسفہ کے لئے بھی قابل قبول ہیں، کیونکہ یہ شرعی اور یقینی ہیں۔ عوام اور فلسفیوں میں ان کے بارے میں اگر اختلاف ہے تو فقط ادراک وفہم کے مراتب کا ہے۔ عوام صرف ان دلائل کے حسی پہلوؤں تک پہنچ پاتے ہیں جبکہ فلاسفہ ان دلائل کے عقلی پہلوؤں کو بھی پالیتے ہیں۔ دلیل عنایت سے یہ مراد ہے کہ تمام اشیا کے وجود میں آنے کا سبب یہ ہے کہ انسان ان سے بہرہ ور ہو۔ تمام کائنات انسان کے لئے بنائی گئی ہے، اس دلیل کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ تمام موجودات جو اس جہان میں ہیں وہ سب کی سب انسان کے وجود سے موافقت رکھتی ہیں۔ دوم یہ کہ موجودات میں یہ موافقت لازمی طور پر کسی فاعل کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہ فاعل تمام تر عقل ودانش ہوگا۔ اسی نے ایک خاص مقصد کے لئے یہ موجودات پیدا کی ہیں۔ یہ اتفاقاً وجود میں نہیں آئیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ صحیح معنوں میں عرفانِ حق حاصل کرے یا خدا کو پہچانے، اسے چاہیے کہ موجودات کے فائدے اور ان کے مفید ہونے کے بارے میں غور کرے ____

دلیل اختراع کی اساس اس پر ہے کہ انسان غور کرے کہ کس طرح مٹی سے پودے اگتے ہیں، کس طرح زندگی وجود میں آتی ہے، سو کوئی ہے جو نباتات وحیوانات کو وجود میں لاتا ہے۔ بس جو خدا کو صحیح معنوں میں جاننا چاہے اسے چاہیے کہ اشیا کی حقیقت کو سمجھے تاکہ موجودات کے موجدِ حقیقی کو جان سکے جو خداوند اقدس ہے۔ ۲۹

علامہ اقبالؒ (وفات ۱۹۳۸ء) کی نظر میں خدا بھی ایک خودی ہے البتہ یہ خودی مطلق ہے یا لامتناہی خودی ہے۔ کائنات خود بھی ایک خودی یا ایغو ہے، ہماری حیات ایغو کی حیات ہے۔ ذرے سے آفتاب تک ہر شے میں خودی کارفرما ہے حتیٰ کہ وہ اپنا اضافی کمال انسان میں حاصل کرتی ہے۔ تمام دوسری مخلوقات میں سب سے زیادہ انسان ہی اپنے خالق کی خالقیت کے عمل میں شریک ہے ____ خودی مطلق یعنی خدائے برحق تمام محدود خودیوں کو ان کا وجود مٹائے بغیر اپنی خودی میں یعنی ہستی میں لئے ہوئے ہے۔ قرآن پاک میں اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ یوں خودی مطلق کائنات سے ماورا بھی نہیں اور وہ ہمہ اوستی نظریے کے مطابق کلی طور پر نافذ کل اور ہمہ گیر بھی نہیں کیونکہ وہ ایک شخصی حقیقت ہے نہ کہ غیر شخصی یعنی خودی مطلق ایک حد تک ہمہ گیر بھی ہے اور ایک حد تک ماورا بھی ____ یہاں یہ بات توضیح کے طور پر کہنا مناسب ہوگا کہ خدا کی شخصیت کے تصور کے حوالے سے،

Marfat.com

دو تصورات ہیں: خدا ایک شخص ہے یا فرد ہے اور اس کائنات سے ماورا یعنی دور یا باہر عرش پر مقیم ہے اور حکمرانی کر رہا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خدا ساری کائنات میں موجود ہے بلکہ ہر شے میں جاری و ساری ہے۔ ہر چیز میں اسی کا وجود ہے، بلکہ یوں کہیے کہ ہر چیز وہی ہے۔ اس کے وجود کے سوا کوئی موجود ہی نہیں، یہ ہمہ اوستی (وحدت الوجودی) نظریہ ہے۔ پہلے نظریے کے مطابق انسان اور خدا میں جو رشتہ ہے وہ ہر چند خالق و مخلوق کا ہے لیکن انسان کی شخصیت قایم رہتی ہے لیکن اس نظریے سے شرک کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے یعنی ایک وجود خدا کا اور دوسرا وجود انسان کا۔ اس شرک سے بچنے کے لئے دوسرا نظریہ پیدا ہوا کہ خدا اور انسان میں خالق و مخلوق کا رشتہ نہیں بلکہ سب کچھ وہی ہے۔ یہ وحدت الوجودی تصور ہے، اس میں انسانی شخصیت معدوم ہو جاتی ہے، نہ انسان کا ارادہ رہتا ہے اور نہ اس کا اختیار۔ یہ ہمہ اوستی تصور عام طور پر تصوف میں رائج ہے جبکہ مذاہب زیادہ تر ماورائی تصور رکھتے ہیں ـــــ علامہ کی نظر میں خدا کی شخصیت نہ ماورائی ہے نہ ہمہ اوستی بلکہ وہ ایک خودی ہے اور کائنات بھی ایک خودی ہے، خود انسان بھی خودی ہے، البتہ خدا خودی مطلق ہے جو تمام محدود خودیوں پر محیط ہے اور انسان کی خودی ان تمام دوسری محدود خودیوں کے مقابلے میں کامل ہے اور افضل و اعلیٰ ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ انسانی خودی مزید تکمیل کے مراحل سے بھی گذر رہی ہے۔

علامہ اقبالؒ خودی مطلق کے ماورائی پہلو پر ذرا زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ خودی مطلق کے ہمہ گیر یا نافذ کل ہونے کو تسلیم کرنے سے انسانی خودی لامتناہی خودی یعنی خدا میں براہ راست جذب و تحلیل ہو جاتی ہے جبکہ ماورائی تصور متناہی خودی کو یعنی انسان کی خودی کو نمایاں کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی خودی مطلق یعنی ہستی خداوند تعالیٰ کی انفرادیت کو بھی عیاں کرتا ہے، اس کے علاوہ خدا کا ماورائی تصور مذہبی شعور کو بہتر انداز میں مطمئن کرتا ہے کیونکہ انسان کی مایوسی اور اس کی تنہائی کے احساس کا مداوا ایک ماورائی ہستی کے وجود سے ہوتا ہے جسے وہ مصیبت میں پکار سکے اور جس سے وہ دکھوں کا مداوا حاصل کر سکے۔

اس خودی مطلق کی چار صفات ہیں:

(۱) خلاقیت (۲) ہمہ دانی (۳) قدرتِ کاملہ (۴) سرمدیت

(۱) وہ خلاق ہے لیکن ان معنوں میں کہ تخلیق خود اس کے باطنی امکانات کا بے نقاب ہونا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ کائنات یا مادہ اس سے علیحدہ اور خارج میں کوئی شے ہے۔ مادہ، مکان و زمان در حقیقت ذات حق کی یا خودی کی آزاد تخلیقی قوت کی تشریحات یا تعبیرات ہیں ان کا اپنا علیحدہ وجود نہیں۔

(۲) خودی مطلق ھمہ دان ہے یعنی عالم کل ہے یا علیم ہے۔ خدا ایسا علیم ہے کہ اس کے علم کا عمل اور اس

Marfat.com

کے علم کا معروض دونوں ایک ہی ہیں۔ وہ ایسا علیم ہے کہ جس کا معلوم اس سے جدا نہیں۔ اس کا علم تخلیقی ہے وہ خود ہی اپنے علم کا موضوع ہے اس لئے وہ ہمہ دان ہے۔ ہمہ دانی سے یہ مراد بھی نہیں کہ ہر چیز پہلے سے دی ہوئی اور متعین ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف اسے ذہن نشین کر لیا ہے۔ اس کا ادراک اپنے سے باہر کسی چیز کا ادراک نہیں۔ وہ ایک زندہ تخلیقی فعلیت ہے، وہ تخلیق کرتا ہے جس لمحے وہ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جس لمحے وہ تخلیق کرتا ہے۔ اس طرح مستقبل خدا کی تخلیق حیات کے نامی کل میں موجود رہتا ہے لیکن وہ ایک کھلے غیر متعین امکان کی طرح موجود رہتا ہے نہ کہ واقعات وحوادث کی ایک ایسی ترتیب کی صورت میں جس کا قطعی خاکہ پہلے سے مقرر ہو۔

(۳) خودی مطلق قادر کل ہے لیکن ایسی لامحدود طاقت نہیں جو بے بصر اور متلوّن ہو کیونکہ ایک معنی میں وہ محدود ہے یعنی اپنی دانش اور نیکی سے محدود ہے۔ یہ تحدید اسے بے بس نہیں بناتی بلکہ اس کی طاقت دانش اور نیکی سے مربوط ہے، اس کی قدرت کے اظہار میں ایک نظم ہے، ایک اصول ہے، اس کا ارادہ بنیادی طور پر نیکی کی طرف حرکت کرتا ہے ـــــــــ اب سوال پیدا ہوتا ہے پھر یہ شر اور الم کہاں سے آئے؟ علامہ فرماتے ہیں کہ ہماری کائنات ایک ناقص کائنات ہے، خودی نے انسان میں اضافی کمال حاصل کیا ہے۔ کمال کلی ابھی بہت دور ہے۔ الم اور شر ہمیں اپنی خودی کے استعمال اور استکمال کی آرزو برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں، لہٰذا شر اور الم مطلق نہیں بلکہ خودی کے استکمال میں کامیاب یا ناکام ہونے سے متلازم ہوتے ہیں۔

(۴) خودی مطلق سرمدی یا ابدی ہے۔ عام طور پر سرمدیت سے مراد ایسا زمانہ ہے جس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ مظاہر کی دنیا میں تواتر اور تغیر پایا جاتا ہے اور اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر ابتدا کی ایک انتہا ہے اور تواتر بے نہایت کی بھی ایک انتہا ہے، لیکن زمان کا یہ تصور عملاً غلط ہے۔ اب اگر ہم اپنی ذات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہاں تغیر بلا تواتر پایا جاتا ہے۔ تمام باطنی حالتیں ایک دوسرے میں نفوذ کر رہی ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ ایک حالت کہاں ختم ہوتی ہے اور دوسری کہاں شروع ہوتی ہے۔ استدام ایک نامی کل ہے جس میں ماضی پیچھے نہیں رہ جاتا بلکہ حال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور حال میں کارفرما رہتا ہے۔ اسی طرح مستقبل بھی آگے اس طرح پڑا ہوا نہیں جس پر سے ہمیں گذرنا ہے، وہ پہلے ہی سے حال میں ہے یعنی وہ حال میں ایک کھلے ہوئے غیر متعین امکان کے طور پر موجود ہے، اس کی خودی تاریخ کی ساری حدرسائی کو اپنی حیات باطنی میں ایک

Marfat.com

آن یا لمحے کے طور پر لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس کے لئے نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا ہے، سب کچھ ایک لمحہ میں اس کے زیر نظر ہے۔ وہ زمانے کی تاریخ پر ہماری طرح آہستہ آہستہ اور تدریجی مدتوں سے نہیں گذرتا۔ فی الواقع خداوند تعالیٰ خود ہی تمام زمان کا سرچشمہ ہے۔

اگر خواہی خدا را فاش بینی خودی را فاش تر دیدن بیاموز۳۲

یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا کو صاف طور پر دیکھ سکو تو اپنی خودی کو زیادہ صاف طور پر دیکھنا سیکھو۔

مغربی مفکرین اور تصورِ خدا:

خداوند اقدس کے وجود کے اثبات میں مغربی مفکرین نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ اگر چہ ان کے دلائل بیشتر وہی ہیں جو یونانی اور مسلم فلاسفہ نے اس حوالے سے پیش کئے مثلاً میسٹر ا یکھارٹ Meister Elkhart ایک مغربی مفکر اور مسیحی صوفی (تیرھویں صدی عیسوی) کے خدا کی تعریف میں یہ جملے: "God is not light nor life nor love nor nature nor spirit nor semblance nor anything we can put into words" مشہور مسلم فلسفی کندی (آٹھویں نویں صدی عیسوی وفات ۸۶۶م) کے ان الفاظ سے (جن کا کندی کے حوالے سے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے) بے حد مشابہت رکھتے ہیں "خدا کی ذات مادی نہیں، اس کی کیفیت نہیں، کمیت نہیں، خدا نہ جنس ہے، نہ نوع ہے، نہ عرض ہے، نہ عدد ہے، غرض خدا کو انسانی فکر کے سانچے میں ڈھالا نہیں جا سکتا ______ البتہ مغربی مفکرین کے دلائل میں کچھ جدت اور بانکپن بھی ہے۔ قارئین کرام ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

ڈیکارٹ Descartes (ولادت ۱۵۹۶ء) خدا کو جوہر کہتا ہے، جوہر سے مراد ایسی ہستی ہے جو اپنے وجود کے لئے کسی اور کی محتاج نہ ہو اور جو بذات خود قائم ہو۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ میں خدا کا تصور اس لئے موجود ہے کہ خدا موجود ہے، خدا کے وجود کا دارومدار میرے نفس کے تصور پر نہیں بلکہ میرے نفس کا تصور اس کے وجود کا رہینِ منت ہے ______ اس کے نزدیک کامل اور لامحدود ہستی کا تصور ایک نصب العین کا کام دیتا ہے، اسی کا یہ مشہور قول ہے کہ میں سوچتا ہوں اس لئے میں موجود ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ میرا وجود اگر مستقل ہوتا اور قائم بالذات ہوتا تو نہ مجھے موت ہوتی، نہ مجھ میں خواہش ہوتی اور نہ شک ہوتا۔ پھر تو میں ہی خدا ہوتا، چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے میرا وجود کسی ذات کامل واکمل کی عطا ہے جو خدا ہے، جو وجود کامل ہے، واجب ہے اور قائم بالذات ہے۔ میرا ذہن ناقص ہے اور محدود ہے۔ اس لئے میں ذات حق (جو کامل ہے اور لامحدود ہے) کا ادراک کلی طور پر نہیں کر سکتا۔ یعنی جیسا کہ اس کا حق ہے اس کا عرفان حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن ذات حق

Marfat.com

کو میرا ذہن روشن اور واضح پاتا ہے، جیسا کہ مثال کے طور پر پہاڑ کو میں آغوش میں نہیں لے سکتا لیکن اسے چھو تو سکتا ہوں، یوں اس کے وجود کو محسوس کر سکتا ہوں۔ ۳۱

مالبرانش Malebranche (ولادت ۱۶۳۸ء) کی نظر میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے خدا میں دیکھتا ہے، ہر فعل خدا کی جانب سے وجود میں آتا ہے، انسان تو صرف آلہ اور سبب ہے۔ یوں گویا وہ وحدت الوجودی ہے۔ ۳۲

سپنوزا Bruch Spinoza (۱۶۷۷-۱۶۳۲ء) کی نظر میں خدا ایک جوہر ہے جو قائم بالذات ہے، جاوید ہے، واجب الوجود ہے، جس کی لامحدود اور بے شمار صفات ہیں اور جس کا وجود ظاہر و مشہود ہے یعنی اپنے ظہور کے لئے کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ خدا کائنات کی علت خارجی نہیں داخلی ہے۔ جو کچھ ہے خدا میں ہے اور بغیر اس کی ذات کے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی، جو کچھ موجود ہے وہ خدائے واجب الوجود کی ایک حالت یا شان ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پرانے فلسفیوں نے اپنے فلسفہ کا آغاز عالم خلق سے کیا تھا، ڈیکارٹ اور غزالی نے اپنی ذات کو مبدأ علم جانا، اسپنوزا نے خدا کو مبدأ علم بتایا، متقدمین کے لئے عالم شناسی وسیلۂ خداشناسی تھا، ڈیکارٹ کے لئے خودشناسی وسیلۂ خداشناسی تھا اور اسپنوزا کے لئے خداشناسی خودشناسی کا وسیلہ ہے۔ وہ خدا کو ہر شے میں اور ہر شے کو خدا میں دیکھتا ہے، اس لئے اسے خدا مست کہا جاتا ہے، لیکن علمائے قشری اسے منکر خدا اور ملحد کہتے تھے۔ اسی کا قول ہے کہ جذبات عقل کی بصارت کے بغیر بے نور آنکھیں ہیں اور ہوش بے جوش قوت تخلیق و عمل سے محروم ہے۔ انسان کسی صحیح نتیجہ پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک جذبات و عقل دونوں نے ایک دوسرے کی تائید کر کے مہر تصدیق ثبت نہ کر دی ہو۔ ۳۳

لائبنیز Gottfried Wilheim Leibniz (وفات ۱۷۱۶ء) کی نظر میں ذات حق وجود کی علت غائی بھی ہے، علت موجبہ بھی ہے اور علت کافیہ بھی ہے۔ ذات حق کامل بھی ہے اور لامحدود بھی ہے اور وہ علم و ارادہ اور قدرت کی صفات سے موصوف بھی ہے۔ اس کا علم ماہیات کا خالق ہے اور اس کا ارادہ ان ماہیات کے وجود کا خالق ہے اور اس کی قدرت ان دونوں امور کی علت ہے یہ تینوں صفات الٰہی ''جوہر فرد'' میں بھی موجود ہیں۔ عالم میں ذات حق کے علاوہ دو قسم کے جوہر ہیں، ایک جسم ہے جس کی حقیقت بُعد ہے اور ایک روح ہے جس کی حقیقت فکر یا علم ہے۔ ۳۴

جرمن فلسفی مینڈلسن Moses Mendelssohn (۱۷۸۶-۱۷۲۹ء) کی نظر میں خدا

Marfat.com

صاحب شخصیت ہے جو تمام تر خیر، دانش، عدل و کرم ہے۔۳۵

ہیگل Hegel (۱۸۳۱-۱۷۷۰ء) کی نظر میں خدا کا عقلی تصور کرنے سے وہ خدا نہیں رہتا، فلسفہ اور مذہب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ عقلیت اور عقیدے کے بین بین کوئی راہ نکالے، فلسفہ مذہب پیدا نہیں کر سکا البتہ مذہب فلسفہ پیدا کر سکتا ہے یعنی خدا کی ذات کا تصور کرنا فلسفہ کا کام نہیں البتہ اسکی صفات پر فلسفیانہ غور کیا جا سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام اضداد کی تہہ میں ایک مرکز کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ جدلیاتی عمل جاری نہ رہ سکے گا، وہی روح کائنات ہے، وہی خدا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اضداد کا تصور ہیگل کے فلسفہ کی بنیاد ہے۔ اس کی نظر میں ہر تصور کی ضد موجود ہے، جب وہ تصور ایک حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس کے ناقص پہلو کی نفی ہو جاتی ہے اور ایک نیا تصور جنم لیتا ہے، جو پہلے تصور کا عکس ہوتا ہے، اب یہ نیا تصور پہلے تصور سے مل کر نئی کلیت یا تصور پیدا کر لیتا ہے، اس نئے تصور کی آگے چل کر پھر نفی ہو جاتی ہے اور اس طرح عمل جاری رہتا ہے، نفی چونکہ صرف ناقص پہلو کی ہوتی ہے اس لئے تصور کا صالح عنصر فکر کی ان ارتقائی منازل میں باقی رہتا ہے۔ یہ صالح عنصر یا جوہر دراصل وہ ابدی اقدار یا حقایق ہیں جو تمام تغیرات کے باوجود باقی رہتے ہیں اور قائم بالذات طاقت اس جوہر کی حفاظت میں ہر آن مصروف رہتی ہے۔ اس قائم بالذات طاقت کو ہیگل روح کائنات کہتا ہے۔ اضداد کی اس جنگ اور ارتقائے کائنات کے اس عمل کو ہیگل جدلیاتی عمل کہتا ہے، ہیگل کے نزدیک تصورات کی اس جنگ میں خود نبض کائنات کا زیر و بم پایا جاتا ہے۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ ہیگل وحدت الوجودی ہے، ہیگل درحقیقت نہ وحدت الوجودی ہے اور نہ منکر حق ہے اور نہ ہی اس عقیدہ کا حامل ہے کہ خدا کا وجود موجودات کے مقابلہ میں الگ اور مستقل ہے، یعنی ماورائی نظریہ بھی وہ نہیں رکھتا۔ ہیگل جو کہنا چاہتا ہے وہ یوں ہے کہ خدا جہان میں نہیں، خود جہان خدا میں ہے۔۳۶

شوپنھاور Schopenhauer (۱۸۶۰-۱۷۸۸ء) کہتا ہے کہ میرا شعور مجھے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس عالم شہود کے عقب میں ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنے وجود کے لئے میرے تصور اور نظام عقل کی پابند یا محتاج نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے؟ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ ہے اور اس کا وجود میرے وجود پر منحصر نہیں۔ شوپنھاور کہتا ہے کہ جو چیز تمام موجودات میں جاری و ساری ہے، جو نہ صرف ہماری ماہیت ہے بلکہ اس معروضی عالم کی اساس بھی ہے وہ خواہش یا ارادہ ہے جو حقیقت ہے اور ذات مطلق ہے۔ یہ خواہش یا خواہش حیات یا ارادہ لافانی ہے اور ایک اندھی قوت ہے جس نے وجود میں آ کر ایک بہت بڑی غلطی کی ہے جو غم اور الم کا سبب بھی ہے ___ گویا خواہش حیات قید حیات کا باعث ہے اور اس لئے بند غم کا

Marfat.com

سبب بھی ہے۔

کانٹ Kant (۱۸۰۴-۱۷۲۴ء) کہتا ہے کہ خدا کا تصور ہر اس انسان میں موجود ہونا ضروری ہے جس کے ذہن میں اخلاقی قانون موجود ہے۔ اس کے خیال میں مذہب کی بنیاد سائنس اور دینیات پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اخلاق کو مذہب کی بنیاد ہونا چاہیے جس میں ارادۂ نیک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

نیکی کی بنیاد حسن نیت یا ارادۂ نیک ہے، خیر مطلق ارادۂ خیر ہی ہے، البتہ ذات حق یا حقیقت مطلق کا اثبات عقل سے ممکن نہیں، نظام کائنات سے وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے بارے میں جو دلائل فلاسفہ نے پیش کئے تھے وہ یہ کہہ کر مسترد کر دیتا ہے کہ یہ ناکافی ہیں۔ ۳۷

کیرک گرد (ولادت ۱۸۱۳ء) کہتا ہے کہ موضوع ہی حقیقت ہے اور حقیقت بحیثیت موضوع ہی ہوتی ہے۔ انسان اور خدا میں اس وقت تک کسی قسم کا رابطہ قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا کو موضوع نہ مانا جائے۔ زندہ اور حرکی قسم کا تعلق صرف ایک موضوع اور دوسرے موضوع ہی میں قائم ہو سکتا ہے۔ موضوع اور معروض کے درمیان پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا کو موضوع محض شخصیت سمجھتا ہے، گویا خدا لا انتہا موضوعیت ہے، اسی کا قول ہے "میں ہوں کیونکہ میں موجود ہوں" وہ کہتا ہے کہ اگر میں نے اپنی قبر کے لئے کوئی کتبہ تجویز کیا تو وہ ہوگا "وہ فرد"۔ ۳۸

لاک John Locke (۱۷۰۴-۱۶۳۲ء) کہتا ہے کہ ہمارا علم وجود کے بارے میں تین قسم کا ہے (۱) علم اپنے وجود کا (۲) علم خدا کے وجود کا (۳) علم اشیا کے وجود کا۔

ہم خدا کے وجود کا علم عقل کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، اس طور سے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا وجود حادث ہے سو ہمارے وجود کو اس نے پیدا کیا ہے جو قدیم ہے، ازلی وابدی ہے اور صاحب عقل ہے پس ہمارے پاس جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے جو خود قدرت کاملہ ہے۔ ۳۹

برگسان Henri Bergson (ولادت ۱۸۵۹ء) کی نظر میں خدا عشق ہے اور عشق خدا ہے۔ خالق حقیقت میں عشق ہے اور خلقت نتیجہ عشق ہے۔ خالق یعنی خدا عاشق ہے اور مخلوق معشوق ہے اور چونکہ مخلوق خالق کا نتیجہ ہے، پس معشوق بھی خالق خود ہی ہے۔ ۴۰

تصور خدا اور موحد فلاسفہ:

عام طور پر موحد فلسفیوں کا نظریہ ہے کہ خدا کائنات میں صرف روح فطرت کے طور پر موجود ہے، وہ اس کی علت اولیٰ ہے یا علت العلل ہے یا بہت سے بہت خدا نے کائنات کو تخلیق کیا ہے اور بس، نظام عالم سے

Marfat.com

اسے کوئی سروکار نہیں، اس کا علم کلیات تک محدود ہے، خدا جزئیات سے آگاہ نہیں۔ جس طرح گھڑی ساز گھڑی بنا کر فارغ ہو جاتا ہے پھر گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے، اسی طرح کائنات بھی گھڑی کی طرح ہے، جو خود بخود چل رہی ہے۔ کائنات کے اس نظام کو چلانے کے لئے خدا کی ضرورت نہیں۔

ارسطو کی نظر میں خدا جو علت اولیٰ ہے یا محرک اول ہے خود ساکن مطلق ہے چونکہ حرکت نقص کا سبب ہے اور خدا کامل ہے اسے اپنی ذات کے علاوہ کسی چیز کا علم نہیں۔[۴۱] فارابی کہتا ہے کہ خدا علام ہے لیکن اپنے علم کے لئے کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں۔ اس کا علم صرف اپنی ذات کے بارے میں ہے۔ اپنی ذات کے سوا اسے کسی چیز کا علم نہیں، وہ خود ہی عالم ہے خود ہی معلوم ہے خود ہی علم ہے۔[۴۲] ابن سینا کی نظر میں یہ مناسب نہیں کہ خدا جو واجب الوجود ہے اشیا کا علم بھی رکھے چونکہ اس صورت میں اس کی ذات اس شے کے علم پر قائم ہوگی جس کا اس نے علم حاصل کیا ہے، یوں خدا واجب الوجود نہیں ہوگا۔[۴۳]

قرآن پاک کہتا ہے **لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض** (سورہ ۳۴، آیت ۳) یعنی خداوند تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور زمینوں میں ــــــ وہ جب چاہتا ہے کہ کوئی چیز وجود میں آئے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز (فیکون) ہو جاتی ہے (سورہ ۳۶، آیت ۸۲)۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے، تمام کائنات کو سنبھالنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے، نہ نیند۔ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس کے لئے ہے۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بغیر اس کی اجازت کے، وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو اور وہ سب یعنی تمام موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لا سکتے، مگر جس قدر (علم دینا) وہ چاہے، اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے۔ اور اللہ کو ان دونوں (زمین و آسمان) کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی۔ وہ عالی شان و عظیم الشان ہے (سورہ ۲، آیت ۲۵۵)

خدا ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ **عالم الغیب و الشھادہ** (سورہ ۵۹، آیت ۲۲) ــــ وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور کوئی پتا (درخت سے) نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ (**و یعلم ما فی البر و البحر وما تسقط من ورقۃ الایعلمھا**) (سورہ ۶، آیت ۵۹) ــــ وہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں پوشیدہ اسرار کو جانتا ہے۔ **یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور** (سورہ ۴۰، آیت ۱۹) ــــ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور آسمانوں میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ **یعلم ما فی السمٰوات وما فی الارض واللہ علیٰ کل شئ قدیر**

Marfat.com

(سورہ ۳، آیت ۲۹) ___ وہ چاہے تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے زبردست حکمران پر فتح عطا فرمادے، وہ چاہے تو فرعون کو دریا میں غرق کردے اور اسی دریا سے موسیٰ علیہ السلام کو بہ سلامت پار کرادے۔ وہ چاہے تو بن باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کردے، وہ چاہے تو بغیر ماں کے حضرت حواؑ کو پیدا کردے، وہ چاہے تو جنگ بدر میں مشرکین مکہ کو کنکریاں مار کر شکست فاش سے دوچار کردے ___ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (آپ نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی، جس وقت آپ نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی) (سورہ ۸، آیت ۱۷) ___ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں ___ ان ربک فعال لما یرید (سورہ ۱۱، آیت ۱۰۷)

ان آیات بالا کی روشنی میں قرآن پاک کا خدا فلسفیوں کے خدا سے مختلف ہے۔ قرآن پاک کا خدا حقیقت میں خدا ہے جبکہ فلسفیوں کا خدا کائنات سے لاتعلق ہے، جزئیات سے بے خبر ہے، بلکہ اپنی ذات کے سوا ہر چیز سے بے خبر ہے ___ خدا کا یہ تصور ان کے اپنے ذہن کی تخلیق ہے، قرآن پاک نے سچ کہا ہے کہ سبحان اللہ عما یصفون (سورہ ۳۷، آیت ۱۵۹) یعنی اللہ کی ذات ان باتوں سے پاک ہے لوگ جو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تصورِ خدا پر مغرب کے جدید فلاسفہ کے اعتراضات:

ایک جدید فلسفی جے۔ ایل۔ میکی J.L. Mackie نے اپنے مضمون Evil & Omnipotence (شر اور قدرت مطلقہ) میں، پروفیسر جان ایچ ھک John H. Hick نے اپنی کتاب Philosophy of Religion (فلسفۂ مذہب) میں اور ایلون پلان ٹنگا Alvin Plantinga نے اپنی کتاب God, Freedom and Evil میں اس مسئلہ کو موضوع بحث بنایا ہے، کہ خداوند تعالیٰ جو قادر مطلق ہے، اور خیر مطلق ہے اس کی دنیا میں شر کہاں سے آیا؟ بقول جے ایل میکی "اب یا تو خدا کی قدرت کامل نہیں، ناقص ہے جس کی وجہ سے وہ شر کو روکنے میں ناکام رہتا ہے یا خدا خیر مطلق نہیں، اس لئے خدا کی دنیا میں شر ہے ___ ورنہ وہ ذات جو قادر مطلق ہے وہ شر کے وجود کو اگر چاہے تو مکمل طور پر دنیا سے مٹا سکتی ہے ___ یہ بات کہ خدا قادر مطلق بھی ہے اور خیر مطلق بھی ہے پھر دنیا میں شر بھی موجود ہے تو یہ دونوں باتیں باہم مطابقت نہیں رکھتیں یعنی شر کے ہوتے ہوئے ہم خدا کو قادر مطلق اور خیر مطلق نہیں مان سکتے"۔

بظاہر تو جے۔ ایل۔ میکی کا یہ اعتراض وزنی لگتا ہے لیکن اگر ذرا سا غور کیا جائے تو اس اعتراض کا

Marfat.com

بودا پن واضح ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ہم جسے شر کہتے ہیں وہ ہمارے نقطۂ نظر سے شر ہے ورنہ حقیقت میں شر نہیں، سمندر کے پانی میں مچھلی کے لئے زندگی ہے اور انسان کے لئے اس میں موت ہے۔ شر کا وجود ذاتی نہیں اضافی ہے۔ خیر سے محرومی کا نام شر ہے۔ شر خیر کا تلازم ہے جس طرح جہالت علم کا تلازم ہے، ظلم عدل کا تلازم ہے، یوں خیر، علم اور عدل کے وجود سے شر، جہالت اور ظلم وابستہ ہیں، بغیر شر کے خیر کا تصور ممکن نہیں اور نہ بغیر شر کے خیر کا وجود ممکن ہے یوں اس دنیا میں شر کا وجود بھی ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ خیر کا نہ ہونا شر ہے، علم کا نہ ہونا جہالت ہے، یوں خیر اور علم کا وجود اصلی ہے اور شر اور جہالت کا وجود اضافی ہے۔ ویسے بھی شر کا وجود انسان کے اختیار کی آزادی کے لئے بھی لازمی ہے۔ خیر و شر کی موجودگی میں خیر کے انتخاب ہی سے انسانیت یا اخلاق عبارت ہے ____ صوفیہ کہتے ہیں کہ وجود حق حقیقی ہے اور انسان کا وجود عدم اضافی ہے اور وجود حق یا وجود مطلق یا ذات مطلق تمام خیر ہے اور وجود خلق جو عدم اضافی ہے منبع شر ہے کیونکہ وجود خیر ہے اور عدم شر ہے کہ صوفیہ کا قول ہے **الوجود خیر محض والعدم شر بحت. الحسنات کلھامن الوجود والسیأت کلھا من العدم و الفقود.** قرآن کا فرمان ہے (**ما اصابک ____ فمن نفسک**) (سورہ ۴، آیت ۷۹) کہ اچھائی اللہ کی جانب سے ہے اور برائی تمہارے نفس سے ہے۔ اگرچہ یہ بھی ہے **کل خیر و شر من اللہ تعالیٰ** لیکن یہ حقیقت کا ایک اور پہلو ہے کہ چاہے وجود ہو یا عدم اضافی، تمام کی اصل ذات حق یا وجود حق ہے۔

شپرہ با حضرت خورشید گفت — چشم مرا کور چرامی کنی
گفت ترا طاقتِ دیدار نیست — کور خودی شکوہ زما می کنی

یعنی چمگادڑ نے سورج سے شکایت کی کہ تو میری آنکھوں کو کیوں اندھا کر رہا ہے، سورج نے کہا کہ تو خود اندھی ہے اور اپنے اندھے پن کا الزام مجھ پر لگاتی ہے۔

اس کے علاوہ جے۔ ایل۔ میکی اور ان کے دوسرے ہم خیال فلسفیوں کی یہ دلیل کہ اس دنیا میں شر ہے جبکہ خدا کو خیر مطلق بھی مانا جاتا ہے اور قادر مطلق بھی ____ اب یا تو خدا قادر مطلق نہیں اس لئے وہ شر کو روکنے میں ناکام رہتا ہے یا خدا خیر مطلق نہیں اس لئے خدا کی دنیا میں شر ہے ____ ایک اور حوالے سے بھی غلط ہے۔ اگر ہم ایک لحہ کے لئے یہ مان لیں یا فرض کرلیں کہ خدائے خیر مطلق اور خدائے قادر مطلق ایک ایسی دنیا تخلیق کرتا جس میں خیر ہی خیر ہوتی، شر اور الم مفقود ہوتے یعنی سب لوگ ہر قسم کے شر سے اور دکھ سے محفوظ ہوتے، نہ باہمی اختلاف ہوتا، نہ جنگ ہوتی، نہ بیماری ہوتی، نہ ظلم ہوتا، نہ عدم مساوات ہوتی، سب لوگ

Marfat.com

امن وسکون اور صحت وسلامتی کے ساتھ زندگی گزارتے۔ اسی طرح خیر کے حوالے سے سب لوگ بھلائی اور خیر میں برابر ہوتے یعنی دولت، دنیا، روٹی، کپڑا، مکان سب کے پاس مساوی ہوتا، اسی طرح خیر محض کا تقاضا تھا کہ سب کی عمریں بھی یکساں ہوتیں، چونکہ یہ تو انصاف کے خلاف ہوتا کہ کسی کو چند دنوں کی زندگی، کسی کو چند سال کی اور کسی کو طویل ستر اسی سال کی زندگی ملے، سو سب کی عمریں بھی برابر ہوتیں۔ فرض کر لیتے ہیں سو سال کی عمر سب کو ملتی اور پوری صحتمندی کے ساتھ، چونکہ اگر بیماری آئے تو انصاف کے خلاف ہے کہ کسی کو نزلہ زکام ہو اور کوئی صحتمند ہو اور کسی بیچارے کو کینسر ہو جائے۔ سو سب صحتمند بھی ہوتے، سب کی عمریں بھی یکساں ہوتیں یعنی سو سال کی، اس صورت حال میں سب کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا، کیونکہ ہر ایک کی عمر سو سال کی جو ہوتی، نہ ایک پل زیادہ کی نہ کم کی۔ اس کا نتیجہ جو ہوتا وہ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی زندگی کا وقت گنتا رہتا بلکہ اپنی موت کی آمد کا انتظار کرتا رہتا ___ چونکہ ہر شخص کو کھانے پینے کی اشیا ایک جیسی اور رہنے کا گھر ایک جیسا ملتا، اس سے زندگی میں، معاشرے میں جو اکتاہٹ ہوتی یہ آسانی تصور کی جا سکتی ہے۔ یعنی من وسلویٰ آسمان سے آ رہا ہے، پہننے کو لباس، رہنے کے لئے گھر ایک جیسا مل رہا ہے، پھر انسان فارغ ہوتا اور صرف ایک کام کرتا، وہ تھا موت کا انتظار، مرنے کے وقت کی آمد کا انتظار ___ جس وقت کا اسے پہلے سے علم ہے۔ سو یہ خیر کی دنیا جو شر اور الم سے کلی طور پر پاک ہوتی کیسی ہوتی بلکہ کیسی ہولناک ہوتی، ہر صاحب شعور سوچ سکتا ہے ___ پھر یہ بھی تو ہے کہ اگر سارے انسان نیک ہوتے بلکہ تمام تر خیر ہوتے تو گویا وہ فرشتے ہوتے اور فرشتوں کی دنیا کیسی ہوتی یہ سوچا جا سکتا ہے ___ جب انسان فرشتہ ہوتا تو اسے خیر وشر میں فرق کرنے کا شعور بھی نہ ہوتا۔ پھر انسانی ذہن بھی آزاد ومختار نہ ہوتا کیونکہ خیر وشر میں تمیز کرنے ہی سے ذہن آزاد ومختار بنا ہے۔ جب انسانی ذہن آزاد ومختار نہ ہوتا تو یہ دنیا بھی ایسی نہ ہوتی بلکہ ہزاروں لاکھوں سال پہلے جیسی ہوتی، کیونکہ دنیا کی ساری ترقی انسان کے ذہن کی آزادی سے وابستہ ہے، اس کے علاوہ خدا کے وجود کا تصور جو انسانی ذہن میں مختلف مراحل سے گزر کر وحدانیت خالص کی صورت میں پیدا ہوا، انسانی ذہن کی آزادی اور نشوونما کو بھی پیش کرتا ہے۔

تصور خدا اور مغرب کے ملحد مفکرین:

مغربی مفکرین کا یہ خیال کہ تصور خدا کو ہمارے خوف اور ہماری خواہشات نے جنم دیا ہے یا یہ کہ خدا کا تصور فن یا شاعری کی طرح ہمارے تخیل کی تخلیق ہے یا یہ کہ انسان کو خدا پرستی چھوڑ کر انسان دوستی کا مذہب اختیار کرنا چاہیے ___ غلط اور بے معنی ہے ___ خدا کے تصور کو ہمارے خوف اور ہماری خواہشات نے جنم نہیں دیا، بلکہ انسان فطری طور پر خدا پرست ہے، ایمان باللہ سے اس کا فطری تعلق ہے۔ شاید

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ انسان نے، جونہی اس کا شعور جاگا، ایسے وجود کی حقیقت کو تسلیم کیا جو اس سے ہر لحاظ سے بلند و برتر ہے، خواہ وہ دیوتا ہو یا ایک خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ ہو، بلکہ دیوتا کے تصور کے پس منظر میں بھی خدا کا تصور ابتدائی طور پر موجود تھا ــــــ ہاں یہ اور بات ہے کہ خوف و طمع (آرزو یا خواہش) انسان کی بنیادی صفات ہیں اور قرآن میں اس حوالے سے ان کا باہم ذکر کئی بار آیا ہے ــــــ اگرچہ خوف کے کئی پہلو ہیں، بھوک کا خوف، بیماری کا خوف، موت کا خوف، مال کے نقصان کا خوف، اسی طور طمع یا امید و آرزو کے کئی پہلو ہیں، نفع کی آرزو، مال و دولت پانے کی آرزو، شہرت کی آرزو وغیرہ وغیرہ لیکن ان تمام پہلوؤں کے علاوہ خوف و طمع کے دو بنیادی پہلو ہیں: ایک فنا کا خوف اور بقا کی طمع یا آرزو۔ یعنی انسان کے خوف کا سب سے زیادہ بنیادی پہلو فنا ہونے کا خوف ہے اور انسان کی طمع یا اسکی آرزو کا سب سے زیادہ بنیادی پہلو اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی آرزو ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان اس جہان میں ہمیشہ نہیں رہتا کہ انسان کو فنا یا موت سے مفر نہیں، باوجود تاج محل یا اہرام بنانے کے انسان آخر کار ایک دن معدوم ہو جاتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ــ بلکہ اس جہاں کی ہر چیز فنا پذیر ہے ــــ یہ حقیقت حال ایک سوچنے اور فکر کرنے والے انسان کے ذہن کو اس حقیقت کی طرف نشاندھی کرتی ہے کہ ایک ذات ہے جو فنا، موت یا معدومیت سے منزہ اور بری ہے اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، وہی ذات اس کائنات اور اس دنیا اور خود انسان کی خالق و مالک ہے۔

مغربی مفکرین کا یہ خیال کہ خدا کا تصور فن یا شاعری کی طرح انسان کے تخیل کی تخلیق ہے محض خیال آرائی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا، یہ خوبصورت اور حیرت افزا کائنات، رات کو ستاروں بھرا آسمان، دن کو سورج کی روشنی سے منور سارا جہان، یہ پھولوں بھری وادیاں، یہ اناج بھرے کھیت، یہ آسمان سے باتیں کرتی پہاڑوں کی چوٹیاں، یہ باران رحمت برساتے بادل، یہ پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے درخت سب پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ خدائے وحدہٗ، لاشریک لہٗ، ہے جو اس نظام کائنات کا خالق و مالک ہے، جو یگانہ و یکتا ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن پاک نے اپنے اسلوب خاص میں یوں بیان فرمایا ہے ''اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم یا بیج زمین میں) بوتے ہو، اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں؟ اچھا پھر یہ بتلاؤ جس (لکڑی سے) آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟''[۴۵] ــــــ اسی حوالے سے قرآن پاک کی سورہ روم' آیات ۲۱ تا ۲۴ میں خداوند تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بجلی دکھاتا ہے جو خوف بھی دکھاتی ہے اور امید بھی دلاتی ہے، خداوند تعالیٰ آسمان سے پانی

Marfat.com

برساتا ہے پھراس کے ذریعے سے زمین کواس کی موت کے بعد زندگی بخشا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

مغرب کے مفکرین کا یہ خیال کہ انسان خدا پرستی کو چھوڑ کر انسان دوستی کا مذہب اختیار کرلے ــــــــ بظاہر دلکش ہے لیکن حقیقت میں غلط مفروضوں پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانوں نے خدا کو یا مذہب کو ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیا ہے بلکہ بہت زیادہ ایسا کیا ہے اور انسان سب سے زیادہ بازیچۂ اطفال مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں میں ہی بنا ہے لیکن اس کے باوجود خدا پرستی کو یا تصور خدا کو چھوڑ کر انسان دوستی کو ہم ایک مذہب تسلیم کرلیں جو بغیر خدا کے ہو تو یہ تصور بھی غلط ہے۔ انسان دوستی کی تحریک بغیر خدا کے بے معنی ہے۔ یہ بھی خدا کے تصور کے ساتھ ہی پر معنی، روحانی اور اخلاقی بن سکتی ہے۔ وحدت حق ہی سے وحدت انسان اور انسانیت وابستہ ہے ــــ مذہب کی بنیاد پر اختلافات بھی وجود میں آئے، ان اختلافات کی وجہ سے جنگیں بھی ہوئیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مذہب کا اختلاف بنیادی طور پر جنگ و انسان کشی کا سبب نہیں بنتا بلکہ اس کے اسباب بالعموم کچھ اور ہوتے ہیں۔ مذہب کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ورنہ بہت سے لوگ جو مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں اسی دنیا میں باہم امن سے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کرتے ہیں۔ سو خدا پر ایمان تعصب اور تنگ نظری کے بجائے کشادہ دلی اور کشادہ نظری کے ساتھ ہونا چاہئے ــــــــ مذہب اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو عدل و مساوات، کشادہ دلی اور کشادہ نظری پر مبنی ہو۔ اسلام اور مسلمانوں نے اس حوالے سے تابندہ مثالیں قائم کی ہیں۔ میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ اسلام کی مذہبی رواداری اور کشادہ نظری کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک نہایت فراخدلانہ تھا، تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور مغرب کے اہل قلم بھی اس بات کے معترف ہیں۔ مسلمانوں کا عام طور پر اقلیتی مذاہب والوں سے اچھا سلوک رہا ہے ــــــ

اسلام میں خدا کا تصور انسانی ذہن کے قریب تر ہے، اسی لئے اسے دین فطرت کہا جاتا ہے، ہر اس انسان کے لئے یہ تصور خدا قابل قبول ہے جو تعصبات مذہبی سے پاک ہو کر صاف ذہن کے ساتھ قرآن پاک کے خدا کے تصور پر غور کرے جو توحید خالص پر مبنی ہے، قرآن پاک کے نظریۂ زندگی پر فکر کرے جو سعادت دارین کی دعوت دیتا ہے اور لفظ اسلام تو خود سلامتی اور امن کی معنویت لئے ہوئے ہے۔ اسلام ایک الہامی مذہب سے زیادہ الہامی قوانین زندگی سے عبارت ہے۔ وہ قوانین جو فطری ہیں، جو ہماری روح کی آواز ہیں، جو ہمیں قلب مطمئنہ عطا کرتے ہیں، دین اسلام تمام انسانوں کے لئے ہے اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اسلام میں زبان، رنگ یا

Marfat.com

نسل کی تفریق نہیں، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں سو سب برابر ہیں، کسی کو کسی پر برتری نہیں، برتری صرف پارسائی یا نیکوکاری کی بنیاد پر ہے۔ اسلام عقیدے کے اختلاف پر قتل یا جنگ کی اجازت نہیں دیتا، غیر مسلموں سے جہاد اس وقت جائز ہے جب وہ حملہ کریں وگرنہ دین اسلام میں مذہب کے حوالے سے کوئی جبر نہیں۔ آیت قرآنی لاا کراہ فی الدین (سورہ۲، آیت ۲۵۶) اسی حقیقت کو روشن کرتی ہے۔ ہر شخص کو اپنا دین یا مذہب اختیار کرنے کی آزادی ہے کہ دین اسلام تو امن و سلامتی کا مذہب ہے، لفظ اسلام اور لفظ ایمان اس پر شاہد ہیں اور مسلمانوں کا السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کہنا اس پر مزید ثبوت ہے ____ یوں آزادی فکر و نظر، آزادی عقیدہ و ایمان، امن پسندی اور روشن فکری تمام مذاہب عالم میں اسلام کی انفرادی شان ہے جس کا نمونہ رسول پاک ؐ صحابہ کرامؓ، سچے صوفیہ اور اہل اللہ کی زندگیاں ہیں۔

موجودہ دور میں یہ احساس اور شعور جاگ رہا ہے کہ مذہبی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا جہالت کی نشانی ہے۔ گویا چودہ سو سال پہلے اسلام نے جو سبق دیا تھا کہ ____ لکم دینکم ولی دین (سورہ۱۰۹، آیت۶) ____ اس پر عمل کرنے کے لئے دنیا تیاری کر رہی ہے۔ مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں گفتگو (Dialogue) کے ذریعہ باہمی افہام و تفہیم یا ہم زیستی کی فضا قائم کرنے کی سوچ ابھر رہی ہے، اس مثبت سوچ کی بنیاد یہی ہے اور یہی ہونی چاہیے کہ ہر شخص کو حق حاصل ہے جو چاہے ایمان یا عقیدہ رکھے لیکن اسے ہرگز یہ حق نہیں کہ وہ دوسروں کے عقائد یا دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو برا کہے۔ گویا لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم (سورہ۶، آیت ۱۰۸) (یعنی دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جہالت کی حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے) کے قرآنی اصول کو اپنایا جائے۔

تصور خدا اور فلسفیان بے دین و بے ادب:

نطشے (Friedrich Nietzche) کارل مارکس (Karl Marx) ڈارون (Charles Darwin) خدا کے وجود کے منکر ہیں، انہوں نے اور دوسرے ملحد فلسفیوں نے ذات حق تعالیٰ کے بارے میں نہایت گستاخانہ انداز میں اپنے ملحدانہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ۲۶؎ یورپ میں سائنسی اور صنعتی ترقی نے وہاں کے معاشرے کو ملحد بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی حوالے سے کچھ مغربی مفکرین کہتے ہیں کہ خدا کے وجود سے انکار ہی انسان کی مادی ترقی کا ضامن ہے ____ ہر صحیح صاحب فکر و نظر یہ بات سمجھتا ہے بلکہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ خدا پر صحیح معنوں میں ایمان تو کاروبار زندگی اور جدوجہد حیات میں پورے

Marfat.com

جوش و جذبے کے ساتھ شامل ہونے کا محرک ہے۔ خاص طور پر اسلام میں جہاد ایمان کا جز و لاینفک ہے اور جہاد اور جدوجہدِ حیات دونوں ہی اسلام میں ایک حد تک ہم معنی ہیں کیونکہ جدوجہدِ حیات جو ایمان باللہ کے ساتھ ہو وہ بھی جہاد ہی ہے۔ اس کے علاوہ مومن اس جہان کے مصائب کو خدا کی رضا سمجھتا ہے اور آخرت کی بھلائی کی امید رکھتا ہے سو وہ برے حالات میں ٹوٹتا نہیں، حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے جبکہ ملحد اور بے ایمان شخص کردار کی اس مضبوطی سے محروم ہونے کی وجہ سے حالات کے سامنے ڈھیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صرف خدا پر ایمان بھی ترقی کا ضامن نہیں، اس کے ساتھ بھی صحیح فکر و عمل کی ضرورت ہے۔ کہ فرمان حق ہے "**لیس للانسان الا ماسعی**"[۴۷] انسان کو بغیر کوشش و عمل کے کچھ نہیں ملتا۔ **ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا مابا نفسھم**۔[۴۸] یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنے اندر یعنی اپنی سوچ میں تبدیلی نہ لائے ـــــــ دنیا میں ہر شخص فطری طور پر اپنی اغراض اور اپنے مفادات کا بندہ ہوتا ہے لیکن خدا پر ایمان صادق رکھنے والا خدا کا بندہ اپنی ذاتی اغراض و مفادات سے بالاتر ہو کر صرف بندۂ حق ہوتا ہے اور بندۂ حق بن کر ہر قسم کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** (سورہ ۲، آیت ۲۷۷) کے مطابق ہر قسم کا خوف اس کے دل سے ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف خدا کا خوف دل میں رکھتا ہے اور یہ خدا کا خوف اسے اخلاق، انسانیت اور اعتدال کے دائرے میں لے آتا ہے، وہ اس آیت مقدسہ کے مطابق **لکیلا تاسوا علی مافا تکم ولا تفرحوا بما آتا کم** (سورہ ۵۷، آیت ۲۳) کسی ناکامی پر مایوس نہیں ہوتا اور کسی کامیابی پر مغرور نہیں ہوتا، دونوں صورتوں میں ایمان باللہ کی وجہ سے اپنی شخصیت میں اعتدال و توازن قائم رکھتا ہے کہ وہ امت وسطیٰ کا فرد ہوتا ہے اور صراط مستقیم پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اپنی موت سے ڈرتا نہیں، عزیزوں کی موت پر صبر کرتا ہے، ہر آفت و مصیبت کو رضائے الٰہی سمجھ کر **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن** (سورہ ۲، آیت ۱۵۶) کہتے ہوئے خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے، یوں وہ ایک توانا اور مستحکم شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو خدائے وحدہ، پر صحیح ایمان رکھتے ہیں وہ زندگی کے کٹھن حالات کا بہتر طریقے سے مقابلہ کر سکتے ہیں، بہ نسبت ان لوگوں کے جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ اہل ایمان جانتے ہیں کہ خدا کا فرمان ہے **انتم الاعلون واللہ معکم** (تم ہی بلند و برتر ہو کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے) (سورہ ۴۷، آیت ۳۵)۔

خدا پر ایمان انسان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ ایک بہت بڑی قوت کے طور پر ہماری سوچ کو سچائی اور ہمارے ارادوں کو مضبوطی عطا کرتا ہے، یوں خدا پر ایمان زندگی کا لازمی جزو ہے۔ ہاں یہ بات بھی

Marfat.com

ہے کہ موجودہ مسلمانوں کا تصور مذہب بھی اصلاح طلب ہے کہ بیشتر مسلمانوں کا مذہب اوہام پرستی اور ضعیف الاعتقادی پر مبنی ہے، جس کی بڑی وجہ جہالت ہے یا صحیح علم وفکر کا مفقود ہونا ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ ''تاریخ خدا'' کی مصنفہ نے مسلمانوں کی حالت زار کے بارے میں مسلم زعما کے تجزیے کے حوالے سے لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے:

"There was a great deal that needed to change; much had become backward looking; there was superstition and ignorance"(۴۹).

علمائے کرام دینی علوم کے ماہر تو ہوتے ہیں لیکن جدید معاشی، معاشرتی اور سائنسی علوم سے بالعموم سروکار نہیں رکھتے، حالانکہ اسلام میں دینی علوم یا دنیاوی علوم میں کوئی تفریق نہیں اور نہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس قسم کی تفریق روا رکھی تھی۔ فارابی، بوعلی سینا اور دوسرے مسلم مفکرین اور علما اپنے زمانے میں رائج تمام علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ موجودہ دور کے علمائے اسلام کو بھی جدید سائنسی، معاشرتی، معاشی علوم اور مغرب کے جدید فلسفیانہ افکار ونظریات سے بھی آشنائی حاصل کرنی چاہیے۔ جدیدیت سے خوفزدہ ہونے کی بجائے جدیدیت کو سمجھنا اور اس کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنا چاہیے۔ وہ علما جو اسلامی علوم پر مہارت کے ساتھ جدید علوم سے بھی آگاہی رکھتے ہونگے وہی مسلم معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرا سکتے ہیں۔ یہی لوگ دنیا کو ایسے معاشرے کی نوید دے سکتے ہیں جس میں دین اور دنیا کا توازن ہوگا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا ایمان اور ان کے عقاید بہت مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئے ہیں۔ ہمیں اس بات کا خوف نہیں ہونا چاہیے کہ جدید علوم سے مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ مغربی مفکرین کے ملحدانہ خیالات سے بھی مسلمانوں کا ایمان کمزور نہیں ہوگا بلکہ اور محکم ہو جائے گا کہ اسلام تو ہمیشہ دوسری تہذیبوں کے ساتھ رابطے سے زیادہ پھلا، پھولا اور پھیلا ہے ــــــ اسی حوالے سے کیرن آرمسٹرانگ نے کہا ہے:

"Islam had always thrived on contact with other civilizations" (۵۰)

تصور خدا اور عقل انسانی:

کچھ اہل دانش وعقل کا یہ تصور کہ خدا کا وجود چونکہ عقلی یا سائنسی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے اسے تسلیم کرنا ممکن نہیں، یوں وہ خدا کے وجود کے منکر ہیں ــــــ خود عقل ودانش کے خلاف ہے، کیونکہ خدا کے

Marfat.com

وجود کا انکار درحقیقت اپنے وجود کا انکار ہے، خود انسان کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو خداوند اقدس ہے ـــــ اسی بارے میں قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **ام خلقوا من غیر شئٍ ام هم الخالقون** (سورہ ۵۲، آیت ۳۵) کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ ـــــ یعنی نہ یہ خود پیدا ہوئے، نہ یہ خود اپنے خالق ہیں، بلکہ ان سب کا خالق خداوند تعالیٰ ہے، جس نے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے۔ اسی سلسلے میں قرآن پاک نے ایک اور جگہ یوں فرمایا ہے کہ منکرین خدا اور منکرین حشر ونشریوں کہتے ہیں کہ سوائے ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور زمانے کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو (سورہ ۴۵، آیت ۲۴) یعنی ہماری زندگی اور موت دونوں طبعی اسباب یا زمانہ سے وابستہ ہیں اور بس ـــــ حقیت یہ ہے کہ خالق کائنات یا خدا کا انکار منکرین کی عقل کے اندھے پن کی دلیل ہے۔ انسان نہ خود اپنا خالق ہوسکتا ہے اور نہ انسان خود بخود پیدا ہوسکتا ہے، نہ زمانہ موت وحیات کا سبب بن سکتا ہے، کیونکہ زمانہ خالق نہیں، زمانہ تو خود مخلوق ہے۔ یہ صرف اور صرف خداوند تعالیٰ ہیں جو خالق کائنات ہیں، زمان ومکان کے خالق ہیں اور جو اس نظام کائنات کو چلا رہے ہیں اور یہ شعور کہ خداوند تعالیٰ خالق کائنات ہیں اور وہ ہم سب کے خالق ورب ہیں، خود انسان کی فطرت میں موجود ہے یعنی انسان وحدت حق کو جاننے کی استعداد یا صلاحیت فطری طور پر رکھتا ہے، یہ اور بات ہے کہ حالات سازگار نہ ہوں یا ماحول موافق نہ ہو یا خواہشات نفسانی یا دنیاوی مفادات کے دباؤ میں انسان خدائے وحدہ، پر ایمان نہ لائے، کسی اور کو خدا بنالے یا دین حنیف یا دین وحدت اسلام کے بجائے کوئی اور مذہب اختیار کرلے، اسی حوالے سے قرآن کہتا ہے **فاقم وجهک للدین حنیفا فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله** (سورہ ۳۰، آیت ۳۰) یعنی تم یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ سچے دین کی طرف رکھو، اللہ کی دی ہوئی اس قابلیت یا استعداد کی پیروی کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اس فطرت یا صلاحیت یا استعداد کو بدلنا نہیں چاہیے (یہ وہ فطرت یا استعداد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) اسی طرح حدیث رسول پاک ﷺ ہے کہ **کل مولودٍ یولد علی الفطرت فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه** یعنی تمام بچے فطرت اسلام میں پیدا ہوتے ہیں ان کے والدین انہیں یہودی، عیسائی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ دونوں یعنی مذکورہ آیت قرآنی اور حدیث رسول پاکؐ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہیں کہ انسان کی فطرت میں وحدت حق کا شعور یا اس شعور کی صلاحیت موجود ہے۔ اگر انسان کی فطرت میں یہ صلاحیت یا استعداد موجود نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی وحدت پرست یا خدا پرست بھی نہ

Marfat.com

ہوتا۔ اسی لئے انسانی عقل جب بھی حق کی تلاش میں، حقایق کی روشنی میں کائنات کے نظام پر غور وفکر کرتی ہے تو بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ خدا ایک ہے جو خالق کائنات ہے، جیسا کہ (سورہ ۳، آیت ۱۹۱) میں ہے کہ اہل ایمان جب کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں تو یقین سے جان لیتے ہیں کہ کائنات ہمارے رب نے بے فائدہ پیدا نہیں کی ـــــ ہاں یہ بات بھی ہے کہ انسان عقل سے خدا کو پہچانتا ہے لیکن انسان صرف عقل ہی سے خدا کو کامل طور پر نہیں پہچان سکتا کہ عقل تو خود مخلوق ہے، کوئی مخلوق اپنے خالق کو کامل طور پر نہیں جان سکتی، البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ صرف عقل والے ہی خالق کائنات کو جان سکتے ہیں ـــــ اسی حوالے سے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ انسانی وجود نفس، روح اور عقل پر مشتمل ہے۔ نفس انسانی وجود انسانی کا جسمانی یا ظاہری پہلو ہے اور روح اس کا باطنی پہلو ہے، ان دونوں چیزوں میں حیوان اور انسان دونوں شریک ہیں یعنی انسان کی طرح حیوانات کا جسمانی وجود بھی ہے اور زندہ ہونے کے ناطے سے ان کے پاس روح بھی ہے، لیکن وہ عقل سے محروم ہیں، جبکہ انسان کے پاس عقل بھی ہے۔ عقل کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو وہ ہے جو جسم یا نفس انسانی سے وابستہ ہے یا محسوسات سے یا معقولات سے متعلق ہے، عقل کا یہ پہلو حقایق حیات وکائنات کے محسوساتی اور معقولاتی پہلوؤں کا ادراک کرتا ہے، انسان اسی عقل سے معاشرتی، معاشی، سائنسی اور اخلاقی مسائل پر غور وفکر کرتا ہے اور ان کو حل کرتا ہے۔ عقل کا دوسرا پہلو وہ ہے جو روح سے متعلق ہے، عقل کے اس پہلو کو قلب یا ضمیر انسانی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، عقل کا یہ پہلو حق اور روحانیت کے تصورات کا ادراک رکھتا ہے۔ اسے خواہ عقل وجدانی کہیے یا عقل دینی کہیے یا قرآن کی زبان میں حکمت کہیے یا رومیؒ اور اقبالؒ کی زبان میں عشق سے تعبیر کیجئے، یہی عقل ہے جو وحدت حق کا تصور کرتی ہے، اسی پس منظر میں مشہور فرانسیسی فلسفی پاسکل Pascal کا قول ہے کہ خدا کے وجود پر دل گواہی دیتا ہے، عقل نہیں اور اسی سے ایمان حاصل ہوتا ہے اور اسی کا قول ہے کہ دل اپنے دلائل رکھتا ہے جنہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہے ـــــ اب وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا وجود عقل سے اس طرح ثابت ہو جائے جس طرح ہم کسی چیز کو لیبارٹری میں ثابت کرتے ہیں تو ان کے لئے وجود حق نا قابل فہم ہی رہے گا اور وہ منکرین حق ہی رہیں گے کیونکہ عقلِ انسانی مذکورہ طور سے خدا کے وجود کو ثابت کرنے اور خدا کی حقیقت کو جاننے سے قاصر ہے کہ عقل مخلوق ہے اور مخلوق نہ اپنے خالق کو سائنسی طور پر جان سکتی ہے اور نہ اس کے وجود کو سائنسی طور پر ثابت کر سکتی ہے ـــــ اگر کوئی انسان یہ دعویٰ کرے کہ وہ ایسی ذات کو جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے سائنسی طور پر لیبارٹری میں ثابت کر سکتا ہے تو وہ سائنس کا کوئی نظریہ تو ہو سکتا ہے خدا نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک کمیونسٹ لیڈر نے اپنے ملک کے پادریوں

Marfat.com

سے کہا تھا ''میں صرف اس خدا کو تسلیم کروں گا جسے تم لیبارٹری میں ثابت کردو گے، لیکن یہ بھی یاد رہے جو خدا سائنس کی لیبارٹری میں ثابت ہو جائے گا وہ خدا نہیں ہوگا'' _____ سائنس اور عقل کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سائنس کی دنیا محسوسات اور عقل کی دنیا معقولات سے وابستہ ہے _____ سائنس کے پاس تجربہ ہے، ثبوت ہے لیکن مذہبی تجربہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ سائنس نہ عقیدہ دے سکتی ہے اور نہ روحانی تسکین کا سامان مہیا کر سکتی ہے، وہ حقائقِ قلبی یا روحانیت سے قطعاً نا آشنا ہے _____ عقل اور فلسفہ کے پاس شک ہے، دلیل ہے، وہ ہر حقیقت کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور صرف اسی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جو منطقی دلائل سے ثابت ہو سکتی ہو، دل کی دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہیں، عقل یا فلسفہ کی دنیا میں قلبی کیفیات یا روحانیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا، فلسفہ شک سے قلب میں اضطراب تو پیدا کر سکتا ہے لیکن طمانیت قلب عطا کرنے سے عاجز ہے، وہ اس حقیقت کو نہیں مانتا کہ دل کی دنیا کے اپنے دلائل ہیں جنہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہے _____ اسی طرح مذہب کے پاس عقیدہ ہے، ایمان ہے، لیکن مذہبی تجربہ منطقی دلائل کا محتاج نہیں، اسلئے عموماً مذہب کی دنیا میں تقلید ہے تحقیق نہیں، عام مذہب عقیدہ یا طمانیت قلب تو عطا کر سکتا ہے لیکن دلیل اور ثبوت مہیا کرنے سے قاصر ہے _____ لیکن اسلام وہ دین ہے جو عقیدہ کے ساتھ ساتھ ذات حق کے ثبوت کے لئے دلائل بھی مہیا کرتا ہے، یہ دلائل صرف ہمارے وجدان، ہماری اندرونی کیفیات ہی کے عکاس نہیں ہوتے بلکہ معقولات و محسوسات یا تجربات انسانی پر بھی ایک حد تک مبنی ہوتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے ثبوت کے لئے قرآن پاک سائنس کے حقائق کو بھی پیش کرتا ہے، فلسفیانہ یا عقلی دلائل کا ایک انداز بھی قرآن میں موجود ہے اور انسان کو اپنی اندرونی کیفیات میں غور کرنے کی بھی قرآن دعوت دیتا ہے _____ ذات حق کے ثبوت میں انسانی تجربہ اور مشاہدے سے متعلق جو دلائل قرآن دیتا ہے وہ دوسرے مقامات کے علاوہ سورۂ واقعہ میں بڑے موثر انداز میں کچھ یوں بیان ہوئے ہیں:

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ انسان کو پیدا کرنے والے اور موت کو مقرر کرنے والے تم ہو یا ہم ہیں؟ _____ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو ایک نئی مخلوق تم جیسی ایک نئے جہان میں پیدا کر دیں۔

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ تم جو زمین میں بیج بوتے ہو اسے اگانے والے تم ہو یا ہم ہیں؟ _____ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو کھیتوں میں اُگی ہوئی فصل کو ریزہ ریزہ کر دیں اور تم دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔

اچھا یہ بتلاؤ کہ بادلوں سے پانی برسانے والے تم ہو یا ہم ہیں؟ _____ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو اسے کڑوا بھی کر دیں۔

Marfat.com

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ آگ جو درختوں کی لکڑی سے تم سلگاتے ہو تو ان درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے پیدا کیا ہے ـــــ تم جانتے ہو کہ درختوں کی لکڑی سے جو آگ سلگائی جاتی ہے وہ آتشِ دوزخ کی یاد دلاتی ہے اور درخت مسافروں کے لئے مفید ہیں کہ وہ انسانوں کو دھوپ سے بچاتے ہیں اور انہیں ٹھنڈک بہم پہنچاتے ہیں۔ (سورہ ۵۶، آیات ۵۸ تا ۷۳)

یہ تھے قرآن کے وہ دلائل جو تجربے اور مشاہدے سے متعلق ہیں جن پر سائنس کی بنیاد ہے ـــــ قرآن حکیم نے ذات باری تعالیٰ کے ثبوت میں ایسے دلائل بھی دیئے ہیں جو فکری جہتیں رکھتے ہیں: قرآن کہتا ہے کہ اگر اس زمین و آسمان میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا (سورہ ۲۱، آیت ۲۲) قرآن پاک کائنات کی تخلیق کے بارے میں سوچنے اور غور و فکر کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ انسان صحیح غور و فکر کے نتیجہ میں خدا کی وحدانیت تک پہنچتا ہے۔ فرمان حق ہے: ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل و النھار لآیات لاولی الالباب ـــ تا ـــ عذاب النار. بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اہل دانش کے لئے دلائل ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس کائنات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ (سورہ ۳، آیات ۱۹۰، ۱۹۱)

قرآن وجدان کے حوالے سے ذات باری تعالیٰ کے ثبوت کے سلسلے میں کہتا ہے، تمہاری ذات میں بھی (خدا کے وجود کو ثابت کرنے والی) نشانیاں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتیں۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (سورہ ۵۱، آیت ۲۱) اور یوں انسانی وجدان، اسکی اندرونی کیفیات کو جگاتا ہے کہ انسان کی روح کی گہرائیوں میں خدائے وحدہ، لا شریک لہ، کا تصور موجود ہے۔ جب بھی انسان صاف ذہن کے ساتھ خلوص دل سے اپنی روح کی گہرائیوں میں جھانکے گا تو وہاں ایک خدائے وحدہ، لا شریک لہ، کے تصور کو پائے گا ـــــ ویسے بھی اگر صوفیہ کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ جو انسان کے سینے میں دل دھک دھک کرتا ہے، یہ بھی تو دل کے حق حق کہنے ہی کی ایک صورت ہے۔

ان مطالب بالا کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام ذات حق کے ثبوت کے لئے نہ صرف انسان کی اندرونی کیفیات ہی کا حوالہ دیتا ہے، بلکہ ایسے حقائق کی بھی نشاندہی کرتا ہے جو عقل کے لئے بھی قابل قبول ہوں، البتہ فلاسفہ نے بھی خداوند تعالیٰ و تقدس کے وجود پر عقلی دلائل دیئے ہیں جو یوں ہیں:

(۱) ایک دلیل یہ ہے کہ کوئی چیز بھی بغیر سبب کے وجود میں نہیں آ سکتی۔ کسی چیز یا شخص کے وجود میں

Marfat.com

آنے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور پھر اس سبب کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے، یوں یہ سلسلہ لامتناہی نہیں چل سکتا اور آخر ایسے سبب پر ختم ہوگا جو خود بخود قائم ہے۔ جس کے وجود کا کوئی سبب نہیں، وہی خدا ہے جو عالم کا خالق اور رازق ہے اس دلیل کو دلیل کونی (Cosmological Argument) کہا جاتا ہے۔[۵۱]

(۲) ایک دلیل اس حوالے سے دی جاتی ہے کہ عالم میں ایک ایسا نظام ہے جو تمام تر حکمت و دانش پر مبنی ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا صانع بھی مدبر ہوگا اور تمام تر دانش و حکمت ہوگا۔ پس وہ حکیم و علیم جو اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہی خدا ہے، وحدہ، لا شریک لہ، ہے۔ اس دلیل کو دلیل غائی (Teleological Argument) کہا جاتا ہے۔[۵۲]

(۳) ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے ذہن میں ایک ایسے وجود کا تصور ہے جو تمام تر کمال و حقیقت ہے۔ اس لئے اس کا وجود بھی لازمی ہے چونکہ اگر اس کا وجود نہیں ہوگا یا وہ موجود نہیں ہوگا تو وہ نہ کامل ہو سکتا ہے اور نہ حقیقی، اس دلیل کو دلیل وجودی (Ontological Argument) کہا جاتا ہے۔

(۴) خداوند تعالیٰ و تقدس کے وجود کے ثبوت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیا میں قانون اخلاق مطلق کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ اس قانون کو وضع کرنے والا بھی ہوگا جو تمام تر خیر ہے۔ اسے دلیل اخلاقی (Moral Argument) کہا جاتا ہے۔

(۵) ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کائنات کی اصل حرکت ہے کہ ہر چیز ہر وقت حرکت میں ہے سو اس کے لئے محرک اول بھی ہوگا جو خدا ہے۔[۵۳]

ان دلائل پر اعتراضات بھی کئے گئے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبات "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے دوسرے خطبے میں ان مذکورہ دلائل میں سے پہلے تین دلائل پر تنقید کی ہے، علامہ اقبال کی نظر میں عقل انسانی حقیقت مطلقہ جو خدائے وحدہ، لاشریک لہ، کی صورت میں موجود ہے کے ادراک سے قاصر ہے ہاں صوفیانہ تجربہ اور انسانی وجدان اس کے ادراک کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ حقیقت مطلقہ خدائے وحدہ، لاشریک لہ، کی صورت میں موجود ہے البتہ وجدانی شہادت یا صوفیانہ تجربہ کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تجربہ ذاتی ہونے کی وجہ سے ناقابل ابلاغ ہوتا ہے۔ صوفیانہ تجربہ محسوس و مشہود تو ہوتا ہے لیکن لفظوں میں سما نہیں سکتا۔

بہر حال یہ بھی حقیقت ہے کہ عقل اور سائنس اتنا ضرور بتاتے ہیں کہ یہ نظام کائنات انتہائی

Marfat.com

نظم و ترتیب سے چل رہا ہے اور کائنات کی نظم و ترتیب اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس نظام کائنات کو چلانے والا اور بنانے والا مدبّر کامل ہے، تمام تر عقل و دانش ہے، رحمٰن و رحیم ہے، اس نے اپنی رحمت عامہ سے یہ کائنات تخلیق کی ہے، وہی سب کا رب ہے۔ اگرچہ خدا کے وجود کا ثبوت عقل سے زیادہ وجدان، صوفیانہ تجربہ، عقیدے اور ایمان سے متعلق ہے لیکن یہ بھی ہے کہ عقل کے بغیر خدا کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ممکن نہیں کہ عقل والے ہی خدا کو ماننے والے ہو سکتے ہیں، دیوانے یا حیوانات نہ خدا کو جان سکتے ہیں اور نہ وہ خدا پر ایمان لانے کے مکلف ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عقل خدا کا تصور جو بھی کرتی ہے وہ خدا نہیں ہوتا خواہ وہ افلاطون کا ''عین العیون'' ہو یا ارسطو کا ''محرک غیر متحرک'' ہو یا صوفیہ کا ہمہ اوست ہو یا یہودیوں کا آسمانی بادشاہ یا عیسائیوں کا آسمانی باپ یا ہندوؤں کا ماتا دیوی کا تصور ہو۔ خداوند قدوس ہر تصور سے ماوراء ہے، قرآن کہتا ہے لیس کمثله شیء. اس جیسی کوئی چیز نہیں (سورہ ۴۲، آیت ۱۱)۔ البتہ عقل کا یہ فائدہ ہے کہ وہ اس حقیقت کی طرف رہنمائی کر دیتی ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ ایک صوفی حضرت ابو بکر سباکؒ نے اس حقیقت کو کہ اگرچہ عقل عرفان حق حاصل کرنے سے قاصر ہے لیکن بغیر عقل کے بھی انسان عرفان حق تک نہیں پہنچ سکتا، یوں تمثیلاً واضح کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو تخلیق کیا تو فرمایا میں کون ہوں؟ عقل خاموش رہی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ میں وحدانیت کا سرمہ لگایا، تب عقل نے آنکھ کھولی اور کہا تو وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس تمثیل سے عقل کی نارسائی اور اس کی اہمیت دونوں واضح ہو جاتی ہیں، عقل خدا کو جاننے کی جانب پیش قدمی ضرور کرتی ہے لیکن اسے کلی طور پر جاننے سے قاصر ہے۔ مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا علم عقل کے ذریعہ سے اور خدا کا عرفان وجدان سے حاصل ہوتا ہے یعنی عقل اللہ کی مدد کے بغیر اللہ کو نہیں پہچان سکتی۔ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حق تعالیٰ کو آپ نے کیسے پہچانا؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنا عرفان عطا کیا کیونکہ وہ خداوند ہے کہ جس کی نہ کوئی مثل ہے نہ مثال ہے، نہ وہ کسی چیز کی طرح ہے نہ وہ کسی چیز سے ہے، نہ کسی چیز کے ساتھ قائم ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ ایسا ہے یا ایسا نہیں ہے۔۵۴ لوگوں نے ایک صوفی ابو الحسن نوریؒ سے پوچھا تھا کہ خدا کے وجود کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خود خدا ہے۔ لوگوں نے پوچھا پھر عقل کیا ہے؟ فرمایا عقل تو مخلوق ہے، عاجز ہے، ایک عاجز چیز تو اپنے جیسی عاجز چیز ہی کی دلیل بن سکتی ہے۔۵۵ سو عقل اور سائنس سے خداوند تعالیٰ و تقدس کے وجود کو دنیا کی دوسری چیزوں کے وجود کی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا، خداوند تعالیٰ کے وجود کے لئے اس قسم کا ثبوت مانگنے والے خداوند عالم الغیوب کو نہیں مانتے اور جو خدا کو نہیں مانتے وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم کوئی

Marfat.com

بیوقوف تھوڑا ہی ہیں کہ خدا کے ماننے والوں کی طرح بغیر کسی ثبوت کے غیب پر یقین کرتے ہوئے ایک خدا پر ایمان لے آئیں ____ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک فلسفی سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا بُرا حال ہے، چالیس سال سے خدا کے بارے میں غور وفکر میں مصروف ہوں آج تک سمجھ نہیں پایا کہ وہ کیا ہے؟ اور کون ہے؟ اور ہے بھی کہ نہیں ہے! یوں اطمینان قلب سے محروم ہوں۔ زندگی کو بے مصرف سمجھتا ہوں ____ قریب ہی ایک بڑھیا رہتی تھی وہ شخص اس بڑھیا سے ملا اور پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اللہ نے سب کچھ دیا ہے، ایک سعادت مند بیٹا ہے جو میری خدمت کرتا ہے، ایک گائے ہے اس کا دودھ پیتی ہوں، ایک جھونپڑی ہے جس میں ہر وقت اللہ اللہ کرتی ہوں، خوب مزے میں ہوں، اطمینان سے زندگی گزار رہی ہوں ____ اس شخص نے جا کر فلسفی سے کہا کہ جناب آپکے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی ہے جو اطمینان قلب کی دولت سے بہرہ ور ہے، آپ محروم ہیں، کیوں؟ فرمایا میں بھی بڑھیا کی طرح جاہل ہوتا تو خوش ہوتا، لیکن مجھے ایسی خوشی نہیں چاہیے ____ خدا کو ماننے والے جاہل ہوں یا کم عقل، ان چالاک اور ہوشیار انسانوں سے لاکھ درجے مطمئن اور پرسکون زندگی گزارتے ہیں، جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ پاک دل لوگ جو سچے دل سے خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں، اپنی ذات پر اعتماد و یقین کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے ہیں، ساری دنیا کی حکومت وثروت بھی مل جائے تو مغرور ومتکبر نہیں ہوتے، مصائب وآلام کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑیں تو حوصلہ نہیں ہارتے، خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، خدا کے سوا کسی سے نہیں مانگتے، رحمت حق سے مایوس نہیں ہوتے، پورے اطمینان قلب سے اس دنیا میں زندگی گزارتے ہیں اور جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو مسکراتے ہوئے۔ چون مرگ آید تبسم برلب اوست

کی سچی تصویر بنے ہوئے کہ اگلے جہاں کی ابدی زندگی کی امید جو رکھتے ہیں، وہ ابدی زندگی، وہ حیات جاویدان، جو خدائے رحمٰن ورحیم کی بے انتہا رحمتوں اور نعمتوں سے پر ہے ____ جبکہ ایک بے دین کی زندگی اس دنیا میں اس کشتی کی طرح ہوتی ہے جس کا کوئی ناخدا نہ ہو، جس کی کوئی منزل نہ ہو، ہوا کے رخ پر اپنے آپ رواں دواں، نہ جانے کب سمندر کی موجیں اسے نگل جائیں۔ بے دین کے لئے اس چندروزہ زندگی کے بعد مایوسی ہی مایوسی ہے، تاریکی ہی تاریکی ہے اور یہ چندروزہ زندگی بھی شک، بے یقینی اور بے مقصدیت سے پر، ذہنی سکون اور طمانیت قلب سے خالی ہوتی ہے ____ کسی اہل دانش کا قول ہے کہ اگر خدا، آخرت اور قیامت کے انصاف کا تصور نہ ہوتا تو انسان کس قدر بدنصیب ہوتا ____ ایک اور اہل دانش نے کیا خدالگتی بات کہی تھی کہ اگر خدا کا وجود نہ ہوتا تو جائز و ناجائز اور خیر وشر کا امتیاز بھی نہ ہوتا اور جب خیر وشر کا امتیاز نہ ہوتا تو اس دنیا کا

Marfat.com

معاشرہ کتنا غیر مہذب ہوتا؟ تصور کیا جا سکتا ہے۔

تصور خدا اور مسئلہ جبر و اختیار:

فلسفی کہتے ہیں کہ جب مذہب یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ و تقدس قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان بالکل بے بس اور مجبور ہے۔ ویسے بھی کوئی چیز بغیر علت کے نہیں ہوتی، انسان کا ارادہ بھی اس قاعدہ سے باہر نہیں، اس کی بھی کوئی علت ہوتی ہے، اس صورت میں انسان مختار نہیں، مجبور ہے۔ اس عقیدے کی روشنی میں تو جزا و سزا کا معاملہ ہی بے معنی ہوا اور ضمناً مذہب کی افادیت بھی ختم ہوگئی ـــــــ انسانی جبر و اختیار کا مسئلہ قدیم زمانے ہی سے اہل فکر و دانش میں موضوع بحث رہا ہے اور مسلم مفکرین نے بھی اس پر خاصی فکری کاوش کی ہے۔ اگرچہ رسول پاک ﷺ نے اس مسئلے پر خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جب تقدیر کا ذکر آئے تو خاموش ہو جاؤ۔ "اذا ذکر القدر فامسکوا" ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقدیر کے بارے میں گفتگو نہ کیا کرو کیونکہ وہ خدا کا ایک راز ہے پس اللہ کے راز کو افشانہ کرنا۔ **لا تکلموا فی القدر فانہ سر اللہ فلا تفشوا اللہ سرہ.**

ایک مرتبہ صحابہؓ آپس میں اسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے، اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور یہ باتیں سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا انہی باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا اسی لئے میں تم میں بھیجا گیا ہوں؟ انہی باتوں سے پچھلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم اس معاملے میں بحث نہ کیا کرو، یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ ایک اور موقع پر رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص تقدیر کے بارے میں گفتگو کرے گا اس سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، مگر جو خاموش رہے گا اس سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ اور بزرگان دین کی ممانعت کے باوجود دوسری قوموں کے فلسفیانہ اور دانشورانہ افکار کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے یہ مسئلہ جبر و اختیار بھی مسلم مفکرین میں زیر بحث آیا اور اس موضوع پر اس کثرت سے بحث کی گئی کہ یہ مسئلہ علم کلام کے اہم مسائل میں داخل ہو گیا۔ اسی سلسلے میں معتزلہ اور اشاعرہ کا باہمی اختلاف اور اس باب میں ان کے اپنے دلائل ہمارے دینی ادب کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔ اشاعرہ یا جبریہ فرقے کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کائنات میں ذرے ذرے کی حرکت بھی خدا کے حکم کے مطابق ہوتی ہے، سو انسان مجبور ہے۔ جبکہ قدریہ یا معتزلہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے افعال پر قدرت عطا کی

Marfat.com

ہے اور نیکی اور بدی کرنے کا اختیار دیا ہے، اپنی اسی قدرت اور ارادے کے مطابق وہ اچھے اور برے افعال کرتا ہے اور اسی اختیار کی بنیاد پر وہ دنیا میں مدح وذم اور آخرت میں ثواب وعذاب کا مستحق بنتا ہے۔

فرقۂ معتزلہ کے بانی واصل بن عطا کا قول تھا کہ باری تعالیٰ حکیم وعادل ہے اور بندے کو اختیار ہے کہ خواہ وہ عمل خیر کرے یا عمل بد اور اسی کے مطابق اسے جزا وسزا ملتی ہے۔ معتزلہ انسان کو فاعل مختار سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت اور ارادہ سے انسان کے اختیاری افعال اور ارادے خلق ہوتے ہیں۔ کچھ معتزلہ یوں کہتے ہیں کہ دو قدرتوں کا مجموعہ یعنی قدرت انسانی اور قدرت خداوندی ہر فعل کے وجود میں آنے کا مکمل سبب ہے اور ان میں سے ایک قدرت اکیلی فعل ناقص کا موجب ہے ـــــــ معتزلہ آزادی ارادہ اور اختیار کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر اعمال انسانی خود انسانی ارادے اور اختیار سے صادر نہیں ہوتے تو عدل خداوندی جس کے مطابق گناہ گار کو سزا اور نیکوکار کو جزا ملتی ہے، بے معنی ہو کر رہ جائے گا، معتزلہ خود کو اہل عدل کہتے ہیں۔ ۵۶

اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور ہے۔ ابوالحسن اشعری موسس اشاعرہ اور اس کے پیروکاریوں کہتے ہیں کہ انسانی فعل کو وجود میں لانے میں انسانی ارادہ اور اس کی قدرت قطعاً موثر نہیں ہیں۔ انسانی افعال اس طرح ہیں جس طرح چابی اور لاٹھی کو حرکت ہاتھ کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے، تمام امور کا خالق خدا ہے، البتہ عام کاموں میں انسان کو نسبت کسب حاصل ہے اور کسب سے مراد یہ ہے کہ انسانی ارادہ اور قدرت، خدا کے ارادے اور قدرت کے ساتھ مل جاتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ فعل کے وجود وعدم میں کوئی اثر رکھتے ہوں۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے کسی چیز پر قائم ہونے اور کسی چیز کے کسی چیز سے صادر ہونے میں فرق ہے۔ انسانی افعال، انسان پر قائم ہیں لیکن وہ خالق انسان یعنی خدا سے صادر ہوتے ہیں جس طرح سفیدی سفید جسم پر قائم ہے لیکن سفیدی کا خالق وموجد خدا ہی ہے۔ پس انسان میں قدرت ایسی چیز ہے جو اس کی ذات سے خارج اور زائد ہے، چونکہ اگر انسان میں قدرت ذاتی ہوتی تو ہرگز اس سے جدا نہ ہوتی حالانکہ یہ قدرت کبھی اس سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ پس یہ قدرت انسانی افعال کی خالق نہیں بلکہ کسب کنندہ ہے۔ جب انسان کسی عمل خیر کا ارادہ کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس عمل خیر کے کرنے کی قدرت اس میں خلق کرتا ہے اور انسان مستحق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اسی پر اسے جزا ملتی ہے۔ ۵۷

اشاعرہ اور معتزلہ دونوں ہی اپنے نظریے کی تائید میں قرآنی آیات پیش کرتے ہیں۔ اشاعرہ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا (سورہ۲، آیت۲۶) والله خلقکم

Marfat.com

و ما تعملون (سورہ ۳۷ آیت ۹۶)

معتزلہ اپنے موقف کی تائید میں یہ آیات پیش کرتے ہیں۔ الیوم تجزی کل نفس بما کسبت (سورہ ۴۰، آیت ۱۷) فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر (سورہ ۱۸، آیت ۲۹) بظاہر ان آیت کی روشنی میں تقدیر کے مسئلے پر قرآن مجید میں تناقض نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں تناقض نہیں بلکہ ایک طرح کا توافق ہے، ایک ہی چیز کے اسباب کئی ہو سکتے ہیں، بعض اوقات ہم کسی سبب کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ہم اس کے دوسرے سبب کو بیان کرتے ہیں، کھانا جو پک کر میز پر آتا ہے تو بعض اوقات ہم اسے میزبان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا کھانا بہت ہی لذیذ ہے اور کبھی ہم اسے باورچی کی طرف منسوب کرتے ہیں جس نے اسے تیار کیا۔ گھر کا باورچی اور صاحب خانہ دونوں کی اپنی اپنی علیحدہ حیثیت ہے۔

اس کے علاوہ انسانی افعال کے پیچھے بہت سے اسباب ہوتے ہیں، ان میں سے چند اسباب ہی پر انسان کو قدرت اور اختیار ہوتا ہے۔ کھانے کی میز پر جو کھانا انسان کے سامنے آتا ہے وہ بہت سے اسباب اور عملوں سے گزر کر انسان تک پہنچتا ہے جن میں سے صرف چند ایک یہ ہیں، گندم کا بونا، اس سے پہلے زمین تیار کرنا، موسم کا سازگار ہونا، پھر فصل کا کٹنا، اس کا گاہنا، گندم پسوانا، آٹا گوندھنا، یہ وہ چند ایک اسباب اور مراحل ہیں جو میز پر کھانے والے انسان کے ارادے اور قدرت سے باہر ہیں۔ اس کا ارادہ اور قدرت اس وقت اس حد تک ہے کہ وہ میز پر بیٹھ کر نوالہ بنائے، اسے کھائے اور اپنی بھوک مٹائے۔ یہ اختیار، یہ ارادہ کھانے والے انسان کے پاس ہے، چاہے وہ کھانا کھا کر اپنی بھوک مٹائے یا بغیر کھائے بھوکا رہے۔ سو اس لحاظ سے انسان ایک حد تک مجبور بھی ہے اور ایک حد تک مختار بھی ______ روح الارواح میں ہے کہ اہلِ جبر کہتے ہیں کہ سب کام وہی یعنی خدا کرتا ہے، اہلِ قدر کہتے ہیں کہ سب کام ہم ہی کرتے ہیں، اہلِ سنت کہتے ہیں کہ جو وہ (خدا) کرتا ہے ہم نہیں کر سکتے اور جو کام ہم نے کیا ہے وہ اس نے نہیں کیا۔ وہ اس سے عظیم تر ہے کہ وہ کام کرے جو ہم نے کیا ہے اور ہم اس سے عاجز تر ہیں کہ وہ کام کر سکیں جو خداوند تعالیٰ نے کیا ہے۔

جبر و اختیار کے باب میں حضرت مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب ''مسئلہ جبر و قدر'' میں یوں روشنی ڈالی ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری تمام مخلوقات چونکہ ارادے کی آزادی سے محروم ہیں اسی لئے فطری طور پر اطاعت کیش ہیں، ان کا کام صرف یہ ہے کہ جو خدمت ان کو سونپی گئی ہے وہ خدا کے نظام اور قانون کے مطابق انجام دیتے رہیں، لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت و امانت سے نوازا ہے

Marfat.com

یعنی اسے اختیار اور ارادے کی آزادی عطا کی ہے، اب اس اختیار و ارادے کے ساتھ انسان چاہے عمل خیر کرے یا عمل بد ــــــ قرآن پاک میں امانت الٰہی یا خلافت الٰہی کا جو ذکر ہے اور جو انسان کو عطا ہوئی ہے دراصل اس سے مراد علم، قدرت اور اختیار الٰہی ہیں، یہ صفات انسان کو بھی حاصل ہیں، اگرچہ بہت محدود صورت میں، اسی اختیار، ارادے یا امانت و خلافت الٰہی کی وجہ سے انسان سزا و جزا کا مستحق بنتا ہے ــــــ مختصراً یوں ہے مسلم مفکرین عام طور پر یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ صحیح اعتقاد اور ایمان بین جبر و اختیار ہے ــــــ حضرت علیؓ سے ایک شخص نے جبر و اختیار کے بارے میں جب سوال کیا تو انہوں نے اپنی خداداد ذہانت اور نکتہ رسی سے جواب میں یوں فرمایا کہ تم اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ، اس نے اٹھا دی، آپؓ نے فرمایا دوسری بھی اٹھاؤ، وہ نہ اٹھا سکا۔ آپ نے فرمایا کہ بس تم کسی حد تک مختار بھی ہو اور کسی حد تک مجبور بھی ــــــ طرائق الحقائق تالیف معصوم شیرازی میں ہے کہ امیر تیمور خراسان جانے اور امیر تغلق تیمور خان سے ملاقات کرنے میں متذبذب تھا۔ اس کیفیت میں اس نے اپنے پیر سے مشورہ لیا، انہوں نے جواب میں کہا کہ لوگوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے پوچھا تھا کہ جب آسمان کمان بن جائے اور زمین اس کمان کا چلّہ بن جائے حادثات تیر بن جائیں اور آدمی اس تیر کا نشانہ بن جائے اور تیر انداز خود خداوند تعالیٰ ہو تو آدمی کہاں پناہ لے؟ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ خدا کی پناہ میں چلا جائے۔ آدمیان راست که در خدا گریزند ۵۸ ــــــ حضرت عمرؓ نے فوج کو وبا زدہ علاقے سے دور جانے کا حکم دیا تو کچھ لوگوں نے کہا کیا قضائے الٰہی سے بھاگنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا "وبا قضائے الٰہی سے ہے تو اس سے بچنا بھی قضائے الٰہی سے ہے" ــــــ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے "میں حق کو حق کے ساتھ اور حق کے لئے دفع کرتا ہوں۔ عارف وہی ہے جو تقدیر کے ساتھ جھگڑا کرے وہ نہیں جو اپنے آپ کو اس کے موافق کردے" ــــــ ایک مغربی دانشور کا قول ہے کہ انسان کو اپنے افعال میں اسقدر اختیار ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے اختیار میں کچھ رکھا ہی نہیں اور خداوند تعالیٰ کو انسانی افعال پر اسقدر اختیار ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کے ہاتھ میں مطلق کوئی اختیار دیا ہی نہیں۔ بظاہر یہ اجتماع ضدین ہے مگر حقیقت بھی کچھ یوں ہی ہے ــــــ مختصراً یوں ہے کہ انسان کی تقدیر اللہ تعالیٰ نے بنا دی، اب یہ انسان کا فرض ہے کہ اپنی تقدیر بنانے کے لئے تدبیر و سعی و کوشش کرے، گویا تقدیر خدا کی طرف سے ہے اور عمل انسان کی طرف سے ہے۔ کسی نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ انسان ارادہ میں مجبور ہے اور فعل میں مختار ہے۔

الانسان مختارٌ فی فعله و مجبورٌ فی اختیاره.

Marfat.com

علما کی نظر میں قدر کی چار قسمیں ہیں (۱) قدر بدیہی (۲) قدر نظری (۳) قدر کشفی (۴) قدر مخفی

(۱) قدر بدیہی کو قدر سفلی بھی کہتے ہیں۔ یہ قدر اسباب ظاہری کی شکل میں ہے۔ لیکن قابل اعتماد نہیں، دوسری تقدیریں اسے رد کر دیتی ہیں ــــــ (۲) قدر نظری جسے قدر علوی بھی کہتے ہیں۔ اہل حکمت کی اصطلاح میں یہ تاثیر طبائع و نجوم کا نام ہے۔ حدیث میں ہے من آمن بالنجوم فقد کفر یعنی جو نجوم پر ایمان لایا وہ کافر ہوا۔ (۳) قدر کشفی جسے قدر مکتوبی بھی کہتے ہیں جو لوح محفوظ پر مرقوم ہے۔ یہ تقدیر بھی بدلی جاسکتی ہے کہ اسی کے حوالے سے ہے لا یرد القضا الا بدعا یعنی صرف دعا سے قضا کو رد کیا جاسکتا ہے ــــــ (۴) قدر مخفی، اسے قدر مجہول بھی کہتے ہیں، یہ وہ تقدیر غیبی ہے جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ تقدیر تمام تقدیرات پر غالب ہے۔ واللہ غالب علی امرہ اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے (سورہ ۱۲، آیت ۲۱) دوسری تمام تقدیرات مرتبۂ امکان میں ہیں یہ تقدیر مرتبۂ وجوب میں داخل ہے اور اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ پہلی تقدیریں قضائے معلق کہلاتی ہیں اور آخری تقدیر کو قضائے مبرم کہا جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ (قرن پنجم ہجری)، امام محمد غزالیؒ (قرن ششم ہجری) عزیز الدین نسفیؒ (قرن ہفتم ہجری)، عزالدین کاشانیؒ (قرن ہشتم ہجری) ایران کے وہ اہل قلم ہیں جنہوں نے جبر و اختیار کے مسئلہ پر شرع اسلامی اور عقل انسانی کے حوالے سے بڑے مفکرانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان ایک حد تک مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ موحد قولاً جبری اور فعلاً قدری ہوتا ہے تاکہ جبر و قدر کے بارے میں اس کی روش درست اور صحیح ہو۔ یعنی صوفی زبان سے جبری ہوتا ہے اور عمل سے قدری، کہتا یہی ہے کہ سب کچھ خدا ہی کرتا ہے لیکن کرتا سب کچھ خود ہی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت امام حسنؓ بن علیؓ سے ایک خط میں جبر و قدر کے بارے میں سوال کیا تھا۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے جواب میں لکھا ''جو شخص قدر خیر و شر من اللہ پر ایمان نہیں رکھتا، کافر ہے، جو گناہ کرتے وقت اس بات کو حوالہ بنائے، یعنی اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے، فاجر ہے، تقدیر کا انکار قدریہ جماعت کا مذہب ہے اور جبریہ جماعت گناہوں کو خدا سے منسوب کرتی ہے۔ پس بندہ خدا کی عطا کردہ استطاعت کے مطابق اپنے افعال پر مختار ہے اور یوں دین جبر و قدر کے درمیان ہے'' ۵۹

امام غزالیؒ کی نظر میں ذہن انسانی میں دو قسم کے تحسسات پائے جاتے ہیں، ایک خارجی اور دوسرے باطنی، جن کے ذریعے سے قلب انسانی پر مختلف کیفیات اور خیالات وارد ہوتے ہیں جنہیں وہ خواطر

Marfat.com

کہتے ہیں یہی خواطر درحقیقت انسانی عمل کا سرچشمہ ہیں۔ یہ خیالات، یہ واردات قلبی یا یہ خواطر انسان میں رغبت پیدا کرتے ہیں، رغبت اگر قوی ہو تو اس سے فیصلہ جنم لیتا ہے، فیصلے سے ارادہ پیدا ہوتا ہے اور ارادہ قوت عمل کو تحریک دیتا ہے، جس کے نتیجے میں عمل وجود میں آتا ہے۔ امام غزالیؒ کی نظر میں پہلے دو مدارج یعنی تحسس اور ترغیب انسانی ارادے کی پہنچ سے ماورا ہیں لیکن فیصلے اور ارادے انسانی اختیار کی حدود میں ہیں، یوں انسان مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔٦٠ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صوفیہ جبر کے قائل ہیں اور ان کی نظر میں انسان ارادے کی آزادی سے محروم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ صوفیہ بھی ایک حد تک انسان کے ارادے کی آزادی کے قائل ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جب وہ اپنی نگاہ حقیقت بین سے خداوند تعالیٰ کے بے انتہا، لامحدود اختیار اور اقتدار کو دیکھتے ہیں تو اس کے سامنے اپنے محدود اختیار کو وہ کالعدم تصور کرتے ہیں۔ اگر صوفیہ عمل اور ارادے کی آزادی کے قائل نہ ہوں تو حصول عرفان کے لئے جو ریاضتیں اور مجاہدے، شریعت محمدی اور سنت رسولؐ کی پیروی میں جو اعمال وہ کرتے ہیں وہ سب بے معنی ہو جائیں۔ چند صوفیہ نے مسئلہ جبر و قدر پر اپنے اپنے رنگ میں روشنی ڈالی ہے، حضرت علی ہجویریؒ کا قول نقل کیا جاچکا ہے، عزیز الدین نسفیؒ جو ساتویں صدی کے مشہور صوفی ہیں انہوں نے اس مسئلے پر ایک نئے زاویے سے اپنی کتاب ''الانسان الکامل'' میں بحث کی ہے:

نسفیؒ کہتے ہیں افلاک و انجم لوح محفوظ اور کتاب خدا ہیں، جو چیز کہ تھی اور ہے اور ہوگی تمام کی تمام اس لوح محفوظ اور کتاب خدا میں لکھی ہوئی ہیں، قلم خشک ہوگیا (جف القلم) اور فرغ الرب من الخلق و الرزق والاجل یعنی اللہ تعالیٰ تخلیق کرنے سے، رزق عطا کرنے سے اور موت کا حکم دینے سے فارغ ہوگئے، گویا ہر چیز کتاب خدا میں لکھی جاچکی ہے ولا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین (سورہ ٦، آیت ٥٩) لیکن نسفی کی نظر میں قضا و قدر دو الگ الگ چیزیں ہیں، جو کچھ لوح محفوظ یا کتاب خدا میں تحریر ہے وہ قضائے خداوندی ہے اور اس قضا کے جو اثرات اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں، اسے وہ قدر کہتے ہیں۔ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں چاہے کہ وہ پن چکی بنائے تو پن چکی کو بنانے کے لئے وہ پہلے غور و فکر کرتا ہے کہ اس کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً پتھر کی، چرخی کی اور پانی کی، پھر ان چیزوں کو وہ حاصل کرتا ہے، اس کے بعد ان تمام اسباب کو عمل میں لاتا ہے اور آٹا پیتا ہے۔ یوں اس عمل کے تین درجے ہوئے، پہلے سوچنے کا کہ چکی کے بنانے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے، یہ حکم ہے، جب ہم ان چیزوں کو حاصل کرتے ہیں، یہ قضا ہے اور جب ان چیزوں کو جوڑ لیتے ہیں اور آٹا پیستے ہیں یہ قدر ہے۔ اسی

Marfat.com

طرح افلاک وانجم، عناصر اور طبائع کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم اس کا حکم ہے اور جب یہ افلاک وانجم، عناصر وطبائع پیدا ہو جاتے ہیں یہ قضائے خداوندی ہے اور جب یہ گردش میں آتے ہیں اور ان کے اثرات اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں، وہ قدرِ خداوندی ہے۔ حکم وقضا کو رد کرنا ممکن نہیں لیکن قدر کو رد کرنا ممکن ہے، قدر کو عقل سے بھی رد کیا جاسکتا ہے اور صدقہ و دعا سے بھی مثلاً سردی افلاک وانجم میں تحریر ہے، اور یہ قضائے حق ہے اور جب جہان میں سردی ظاہر ہوتی ہے تو یہ قدرِ خدا ہے۔ سردی کا علاج گرمی سے، مکر کا علاج مکر سے، فوج کا رد فوج سے کیا جاسکتا ہے۔ سورج جب نکلتا ہے سب پر یکساں چمکتا ہے، اسے یہ اختیار نہیں کہ بعضوں پر چمکے اور بعضوں پر نہ چمکے، البتہ ہمیں اختیار ہے کہ ہم دھوپ میں بیٹھیں یا سائے میں۔

نسفیؒ کے خیال میں افلاک اور اجرام فلکی کے اثرات جو انسانی شخصیت پر نطفے کے عالم میں وارد ہوتے ہیں وہ دور نہیں کئے جاسکتے، ان کو دور کرنے میں انسان مجبور ہے، جو سعید ہے وہ سعادت ماں کے پیٹ سے لایا ہے اور جو بدبخت ہے وہ بھی اپنے ماں کے پیٹ سے بدبختی لایا ہے۔ آدمی تین باتوں میں مجبور ہے، جسم میں، روح میں اور صلاحیت میں، لیکن افعال میں مختار ہے، چونکہ انسانی جسم، روح اور استعداد یا صلاحیتیں انسانی نطفے کے اندر بہ طریق جزوی لکھی ہوئی ہیں اور افعال آدمی بطریق کلی لکھے ہوئے ہیں۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ انسانی صلاحیتیں اور ان کی کیفیت وکمیت انسانی فطرت میں ودیعت شدہ ہیں۔ اس لئے یہ مقدر ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں لیکن افعال کی کیفیت وکمیت اس کی تقدیر میں نہیں لکھی ہوئیں۔ جو انسان سعید نہیں ہے وہ اپنی محنت اور کوشش سے سعادت حاصل کرسکتا ہے لیکن جو آدمی پیدائشی سعید ہے وہ تھوڑی سی کوشش سے سعادت حاصل کرسکتا ہے۔ جس کی قسمت میں علم و دولت کا حصول لکھا ہوا ہے وہ تھوڑی سی کوشش سے بھی انہیں حاصل کرسکتا ہے اور جن انسانوں کی قسمت میں علم و دولت کی صلاحیت نہیں لکھی ان کا حصول ان کے لئے دشوار ہے، لیکن ناممکن نہیں، کوشش سے یہ دونوں چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ انسان کو دو چیزیں عطا ہوئی ہیں ایک عقل، دوم عمل، انسان عاقل ہونے میں مجبور ہے لیکن عمل کرنے میں مختار ہے۔61

جبر واختیار کے بارے میں عزالدین محمود بن علی کاشانیؒ (م ۷۳۵ھ) کہتے ہیں کہ جس پر حق تعالیٰ نے رضا کی نظر ڈال دی اسے اہل بہشت کے اعمال عطا فرمائے اور جس کو اس نے قہر کی نظر سے دیکھا، اسے اہل دوزخ کے اعمال پر راغب کر دیا، لیکن اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آدمی مطلقاً مجبور ہے اور اسے کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔ بلکہ اس کے بیشتر افعال اس کے اختیار کے تابع ہیں البتہ اس کا اختیار اس کے اپنے اختیار میں نہیں۔ پس انسان مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔ جیسا کہ حضرت حسینؓ بن علیؓ سے منقول ہے کہ ان اللــــہ

Marfat.com

لایطاع بالاکراہ ولایعصی بالغلبہ ولایھمل العباد من المملکۃ. یعنی اگر مطیع جبر و اکراہ سے اطاعت کرے تو وہ مطیع نہیں ہوتا اور اگر عاصی جبر و غلبہ سے گناہ کرے عاصی نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ بندہ کو اپنی مملکت میں بالکل آزاد بھی نہیں چھوڑتا کہ جو چاہے وہ کرے۔ اسی کے مطابق حضرت جعفر صادقؒ کا قول ہے **لاجبر ولا تفویض لاکن امربین امرین** یعنی نہ جبر ہے نہ اختیار بلکہ دونوں کے درمیان جو ہے وہ امر درست ہے۔ ایک بار کسی نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ **ارایت رقی نسترقیھا و دواء نتداوی بہ، ھل یرد من قدر اللہ فقال انہ من قدر اللہ،** یعنی اے رسول پاکؐ ہمیں بتایئے کہ کیا جادو ٹونے یا دوائیں کہ جو ہم استعمال کرتے ہیں، تقدیر الٰہی کو پھیر دیتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تقدیر کا پھرنا بھی تقدیر ہی سے ہے، اور فرمایا "**اعملوا فکل میسر لما خلق لہ**" عمل کرو، ہر شخص کے لئے وہ اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں جن کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔۶۲

حقیقت یہ ہے کہ فعل اختیاری وہ ہے جو ان چار بنیادی ابتدائی امور کی موجودگی سے مشروط ہے۔ یعنی حیات و علم، قدرت و ارادہ، یوں انسان کے تمام اعمال ارادی اختیاری ہیں چونکہ ان چاروں بنیادی ابتدائی امور کی موجودگی کے بعد سرزد ہوتے ہیں لیکن یہ چاروں مبادیات یعنی حیات، علم، قدرت و ارادہ کا وجود بہت سے دوسرے اسباب و عوامل کا مرہون منت ہے جو خود انسان کے اختیار میں نہیں۔ یعنی انسان میں حیات، علم، قدرت، ارادہ کی صلاحیتیں ہوتی ہیں تو عمل سرزد ہوتا ہے اور ان اوصاف کی موجودگی میں وہ عمل انسان کے اختیار میں تھا، یوں وہ عمل اختیاری ہوا لیکن یہ صلاحیتیں یعنی حیات، قدرت، علم و ارادہ خود انسان کے اختیار میں نہیں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی علت اولیٰ، علت العلل یا واجب الوجود یا حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لحاظ سے جبر و اختیار دونوں کی آمیزش ہے، سو انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔

مسئلہ جبر و اختیار اور رومیؒ:

عارف رومیؒ نے اس مسئلہ پر معتدل راہ اختیار کی ان کے مطابق جمادات اور نباتات مجبور محض ہیں، حق تعالیٰ قادر مطلق ہیں۔ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ انسان کا جہد کرنا قضائے حق کی مخالفت کرنا نہیں بلکہ قضائے حق کے عین مطابق ہے کیونکہ حق نے ہمیں عمل کی قوت عطا کی ہے۔ ہاتھ پاؤں دیے ہیں، عقل و شعور عطا کیا ہے کہ اپنے فائدے اور نقصان کو سمجھ سکیں اور اس کے مطابق عمل کر سکیں۔ انسان اگر سعی و کوشش نہ کرے تو وہ ان نعمتوں کا انکار کرتا ہے گویا حکم حق کی خلاف ورزی کرتا ہے ــــــ مولانا رومیؒ نے مثنوی میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور شاید فارسی نظم میں مثنوی رومی ایک ایسی کتاب ہے جس میں بڑی وضاحت اور

Marfat.com

تفصیل سے اس موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے۔اس ضمن میں مولانا نے چند حکایات وتمثیلات بھی بیان کی ہیں تا کہ عام آدمی بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو پا سکے۔اس سلسلہ میں ایک مشہور طویل حکایت شیر ونخچیر کے عنوان سے مثنوی میں موجود ہے، جس میں یہ مسئلہ مناظرے کی صورت میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔لیکن مولانا نے مثنوی میں ایک اور جگہ اس اہم مسئلہ کو ایک چھوٹی سی حکایت میں بھی بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے، وہ حکایت یوں ہے کہ ایک چور نے کوتوال سے کہا کہ جناب والا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ حکم خداوندی سے کیا ہے یعنی میرا کوئی جرم نہیں، میں نے جو چوری کی ہے وہ حکم خداوندی سے کی ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے، پتا بھی اللہ ہی کے حکم سے حرکت کرتا ہے،کوتوال نے یہ سن کر کہا کہ اے میرے عزیز جو میں کر رہا ہوں وہ بھی حکم خداوندی سے ہی کر رہا ہوں۔یعنی یہ جو تمہیں چوری کی سزا دے رہا ہوں وہ بھی اللہ کے حکم ہی سے دے رہا ہوں:

گفت دزدی شحنہ را کای پادشاہ
آنچہ کردم بود آں حکمِ الٰہ
گفت شحنہ آنچہ من ھم میکنم
حکمِ حق است ای دو چشمِ روشنم ۶۳

اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی اس سلسلہ میں نکتہ آفرینی کی ہے،فرماتے ہیں کہ تمام قرآن اوامر ونواہی کا مجموعہ ہے، اگر تم پتھر کی طرح مجبور ہو تو کوئی پتھر کو بھی حکم دیتا ہے۔ یہ جو تمہارے ذہن میں تذبذب ہوتا ہے، یا کسی کام کے کرنے سے خجالت محسوس ہوتی ہے تو یہ سارے حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ تم اختیار رکھتے ہو۔ہاں جب کوئی کام خواہش کے مطابق ہو تو اس میں تم صاحب اختیار ہوتے ہو اور جو پسند نہ ہو اس میں جبری بن جاتے ہو۔انبیا دنیا کے معاملات میں جبری، آخرت کے معاملات میں قدری ہوتے ہیں جبکہ کافر اس کے برعکس ہوتے ہیں:

انبیا در کار دنیا جبری اند
کافران در کار عقبیٰ جبری اند
انبیا را کار عقبیٰ اختیار
کافران را کار دنیا اختیار ۶۴
جملہ قرآن امر و نہی است و وعید
امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید

Marfat.com

ہیچ دانا ہیچ عاقل این کند
با کلوخ و سنگ خشم و کین کند
این کہ فردا این کنم یا آن کنم
این دلیلِ اختیار است ای صنم
وآن پشیمانی کہ خوردی از بدی
زاختیار خویش گشتی مھتدی
زاری ما شد دلیلِ اضطرار
خجلتِ ما شد دلیلِ اختیار
گر نبودی اختیار این شرم چیست
این دریغ و خجلت و آزرم چیست
اندران کاریکہ میل استت بدان
قدرت خود را ھمی بنی عیان
اندران کاریکہ میلت نیست و خواست
اندران جبری شوی کاین از خداست ۶۵

مسئلہء جبر و اختیار اور علامہ اقبالؒ:

تقدیر کے پراسرار مسئلہ پر علامہ کے خطبات میں بھی خاصی بحث موجود ہے اور انہوں نے اپنے منظوم کلام میں بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے، وہ ہمیشہ بے حجابی تقدیر کے آرزومند رہے ہیں:

گفتند ہرچہ در دلت آید ز ما بخواہ
گفتم کہ بے حجابی تقدیرم آرزوست

یعنی مجھے کہا گیا کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے ہم سے مانگ، میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تقدیر کی حقیقت جان جاؤں ـــــــ علامہؒ کی نظر میں مسلمانوں میں تقدیر پرستی کے رجحانات پیدا ہونے کے تین اسباب ہیں: (۱) فلسفیانہ موشگافیاں (۲) سیاسی مصلحتیں (۳) اس جوش و جذبۂ حیات کا سرد ہو جانا جو اسلام نے مسلمانوں میں پیدا کیا تھا۔

علامہؒ کے نزدیک تقدیر پہلے سے مقرر شدہ شے نہیں بلکہ تقدیر خودی کا باطنی دائرۂ اثر یا حدِ وسیع ہے۔

Marfat.com

یا یوں کہا جائے کہ ان امکانات سے عبارت ہے جو انائے مطلق کے شعور میں موجود ہیں لیکن جنہیں تلاش کرنے اور زندگی میں متشکل کرنے میں انسان کو پورا اختیار حاصل ہے۔

ایغو یعنی خودی کسی خارجی چیز سے نہیں بلکہ اپنے باطنی امکانات سے محدود ہے۔ لیکن اس تحدید سے ہم پر لازماً جبر کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ خودی اپنے امکانات کے اندر مختار ہے۔ علامہ اپنے خطبات میں "خلق کل شی فقدرہ تقدیرا" (سورہ ۲۵، آیت ۲) کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تقدیر کوئی قوت قاہرہ نہیں جو خالق کی طرف سے کسی شے پر بہ جبر عمل کر رہی ہے بلکہ وہ خود شے کی باطنی رسائی ہے اور اس کے وہ قابل تخلیق امکانات ہیں جو اس کی فطرت کی گہرائیوں میں مضمر ہیں اور بغیر کسی خارجی جبر کے وقت پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ۶۶

علامہؒ نے جاوید نامہ میں تقدیر کے مسئلے پر تین بار بحث کی:

(۱) فلک مریخ میں حکیم مریخی سے (۲) منصور حلاجؒ سے (۳) حضور حق میں اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے ـــــ علامہؒ نے جاوید نامہ میں مسئلہ تقدیر پر متکلمانہ بحث کی بجائے بڑی خوبصورت نکتہ آفرینیاں کی ہیں جو جوش عمل سے لبریز ہیں۔ حکیم مریخی کہتا ہے کہ اگر ایک تقدیر تمہیں راس نہیں آئی تو دوسری تقدیر مانگ لو کیونکہ خدا کی تقدیرات لاانتہا ہیں۔ تقدیر کے بارے میں ایک باریک نکتہ یہ بھی بتایا کہ انسان خود بدل جائے تو تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔ تم شبنم بنو گے تو تمہاری تقدیر افتادگی ہوگی اور قلزم (سمندر) بنو گے تو تمہاری تقدیر پائندگی ہوگی۔

جاوید نامے میں حلاج نے مسئلہ جبر کے بارے میں ایک خاص نکتہ بتایا کہ جبر، صاحب ہمت لوگ اختیار کرتے ہیں، جبر سے پختہ انسان اور پختہ ہو جاتا ہے لیکن مرد ضعیف اور کمزور ارادے کا انسان اگر جبر اختیار کرتا ہے تو موت کو دعوت دیتا ہے۔ حلاجؒ کی نظر میں مرد مومن کا یہ مقام ہے کہ اس کا عزم، خالق تقدیر حق ہے، میدان جنگ میں اس کا تیر خدا کا تیر ہوتا ہے یعنی مرد مومن تسلیم و رضا کی اس بلندی پر پہنچ جاتا ہے کہ گویا خداوند تعالیٰ ہر تقدیر سے پہلے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیری کیا رضا ہے۔

جاوید نامہ ہی میں علامہ نے تقدیر کے مسئلے پر ایک اور پہلو سے روشنی ڈالی ہے، حضور حق میں ندائے حق (ندائے جمال کے عنوان سے) یوں گونجتی ہے کہ زندگی اور تقدیر کی حقیقت تم اس لئے نہیں سمجھ سکتے کہ تم اس جہان چارسو میں گم ہو۔ اس جہان چارسو کو اپنے اندر غرق کر لو گے تو یہ حقائق جان سکو گے:

گر ز یک تقدیر خون گردد جگر — خواہ از حق حکمِ تقدیرِ دگر

تو اگر تقدیر نو خواہی رواست — زانکہ تقدیرات حق لا انتہا ست

Marfat.com

رمزِ باریکش بہ حرفی مضمر است
تو اگر دیگر شوی، او دیگر است

خاک شو نذر ہوا سازد ترا
سنگ شو بر شیشہ اندازد ترا

شبنمی؟ افتادگی تقدیرِ تست
قلزمی؟ پایندگی تقدیرِ تست

ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ
لرزد از نیروئے او ابلیس و مرگ

جبر، دینِ مرد صاحب ہمت است
جبرِ مردان از کمال قوت است

پختہ مردی، پختہ تر گردد ز جبر
جبر، مردِ خام را آغوشِ قبر

کار مردان است تسلیم و رضا
بر ضعیفان راست ناید این قبا

مردِ مومن با خدا دارد نیاز
با تو ما سازیم، تو با ما بساز،

عزم او خلاق تقدیرِ حق است
روز ہیجا تیرِ او تیرِ حق است

یعنی اگر ایک تقدیر تمہیں راس نہیں آئی تو حق تعالیٰ سے دوسری تقدیر مانگ لو چونکہ نئی تقدیر مانگنا جائز ہے کہ اللہ کے پاس بے انتہا تقدیریں ہیں۔ اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ تم اگر بدل جاؤ تو تقدیر بھی بدل جائے گی۔ اگر تم مٹی بنو تو تمہیں ہوا کی نذر کر دیا جائے گا۔ اگر تم پتھر بنو تو تمہیں شیشہ پر پھینک دیا جائے گا۔ اگر تم شبنم ہو تو گرنا تمہاری قسمت میں ہے، اگر تم سمندر ہو تو قائم رہنا تمہاری تقدیر ہے، جو اپنی تقدیر کا سازوسامان رکھتا ہے اس سے شیطان اور موت دونوں لرزتے ہیں۔ جبر، ان لوگوں کا شیوہ ہے جو صاحب ہمت ہیں، بہادر انسانوں کا جبر کو اختیار کرنا قوت کمال کی وجہ سے ہوتا ہے، پختہ آدمی جبر اختیار کرنے سے اور بھی پختہ ہو جاتا ہے لیکن مردِ خام کے لئے جبر آغوش قبر ہے یعنی موت ہے۔ بہادر انسانوں کا کام تسلیم و رضا اختیار کرنا ہے لیکن کمزوروں کے لئے یہ قبا (یعنی تسلیم و رضا) صحیح نہیں ہے۔ مردِ مومن خدا کے ساتھ راز و نیاز رکھتا ہے (اور کہتا ہے) کہ اے خدا تو ہمارے ساتھ موافقت کر اور ہم تیرے ساتھ موافقت کرتے ہیں۔ اس کا ارادہ حق کی تقدیروں کا خلاق ہے اور جنگ کے روز اس کا تیر حق کا تیر ہوتا ہے۔

زندہ رود:

من چرا در بندِ تقدیرم بگو؟
تو نہ میری من چرا میرم بگو؟

یعنی میں کیوں تقدیر کے بندھنوں میں جکڑا ہوا ہوں،؟ تجھے کیوں بقائے دوام حاصل ہے،؟ اور میں موت کی آغوش میں کیوں چلا جاتا ہوں؟

Marfat.com

ندای جمال:

بودہ ای اندر جہانِ چار سو — ہر کہ گنجد اندرو میرد درو
زندگی خواہی خودی را پیش کن — چار سو را غرق اندر خویش کن
باز بینی من کیم تو کیستی؟ — در جہان چون مردی و چون زیستی ۶۷

تم اس جہاں چار سو میں قید ہو جو اس میں سمائے گا وہ اس میں مرجائے گا اگر (ہمیشہ کی) زندگی چاہتے ہو تو خودی کو پیش کرو اور چار سو کو اپنے اندر غرق کرلو۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں؟ اور تم کون ہو؟ اور اس جہان میں تم کیسے زندہ ہوئے اور کیسے مرے؟

مسئلہء جبر و اختیار اور مغربی مفکرین:

مغربی مفکرین نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ ڈیکارٹ فرانسیسی (۱۶۵۰-۱۵۹۶ء) انسان کو اس حد تک فاعل مختار سمجھتا ہے کہ اس کا ارادہ آزاد ہے اور اختیار بھی رکھتا ہے لیکن بسا اوقات جسے وہ حق یا خیر سمجھ کر اختیار کرتا ہے، وہ درحقیقت حق نہیں ہوتا کیونکہ حق اور خیر کے سمجھنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے کہ اس کی سمجھ کوتاہ ہے، اس لئے وہ حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتا، کیونکہ انسانی ارادے اور مشیت الٰہی میں یہ فرق ہے کہ خداوند تعالیٰ حق کو ایجاد کرتا ہے اور انسان موجد حق (یعنی حق کو وجود میں لانے والا) نہیں بلکہ حق کو تشخیص کرنے والا اور اس کی پیروی کرنے والا ہے، انسان کا ارادہ غیر محدود ہے لیکن اس کی قدرت غیر محدود نہیں ہے جبکہ قدرت خداوندی کی کوئی حد نہیں۔ ۶۸

عمانویل کانٹ (ولادت ۱۷۲۴ء) کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مختار ہے چونکہ ہر کوئی ذرا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ مکلف ہے، ذمہ دار ہے یعنی اس کے ذمہ کچھ فرائض ہیں جنہیں لازم ہے کہ وہ ادا کرے۔ اور اگر وہ صاحب قدرت نہ ہوتا تو مکلف بھی نہ ہوتا بلکہ مجبور ہوتا، چونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان عقل کے حکم کی پیروی کرتا ہے باوجود اس کے کہ یہ امر اس کی خواہش کے منافی ہوتا ہے، اگر انسان مختار نہ ہوتا تو اپنی طبیعت کی خواہش کے خلاف عمل بھی نہ کرتا۔

انسان میں طبع یعنی سرشت یا نفس بھی ہے اور عقل بھی۔ طبع یا سرشت کے لحاظ سے انسان عالم طبیعت سے وابستہ ہے اور وہ اعمال جو اس سے صادر ہوتے ہیں وہ زمانی اور عارضی اور علت و معلول کے قاعدے کے تابع ہیں اور خود بخود وجود میں آتے ہیں۔ اگر انسان یہی ایک پہلو رکھتا تو اس کا ارادہ اور تمام اعمال موجب یعنی خود بخود وجود میں آتے اور اسے کسی کام میں اختیار نہ ہوتا۔ لیکن عقل کے لحاظ سے انسان

Marfat.com

عالم معقولات سے وابستہ ہے اور وہ عالم زمانی نہیں (یعنی وہ عالم زمان سے ماوراء ہے) اور عوارض و حوادث سے برتر ہے۔ عقل کلی طور پر مستقل، آزاد اور مختار ہے، قاعدہ قانون رکھتی ہے لیکن اس کا قانون خود اسی کا تخلیق کردہ ہے، کوئی اور اس پر قانون عائد نہیں کرتا۔ اگر طبع یا نفس عقل کے ساتھ نہ ہوتا اور وہ تنہا ہوتی تو اس کے تمام اعمال اس کے تخلیق کردہ قانون کے مطابق ہوتے۔ لیکن چونکہ انسانی وجود میں عقل کے ساتھ طبع یا نفس بھی ہے سو عقل کے لئے ضروری ہوا کہ وہ اپنے قانون حکم و فرمان کے طور پر پیش کرے۔ انسان جب عقل کے حکم کی پیروی نہیں کرتا تو اپنی آزادی گنوا بیٹھتا ہے اور مقہور طبع یا مغلوب نفس ہو جاتا ہے اور خود پرستی اختیار کر لیتا ہے لیکن جب طبع انسانی یا نفس انسانی عقل کی فرماں برداری کرتا ہے تو اپنی شخصیت اور ذات سے صرف نظر کر کے اپنے عمل کو عقل کے قوانین کے مطابق ڈھالتا ہے، اس صورت میں فرمان برداری اور مختاری ایک ہو جاتے ہیں اور آمر و مامور انسانی وجود میں متحد ہو جاتے ہیں۔ [۶۹]

شوپنہائر (ولادت ۱۷۸۸ء) کی نظر میں حقیقت، ارادۂ مطلق ہے جو واحد ہے اور وہ البتہ آزاد و مختار ہے چونکہ وہ خود ہستی ہے اور کسی علت کا معلول نہیں ہے، اور اس بنا پر ہر قسم کی قید و بند سے آزاد ہے اور اشخاص بھی چونکہ اس حقیقت یا وحدت سے ربط و تعلق رکھتے ہیں سو اس وحدت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور جتنا انسان اس عالم وحدت سے نزدیک تر ہوگا، اتنا آزاد و مختار ہوگا، ہر شخص نے اپنی فطرت اپنی مرضی اور آزادی سے اختیار کی ہے لیکن جب جہاں حوادث و طبیعت میں آیا تو آزادی کو گنوا بیٹھا۔ [۷۰]

ہنری برگسان (ولادت ۱۸۵۹ء) بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو کوئی اپنے نفس یا اپنی ذات کے اندر جھانکے تو یہ حقیقت اس پر روشن ہو جائے گی کہ وہ مختار ہے۔ ہر شخص پر یہ بات ظاہر اور روشن ہے کہ نفس انسانی اپنے ارادہ میں مختار ہے، کوئی چیز اسے اس اختیار سے نہیں روکتی، سوائے خارجی موانع کے، چونکہ انسان بسا اوقات کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جو اس کے نفس کی خواہش اور تقاضے کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ کسی اور مصلحت کے لئے وہ ایسا کرتا ہے۔ نفس جب کسی مصلحت کی بنا پر اپنے نفس کی خواہش کے برخلاف ارادہ کرتا ہے تو یہی چیز اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مختار ہے۔ [۷۱]

جان ہاسپرز John Hospers نے اس مسئلہ پر یوں روشنی ڈالی ہے:

Nevertheless to a very limited extent and over a considerable span of time we are free to desire or not to desire, we can choose to do our best, to get rid of certain

Marfat.com

desires and to encourage other ones and to a limited extent; we may be successful in this endeavour. (۷۲)

ہم ایک حد تک آزاد ہیں کہ کسی چیز کی خواہش کریں یا نہ کریں، ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ بعض خواہشات کو چھوڑ دیں یا بعض خواہشات کو اپنے دل میں پالیں، اور ایک حد تک ہی ہم اس کوشش میں کامیاب ہوتے ہیں۔

جدید مغرب کا ایک اہل فکر بروخ اسپنوزا (ولادت ۱۶۳۲ء) جبر کا قائل ہے۔ اس کی نظر میں انسان کو ارادے کا بھی اختیار نہیں، یہ فیصلہ بھی کچھ دوسری ذہنی واردات کا نتیجہ ہے۔ لیبنیز (۱۶۴۶ء)، والٹیر (ولادت ۱۶۹۴ء) نے بھی اس مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے۔۷۳ لیکن بات وہی ہے کہ انسان مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔ جو دلائل ان حضرات نے بیان کئے ہیں وہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ بلکہ مغربی مفکرین سے زیادہ بہتر طور پر مسلم مفکرین نے خاص طور پر امام غزالیؒ، علی ہجویریؒ، نسفیؒ اور عزالدین کاشانیؒ نے مسئلہ جبر وقدر پر روشنی ڈالی ہے۔ علی ہجویریؒ کا یہ قول کس قدر حقیقت پر مبنی ہے کہ توحید پر ایمان رکھنے والا زبان سے جبری ہوتا ہے اور عمل سے قدری ـــــــ ورنہ صرف منطقی دلائل سے تقدیر کے مسئلے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مسئلۂ جبر و قدر، جیسا کہ فرمان رسول پاکؐ ہے، خدا کا ایک راز ہے اور خدا کے راز کو کون پا سکتا ہے؟

دینِ اسلام اور تصورِ خدا:

دنیا کے مفکرین اور داناؤں نے ذات حق کے بارے میں غور وفکر کیا لیکن کوئی خداوند تعالیٰ جل شانہ، کی حقیقت ذات کو نہ پا سکا کہ ذات حق ہر قسم کی تعریف وتوصیف سے پاک و برتر ہے ـــــ البتہ اس حوالے سے مفکرین کے کئی گروہ ہیں، ایک جو منکرین خدا ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جو خدا کو صرف روح فطرت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، ایک وہ جو خدا کی شخصیت کے قائل ہیں اور اسے خالق و معبود مانتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں خدا کی شخصیت میں مادرانہ، یہودیت میں شہنشاہانہ اور عیسائیت میں پدرانہ پہلو غالب ہے۔ اسلام میں تصور خدا نہ شخصی ہے اور نہ مطلق بلکہ ان دونوں کا پُر معنی امتزاج ہے۔ قرآن پاک میں یہ آیات یداللہ فوق ایدیھم ۷۴ (یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر تھا) اور بل یداہ مبسوطتٰن ۷۵ (یعنی اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں) خدا کی شخصیت کی عکاس ہیں جبکہ یہ آیات لیس کمثلہ شئی ۷۶ اور ھو الاول و الآخر و الظاھر والباطن ۷۷ ذات حق کی مطلقیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں، ـــــــ تمام مذاہب عالم میں توحید کامل کے تصور کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے ـــــــ اسلام کے معنی سلامتی اور تسلیم کرنے کے ہیں۔ یعنی انسان

Marfat.com

خدا کے احکامات پر سر تسلیم خم کرے تا کہ وہ سلامتی دو جہان اور سعادت دارین سے بہرہ ور ہو۔ اسلام دین ابراہیمی ہی کی ایک شاخ ہے کہ قرآن حکیم کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے توحید خالص کا تصور پیش کیا تھا، اسلام میں بھی توحید خالص کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہودی مذہب اور عیسائی مذہب بھی دین ابراہیمی ہی کی شاخیں ہیں، لیکن یہ ادیان وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے تغیر و تبدل کا شکار ہو گئے ____ تورات اپنی اصلی حالت میں نہیں اور انجیل کی بھی یہی صورت ہے۔ جبکہ قرآن پاک کامل طور پر ہر قسم کے تغیر سے مبرا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح حضرت خاتم الانبیا ﷺ پر نازل ہوا تھا ____ دوسرے ادیان پر اسلام کو فوقیت اس حوالے سے بھی ہے کہ تمام دوسرے ادیان کی ابتدائی تاریخ موجود نہیں، جبکہ اسلام کی تاریخ محفوظ ہے۔ حضرت رسول اکرمؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تاریخ کا حصہ ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات بھی تاریخ میں محفوظ ہیں ___ اسلام کو دوسرے مذاہب پر اس حوالے سے بھی برتری حاصل ہے کہ یہ عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں نسل، قومیت یا زبان یا کسی اور بنا پر کسی انسان کو دوسروں پر برتری نہیں۔ البتہ برتری ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (سورہ ۴۹، آیت ۱۳) کے مطابق صرف تقویٰ یا پرہیزگاری یا نیکوکاری کی بنیاد پر ہے۔ یوں اسلام میں مساوات دین کا بنیادی رکن ہے ____ اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق نہیں جو کام اللہ کے لئے کیا جائے خواہ وہ دنیا سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو دین ہی کا حصہ ہے۔ سعادت دارین کا حصول ہر سچے مسلمان کی دعا ہے۔ اسلام صرف روحانی ضروریات ہی پوری نہیں کرتا بلکہ انسان کی ذہنی، معاشرتی اور معاشی ضروریات کو بھی پوری طرح مدنظر رکھتا ہے۔ اسی حوالے سے اسلام صرف مذہب نہیں، یہ صرف رسومات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ زندگی کا قانون ہے۔ انسانی زندگی کے معاشرتی، معاشی اور روحانی پہلوؤں پر اسلام کے قوانین موجود ہیں اور یہ قوانین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ سو انسانی ذہن بھی انہیں تسلیم کرتا ہے، انسان کا دل بھی مانتا ہے اور روح بھی انہیں تسلیم کرتی ہے، یوں اسلام کو دوسرے مذاہب پر اس حوالے سے بھی فوقیت ہے ___ اس کے علاوہ اسلام توازن و اعتدال کا علم بردار ہے، اسلئے امت مسلمہ کو قرآن پاک نے امت وسطی کہا ہے۔ دنیا اور دین میں توازن و اعتدال قائم رکھنا اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے ____ اسلام نے انسان کے ذہن کو ہر نوع کی غلامی سے آزادی عطا کی، فرمان حق ہے کہ رسول پاکؐ نے انسان کے ذہن پر موجود زنجیروں کو دور کر دیا یعنی وہ زنجیریں جو مظاہر فطرت کی پوجا یا جابر انسانوں کی پرستش یا ان کی غلامی کی صورت میں موجود تھیں جنہیں لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ نے نیست و نابود کر دیا، (سورہ ۷، آیت ۱۵۷) لیکن اسلام نے اس آزادی کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ ذہن انسانی کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے حدود اللہ کی پابندی کی تلقین بھی فرمائی ہے، یہ حدود اللہ درحقیقت انسانی ضمیر ہی کی آواز ہیں، قرآن پاک بھی ایک طرح سے انسان کے ضمیر کی ہی آواز ہے کہ اس کے احکامات فطرت انسانی کے مطابق ہیں ____ انسان کا پاک وصاف ضمیر آئینہ حق ہے اور حق و باطل کی سب سے بڑی میزان ہے اور اس میزان کی روح قرآن حکیم وفرقان حمید پیش کرتا ہے۔ قرآن پاک ہدایت کا سرچشمہ، صراط مستقیم کا رہنما ہے اور عدل و میزان اور مساوات انسانی کا علمبردار ہے ____ اسلام علوم کے حصول کو مسلمانوں پر فرض گردانتا ہے۔ حدیث رسولؐ پاک ہے کہ علم حاصل کرو خواہ چین جیسے دور ملک میں بھی جانا پڑے۔ قول خداوندی ہے کہ قل سیروا فی الارض. یعنی زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اول بار کیسے پیدا کیا۔ (سورہ ۲۹، آیت ۲۰) یوں اسلام صرف حق کی تلاش ہی کو نہیں بلکہ حقایق حیات کی جستجو اور تلاش علم کو بھی ہر مومن کا فرض سمجھتا ہے __ اس کے علاوہ اسلام میں انسانی شخصیت اور فرد کی ذات کی اہمیت دوسرے تمام مذاہب وادیان سے زیادہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے پورے معاشرے کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی بچائی اس نے پورے معاشرے کی زندگی بچائی (سورہ ۵، آیت ۳۲) اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان پیدائشی طور پر معصوم ہے، گناہگار نہیں جیسا کہ بعض مذاہب کا تصور ہے۔ یوں فرد کی عظمت اور احترام انسانی کو اسلام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے ____ لیکن ان تمام تخصصات کے ساتھ ساتھ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت توحید اور وحدتِ حق کا عقیدہ ہے کیونکہ توحید تمام اخلاق حسنہ کی بنیاد ہے۔ ایک موحد صادق جو خدا پر پختہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیاداری، خودغرضی سے پاک ہوگا، متوکل ہوگا، انسان دوست ہوگا، اپنے معاملات میں بنی نوع انسان کے ساتھ بھی اور خدا کے ساتھ بھی سچا اور کھرا ہوگا۔ اسی لئے تمام مذاہب عالم میں اسلام نے توحید پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ قرآن پاک میں صدہا مقامات پر توحید حق کا ذکر ہے اور توحید پر ایمان لانے کی تلقین ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۵ میں قرآن نے وحدت وقدرت خداوندی کا ذکر بڑے عظیم الشان انداز میں بیان کیا ہے۔ سورہ الحشر کی آخری آیات میں بھی نہایت اثر انگیز اور فکر انگیز طریقے سے اللہ تعالیٰ کی خلاقیت، قدوسیت اور اس کے جلال و جبروت کا ذکر ہوا ہے۔ البتہ قرآن پاک نے نہایت جامعیت اور بلاغت کے ساتھ تصور توحید کو یعنی خدا کی احدیت کو سورۂ اخلاص میں پیش کیا ہے۔ فرمان حق ہے۔ ''کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ صمد (بے نیاز) ہے، نہ اللہ نے کسی کو جنا ہے اور نہ اللہ کو کسی نے جنا ہے، کوئی اس کا ہمسر نہیں'' (سورہ ۱۱۲) ____ اگرچہ خدا کی حقیقت جاننا انسان کے بس کی بات نہیں کہ مخلوق اپنے خالق کا ادراک کر

Marfat.com

ہی نہیں سکتی لیکن قرآن پاک نے اس حقیقت کو یعنی تصور خدا کو جہاں تک انسانی ذہن میں آ سکتا ہے پیش کیا ہے اور خاص طور پر سورۂ نور کا یہ رکوع الله نور السموات والارض ۸ ے ______ یعنی "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو، نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک پڑتا ہو۔ چاہے آگ اس کو نہ لگے گویا نور ہی نور ہو ______ نہایت وضاحت کے ساتھ تصور خدا کو روشن کرتا ہے ______ لیکن یہ یاد رہے کہ خداوند تعالیٰ کائنات کا نور ہے لیکن یہ وہ نور نہیں جسے ہم روشنی کہتے ہیں۔ جس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے ورنہ خدا تو خود اس نور کا خالق ہے اور یہ آیت اس پر شاہد ہے الحمدلله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور ۹ ے یعنی تعریف تو بس اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے، نور اور تاریکی کو پیدا کیا ______ اور نور حق تو اصل شہود کائنات ہے، اس نور حق کی پہچان یا خدا کی ذات کا عرفان توفیق خداوندی سے ملتا ہے۔ جس پر خداوند تعالیٰ مہربان ہوتے ہیں اس کے دل کو نور معرفت عطا کر دیتے ہیں۔ بقول نجم الدین رازیؒ معرفت کی تین قسمیں ہیں: معرفت عقلی، معرفت نظری اور معرفت شہودی۔ پہلی معرفت عوام سے متعلق ہے۔ اس میں مسلمان، عیسائی، یہودی اور فلسفی سب شریک ہیں کہ سب ذات الوہیت پر متفق ہیں۔ معرفت نظری علمائے حق کو حاصل ہوتی ہے وہ علم و تحقیق کے ذریعہ سے خدا کی وحدانیت پر ایمان لاتے ہیں اور معرفت شہودی صوفیائے صاف دل حاصل کرتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ خدا ایک ہے، اس کا ہی وجود حقیقی ہے۔ ۸۰ ے ______ کسی صوفی کا قول ہے کہ معرفت تین قسم کی ہے، ایک معرفت ہے نعمت کو پہچاننا، دوسری معرفت نعمت دینے والے کو پہچاننا اور تیسری معرفت دشمن نعمت کو پہچاننا ہے، نعمت کی پہچان سے شکر پیدا ہوتا ہے، شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ تم شکر کرو گے تو میں نعمت اور زیادہ دوں گا (سورہ ۱۴، آیت ۷) نعمت دینے والے کی پہچان سے خوف پیدا ہوتا ہے اور خوف سے تقویٰ اور تقویٰ مغفرت کی بنیاد بنتا ہے۔ دشمن نعمت یعنی ابلیس کی پہچان سے احتساب نفس پیدا ہوتا ہے اور احتساب نفس تمام اعلیٰ اخلاق کی اساس ہے ______ بقول احمد بن عاصم انطاکیؒ جو جتنا زیادہ عرفان حق رکھتا ہے اتنا ہی حق سے ڈرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حیرت و خوف، فکر و عرفان ہی کا نتیجہ ہیں ______ محمد بن واسعؒ کا قول ہے کہ "من عرف الله کل لسانه و دام تحیره" یعنی جس نے خدا کو پہچان لیا وہ گونگا ہو گیا اور حیرت میں ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا ______ ایک شخص نے کسی صوفی سے سوال کیا تھا

Marfat.com

کہ خدا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی ذات کے بارے میں پوچھتے ہو تو لیس کمثلہ شیء (سورہ ۴۲، آیت ۱۱) یعنی اس جیسی کوئی چیز نہیں، اگر اس کی صفات کے بارے میں پوچھتے ہو تو اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ، کفواً احد (سورہ ۱۱۲) اگر اس کا نام پوچھتے ہو تو ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو، عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم" (سورہ ۵۹ آیت ۲۲) اگر اس کے افعال کے بارے میں پوچھتے ہو تو کل یوم ھو فی شان (سورہ ۵۵ آیت ۲۹) ___ مناہج الطالبین کے مصنف کہتے ہیں کہ اس آیت کے مطابق "وماقدروا اللہ حق قدرہ" (سورہ ۶ آیت ۹۱) کوئی شخص ذات حق کی معرفت کی حقیقت کو نہیں پا سکتا، ہر ایک لا احصی ثناء علیک یعنی (اے خدا میں تیری تعریف کما حقہ نہیں کر سکتا، حدیث رسولؐ) کی ندا دے رہا ہے اور العجز عن درک الادراک ادراک یعنی خدا کی پہچان سے عاجز رہنا ہی خدا کی پہچان ہے، (قول حضرت ابوبکرؓ) کے مطابق اعتبار کر رہا ہے اور سبحان من لا یعلم ما ھو الا ھو (یعنی خدا کی وہ پاک ذات ہے جسے سوائے خود اس کے کوئی نہیں جانتا) کہہ رہا ہے۔۸۱ ___ انسانی عقل ادراک حق سے یعنی خدا کی ذات کے جاننے سے عاجز ہے ___ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ سے پہچانا ہے اور ماسوائے اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا ہے۔ کوئی شخص عرفان حق میں کامل نہیں ہو سکتا کہ فرمان رسول ﷺ ہے ماعرفناک حق معرفتک، "اے اللہ میں تجھے کما حقہ نہیں پہچان سکا ___ اسی لئے کتنے ہی مفکروں، فلسفیوں اور سیانوں نے اس بارے میں غور و فکر کیا لیکن کچھ نہ سمجھ سکے کہ خدا کیا ہے؟ کیونکہ خدا کے وجود کی دلیل خود خدا ہے، عقل تو مخلوق ہے، عاجز ہے وہ اپنی جیسی عاجز اور مخلوق چیز ہی کو جان سکتی ہے۔۸۲ البتہ یوں ہے کہ خدا کا علم عقل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور خدا کا عرفان وجدان سے لیکن جب انسان بحر توحید میں غرق ہو جاتا ہے تو عقل اس کو بیان کرنے پر قادر نہیں رہتی، عارف گونگا ہو جاتا ہے۔ عارفین نے اگر ذات حق کے بارے میں کچھ عرفان حاصل بھی کیا تو اس عرفان میں ایسے کھوئے گئے کہ قوت گویائی ہی گنوا بیٹھے۔

آن را کہ خبر شد خبر ش باز نیامد

عقل روح کا پرتو ہے اور روح ذات حق کا پرتو ہے اور ذات حق منبع حسن و جمال ہے۔ درحقیقت حسن نور الٰہی ہے جو مادہ کو وحدت عطا کرتا ہے۔ یوں وحدت، حسن، عقل، عدل، خیر، صداقت اور روح ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو بھی ہیں ___ عدالت درحقیقت وحدت ہی کی ایک شکل ہے لیکن یہ وحدت، وحدت عددی کے علاوہ ہے، یہ وحدت ایک طرح کی مناسبت ہے، جس قدر مزاج عادل ترین ہوگا وہ

Marfat.com

وحدت حقیقی سے قریب تر ہوگا اور جو نقش اس پر مرتب ہوگا وہ اکمل و افضل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت جسے تناسب، مساوات یا نسبت یا عدالت بھی کہا جا سکتا ہے، جس چیز میں پائی جاتی ہے وہ باعث مسرت و کشش و کشادگی قلب ہوتی ہے، اگر اعمال میں ہو تو خیر ہے، اقوال میں ہو تو صداقت ہے، الفاظ و عبارت میں ہو تو فصاحت و بلاغت ہے، آواز میں ہو تو موسیقی ہے، حرکات میں ہو تو رقص ہے اور اعضا میں ہو تو حسن ہے۔ حسن میں اضطرار ہے کہ جانا جائے اور کنت کنزاً مخفیاً میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، عشق میں اضطرار ہے کہ حسن یا خیر کو پائے، عقل یا دانش میں اضطرار ہے کہ حق تک پہنچے، اسے پہچانے یا یوں کہہ لیجئے کہ حسن یا حق میں حرکت جبی ہے یا اضطرار ہے کہ جانا جائے، پہچانا جائے۔ یہی حرکت یا حرکت جبی یا اضطرار کائنات کے وجود کا سبب ہے جو عشق ہی کی ایک صورت ہے، اسی لئے صوفیہ اور بعض فلسفیوں کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات کی اصل اور اس کی حقیقت عشق ہے جسے حرکت جبی بھی کہا گیا ہے ____ شاعر کے ذہن میں اچانک شعر کا نزول، فلسفی کے ذہن میں کسی مسئلہ کا حل یا حقیقت کا آشکار ہونا ____ جیسے نیوٹن نے درخت سے پھل کے گرنے سے قانون کشش ثقل دریافت کیا ___ ان سب میں اضطرار یا حرکت جبی موجود ہے ___ اور ان سب کا منبع و مرکز حقیقت اولیٰ یا حقیقت الحقائق ہے یا انائے کبیر ہے یا ذات حق جل شانہ، ہے ____ خدائے جل جلالہ، کی ذات یگانہ بھی ہے، یکتا بھی ہے، وہی حق بھی ہے، حسن مطلق بھی ہے، صداقت مطلق بھی ہے، حکمت مطلق بھی ہے، خیر مطلق بھی ہے، عقل مطلق بھی ہے، عدل مطلق بھی ہے اور ذات پاک خداوندی ہر صفت اور ہر تعریف سے بے نیاز و برتر و بالا بھی ہے ____ وہ خود ہی عالم ہے، خود ہی معلوم ہے، خود ہی شاہد ہے، خود ہی مشہود ہے اور اپنے حسن لازوال اور خیر بے مثال پر آپ ہی شیدا ہے ____ بقول ڈیکارٹ ''مجھ میں خدا کا تصور اس لیے موجود ہے کہ خدا موجود ہے، خدا کے وجود کا دارومدار میرے نفس کے تصور پر نہیں بلکہ میرے نفس کا تصور اس کے وجود کا رہین منت ہے'' ۸۳ ____ خدا ستار العیوب ہے، کریم ہے، بے نیاز ہے کہ ہمارے گناہوں کو دیکھتا ہے، ان پر پردہ ڈالتا ہے، ہم اس کی نافرمانی کرتے ہیں پھر بھی وہ ہمیں نعمتیں عطا کرتا ہے، وہ ماں سے زیادہ ہم پر مہربان ہے کہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس پر ایمان لانا، اس کی عبادت کرنا ہماری ضرورت ہے تاکہ ہم انسانیت کے اعلیٰ آداب سیکھیں کہ اس کی ذات بے مثال کا تصور ہماری زندگی کو معنویت بخشتا ہے، ہمیں بلند نصب العین عطا کرتا ہے، مشکلات اور مصائب میں ہمارا سہارا بنتا ہے، آخرت کی ابدی زندگی کی امید دلاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ توحید حق پر ایمان انسان کے لئے سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔

Marfat.com

توحید اور تصور خدا تصوف میں:

کشف الحقایق کے مصنف مشہور صوفی عزیز الدین نسفیؒ کا قول ہے کہ توحید کے معنی لغت عرب میں ایک کرنا ہیں، شریعت میں ایک کہنا، طریقت میں ایک ماننا اور حقیقت میں ایک دیکھنا۔ ۸۴

صوفی کی نظر میں خدا معبود ہی نہیں بلکہ موجود صرف وہی ہے۔ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں وہ لا موجود الا الله کہتا ہے، ہم الف سے اللہ کہتے ہیں وہ اللہ سے الف مانتا ہے، ہم کہتے ہیں اللہ ایک ہے اور صوفی کہتا ہے کہ اللہ تو ایک کا خالق ہے، یوں صوفیہ توحید خالص پر ایمان رکھتے ہیں۔

توحید کا تصور یا خدا کا تصور تصوف میں بے حد معنویت کے ساتھ موجود ہے۔ عام انسان کی نظر میں خدا معبود ہے، صوفیہ کی نظر میں خدا محبوب ہے، علما کی نظر میں خدا جبّار و قہّار اور صوفیہ کی نظر میں خدا عطا بخش و خطا پوش ہے۔ صوفیہ کی نظر میں اللہ خدا کا اسم ذات ہے جس میں جملہ اسمائے جمالی، جلالی، فعلی اور صفاتی شامل ہیں۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ لفظ اللہ اله سے مشتق ہے جس کے معنی معبود کے ہیں۔ اس میں ال تعریف کا داخل ہوا اور ال اله ہو گیا اور یہ کثرت استعمال سے اللہ ہو گیا ____ بعض محققین کا خیال ہے کہ اله کے معنی تحیر اور درماندگی کے ہیں بس خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے قرار پایا کہ اس کے بارے میں یعنی اللہ کے بارے میں انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں۔ انسان جس قدر بھی ذات حق کے بارے میں غور و خوض کرے گا، اس کی عقل کی حیرانی اور درماندگی بڑھتی ہی جائیگی، اسی لئے عارفین کہتے ہیں کہ عرفان کی ابتدا بھی عجز و حیرت سے ہوتی ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہی ہے۔ اہل عرفان کے دل سے بھی ہمیشہ یہی صدا نکلی کہ رب زدنی فیک تحیر اور اہل دانش کی زبان پر بھی یہی جملہ رہا ''معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد''۔

اہل تصوف و عرفان کہتے ہیں کہ اللہ کے پانچ حروف ہیں پہلے الف سے احدیت مراد ہے جس میں کثرت گم ہے۔ پہلے لام سے جلال مراد ہے کہ جلال کو جمال کے مقابلے میں ذات سے زیادہ قربت ہے، دوسرے لام سے جمال مطلق مراد ہے، چوتھا حرف الف جو صرف تلفظ میں ثابت ہے اس کے کمال کے بے انتہا ہونے کا اشارہ کرتا ہے اور ہ سے اس کی ہویت مراد ہے۔ صوفیہ دائرۂ کو حق سے اور اس دائرے کے جوف (پیٹ) کو خلق سے مراد لیتے ہیں۔ صوفیہ کی نظر میں انسان کا ہاتھ پانچ انگلیوں سمیت خود لفظ اللہ کی ایک تصویر ہے۔

سعد الدین حمویہؒ نے اپنی کتاب المصباح فی التصوف میں کلمہ اللہ کی یوں تشریح کی ہے کہ اللہ کا الف تمام اشیا کی ابتدا کی جانب اشارہ کرتا ہے اور لفظ اللہ کی ہ (ھا) تمام اشیا کی انتہا کا اشارہ ہے اور لام سے

Marfat.com

اشارہ ہے جلال خداوندی کا۔ نیز ایک جگہ انہوں نے لفظ اللہ کی ایک اور رنگ میں تشریح کی ہے کہ لفظ "انسی انا" درحقیقت لفظ اللہ ہی کی ایک شکل ہے۔ وہ یوں کہ لفظ "انسی انا" میں تین الف ہیں اور دو نون۔ جب تینوں الف اور دونوں نون باہم ملا دیے جائیں تو لفظ اللہ پیدا ہو جاتا ہے ۸۵ـــــ سعد الدین حمویہؒ کی نظر میں حرف الف درحقیقت تین نقطوں کا مرکب ہے اور وہ تین نقطے خدا کی تین صفات کے مظہر ہیں یعنی سمع، بصر و نطق یا یوں کہیے کہ اللہ کے الف کے تین نقطے درحقیقت روح اللہ، روح القدس اور روح الامین کے اشارے ہیں یا نبوت و ولایت والہیت یا آدم وحوا اور اولاد یا ذات وصفات و اسمائے حق کے مظہر ہیں۔

موید الدین جندیؒ نے نفحۃ الروح و تحفۃ الفتوح میں لفظ اللہ کے اشتقاق کی دس صورتیں بتائی ہیں جن میں ایک صورت یہ ہے کہ لفظ اللہ کی اصل "ھا" ہے جو غائب کا کنایہ ہے یعنی وجود غائب وہ موجود ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام موجودات کا موجد ہے۔ اس کے بعد اس "ھـــا" پر ملکیت کا اور خاص ہونے کا لام بڑھا دیا گیا سو "لہ" ہو گیا یعنی وہ سب کا مالک ہے، اس کے بعد تعریف الف اور لام کا بطور تعظیم اضافہ کر دیا گیا پس لفظ اللہ ہو گیا ـــ صوفیہ کی نظر میں اللہ کے ذاتی نام، رب، الملک، القدوس، السلام، الظاہر والباطن، اول، آخر ہیں، صفاتی اسما: الحی، الشکور، القہار، الکریم ہیں اور اسمائے افعالی الخالق، الباری، المنتقم ہیں ـــ صوفیہ نے اسماء الحسنٰی پر خاصی کاوش و تحقیق کی ہے، ابی بکر محمد ابن العربی (شاگرد امام محمد غزالی) نے قرآن کی سورتوں سے خداوند تعالیٰ کے ناموں کو اخذ کر کے پیش کیا ہے جو ۱۰۶ بنتے ہیں، احادیث میں ۹۹ ناموں کا ذکر ہے۔ ـــ شہاب الدین احمد سمعانیؒ (قرن ششم) نے اپنی کتاب "روح الارواح فی شرح اسماء الملک الفتاح" میں خدا کے ناموں کی تشریح و توضیح میں نکتہ رسی سے کام لیا ہے۔ سمعانیؒ سے پہلے ابوالقاسم قشیریؒ (وفات ۴۶۵ھ) نے بھی ایک کتاب "التحبیر فی علم التذکیر" اسی حوالے سے تحریر کی تھی ـــ "روح الارواح" میں ہے کہ "ھو" در اصل "ھا" (ہ) ہے یعنی صرف ایک حرف ہے "واؤ" زائد ہے، واو کا اضافہ صرف "ہ" کو تلفظ میں لانے کے کیا گیا ہے۔ اسی لیے جب "ھو" سے تثنیہ بناتے ہیں تو ھما کہتے ہیں، ھوما نہیں کہتے۔ سو یہ نام "ھو" ایک ہے جو ایک پر دلالت کرتا ہے۔ ویسے بھی ہم جو نام یا صفت بیان کرتے ہیں تو وہ زبان ہی سے بیان کرتے ہیں، مگر "ھو" زبان کی بجائے جان سے ادا کیا جاتا ہے یعنی ھو کہنے میں زبان یا ہونٹ ہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

لا الــٰہ الا اللہ کی تشریح میں سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ لا الــٰہ نفی قہر کا کوتوال ہے جو ہیبت کے گھوڑے پر سوار ہے اور غیرت ربانی کی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے ہے، جہاں کہیں غیر اللہ ہے اسے غیرت کی تلوار سے قتل کر دیتا ہے تاکہ الا اللہ کا سلطان دل کی حکومت کے تخت پر بیٹھے اور (انسانی) اعضا کے نوکروں کو

Marfat.com

یہ فرمان صادر کرے کہ جو حکم برداری کرے گا اسے اسرار حق کا خلعت عطا کیا جائے گا اور جو حکم عدولی کرے گا اس کی گردن میں لعنت کا طوق پہنا دیا جائے گا۔ ویسے بھی جس مقام پر سلطانِ وقت نزول کرتا ہے تو فراش صفائی کرتا ہے۔ اسی طرح جب الا اللہ کی عزت کا سلطان سینۂ انسان پر نزول فرماتا ہے تو لا الہ کا فراش آتا ہے اور سینے کو تجرید و تفرید کے جھاڑو سے صاف کرتا ہے اور بشریت و شیطانیت کے خس و خاشاک کو دور کر کے رضا کے پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے اور وفا کا فرش بچھاتا ہے، سیادت کا تخت اور سعادت کا تکیہ رکھتا ہے تاکہ الا اللہ کا سلطان اس پر جلوہ فرما ہو______ یعنی ذات باری تعالیٰ یگانہ و یکتا ہے وہی باقی ہے اور موجود ہے اس کے علاوہ ہر چیز فانی ہے اور معدوم ہے۔

بقول عزالدین کاشانی " صوفیہ علم یقین اور برہان مبین بلکہ کشف و عیان اور ذوق وجدان سے جانتے ہیں، دیکھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ کوئی شخص کوئی چیز معبود و مسجود ہونے کے لائق و مستحق نہیں سوائے اس خدائے یگانہ و یکتا کے، صرف اسی کی ذات قدیم وحدانیت اور فردانیت کے اوصاف سے موصوف ہے، مختصراً یوں کہ جو کچھ عقل و فہم میں سمائے خداوند سبحانہ، اس سے منزہ اور مقدس ہے۔ ۸۶

صوفیہ کے ہاں توحید کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) توحید اسمائی یعنی موحد جمیع اسمائے جملہ موجودات کو اسمائے الٰہی جانتا ہے یعنی تمام موجودات کے اسما کو اسمائے الٰہی سمجھتا ہے۔

(۲) توحید افعالی۔ موحد جمیع افعال جملہ موجودات کو اللہ سے منسوب کرتا ہے یعنی تمام موجودات کے ہر قسم کے افعال کو ذات حق کے افعال سمجھتا ہے۔

(۳) توحید صفاتی۔ موحد جملہ صفات موجودات کو صفات خدا جانتا ہے یعنی موجودات کی تمام صفات کو صفات حق سمجھتا ہے۔

(۴) توحید ذاتی۔ موحد کو جملہ موجودات میں سوائے ذات واحد کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ۸۷

صوفیہ کے نزدیک توحید کی اور اقسام بھی ہیں۔

توحید ایمانی:۔ یعنی شریعت کے مطابق خدا کی وحدانیت کی تصدیق زبان اور دل سے کرنا۔

توحید علمی:۔ یعنی علم یقین حاصل ہو کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔ تمام افعال کو خدا سے منسوب کرنا اور شرک خفی سے پاک ہونا۔

توحید حالی:۔ سوائے ذات و صفات واحد کے موحد کو کچھ اور نظر نہ آئے۔ بقول جنیدؒ حقیقت توحید یہ

Marfat.com

ہے کہ صوفی مشاہدۂ جلال حق تعالیٰ و تقدس میں توحید کو بھی بھول جائے۔ واحد کو صرف نظر میں رکھے بلکہ ذات واحد کے ساتھ بندہ قائم رہے نہ کہ توحید کے ساتھ۔ ابن عطاؒ کا قول ہے التوحید نسیان التوحید فی مشاھدہ جلال الواحد حتی یکون قیامک بالواحد لا بالتوحید یعنی توحید یہ ہے کہ مشاہدۂ جلال واحد میں توحید کو بھی بھول جاؤ یہاں تک کہ تم ذات واحد کے ساتھ قائم رہو نہ توحید کے ساتھ۔

توحید الٰہی:۔ توحید الٰہی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل الآزال میں اپنی ذات کے ساتھ اور اپنی فردانیت و وحدانیت کے ساتھ موصوف تھا کان اللہ و لم یکن معہ شیاً۔ وہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہیں تھا اب بھی اسی طرح اپنی ازلی صفات وحدانیت و فردانیت کے ساتھ ہے کہ "آلان کما کان" ہے یعنی اب بھی اسی طرح ہے جس طرح ازل میں تھا اور ابد تک اسی صفت پر رہے گا اور خدا کے علاوہ ہر چیز فانی ہے کل شئی ھالک الا وجھہ (سورہ ۲۸، آیت ۸۸)۔ ۸۸ ______ فرمان حق ہے وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجھہ اللہ ان اللہ واسع علیم (سورہ ۲، آیت ۱۱۵) مشرق ہو یا مغرب سب سمتیں اللہ کی ملکیت میں ہیں اور جس سمت بھی تم رخ کرو اُدھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہات کو محیط ہے اور کامل العلم ہے نیز فرمان حق ہے ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم (سورہ ۵۷، آیت ۳) یعنی وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو علم کامل حاصل ہے۔

توحید ایمانی کشفی:۔ توحید ایمانی کشفی وہ ہے جو منصور پر منکشف ہوئی، یعنی سالک صفائے قلب سے اس مقام پر پہنچ جائے کہ اپنی ذات کو جو جمال الٰہی کا پردہ ہے محو اور فانی کر دے اور حق کی زبان سے ناطق بن کر الحق کہے۔

توحید شریعت:۔ توحید شریعت یہ ہے کہ خدا کی ذات و صفات و افعال میں کسی کو شریک نہ کرنا اور بحکم شرع شریف بہ اقرار زبان و تصدیق قلب لا الہ الا اللہ کہنا یعنی کوئی معبود و مقصود بجز ذات الٰہی نہیں اور پھر اسی پر استقامت سے قائم ہو جانا۔ حضرت سفیان ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھ کو کوئی ایسا امر ارشاد فرمایئے کہ جس کو میں تھام لوں اور پھر مجھ کو کسی بات کی ضرورت نہ رہے، آپؐ نے فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم یعنی ربی اللہ کہو اور اس پر قائم رہو۔ جو شخص سچے دل سے خدا کو مان لے اور اس کے احکام پر قائم رہے تو وہ دین و دنیا میں اعلیٰ مراتب اور بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز ہوگا۔ آیت قرآن ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم

Marfat.com

استقاموا ___ توعدون (سورہ ۴۱، آیت ۳۰) یعنی وہ لوگ جنہوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ خوف کرو، نہ رنج کرو تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جاتا تھا ___ اس پر شاہد ہے ___ بقول حضرت غوث قلندر پانی پتیؒ توحید شریعت کا یہ فائدہ ہے کہ اگر منافق ہے تو مجاہدین کی تلوار سے بچ جائے گا اور اگر دل سے سچا ہے اور احکام الٰہی پر مستقل طور پر عمل کرتا ہے تو بہشت کی نعمتوں کا مستحق ہوگا اور اگر مرتبہ یقین کو پہنچے گا تو دیدار الٰہی سے مشرف ہوگا۔

حضرت شبلیؒ کی نظر میں توحید دو قسم کی ہے، بشری توحید جو سزا کے خوف سے ہوتی ہے، الٰہی توحید جو تعظیم کی خاطر ہوتی ہے۔[۸۹]

عبداللہ انصاریؒ کہتے ہیں کہ منافق کی توحید زبان سے، عوام کی توحید اعتقاد سے اور متکلم کی توحید دلیل سے بیان کی جاتی ہے۔ لیکن عارف کی توحید لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ وہ صرف ایک کو دیکھتا ہے ___ عام طور پر توحید کے یہ چار مراتب سمجھے جاتے ہیں:

(۱) عام مسلمانوں کی توحید:۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا تو عوام اقرار کرتے ہیں پھر بھی خدا کے علاوہ دوسرے سے امید بھی رکھتے ہیں اور خدا سے ڈرتے بھی ہیں۔

(۲) علما کی توحید:۔ علمائے حق خدا کے سوا کسی ہستی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہیں مانتے، اسی لئے نہ کسی سے نفع کی امید رکھتے ہیں نہ نقصان کا ڈر۔

(۳) توحید عرفا:۔ عرفائے طبقۂ خواص جب احکام شریعت بجالاتے ہیں تو جانتے ہیں کہ خدا انہیں دیکھ رہا ہے، گویا شخصیت کا احساس باقی رہتا ہے۔

(۴) توحید عرفائے طبقۂ اخص الخواص:۔ یہ لوگ اپنی شخصیت کو محو کردیتے ہیں اور بحر وحدت میں غرق ہوجاتے ہیں، گویا ان کی مرضی خدا کی مرضی میں فنا ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے ارادے اور مرضی کو ختم کر کے صرف اللہ کی رضا پر عمل کرتے ہیں۔ توحید کا یہ آخری مرتبہ نظریۂ میثاق اور نظریۂ فنا پر مبنی ہے۔ نظریۂ میثاق سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے مقام کا تحقق حاصل کرلیتا ہے یعنی سالک اپنی اصلی حالت کی طرف عود کر آتا ہے جس میں وہ قبل تخلیق موجود تھا اور جس کی طرف آیت "الست بربکم" (سورہ ۷، آیت ۱۷۲) میں اشارہ ہے، صوفی کی اپنی زندگی ختم ہوجاتی ہے کہ وہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی میں فنا کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا تحقق حاصل کرلیتا ہے، یہ مقام اس حدیث کی

Marfat.com

تشریح ہے جس میں رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ عبادت کر کے قرب حاصل کر لیتا ہے، میں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں ــــ و ما رمیت اذ رمیت (سورہ ۸، آیت ۱۷) میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ۹۰

یعنی اس کا کہا ہوا اللہ کا کہا ہوا ہوتا ہے، اگرچہ عبداللہ کے حلق سے نکلتا ہے یعنی اللہ کے بندے کی زبان سے ادا ہوتا ہے ــــ صوفیہ کی نظر میں توحید حق کی یہ صورت ہے کہ اللہ ایک ہے، یگانہ و یکتا ہے، اور ان تمام صفات سے موصوف ہے جنہیں اس نے اپنی صفات بیان کیا ہے۔ خدا کی ذات جسم، جوہر، عرض، جہت، مکان، زمان اور شکل و صورت سے منزہ ہے۔ نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں، نہ فکر اس کا احاطہ کر سکتی ہے، نہ بصارت اسے پا سکتی ہے۔ تحت و فوق، قبل و بعد اس کی ذات کے ساتھ بے معنی ہیں۔ کل کہنے سے وہ جمع نہیں ہو سکتا، "کان" سے موجود اور "لیس" سے ناپید نہیں ہو سکتا۔ اس کی قدامت ہر حدوث سے پہلے اور اس کا وجود ہر عدم سے قدیم ہے۔ وہ اول بھی ہے، آخر بھی، ظاہر بھی، باطن بھی اور سمیع اور بصیر بھی۔ اس کی کوئی مثال نہیں لیس کمثلہ شیءٌ (سورہ ۴۲، آیت ۱۱) ۹۱

توحید کے بارے میں حضرت علی ہجویریؒ نے یوں فرمایا ہے: "توحید کسی چیز کی وحدانیت کے اقرار کا نام ہے۔ اقرار بجز علم نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت والجماعت نے اقرار وحدانیت کی بنیاد تحقیق پر رکھی ہے۔ ہمارے سامنے کارخانۂ کائنات ہے جس میں بے حد و بے شمار بدیع، عجیب اور لطیف چیزیں موجود ہیں۔ یہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آ گئیں۔ ہر چیز میں علامات حدث (فنا) موجود ہیں۔ لامحالہ ان کا کوئی فاعل ہونا چاہیے جس نے ان کو عدم سے وجود کی صورت دی۔ زمین، آسمان، آفتاب، ماہتاب، سمندر، پہاڑ، صحرا، اشکال، حرکت، سکون، نطق، موت، حیات الغرض سب چیزوں کے لئے صنعت گر لازمی ہے اور صنعت گر بھی دو تین نہیں ہو سکتے۔ صرف ایک حی، عالم، قادر، لاشریک، شرکائے کار سے بے نیاز صانع کامل ہو سکتا ہے۔ فعل کے لئے صرف ایک فاعل ہونا چاہیے۔ اگر ایک سے زائد فاعل ہوں تو ایک دوسرے کے دست نگر ہوں گے۔ بے شک۔ بلا ریب۔ باہمہ علم الیقین صرف ایک فاعل ہو سکتا ہے ــــ یہاں ہمیں اختلاف ہے ثنویوں سے جو اثبات نور و ظلمت کرتے ہیں، گبر پرستوں سے جو اثبات یزداں و اہرمن میں مبتلا ہیں، طبیعت پرستوں (نیچریوں یعنی مادہ پرستوں) سے جو اثبات طبع و قوت کے دلدادہ ہیں، فلکیوں سے جنہیں اثبات ہفت ستارہ کی دھن ہے، معتزلیوں سے جو کئی خالق اور کئی صانع مانتے ہیں ــــ عارف حق وحدانیت کا اقرار کرتا ہے کہ

Marfat.com

حق تعالیٰ ایک ہے۔ دوئی اس کے لئے روا نہیں۔ اس کی یگانگی عدد کی نہیں۔ وہ محدود نہیں کہ شش جہات میں گھرا ہوا ہو۔ وہ کسی مکان میں مکین نہیں، وہ عرض نہیں کہ اسے جوہر کی ضرورت ہو، وہ جوہر نہیں کہ اپنی قبیل کی کسی اور چیز کا محتاج ہو، طبع نہیں کہ حرکت وسکون کا مبدأ ہو، روح نہیں کہ جسم کی ضرورت مند ہو، جسم نہیں کہ وہ اجزا سے مرکب ہو۔ کسی چیز کو اس سے رشتہ نہیں کہ اس کا جزو بن کر رہ جائے۔ ہر نقصان سے بری ہے۔ ہر نقص سے پاک ہے۔ سب آفات وعیوب سے مصئون ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں کہ اپنی مثل سے مل کر دوئی کا مظہر ہو۔ اس کا کوئی فرزند نہیں کہ وہ اصلِ جد کہلائے۔ اس کی ذات وصفات میں تغیر نہیں کہ اس کا وجود متغیر ہو جائے۔ وہ ان صفات وکمال کا مالک ہے جو اہل معرفت اپنی بصیرت سے اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جو اس نے خود بیان فرمائی ہیں۔ وہ بری ہے ان صفات سے جو ملحد اپنی خواہشات کے مطابق اس سے منسوب کرتے ہیں اور جو اس نے خود بیان نہیں فرمائیں۔ حی وعلیم ہے۔ رؤف ورحیم ہے۔ عزیز وقدیر ہے۔ سمیع وبصیر ہے۔ متکلم وباقی ہے۔ معلومات اس کے علم سے باہر نہیں۔ موجودات اس کے ارادوں کے سامنے بے چارہ ہیں۔ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، وہی چاہتا ہے جو وہ جانتا ہے، کسی مخلوق کو اس کے سامنے کوئی اختیار نہیں۔ اس کے احکام اٹل ہیں اور اس کے دوستوں کو بجز تسلیم چارۂ کار نہیں۔ وہی خیر وشر کی قدریں قائم کرتا ہے۔ امید وبیم اسی سے ہے۔ نفع وضرر کا خالق وہی ہے۔ حکم صرف اسی کا رواں ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ قضا وقدر کا وہی مالک ہے" ______ حضرت ابراہیم خواص " حسین ابن منصورؒ کی زیارت کے لئے کوفہ گئے۔ حسینؒ نے پوچھا۔ اے ابراہیم! تم نے اپنا وقت کس طرح گزارا؟ انہوں نے فرمایا "میں نے اپنے آپ کو توکل پر چھوڑ دیا"۔ حسینؒ نے کہا "ابراہیمؒ تم نے اپنی عمر باطن کو آباد کرنے میں برباد کردی۔ طریق توحید حق پر تمہاری فنا کہاں گئی؟" یعنی تمہیں توحید میں فنا ہو جانا چاہیے تھا۔ ۹۲

حضرت جنیدؒ کا قول ہے جو لوگ سب سے زیادہ توحید کے عارف ہیں وہی سب سے زیادہ اپنے قصورِ فہم کے معترف ہیں۔ علامہ ابن خلدونؒ نے صحیح فرمایا کہ کسی زبان میں ایسے الفاظ موجود نہیں جو توحید کے مفہوم کو ادا کر سکیں اور کوئی زبان حقائق مجردہ کا بیان کما حقہ نہیں کر سکتی۔ ۹۳ ______ اسی بات کو جنیدؒ نے یوں کہا ہے توحید وہ حقیقت ہے جس کی تعریف نہیں ہو سکتی حالانکہ توحید کے معنی میں مکمل علم پوشیدہ ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات ماسوی اللہ یعنی توحید اللہ کے سوا تمام اضافات کو ساقط کر دیتی ہے، کسی فعل کو اپنی طرف یا خدا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرنا توحید کے خلاف ہے، حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توحید یہ ہے کہ قدیم یعنی واجب الوجود کو محدث یعنی ممکن الوجود سے جدا کر دیا جائے یعنی ذات خدا کو

Marfat.com

ذات مخلوقات سے ممتاز کیا جائے صفات میں بھی اور افعال میں بھی یعنی ذات ہے تو صرف خدا کی، صفات ہیں تو صرف خدا کی، اور فاعل حقیقی ہے تو صرف خدا۔ اگر خداوند تعالیٰ بندوں کو قوت نہ دے تو کوئی شخص بھی حرکت تک نہیں کرسکتا۔ وماتشاؤون الا ان یشاء الله (سورہ ۸۱، آیت ۲۹) اور ماشاء الله لاقوۃ الا بالله (سورہ ۱۸، آیت ۳۹) کا مفہوم بھی یہی ہے۔

امام غزالیؒ نے توحید کے چار درجے قرار دیے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے لاالہ کہا جائے، منافق بھی زبان سے لاالہ کہہ دیتے ہیں، دوسرا درجہ یہ ہے کہ جو زبان سے کہے اس کی تصدیق دل بھی کرے یہ عوام کی توحید ہے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ توحید حق پر یقین کامل ہو لیکن کبھی کبھی خواہش نفس کی پیروی بھی ہو اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ واحد حقیقی کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ دیکھے صرف خدا ہی کو اپنی تمام توجہ کا مرکز بنائے۔ ۹۴

رباعی

توحید کی راہ میں ہے ویرانہ سخت
آزادی و بے تعلقی ہے یک لخت
دنیا ہے، نہ دین ہے، نہ دوزخ، نہ بہشت
تکیہ، نہ سرائے، نہ تخم ہے، نہ درخت ۹۵

کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابوبکر شبلیؒ سے کہا کہ اپنی زبان حقائق بیان سے توحید مجرد کے بارے میں کچھ بتایئے۔ آپ نے فرمایا افسوس جو لفظوں میں توحید کے بارے میں بتائے وہ ملحد ہے اور جو توحید کی طرف اشارہ کرے وہ ثنوی ہے یعنی دو خداؤں کو پوجتا ہے اور جو اس کے بارے میں بات کرے وہ غافل ہے اور جو اس کے بارے میں خاموش رہے وہ جاہل ہے اور جو یہ سمجھے کہ میں توحید تک پہنچ گیا ہوں وہ نامراد ہے اور جو یہ ظاہر کرے کہ وہ توحید کے قریب ہے وہ توحید سے دور ہے، اور جو عقل کے ذریعے توحید کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ بت پرست ہے اور جو توحید کو نہیں سمجھتا وہ کافر ہے۔ ۹۶

افلاکی مناقب العارفین میں لکھتے ہیں کہ ایک روز کچھ لوگوں نے حضرت مولانا شمس الدینؒ سے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ تم یہ جان لو تمام چیزیں خدا کی ہیں، خدا سے ہیں، خدا کے ساتھ ہیں اور خدا کی طرف لوٹ جائیں گی۔ البتہ جو چیزیں خدا کی ہیں اس کے حوالے سے ہے لله ملک السموات والارض وما فیھن (سورہ ۵، آیت ۱۲۰) اور جو چیزیں خدا سے ہیں اس کے بارے میں ہے وما بکم من نعمة فمن الله (سورہ ۱۶، آیت ۵۳) قل کلّ من عند الله (سورہ ۴، آیت ۷۸) اور جو چیزیں خدا کے

Marfat.com

ساتھ ہیں اس کے حوالے سے ہے۔ ان تقوم السماء والارض بامرہ (سورہ ۳۰، آیت ۲۵) اور جو چیزیں خدا کی طرف لوٹ جائیں گی ان کے بارے میں ہے والی اللہ ترجع الامور (سورہ ۳، آیت ۱۰۹ و سورہ ۸، آیت ۴۴) ـــــ والیہ یرجع الامر کلہ، (سورہ ۱۱، آیت ۱۲۳) ـــــ و الیہ المصیر (سورہ ۵، آیت ۱۸) مختصراً یوں کہ جس نے اپنی فنا کو جان لیا اس نے اپنے رب کی بقا کو پہچان لیا۔ غالب نے کہا تھا:

گفتمش ذرہ بہ خورشید رسد؟ گفت محال
گفتمش کوششِ من در طلبش؟ گفت رواست

یعنی میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ذرہ سورج تک پہنچ سکتا ہے؟ اس نے کہا ناممکن ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی تلاش میں میرا کوشش کرنا؟ اس نے کہا جائز ہے ـــــ حضرت ابوبکرؓ کا قول ہے:

العجز عن درک الادراک ادراک ـــــ والوقف عن طرق الاخیار اشراک.

حضرت ممشاد دینوریؒ کا قول ہے کہ بتوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں، بعض دولت کو بت بنا کر اس کے پجاری بن جاتے ہیں، بعض کے نزدیک ان کے بیوی بچے بت ہیں، بعض صنعت و تجارت کو بت سمجھ کر پرستش کرتے ہیں اور بعض لوگ صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو بت تصور کر کے اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی بت رکھتا ہے۔ جس کی وہ پرستش کرتا ہے۔ ہاں وہ شخص کسی بت کا پرستار نہیں ہے جو اپنے نفس کو نہیں دیکھتا اور ہمیشہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے ۹۷

ایک روز بوعلی دقاقؒ منبر پر تشریف لائے ـــــ آپ نے فرمایا، خدا، خدا، خدا۔ کسی نے پوچھا یا شیخ خدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا جب آپ خدا کو نہیں جانتے تو کیوں خدا خدا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا اگر یہ نہ کہوں تو کیا کہوں؟ ـــــ کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے پوچھا کہ آپ خدا کو جانتے ہیں، فرمایا سارے جہاں میں کون ہے جو خدا کو نہ جانتا ہو؟ ایک بار بایزیدؒ محویت کے عالم میں تھے کسی نے یہی سوال پوچھا کہ کیا آپ خدا کو جانتے ہیں؟ فرمایا میں کون ہوں جو خدا کو جان سکوں، سارے جہان میں کوئی ہے جو خدا کو جان سکتا ہو؟ ۹۸

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ دانایان خدا کو نور دل سے دیکھتے ہیں اور دوست نور یقین سے اور جوانمرد نور معاینہ سے ۹۹ ـــــ خرقانیؒ ہی فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو خدا کے ساتھ دیکھنا وفا ہے اور خدا کو اپنے ساتھ دیکھنا فنا ہے۔ ۱۰۰ ـــــ انہی کا قول ہے کہ انسان کے خدا کے ساتھ تین درجے ہیں:

Marfat.com

(۱) ایک یہ کہ اللہ کے دیدار کے ساتھ اللہ اللہ کرے (۲) بے خود ہو کر اللہ اللہ کہے۔ (۳) خدا کے ساتھ اللہ اللہ کرے۔ ۱۰۱ وہی فرماتے ہیں کہ خدا بندے کے ساتھ چار چیزوں سے مخاطب ہوتا ہے:

(۱) بدن سے (۲) دل سے (۳) مال سے اور (۴) زبان سے۔

بندۂ حق اگر صرف جسمانی طور سے خدا کی اطاعت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے تو اس کے لئے بے سود ہو جاتا ہے چونکہ قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ سچا مسلمان اثبات ربوبیت میں غور وفکر کرنے کے بجائے اثبات عبودیت میں تفکر کرتا ہے کیونکہ تفکر خلق میں جائز ہے ذات حق کے بارے میں تفکر کرنا درست نہیں۔ ۱۰۲

حضرت ابو بکر واسطیؒ کا قول ہے کہ توحید وجود کو شناخت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں اور نہ کسی میں جرأت ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے جیسا کہ مشائخ کرام کا قول ہے کہ اثبات التوحید افساد فی التوحید یعنی توحید کا ثابت کرنا بھی توحید میں فساد کا باعث ہے اور شرک پر گواہی دینے کے مترادف ہے کیونکہ جس نے اپنے وجود کے ساتھ اس کے وجود کو بیان کیا اس نے گویا شرک کیا اور جس نے اس کے وجود کے ہوتے ہوئے اپنے وجود کا اظہار کیا اس نے کفر کیا اور جس نے خدا کو دیکھا اور اپنے وجود کو نہ دیکھا اس نے شرف و عزت کا مرتبہ حاصل کیا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے خلافت، ولایت اور نیابت کا مقام عطا کیا۔ پھر اس کے لئے یہ عبارت رہتی ہے نہ اشارت، نہ زبان، نہ الفاظ، نہ دل، نہ آنکھ۔ اگر کوئی پھر یہ کہے میں نے خدا کو جان لیا یہ جہالت ہے، اگر یہ کہے میں نے نہیں جانا تو مردود ہے۔ گفت وشنید عبارت واشارت، صورت ودید یہ تمام چیزیں بشریت سے آلودہ ہیں اور توحید کی شناخت بشریت سے منزہ اور پاک ہے۔ ۱۰۳

دنیا مستان اگر بقامی طلبی — عقبیٰ مستان اگر لقامی طلبی
ہم دینی وہم عقبیٰ وہم جملۂ کون — بگزار و بیا اگر خدا می طلبی ۱۰۴

(اگر بقا کی طلب ہے تو دنیا نہ لو، اگر لقا (زیارت حق) کی طلب ہے تو عقبیٰ کو نہ لو، دنیا، عقبیٰ بلکہ ساری کائنات کو چھوڑ دو اگر خدا کی طلب رکھتے ہو)۔

ایک دفعہ حسن بصریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے فرمائش کی کہ مجھے ان علوم کی بابت سمجھاؤ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصل ہوئے ہیں، فرمایا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر تکمیل ضروریات کے لئے دو درہم میں فروخت کر دیا اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم لے کر اس خیال میں غرق ہوگئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے خلاف اور میری گمراہی کا باعث ہو سکتی

Marfat.com

ہے، بس اس کے بعد سے میری تمام راہیں کھلتی گئیں ______ کسی کو آپ نے چار درہم دے کر کمبل خریدنے کا حکم دیا، اس نے سوال کیا کہ کمبل سیاہ لاؤں یا سفید؟ یہ سنتے ہی آپ نے اس سے درہم واپس لے کر دریا میں پھینکتے ہوئے فرمایا کہ ابھی کمبل خریدا بھی نہیں کہ سیاہ و سفید کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اور خریداری کے بعد نہ جانے کیا وبال پیش آ جاتا ______ ایک مرتبہ موسم بہار میں آپ کنج تنہائی میں تھیں کہ خادمہ نے کہا کہ مالکن باہر آ کر صنعت کردگار کا نظارہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اندر آؤ (یعنی دل کے اندر جھانکو) تا کہ صانع کو دیکھو ______ رابعہ بصریؒ یہ دعا کرتی تھیں کہ دنیا میں میرے لئے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے دشمنوں کو دیدے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے کیونکہ میرے لئے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لئے حرام فرما دے اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لئے ہو تو پھر مجھے اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرما دے۔ ۱۰۵؎ ______ ایک روز مولانا رومؒ کی خدمت میں ایک بوڑھا آیا سینہ کوبی کرتے ہوئے اور فریاد و زاری کرتے ہوئے بولا کہ چند دن ہوئے کہ میرا بیٹا گم ہو گیا اور کہیں نہیں ملا۔ مولانا نے فرمایا کہ عجب بات ہے تمام دنیا نے خدا کو گم کر دیا ہے وہ قطعاً اسے نہیں ڈھونڈتی۔ کوئی نہ سینہ کوبی کرتا ہے، نہ گریبان چاک کرتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا جو تم یہ سینہ کوبی کر رہے ہو۔ ایک بچے کی محبت میں اس طرح خراب اور رسوا ہو رہے ہو۔ خدا کو کیوں نہیں ڈھونڈتے، اس سے استعانت کیوں نہیں مانگتے تا کہ یعقوبؑ کی طرح تم بھی یوسفؑ گم گشتہ کو پا لو۔ بوڑھے نے توبہ کی، معافی مانگی اور اتنے میں خبر آئی کہ اس کا بچہ مل گیا ہے۔ ۱۰۶؎ ______ ایک دن معین الدین پروانہؒ نے حضرت مولانا رومؒ سے سوال کیا کہ مختلف بزرگوں کا ذکر کا طریقہ مختلف ہے کوئی **لا الہ الا اللہ** کا ذکر کرتا ہے، کوئی **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** کا، کوئی **استغفر اللہ** اور کوئی **سبحان اللہ** کا، آپ کا طریقۂ ذکر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہمارا ذکر اللہ ہے چونکہ ہم اللہ والے ہیں اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ کی طرف ہی لوٹ جائیں گے۔ ہم نے ماسوا اللہ کو ترک کر کے صرف اللہ کو اختیار کر لیا۔ ۱۰۷؎ ______ حضرت ہرم بن حیانؒ جب حضرت اویسؓ سے ملے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کس لیے آئے ہیں؟ حضرت ہرم بن حیانؒ نے کہا اس لئے تا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں، آپ سے محبت کروں اور سکون قلب حاصل کروں۔ حضرت اویسؓ نے فرمایا میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ جو شخص خدا کو پہچانتا ہو یعنی اس سے محبت کرتا ہو اور پھر کسی اور چیز سے بھی محبت کر سکتا ہو۔ ۱۰۸؎

حضرت فضیلؒ بن عیاض ایک دن اپنے چھوٹے سے بچے کو گود میں لے کر پیار کر رہے تھے۔ بچے

Marfat.com

نے پوچھا اے ابا جان کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ جواب دیا ہاں۔ بچے نے پوچھا کیا آپ اللہ سے بھی محبت رکھتے ہیں؟ جواب دیا ہاں۔ بچے نے پوچھا آپ کتنے دل رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک رکھتا ہوں۔ لڑکے نے کہا کیا ایک دل میں دو محبتیں سما سکتی ہیں؟ فوراً سمجھ گئے کہ یہ بچہ نہیں کہہ رہا بلکہ یہ خدا کی طرف سے تنبیہ ہے۔ آپ نے اپنا سر پیٹ لیا اور اللہ سے توبہ کی، بچے کی محبت دل سے نکال دی اور دل کو اللہ کی لو میں لگا لیا۔۱۰۹ ایک دن شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ نے ایک مست کو دیکھا کہ زمین پر گرا ہوا ہے، آپ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لو، اس مست نے کہا کہ اے شیخ جاؤ دستگیری تمہارا کام نہیں ہے، ہم بیچاروں کا دستگیر تو خدا ہے حضرت بایزیدؒ جب مکتب میں داخل ہوئے اور سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ **ان اشکر لی ولوالدیک** (سورہ۳۱، آیت۱۴) یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا، تو اسی وقت اپنی والدہ سے آ کر فرمایا کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تا کہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا مجھے خدا کے سپرد کر دیں تا کہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں۔ والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔۱۱۰ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ الجلاؒ (مرید ذوالنونؒ) نے اپنے والدین سے کہا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں صرف اللہ کا ہو رہوں۔ والدین نے کہا کہ ہم نے اجازت دی۔ ابو عبداللہ احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں کچھ عرصے کے لئے گھر سے چلا گیا، ایک رات میں اپنے گھر لوٹا، بارش ہو رہی تھی، دروازہ کھٹکھٹایا، میرے والد نے پوچھا، کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں تمہارا بیٹا احمد، میرے باپ نے کہا کہ ہاں احمد ہمارا بیٹا ہوتا تھا، ہم نے اُسے اللہ کو بخش دیا تھا، ہم عرب ہیں جو ہم بخش دیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے اور دروازہ نہیں کھولا۔۱۱۱

حضرت احمد حربؒ سے ایک آتش پرست نے کہا کہ اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب دے دیں تو میں ایمان لا سکتا ہوں:

(۱) خدا نے مخلوق کو کیوں تخلیق کیا؟ (۲) تخلیق کے بعد رزق کیوں دیا؟ (۳) رزق دینے کے بعد موت سے کیوں دوچار کیا؟ (۴) موت کے بعد زندگی کیوں دیتا ہے؟

آپ نے فرمایا تخلیق مخلوق کا مقصد یہ ہے تا کہ خدا کی عبادت کرے۔ رزق اس لیے دیا کہ اس کی رزّاقی کو جان سکے۔ موت اس لیے دی تا کہ خدا کی قہاری کو جان سکے اور موت کے بعد زندگی دینے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے قادر ہونے کو تسلیم کیا جا سکے۔ آتش پرست نے جب یہ سنا تو مسلمان ہو گیا۔۱۱۲

حضرت ابن عطاؒ کا قول ہے کہ موحد چار قسم کے ہیں:

Marfat.com

(۱) جن کی نظر وقت اور حال پر رہتی ہے (۲) جن کی نظر عاقبت یعنی انجام پر رہتی ہے (۳) جن کی نظر ماضی پر رہتی ہے (۴) جن کی نظر حقائق پر رہتی ہے۔۱۱۳ ___ آپ ہی کا قول ہے کہ ایک عاشق حق کی زندگی بذل وایثار کے ساتھ اور ایک مشتاق حق کی زندگی آنسوؤں کے ساتھ، عارف کی زندگی ذکر کے ساتھ، موحد کی زندگی زبان کے ساتھ، صاحب تعظیم کی زندگی نفس کے ساتھ اور صاحب ہمت کی زندگی ترک نفس کے ساتھ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ موحد کی زندگی زبان کے ساتھ کیسے ہے تو میں کہوں گا کہ اس کا باطن تمام تر توحید پا چکا ہے۔ اس کے باطن کے بارے میں کسی کو ذرہ کے برابر بھی علم نہیں ہوتا، سوائے اس وقت کے جب وہ زبان کھولتا ہے جیسا کہ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا تھا کہ تیس سال ہوگئے میں بایزید کی تلاش میں ہوں۔۱۱۴ ___ حضرت ابونصر سراجؒ ایک رات آتش دان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، سردی کا موسم تھا، معرفت حق پر بات ہو رہی تھی۔ شیخ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ فوراً چہرہ آگ پر رکھا تا کہ خدا کو سجدہ کریں۔ مرید یہ دیکھ کر خوف سے بھاگ گئے۔ اگلے روز جب آئے تو ان کا خیال تھا کہ شیخ کا چہرہ جل چکا ہوگا لیکن شیخ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمارا تو خیال تھا کہ آپ کا چہرہ جل چکا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس بارگاہ میں اپنی آبرو لٹا دیتا ہے آگ اس کے چہرے کو نہیں جلا سکتی۔ (کسی کہ برین درگاہ آبروئی خود ریختہ بود آتش روی او نتواند سوخت) آپ ہی کا قول ہے کہ عاشقوں کے دل میں ایک آگ بھڑک رہی ہوتی ہے جو ماسوا اللہ ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے اور راکھ بنا دیتی ہے۔۱۱۵ ___ حضرت عبداللہ مغربیؒ کا بیان ہے کہ ایک بار میں جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک غلام کو دیکھا ہشاش بشاش، خوش وخرم بغیر زادِ راہ کے سفر کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا اے مردِ آزاد بغیر سامان سفر کے تم کس کے سہارے پر اور کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا دائیں بائیں دیکھو تمہیں سوائے خدا کے کچھ اور نظر آتا ہے۔۱۱۶ ___ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ اے اللہ مجھے اس مقام پر مت رکھ جہاں خلق وحق اور من وتو کا فرق ہو۔ اے اللہ مجھے ایسے مقام پر رکھ جہاں تو ہی تو ہو اور میرا وجود ہی نہ ہو۔ حضرت خرقانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کہاں دیکھا، فرمایا جہاں خود کو نہیں دیکھا۔۱۱۷ ___ حضرت ابوعثمان مغربیؒ نے اپنے خادم سے پوچھا کہ اگر کوئی تم سے یہ پوچھے کہ تمہارا معبود اس وقت کس حال میں ہے تو تم کیا کہو گے؟ اس نے کہا کہ میں یہ کہوں گا کہ وہ اس حالت میں ہے جیسا کہ ازل میں تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ازل میں کہاں تھا تو تم کیا جواب دو گے؟ خادم نے کہا وہ وہاں تھا جہاں اب ہے۔۱۱۸ ___ ایک صوفی کا کیا پُر معانی قول ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، ہم جہاں بھی ہیں خدا وہاں موجود

Marfat.com

ہے لیکن جہاں خدا ہے ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے ــــــ کسی صاحب وقت صوفی سے ایک مرید نے پوچھا تھا کہ یا شیخ خدا کو کہاں ڈھونڈیں؟ فرمایا تم نے اسے کہاں ڈھونڈا تھا کہ اسے نہیں پایا۔ اگر صدق و اخلاص سے راہ طلب میں قدم رکھو گے تو ہر شے میں اس کا جلوہ نظر آئے گا ــــ شیخ ابوالفضل حسنؒ نے حضرت ابی سعید ابوالخیرؒ کو یہ نصیحت کی تھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے صرف اور صرف ایک بات کی تائید کی کہ خدا ایک ہے اسے پہچانو اور اس کے ہو جاؤ۔ جن لوگوں نے یہ کلمہ اللہ اللہ دل سے کہا اس کلمے میں اس طرح مستغرق ہوئے کہ خود یہ کلمہ بن گئے۔119

حسین بن منصور حلاجؒ کو جب دار پر لٹکایا جا رہا تھا تو ابلیس آیا اور کہا "تو نے بھی انا کہی، میں نے بھی انا کہی، تجھے رحمت ملی اور مجھے لعنت" حلاج نے کہا تو نے انا اپنی ذات میں شامل کر لی، میں نے انا اپنی ذات سے باہر نکال دی، سو مجھے رحمت ملی اور تجھے لعنت ملی ــــــ حسین بن منصور حلاجؒ جب دار پر تھے اور انہیں قتل کیا جا رہا تھا ایک مرید نے پوچھا اے مرشد ہمارے بارے میں جو آپ کے مرید ہیں اور ان کے بارے میں جو آپ کے مخالف ہیں اور آپ پر پتھر برسا رہے ہیں کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ تمہیں ایک گنا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کو دوگنا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ تم لوگ مجھ سے صرف حسن ظن رکھتے ہو اور مخالفین توحید اور شریعت کے استحکام کے لئے پتھر مار رہے ہیں۔ شریعت میں توحید بنیاد ہے اور حسن ظن فرع ہے، جب جلاد نے دار پر حسین منصور حلاجؒ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور وہ سر قلم کرنے کو بڑھا تو فرمایا:

"حب الواحد افراد الواحد" یعنی یکتا کی محبت بھی یکتا بنا دیتی ہے۔120

عزیز الدین نسفیؒ نے کشف الحقایق میں بیان کیا ہے کہ اہل ایمان دو طرح کے ہیں ایک کو اہل کثرت کہتے ہیں اور ایک کو اہل وحدت۔ اہل کثرت سے مراد وہ لوگ ہیں جو وجود کو یوں مانتے ہیں کہ ایک وجود قدیم ہے اور ایک وجود حادث ہے۔ اہل کثرت بھی دو طرح کے ہیں ایک اہل شریعت، دوم اہل حکمت۔ اہل شریعت کہتے ہیں کہ وجود واجب الوجود ایسا وجود ہے جو اعلیٰ صفات سے موصوف ہے اور صفات ادنیٰ سے پاک ہے، یگانہ و یکتا ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی یہی ہمارا ایمان ہے یہی ہمیں شریعت نے بتایا ہے۔ انہیں اصحاب تقلید بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح اہل حکمت کہتے ہیں کہ تمام موجودات بغیر شک و شبہ کے متغیر یا تغیر پذیر ہیں اور ہر متغیر یقیناً حادث ہے اور حادث کا وجود بغیر وجود قدیم کے محال ہے۔ یعنی حادث کا وجود اپنے وجود کے لئے غیر کا محتاج ہے جو لازمی طور پر قدیم ہونا چاہیے، دو قدیم ہونے کی ضرورت نہیں، اس لئے قدیم یا واجب ایک ہی ہے۔ اہل حکمت کو اہل استدلال بھی کہتے ہیں اور اہل وحدت وہ لوگ ہیں جو صرف ایک

Marfat.com

وجود وہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود خدا تعالیٰ کے سوا خدا کے کوئی اور چیز موجود نہیں۔ اہل وحدت کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک اصحاب نار، دوسرے اصحاب نور۔ اصحاب نار وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اس کا نفس اور وجود نیست ہو جاتا ہے اور وہ بھی نیست یعنی معدوم ہو جاتا ہے (مٹ جاتا ہے) کیونکہ آگ (نار) کا یہ کام ہے کہ جس چیز کو بھی جلاتی ہے اسے نیست کر دیتی ہے اور پھر خود بھی نیست ہو جاتی ہے۔ اصحاب نار کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے اس کا وجود واجب ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔ لیکن یہ کہ ظاہر عالم وجود عالم اجسام ہے اور یہ ظلمت (تاریکی) ہے وہ مرکب ہے۔ منقسم ہے۔ متغیر ہے۔ فانی ہے۔ جو خلق خدا ہے اور خلق خدا ایک خیال ہے نمائش ہے۔ اس عالم کا وجود و خلق خدا کا وجود خیالی ہے۔ عکس ہے جیسے ایک خواب ہے۔ اور باطن عالم وجود عالم ارواح و نور ہے مرکب، منقسم و متغیر نہیں۔ یہی خدا ہے خلق ہے جو پاک ہے، منزہ ہے، واجب الوجود ہے۔ وہی حقیقی وجود ہے۔ گویا خلق خدا ہستی نیست ہستی نما یعنی نابود ہے جیسے ہستی ہے کہ یہ نابود ہے اور خدائے خلق ہستی ہے نیست نما، یعنی خدا چھپا ہوا ہے آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ دکھتا ہے نیست ہے لیکن ہے وہی موجود۔ اس گروہ کی قسم میں حقیقت آدمی کا نور ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔ موت سے انسان کا حقیقی وجود نہیں مرتا۔ اس کو فنا و تبدل نہیں ___ اہل نار کا دوسرا گروہ خدا کی وحدانیت کا اسی طرح قائل ہے جس طرح اہل نار کا پہلا گروہ لیکن عالم اجسام کے بارے میں اس گروہ کا خیال یہ ہے کہ ظاہر عالم وجود عالم اجسام و ظلمت ہے اور باطن عالم وجود عالم ارواح و نور ہے، دونوں غیر خدا ہیں ظلمت عالم اجسام اور نور عالم ارواح باہم متقابل اور متضاد ہیں اور ذات حق تضاد سے پاک ہے، عالم اجسام و عالم ارواح سے منزہ ہے، وہی وجود حقیقی ہے جو واجب الوجود ہے اور خدا تعالیٰ ہے ___ اصحاب نور کو اس لئے اصحاب نور کہتے ہیں کہ جو اس مقام پر پہنچتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ زندہ جاوید ہے، نور کا کام یہی ہے کہ نور زندگی عطا کرتا ہے اور نار زندگی کو ختم کر دیتی ہے ___ اصحاب نور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وجود صرف ایک ہی ہے جو وجود خدا ہے جو ایک ہے، واجب ہے، ازلی ہے ابدی ہے، نہ اس میں کثرت ہے، نہ اس کے اجزا ہیں جو کچھ موجود ہے وہ تمام تر وجود خدا ہے چونکہ وجود میں وجود کی حیثیت سے دوئی نہیں اور نہ اس میں کثرت ہے، اگر کوئی وجود ہے تو وہ وجود خدا ہے، خدا کے وجود کے سوائے کوئی موجود نہیں پس ان حقایق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ موجود ہے تمامتر وجود خدا ہے وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ [۲۱]

صوفیہ کے نزدیک خداوند تعالیٰ ہر چیز میں نہیں بلکہ ہر چیز کے ساتھ ہے جس طرح روح، انسان کے جسم کے ساتھ ہے، جسم کے اندر نہیں۔ حلولی فرقے والوں نے یہاں پر یہی غلطی کی ہے، کہ وہ سمجھتے ہیں خدا

Marfat.com

ہر چیز میں موجود ہے، حالانکہ ہر چیز کے ساتھ ہے۔ لطیف چیز کثیف چیز کے اندر نہیں رہ سکتی۔ روح لطیف ہے اور عالم مادی سراپا کثافت ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ کی ذات باری دنیا میں حلول نہیں کر سکتی، البتہ کائنات کے ذرّے ذرّے کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ اس پر محیط ہے۔ **الا انــــه، بــكــل شـــئ محیط**_____ **ان الله قد احاط بكل شئ علما** ۱۲۲؎ حضرت ضیاءالدین نخشبیؒ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ غور و فکر خلق میں جائز ہے خالق میں نہیں۔ اثبات عبودیت یعنی اپنی بندگی ثابت کرنے کے لئے تفکر کرنا چاہئے، اثبات ربوبیت یعنی خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے تفکر نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۲۳؎_____ یہ باتیں صوفیہ کی تھیں خدا کی وحدانیت کے بارے میں اور ایک بات یہ بھی ہے خدا کی وحدانیت کے بارے میں جو عام آدمی کی ہے_____ ایک دیہاتی شام کو گھر پہنچا تو سخت برافروختہ، دل سوختہ اور لب دوختہ، کئی بار بیوی نے کہا اجی کچھ منہ سے بولو کیا بات ہے؟ شوہر صاحب غصے سے گُم سُم منہ پھلائے بیٹھے رہے۔ ایک دو بار بیوی کو جھڑک دیا، ایک دو بار بچوں کی پٹائی کر دی، بیوی نے کہا اجی غصے کو تھوک دو، ہاتھ منہ دھولو اور کھانا کھالو ٹھنڈا ہو رہا ہے، کچھ جواب نہ دیا۔ بیوی نے پوچھا آخر غصے کی کیا وجہ ہے؟ اس خلش کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ پچھلے جمعہ کو ایک مولوی صاحب نے وعظ میں کہا کہ خدا عرش پر رہتا ہے جو یہ نہیں مانتا وہ کافر ہے، وہ سیدھا دوزخ میں جائیگا، اس جمعہ کو ایک اور مولوی صاحب نے وعظ میں یوں فرمایا کہ خدا عرش پر نہیں رہتا وہ تو ہر جگہ موجود ہے جو یہ ایمان رکھتا ہے کہ وہ عرش پر رہتا ہے، وہ کافر ہے پکا دوزخی ہے، ہم کیا کریں کہاں جائیں کس کی بات مانیں؟ بیوی بولی اجی اللہ میاں بادشاہ ہے، اس کی مرضی عرش پر رہے یا فرش پر۔ وہ جہاں رہے خوش رہے، شاد رہے، آباد رہے۔ ہم اس کی فکر کیوں کریں، وہ ہماری فکر سے بے نیاز ہے، ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔ ہمیں تو زمین ہی پر رہنا ہے، اپنی جھونپڑی میں ہی زندگی گذارنی ہے، دو روٹیاں کھانی ہیں، روٹی کھالو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ ہمیں اس کی بادشاہت کی فکر کی بجائے اپنی فقیری کی فکر کرنی چاہیے، اس کے تخت کی بجائے اپنی جھونپڑی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

والٹیر نے کہا تھا کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا تھا اور انسان نے اس کے جواب میں خدا کو اپنی صورت کے مطابق بنالیا۔ صوفیہ کے ہاں اس تصور کی بنیاد بڑی گہری اور وسیع ہے۔ صوفی اپنے وجود کو خدا کی ذات اور صفات کا مظہر جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کائنات کو عالم صغیر اور خود انسان کو عالم کبیر کہتا ہے۔ یوں اس کے یہ تصورات عظمت انسانی کے تصور کو جنم دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کائنات کے سامنے بے بس اور خود کو اس سے کمتر نہیں جانتا بلکہ خود کو کائنات سے برتر بلکہ اس کا تسخیر کرنے والا خیال کرتا ہے۔ جہاں تک

Marfat.com

خدا کو اپنی صورت کے مطابق بنانے کا سوال ہے صوفیہ نے اس مسئلے پر بے حد کنج کاوی کی ہے اور انسانی ذہن کو خدا کی ذات کے تصور کے بارے میں بہت زیادہ مصفّٰی اور مجلّٰی کرنے کی کوشش کی ہے۔ صوفیہ خدا کی ذات اور اس کے بارے میں کسی قسم کی تشبیہ کو بھی شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی لئے صوفیہ بہت حد تک خدا کی ذات کے بارے میں تشبیہی تصور کو رد کرتے ہیں اور تنزیہی تصور کو قبول کرتے ہیں ____ تصور تشبیہ میں خدا کی ذات کو ایک شخصیت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا اشیا ظاہری کو ذات حق کا مظہر سمجھا جاتا ہے اور تنزیہی تصور میں خدا کی ذات کا تصور ہر قسم کی شخصیت سے عاری ہوتا ہے یا ذات حق تعالیٰ صفات ممکنات سے پاک ہوتی ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ مائل بہ تشبیہ تھے اور حضرت عیسیٰؑ مائل بہ تنزیہہ۔ جبکہ حضرت رسول اکرمؐ تشبیہ و تنزیہہ کے جامع تھے۔ افلاطون کا عین العیون اور ارسطو کا محرک غیر متحرک شخصیت سے عاری ہیں یعنی تنزیہی تصورات ہیں۔ اسی طرح ویدانت، اشراقیت اور وحدۃ الوجود میں بھی تنزیہیت موجود ہے۔ ان نظریات میں خالق و مخلوق، ذات مطلق اور کائنات کو ایک دوسرے کا عین سمجھا جاتا ہے اور ان میں کسی قسم کا انفکاک (جدائی یا فاصلہ) ناممکن خیال کیا جاتا ہے۔ اس نظریے کی رو سے وجود کی وحدت حقیقی ہے اور کثرت یا تعدد اعتباری ہے ____ مسلم صوفیہ نے اگرچہ وحدۃ الوجود کو اپنا مسلک گردانا ہے اور وہ لوگ عام طور پر ہمہ اوستی نظریے کے ماننے والے ہیں لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر انہوں نے ہمیشہ اپنے فکر کے دامن کو تنزیہیت یا وحدۃ الوجود کے اس پہلو سے بچایا ہے جس میں ہر چیز خدا بن جاتی ہے۔ ابن عربیؒ جو مسلم صوفیہ میں نظریہ وحدۃ الوجود کے سب سے بہتر اور کامل طور پر پیش کرنے والے ہیں اور انہیں وحدۃ الوجودیوں کا سرخیل مانا جاتا ہے وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز تو کیا خود انسان بھی کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے خدا نہیں بن سکتا۔ الرب ربٌ وان تنزل ____ والعبد عبدٌ وان ترقی یعنی حق حق ہے خواہ وہ کتنا ہی تنزل کرلے اور بندہ بندہ ہے خواہ وہ کتنی ہی ترقی کرلے، یہ بات تنزلات ستہ اور قوس نزول و قوس صعود یا سیر نزولی اور سیر عروجی کے حوالے سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن عربی کی پیروی میں ہمارے ہاں اکثر صوفیہ نے نظریۂ وحدۃ الوجود کو اپنایا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے خدا اور کائنات اور خدا اور بندے کے درمیان فاصلے کو اور فرق کو ملحوظ نظر بھی رکھا ہے:

مشکل حکایتی است کہ ہر ذرہ عین اوست
اما نمی توان کہ اشارت بہ او کنند

یعنی یہ بات (مسئلہ وحدت حق) بہت مشکل ہے کیونکہ ہر ذرہ اسی کی حقیت ہے لیکن اس جانب

Marfat.com

اشارہ نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی اس حقیقت کے باوجود کہ ہر ذرہ میں اسی کی ذات کا جلوہ ہے لیکن پھر بھی خدا اور خلق کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان اپنے وجود کی بے مائیگی کو محسوس کرتے ہوئے خدا کے جلال و جبروت کے سامنے اپنے وجود کی نفی اور خدا کے وجود کی ہمہ گیریت کو اس کی حمد و ثنا کے طور پر بیان کرے۔ مثلاً فرید الدین عطارؒ کہتے ہیں:

آن خداوندی کہ ہستی ذات اوست　　　جملہ اشیاء مصحف آیات اوست

یعنی وہ خداوند تعالیٰ کہ جس کی ہستی اس کی ذات اقدس ہے کائنات کی تمام اشیا اس کی آیات کی کتاب ہیں یا مولوی رومیؒ اسے یوں کہتے ہیں:

جملہ معشوق است و عاشق پردہ ای　　　زندہ معشوق است و عاشق مردہ ای

یعنی ہر چیز معشوق ہے (خدا ہے) اور عاشق (انسان) تو پردہ ہے، معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے یعنی خدا کی ذات باقی اور انسان کی ذات فانی ہے ـــــ یہ بات کہ خدا کا وجود اور اس کی ہستی تمام کائنات پر اس طرح حاوی ہے اور چھائی ہوئی ہے کہ دوسرے وجود اس کے سامنے کالعدم ہیں، اس تصور کو غیر صوفی شاعروں نے بھی پیش کیا ہے، مثلاً فردوسی کہتا ہے:

جہان را بلندی و پستی توئی　　　ندانم چہ ای ہر چہ ہستی توئی

یعنی اس جہان کی بلندی بھی تو ہی ہے اور پستی بھی تو ہی ہے، میں نہیں جانتا کہ تو کیا ہے بس سب کچھ تو ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی صوفیہ کہتے ہیں کہ:

آنکہ گوید جملہ حق است احمقی است　　　وانکہ گوید جملہ باطل اوشقی است

یعنی جو یہ کہے کہ تمام تر (ہر چیز) حق ہے وہ احمق ہے اور جو یہ کہے کہ تمام تر (ہر چیز) باطل ہے وہ بدبخت ہے ـــــ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ خدا کیا ہے؟ فرمایا "الموجود الذی لایمکن ان یتغیر. (وہ موجود جس کے متغیر ہونے کا امکان نہ ہو)۔ اس نے کہا کہ عالم کیا ہے؟ فرمایا "الموجود الذی یمکن ان یتغیر" (وہ موجود جس کو تغیر ہو) بوعلی سینا سے کسی نے پوچھا تھا کہ خدا کیا ہے؟ اس نے کہا "الموجود الذی لایفتقر. (وہ موجود جو بے نیاز ہے) شیخ سعد الدین حمویہؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ خدا کیا ہے؟ فرمایا "الموجود ھو اللہ" پوچھا دنیا کیا ہے؟ فرمایا "لاموجود سوی اللہ" ـــــ کسی نے جنید بغدادیؒ سے پوچھا تھا کہ خدا کے وجود پر کیا دلیل دی جا سکتی ہے؟ فرمایا اغنی الصباح عن المصباح (صبح کو حاجت چراغ نہیں) ـــــ ایک صوفی کا قول ہے: فسبحان من لیس لذاتہ خفاء الاظھور

Marfat.com

ولا لوجه حجاب الاّ النور

یعنی وہ ذات پاک ہے جس کا چھپنا خود اس کا ظہور ہے اور اس کے چہرہ کا حجاب سوائے نور کے نہیں ہے۔

حجاب روی تو ہم روی تست درھمہ حال

نہان زچشم جہانی زبس کہ پیدائی

یعنی تیرے چہرے کا حجاب خود تیرا چہرہ ہے، تو چونکہ بہت روشن ہے اس لیے آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

ففی کل شیءٍ لہ، آیة تدل علی انہ واحدہ

ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات کی دلالت ہے کہ وہ واحد ہے ــــــ اس کا جمال کمال ہو یا کمال جمال دونوں ہی بے مثال ہیں، اس کی احدیت کا جمال انسانی آنکھ میں نہیں سما سکتا، اس کی صمدیت کا جلال انسانی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے ــــــ کسی نے حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی، **یحبھم و یحبونہ** تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اس (خدا) سے محبت کرتے ہیں اور وہ سوائے اپنی ذات کے کسی سے محبت نہیں کرتا (**نحن نحبھم فانہ لا یحب الا نفسہ**)۔ اس قول میں خدا کی خالص وحدانیت بلکہ صمدیت کی طرف اشارہ ہے کہ اس (خدا) کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ ۱۲۴

تصوف میں خدا کی وحدانیت، اس کا وجود، اس کی ذات وصفات اور خاص طور پر صفت خالقیت بہت سے حقایق، معانی اور نکات کی حامل ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوفیہ واحد اور احد میں فرق کرتے ہیں اگرچہ احد اور واحد دونوں کے معانی ایک ہیں لیکن صوفیہ کہتے ہیں کہ واحد سے یہ مراد ہے کہ اس کی ہستی یگانہ و یکتا ہے اور احد سے اس کی ہستی کے بے مثال ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ھو اللہ الواحد کے معانی ہیں اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور ھو اللہ احد کے معانی ہیں کہ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ ۱۲۵ ــــــ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے تو صوفی اس وحدانیت خالص کو لفظ احدیت سے تعبیر کرتا ہے۔ خدا کے ایک ہونے یا احدیت کے تصور سے ایک اشکال عام طور پر ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی موجود نہیں یعنی لاموجود الا اللہ ہے تو پھر مخلوقات اور کائنات کا وجود کہاں سے آیا؟ اسی مسئلہ سے وحدت الوجود اور وحدت الشہود اور جبر و اختیار کے تصورات بھی وجود میں آئے، جبر و اختیار کے مسئلے پر گفتگو ہو چکی ہے، وحدۃ الوجود اور وحدت الشہود کے تصورات پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے وجود و عدم اور ذات و صفات کے بارے میں فلسفہ، علم کلام اور تصوف کے حوالے سے کچھ بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

بو علی سینا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ وجود کیا ہے؟ اس نے جواب دیا تھا کہ وہی چیز موجود ہے جس

Marfat.com

کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ چونکہ وجود کے لئے اشارہ شرط ہے خواہ وہ ذہنی ہو یا خارجی۔ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا کہ وجود کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کیا کوئی چیز بغیر وجود کے بھی ہے؟

ہم ہر چیز کو اس کی صفت کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں۔ یوں وجود اپنی صفات کے اعتبار سے دو قسم کا ہے یا وہ قدیم ہے یا حادث ____ قدیم وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور حادث وہ ہے جو ایک زمانے تک موجود رہتا ہے اور متغیر ہوتا رہتا ہے اور بعد میں فنا ہو جاتا ہے۔ وجود کو اس لحاظ سے واجب اور ممکن بھی کہتے ہیں۔ واجب الوجود وہ ہے جو اپنے وجود میں کسی سبب کا محتاج نہ ہو اور ممکن الوجود وہ ہے جو اپنے وجود میں کسی اور چیز کا یا سبب کا محتاج ہو۔ وجود کی ایک اور طرح بھی تقسیم کی جاتی ہے کہ وجود یا خارج میں موجود ہے یا ذہن میں یا لفظ میں یا کتاب میں۔ وجود کی ایک قسم اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ اجزا رکھتا ہے یا نہیں؟ اس لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم بسیط اور دوسری مرکب ہے۔ اس کے علاوہ اس لحاظ سے بھی وجود کی اقسام پائی جاتی ہیں کہ وجود خود اپنی ذات پر قائم ہے یا وہ کسی اور کی ذات پر قائم ہے۔ اس طرح وجود کی دو قسمیں ہیں: (۱) جوہر جو خود اپنی ذات پر قائم ہے۔ لہٰذا قائم بالذات ہے (۲) عرض جس کا وجود کسی اور ذات پر قائم ہے۔ اس لئے قائم بالغیر ہے۔ جس طرح وجود اپنی صفات کے اعتبار سے دو قسم کا ہے اسی طرح عدم بھی اپنی صفات کے لحاظ سے دو نوع کا ہے۔ ایک اس لحاظ سے کہ وجود کے مقابلے میں ہے اور ایک اس لحاظ سے کہ ذہنی طور پر ہم عدم کو معلوم کرتے ہیں، خواہ وہ خارج میں موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح سے متکلمین کی نظر میں وجود عدم کے درمیان بھی ایک واسطہ ہے اور وہ ہر چیز کی حقیقت و ماہیت ہے اور ماہیت وجود و عدم کے علاوہ ہے۔ یہاں توضیح کے طور پر یہ بات بتانا ضروری ہے کہ ماہیت کا تصور افلاطون کے تصور مثال کا ہی پرتو ہے جس کا خلاصہ یوں ہے کہ کائنات میں جو چیز بھی ہے وہ درحقیقت عکس ہے اس ماہیت کا یا حقیقت کا جو عالم بالا میں موجود ہے جسے وہ مثال کہتا ہے۔ یوں یہی بات کچھ تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ تصوف میں عالم مثال کی حیثیت سے موجود ہے اور ایک رنگ میں وہ گویا اعیان ثابتہ یا حقایق عینیہ ہیں یا صور علمیہ ہیں ____ ماہیت جسے عدم و وجود کے درمیان واسطہ کہا گیا ہے ایک لحاظ سے مشہور فلسفی فیلو یہودی کے نظریہ لوگوس اور مذہب عیسائیت کی تثلیث کا ایک پہلو بھی لیے ہوئے ہے کہ وہاں بھی باپ، بیٹا اور روح القدس ہے۔ جس میں روح القدس باپ اور بیٹے کے درمیان واسطہ ہے۔

ذات خداوند اقدس اور وجود و عدم کے حوالے سے یہ مسئلہ دانشوروں، فلسفیوں اور صوفیوں میں اہمیت کا حامل رہا ہے کہ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کا وجود ایک ہی ہے تو یہ کثرت، یہ کائنات کیسے وجود

Marfat.com

میں آئی؟ کہ ایک سے ایک ہی وجود میں آ سکتا ہے۔ اس حوالے سے اہل دین کا سیدھا سادہ فیصلہ ہے کہ خدا خالق ہے اور کائنات مخلوق ہے۔ اور یہ عالم حادث ہے۔ اللہ میاں نے جب چاہا تو وہ کائنات کو عدم سے وجود میں لے آیا۔ دیومالائی مذاہب عالم کی تخلیق میں عقل کے بجائے دیومالائی قصوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے ان کے ہاں یہ تخلیق کا مسئلہ علمی طور پر زیر بحث نہیں آتا۔ لیکن اہل دانش میں یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ وجود حق ایک ہے، واحد ہے، اس سے یہ کثرت، یہ کائنات کیسے وجود میں آئی۔ فلسفہ دان کہتے ہیں کیونکہ ایک سے ایک ہی وجود میں آ سکتا ہے یا ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے، اس حوالے سے یہ کائنات تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ظہور میں آئی ہے۔ خدا سے یہ صدور یا اس کا ظہور مختلف درجوں میں ہوا ہے جو مختصراً یوں ہے کہ وجود واحد یا خدا سے عقل اول صادر ہوئی، عقل سے روح کل اور روح سے نفس یا جسم یا مادہ صادر ہوا۔ پھر یہ کائنات بنی۔ بیشتر فلسفی یہ کہتے ہیں کہ کائنات قدیم ہے۔ الفارابی اور دوسرے فلسفی کم و بیش یوں کہتے ہیں کہ وجود یا تو ممکن ہیں یا واجب، ان دونوں کے علاوہ وجود کی تیسری کوئی قسم نہیں۔ خدا واجب الوجود ہے اور عالم ممکن الوجود ہے۔ ہر ممکن کے وجود میں آنے کے لئے علت کا ہونا ضروری ہے، اس علت کی بھی کوئی علت ہوگی۔ لیکن یہ علل کا سلسلہ لامتناہی نہیں ہو سکتا اس لئے کسی ایسی ہستی پر یقین رکھنا یا ایمان لانا ضروری ہے جو واجب الوجود ہو، جو خود بخود وجود میں آئی ہو بلکہ اپنی ذات ہی سے موجود ہو یعنی قائم بالذات ہو اور تمام اعلیٰ صفات سے موصوف ہو، واحد ہو، تغیر سے پاک ہو، اکمل ہو، عقل مطلق ہو اور خیر محض ہو۔ اس کے وجود کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود تمام اشیا کی علت اور دلیل ہے ___ عالم کے وجود میں آنے کا اہل تصوف کا نظریہ بھی اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے اور یہ کہ کائنات تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ذات واحد سے (جو خداوند اقدس ہے) ظہور میں آئی ہے، اس ظہور و شہود و بروز کو صوفیہ تعین، تنزل، تجلی اور تقید اور اعتبار بھی کہتے ہیں۔ یہ شہود یا تنزل پانچ یا چھ درجوں میں ہوا ہے۔ جسے تنزلات خمسہ یا تنزلات ستہ کہا جاتا ہے۔ اسے ہی سیر نزولی بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تصوف میں سیر نزولی بھی ہے اور سیر عروجی بھی، سیر نزولی اس حوالے سے کہ خدائے وحدہ، لاشریک لہ، نے مختلف درجوں میں ظہور فرمایا تو یہ کائنات پیدا ہوئی، اور انسان وجود میں آیا، اب اگر انسان چاہے تو سیر عروجی کر کے یعنی اسی طرح جس طرح نزول کیا تھا منزلیں طے کر کے ذات حق تک پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح دائرہ (جس کی ایک قوس سیر نزولی تھی اور ایک قوس سیر عروجی) مکمل ہو جاتا ہے اور انسان اپنے کمال کو پا لیتا ہے۔ تنزلات ستہ جن کا ذکر اوپر آیا ہے وہ یہ ہیں: احدیت، وحدت، واحدیت، روح، مثال اور جسم ___ تنزل یا سیر نزولی کی

Marfat.com

تفصیل کچھ یوں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مرتبہ احدیت سے مرتبہ وحدت میں نزول فرمایا، اس مرتبہ احدیت کو ذات بحت بھی کہتے ہیں، عالم ذات بھی، ازل الآزال بھی، مقام لاہوت بھی، مقام تنزیہہ بھی، غیب الغیوب بھی اور حقیقت الحقائق بھی اور مرتبہ وحدت کو مرتبہ علم اجمالی بھی کہتے ہیں، مجمع البحرین بھی، قاب قوسین بھی، حقیقت محمدیہ بھی، برزخ البرازخ بھی، علم مطلق بھی، تعین اول بھی، تجلی اول بھی اور نور محمدی بھی، کنت کنزاً مخفیاً اور لولاک لما خلقت الافلاک، اس مقام کی اساس ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے علم تفصیلی میں ظہور فرمایا جسے مرتبہ واحدیت بھی کہتے ہیں اور حضرت الوہیت بھی، حضرت اسما وصفات بھی، احدیت الکثرت بھی، حقیقت انسانی بھی، عالم جبروت بھی، اعیان ثابتہ بھی، حقایق ممکنات بھی، صور علمیہ بھی، برزخ صغریٰ بھی، اور تعین وتنزل ثانی بھی ____ اس کے بعد حق تعالیٰ نے مرتبہ عالم ارواح میں نزول فرمایا جسے عالم ملکوت بھی کہتے ہیں، پھر عالم مثال میں جسے لوح محفوظ بھی کہتے ہیں۔ (یہاں یہ وضاحت کردی جائے تو بہتر ہے کہ عالم مثال عالم غیب اور عالم شہادت کے درمیان ہے، اسی کو برزخ بھی کہتے ہیں، عالم مثال مقداری ہے مادی نہیں۔ اس لحاظ سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے) اور اس کے بعد عالم اجسام میں حق تعالیٰ نے نزول فرمایا۔ مرتبہ عالم اجسام عرش عظیم سے شروع ہوتا ہے جو مشتمل ہے طبعیات، عناصر اربعہ، (آگ، مٹی، ہوا، پانی) موالید ثلاثہ (یعنی جمادات، نباتات وحیوانات پر)، اسے عالم ناسوت بھی کہا جاتا ہے ____ تنزلات کے تمام مراتب کی آخری حد حضرت انسان ہے اور یہ مرتبہ حضرت وجود کے تمام مندرجہ بالا مراتب کا جامع ہے ____

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وجود نے مرتبہ احدیت سے یا مرتبہ وراء الورا سے جن مختلف درجوں میں نزول فرمایا اور کائنات کی گلشن آرائی فرمائی ہے انہیں تنزلات کہا جاتا ہے جو تنزل کی جمع ہے لیکن یہ لفظ تنزل اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لغوی معنوں میں نہیں، ورنہ تنزل میں جب کوئی شخص اوپر کی منزل سے نچلی منزل میں تنزل کرتا ہے، تو اوپر کی منزل جہاں سے اس نے تنزل کیا ہے وہ اس شخص سے خالی ہوجاتی ہے اور نچلی منزل اس کے وجود سے پر ہوجاتی ہے۔ مگر تصوف میں تنزل کے یہ معنی نہیں، تنزل کے بعد وجود حق جیسا تھا ویسا ہی ہے، اب بھی اوپر کی منزل میں بھی ہے ویسا ہی ہے جیسا نچلی منزل میں ہے بغیر کسی تغیر وتبدل کے ____ الآن کما کان یعنی اب بھی وجود حق ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا یعنی جیسا تنزل سے پہلے تھا، یہ تنزل صرف اعتباری یعنی فرضی ہے، حقیقی نہیں۔ اس تنزل کو تقید، تعین، تجلی اور اعتبار بھی کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک توضیح اور بھی ضروری ہے کہ بعض نے اس سیر نزولی کو تنزلات ستہ کہا ہے اور بعض نے

Marfat.com

تنزلات خمسہ ــــ جو تنزلات ستہ کے قائل ہیں ان کی نظر میں احدیت تنزل اول ہے یعنی ذات حق نے ہویت سے احدیت میں تنزل فرمایا۔ اور بعض صوفیہ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے ذات نے احدیت سے وحدت میں تنزل فرمایا ان کے نزدیک احدیت اور ہویت میں فرق نہیں۔ یوں یہ حضرات تنزلات خمسہ کہتے ہیں۔

یہ تصور کہ ساری کائنات ذات حق کی تجلیات ہی کا ظہور ہے ان آیات حق کی روشنی میں کہ **هو الاول والآخر والظاهر و الباطن** (سورہ ۵۷، آیت ۳) یعنی وہی اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے **هو معكم اين ماكنتم** (سورہ ۵۷، آیت ۴) (جہاں کہیں بھی تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے) ایک رنگ میں قرآن میں بھی موجود ہے اور ایک حد تک اسی سے مسلمانوں میں وحدت الوجود کا نظریہ وجود میں آیا۔

مسلم صوفیہ میں ابن عربیؒ نے سب سے پہلے تصور وحدت الوجود پیش کیا، اگرچہ ان سے پہلے رابعہ بصریؒ، بایزید بسطامیؒ، شبلیؒ اور منصور حلاجؒ کے اقوال ملتے ہیں، جو وحدت الوجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وجود صرف ایک ہی ہے، وجود حق اصل ہے اور کائنات ظل ہے یعنی خدا کا وجود اصل ہے باقی ہر چیز اس کے وجود کی تجلی ہے۔ ابن عربیؒ کا قول ہے کہ **الحق موجود والخلق مشهود** یعنی حق موجود ہے اور خلق مشہود ہے۔ اسی تصور کی توضیح اور تشریح کے طور پر تنزلات ستہ یا تنزلات خمسہ کا نظریہ پیش کیا گیا ــــ یعنی خداوند قدوس کی ذات ہی موجود ہے اور حقیقت ہے، باقی ہر شے ایک وہم ہے، خیال ہے، اسی حوالے سے ابن عربیؒ نے کہا تھا:

لا آدم في الكون ولا ابليس	**لا ملك سليمان ولا بلقيس**
فالكل عبارة وانت المعنى	**يامن هو للقلوب مقنا طيس**

کائنات میں نہ انسان ہے نہ ابلیس ہے، نہ ملک سلیمان ہے نہ بلقیس ہے، کائنات کی ساری اشیا عبارات والفاظ ہیں اور ان کے معنی اے خداوند اقدس صرف تیری ذات ہے، جو ہمارے قلوب میں بستا ہے اور ہمارے دلوں کے لئے مقناطیس کی طرح پر کشش ہے۔ ابن عربیؒ کی نظر میں نہ خدا ماورائی ہے اور نہ سریانی، نہ تشبیہی ہے اور نہ تنزیہی بلکہ ان سب کا مجموعہ ہے ــــ ابن عربیؒ انسان اور خدا کے رشتے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انسان کا خدا سے قرب کا رشتہ ہے اور **نحن اقرب اليه من حبل الوريد** (سورہ ۵۰، آیت ۱۶) (یعنی میں تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں) اس پر شاہد ہے۔ ابن عربیؒ کی نظر میں تصور وحدت الوجود کی اساس یہ حدیث قدسی ہے "**كنت كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق**" ــــ کہا جاتا ہے کہ انسان کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (**خلق الآدم على صورته**)

Marfat.com

یوں انسان تمام صفات الٰہی کا مظہر ہے، صوفیہ کہتے ہیں کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا)۔

اس تصور وحدت الوجود یا اسلامی تصور وحدت الوجود میں، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، انسان تصوف و عرفان کی منازل طے کر کے خواہ کتنی ہی روحانی ترقی کر لے، خواہ کتنی ہی قربت حق حاصل کر لے پھر بھی انسان ہی رہتا ہے، ابن عربیؒ کا قول ہے "الرب رب و ان تنزل ______ والعبد عبد و ان ترقی" حق حق ہی رہتا ہے خواہ وہ کتنا ہی تنزل کر لے اور انسان انسان ہی رہتا ہے خواہ وہ کتنی ہی ترقی کر لے۔۱۲۶

فلاسفہ اہل وحدت بھی ہیں، اور کسی حد تک وحدت الوجودی بھی، اہل کثرت بھی اور منکرین خدا بھی۔ خداوند تعالیٰ کے بارے میں اہل مذہب اور اہل فلسفہ کے اپنے اپنے افکار و نظریات ہیں۔ اہل مذہب میں کچھ اہل وحدت ہیں یعنی ایک خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں، کچھ اہل مذہب ثنویت کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا دو ہیں جیسے ایران کے زرتشتی کہ ان کے ہاں یزدان و اہرمن ہیں۔ یزدان خدائے نور ہے اور خدائے خیر ہے، اور اہرمن خدائے شر ہے اور خدائے ظلمت ہے۔ اور کچھ تثلیث کے قائل ہیں کہ خدا تین ہیں جیسے مسیحی کہ وہ باپ یعنی خدا، بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ اور روح القدس یعنی حضرت جبرائیلؑ کو خدا مانتے ہیں۔ کچھ مذاہب میں بہت سے خداؤں کو پوجتے ہیں جیسے ہندو مذہب۔

فلسفی کچھ تو وہ ہیں جن کا نظریہ یہ تھا کہ تمام اشیا ایک ہی ذات، ایک ہی وجود سے موجود ہوئی ہیں۔ قدیم یونانی فلسفی طالس ملطی (قرن پنجم و ششم ق م) پانی کو مبدا واحد سمجھتا ہے۔ انکسیمانوس (قرن پنجم و ششم ق م) ہوا کو اور ہرقلیطوس آگ کو وجود کی بنیاد کہتا ہے اور ایسے بھی فلسفی ہوئے ہیں جو کثرت یا تعدد کو اصل وجود سمجھتے تھے، انباذقلیس (قرن پنجم و ششم ق م) کائنات کی اصل چہار عناصر مٹی، ہوا، پانی اور آگ کو سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک گروہ وہ بھی ہے جسے مادہ پرست کہتے ہیں جو ایک طرح سے ملحدین ہیں۔ دیموقراطیس (قرن پنجم و ششم ق م) نے کہا تھا کہ تمام موجودات کی اصل ذرات ہیں۔ روبرٹ ہک Robert Hook (اٹھارویں صدی) اور جان تولینڈ John Toland (بیسویں صدی) اس نظریے کے حامی ہیں کہ فکر و دانش کی اصل بھی مادہ ہی ہے۔۱۲۷

وہ لوگ جو وحدت کو کائنات کی حقیقت تسلیم کرتے ہیں وہ گویا اہل وحدت ہیں۔ اہل وحدت بھی تین ہیں: ایک وہ جو اہل فلسفہ ہیں اور ایک وہ جو اہل شریعت ہیں اور ایک وہ جو اہل تصوف ہیں۔

Marfat.com

اہل وحدت فلسفیوں کی نظر میں وجود کی اصل ایک ہے، خواہ وہ پانی ہو جیسے طالس ملطی کہتا ہے یا آگ ہو جیسے ہرقلیطوس کہتا ہے یا ہوا ہو جیسا کہ انکسیمانوس کا نظریہ ہے یا وجود واحد ہو جو کامل ترین ہے، سراپا عقل و دانش ہے، تمام تر مہر و محبت ہے، جیسا کہ ڈیکارٹ اور لائبنیز کا تصور ہے______ وہ اہل وحدت جو اہل شریعت ہیں وہ بھی وجود کی اصل ایک ہی سمجھتے ہیں لیکن وہ ایسا اپنے مذہبی عقیدے کے حوالے سے سمجھتے ہیں یا ایسا وہ تقلید کے طور پر کہتے ہیں۔ لیکن اہل شریعت جب دلیل و برہان سے وحدت حق کو ثابت کرتے ہیں تو انہیں متکلم کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہی کام فلسفی بھی کرتے ہیں لیکن فلسفی اور متکلم میں ایک فرق ہے۔ فلسفی پہلے دلائل و براہین سے وحدت حق کو ثابت کرتا ہے اور پھر ایمان لاتا ہے اور متکلم پہلے وحدت حق پر ایمان لاتا ہے پھر دلائل سے وحدت حق کو ثابت کرتا ہے، جیسا کہ ایک متکلم انسلم کا قول ہے کہ میں پہلے ایمان لاتا ہوں اور پھر اپنے عقیدے کو دلائل سے درست ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اہل تصوف وحدت حق کو تقلیداً یا مذھباً یا عقلاً ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ وجدان کے ذریعے سے وحدت حق تک پہنچتے ہیں۔ یوں گویا ان کے ہاں دید ہے جبکہ فلسفیوں کے ہاں اندیشہ ہے اور اہل شریعت میں شنید ہے۔ اسی حوالے سے حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ اور بوعلی سینا کی ملاقات کا ذکر بے محل نہ ہوگا، ابوعلی سینا مشہور فلسفی حضرت ابوالخیرؒ مشہور صوفی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے۔ جب یہ مجلس ختم ہوئی تو بوعلی سینا کے ایک شاگرد نے استاد سے پوچھا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے کیا گفتگو ہوئی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جو ابوسعیدؒ دیکھتے ہیں وہ میں جانتا ہوں اور اسی طرح جب ایک مرید نے حضرت ابوسعیدؒ سے اس ملاقات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ بوعلی جانتا ہے میں دیکھتا ہوں۔

اہل فلسفہ کے تصور وحدت حق میں اور اہل تصوف کے وحدت حق کے نظریے میں ایک طور سے مماثلت بھی ہے کہ دونوں وحدت وجود کو مانتے ہیں لیکن دونوں میں فرق بھی ہے۔ فلسفیوں کا وجود واحد جو کائنات کی اصل ہے، صرف اصل ہے، وہ صوفیہ کے خدائے وحدہ، لاشریک لہ کی طرح تمام کائنات پر حاوی و محیط نہیں کہ ہر شے اسی ذات واحد کا عکس ہو، ظل ہو، تمام کائنات اسی ذات واحد کی جلوہ ریزیوں سے معمور و منور ہو_____ یہ وحدت جو قدیم یونانی فلسفیوں کے ہاں مبداُ اول یا کائنات کی اصل واحد کی طرح ہے، صوفیانہ وحدت الوجود میں ایک ذات واحد ہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔ سب کچھ وہی ہے گویا وحدت الوجودی یا صوفی ایک طرح سے Immanentist سریانی تصور خدا کا حامل ہوتا ہے یعنی صوفی کی

Marfat.com

نظر میں خدا کائنات سے ماورا نہیں بلکہ کائنات میں جاری و ساری ہے۔ صوفیہ خدا یا وحدت حق کو فرد کی بجائے کل کہتے ہیں۔ ان کے ہاں تصور خدا غیر شخصی ہے، صوفیہ کی نظر میں کائنات تخلیق نہیں ہوئی بلکہ وجود حق سے صادر ہوئی ہے، یوں کائنات کی ہر شے خدا کی ذات کا ظہور ہے۔ صوفیہ تخلیق کے بجائے ظہور و شہود و بروز کے نظریے کے قائل ہیں۔ اس حوالے سے خدا، مادہ یا کائنات دونوں قدیم ہیں، یہ حضرات وحدت الوجودی یا ہمہ اوستی ہیں۔ انا عبدہ، کے بجائے انا الحق کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے بجائے لا موجود الا اللہ کہتے ہیں۔ ان کی نظر میں خدا کا وجود حقیقی ہے اور کائنات کا وجود صرف سمجھ کا پھیر ہے، وہم ہے، خیال ہے۔ ان کا تصور خدا تنزیہی ہے تشبیہی نہیں۔ عام طور پر شریعت کی پابندی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہ لوگ صلح کل کے اصول پر کار بند ہوتے ہیں۔ صاحب سکون ہوتے ہیں کہ صاحب وصال ہوتے ہیں۔ گویا صاحب وصال ہونے کی وجہ سے یہ صلح کل کے حامی اور سکون قلب کے حامل ہوتے ہیں۔ ہمہ مشربیت ان کا مسلک ہوتا ہے اس لئے فرقہ پرستی کو پسند نہیں کرتے۔ کافر ہو، زندیق ہو، مشرک ہو، کسی مذہب و مسلک کا ہو یہ لوگ سب کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوقات سے محبت کرتے ہیں کہ یہ سب ان کے رب کے دامن ربوبیت میں پل رہی ہیں۔ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ وحدت الوجود انسانیت اور احترام آدمیت کی ماورائی بنیاد ہے، یہ نظریہ انسان کو انسان ہی سے نہیں بلکہ ہر جاندار سے محبت کا درس دیتا ہے۔

اسی طرح یہ وحدت حق جس سے ہم تصوف میں آشنا ہوتے ہیں، اہل شریعت میں اس رنگ میں نہیں، ان کے ہاں خدا یا وحدت حق کائنات سے ماورا ہے۔ یہ لوگ Transcendentalist ہیں، ان کا تصور خدا ماورائی ہے۔ یہ حضرات بالعموم صاحب فراق ہوتے ہیں، جوش و جذبے اور جہاد کی طرف مائل ہوتے ہیں، انا الحق کے بجائے خود کو بندۂ حق یا انا عبدہ، کہتے ہیں، ان کے ہاں تصور خدا تشبیہی ہے یعنی خدا ایک فرد ہے جو کائنات سے ماورا ہے جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا، خدا قدیم ہے اور کائنات حادث ہے، تصور وحدت الشہود، جو بہت حد تک ماورائی تصور خدا کے زیر اثر ہی وجود میں آیا اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ وحدت حقیقت میں نہیں بلکہ ظاہر میں ہے، شہود میں ہے یعنی صرف نظر آتی ہے وگرنہ حقیقت میں خالق اور مخلوق کا فرق موجود ہے، اہل شریعت کے ہاں عام رائج ہے، وہ ہمہ اوست کے بجائے ہمہ از اوست کہتے ہیں، کچھ پابند شریعت صوفیہ بھی اسی نظریے کے حامل ہیں یعنی وحدت الشہودی ہیں ____ عام طور پر ماورائی تصور خدا سامی اقوام میں رائج ہے اور سریانی تصور خدا آریائی اقوام سے منسوب کیا جاتا ہے جو وحدت الوجود پر مبنی ہے۔ وحدت الوجودی تصور خدا کے بارے میں کسی نے کہا تھا کہ وحدت الوجود کا ماننے والا سوائے خدا کے ہر

Marfat.com

چیز کو خدا بنادیتا ہے۔

ایک صوفی کا قول ہے اگر تنزیہ کے قائل ہو تو تم نے خدا کی صفات کا انکار کر دیا اور اگر تشبیہ کے قائل ہو تو خدائے مطلق کو اشیا سے تشبیہ دے کر محدود بہ تعین کر دیا۔ اگر دونوں کے قائل ہو تو تم درست عقیدہ رکھتے ہو اور معارف الٰہی میں پیشوا بن سکتے ہو _____ مناھج الطالبین میں ہے کہ امام شافعیؒ کے پاس تین شخص آئے: معطّلی، مشبّھی اور سنّی۔ انہوں نے معطّلی سے پوچھا کہ تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس خدا کی پرستش کرتا ہوں کہ جس کی کوئی صفت نہیں۔ انہوں نے مشبّھی سے پوچھا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس خدا کی پرستش کرتا ہوں جس کی صفات ہیں اور وہ صفات مفہوم اور معلوم ہیں۔ حضرت شافعیؒ نے سنّی سے پوچھا کہ تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس خدا کی پرستش کرتا ہوں جس کی صفات تمام تر خداوندی ہیں بشری نہیں اور وہ صفات ہیں جن کا ادراک حواس کے ذریعے سے نہیں کیا جاسکتا اور جن کو انسانی صفات کی طرح قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت امام شافعیؒ نے معطّلی سے فرمایا کہ تم عدم کی عبادت کرتے ہو، مشبّھی سے کہا کہ تم صنم کی پرستش کرتے ہو اور سنّی سے کہا کہ تم صمد کو پوجتے ہو۔ (**معطّلی را گفت انت تعبد العدم و مشبّھی را گفت انت تعبد الصنم و سنّی را گفت انت تعبد الصمد**)۱۲۸

یہ سوچ یا یہ سوال کہ کائنات کی اصل کیا ہے؟ کس نے اور کیوں مجھے پیدا کیا ہے؟ یا بہ الفاظ دیگر خدا کیا ہے؟ انسانی شعور کا ایک بنیادی اور فطری تقاضا ہے۔ جب یہ شعور آزادی کے ساتھ عقلی دلائل کی روشنی میں حقیقت واحد یا وجود حق کو جاننے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ہم نظریاتی شعور کہہ سکتے ہیں، اس نظریاتی شعور کے حوالے سے خدا کی شناخت کے تین پہلو ہیں:

(۱) اگر صرف عقل و دانش کی روشنی میں حقیقت واحد کا مطالعہ کیا جائے تو اسے فلسفیانہ سوچ کہتے ہیں اور

(۲) اگر اس سوچ میں وجدان بھی شامل ہو تو اسے اشراقیت کہتے ہیں اور

(۳) اگر صرف وجدان سے وجود حق کو جاننے کی کوشش کی جائے تو اس کوشش کو تصوف کہتے ہیں ____ لیکن بیشتر صوفیہ نے بھی عقلی دلائل کا سہارا لیا ہے اور وہ بہت حد تک اپنی سوچ میں آزاد بھی ہوتے ہیں، اس لئے تلاش حق میں ان کی کوشش کو بھی نظریاتی شعور میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ مذہبی شعور میں انسان حقیقت الحقایق کو وحی اور الہام کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اب خواہ فلسفی ہو، خواہ صوفی ہو، خواہ اشراقی ہو خواہ مولوی ہو سب اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا میں ایک ایسی وحدت موجود ہے جس سے تمام اشیا وجود میں آئیں، اب چاہے اسے ہم خدا کہیں یا

Marfat.com

وحدت وجود، یا روح فطرت یا صرف فطرت یا طبیعت کہیں۔

نظریاتی شعور کی وحدت اور مذہبی شعور کی وحدت میں فرق ہے۔

(۱) نظریاتی شعور کی وحدت غیر صفاتی ہے جبکہ مذہبی شعور کی وحدت صفاتی ہے۔

(۲) نظریاتی وحدت سریانی ہے یعنی ہمہ اوستی ہے اور مذہبی وحدت ماورائی ہے یا ہمہ از وستی ہے۔

(۳) نظریاتی وحدت احدیت پسند ہے یعنی خدا اور بندے میں فرق نہیں، ان کی نظر میں خدا ھو الکل ہے اس لیے انا الحق بھی کہہ دیتے ہیں۔ جبکہ مذہبی وحدت میں ایک گونہ دوئی ہے۔ عابد و معبود اور خالق و مخلوق میں فرق ہے، ان کی نظر میں خدا خالق و ہادی ہے، یہ لوگ انا الحق کے بجائے انا العبد کہتے ہیں۔

(۴) نظریاتی وحدت غیر شخصی ہے اور مذہبی وحدت شخصی ہے۔

(۵) نظریاتی وحدت علتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے جبکہ مذہبی وحدت آزاد ہے۔

(۶) نظریاتی وحدت کا علم ایک حد تک حاصل کیا جا سکتا ہے، خواہ دلائل سے یا وجدان سے لیکن مذہبی وحدت کا کامل علم حاصل نہیں کیا جا سکتا، منطقی دلائل کے بجائے عقیدہ یا ایمان زیادہ تر اس کی اساس ہوتا ہے۔

(۷) نظریاتی وحدت کے حامل لوگ فکر و مراقبہ، گیان دھیان کی طرف راغب ہوتے ہیں اور مذہبی وحدت رکھنے والے آرزو اور جوش عمل کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ مذہبی وحدت کے نظریے کے حامل اشخاص تبلیغ کرتے ہیں کہ لوگ احکامات خداوندی پر عمل کریں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ برائی کو ختم کر کے اچھائی کو سارے جہان میں پھیلا دیں اور دنیا کو جنت بنا دیں۔

(۸) نظریاتی وحدت والے آزاد منش اور آزاد خیال ہوتے ہیں۔ یہ لوگ قلندرانہ صفت رکھتے ہیں۔ مذہبی وحدت والے شریعت کی پابندی کو لازمی سمجھتے ہیں اور آزاد خیالی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے افکار، اقوال اور اعمال سب شریعت کے مطابق ہوتے ہیں۔

(۹) نظریاتی وحدت والے صلح کل اور ہمہ مشربیت کا مسلک رکھتے ہیں۔ مذہبی وحدت والے کافر و مسلم، مشرک اور وحدت پرست میں فرق کو ملحوظ نظر رکھتے ہیں، بدعات کے مخالف ہوتے ہیں۔

(۱۰) نظریاتی وحدت والے صاحب وصال ہوتے ہیں، سماع کو پسند کرتے ہیں۔ مذہبی وحدت والے صاحب فراق ہوتے ہیں، جہاد کو پسند کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۱) نظریاتی وحدت میں سکر (بے ہوشی، مستی) کی طرف رغبت ہوتی ہے اور مذہبی وحدت میں صحو (ہوش و بیداری) کی طرف۔

خدا کے بارے میں صوفیہ کے تصور وحدت الوجود پر خود مسلم صوفیہ کی ایک جماعت نے سخت تنقید کی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے مریدین اس تنقید میں پیش پیش ہیں۔ وحدت الوجود کے مقابلے میں حضرت مجددؒ وحدت الشہود کے قائل تھے، جبکہ مسلم صوفیہ میں حضرت ابن عربیؒ کو وحدت الوجود کے نظریے کا بانی سمجھا جاتا ہے ـــــ حضرت مجددؒ کی نظر میں کوئی شخص کشف و شہود یا مذہبی یا روحانی تجربہ سے خدا کو نہیں جان سکتا اس لئے ہمیں مذہب اور وحی کی پیروی کرنی چاہیے یعنی شریعت کی پابندی کرنی چاہیے ۱۲۹ ـــــ

حضرت مجددؒ کی نظر میں صوفی یا انسان معروضی طور پر اپنے صوفیانہ تجربات سے خدا کی ذات وصفات کا عرفان حاصل نہیں کر سکتا۔ صوفی کا عرفان موضوعی ہوتا ہے۔ حضرت مجددؒ کی نظر میں خدا ان تمام اسماء وصفات سے بالاتر ہے، جو ہم سوچ بھی سکتے ہیں، وہ تمام شیون (شان کی جمع) اور اعتبارات سے ماورا ہے۔ وہ تمام ظہور و بطون، بروز و کمون، کشف و شہود، محسوس و معقول اور موہوم و متخیل سے ماورا ہے بلکہ ورا الورا ثم وراء الورا ثم وراء الورا ہے "سبحان الله عما یصفون" (سورہ ۲۳، آیت ۹۱) اس کی شان میں ہے۔ جو کچھ صوفیانہ تجربہ سے انسان کو عرفان حاصل ہوتا ہے وہ صرف موضوعی ہے، معروضی نہیں، حقیقت نہیں، حقیقت سے بیگانہ ہے، اس لئے ایمان بالغیب لازمی ہے چونکہ ہمارا علم محدود ہے، اور وہ ورا الورا ہے اس لئے ہم صرف وحی کے ذریعہ سے اس کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ ۱۳۰

خدا خالق ہے اس نے کائنات کو عدم محض سے پیدا کیا۔ اس نے کائنات کو اپنے وجود سے نہیں پیدا کیا۔ وہ ذات احد ہے، اس کی صفات آٹھ ہیں: حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین ان صفات کا بھی ہم صحیح معنوں میں ادراک نہیں کر سکتے، اس کی ذات کی تو بات ہی کیا؟ ـــــ خدا کی ذات صفات کی محتاج نہیں۔ وہ خود بخود مکمل ہے۔ البتہ اس کی صفات کچھ ایجابی (Positive) ہیں اور کچھ سلبی (Negative) ہیں۔ سلبی صفات یہ ہیں کہ وہ بے مثال ہے لیس کمثله شیٔ، ـــــ اور ـــــ لم یلد ولم یولد ہے، نہ وہ جسم ہے، نہ مکانی ہے، نہ زمانی ہے وہ ورا الورا ہے ـــــ ایجابی صفات کچھ اضافی ہیں: جیسے قدامت، اور ازلیت، ایجابی صفات کچھ لازمی ہیں: جیسے حیات، علم، قدرت وغیرہ۔

حضرت مجددؒ کی نظر میں خدا حیّ ہے، اس لئے نہیں کہ صفت حیات نے اس کو حیات دی بلکہ وہ اپنی ذات سے حیات ہے۔ اسی طرح وہ اپنی ذات سے علیم ہے، بصیر ہے، خالق ہے، اس کی یہ صفات اس کی تعینات

Marfat.com

یا تنزلات ہیں۔ ان کی نظر میں خدا کی صفات خدا کی ذات کا ظل یا سایہ ہیں اور کائنات اس کی صفات کا ظل یا سایہ ہے ـــــــ خدا نے تخلیق کائنات کے لئے صفت وجود پیدا کی اور پھر حیات، علم، قدرت وغیرہ۔ اس وجود کی (یعنی وجود خدا کی) ضد عدم محض ہے، حیات کی ضد موت ہے، علم کی ضد جہالت ہے، قدرت کی ضد عجز ہے۔ خدا اپنے وجود محض کا عکس عدم محض پر ڈالتا ہے اور اس سے ممکن یا وجود محدود پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی حیات محض کا عکس عدم متقابلہ یا موت پر ڈالتا ہے اور حیات محدود جنم لیتی ہے، اسی طرح وہ اپنے علم محض کا عکس یا ظل عدم متقابلہ یعنی جہل پر ڈالتا ہے اور علم محدود وجود میں آتا ہے۔ ۱۳۱؎ ـــــــ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ذات ہی وجودِ حقیقی کی مالک ہے اور حقیقت ہے، موجودات کا وجود خدا کی عطا ہے، اس کی تخلیق ہے، کائنات کا وجود خارج میں موجود ہے یعنی ظاہری ہے، نمود بے بود ہے لیکن یہ نمود ایسی نہیں کہ ہمارے خیال کی تخلیق ہو یا اس پر منحصر کرتی ہو، یوں یہ کائنات وہم و خیال نہیں۔ ۱۳۲؎ ـــــــ خدا میں اور عالم میں عینیت یا اتحاد تصور کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز ایجاد کرتا ہے تو وہ چیز اس کی عین نہیں ہوتی۔ ۱۳۳؎ ـــــــ خدا اور انسان کے رشتہ کے بارے میں مجددؒ فرماتے ہیں کہ: عالم یا انسان کو خدا نے اپنے وجود سے پیدا نہیں کیا بلکہ اسے عدم سے پیدا کیا ہے۔ اور اسے چند صفات دیں جو خدائی صفات نہیں، البتہ انسان خدا کا خلیفہ ہے، اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے، انسان وجود و عدم کا امتزاج ہے، اس لئے محدود و ممکن ہے، انسان ترقی کی تمنا رکھتا ہے اس لئے اسے مذہب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان مذہب پر جس کی بنیاد وحی پر ہے ایمان لا کر اور اس پر عمل کر کے کمال حاصل کر سکتا ہے جو ایک طرح سے نفس مطمئنہ ہے اور مقام عبدیت ہے۔

انسان کی حقیقت اس کی روح ہے اور روح خدا کی تخلیق ہے۔ روح عالم خلق سے نہیں بلکہ روح عالم امر سے ہے۔ روح کی اصلی خواہش یہ ہے کہ وہ خدا کی رضا طلب کرے لیکن روح عالم خلق یعنی عالم مادی یا بدن سے وابستہ ہوگئی، جو نافرمانِ خدا ہے اور گناہوں پر مائل ہے، یعنی نفسانی خواہشات میں گرفتار ہے کہ بدن کا تقاضا ہے کہ نفسانی خواہشات کو پورا کرے۔ اس لئے لازم ہوا کہ تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کیا جائے۔ خدا کی نافرمانی کا رجحان جو جسم یا بدن یا نفس کا رجحان ہے تمام گناہوں کا منبع ہے، یہی نفسِ امارہ ہے۔ لیکن روح نفس کے گناہوں پر غلبہ پانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ملامت کرتی ہے جسے نفس لوامہ کہتے ہیں جو آہستہ آہستہ رضائے کامل حاصل کر لیتا ہے، یہی نفسِ مطمئنہ ہے اور انسان کی ترقی کا آخری مقام ہے۔ یہی تخلیقِ انسانی کا مقصد ہے، اسے ہی مقام عبدیت کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جب انسان ہر چیز سے آزاد ہو کر اللہ کا غلام بن جاتا ہے۔ عام صوفیہ عشق کو انسان کا مقصود و مطلوب کہتے ہیں، اسے سب سے بڑا مقام سمجھتے ہیں، مجددؒ

Marfat.com

کی نظر میں عشق خود مقصد نہیں بلکہ ذریعہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا ہر چیز سے لاتعلق ہو جائے، مقام عشق کی بجائے عبدیت کا مقام حاصل کرے۔ خدا اور بندے میں عبد و معبود کا تعلق ہے یعنی انسان مکمل طور پر رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور خدا کے اوامر و نواہی کو صدق دل سے مانے اور ان پر عمل کرے اور اپنی تمام زندگی کو رضائے الٰہی میں رنگ دے۔ یوں کمال حاصل کرے، یہ کمال انسانی حاصل کر کے آدمی آخرت میں دیدار حق کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ جو سب سے بڑی نعمت ہے ____ انسان اور خدا میں ایک اور رشتہ بھی ہے وہ ہے معرفت کا یعنی انسان یہ جان لے کہ وہ خدا کو نہیں جان سکتا۔ **العجز عن درک الادراک ادراک** یعنی خدا کے عرفان سے عاجز رہنا ہی خدا کا عرفان ہے۔ خدا نے اپنی معرفت کے تمام دروازے بند کردیئے سوائے ایک دروازے کے کہ ہم اسے (کامل طور پر) جان نہیں سکتے۔۱۳۴

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے عالم کی تخلیق اور خدا سے عالم اور انسان کے تعلق کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے وہ نظریۂ وحدت الشہود ہے۔ مجددؒ کا وحدت الشہود سے مطلب یہ ہے کہ صوفی جو روحانی تجربات کے دوران ایک خاص مقام پر وحدت الوجود کا تجربہ کرتا ہے دراصل وہ موضوعی **(Subjective)** ہے یعنی صرف شہود ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ وحدت الوجود اصل میں وحدت الشہود ہے یعنی وجود حقیقت میں ایک نہیں بلکہ صرف ایک نظر آتا ہے ____ اسی حوالے سے وحدت الوجودی کو ذوالعین (آنکھ والا یا صاحبِ نظر) اور وحدت الشہودی کو ذوالعقل (صاحبِ عقل یا صاحبِ خبر) کہا جاتا ہے، ذوالعین کی نظر میں نورِ حق مشہود ہے جبکہ ذوالعقل کی نظر میں شہودِ حق مفقود ہے یعنی ذوالعین خدا کو دیکھتا ہے اور ذوالعقل مخلوق کو دیکھتا ہے اسے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ذوالعین حق کو ظاہری طور پر دیکھتا ہے اور خلق کو باطنی طور پر، ذوالعقل خلق کو ظاہری طور پر دیکھتا ہے اور حق کو باطنی طور پر، اور جب شہودِ حق اور شہودِ خلق دونوں ساتھ ہوں یعنی وہ خدا کو بھی دیکھتا ہو اور مخلوق کو بھی دیکھتا ہو تو وہ ذوالعقل والعین ہے گویا یہ مقامِ جمع الجمع ہے۔

ذوالعینی اگر نور حقت مشہود است ذوالعقلی اگر شہودِ حق مفقود است
ذوالعینی و ذوالعقل شہودِ حق و خلق با یکدیگر اگر ترا موجود است

یعنی تم ذوالعین ہو اگر تمہاری نظر میں نورِ حق مشہود ہے اور تم ذوالعقل ہو اگر تم شہودِ حق نہیں دیکھتے، تم ذوالعین اور ذوالعقل ہو اگر تمہاری نظر میں شہودِ حق بھی ہے اور شہودِ خلق بھی یعنی تم دونوں کو (حق اور خلق کو) بیک وقت دیکھتے ہو ____ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے رسالہ فیصلۂ وحدت الشہود میں ایک قسم کا درمیانی راستہ اختیار کیا ہے، وہ وحدت الوجود کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ موم سے جو چیزیں بنائی جائیں اگرچہ شکلیں مختلف ہوں گی

Marfat.com

لیکن اصل ایک ہی ہوگی اور وہ موم ہے ـــــ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے اپنی کتاب دفع الباطل میں وحدت الوجود کی تائید کی ہے ـــــ غلام یحییٰ نے اپنی کتاب کلمۃ الحق میں شاہ ولی اللہؒ پر تنقید کی ہے اور وحدت الشہود کی تائید کی ہے۔ یہ کتاب انہوں نے میرزا مظہر جان جاناں کے ایما پر لکھی تھی۔ ان کی نظر میں وحدت الوجود سے خدا کی ذات میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے جبکہ نظریہ وحدت الشہود سے ایسا نہیں ہوتا۔ کائنات کی تخلیق سے ذات حق میں تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ وحدت الوجود میں ممکنات کی اصل اعیان ثابتہ ہیں لیکن شہود میں ممکنات کی اصل ظل ہے جو اسما وصفات نے عدمان متقابلہ پر ڈالا ہے۔ وحدت الوجود عینیت پر مبنی ہے جبکہ وحدت الشہود میں عینیت نہیں، خدا خالق ہے اور ممکنات مخلوق یوں خالق و مخلوق میں فرق ہے۔ ۱۳۵ ـــــ خواجہ میر دردؒ نے اپنی کتاب علم الکتاب میں اور خواجہ میر ناصر عندلیب مصنف نالۂ عندلیب نے وحدت الشہود کے حق میں اپنے افکار کا اظہار کیا ہے۔ دردؒ کی نظر میں وحدت الوجود کا نظریہ الحاد پر مبنی ہے مذہب اس نظریے کو قبول نہیں کرتا۔ وحدت الشہود کا نظریہ بنیادی طور پر قرآن و حدیث کے مطابق ہے اور عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ ۱۳۶

سید احمد بریلویؒ نے اپنی تالیف ''صراط مستقیم'' میں وحدت الوجود پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، ان کے خیال میں جب صوفی مغلوب عشق ہو جاتا ہے اور فنا و بقا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی حالت اس لوہے کی سی ہوتی ہے جو آگ کی بھٹی میں تپ کر آگ ہی بن جاتا ہے، اس حالت میں وہ انا الحق پکار اٹھتا ہے۔ جب اس سطح سے بلند ہوتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ ہر شے میں خدا کا جلوہ ہے۔ کائنات کے فنا کے تصور سے یہ مراد نہیں کہ کائنات حقیقت میں وجود نہیں رکھتی بلکہ صوفی ماسوا سے توجہ ہٹا لیتا ہے، اس کی نظر میں کائنات فنا یا لاشے کے برابر ہوتی ہے۔ سید احمد بریلویؒ وحدت الوجود کو بدعت خیال کرتے ہیں۔ مخلوق خالق کا عین نہیں ہو سکتی۔ یوں گویا سید احمدؒ کی نظر میں وحدت الوجود کا نظریہ توحید کے غلط تصور پر مبنی ہے۔ ۱۳۷ ـــــ

اسی حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب صوفی فنا فی اللہ کے مقام پر ہوتا ہے تو وہ وحدت الوجودی ہوتا ہے اور جب بقا باللہ کے مقام پر ہوتا ہے تو وہ وحدت الشہودی ہوتا ہے، اسے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفی جب مقام جمع پر ہوتا ہے یعنی جب صرف خدا کی ذات اس کی نظر میں ہوتی ہے تو وہ وحدت الوجودی ہوتا ہے اور جب مقام فرق میں ہوتا ہے یعنی جب صوفی کی اپنی ذات اس کی نظر میں ہوتی ہے تو وہ وحدت الشہودی ہوتا ہے اور جب مقام جمع الجمع پر ہوتا ہے تو صحیح معنوں میں صوفی ہوتا ہے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مقامات سے بلند ہو کر مقام عبدیت پر متمکن ہو کر اور جامع شریعت و طریقت بن کر صاحبِ حقیقت ہو جاتا ہے، یوں وہ

Marfat.com

حقیقت میں سچا موحد بن جاتا ہے۔

تصوف میں توحید کا تصور اس قدر بنیادی ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ تصوف در حقیقت توحید پر پختہ ایمان کا نام ہے اور صوفی در حقیقت ایک پختہ موحد کو کہتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی لئے بعض صوفیہ خود کو موحد یا اہلِ وحدت کہتے ہیں جیسے نسفیؒ اپنی کتاب میں صوفیہ کو اہل وحدت کہتے ہیں، وحدت الوجود ہو یا وحدت الشہود ان سب کی اصل تصور توحید ہی ہے اور توحید تمام اوصاف حسنہ کی بنیاد ہے۔ جو شخص توحید پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہے وہ منافق نہیں ہوسکتا کہ اس کا ایمان ہے کہ اس کا خدا جو علیم و بصیر ہے، اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ وہ انسان دوست ہوگا کہ اس کا ایمان ہے کہ انسان بلکہ تمام مخلوقات اس کے اللہ کے دامن ربوبیت میں پل رہی ہیں، سب عیال اللہ ہیں، توحید پرست انسان وحدت انسان اور انسانیت پر بھی ایمان رکھتا ہے، کیونکہ جب صوفی کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا ایک ہے تو یہ تصور وحدانیت اسے وحدت انسانی کا تصور عطا کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں وہ جذبۂ انسان دوستی سے سرشار اور سرمست ہو جاتا ہے اور دوسروں کے دلوں میں اپنے دل کی دھڑکن محسوس کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ذہنوں کے آئینوں میں اپنے ہی خیالات کا پرتو دیکھتا ہے، اس لیے وہ دوسروں سے ان کی خامیوں اور برائیوں کی بنا پر ان سے نفرت نہیں کرتا بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ سراپا محبت اور شفقت کا پیامبر بن کر دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ وہ مذہب یا مسلک کے اختلاف کی بنا پر دوسروں سے تعصب نہیں کرتا۔ وہ مسلمان، کافر، مشرک سب کے لئے سینہ کشادہ رکھتا ہے۔ سب کے لئے اپنے دل میں محبت رکھتا ہے کہ اس کے رب کے بندے ہیں۔ وہ ہمہ مشربیت یا صلح کل کا علمبردار ہوتا ہے۔

یہ دنیا جہاں مذہبی تنگ نظری اور تعصبات کی بنا پر اکثر قتل و غارت گری، انسان کشی، دہشت گردی اور خون ریزی ہوتی ہے وہاں سچا صوفی محبت اور انسان دوستی کا داعی ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ سب لوگ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ تمام تر رحمت ہے، ماں سے زیادہ مہربان و مشفق ہے جس کی ذات کی پہچان سے انسانی عقل عاجز ہے لیکن اسی خداوند کریم و رحیم و رحمٰن کے بارے میں عقائد کے حوالے سے انسانوں میں لڑائیاں اور جھگڑے بھی اس دنیا میں ہوتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:

''ایک ایرانی دانشور جس نے ایک عمر علوم دینیہ اور حکمتِ الٰہی کے حصول میں صرف کی تھی، دین اور مذہب سے متعلق بہت سی کتابوں کا دقیق مطالعہ بھی کیا تھا، اور اس مسئلہ پر کہ کونسا دین یا مذہب سچا ہے بہت زیادہ تحقیق بھی کی تھی غور و فکر بھی کیا تھا، اس تلاش و جستجو اور اس غور و فکر میں ایسا محو ہوا کہ ہوش و حواس ہی گنوا

Marfat.com

بیٹھا۔ دیوانگی اور جنون نے اس پر اس قدر غلبہ پالیا کہ حق کی ذات ہی کا منکر ہو گیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ خدا کوئی نہیں، خدا نے انسان کو تخلیق نہیں کیا بلکہ نعوذ باللہ انسانوں نے خدا کو تخلیق کیا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا مجھے دکھاؤ، مجھے بتاؤ خدا کہاں ہے؟ کیا ہے؟ کون ہے؟ خدا اگر جسم رکھتا تو نظر آتا اور اگر روح ہوتا یا خیر یا عدل یا عقل ہوتا تو بھلا وہ پسند کرتا کہ روئے زمین پر اس کی مخلوق کا ایک بہت بڑا حصہ غربت وافلاس اور مصائب و آلام میں زندگی گزارے، ظالموں کے ظلم اور اہلِ شر کے شر کو سہے۔ مجھے دیکھو کہ میں نے عمر کا ایک بہت بڑا حصہ خدا کی تلاش میں صرف کیا، مجھے کیا انعام ملا؟ سوائے ذلت و رسوائی کے ____ لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں، میری جان کے دشمن ہیں۔ مجھے لوگوں نے اپنے وطن ایران سے نکال دیا، ہندوستان کے شہر احمد آباد میں دھکے کھا رہا ہوں۔ اگر خدا ہوتا تو کیا میری مدد نہ کرتا؟ ____ یہ پاگل دانشور ایک روز احمد آباد شہر کے ایک قہوہ خانے میں گیا، اس کا نوکر بھی اس کے ساتھ تھا۔ دانشور صاحب قہوہ خانے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ نوکر بھی پاس ہی نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد قہوہ آ گیا۔ دانشور صاحب نے قہوہ کی چسکی لگائی، ساتھ ہی ایک نشہ والے سگریٹ کا کش لگایا، ذرا سرور آیا، دماغ آسمان پر پہنچ گیا۔ اسی پینک میں اس دیوانے دانشور نے اپنے نوکر سے کہا "اِبے او بدبخت و بیوقوف! ذرا مجھے یہ بتا کیا تیرے خیال میں خدا موجود ہے؟" نوکر نے کہا "ہاں! کیوں نہیں جناب" فوراً اپنی جیب سے اس نے ایک لکڑی کی چھوٹی سی گڑیا نکالی اور کہا "یہ دیکھو خدا ہے جو مجھے روزی دیتا ہے، میری حفاظت کرتا ہے"۔ قہوہ خانے میں موجود دوسرے لوگوں نے دیوانے دانشور کے نوکر کی جب یہ بات سنی تو انہیں سخت غصہ آیا۔ ان میں سے ایک ہندو برہمن بھی تھا، اس نے پہلے تو غیظ و غضب کی نظروں سے نوکر کو گھورا پھر یوں گویا ہوا، ابے او پاگل، مہا اوت تو ایسا کھوٹا پنتھ (غلط عقیدہ) رکھتا ہے کہ پرماتما (خدا) کو جیب میں رکھا جا سکتا ہے۔ ہائے رام تو کیسا پاپی ہے۔ ارے مورکھ یاد رکھ کہ پرماتما تو ہمارے مندروں میں رہتا ہے، ہم اسے وہاں سجا کر رکھتے ہیں، اس کی سچی پوجا کرنے والے ہم ہندو ہیں، ہندو ہی اس کو پہچانتے ہیں اور اس کا گیان (عرفان) رکھتے ہیں۔ سارے سنسار میں گوت (قوم) ایک ہے وہ ہندو جاتی ہے، پرماتما ہندو جاتی ہی کا پالن ہار ہے، پرمیشر ہے، وہی برہما ہے، وہی وشنو ہے، وہی شیو ہے، وہی رام ہے، وہی کرشن ہے۔ ہندو جاتی کے علاوہ باقی سب لوگ ملیچھ ہیں، اچھوت ہیں، نرک (دوزخ) میں جائیں گے ____ ہوٹل میں ایک یہودی بھی تھا۔ برہمن کی باتیں سن کر اس سے بولا کہ برہمن جی تم کیا واہیات باتیں کر رہے ہو؟ کہ خدا یا پرماتما صرف تمہارے ہی مندروں میں رہتا ہے ____ یاد رکھو! سارے جہان میں صرف ایک خدا ہے اور وہ ہے خدائے ابراہیمؑ و موسیٰؑ جو یہواہ ہے اور ملت بھی ایک ہے اور وہ ہے ملتِ بنی اسرائیل۔ خدا کا

Marfat.com

معبد بھی ساری دنیا میں صرف ایک ہے اور وہ یروشلم یعنی بیت المقدس میں ہے ـــــــ اللہ میاں برہمنوں کا محافظ نہیں بلکہ یہودیوں کا محافظ ہے کہ صرف یہودی اسے پیارے اور عزیز ہیں۔ یہودی قوم اللہ میاں کی محبوب قوم ہے کہ اسے یہواہ نے پسندیدہ قوم (Chosen People) کہا ہے ـــــــ قہوہ خانے میں ایک کیتھولک عیسائی بھی تھا۔ اس نے جب یہودی کی باتیں سنیں تو غضبناک ہو کر یہودی سے کہا کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔ تم نے جو کہا ہے کہ خدا صرف یہودیوں کو دوست رکھتا ہے، بالکل غلط ہے۔ تم نے تو یہ بات کہہ کر نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کو ظالم اور بے انصاف بنا دیا ہے۔ یاد رکھو! خدا تو سارے انسانوں کا پروردگار ہے، کسی ایک قوم کا نہیں ـــــــ یہودی خود کو خدا کی پسندیدہ قوم کہتے ہیں حالانکہ ہزاروں سال سے اللہ میاں کے وہ معتوب، مقہور و مغضوب ہیں اور عذاب، رسوائی اور ذلت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا صرف ایک ہے اور وہ خدائے یسوع مسیح ہے جو ہمارے کلیسا میں ہے نہ برہمنوں کے بت خانے میں اور نہ یہودیوں کے ہیکل میں۔ جسے خدائے یسوع مسیح چاہتا ہے کہ اس کو ہدایت و رہنمائی عطا فرمائے اور دوزخ کے عذاب سے بچائے، اسے کیتھولک بننے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، چونکہ ہمارے مذہب کے سوا کسی اور مذہب میں نہ ہدایتِ ربانی ہے اور نہ دوزخ سے رہائی ہے۔ جس میں ذرا سی بھی عقل ہے وہ جانتا ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ، صحیح اور حقیقت ہے ـــــــ جب یہ کیتھولک عیسائی باتیں کر رہا تھا تو اتفاق سے وہاں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی بھی تھا جو قہوہ پی رہا تھا اور قہر سے کیتھولک فرقے کے عیسائی کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا اور وہ چلّایا خاموش ہو جاؤ، میری سنو، تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ہدایت آسمانی اور دوزخ کے عذاب سے رہائی فقط کیتھولک مذہب اختیار کر کے ہی مل سکتی ہے ـــــــ تم لوگ تو خود بت پرست ہو، ہدایت و رہنمائی صرف اور صرف انہیں مل سکتی ہے جو پروٹسٹنٹ مذہب کے مطابق انجیلِ مقدس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں ـــــــ ایک ترکی مسلمان جو کسٹم میں ملازم تھا اور سگریٹ خریدنے آیا تھا عیسائی حضرات کی یہ باتیں سن کر سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے عیسائیوں سے کہا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ نجات اخروی فقط عیسائی مذہب اختیار کرنے میں ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کے مطابق حضرت محمد بن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام ظہور فرما چکے ہیں، جن کے دین کے آنے کے بعد تمہارا دین منسوخ ہو چکا ہے بلکہ تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں۔ دین اسلام سارے عالم میں پھیل گیا ہے۔ خداوند قدوس کی وحدانیت کے تصور کو قرآن حکیم نے اس طرح انسانی شعور میں اجاگر کیا ہے کہ دین اسلام کی حقانیت کو ہر قلب سلیم اور ذہن سالم تسلیم کرتا ہے۔ خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے، ملت اسلام اس کے محبوب رسول اکرمؐ کی امت ہے اس لئے خدا کو محبوب ہے۔ خدا کی

Marfat.com

بخشش کے حق دار صرف مسلمان ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے قوم یہود کو مردود، مخذول اور مغضوب اور عیسائیوں کو گمراہ فرمایا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں ان کے دین کو اختیار کر کے بنی نوع انسان کیلئے باعث رحمت بنو اور دین و دنیا کی سعادت و ہدایت حاصل کرو، ہاں البتہ حضرت رسول اکرمؐ کے ماننے والوں میں سے بھی صرف وہی لوگ جنت میں جائیں گے جو حنفی فقہ کی پیروی کرتے ہیں اور باقی تمام فرقے سچے مسلمان نہیں، اس لئے جنت کے حق دار بھی نہیں ـــــ ایک ایرانی عالم بھی جو شیعہ تھا اور قہوہ سے دل بہلا رہا تھا وہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ ابھی وہ ترکی مسلمان کو ترکی بہ ترکی جواب دینا چاہتا ہی تھا کہ ہوٹل میں موجود عیسائی، یہودی، ہندو، بدھ پرست، اسماعیلی، زرتشتی، سنّی اور شیعہ ایک دوسرے کیخلاف بولنے لگے بلکہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے، یوں ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قہوہ خانے کے ایک کونے میں ایک صوفی صاف دل بیٹھے یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے، شور و غوغا سن رہے تھے اور خاموشی سے چائے پی رہے تھے۔ ترکی کے مسلمان نے ان صوفی صاحب سے کہا کہ آپ فیصلہ کریں کہ ہم میں سے کس کا عقیدہ صحیح ہے؟ دوسرے مذاہب والے بھی ان صوفی صاحب کے پاس آ گئے اور استدعا کرنے لگے کہ آپ درویش ہیں، خدا دوست ہیں، آپ بتائیں کس کا مذہب و مسلک سچا ہے؟ ـــــ صوفی صاحب کچھ دیر سوچ میں غرق رہے پھر یوں گویا ہوئے کہ بھائیو! حق ایک ہے جو وحدہ، لاشریک لہ، ہے، رحمٰن و رحیم ہے، اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے، سب کا پالن ہار ہے۔ اب خواہ تم اسے یہواہ کہو، God کہو، پرماتما کہو، یزدان کہو، رحمٰن کہو، رام کہو یا رحیم کہو وہ وہی ہے جو وہ ہے۔ وہ اپنی ذات میں بے مثل ہے۔ لفظوں سے وہ بدل نہیں سکتا، لفظوں میں وہ سما نہیں سکتا، الفاظ اس کی ذات کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتے، وہ خالقِ کل ہے، لفظ تو اس کے پیدا کردہ ہیں، ـــــ یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہے، جو فطرت سلیم رکھتا ہے اس کا دل اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ باقی رہے مذہبی جھگڑے تو ان جھگڑوں کی حقیقت کو ایک واقعہ کے ذریعے بطور تمثیل بیان کرتا ہوں، شاید تم حقیقت تک پہنچ پاؤ، وہ یوں ہے کہ میں ایک دفعہ پانی کے جہاز سے ملک چین بغرض سیاحت جا رہا تھا، راستے میں ایک دن جزیرۂ سماٹرا کے ساحل پر ہمارا جہاز لنگر انداز ہوا۔ ظہر کا وقت تھا، میں اور چند دوسرے مسافر جہاز سے اترے، ساحل سمندر پر آئے اور ستانے کیلئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک نابینا شخص اپنے حبشی نوکر کی رہنمائی میں وہاں آ گیا۔ ایک شخص جو اس جزیرے کا رہنے والا تھا اس نے ہمیں بتایا کہ یہ نابینا شخص اس لئے اندھا ہو گیا تھا کہ اس نے سورج کی طرف ایک مدت تک ٹکٹکی باندھ کے دیکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سورج کے نور کی حقیقت کو سمجھ سکے اور اس نور کا مالک بن

Marfat.com

جائے۔اس مقصد کے لیےاس نے طبعی علوم، طلسم وسحراور تسخیرارواح کے ذرائع تک استعمال کیے تا کہ کم از کم سورج کی ایک شعاع ہی کا مالک بن جائے اور اسے ایک شیشی میں بند کر لے۔وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔آخر کاروہ بینائی ہی سے محروم ہوگیااور کچھ اس کے دماغ میں بھی خلل آ گیا۔اب وہ کہنے لگا کہ سورج کی روشنی کا وجود ہی نہیں، کیونکہ سورج کی روشنی نہ تو سیال یعنی نہ تو بہنے والی شے ہے اس لئے کہ ہوا سے وہ حرکت میں نہیں آتی، جامد یعنی ٹھوس بھی نہیں کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا جاسکتا، آگ بھی نہیں کہ پانی سے اسے بجھایا نہیں جاسکتا، روح بھی نہیں اس لئے کہ یہ نور مرئی ہے یعنی نظر آنے والی روشنی ہے، جسم بھی نہیں اس لئے کہ اسے چھوا نہیں جاسکتا، حرکت بھی نہیں کیونکہ سورج کی روشنی کسی چیز کو یہاں تک کہ بہت ہی ہلکی چیز کو بھی متحرک نہیں کرسکتی، ان حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ سورج کی روشنی اصلاً کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی، اس کا کوئی وجود ہی نہیں ____ اس نے چونکہ سورج کو ٹکٹکی باندھ کے بہت دیکھا تھااوراس کے نور کے بارے میں بے حد غور وفکر کیا تھا، سو یہ بیچارا آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ عقل سے بھی محروم ہوگیا، یوں وہ آنکھوں کا ہی اندھا نہیں ہوا بلکہ عقل کا بھی اندھا ہوگیا، وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ اس کی آنکھیں روشنی سے محروم ہوگئیں بلکہ یہ کہتا ہے کہ سورج کی روشنی ہی نہیں ____ اس اندھے کے حبشی نوکر نے اندھے کو درخت کے سائے میں بٹھایا اور خود اس چراغ کی بتی کو ٹھیک کرنے لگا جو وہ ساتھ لایا تھا۔اتنے میں اس اندھے مالک نے اپنے نوکر سے کہا کہ ابے او پاگل اب تو یہ بات ثابت ہوگئی نا کہ دنیا میں بالکل روشنی نہیں ہے! حبشی نوکر نے کہا کیوں روشنی کیوں نہیں، آخر سورج کی روشنی نہیں ہے؟ اس اندھے نے کہا پھر تُو وہی فضول باتیں کرنے لگا۔ ابے احمق مجھے بتا سورج کیا ہے؟ نوکر نے کہا جناب میں نہیں جانتا سورج کیا ہے، میں تو اتنا جانتا ہوں کہ سورج نکلتے ہی میری مشقت شروع ہوجاتی ہے اور سورج ڈوبتا ہے تو میری مشقت وزحمت کا وقت ختم ہوتا ہے اور یہ میرا چوغڑا (چھوٹا سا چراغ) میری جھونپڑی کو روشن کرتا ہے اور سورج کی تمام روشنی سے زیادہ میرے کام آتا ہے۔اگر یہ چراغ نہ ہوتا تو رات کو آپ کی خدمت کیسے کرسکتا؟ اپنے چوغڑے کی طرف اشارہ کرکے نوکر نے کہا کہ جناب میرے لئے تو یہی سورج ہے____ اسی اثنا میں ایک لنگڑا دیہاتی وہاں آ گیا۔اس نے جونہی حبشی خادم کی باتیں سنیں تو قہقہہ مار کے ہنسنے لگا۔اس خیال سے کہ یہ اندھا شخص مادرزاد اندھا ہے، اس کی طرف مخاطب ہوکر وہ نووارد کہنے لگا، اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ سورج کیا ہے؟ تو لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سورج ایک آگ کا گولا ہے جو صبح ہر روز سمندر کے پانی سے نکلتا ہے اور پھر شام کو مغرب میں جزیرۂ سماٹرا کے پہاڑوں کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ اگر تمہاری آنکھیں ہوتیں تو دوسرے سارے لوگوں کی طرح تم یہ بات جان

Marfat.com

لیتے ـــــ ایک ماہی گیر نے جو اس وقت سمندر کے کنارے مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھا، اس لنگڑے دیہاتی سے کہا ''معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم نے کبھی گاؤں سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اگر تم لنگڑے نہ ہوتے تو تم نے سارے جزیرۂ سماٹرا کو دیکھا ہوتا، سارے جزیرے میں تم گھومے پھرے ہوتے۔ پھر تم جانتے کہ سورج پہاڑ کے پیچھے نہیں چھپتا بلکہ صبح کو سمندر سے نکلتا ہے اور شام کو سمندر ہی میں ڈوب جاتا ہے تاکہ پانی میں نہا کر ٹھنڈا ہو جائے۔ میں چونکہ ہر روز سمندر کے ساحل پر ہوتا ہوں اس بات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں ـــــ ایک ہندو جو اس مجمع میں تھا اس ماہی گیر کی باتیں سن کر منہ بنا کر بولا کہ کوئی عقلمند تمہاری اس بات پر کیسے یقین کر سکتا ہے کہ سورج آگ کا ایک گولا ہے جو ہر روز صبح پانی سے نکلتا ہے اور شام کو پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ تو سب جہالت کی باتیں ہیں ـــــ سورج تو ایک دیوتا ہے جو ہر روز سونے کی رتھ میں سوار ہو کر آسمان کی سیر کرتا ہے اور جب اسے گرہن لگتا ہے تو اصل میں اژدھے اسے نگل جاتے ہیں، پھر دریائے گنگا کے کنارے ہم ہندو جب دعا کرتے ہیں تو سورج دیوتا ان سانپوں کے منہ سے باہر آتا ہے۔ ایک اور ہندوستانی ملاح جو اپنے جہاز کے ساتھ وہاں لنگر انداز تھا اس نے اپنے ہم وطن ہندو سے کہا کہ بھائی یہ تمہاری کم علمی اور کم عقلی ہے کہ تم سمجھتے ہو سورج صرف ہندوؤں کا دیوتا ہے اور دنیا کے دوسرے حصوں کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے عربستان و افریقہ سے لیکر جاپان تک سفر کیا ہے، سب جگہ سورج نکلتا ہے اور روشنی اور گرمی بکھیرتا ہے۔ سورج تو جاپان سے طلوع ہوتا ہے اور جزیرۂ انگلستان کے مغرب میں ڈوب جاتا ہے، اسی لئے جاپان کو سورج کی سرزمین کہا جاتا ہے اور جو بات میں نے کہی ہے اس میں بالکل شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں، میرے اجداد نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ سورج جاپان سے نکلتا ہے اور انگلستان میں جا کر ڈوبتا ہے کیونکہ انہوں نے بھی سمندروں میں سفر کیا تھا ـــــ وہاں ایک انگریز ملاح بھی تھا، اس نے کہا کہ انگریزوں سے بہتر کوئی طلوع وغروب آفتاب کے مسئلہ سے آگاہ نہیں۔ نہ سورج کہیں سے نکلتا ہے اور نہ کہیں ڈوبتا ہے بلکہ یہ تو کولھو کے بیل کی طرح ہمیشہ زمین کے گرد گھومتا رہتا ہے اور میری اس بات کا اس سے بہتر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میں اس جہاز کے ساتھ ساری دنیا کا چکر لگا چکا ہوں، جہاں میں گیا ہوں وہاں سورج تھا ـــــ ہمارے جہاز کا کپتان ایک پڑھا لکھا اور سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ سب کی باتیں سنیں لیکن افسوس آپ سب لوگ غلطی پر ہیں۔ سورج کہیں نہیں گھومتا، نہ کسی جزیرہ کے گرد، نہ پہاڑ کے گرد، نہ سمندر کے گرد، نہ زمین کے گرد بلکہ زمین خود سورج کے گرد گھومتی ہے اور اپنے محور پر بھی گھومتی ہے، اسے اس گردش میں تقریباً ۲۴ گھنٹے لگتے ہیں اور زمین کے تمام ممالک جاپان سے لے کر امریکہ، انگلستان، افریقہ، ایشیا اور چین تک غرض

Marfat.com

دنیا کے سارے حصے سورج کے سامنے سے گزرتے ہیں، سو روشنی حاصل کرتے ہیں ____ سورج کا تعلق کسی پہاڑ یا سمندر یا ملک یا جزیرے سے نہیں بلکہ کرۂ زمین سے بھی نہیں۔ سورج تو ایک بہت بڑے عالم کا ایک مرکز ہے۔ سورج کے گرد بہت سے سیارے گھومتے ہیں، جو زمین سے بھی بہت بڑے ہیں جیسے زحل، مریخ وغیرہ ____ کپتان کی باتیں سن کر سب سننے والے حیرت میں آگئے اور ہر ایک کو اپنی جہالت کا احساس ہو گیا ____ صوفی صاحب کی گفتگو جب اس مقام پر پہنچی تو انہوں نے پہلے چائے کی پیالی سے دو گھونٹ پئے اور پھر حاضرین سے کہا کہ خدا اور مذہب کا مسئلہ بھی سورج کے مسئلہ کی طرح ہے۔ ہر مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ خدا صرف اس کا خدا ہے اور فقط اس کے چھوٹے سے عبادت خانے میں وہ خدا ____ جس کی ذات لامحدود ہے، جو بے مثل ہے، یگانہ و یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جو ہر شے کا خالق ہے، پالن ہار ہے ____ موجود ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کائنات خداوند قدوس کی عبادت گاہ ہے، ستارے، سیارے، پہاڑ، دریا، چرند، پرند، درند غرض زمین و آسمان میں ہر چیز، ہر وقت اس کی تسبیح میں مصروف ہے ____ انسانوں کے لیے سب سے بڑی عبادت خدمتِ خلق ہے، سب سے بڑی نیکی انسان دوستی ہے، سب سے بڑی قربانی نفس کی قربانی ہے، دوسروں سے درگزر کرنا، دوسروں سے محبت و شفقت سے پیش آنا، دوسروں کے لئے باعثِ رحمت بننا تمام عبادات کی روح ہے ____ غیر مذہب والوں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے، یہاں تک کہ بت پرستوں، منکرین خدا اور کافروں کو بھی خوار و ذلیل نہیں جاننا چاہیے بلکہ انہیں محبت و شفقت سے حق کی راہ دکھانی چاہیے۔ خدا صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ وہ سارے انسانوں کا خدا ہے، ذرے سے آسمان تک ہر چیز خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کے تصرف میں ہے۔ ہم اس اندھے حکیم کی روش اختیار نہ کریں کہ جو یہ چاہتا تھا کہ سورج کی ساری روشنی اپنے تصرف میں لے آئے اور آخر کار اس کوشش میں کلی طور پر اندھا ہو گیا تھا اور راہ چلنے کے لئے ایک چراغ اور ایک حبشی خادم کا محتاج بنا دیا گیا تھا ____ لایری اللہ الا اللہ ولا یعرف اللہ الا اللہ (اللہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اللہ کو اللہ کے سوا کوئی پہچان نہیں سکتا" ____ صوفی صاف دل نے اس سوز دلی کے ساتھ اور دلنشین انداز میں بات کی کہ ان کی بات سارے حاضرین کے دل میں اتر گئی۔ اپنے اپنے عقیدے کو سچ ثابت کرنے کیلئے جو لوگ جھگڑ رہے تھے سب نے کھلے دل سے اپنی غلطی اور جہالت کا اعتراف کیا، سب نے عہد کیا کہ عقیدے اور مذہب کے معاملے میں تنگ نظری، ہٹ دھرمی اور خود بینی کو چھوڑ کر امن و سلامتی اور انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کو اپناتے ہوئے حق شناسی، انسان دوستی اور رواداری کا رویہ اختیار کریں گے، عرفانِ حق حاصل کرنے کے لئے فکر و وجدان کو کام میں

Marfat.com

لائیں گے، اور عقیدے یا مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی دوسروں سے جھگڑا یا لڑائی نہیں کریں گے۔ ۱۳۸

یہ تمثیلی قصہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ اگر مذہب کے معاملے میں رواداری اور غور و فکر کی بجائے خود بینی، تکبر اور تعصب سے کام لیا جائے تو مذہب یا دین جو انسان دوستی اور امن و سلامتی کے لیے آیا تھا انسان کشی اور خونریزی کا نشان بن جاتا ہے ـــــــ خدا پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مضبوط و توانا شخصیت کا مالک نہیں بن سکتا، خدا پر پختہ ایمان انسان میں آخرت کی امید، اپنی ذات پر اعتماد اور ایثار کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ مومن اپنی موت سے نہیں ڈرتا، عزیزوں کی موت پر صبر کرتا ہے، ہر آفت و مصیبت کو رضائے الٰہی سمجھ کر خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے، مصیبت یا ضرورت کے وقت دوسروں کا مددگار، اخوت اسلامی اور انسان دوستی کا علمبردار ہوتا ہے۔ یوں وہ ایک توانا اور مستحکم شخصیت کا مالک اور معاشرہ کا مفید فرد ہوتا ہے۔

اسلام رسومات پر مبنی مذہب نہیں حقائقِ حیات پر مبنی دین ہے، اسی لئے دینِ کامل کہلاتا ہے، اسی حوالے سے قرآن کہتا ہے ـــــــ کمال نیکی، اس میں نہیں کہ تم اپنا منہ (نماز یا عبادت میں) مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف یعنی چند رسومات ادا کرو بلکہ حقیقی کمال نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، قرآن پر اور نبیوں پر ایمان و یقین رکھتا ہو۔ اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور نادار مسافروں، حاجتمندوں اور انسانوں کو دوسروں کی غلامی سے آزادی دلانے کیلئے خرچ کرے (اس کے ساتھ ہی) نماز کی پابندی رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو ـــــــ وہ لوگ جو وعدہ کرنے کے بعد اپنے وعدوں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، تنگ دستی، بیماری اور جہاد میں استقامت اور استقلال و صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، ایسے لوگ درحقیقت صادق کامل بھی ہیں، اور سچے متقی اور نیکوکار بھی (سورہ ۲، آیت ۱۷۷)۔

اس آیت بالا کی روشنی میں اسلام ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ آخرت پر یقین کے عقیدے کو ضروری سمجھتا ہے کہ یہ عقیدہ انسان میں فرائض کا احساس اور جواب دہی کا شعور پیدا کرتا ہے، ملائکہ پر ایمان اسلئے ضروری ہے کہ یہ عقیدہ یعنی ملائکہ پر ایمان درحقیقت اصول کائنات، طبعی اور سائنسی نظریات کے علم کے حصول کی اہمیت کا ادراک بھی ہے ـــــــ کیونکہ کچھ اہل نظر ملائکہ سے کائنات کے طبعی اور سائنسی اصول مراد لیتے ہیں ـــــــ آسمانی کتب اور نبیوں پر ایمان و یقین اس بات کا شعور جگاتا ہے کہ آسمانی کتابوں اور نبیوں نے خدا کی وحدانیت اور وحدت انسانی یا انسانیت کا درس دیا ہے، آسمانی کتابوں میں یہ درس علمی طور پر ہے اور نبیوں نے یہ درس عملی طور پر دیا ہے سو تمام مذاہب کے ساتھ رواداری برتنا شعار اسلامی ہے ـــــــ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ صلوٰۃ کا قائم کرنا عبادت الٰہی

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ مساواتِ انسانی کا درس بھی دیتا ہے کہ جب مومنین ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی معبود کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں تو وہ اپنی ظاہری ہیئت سے دنیائے انسانیت کو اخوت و مساوات کا پیغام دیتے ہیں۔ زکوٰۃ عبادت مالی ہے جس طرح صلوٰۃ عبادت بدنی ہے یوں اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے کہ مومن صادق کی جان اور اس کا مال سب کچھ اللہ کیلئے ہے ــــــ مومن کی شخصیت کا ایک پہلو یہ تھا جو ایمان، عقیدہ اور عبادت و ایثار سے عبارت ہے ــــــ دوسرا پہلو معاشرے کے افراد سے اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر اسکا رویہ ہے، اس حقیقت کو قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا کہ جب وہ عہد کرتا ہے تو پورا کرتا ہے یعنی جب وہ کسی فرد سے یا معاشرے سے انفرادی یا اجتماعی طور پر وعدہ کرتا ہے تو وہ اپنے اس عہد کو پورا کرتا ہے، یوں مومن اپنے قول و قدم کا سچا ہوتا ہے۔ مومن کی شخصیت کا تیسرا پہلو خود اپنی ذات کے ساتھ اس کے رویہ سے متعلق ہے: تین مواقع ایسے ہیں کہ جب انسان کی شخصیت کے کمزور یا مستحکم ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تنگدستی میں، بیماری میں اور حق و باطل کی جنگ میں کمزور شخصیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے، لیکن ان تین حالات میں اگر مومن استقامت، استقلال و صبر سے ان کا مقابلہ کرے تو ایک مضبوط اور توانا شخصیت بن کر ابھرتا ہے جسے قرآن پاک صادق کامل اور سچا متقی کہتا ہے ــــــ ہر شخص اپنی اغراض و مفادات کا غلام ہے لیکن خدا پر ایمان صادق رکھنے والا خدا کا بندہ صرف خدا کا غلام ہوتا ہے اور ہر قسم کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کے خوف سے آزاد ہو کر صرف خدا کا خوف دل میں رکھتا ہے اور خدا کا خوف اسے اخلاق، انسانیت اور اعتدال کے دائرے میں لے آتا ہے۔

اسلام مذہبی تعصب اور تنگ نظری کو قبول نہیں کرتا بلکہ مذہبی معاملات میں رواداری، کشادہ نظری اور کشادہ دلی کا داعی ہے یہ آیات: **لاکراہ فی الدین** (سورہ ۲، آیت ۲۵۶) (یعنی دین میں جبر نہیں)، **لکم دینکم ولی دین** (سورہ ۱۰۹، آیت ۶) (تمہارا دین تمہارے لئے ہے اور میرا دین میرے لئے ہے) اس پر شاہد ہیں۔ اسلام انسان دوستی کی دعوت دیتا ہے، اسلام کی نظر میں سارے انسان بھائی بھائی ہیں کہ سب آدم کی اولاد ہیں، عیال اللہ ہیں، سب اللہ کے دامن ربوبیت میں پل رہے ہیں، سب اس خدا کے بندے ہیں جو رحمٰن و رحیم ہے ــــــ خدا کی رحیمیت صفتِ خاص ہے جو اہل حق کے لئے مخصوص ہے اور خدا کی رحمانیت صفتِ عام ہے جو تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام مخلوقات کے لئے ہے۔ خدا کی صفتِ رحمانیت میں مسلمان، کافر، مشرک اور ملحد سب شریک ہیں یوں خدا کی صفتِ رحمانیت تمام اہل ایمان کو انسان دوستی کا سبق دیتی ہے، اور خدا کی صفت رحیمیت اہلِ ایمان کو اہلِ حق اور اہلِ باطل یعنی اہلِ خیر اور اہلِ ظلم میں تفریق

Marfat.com

قائم رکھنے کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسلام نے قومی تفاخر، لسانی تعصب اور نسلی تفریق کو مٹا کر حق پرستوں اور باطل پرستوں یعنی اہل حق اور اہل باطل یعنی اہل خیر اور اہل ظلم کی تفریق قائم رکھی ہے اور یہی تو اصل انسانیت ہے۔ یہی اسلام کا مفہوم ہے، مقصود ہے، اس لئے اسلام ان سب انسانوں کے دلوں کو مطلوب ہے جو صاحب قلب سلیم ہیں کہ اسلام درحقیقت بنی نوع انسان کے دل کی آواز ہے، اس کے ضمیر کی پکار ہے، اسلام بظاہر تو ایک دین ہے لیکن معنوی طور پر تمام تر حکمت و صداقت اور اخلاق حسنہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز صبح کے لئے مسجد رسولؐ میں جا رہے تھے کہ راہ میں آگے آگے ایک یہودی بوڑھا جا رہا تھا، آپ کے حسن اخلاق نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ اس بوڑھے سے آگے نکل جائیں، آپ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے، جب مسجد میں پہنچے تو حضرت رسول اکرمؐ رکوع میں جا چکے تھے۔ اسی وقت حکمِ خداوندی سے حضرت جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے حضرت رسولؐ کی پیٹھ مبارک پر ہاتھ رکھا کہ تھوڑی دیر توقف کریں تاکہ حضرت علیؓ پہلی رکعت کے ثواب سے محروم نہ رہ جائیں۔

کلمہ **لا الہ الا اللہ** ماسوائے حق ہر شے کا انکار ہے۔ اس انکار میں انسان ہی کا فائدہ ہے کہ یہ انکار اسے دنیا کے تمام خداؤں اور آقاؤں سے آزادی عطا کرتا ہے اور اپنی ذات پر اعتماد بخشتا ہے۔ خدا کے علاوہ ہم نے ذہنوں اور دلوں میں اور بھی خدا یا بت بسائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہم موحد و مومن ہونے کے باوجود ان خداؤں اور بتوں کی پرستش کسی نہ کسی رنگ میں کرتے ہیں۔ نفس کے سب سے بڑے بت کے بعد یہ بت دولت و اقتدار کے بھی ہیں، خاندانی وقار کے بھی، رسم و رواج کے بھی، وطن و زبان کے بھی، تصورات و تعصبات و توہمات کے بھی اور بے جا عقیدتوں کے بھی، اسلام نے ان تمام بتوں، خداؤں کو "**ضعف الطالب والمطلوب**" (سورہ۲۲، آیت۷۳) کہہ کر پاش پاش کر دیا۔ سچا مسلمان کسی خاندانی وقار یا قومی یا وطنی تعصب کا قائل نہیں ہوتا، اسکی نظر میں سب سے محترم اور باوقار وہ شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، انسان دوست ہو، وہ رسم و رواج، زبان و وطن، نظریات و تصورات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، ہر رسم، ہر رواج، ہر نظریہ اور ہر تصور اسی حد تک قابل قبول ہے، جس حد تک وہ قرآن و سنت سے متصادم نہیں اور انسانیت کے اصولوں کے خلاف نہیں۔ وہ بڑے سے بڑے صاحب دولت و اقتدار کو بھی خاطر میں نہیں لاتا، بے دھڑک اس کے سامنے حق بات کہہ دیتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حق بات کے کہنے میں معاشرے کا عمومی مفاد ہے۔ سچے دل سے **لا الہ الا اللہ** کہنے والے فقرا بڑے سے بڑے حکمران کے دبدبہ سے نہیں دبے بلکہ انہوں نے بڑے بڑے جہاں پناہوں کے بے پناہ جلال و جبر کے باوجود ان کے منہ پر حق بات جان کی پروا کئے بغیر کہی ہے،

Marfat.com

تاریخ میں ان کی حق گوئی و بے باکی کی بہت سی تابندہ مثالیں موجود ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ ایک بار مہدی کے دربار میں گئے اور عام معمول کے مطابق سلام کیا۔ دربار کے آداب کے مطابق سلام نہیں کیا۔ خلیفہ مہدی نے حضرت سفیانؒ سے کہا کہ تم ہماری پکڑ سے بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تم ہماری پکڑ سے بچ جاؤ گے۔ اب تم ہماری دسترس میں ہو، کیا اب تمہارے بارے میں ہم جو چاہیں حکم نہیں دے سکتے؟ حضرت سفیانؒ نے فرمایا ''ہاں! میں تمہاری دسترس میں ہوں۔ تم جو چاہو میرے بارے میں حکم دے سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ جو تم پر دسترس رکھتا ہے وہ بھی تمہارے بارے میں جو حکم چاہے دے سکتا ہے''۔ مہدی یہ سن کر لاجواب ہو گیا ۱۳۹ھ اموی خلیفہ ہشام مدینے گیا، لوگوں سے کہا کہ کسی صحابی کو میرے پاس لے کر آؤ۔ لوگوں نے کہا کہ تمام صحابہ وفات پا چکے ہیں۔ اس نے کہا کہ کسی تابعی کو لے آؤ۔ لوگ حضرت طاؤس یمانیؒ کو اس کے پاس لے کر آئے، جب وہ دربار میں آئے تو مسند کے ساتھ انہوں نے اپنے جوتے اتارے اور کہا اے ہشام السلام علیکم تمہارا کیا حال ہے؟ ہشام کو غصہ آ گیا اور ارادہ کیا کہ انہیں قتل کر دے، لوگوں نے کہا کہ یہ حرم رسولؐ ہے اور حضرت طاؤسؒ وقت کے بڑے عالم ہیں، تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہشام نے حضرت طاؤسؒ سے کہا اے طاؤسؒ تم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا کیا؟ ہشام کو یہ سن کر اور زیادہ غصہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ تم نے خلاف ادب چار باتیں کیں، ایک یہ کہ میری مسند کے قریب جوتے اتارے، یہ بات دربار کے آداب کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ مجھے تم نے امیر المومنین نہیں کہا، تیسرے یہ کہ مجھے میرا نام لے کر پکارا، چوتھے یہ کہ میرے سامنے بغیر میری اجازت کے بیٹھ گئے اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے تمہارے سامنے جوتے اتارے ہیں لیکن میں تو ہر روز پانچ بار اس رب العزت کے سامنے جو سب کا مالک ہے جوتے اتارتا ہوں، وہ تو مجھ پر غصے نہیں ہوتا اور یہ کہ میں نے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا امیر المومنین ہونا متنازعہ فیہ ہے، سب لوگ تمہیں امیر المومنین نہیں مانتے، اس لئے میں نے پسند نہیں کیا کہ میں جھوٹ بولوں اور یہ کہ میں نے تمہیں نام سے پکارا، کنیت سے نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ میاں نے قرآن پاک میں اپنے دوستوں کو نام سے پکارا ہے جیسے یا یحییٰ، یا داؤدؑ اور اپنے دشمن کو کنیت سے جیسے تبت یدا ابی لھب اور یہ کہ میں نے تمہارے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا تو حضرت علیؓ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز نہیں سوائے بیوی کے ہاتھ کو محبت سے اور اپنے بچوں کے ہاتھ کو شفقت سے۔ ہشام کو حضرت طاؤسؒ کی باتیں اچھی لگیں، اس نے کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا کہ حضرت علیؓ سے میں نے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ ہیں جو اس حاکم کے منتظر ہیں

Marfat.com

جو اپنے عوام کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ یہ کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

ایک اہل اللہ شیخ عبداللہ نیازیؒ سلیم شاہ سوری کے طلب کرنے پر لشکر شاہی کے ہمراہ پہنچے تو سلیم شاہ سوری کوچ کے لیے تیار کھڑا تھا۔ شیخ عبداللہؒ جب سامنے پہنچے تو بے باکانہ گردن اٹھائے جا کھڑے ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ ایک مرید نے جو انہیں شاہی غضب سے بچانا چاہتا تھا ان کی گردن پکڑ کر جھکا دی اور کہا بادشاہوں کو یوں نہیں یوں سلام کرتے ہیں۔ اس پر شیخ نے گرج کر کہا وہ سلام کا طریقہ جو سنت کے مطابق ہے اور جس طرح صحابہ اللہ کے رسولؐ کے سامنے السلام علیکم کہا کرتے تھے وہ یہی ہے۔ اس کے سوا میں اور کوئی سلام کا طریقہ نہیں جانتا۔ سلیم شاہ نے غضب ناک ہو کر اشارہ کیا اور لشکریوں نے شیخ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ شیخ نے سر کٹا دیا لیکن سر نہیں جھکایا ______ ایک بار سلطان سنجر بن ملک شاہ نے امام غزالیؒ کو دربار میں بلایا، جب آپ تشریف لے گئے تو دربار کی شان دیکھ کر آپ کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا، امام غزالیؒ کے ہمراہ ایک حافظ قرآن بھی تھے۔ امام نے ان سے کہا کہ کوئی آیت قرآن پڑھو، انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ الیس اللہ بکافٍ عبدہ (سورہ ۳۹، آیت ۳۶) (کیا اپنے بندے کے لئے اللہ تعالی کافی نہیں) یہ آیت سن کر آپ کے دل کو تقویت ہوئی اور طبیعت سنبھل گئی، پھر سلطان کو خطاب کر کے تقریر کی اور کہا طوس کے لوگ ظلم اور بدانتظامی سے تباہ تھے، اب سردی اور قحط سے اور بھی برباد ہو گئے، ان پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کرے گا۔ افسوس کہ مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زرین سے جھکی جاتی ہیں۔ ۱۴۰

لا الہ الا اللہ کہنے والا سچا مسلمان خدا کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔ ظالم مسلمان ہو یا کافر، ظالم سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ کسی بڑے سے بڑے ظالم کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں ڈرتا ______ لیکن یہ باتیں علمی سطح پر تو صحیح ہیں البتہ آج عملی دنیا میں جو حال مسلمانوں کا ہے وہ سب ہی جانتے ہیں۔ ایک درویش دوراں کا یہ قول ہمارے زمانے کے مسلمانوں کی صحیح تصویر کشی کرتا ہے کہ ''مسلمان قبروں میں ہیں اور مسلمانی کتابوں میں ہے'' ______

کتابوں اور تصور خدا کے حوالے سے یہ بھی ہے کہ صرف قلم کی روشنائی اور کتابوں کے صفحات میں خداوند قدوس کو تلاش کرنا عبث ہے، اس کے ساتھ روشنی قلب اور صفائی روح بھی ہو تو بات بن سکتی ہے ______ اور ہاں کتابوں اور تصور خدا کے حوالے ہی سے قرآن کا یہ فرمان بھی ہے جو خداوند قدوس کی بے انتہا عظمت و شان اور انسان کے بے حد عجز بیان کا مظہر ہے۔

Marfat.com

"وَلَو اَنَّ مَافِی الاَرضِ مِن شَجَرَۃٍ اَقلَامٌ وَّ البَحرُ یَمُدُّہ مِن بَعدِہ سَبعَۃُ اَبحُرٍ مَّانَفِدَت کَلِمٰتُ اللّٰہِ ط" "زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی" (سورہ ۳۱، آیت ۲۷ و نیز ر۔ف۔ سورہ ۱۸، آیت ۱۰۹) ______ اور اسی سلسلے میں یہ بھی تو حقیقت ہے کہ صرف خدا کی ذات وحدہ، لاشریک لہ، ہی قابل حمد و ستائش ہے، موجود ہے اور حقیقت ہے۔ باقی ہر شے صوفیہ کی نظر میں ایک وہم ہے، خیال ہے۔ اسی لیے ابن عربیؒ نے کہا تھا۔

لاآدم فی الکون ولا ابلیس   لاملک سلیمان ولابلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنی   یامن ھو للقلوب مقناطیس

کائنات میں نہ انسان ہے نہ ابلیس ہے، نہ ملک سلیمان ہے نہ بلقیس ہے، کائنات کی ساری اشیا عبارات والفاظ ہیں اور ان کے معنی اے خداوند اقدس صرف تو ہی ہے، جو ہمارے قلوب میں بستا ہے اور ہمارے دلوں کے لئے مقناطیس کی طرح پرکشش ہے ____ اور ہاں اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا کے سوا کچھ موجود نہیں، انسان اور ابلیس کا وجود بھی کچھ نہیں لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ یہ دونوں (انسان اور ابلیس) کچھ نہ ہونے کے باوجود بہت کچھ ہیں، ان کے وجود سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ پُر اسرار حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ انسان اور ابلیس کے بغیر خدا کا تصور قابل فہم نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

باب: ۳ تصورِ ابلیس اور صوفیہ

ابلیس یا شیطان کا تصور ادیان میں بھی ہے، ادبیات میں بھی اور تصوف میں بھی، البتہ صوفیہ نے اس تصور میں جو رنگ بھرا ہے وہ بہت حیرت افزا، فکر انگیز اور دلچسپ ہے۔ ادبیات میں یہ تصور بہت حد تک صوفیہ کے تصور ابلیس ہی کے زیرِ اثر وجود میں آیا ہے اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ تمام ادیان اور مذاہب کے مقابلے میں ابلیس یا شیطان کی شخصیت کا تصور اسلام میں سب سے زیادہ واضح طور پر موجود ہے اور صوفیہ میں حسین بن منصور حلاجؒ نے سب سے پہلے ابلیس کے تصور کو بالکل نئے اور تیکھے انداز میں پیش کیا تھا، اس کے بعد ادبیات میں ملٹن، گوئٹے، علامہ اقبال اور اکثر صوفیہ نے ابلیس کی شخصیت کے نقش کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ بہت حد تک حلاجؒ ہی کے تصورات کا عکس لئے ہوئے ہے۔

لفظِ ابلیس ''بلس'' یا ''ابلاس''[۱] سے مشتق ہے جس کے معنی ''یاس'' یا'' نا امیدی'' کے ہیں۔ قرآن پاک میں ابلیس سے مراد ایک زندہ، باشعور، مکلّف، نامرئی (نظر نہ آنے والا) اور فریب کار شخص یا وجود ہے جس نے حکمِ خداوندی سے سرتابی کی، آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور جس کے نتیجہ میں راندۂ درگاہ حق ہوا اور لعنت و عذاب ابدی کا مستحق بنا ____ حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ ابلیس کا اصلی نام حارث تھا، ابلیس کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ وہ رحمتِ حق سے مایوس ہو گیا تھا۔ ابلیس کو ''شیطان'' بھی کہا جاتا ہے، شیطان کا لفظ ''شطن''[۲] سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خیر و صلاح سے دور ہونا۔ بعض کا خیال ہے کہ شیطان کا لفظ ''شاط'' سے مشتق ہے۔ اور حرف ''ن'' زائد ہے اور شاط کے معنی جھوٹ کے ہیں، سو شیطان کے معنی باطل کے ہوئے، بعض محققین کہتے ہیں شاط کے معنی ہلاکت یا شدت غضب کے ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ ابلیس و شیطان دونوں ہی لفظ عربی الاصل نہیں بلکہ عجمی ہیں۔ بعض مستشرقین نے لفظِ ابلیس کو یونانی لفظ ''دیابولوس'' Diabolos کا معرّب کہا ہے، جس کے معنی فتنہ پرور یا غیبت کرنے والے کے ہیں۔[۳]

تصورِ ابلیس یا نظریۂ قوتِ شر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں بھی موجود ہے، ہندو مذہب میں ''راون'' کو اور زرتشتی مذہب میں ''اہرمن'' کو شر مطلق کا مظہر سمجھا جاتا ہے، گویا اہرمن قدیم ایران کا ابلیس یا شیطان ہے، فردوسی نے بھی شاہنامہ کے مندرجہ ذیل شعر میں اہرمن کے لئے ابلیس کا لفظ استعمال کیا ہے:

شنیدی ھمانا کہ کاؤس شاہ   بہ فرمانِ ابلیس گم کرد راہ[۴]

ایران کے مانی اور زروانی مذاہب میں بھی ''اہرمن'' ایک شر کی قوت کے طور پر موجود ہے جو گویا ابلیس یا شیطان ہے۔ زروانی مذہب جو ایران میں رائج رہا ہے اس میں خدا صرف ایک ہے اور وہ زمانہ ہے

Marfat.com

جسے وہ زروان اکران یعنی زمان بیکران کہتے ہیں جو ازل و ابد پر محیط ہے۔ زروان اور اہرمن (شیطان) کے بارے میں ایک دلچسپ اسطورہ (داستان) ہے جو یوں ہے:

کائنات کے آغاز میں کوئی چیز نہیں تھی، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، صرف زروان نامی ایک وجود تھا۔ زروان چاہتا تھا کہ اس کے بیٹا پیدا ہو، اس کے بعد وہ آسمان و زمین اور جو کچھ کائنات میں ہے پیدا کرے۔ اس نے بہت سا صدقہ دیا، ایک ہزار سال تک وہ صدقات دیتا رہا، جب اس کے بچہ پیدا نہ ہوا تو اسے اپنی قربانیوں یا صدقات کے موثر ہونے میں شک لاحق ہو گیا۔ جب وہ اس خیال میں محو تھا تو اس کے پیٹ میں ہرمزد اور اہرمن پیدا ہو گئے۔ ہرمزد اس کے صدقات کے نتیجہ میں اور اہرمن اس کے شک کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔ جب زروان کو اپنے حمل سے آگاہی ہوئی تو اس نے دل میں کہا کہ ان دونوں بیٹوں میں سے جو پہلے آئے گا میں اس کو دنیا کی بادشاہی دوں گا۔ ہرمزد جسے ہر چیز کا علم تھا گویا وہ علیم تھا اس نے اپنے بھائی اہرمن کو اپنے باپ کے خیال سے آگاہ کر دیا۔ اہرمن مکار اور بد طینت تھا وہ پیش دستی کر کے باپ کے پیٹ کو چیر کر باہر آ گیا۔ زروان نے جب اسے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا بیٹا اہرمن ہوں۔ زروان نے کہا میرا بیٹا تو چاند جیسا چمکدار چہرہ اور گلاب کے پھول کی طرح خوشبو رکھتا ہے تو کالا کلوٹا اور بدبو والا ہے۔ اسی اثنا میں ہرمزد نے بھی اپنے نورانی پیکر اور دلپذیر خوشبو کے ساتھ ولادت پائی اور باپ کے سامنے پیش ہو گیا، جونہی زروان نے اسے دیکھا تو وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ وہی بیٹا ہے جس کے لیے اس نے صدقات دیئے تھے۔ اس نے پیار کیا، اس کی تعریف و تعظیم کی۔ اسی وقت اہرمن بھی زروان کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ ابا جان آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہو گا اور آپ کے حضور میں آئے گا اسے دنیا کی بادشاہی ملے گی۔ اپنا وعدہ پورا کیجیے۔ زروان یہ سن کر لاجواب ہو گیا اور بولا اچھا اے پلید میں تجھے نو ہزار سال کے لئے دنیا کی بادشاہی عطا کرتا ہوں، اس کے بعد ہرمزد سارے جہان پر اور تجھ پر ہمیشہ حکمرانی کرے گا۔

یونانی اساطیر میں پرومیتھیس (Prometheus) جو آگ کا دیوتا ہے اور انسانی ذہانت کا مظہر ہے، اسے شیطان بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ اسطورہ یا داستان ہے:

پرومیتھیس نے گائے کے گوشت کی بجائے گائے کی ہڈیاں زیوس (Zeus) دیوتا کو پیش کیں، آسمان سے آگ چرا کر انسان کو دیدی تو زیوس (Zeus) دیوتا اس کا دشمن ہو گیا۔ زیوس نے پنڈورا کو مصائب و آلام سے بھرے صندوقچے کے ساتھ اس کے پاس بھیجا لیکن وہ ذہانت و فراست سے زیوس کی مکاری کو سمجھ گیا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد زیوس نے پرومیتھیس کو ہفستوس کے توسط سے قفقاز پہاڑ کی ایک

Marfat.com

چٹان پر قید کر کے اسے یوں ابدی اذیت میں مبتلا کر دیا کہ ایک کرگس (گدھ) اس کے جگر کو اپنی چونچ سے کاٹتا اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا اور اسے مار ڈالتا پھر وہ دوبارہ زندہ ہوتا، دوبارہ اسی تکلیف و اذیت میں مبتلا ہو جاتا۔ آخر کار ہرکلس کے ہاتھوں گدھ مارا جاتا ہے اور پرومیتھیس آزاد ہوتا ہے اور زیوس دیوتا بھی پرومیتھیس کو معافی دے دیتا ہے۔ وہ آگ جو پرومیتھیس نے انسان کو عطا کی تھی دراصل اس سے مراد دانش و عقل ہے۔ ۵

یہودی اور عیسائی مذاہب میں شیطان یا ابلیس کا تصور:

تورات کی کتاب (Job) میں ایک مکالمہ ہے جو خداوند تعالیٰ اور شیطان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے شیطان دنیا میں کسی کو ایوبؑ کی طرح خدا ترس اور فرمانبردار دیکھا ہے؟ شیطان نے جواب میں کہا ایوبؑ کیوں نہ اطاعت گزار ہو کہ تو نے اسے مال دولت اور بیوی بچے دیئے ہیں، یہ چیزیں اس سے لے لے پھر دیکھ کہ وہ تیری اطاعت کرتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ان مصائب و آلام کا ذکر ہے جو ایوبؑ پر آئیں اور ان مصائب میں ان کے صبر و استقامت کا ذکر ہے۔

''عہد نامۂ جدید'' کی کتاب ''متی'' باب چہارم میں بھی شیطان کا ذکر ہے، شیطان کوشش کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، فریب دے لیکن وہ ناکام رہتا ہے۔ انجیل ''لوقا'' میں بھی شیطان کا ذکر ہے جسے برق آسمانی سے تشبیہ دی گئی۔ (انجیل لوقا، باب دہم آیت ۱۸)

تصورِ ابلیس قرآن میں:

قرآن پاک میں ابلیس کی سرکشی اور نافرمانی کا ذکر ان آیات میں ہے۔ سورہ ۲، آیت ۳۴، سورہ ۱۵، آیات ۳۰ تا ۴۲، سورہ ۱۷، آیات ۶۱ تا ۶۳، سورہ ۱۸، آیت ۵۰، سورہ ۲۰، آیت ۱۱۶، سورہ ۳۸، آیت ۷۴، لیکن سورہ ۷، آیات ۱۱ تا ۲۵ میں تفصیلاً یہ واقعہ درج ہے جو یوں ہے:

''اور ہم نے تمہاری تخلیق کی، تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو، سو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا، تجھے کس چیز نے اس سے (یعنی سجدہ کرنے سے) باز رکھا؟ جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس سے (آدمؑ سے) بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو (آدمؑ کو) آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا تو اُتر جا، تجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے، تو نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک (حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ (ابلیس) کہنے لگا بسبب اس کے کہ

Marfat.com

آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں ان کے لیے (یعنی انسانوں کے لیے) آپ کی سیدھی راہ پر (گھات) میں بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں (یعنی انسانوں میں) اکثر کو احسان ماننے والا نہیں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل، جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا ______ اور (ہم نے حکم دیا کہ) اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جس جگہ سے چاہو تم دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے پردے کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے کسی اور سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں، سو ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا، پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا تو دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا ''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ ''نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے سکونت اور سامان زیست ہے'' اور فرمایا کہ ''تمہیں وہیں جینا ہے اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے پھر تم کو نکالا جائے گا۔''

مندرجہ بالا واقعہ جو قرآن پاک میں ابلیس وآدمؑ کے سلسلے میں بیان ہوا ہے، اس کے حوالے سے مندرجہ ذیل نکات ایسے ہیں جو شعرا اور متصوفین کی توجہ کا مرکز بنے اور انہوں نے ان کے بارے میں نکتہ آفرینیاں کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اس نے انکار کیا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے کا سبب پوچھا، ابلیس نے کہا کہ میں آدمؑ سے برتر ہوں کہ آگ سے پیدا ہوا ہوں آدمؑ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی سے برتر ہے۔ (۳) اس نافرمانی کے نتیجہ میں ابلیس راندۂ درگاہ حق ہوا لیکن وہ شرمسار نہیں ہوا بلکہ اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مہلت دے تاکہ میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کروں جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے کہ تو نے پہلے ہی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں سجدہ نہ کروں۔ (۴) شیطان (ابلیس) نے آدمؑ وحواؑ کو

Marfat.com

فریب دیا اور شجرِ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کیا۔(۵) آدمؑ وحوّاؑ نے شجرِ ممنوعہ کھایا، پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

اس واقعۂ ابلیس وآدمؑ میں اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو حالانکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک وکفر ہے، مفسرین نے تین توجیہات کی ہیں:

(۱) یہ سجدہ اللہ کے لیے تھا اور آدمؑ محض قبلہ تھے، جیسا کہ مسلمان قبلہ کی طرف رخ کر کے کرتے ہیں لیکن حقیقت میں خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔(۲) سجدہ سے مراد انقیاد، انکسار واطاعت ہے نہ کہ عام سجدہ کرنا یعنی سجدہ استعاری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(۳) یہ سجدہ تعظیم وتکریم آدمؑ تھا، یہ بھی عبادت الٰہی کا ہی حصہ تھا کہ حکمِ الٰہی کی اطاعت بھی عبادت ہے۔

قرآنی آیات کے حوالے سے ابلیس اور شیطان میں ایک فرق بھی ہے، ابلیس ذاتی نام ہے اور ابلیس سے مراد ایک شخص ہے جو جنات میں سے تھا جس نے حکمِ حق سے سرتابی کی اور آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور شیطان صفاتی نام ہے جو ایک قوتِ شر ہے جو انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کرتی ہے اور انسان کو برے کاموں پر اکساتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے **فوسوس الیہ الشیطان** (سورہ۲۰، آیت ۱۲۰) کہ شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا۔ گویا ابلیس کی شخصیت کے دو پہلو ہیں: ایک تکبر کرنے والی اور ایک وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے والی۔ قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے روز شیطان لوگوں سے کہے گا کہ میں تم پر تسلط نہیں رکھتا تھا میں تو صرف تمہیں برے کاموں کی ترغیب دیتا تھا، تم اسے قبول کر لیتے تھے، تم مجھے ملامت نہ کرو اپنے نفس کو ملامت کرو۔ (سورہ۱۴، آیت۲۲) ــــــ ابلیس یا شیطان کو طاغوت بھی کہتے ہیں، طاغوت کے بارے میں حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو تجھے یادِ الٰہی سے غافل کردے(**کُل من شغلک عن مطالعة الحق فهو طاغوت**)، ابلیس کو عزازیل، خنّاس اور اہرمن بھی کہا جاتا ہے، اسے شیخ نجدی بھی کہتے ہیں یعنی نجدی بوڑھا بھی کہا جاتا ہے، ایسا تلمیحاً کہتے ہیں۔ ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ **حضرهم ابلیس فی صورة شیخ کبیر من اهل نجد** یعنی ان کے ہاں ابلیس ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں حاضر ہوا۔ شیطان یا ابلیس کو قوت وھمیہ بھی کہا جاتا ہے، سرسید احمد خان اسی خیال کے حامی تھے ــــــ مفسرین کا خیال ہے کہ ابلیس کا مکالمہ جو قرآن پاک میں کئی جگہ موجود ہے دراصل یہ مکالمہ نہیں تھا کیونکہ وہ تو مردودِ بارگاہ تھا بلکہ صرف ایک حقیقت اور حالت کے اظہار کو استعارتاً مکالمے کا رنگ دے دیا گیا ــــــ اسی طرح یہ بات کہ ابلیس تو جنت سے مردود ہو کر نکال دیا گیا تھا وہ آدمؑ وحوّاؑ کو کیسے بہکا سکتا تھا؟ اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے مفسرین نے متعدد جواب دیئے ہیں:

Marfat.com

(۱) سجدے سے انکار کرنے والا ابلیس تھا اور آدمؑ اور حوّاؑ کو ورغلانے والا شیطان تھا۔ (۲) اگر ورغلانے والا ابلیس ہی تھا تو یہ ورغلانا بذریعہ وسوسہ اندازی تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے (فوسوس لهما الشیطٰن) (سورہ ۷، آیت ۲۰) وسوسہ ڈالنے کے لئے ابلیس یا شیطان کا جنت میں جانا ضروری نہیں تھا۔ (۳) آدمؑ کی جنت تو جنتِ ارضی تھی جہاں ابلیس یا شیطان کا گزر ہو سکتا تھا، یہ جنت الماویٰ نہیں تھی جہاں شیطان کا داخلہ ممنوع تھا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شیطان کا لفظ سانپ کے معنی میں بھی قرآن کریم میں آیا ہے جیسا کہ سورہ ۳۷، آیت ۶۵ میں ہے: کانہ رؤس الشیاطین ـــــ یعنی گویا وہ سانپوں کے سر ہیں اور یہ بھی ہے کہ ''عہد نامہَ قدیم'' کی کتاب پیدائش کے تیسرے باب میں حضرت حوّاؑ کو سانپ بہکاتا ہے کہ ممنوعہ درخت کا پھل کھائیں، جبکہ قرآن میں ابلیس یا شیطان ہے جو حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے لیے بہکاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق:

۱۔ ابلیس یا شیطان خدا تعالیٰ کے فرمان کا مخالف ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ اِنّ الشیطان کان للرحمٰن عصیّا (سورہ ۱۹، آیت ۴۴)

۲۔ شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس حوالہ سے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی شیطان سے دشمنی رکھے ٥ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا٥ (سورہ ۳۵، آیت ۶)

۳۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ شیطان کی پیروی نہ کریں۔ چونکہ شیطان کے پیروکار بُرے اعمال کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

٥ یاایھاالذین امنوا لاتتبعوا ۰۰۰۰۰۰ بالفحشاء والمنکر٥ (سورہ ۲۴، آیت ۲۱)

صوفیہ کی نظر میں ابلیس نفس کی جہت جلالی و گمراہی کا مظہر ہے اور اسے انسان پر نفس ہی کے وسیلے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن گمراہ کرنے میں ابلیس کسی خاص روش کا پابند نہیں، اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ انسان معصیت میں مبتلا ہو جائے، اس کے برعکس نفس جو نہایت ضدّی اور ڈھیٹ ہے، جس لذت کی اسے چاٹ پڑ جاتی ہے وہ اس پر اڑا رہتا ہے اور انسان کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اس برائی میں ملوث کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ اس کی اصل خراب نہیں، اس لیے ہدایت کی ذرا سی تحریک اور ناکامیوں کی مسلسل ٹھوکروں سے اس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے، یہ وہ بات ہے جو ابلیس کو نصیب نہیں۔ اسی حوالے سے ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ تمام برائیاں نفس کی وجہ سے ہیں، اگر تم اُسے قتل نہیں کرو گے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا، اگر تم اسے مغلوب نہیں کرو گے تو وہ تمہیں مغلوب کر لے گا۔

Marfat.com

عزیز نسفیؒ کی نظر میں فطرت سے مرتبہ اول میں تین چیزیں وجود میں آئیں:

(۱) تعمیر و ترقی اور حکم برداری (۲) فساد و خرابی اور نافرمانی (۳) تکبر و خود بینی اور حکم عدولی

ان تینوں میں سے پہلے کو فرشتہ، دوسرے کو شیطان اور تیسرے کو ابلیس کہا جاتا ہے اور اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے جو اس کے ساتھ زندگی بھر رہتا ہے اور اسی حوالے سے رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ اسلم شیطانی علی یدی ______ عزیز نسفیؒ کہتے ہیں کہ عقل مسلمان ہے اور فرشتہ اور ابلیس ایک ہی قوت کے دو مظہر ہیں۔ اگر یہ قوت مسلمان عقل کی تابع ہو جائے تو اسے فرشتہ کہتے ہیں اور اگر یہ قوت مسلمان عقل کی فرمان بردار نہ ہو تو اس کا نام ابلیس ہے۔ شیطان و ابلیس میں یہ فرق ہے کہ شیطان طبیعت (جبلت) ہے اور ابلیس وہم ہے۔[۶] ______ مفسرین قرآن اور صوفیہ نے ابلیس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے حوالے سے کچھ واقعات بیان کئے ہیں جو یوں ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر روزی کماتا تھا، ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا تھا کہ اسے ابلیس ایک بوڑھے کی شکل میں ملا اور بولا کہ میاں تم عبادت کرو، لکڑیاں کاٹنا تمہارا کام نہیں یہ تو پیغمبروں کا کام ہے، عابد کو سخت غصہ آیا، ابلیس کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا، ابلیس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک اچھی بات بتاؤں گا۔ زاہد نے ابلیس کو چھوڑ دیا، ابلیس نے کہا تم درویش ہو تمہارا خرچہ برداشت کرنا لوگوں کا کام ہے، میں تمہیں ہر روز دو دینار دے دیا کرونگا، ایک دینار سے اپنا خرچہ چلاؤ، ایک دینار راہِ حق میں دو۔ عابد نے سوچا یہ سچ ہی کہتا ہے مجھے خدا سے لکڑیاں کاٹنے کا حکم تو نہیں ملا، میں پیغمبر بھی نہیں ہوں، پھر یہ ہے کہ ہر روز ایک دینار صدقہ بھی دے دیا کرونگا، چنانچہ عابد مان گیا۔ ہر روز دو دینار ملنے لگے، کچھ دنوں کے بعد ایک دن دینار نہیں ملے، عابد لکڑیاں کاٹنے جا رہا تھا، سامنے سے ابلیس مل گیا۔ ابلیس نے کہا کہ لکڑیاں کاٹنا تمہارا کام نہیں، عابد کو سخت غصہ آیا، ابلیس سے لڑ پڑا، ابلیس نے عابد کو زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ عابد نے پوچھا کہ پہلے میں نے تمہیں ہرا دیا تھا اب کی بار میں تم سے ہار گیا، کیوں؟ ابلیس نے کہا پہلے تم خدا کے لئے لڑتے تھے اب دینار کے لئے لڑتے ہو۔ پہلے تم میں خلوص تھا اب طمع ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی (طلسماتی انگوٹھی) جس سے وہ حکومت کرتے تھے ایک شیطان نے چرالی اور تختِ سلیمان پر بیٹھ کر بادشاہت کرنے لگا، اسرائیلیوں نے جنگ کر کے شیطان کو بھگا دیا، شیطان نے چپکے سے انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا۔ اتفاق سے حضرت سلیمانؑ کو مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی مل گئی اور انہوں نے انگوٹھی کے ساتھ ہی تختِ حکومت بھی پالیا۔

Marfat.com

برصیصا ایک یہودی زاہد تھا جسے شیطان نے ورغلایا اور اسے دیوانوں اور جنات کے سایہ والوں کا علاج سکھایا، ایک خوبصورت عورت کو جس پر جنوں کا سایہ تھا علاج کے لئے یہودی زاہد کے پاس بھیجا، زاہد اس پر عاشق ہو گیا، شیطان نے ورغلایا کہ اس عورت کے ساتھ گناہ کرلو بعد میں توبہ کرلینا کہ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ زاہد نے اس عورت سے گناہ کیا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی، زاہد نے گناہ چھپانے کے لئے شیطان کے مشورے سے اس عورت کو قتل کر دیا اور زاہد قتل کے مقدمہ میں پکڑا گیا اور پھانسی پائی۔

ابلیس نے حضرت ایوبؑ کی بیوی سے حضرت ایوبؑ کو بیماری سے شفا دینے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ وہ یہ کہہ دیں کہ شفا تو نے (ابلیس نے) دی ہے۔ حضرت ایوبؑ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے قسم کھائی تھی کہ صحت یاب ہو کر اپنی بیوی کو شیطان سے بات کرنے کی بنا پر سو تازیانے ماروں گا۔ صحت یاب ہو کر قسم پوری کرنا چاہی تو حضرت ایوبؑ کو خداوند تعالیٰ سے حکم ملا کہ اپنی بیوی کو پھولوں کا گلدستہ مارو جو سو تازیانوں کے برابر ہوگا، یوں تمہاری قسم پوری ہو جائے گی____ ابلیس کا تصور اسلامی ادبیات میں اور خاص طور پر صوفیہ کی تالیفات میں بہت زیادہ معنویت اور نکتہ آفرینی کے ساتھ موجود ہے۔

ابلیس کا تصور قدیم صوفیہ کی نظر میں:

ابوبکر واسطیؒ (وفات ۳۰۸ھ) نے فرمایا کہ "ابلیس سے مذہب سیکھنا چاہیے کہ اُس نے باطل کا راستہ اختیار کیا اور ساری دُنیا کی ملامت قبول کی پھر بھی اپنی راہ پر قائم رہا"

سہل تُستریؒ کے مرشد ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو دیکھا کہ سجدہ میں گریہ وزاری کر رہا ہے، میں نے پوچھا کہ سجدہ سے انکار اور خدا کی طرف سے پھٹکار کے بعد پھر یہ خدا کو سجدہ کرنا یا عبادت کرنا کیوں؟ اس نے کہا کہ اگر میں بندگی سے معزول ہو گیا ہوں، خداوند تعالیٰ تو خدائی سے معزول نہیں ہوا۔

سہل تستریؒ (وفات ۲۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو دیکھا تو پوچھا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا؟ اس نے کہا اے سہلؒ یہ بیہودہ باتیں چھوڑو! اگر تم اللہ میاں کے حضور میں کبھی پہنچو تو پوچھنا کہ اے خدا اس بے چارے ابلیس کو تو خود پسند نہیں کرتا تھا نافرمانی کا بہانہ اس کے سر پر کیوں تھوپا؟ یعنی فیصلہ تیرا اپنا تھا مجرم اس بیچارے کو ٹھہرا دیا۔

بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ میری ابلیس سے حرم کعبہ میں ملاقات ہوگئی، بڑی دانشورانہ باتیں کر رہا تھا، میں نے کہا کہ اس دانشوری کے باوجود خدا کے حکم سے سرتابی کیوں کی؟ اس نے کہا وہ ابتلا تھی، ارادہ نہیں تھا، میں نے کہا کہ تو مخالفتِ حق کر کے یہ روز بد دیکھ رہا ہے! اس نے کہا کہ مخالفت ضد کی ضد کے ساتھ ہوتی ہے

Marfat.com

یعنی دو مخالف (متقابل) چیزوں میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنی ضد یا مقابل نہیں رکھتا اور موافقت مثل کی مثل سے ہوتی یعنی دونوں ایک جیسی چیزوں میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنی مثل نہیں رکھتا، (لیس کمثله شئیٌ) یہ کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ ۸

ابوالقاسم گرگانیؒ (وفات ۴۵۰ھ) نے ابلیس کو خواجۂ خواجگان (یعنی سرداروں کا سردار) وسرورِ مہجوران (اہل فراق کا سردار) کہا ہے غزالی (وفات ۵۲۰ھ) ابلیس کی عاشقانہ بلند ہمتی کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب ''سوانح'' میں فرماتے ہیں کہ عشق بلند ہمت ہوتا ہے، وہ بلند ہمت معشوق ہی کو پسند کرتا ہے پس وہ محبوب جو دام وصال میں آ سکتا ہو وہ محبوب بننے کا مستحق نہیں۔ اسی موقع کے مطابق تھا کہ جب ابلیس سے کہا گیا و ان علیک لعنتی (سورہ ۳۸، آیت ۷۸)، تو ابلیس نے کہا، فبعزتک (سورہ ۳۸، آیت ۸۲) پس تیری عزت کی قسم یعنی میں تجھ سے اپنے لیے یہ عزت افزائی پسند کرتا ہوں۔ ۹

ابوالمعالی عبداللہ بن ابی بکر المیانجی ملقب بہ عین القضاۃ ہمدانیؒ (ولادت ۴۹۲ھ) اپنی کتاب ''تمہیدات'' میں ابلیس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ خدا نے اپنی صفتِ رحمانیت سے احمد رسول پاکؐ کو اور اپنی صفتِ جباریت سے ابلیسِ ملعون کو پیدا کیا۔ محمد ﷺ کی سعادت اور ابلیس کی شقاوت ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ سفیدی سیاہی کے بغیر پہچانی نہیں جا سکتی، آسمان کا وجود زمین کے بغیر ممکن نہیں۔ صفتِ رحمت حضرت احمد ﷺ کی غذا ہے اور صفتِ قہر وغضب ابلیس کی غذا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے نور سے ایمان پیدا ہوتا ہے اور ابلیس کے نور (نار) سے گمراہی وجود میں آتی ہے''۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ نے منصور حلاجؒ کی طرح ابلیس کی جوانمردی کی بڑی تعریف کی ہے۔ ۱۰

تذکرۃ الاولیا میں شیخ جنید بغدادیؒ (وفات ۲۹۷ھ) سے یوں نقل کیا گیا ہے کہ جنیدؒ نے ابلیس سے کہا ''اے ملعون! کس چیز نے تجھے سجدۂ آدمؑ سے روکا؟ اُس نے کہا، اے جنیدؒ کیا تمہاری عقل درست ہے، کیا میں غیرِ حق کو سجدہ کروں؟ جنیدؒ نے کہا، میں یہ سُن کر حیرت زدہ رہ گیا'' ــــــ ہاتف غیبی نے میرے دل میں ڈالا کہ اس سے کہو تو جھوٹ بکتا ہے، اگر تیرے دل میں فرماں برداری کا جذبہ ہوتا تو رب العزت کے فرمان سے تو سرتابی نہ کرتا اور اس طرح خدا کا قرب اور اس کی رضا تو حاصل کر لیتا، تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ ابلیس نے اس ندائے غیب کو سن لیا اور چلایا ''جنیدؒ تو نے مجھے جلا ڈالا''۔ ۱۱

تصورِ ابلیس حسین بن منصور حلاجؒ کی نظر میں:

حسین بن منصور حلاجؒ (مقتول ۳۰۹ھ) ادبیاتِ اسلامی میں پہلا شخص ہے جس نے ابلیس کی

Marfat.com

شخصیت کو ایک خاص اہمیت اور مقام و مرتبہ عطا کیا اور نہ صرف آدمؑ کو سجدہ کرنے سے ابلیس کے انکار کا دفاع کیا ہے بلکہ ابلیس یا شیطان کو عاشقِ صادق اور موحدِ کامل بلکہ مظلوم کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اپنی معروف تالیف ''کتاب الطواسین'' میں اسے موحدِ یکتا قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے چھٹے باب میں جس کا عنوان ''طاسین الازل والالتباس'' ہے حلاجؒ ابلیس کے بارے میں کہتا ہے کہ آسمان والوں میں ابلیس جیسا کوئی عابد اور موحد نہیں ہوا۔ (ماکان فی اھل السماء موحد مثل ابلیس) ـــــ جب وہ تفرید کے مقام پر پہنچا تو اُس پر لعنت بھیجی گئی اور جب اُس نے زیادہ (بڑے مقام) کی طلب کی یعنی فردانیت طلب کی تو اُسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔ جب خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ سجدہ کرو، تو اُس نے کہا کہ میں غیر کو سجدہ نہیں کروں گا، حکم حق ہوا کہ قیامت تک تجھ پر لعنت رہے گی، ابلیس نے جواب میں کہا ''لا غیر'' ابلیس نے کہا:

جحودی فیک تقدیس و عقلی فیک تھویس

وما آدم الاک ومن فی البین ابلیس

یعنی میرا انکار (سجدۂ آدمؑ سے) درحقیقت تیری تقدیس ہے اور میری عقل تیرے بارے میں ایک دیوانگی ہے، تیرے سوا آدمؑ کہاں ہے؟ اور ابلیس کون ہے کہ جو درمیان میں آئے؟

خداوند تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تو تکبّر کرتا ہے! ابلیس نے کہا، چونکہ کچھ دیر میں تیرے ساتھ رہا ہوں اس لیے مجھے تکبّر اور اپنی عظمت کا اظہار کرنا بجتا ہے۔ میں وہ ہوں جس نے تجھے ازل میں پہچانا۔ میں اُس (آدمؑ) سے بہتر ہوں، چونکہ میں خدمت میں اُس (آدمؑ) سے قدیم تر ہوں۔ دونوں جہان میں مجھ سے بڑا تیرا عارف کوئی نہیں۔ میں کس طرح تیرے غیر کو سجدہ کروں، جب سجدہ نہ کروں تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ میں اپنی اصل کی طرف لوٹ جاؤں کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آگ آگ کی طرف لوٹ جاتی ہے، بہر حال تقدیر اور اختیار تیرے ہی پاس ہے، '' اس کے بعد کہ میں تجھ سے دور ہو گیا، کوئی دوری یا فراق میرے لیے وجود نہیں رکھتا۔ اب میں یہ بات یقین کے ساتھ جان گیا ہوں کہ قربت اور دوری دونوں ایک ہیں۔ اگر مجھے تجھ سے جدا کر دیا گیا ہے تو تیری جدائی میری رفیق بن گئی ہے۔ یہ بات کیسے درست ہوگی کہ فراق اور محبت دونوں ایک ہیں؟ اس توفیق پر کہ جو تو نے مجھے عطا کی ہے (کہ مجھ میں فراق و محبت ایک ہو گئے) اے خدا میں خلوصِ دل سے تیری حمد و ثنا کرتا ہوں، میں بندۂ مخلص ہوں، میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ تیرے سوا کسی اور کو سجدہ کروں''۔

ایک روز کوہ طور کے پیچھے حضرت موسیٰؑ اور ابلیس کی باہم ملاقات ہوئی۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کس چیز نے تجھے سجدۂ آدمؑ سے روکا تھا؟ اُس نے کہا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں معبودِ واحد کی پرستش کرتا ہوں، اگر میں آدمؑ کو سجدہ

Marfat.com

کر لیتا تو میں تجھ ایسا ہوتا چونکہ تجھے ایک بار کہا گیا انظر الی الجبل (پہاڑ کی طرف دیکھ) (سورہ ۷، آیت ۱۴۳) اور تو نے (فوراً) اُس پہاڑ کی طرف دیکھا اور مجھے ہزار بار حکم دیا گیا کہ سجدہ کر، میں نے اپنے دعویٰ کے مطابق سجدہ نہیں کیا ـــــــ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تو نے امرِ خداوندی کو چھوڑ دیا، اُس نے کہا کہ وہ آزمائش تھی حکم نہیں تھا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ آخر کار تیری صورت بگڑ گئی، ابلیس نے کہا، اے موسیٰؑ! یہ تلبیس ہے یعنی پردۂ اسرار ہے اور حال قابلِ اعتماد نہیں، کیونکہ وہ اُستوار نہیں رہتا کہ حال بدلتا رہتا ہے لیکن معرفت ہمیشہ قائم رہتی ہے جیسی کہ تھی ویسی ہی رہتی ہے، اگرچہ شخص بدل جاتا ہے ـــــــ حضرت موسیٰؑ نے کہا، کیا تو اب بھی اُسے یعنی خدا کو یاد کرتا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ اے موسیٰؑ! یہ مقام فکر ہے مقام ذکر نہیں۔ میں اور وہ دونوں مذکور ہیں، اُس کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اُس کا ذکر ہے اور ذاکرین باہم ایک ہوتے ہیں ـــــــ میری خدمت اب زیادہ پاکیزہ اور میرا وقت اب زیادہ اچھا ہے اور میرا ذکر اب زیادہ عظمت والا ہے چونکہ میں نے اُس کی خدمت ازل میں اپنے لیے کی تھی، اب میں اُس کی خدمت اُس کے لیے کرتا ہوں۔ میں نے اُس کے حق میں اپنی تدبیر میں غلطی نہیں کی، میں نے تقدیر کو رد نہیں کیا، تغیرِ حالات کے بارے میں میں نے سوچا ہی نہیں، اُس کی تقدیر اسی طور کی ہے، اگر ابد تک بھی مجھے آگ سے عذاب دیا جائے پھر بھی میں اُس کے غیر کو سجدہ نہیں کروں گا، میں سوائے اُس کے کسی کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ میں کسی کو اس کا مقابل نہیں جانتا، میں کسی کو اس کا فرزند نہیں مانتا، میرا دعوی صادقین کا دعوی ہے اور میں محبانِ صادق میں سے ہوں ــــ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا اے "مھین" (ذلیل وخوار) تو سجدہ نہیں کرے گا؟ اس نے کہا کہ میں محبّ (محبت کرنے والا) ہوں اور محبت کرنے والا "مھیـــن" یعنی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ اور میں نے کتاب مبین یعنی قرآن مجید میں بھی لفظ مھین (ذلیل وخوار) پڑھا ہے۔ اے ذوالقوۃ المتین (یعنی زبردست قوت والے) میں کس لئے اس کے سامنے ذلیل وخوار بنوں یعنی آدم کو سجدہ کروں جبکہ مجھے تو نے نار (آگ) سے اور اسے طین (مٹی) سے پیدا کیا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ دونوں چیزیں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ (ہم دونوں یعنی ابلیس و آدم میں موازنے اور مقابلے کے لحاظ سے) میں آدمؑ سے خدمت میں قدیم تر ہوں اور فضل وکمال میں اس سے عظیم تر ہوں اور علم ودانش میں اس سے برتر ہوں اور عمر میں اس سے بزرگ تر ہوں ــــ حق تعالیٰ نے فرمایا "اختیار میرے لیے ہے تیرے لیے نہیں ہے"۔ ابلیس نے کہا "تمام اختیارات بلکہ میرا اختیار بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر تو نے مجھے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے منع کیا، اے خدا تو منیع ہے یعنی تیری ذات بلند و برتر ہے اور اگر میں نے بات کہنے میں غلطی کی ہے تو مجھے اپنی

Marfat.com

بارگاہ سے مت نکال کہ تو سمیع ہے (تو سب کچھ سننے والا ہے) اور اگر اے خدا تو یہ چاہتا ہے کہ میں آدمؑ کو سجدہ کروں، تو میں مطیع ہوں۔ تمام عارفینِ حق میں مجھ سے برتر کوئی نہیں ـــــــ ابلیس نے کہا، ''اے خدا مجھے ملامت نہ کر کیونکہ ملامت میرے بارے میں بعید ہے (نامناسب ہے) میرے آقا مجھے اجر عطا فرما کیونکہ میں اپنے مقام میں وحید ہوں (یکتا ہوں) جہاں تک تیرے وعدے کا تعلق ہے یقیناً وہ سچا ہے، جہاں تک میر امعاملہ ہے تو وہ شروع میں شدید ہے۔ جو لوگ میری تحریر چاہتے ہیں، ان سے میں کہتا ہوں ''پڑھو اور جان جاؤ کہ میں حقیقت میں شہید ہوں'' ـــــــ تمام فصحا کی زبان اس (ابلیس) کی تعریف میں گونگی ہے اور تمام عارفین اس بات سے عاجز ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ کہیں۔ وہ سجدہ کرنے میں اعلم (یعنی سب سے زیادہ عالم) ہے، اپنے عمل اور (راہ حق میں) جدوجہد کرنے میں سب سے برتر ہے اور وعدہ کے پورا کرنے میں وفادار ہے اور خدا سے سب سے زیادہ قربت رکھتا ہے۔

فرشتوں نے آدمؑ کو محض تعمیل حکم کے طور پر سجدہ کیا، مگر ابلیس نے اپنے مشاہدے کی طویل مدت کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یوں اس کا معاملہ اختلاف کی نذر ہو گیا اور وہ بدگمانی میں مبتلا ہو گیا، پس اس نے کہا ''میں اس سے بہتر ہوں'' اور یوں وہ قیامت تک حجاب میں رہا، مٹی میں مل گیا اور ابدی عذاب کا مستحق بن گیا ـــــــ ابلیس کا نام عزازیل اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنے عہدۂ ولایت سے معزول ہو گیا تھا۔

منصور حلاجؒ کہتے ہیں کہ ابلیس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، اُن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ آسمان میں فرشتوں کا معلّم (استاد) تھا اور زمین میں انسانوں کا معلّم (استاد)۔ اس نے فرشتوں کو مستحسنات (اچھائیاں) اور انسانوں کو مستقبحات یعنی برائیاں سکھائیں ـــــــ یہ اِس وجہ سے ہے کہ چیزوں کو ہم اُن کی ضد کے حوالے سے پہچانتے ہیں، جو بُرائی کو نہیں پہچانتا وہ اچھائی کو بھی نہیں پہچان سکتا۔[12]

ابلیس کے بارے میں منصور حلاجؒ کے افکار کا خلاصہ:

(۱) ابلیس ایک شخص ہے جو یکتا پرست ہے اور اپنی یکتا پرستی میں اور جواں مردی میں بے مثل ہے۔ وہ اپنی ذات میں ہٹ دھرمی، خودسری، سرکشی اور تکبر رکھتا ہے۔ (۲) اس نے خدا کے حکم کی اطاعت نہ کی اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور اپنے کیے پر شرمندہ بھی نہ ہوا، اس کے بقول اس کو اختیار تھا ہی نہیں کیونکہ تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں اور خدا کو منظور یہی تھا کہ ابلیس انکار کرے کہ اِس کے انکار ہی سے خیر و شر کا مسئلہ وجود میں آیا اور زندگی کے یہ تمام ہنگامے، اسی کشمکشِ خیر و شر کا نتیجہ ہیں۔ اسی حوالے سے ابلیس اپنے آپ کو ''شہید'' کہتا ہے۔ گویا وہ بیچارہ مظلوم ہے اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوا، لیکن پھر بھی وہ شکوہ نہیں کرتا کیونکہ وہ صاحبِ

Marfat.com

عزم واستقامت ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے" کہ میری خدمت اب زیادہ پاکیزہ ہے، میرا وقت اب زیادہ اچھا ہے، میرا ذکر اب زیادہ بلند ہے ـــــــ میرا دعویٰ سچے لوگوں کے دعویٰ کی طرح ہے اور میں محبانِ صادق میں سے ہوں۔"(۳) سجدۂ آدمؑ کے سلسلے میں خدا کا حکم ایک آزمائش تھی تا کہ اس سے ابلیس کی بندگی کو جانچا جا سکے۔ ابلیس کو اپنی قربت سے دور کر دیا، ملعون و راندۂ درگاہ بنا دیا تا کہ یوں عشقِ الٰہی میں ابلیس کی استقامت اور پائیداری کو آزمایا جا سکے۔ (۴) ابلیس کا وجود خیر و شر کی پہچان کے حوالے سے انسان کے لیے لازم ہے۔ ابلیس جو تمام تر شر ہے، اس کا وجود خیر کی پہچان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اشیا کو اضداد کے حوالے ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔

سنائیؒ، عطارؒ، رومیؒ، ابنِ عربیؒ اور دوسرے صوفی شعراء نے حلاجؒ کے افکار کی پیروی کرتے ہوئے ابلیس کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ سنائیؒ غزنوی نے ابلیس کے عمل کی تعریف اور حمایت میں ایک خوبصورت غزل لکھی ہے جس میں وہ ابلیس کو خداوند تعالیٰ کے عاشقِ دل باختہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے:

با او دلم بہ مہر و مودت یگانہ بود	سیمرغ عشق را دلِ من آشیانہ بود
بر درگہم ز خیلِ فرشتہ سپاہ بود	عرشِ مجید، جاہِ مرا آستانہ بود
در راہ من نہاد نہان دام مکرِ خویش	آدمؑ، میان حلقۂ آن دام، دانہ بود
می خواست تا نشانۂ لعنت کند مرا	کرد آنچہ خواست آدمِؑ خاکی بہانہ بود

یعنی میرے دل میں اس کے لیے بے انتہا محبت تھی، میرا دل سیمرغ عشق کا آشیانہ تھا۔ میری بارگاہ میں فرشتے فوج در فوج موجود ہوتے تھے۔ میرا مقام اتنا بلند تھا کہ عرشِ مجید میرا آستانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری راہ میں مکر کا جال چھپا دیا۔ اس جال میں دانہ آدمؑ تھا۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ مجھے لعنت کا نشانہ بنائے، اس نے اپنی مرضی کو پورا کیا، آدمِؑ خاکی کو تو ایک بہانہ بنایا تھا۔

شیخ فریدالدین عطارؒ نے اپنی کتاب "الٰہی نامہ" میں موسیٰؑ اور ابلیس کا ذکر کیا ہے جو حلاجؒ کے نظریات کا عکس لیے ہوئے ہے:

شبی موسیٰؑ مگر میرفت بر طور	بہ پیشِ او رسید ابلیس از دور
چنین گفت آن لعین راکای ہم دم	چرا سجدہ نکردی پیش آدمؑ
لعینش گفت ای مقبولِ حضرت	شدم بی علتی مردود قدرت
اگر بودی دران سجدہ مرا راہ	کلیمی بودمی ہمچون تو آنگاہ
ولی چون حق تعالیٰ این چنین خواست	کہ کژ گویم نیامد چنین راست

Marfat.com

کلیمش گفت ای افتادہ در بند | بود ہرگز ترا یاد خداوند
لعینش گفت چون من مہربانی | فراموشش کند ہرگز زمانی
ہمی چند انکہ او را کینہ بیش است | مرا مہرش درونِ سینہ بیش است
بہ لعنت گرچہ از درگاہ دور است | ولی از قول موسیٰؑ در حضور است ۱۳ا

ان اشعار میں عطارؒ کہتے ہیں کہ ایک رات موسیٰؑ طور پر جا رہے تھے اتنے میں ابلیس بھی وہاں پہنچ گیا۔ موسیٰؑ نے ابلیس سے کہا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ اے خدا کے مقبول بندے! میں بغیر کسی سبب کے مردود بنا۔ اگر مجھے اس سجدہ کرنے میں اختیار ہوتا تو میں تیری طرح کلیم اللہ ہوتا لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ میں انکار کروں، سو میں نے انکار کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ نے فرمایا اے مردود بارگاہ حق! کیا کبھی تجھے حق تعالیٰ کی یاد بھی آتی ہے؟ اس نے کہا کیا مجھ جیسا خدا کا ذکر کرنے والا خدا کو بھلا سکتا ہے؟ خدا کا جتنا کینہ میرے لیے ہے اتنی ہی خدا کے لئے میرے دل میں محبت ہے، اگرچہ لعنت کے حوالے سے ابلیس بارگاہ حق سے دور ہے لیکن موسیٰؑ کے قول کے مطابق وہ حضورِ حق میں ہے۔

اسی کتاب ''الٰہی نامہ'' میں ایک حکایت شبلیؒ و ابلیس کے حوالے سے ہے، اس حکایت میں عطارؒ یہ کہتے ہیں ایک روز حضرت شبلیؒ عرفات سے گزر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ابلیس پر پڑ گئی۔ انہوں نے ابلیس سے پوچھا تو اسلام و ایمان نہیں رکھتا پھر کس لیے مومنین کی جماعت میں شامل ہوا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں نے لاکھوں سال خدا کی پرستش کی ہے، میں حضرت حق کا مقرب خاص اور موحدِ یگانہ تھا اور معلمِ ملائک تھا، اگر خداوند تعالیٰ نے مجھے بغیر کسی سبب کے اپنی بارگاہ سے نکال دیا ہے تو یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہوگی کہ وہ پھر بغیر کسی سبب کے مجھے بلا لے اور اپنا مقرب خاص بنا لے:

مگر شبلی امام عالم افروز | گذر میکرد در عرفات یکروز
فتادش چشم بر ابلیس ناگاہ | بہ او گفتا کہ ای ملعونِ درگاہ
چو نہ اسلام داری و نہ طاعت | چرا گردی میانِ این جماعت
جگر خون شد ازین تاریک روزت | امیدی می بود از حق ہنوزت
چو بشنید این سخن ابلیس پر غم | زبان بکشاد و گفت ای شیخ عالم
چون حق را صد ہزاران سال جاوید | پرستیدم میان بیم و امید
ملائک را بہ حضرت رہ نمودم | بہ ہر سرگشتہ آن درگہ نمودم

Marfat.com

دلی پُر داشتم از عزت او | مقر بودم بہ وحدانیتِ او
اگر بی علتی با این ہمہ کار | براند از درگہ خویشم بیک بار
کہ کس زہرہ نداشت از خلق درگاہ | کہ گوید از چہ رد کردیش ناگاہ
اگر بی علتی پنذ یر دم باز | عجب نبود کہ نتوان گفت این راز
چون بی علت شد ستم راندۂ او | شوم بی علتی ہم خواندۂ او ۱۴

مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی کے دفترِ اول میں ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن آدمؑ نے ابلیس کو حقارت ونفرت سے دیکھا اور خود بینی کے طور پر ابلیس کا مذاق اُڑایا اور اس پر لعنت بھیجی۔ غیرت خداوندی جوش میں آئی اور فرمایا اے آدمؑ تو میرے پوشیدہ اسرار نہیں جانتا اگر میں چاہوں تو سینکڑوں آدمؑ کو ذلیل وخوار کردوں اور سینکڑوں ابلیس کو مومن ومسلمان بنادوں۔ آدمؑ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوئے اور توبہ کی:

روزی آدمؑ بر بلیسی کو شقی است | از حقارت وز زیافت بنگریست
خویش بینی کرد و خود آمد گزین | خندہ زد برکار ابلیسِ لعین
بانگ بر زد غیرتِ حق کای صفی | تو نمیدانی ز اسرارِ خفی
پوستین را باژ گو نہ گر کنم | کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
پردہ صد آدمؑ آندم بر درم | صد بلیسِ نو مسلمان آورم
گفت آدمؑ توبہ کردم زین نظر | این چنین گستاخ نندیشم دگر ۱۵

ایک حکایت میں عطارؒ بیان کرتے ہیں کہ ابلیس ایک روز زار زار رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا لوگ بھی عجیب ہیں وہ یہ تو پسند نہیں کرتے کہ میری (ابلیس کی) اطاعت کریں، لیکن اپنے گناہوں کو مجھ سے منسوب کرتے ہیں یعنی بُرے کام تو خود کرتے ہیں اور لعنت مجھ پر بھیجتے ہیں۔ گویا کار بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر:

چو باران میگریست و زار می گفت | پیا پی این سخن ہموار می گفت
کہ این قصہ ز آن روی چو ماہست | ولی زانکہ گلیمِ من سیاہست
نمی خواہند طاعت کردنِ من | کنند آنگہ گنہ در گردنِ من

اسی مضمون کو سعدی شیرازیؒ نے ''بوستان'' میں مندرجہ ذیل حکایت میں بیان کیا ہے:

یکی مال مردم بہ تلبیس خورد | چو برخاست لعنت بر ابلیس کرد
چنین گفت ابلیس اندر رہی | کہ ہرگز ندیدم چنین ابلہی

Marfat.com

ترا با من است از نہان آشتی | چرا تیغ پیکار برداشتی ١٦

یعنی ایک شخص مکروفریب سے لوگوں کا مال اڑا لیتا تھا اور ابلیس پر لعنت بھیجتا تھا، ایک دن ابلیس نے اس شخص سے کہا میں نے تجھ جیسا بے وقوف نہیں دیکھا کہ تو بباطن تو میرا دوست ہے لیکن بظاہر میرا دشمن ہے۔

برصغیر کے بزرگ صوفیہ میں سے سیّد غوث علی شاہ قلندر قادریؒ پانی پتی نے بھی اپنے ملفوظات ''تذکرۂ غوثیہ'' میں آدمؑ وابلیس اور موسیٰؑ وابلیس کی حکایات کو، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، قدرے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ مشہور شاعر سرمد کہتے ہیں:

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن | دروادی شک چوگمرہان سیر مکن
روشیوۂ بندگی زشیطان آموز | یک قبلہ گزین وسجدہ بر غیر مکن ١٧

یعنی سرمد کعبہ و دیر کی بات مت کرو، شک کی وادی میں گمراہوں کی طرح مت گھومو، جاؤ شیطان سے بندگی سیکھو، ایک قبلہ چن لو اور غیر کو سجدہ نہ کرو۔ ایک شاعر غریب بلگرامی نے اسی مضمون کو یوں پیش کیا ہے:

شیطان ز درگاہ خدا شد مردود | پرسید کسی چرانکردی تو سجود؟
گفتا کہ منم محوِ جمال رخ دوست | جزذات خدا دگرندانم مسجود

شیطان خدا کی بارگاہ سے مردود ہو گیا، کسی نے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ میں دوست کے جمال میں محو ہوں، خدا کے سوا میں کسی کو مسجود نہیں مانتا۔

ابلیس کا تصور مغربی ادبیات میں بھی موجود ہے، جو ایک حد تک حلاجؒ کے تصورِ ابلیس ہی کا عکس ہے۔ مغربی ادبیات میں ملٹن نے اس تصور کو اپنی مشہور تصنیف ''جنت گمشدہ'' (Paradise Lost) میں پیش کیا ہے، جو بہت حد تک حلاجؒ کے تصورِ ابلیس سے مشابہت رکھتا ہے۔ حلاجؒ کی کتاب طواسین میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ابلیس خود بین، خودسر اور سرکش ہے اور وہ اپنے آپ کو آدمؑ خاکی سے برتر و بلند تر سمجھتا ہے، اسی طرح جنت گمشدہ میں ملٹن کا ابلیس کہتا ہے ''اگر مجھے مجبوراً ہی ہونا پڑا کہ میں جنگ کروں تو پھر کیوں نہ ہستی برتر (ابلیس) کی جنگ ہستی برتر (خدا) کے ساتھ ہو، بھیجنے والے کے ساتھ نہ کہ بھیجے ہوئے (انسان) کے ساتھ یا پھر دونوں کے ساتھ بیک وقت جنگ ہو''۔

"If I must contend said he
Best with the best the sender
and not the sent or all at once".

Marfat.com

گوئٹے نے بھی اپنے مشہور ڈرامے ''فاؤسٹ'' میں شیطان کے بارے میں اپنے تصور کو پیش کیا ہے، اس کی نظر میں شیطان تمام تر شر نہیں ہے بلکہ شیطان کا وجود انسان کے لیے مفید بھی ہے۔ شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کو عمل پر بھی آمادہ کرتا ہے۔ گوئٹے کی نظر میں شیطان ایک قوت ہے جو انسان میں سوئے ہوئے ذوقِ عمل کو بیدار کرتی ہے۔

عرب کے مشہور شاعر اور ادیب جبران خلیل جبران نے بھی اپنی ایک تالیف جس کا عنوان ''شیطان'' ہے شیطان کے حوالے سے تمثیلی مطالب بیان کیے ہیں جو یوں ہیں:

''لبنان میں سمعان پادری رہتا تھا۔ ایک روز اس نے دیکھا کہ ایک ویرانے میں ایک شخص زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس کے سر اور سینے پر زخم لگے ہوئے ہیں اور شدت درد سے کراہ رہا ہے اور آہ و زاری کر رہا ہے اور چلا رہا ہے ''مدد کرو، مدد کرو، مجھ پر رحم کرو اور مجھے موت سے بچالو۔ سمعان پادری نے اس زخمی آدمی سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تو کیسے زخمی ہوا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں شیطان ہوں اور مجھے فرشتوں نے مارا پیٹا ہے اور مجھے زخمی کیا ہے۔ سمعان پادری نے جب یہ سُنا تو حیران رہ گیا، اس نے دل میں کہا کہ شیطان کی مدد نہیں کرنی چاہیے، اسے مرنے دیا جائے۔ وہ وہاں سے جانے والا ہی تھا کہ شیطان نے اس سے کہا ''اگر میں مر جاؤں گا تو تم لوگ اپنے تمام بال بچوں سمیت بھوک سے مر جاؤ گے، چونکہ میرے زندہ وجود ہی سے تمھاری زندگی اور کامیابی قائم ہے۔ اگر خدا مجھے مار ڈالے تو تم کیا شغل اختیار کرو گے؟ لوگ جو تمھارے وعظ و نصیحت کو چندے اور غلہ و گندم سے خریدتے ہیں، اس صورت میں (یعنی جب میں زندہ نہیں ہوں گا) وہ تم سے کیا خریدیں گے اور تم کیا بیچو گے؟ پس تم کیوں میرے مرنے پر خوش ہوتے ہو؟ میری موت تمھیں بلند مرتبے سے گرا دے گی اور تمھارے اور تمھارے بال بچوں کے منہ میں سے روٹی کا نوالہ بھی چھین لے گی۔ اس کے بعد زخمی شیطان نے کہا کہ میں ایک قوتِ عمل ہوں جو انسان کے دل میں عزم و ارادہ پیدا کرتی ہے اور میں ایک ہاتھ ہوں جو انسان کے ہاتھ کو حرکت میں لاتا ہے۔ میں ازلی اور ابدی شیطان ہوں جو انسان سے ہمیشہ جنگ کرتا ہے تا کہ انسان زندہ رہے، اگر اس کی جنگ میرے ساتھ نہ ہو تو انسان کا ہاتھ بیکار اور اس کی فکر بے مایہ اور اس کی روح مردہ ہو جائے گی۔ میں نے حقیقت بیان کر دی، تم خود مجھ سے بہتر اس حقیقت کو سمجھتے ہو کہ میرا وجود تمھارے لیے کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اب جو چاہے کرو یا مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ میرا علاج کرو تا کہ میں صحت مند ہو جاؤں یا مجھے یہیں چھوڑ جاؤ تا کہ میں ذلت و خواری سے مر جاؤں۔ سمعان پادری نے جب شیطان کی باتیں سُنیں تو سر سے پاؤں تک لرز اُٹھا اور بڑی حیرانی اور پریشانی سے کہا اب میں

Marfat.com

سمجھ گیا کہ تو دنیا میں انسان کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے، تیرا وجود ایک کسوٹی ہے جسے انسان کو آزمانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تیری حقیقت اور اہمیت مجھ پر منکشف ہو گئی۔ شیطان نے جب یہ سُنا تو اس نے ایک ایسا زبردست قہقہہ بلند کیا کہ آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔ سمعان پادری نے شیطان کو اپنی پُشت پر لادا اور گھر لے گیا۔ وہ خون جو شیطان کے جسم سے بہہ رہا تھا اس نے سمعان پادری کے کالے لباس اور داڑھی کو رنگین کر دیا تھا"۔

شیطان کے بارے میں جبران خلیل جبران کا تصور اگرچہ علامات اور طنز و تعریض سے پُر ہے، اس حقیقت کو بھی روشن کرتا ہے کہ شیطان کے بارے میں جبران خلیل جبران کا فکر بنیادی طور پر حلاجؒ کے اس فکر کا آئینہ دار ہے کہ برائی کے وجود ہی سے اچھائی کی پہچان ممکن ہے۔

جبران خلیل جبران اپنی ایک اور نظم میں جس کا عنوان "یزدان و اہرمن" ہے، اس حقیقت کو مزید یوں واضح کرتا ہے کہ اس زمانے میں خیر و شر اس طرح باہم مل گئے ہیں کہ خیر و شر میں امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ اس بات کو وہ ایک تمثیلی حکایت کی صورت میں یوں بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ یزدان اہرمن سے ایک پہاڑ پر ملاقات کرتا ہے۔ یزدان شیطان کو سلام کرتا ہے لیکن اہرمن (شیطان) جواب نہیں دیتا۔ یزدان نے پوچھا کہ میرے دوست مجھ سے کیوں ناراض ہو؟ اہرمن نے کہا کہ اس زمانے میں لوگ مجھے تیرے نام سے پکارتے ہیں اور میرے لیے تیرے نام سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں ہے۔ یزدان نے کہا اے میرے عزیز دوست اسی طرح لوگ میرے ساتھ بھی سلوک کرتے ہیں اور مجھے تیرے نام سے پکارتے ہیں۔ اہرمن نے جب یہ سُنا تو اس نے انسان کی حماقت اور جہالت پر لعنت بھیجی اور وہاں سے چلا گیا ______ اس نظم کا بنیادی خیال مانی اور زروانی مذاہب کی ثنویت یعنی دو خداؤں کے تصور کو پیش کرتا ہے، اس کے علاوہ یہ تمثیلی واقعہ منصور حلاجؒ کی کتاب "طواسین" میں مذکور موسیٰؑ اور ابلیس کی ملاقات کا پہلو بھی لیے ہوئے ہے۔ ۱۸

تصورِ ابلیس علامہ اقبالؒ کی نظر میں:

ابلیس یا شیطان کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا تصور اگرچہ بہت حد تک تعلیمات قرآنی اور حسین بن منصور حلاجؒ کے تصورات کا عکس رکھتا ہے لیکن اس میں بے حد ابتکار و جدت بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی مفکر یا کسی شاعر نے ابلیس کے تصور کو علامہ اقبال کی سی دل آویز معنویت کے ساتھ پیش نہیں کیا ہے، علامہ کے تصورِ ابلیس کی مختلف جہتیں یہ ہیں:

1۔ (الف) ابلیس ایک شخص ہے کہ جس نے حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور سرکشی اختیار کی، خداوند تعالیٰ نے اس پر لعنت بھیجی اور اپنی بارگاہ سے نکال دیا۔ ابلیس

Marfat.com

نے مہلت مانگی تا کہ انسان کو گمراہ کرے۔ابلیس کا یہ انکار اور سرکشی ادب میں تازہ افکار کے ظہور کا موجب بنی۔
اقبال نے بھی اس واقعہ کو اپنی مشہور نظم "تسخیرِ فطرت" میں پیش کیا ہے جس سے ابلیس کی جرأت و جسارت اور اس کی خود بینی اور خودسری پوری طور پر نمایاں ہوتی ہے۔گویا ابلیس اپنے آپ کو خدا کے برابر بلکہ اس سے بہتر سمجھتا ہے:

نوری و نادان نیم سجدہ بہ آدم برم — او بہ نہاد است خاک من بہ نژاد آذرم
می تپد از سوزِ من خونِ رگ کائنات — من بہ دو صرصرم، من بہ غوِ تندرم
تو بہ بدن جان دہی، شور بہ جان من دہم — تو بہ سکون رہ زنی، من بہ تپش رہبرم
من ز تنک مایگان گدیہ نکردم سجود — قاہرِ بی دوزخم، داور بی محشرم 19

یعنی میں کوئی نادان فرشتہ نہیں ہوں کہ آدمؑ کو سجدہ کروں۔ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے وجود میں آیا ہوں، میرے سوز سے کائنات کی رگوں میں خون دوڑ رہا ہے۔ میری رفتار تیز آندھی ہے اور میرا شور بادل کی کڑک ہے۔ تو (خدا) صرف جسم کو جان بخشتا ہے اور میں جان کو جذبہ عطا کرتا ہوں، تو سکون کو لوٹتا ہے اور میں گرمی حیات کی طرف رہنمائی کرتا ہوں۔ میں تنک ظرفوں سے سجدے کی بھیک نہیں مانگتا، میں قاہر ہوں لیکن دوزخ نہیں رکھتا، میں داور (منصف) ہوں لیکن محشر (روز انصاف) نہیں رکھتا۔
اقبال نے ابلیس کے اس تصور کو اپنی دوسری منظومات میں بھی نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔
ان کی ایک نظم جس کا عنوان "جبریل و ابلیس" ہے اس میں جبریل و ابلیس کا مکالمہ یوں ہے:

جبریل: ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بُو؟
ابلیس: سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو!
جبریل: ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو — کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفو؟
ابلیس: آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے — کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبُو!
اب یہاں میری گذر ممکن نہیں، ممکن نہیں — کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ و کُو!
جس کی نومیدی سے ہو سوز درونِ کائنات — اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لاتقنطوا!
جبریل: کھو دیئے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند — چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!
ابلیس:
ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو — میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو!
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر — کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟

Marfat.com

خضرؑ بھی بے دست وپا، الیاسؑ بھی بے دست وپا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جو بہ جو!
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگین کر گیا کس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط! اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو! ۲۰

علامہ اقبالؒ نے جاوید نامہ میں ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی توجیہ بیان کی ہے اور اس توجیہ کو ابلیس کی زبان میں نہایت دل آویز طریقے سے پیش کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے کہ میرے سجدہ نہ کرنے سے خیر وشر وجود میں آئے۔ میں وجودِ حق کا منکر نہیں ہوں اور میں کیسے وجودِ حق کا منکر ہوسکتا ہوں جبکہ میں نے خودا سے دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے لا کے پردے میں بلیٰ کہا ہے یعنی میرے انکار میں اقرار کی حقیقت پوشیدہ ہے:

در گذشتم از سجود ای بی خبر
ساز کردم ارغنونِ خیر و شر
از وجود حق مرا منکر مگیر
دیدہ بر باطن کشا ظاہر مگیر
گر بگویم نیست، این ابلہی است
زانکہ بعد از دید نتوان گفت نیست
من بلیٰ در پردۂ لا گفتہ ام
گفتۂ من خوشتر از نا گفتہ ام ۲۱

ابلیس کا خدا سے مہلت مانگنا تاکہ وہ انسان کو گمراہ کرے اور اسے کفر وبغاوت پر آمادہ کرے۔ ان مطالب کو علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک نظم ''اغوائے آدمؑ'' میں بیان کیا ہے۔ ضمناً اس نظم کے مطالب خودشناسی کا درس بھی رکھتے ہیں کہ اے انسان تو ایک قطرۂ بے مایہ ہے اگر دریا میں تو اپنا مقام بنالے تو گوہرِ تابندہ بن جائے، اس حقیقت کو یاد رکھ کہ وصال سے شوق مرجاتا ہے، حیات ابدی فراق وجدائی میں ہے:

زشت و نکو زادۂ وہم خداوند تست
لذت کردار گیر، گام نہ، جوی کام
قطرۂ بی مایہ ای! گوہرِ تابندہ شو
از سرِ گردون بیفت گیر بہ دریا مقام
تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل
چیست حیات دوام سوختن ناتمام ۲۲

ب۔ ابلیس جو ''آتش نسب، والا مقام'' ہے اس کی نظر میں کمزور شکار حرام ہے:

حریفِ ضرب او مرد تمام است
کہ آن آتش نسب والا مقام است
نہ ہر خاکی سزا وارِ تیغ اوست
کہ صید لاغری بروی حرام است ۲۳

یہی سبب ہے کہ ابلیس اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ اس آدمی سے جو آسانی سے میرا شکار ہوجاتا ہے اور ایک فرمانبردار غلام کی طرح میری فرمانبرداری کرتا ہے بیزار ہوگیا ہوں۔ مجھے ایک مردِ حق پرست چاہیے جو میرا منکر ہوتا کہ میں لذت شکست سے آشنا ہوسکوں۔ درحقیقت یہ تنقید عصر حاضر پر ہے کیونکہ اس

Marfat.com

موجودہ دنیا میں شر عام ہے اور خیر تقریباً معدوم ہے۔ ابلیس اپنے لیے اس دور میں کوئی کاروبار نہیں رکھتا۔ چونکہ انسان خود شیطان بن گیا ہے اور ذلت کی گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے:

ای خداوندِ صواب و ناصواب — من شدم از صحبت آدم خراب
ہیچ گہ از حکمِ من سر برنتافت — چشم از خود بست و خود را در نیافت
صیدِ خود صیاد را گوید بگیر — الامان از بندۂ فرمان پذیر
از چنین صیدی مرا آزاد کن — طاعتِ دیروزۂ من یاد کن
پست ازو آن ہمت والای من — وای من، ای وای من، ای وای من
منکرِ خود از تو می خواہم بدہ — سوی آن مرد خدارا ہم بدہ
ای خدا یک زندہ مرد حق پرست — لذتی شاید کہ یابم در شکست ۲۴؎

ج۔ اقبال کی نظر میں ابلیس دو قسم کے ہیں ایک مٹی کا اور دوسرا آگ کا۔ عصرِ حاضر میں شیطنت عام ہو گئی ہے انسان دنیا میں خود ہی شر و فساد پھیلا رہا ہے، گویا انسان ابلیسِ خاکی ہے۔ انسان جو کم ہمت ہے اس کا ابلیس بھی مٹی کا بنا ہوا ہے، اس کے گناہ بھی لذت و سرور سے خالی ہیں، وہ انسان جو اعلیٰ نسب رکھتا ہے یعنی مردِ باہمت ہے، اس کا ابلیس ناری ہے یعنی آگ کا بنا ہوا ہے، یہ وہی ابلیس ہے جو ''یزدان دیدہ و کامل عیار'' ہے:

فساد عصر حاضر آشکار است — سپہر از زشتیِ او شرمسار است
اگر پیدا کنی ذوقِ نگاہی — دو صد شیطان ترا خدمت گزار است

☆☆☆

بشر تا از مقام خود فتاد است — بہ قدر محکمی او را گشاد است
گنہ ہم می شود بی لذت و سرد — اگر ابلیسِ تو خاکی نہاد است

☆☆☆

مشو نخچیرِ ابلیسانِ این عصر — خسان را غمزۂ شان ساز گار است
اصیلان را ہمان ابلیس خوشتر — کہ یزدان دیدہ و کامل عیار است ۲۵؎

☆☆☆

د۔ ابلیس انسان کو ظلم و گناہ پر آمادہ ہی نہیں کرتا بلکہ اسے ترکِ دنیا، کاہلی اور بے کاری کی بھی ترغیب

Marfat.com

دیتا ہے۔ اقبال کی نظر میں شر اور شیطنت فقط یہی نہیں ہے کہ انسان ظلم اور بربریت اختیار کرے اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے، بلکہ شر و شیطنت یہ بھی ہے کہ انسان کوئی کام نہ کرے اور کاہل اور بے کار ہو جائے یا دنیا کو ترک کر دے۔ اس حوالے سے اگر مغرب کی تہذیب پہلے شر کی نمائندہ ہے یعنی ظلم و بربریت کا نشان اور فسق و فجور کی علامت ہے تو مشرق کی دنیا ایک اور قسم کے شر اور شیطنت میں مبتلا ہے جو کاہلی، بیکاری اور ترک دنیا ہے۔ اس تصور کو اقبال نے ''جاوید نامہ'' میں خاص طور پر بیان کیا ہے۔ ''طاسین زرتشت'' میں اہرمن یعنی (شیطان) زرتشت (ایرانِ قدیم کے مذہبی پیشوا اور زرتشتی مذہب کے بانی) سے کہتا ہے کہ خدا کے وعدے پر بھروسہ مت کر، اپنی شریعت پر عمل مت کر، بلکہ ترک دنیا کر کے کسی غار میں بیٹھ جا اور اپنا سارا وقت عبادت و ریاضتِ الٰہی میں صرف کر، اس پیغمبری کو چھوڑ کر ولایت کو اختیار کر:

تکیہ بر میثاق یزدان ابلھی است — بر مرادش راہ رفتن گمرہی است
زھرھا در بادۂ گلفام اوست — ارہ و کرم و صلیب انعام اوست
از نگاہی کیمیا کن خاک را — از مناجاتی بسوز افلاک را
در کھستان چون کلیمؑ آوارہ شو — نیم سوز آتش نظارہ شو
لیکن از پیغمبری باید گذشت — از چنین ملا گری باید گذشت
خیز و در کاشانۂ وحدت نشین — ترک جلوت گو و در خلوت نشین[۲۶]

تہذیبِ مغرب یا سیاست فرنگ اقبال کی نظر میں تمام تر ابلیسیت ہے، اسی حوالے سے ''جاوید نامہ'' میں ''نغمۂ بعل'' کے عنوان سے اقبال فرماتے ہیں:

اہرمن را زندہ کرد افسونِ غرب — روز یزدان زردرو از بیم شب
ای خدایانِ کہن وقت است وقت[۲۷]

اپنی کتاب ''ضرب کلیم'' میں اقبال نے سیاست فرنگ کے عنوان سے فرمایا ہے:

تری حریف ہے یارب سیاستِ افرنگ — مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے — بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

۲۔ (الف) اقبال کی نظر میں ابلیس یا شیطان شرِ مطلق بھی ہے جو انسان کی رگوں میں اور دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔ ابلیس کو مارنا بڑا مشکل ہے، البتہ اس کو مسلمان کیا جا سکتا ہے تا کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں:

Marfat.com

کشتنِ ابلیس کاری مشکل است زانکہ او گم اندر اعماق دل است
خوشتر آن باشد مسلمانش کنی کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی ۲۸

ابلیس یا شیطان جو شرِ مطلق ہے خارج میں وجود نہیں رکھتا بلکہ انسان کی روح اور اس کے دل میں قرآنِ کریم کے وسوسۂ خناس کی طرح موجود ہے۔ ارمغانِ حجاز میں اقبال ''بگو ابلیس را'' کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ جب اس جہاں کو پیدا کیا تو یہ دنیا اور اس کی فضاء سرد اور بے ہنگامہ تھی، اگر کوئی آگ یا حرارت موجود تھی تو وہ انسان کے قلب میں تھی، اسی آگ سے شیطان کو پیدا کیا گیا:

جہان تا از عدم بیرون کشیدند ضمیرش سرد و بی ہنگامہ دیدند
بغیر از جانِ ما سوزی کجا بود ترا از آتشِ ما آفریدند ۲۹

ب۔ علامہ اقبال کا یہ نظریہ ہے کہ شر کا وجود یا شیطان کا وجود ہنگامۂ حیات کے لیے لازم ہے چونکہ اس کی مخالفت اور مقابلہ کے نتیجہ میں نیک لوگ سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ اس لئے ایسی دنیا جس میں خدا ہو اور شیطان نہ ہو وہ بیکار اور بے فائدہ ہے:

مزی اندر جہانِ کور ذوقی کہ یزدان دارد و شیطان ندارد ۳۰

شیطان انسان میں خیر و شر کی کشمکش کے نتیجہ میں جوشِ عمل پیدا کرتا ہے۔ شیطان کے ساتھ موافقت آفت و مصیبت کا موجب ہے اور شیطان سے لڑائی اور مقابلہ انسان کی عظمت و جمال کی نشانی ہے، گویا انسان ایک تلوار کی طرح ہے اور شیطان اس کے لیے اس تلوار کی دھار تیز کرنے کا آلہ ہے:

بزم با دیو است آدم را وبال رزم با دیو است آدم را جمال
خویش را بر اہرمن باید زدن تو ہمہ تیغ آن ہمہ سنگِ فسن ۳۱

۳۔ اقبال ابلیس کو صاحبِ فراق کہتے ہیں یعنی ابلیس وہ عاشق ہے جو فراق کو وصال پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے فراق کو خود شناسی اور خود آگہی کا سبب سمجھتا ہے۔ ''جاوید نامہ'' میں خواجۂ اہلِ فراق یعنی ابلیس سے علامہ اقبال کا ایک مکالمہ ہے جو یوں ہے:

اقبال: گفتمش ''بگذر ز آئینِ فراق ابغض الاشیاء عندی الطلاق
ابلیس: گفت ''ساز زندگی سوز فراق ای خوشا سرمستی روز فراق
برلبم از وصل می ناید سخن وصل اگر خواہم نہ او ماند نہ من ۳۲

اقبالؒ خود بھی فراق کو پسند کرتے تھے، عام خیال یہی ہے کہ وہ مسلکِ تصوف کے حوالے سے وحدۃ الشہودی تھے اور وحدۃ الشہودی صاحبِ فراق ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا

Marfat.com

نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے وجود کو حق کی ذات وصفات سے زیب وزینت بخشنا چاہیے۔ علامہ اقبال کی خودی کا تصور بھی اجمالی طور پر اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ مندرجہ ذیل قطعہ میں اقبال ابلیس سے کہتے ہیں کہ میں صاحب فراق ہوں، فراق اور جدائی نے میری بصیرت میں اضافہ کیا ہے یعنی اس نے مجھے خود آگہی عطا کی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ اس فراق نے تجھے کیا دیا ہے:

جدائی شوق را روشن بصر کرد | جدائی شوق را جوینده تر کرد
نمی دانم که احوال تو چونست | مرا این آب وگل از من خبر کرد ۳۳

۴۔ علامہ اقبال نے جلال الدین رومیؒ کی تقلید میں اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ وہ عقل جو دل کے حکم پر عمل نہ کرے یعنی نورِ قلب سے منور نہ ہو، شیطنت ہے۔ ۳۴

عقل اندر حکم دل یزدانی است | چون ز دل آزاد شد شیطانی است ۳۵
علم را بی سوز دل خوانی شر است | نور او تاریکی بحر و بر است
قوت ابلیس را یاری شود | نور، نار از صحبت ناری شود ۳۶
علم بی عشق است از طاغوتیان | علم با عشق است از لاهوتیان ۳۷

یہ تھے ابلیس کے بارے میں علامہ اقبال کے تصورات ——— تصورِ ابلیس ان صوفیہ کی نظر میں جنہوں نے حلاجؒ کے تصورِ ابلیس کی پیروی نہیں کی۔

محمد بن علی ترمذیؒ (وفات ۳۵۵ھ) ابلیس اور خناس کے بارے میں ایک تمثیل بیان کرتے ہیں جو دلکش اور پُر معانی ہے، اس کے علاوہ یہ تمثیلی حکایت ان صوفیہ کے طرز فکر کے برخلاف ہے جن کی نظر میں ابلیس اپنے کفر اور نافرمانی کے باوجود موحد ہے۔ یہ تمثیل یوں ہے:

''جب حضرت آدمؑ اور حضرت حوا باہم مل گئے اور ان کی توبہ قبول ہوگئی تو ایک روز حضرت آدمؑ کسی کام سے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ابلیس اپنے بچے کو جس کا نام خناس تھا حضرت حوا کے پاس لے کر آیا اور کہا کہ مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے ذرا میرے بچے کو رکھ لو، جب میں کام سے فارغ ہو جاؤں گا تو آکر لے لوں گا، حضرت حواؑ نے یہ بات مان لی۔ ابلیس چلا گیا، جب حضرت آدمؑ واپس آئے تو پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت حواؑ نے کہا، کہ یہ ابلیس کا بیٹا ہے، اس نے میرے سپرد کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ کو ملامت کی کہ تم نے اسے کیوں قبول کیا؟ غصے ہوئے اور اس بچے کو قتل کر دیا، بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیا اور اپنے کام پر چلے گئے۔ ابلیس جب واپس آیا تو حضرت حوا سے کہا کہ

Marfat.com

میرا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت حوّاؑ نے تمام حال بیان کر دیا اور کہا کہ آدمؑ نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور ہر ٹکڑے کو درخت کی شاخ پر لٹکا دیا۔ ابلیس نے اپنے بیٹے خنّاس کو آواز دی، اس کے جسم کے تمام ٹکڑے باہم پیوست ہو گئے اور خنّاس زندہ ہو گیا اور ابلیس کے پاس آ گیا، پھر دوبارہ ابلیس نے حضرت حوّاؑ سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ لو کہ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، حضرت حوّاؑ نے یہ بات نہیں مانی، ابلیس نے نالہٗ و زاری اور خوشامد کرنا شروع کر دی، آخر کار حضرت حوّاؑ نے اس کی بات مان لی، ابلیس چلا گیا اور حضرت آدمؑ آ گئے، حضرت آدمؑ نے جب خنّاس کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو حضرت حوّاؑ نے سارا احوال بیان کر دیا، حضرت آدمؑ نے حضرت حوّاؑ کو برا بھلا کہا اور یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے تم میرا حکم نہیں مانتی ہو اور اس دشمنِ خدا کی بات مان لیتی ہو اور اسکے فریب میں آ جاتی ہو؟ حضرت آدمؑ نے خنّاس کو قتل کر کے جلا دیا اور اس کی آدھی راکھ کو پانی میں پھینک دیا اور آدھی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ ابلیس پھر آیا اور اس نے اپنے بیٹے کو طلب کیا، حضرت حوّاؑ نے تمام احوال بیان کر دیا۔ ابلیس نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور اس کے جسم کے تمام اجزا باہم مل گئے اور وہ زندہ ہو گیا اور ابلیس کی گود میں بیٹھ گیا۔ ابلیس نے پھر حضرت حوّاؑ سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ لو، حضرت حوّاؑ نے انکار کر دیا، ابلیس نے اُن کی منتیں کیں کہ وہ اس کے بیٹے کو قبول کر لے، حضرت حوّاؑ نے ابلیس کی بات مان لی، ابلیس چلا گیا، حضرت آدمؑ آئے تو اس کو دیکھا، سخت غصے میں آ گئے اور کہا کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے کہ تم ابلیس کی بات مان لیتی ہو اور میری بات نہیں مانتی ہو، پس حضرت آدمؑ نے خنّاس کو قتل کر کے اس کا قیمہ بنایا، آدھا خود کھا لیا اور آدھا حضرت حوّاؑ کو دے دیا، کہتے ہیں آخری بار ابلیس خنّاس کو بکری کی شکل میں لایا تھا، جب ابلیس واپس آیا تو اس نے اپنا بیٹا مانگا، حضرت حوّاؑ نے تمام کیفیت بیان کی کہ خنّاس کا ہم نے قیمہ بنا لیا، آدھا حضرت آدمؑ نے کھا لیا اور آدھا میں نے کھا لیا۔ ابلیس نے کہا میرا مقصد یہی تھا تاکہ میں آدمؑ کے وجود میں راہ پا لوں۔ اب جب کہ اس کا سینہ میرا مقام و مسکن بن گیا، میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے ____ اور ہاں حق تعالیٰ نے بھی تو قرآن مجید میں فرمایا ہے ٥ الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس (سورہ ۱۱۴، آیات ۴ تا ۶) یعنی شیطان جو لوگوں کے دلوں میں بُرے وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔ ۳۸؎ ____ سعد الدین حمویہؒ (وفات ۶۳۰ھ) اپنی کتاب ''المصباح فی التصوف'' میں فرماتے ہیں کہ ابلیس ایک آنکھ والا ہے چونکہ خود بین تھا حق بین نہیں تھا، اس نے جسمِ آدم کو دیکھا، لیکن جوہرِ آدم کو نہ دیکھا، یہی وجہ ہے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور راندۂ درگاہ حق ہو گیا۔ ۳۹؎ ____ شیخ نجم الدین رازیؒ (وفات ۶۵۴ھ) اپنی کتاب ''مرصاد العباد'' میں ابلیس کے

Marfat.com

انکار کی وجہ کو صوفیانہ رنگ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں سجدہ آدمؑ کو نہیں کرنا تھا جیسا کہ آج ہم سجدہ قبلہ یا کعبہ کو نہیں کرتے بلکہ صاحب البیت یعنی اللہ کو کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ بھی صاحب البیت (خدا) کو ہی سجدہ کرنے کا حکم تھا لیکن چونکہ ابلیس کی ایک آنکھ تھی اس وجہ سے وہ اس آنکھ سے صرف گھر (آدمؑ) کو دیکھ سکا، گھر والے یعنی صاحب البیت کو (خدا کو) نہ دیکھ سکا، سو ملعون بن گیا کہ ہر ناقص چیز ملعون ہے۔[۱۴۰] ایک اور صوفی شیخ عبدالعزیز نسفیؒ اپنی کتاب ''کشف الحقائق'' میں کہتے ہیں کہ شیطان سبب اور واسطہ ہے اور ہر وہ چیز جو علم و بیداری کا سبب ہے اور عملِ نیک کا سبب ہے وہ ملک یعنی فرشتہ ہے اور ہر وہ چیز جو جہالت و غفلت اور عملِ بد کا سبب ہے شیطان ہے۔ عالمِ ملکوت میں ملک (فرشتہ) اور شیطان دونوں تھے وہاں پر عقل ملک (یعنی فرشتہ) تھی اور طبیعت شیطان، جب عقل اور طبیعت دونوں مصوّر ہو گئے (یعنی صورت میں ڈھل گئے) تو دونوں سے صورت آدم ظاہر ہوگئی۔ پس آدم ملک یعنی فرشتہ اور طبیعت یعنی شیطان سے مرکب ہے، ایک اور جگہ نسفیؒ کہتے ہیں عقل آدم ہے چونکہ عقل ہی سے چیزوں کے نام جانے جاتے ہیں اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ○ **وعلّم آدم الاسماء کلّھا** ○ (سورہ ۲، آیت ۳۱) یعنی آدمؑ نے تمام نام جان لیے اور طبیعت ابلیس ہے کیونکہ طبیعت وہ ہے جو عقل کے آنے سے پہلے تمام ملائکہ کی سردار تھی اور تمام ملائک اسی کے فرمان کے ماتحت تھے۔ عقل کے آنے کے بعد طبیعت کو (ابلیس کو) سرداری سے معزول کر دیا گیا، (اسی لئے ابلیس کو عزازیل گویا معزول شدہ کہتے ہیں) اب تمام فرشتے آدم کو سجدہ کرتے ہیں یعنی عقل کے تابع فرمان ہیں، قرآن پاک کی اس آیت ○ **اذ قلنا للملٰئکۃ السجد وا لآدم فسجدوا الاابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین** ○ (سورہ ۲، آیت ۳۴) کے معنی بھی یہی ہیں۔ مختصراً یوں ہے کہ انسان عقل و طبیعت (خیر و شر) کا مرکب ہے پس جس انسان پر عقل غالب ہوتی ہے وہ فرشتہ ہے بلکہ فرشتے سے بھی برتر ہے اور جس پر طبیعت یا نفس (شر) غالب ہے وہ شیطان (ابلیس) ہے بلکہ شیطان سے بدتر ہے۔[۱۴۱]

اس مقالے کو اقبالؒ کے اس فکر انگیز شعر پر ختم کیا جاتا ہے، جو موجودہ دور کے حوالے سے زیادہ معنی آفرین ہو جاتا ہے:

یا دگر آدم کہ از ابلیس باشد کمترک ۔ یا دگر ابلیس بھر امتحانِ عقل و دیں

یا چناں کن یا چنیں!

یعنی اے خدا ایک اور انسان جو ذرا ابلیس سے کمتر ہو پیدا کر یا ایک اور ابلیس دین و عقل کے امتحان کے لیے تخلیق کر، یا ویسا کر یا ایسا کر!

Marfat.com

باب: ۴ تصورانسان ومرشدوشیخ

اورصوفیہ

مسلم مفکرین، متصوفین، ادبا وشعرا کی نظر میں انسان خلیفۂ الٰہی، مقرب بارگاہ ربانی، مرغ باغ ملکوت اور طائر گلشن قدس ہے:

ما طائرِ قدسیم نوا را نشناسیم مرغ ملکوتیم ہوا را نشناسیم (فیضی)
طائرِ گلشن قدسم چہ دہم شرحِ فراق کہ درین دامگۂ حادثہ چون افتادم (حافظ)

صوفیہ کی نظر میں انسان تین قسم کے ہیں: ایک مسافر دنیا ہے، اس کا راس المال دنیا ہے، اس کا سود گناہ ہے اور ایسا انسان حیوان صفت ہے، دوم مسافر آخرت ہے، اس کا راس المال عبادت واطاعت ہے، اس کا سود جنت ہے اور ایسا انسان مومن صفت ہے، سوم مسافر خدا ہے، اس کا راس المال معرفت ہے، اس کا سود دیدار الٰہی ہے اور ایسا انسان فرشتہ صفت ہے۔ علاؤالدولہ سمنانیؒ کی نظر میں انسان چار قسم کے ہیں: (۱) سعید، جس کے پاس آخرت ہے دنیا نہیں (۲) شقی، جس کے پاس دنیا ہے آخرت نہیں (۳) اسعد السعدا، جس کے پاس دنیا بھی ہے اور آخرت بھی (۴) اشقی الاشقیا، جس کے پاس دنیا ہے نہ آخرت۔ علاؤالدولہ سمنانیؒ ہی کا قول ہے کہ دنیا میں تین قسم کے انسان ہیں: مرد، نیم مرد اور نامرد، مرد وہ ہے جو حق بات کہتا ہے اور ڈرتا نہیں اور سچ بات سن کر ناراض نہیں ہوتا، نیم مرد وہ ہے جو حق بات تو کہہ دیتا ہے مگر حق بات سن کر سیخ پا ہو جاتا ہے، نامرد وہ ہے جو حق بات کہنے سے ڈرتا ہے اور حق بات سن کر غصہ میں آ جاتا ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ **طالب الدنیا مخنث، طالب العقبی مونث و طالب المولیٰ مذکر**، ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں: کچھ غذا کی طرح ہیں جن سے میل جول رکھنا ناگزیر ہوتا ہے، کچھ دوا کی طرح ہیں جن سے ملنے کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ بیماری کی طرح ہوتے ہیں جن سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس سے تمہیں خیر کی اُمید ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ ہو اور بدترین شخص وہ ہے جس سے تمہیں خیر کی اُمید نہ ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ بھی نہ ہو۔

یہ انسان خدا کی عجیب مخلوق ہے، یہ ''معجون خیر وشر'' فرشتہ بھی ہے اور شیطان بھی، اگر بدی کی راہ اختیار کرے تو شیطان کا بھی استاد بن جائے اور اگر نیکی کی روش اپنائے تو فرشتہ سے بھی برتر اور بلند تر مقام پالے ـــــ انسان پستی کی طرف رخ کرے تو حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر بن کر **اسفل السافلین** کی ذلت تک پہنچ جاتا ہے گویا'' **کالانعام بل هم اضل**، (جانور بلکہ اس سے بھی بدتر ـــ سورہ ۷، آیت ۱۷۹)

Marfat.com

کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اگر انسان بلندیٔ مراتب کی جانب مائل ہو تو وہ مقصود کائنات اور مطلوب موجودات کے مقام والا تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

آدمی زادہ طرفہ معجونی است کز فرشتہ سرشتہ وز شیطان
گر رود سوی این شود بہ ازین ور رود سوی آن شود بہ ازان (سنائی)

انسان بظاہر فقیر و حقیر و صغیر ہے لیکن حقیقت میں وہ عالم اکبر ہے اس شعر کے مطابق جو حضرت علیؑ سے منسوب ہے۔

اتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الاکبر

بیدل نے کیا خوب کہا ہے کہ دونوں عالم خاک ہوئے تب کہیں انسان کا نقش بنا، اے انسان، اے بہار نیستی اپنی قدر کو پہچان! فطرت ایک مدت تک زندگی بنانے اور سنوارنے میں لگی رہتی ہے تب کہیں کوئی نقش ایسا خوب ڈھلتا ہے کہ انسان بن جاتا ہے، اے انسان یہ دنیا ہو یا عقبیٰ یہ تمام ''گمان کے گھر'' تیرے ہی ساختہ پرداختہ ہیں:

ہر دو عالم خاک شد تا بست نقشِ آدمی اے بہار نیستی از قدر خود ہشیار باش
فطرت عمری کند تنگ و تاز نفس تا نقشِ ادب بندد و انسان گردد
چہ نام است دنیا چہ نام است عقبیٰ تو معمار این خانہ ھای گمان را

خدا، کائنات اور انسان کی تثلیث میں، انسان کی اہمیت مسلّم ہے کہ قرآن پاک والناس (انسان) پر ختم ہوتا ہے اور انسان کے معنی آنکھ کی پتلی کے بھی ہیں گویا انسان کائنات کی آنکھ ہے جس کا نور حق ہے کہ خدا کا عرفان اور کائنات کی پہچان انسان کے وجود ہی سے وابستہ ہے، حدیث پاک میں ہے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن یعنی خداوند تعالیٰ زمین و آسمان میں نہیں سماتا البتہ مومن صادق کے قلب میں سما جاتا ہے، ایک اور حدیث ہے کہ قلب المومن عرش الرحمن، ____

لیکن اہلِ حق یا صوفی ابلیس و نمرود کی طرح اَنانیت کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ توحید پر پختہ ایمان کی وجہ سے خدا، کائنات اور انسان کو ایک وحدت کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتا ہے، وہ یوں کہ صوفی توحیدِ حق میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ وہ خود کو اور ہر شے کو خدا کی تجلّیات کے حوالے سے دیکھتا ہے، وہ یعنی صوفی صاف دل اس مقام پر نہ خود خدا بنتا ہے اور نہ کائنات کو خدا بناتا ہے، صرف بندۂ حق ہی رہتا ہے اور اس کی نظر میں ہر شے بلکہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے تخلیق خدا یا تجلّی حق ہی رہتی ہے، وہ اپنے اور ہر شے کے وجود کو خدا کی تجلّیات کا

Marfat.com

مظہر جانتا ہے، یوں حقیقت میں وہ وحدت کا علمبردار ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں موحد ہوتا ہے، گویا شبستری مصنف گلشن راز کی زبان میں:

یکی بین و یکی گوی و یکی دان　　　　بدین ختم آمد اصل و فرع ایمان

یعنی صوفی ایک (خدا) ہی کو دیکھتا ہے، ایک ہی کی بات کرتا ہے اور ایک ہی کو جانتا ہے اور یہی بات اس کے ایمان کی شاخ بھی ہے اور بنیاد بھی۔

صوفی کی نظر میں ساری مخلوقات خدا کی ربوبیت کے دامن میں پل رہی ہیں سو وہ سب کے لیے اپنے دل میں محبت وشفقت کا جذبہ رکھتا ہے، یوں وہ خود ہر قسم کے نفسانی دباؤ اور انانیت کے فساد سے پاک ہوتا ہے۔ صوفی ظاہری شریعت کے حوالے سے نماز وروزہ کا پابند ہوتا ہے اور طریقت کے حوالے سے ہر وقت ذکر وفکر میں مصروف رہتا ہے، "گویا دست بکار و دل بایار" کا نمونہ ہوتا ہے، یوں ظاہر بھی پاک باطن بھی پاک، اس کا کردار دوسروں کے لیے باعث تقلید ہوتا ہے، وہ مرشد یا شیخ کی حیثیت سے بھٹکے ہوؤں کی رہبری کرتا ہے، دکھی انسانوں کو سکھ پہنچانے کی سعی کرتا ہے، رحمۃ للعالمین کی سُنت کے مطابق دوسروں کے لئے اور معاشرہ کے لئے باعثِ رحمت بنتا ہے اور اس حوالے سے وہ انسان کامل کا نمونہ ہوتا ہے۔

اسلامی ادبیات میں موجود تصور انسان کامل سے شیخ یا مرشد یا پیر کا تصور بہت حد تک وابستہ ہے، شیخ یا مرشد یا پیر تقریباً ان تمام اوصاف حمیدہ کا حامل ہوتا ہے جو مسلم مفکرین کی نظر میں انسان کامل میں ہونی چاہییں۔ خود انسانِ کامل کا تصور بھی اسلامی عظمت انسانی کے نظریہ پر مبنی ہے۔

اسلام میں نظریۂ انسان کامل:

اگرچہ تاریخی طور پر قدیم تہذیبوں میں بھی انسان کامل کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے اور اس کے ابتدائی نقوش ایرانی مذہبی پیشوا زرتشت کی تعلیمات میں موجود سوشیانس (یعنی منجی موعود یا نجات دھندہ) کے تصور میں یا شاہنامے کی اساطیری شخصیتوں کیومرث، رستم، فریدون اور کیخسرو وغیرہ میں جھلکتے ہیں[1] ____ چینی مذہبی پیشوا کنفیوشس کی تعلیمات میں بھی انسان کامل کا تصور "تشنتز" یا "چون تزؤ" کے عنوان سے ہے[2] ____ یونان میں ارسطو نے بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے۔ لیکن اسلامی ادبیات میں یہ تصور قرآنی تعلیمات اور سنت رسول پاکؐ کے حوالے سے زیادہ واضح اور کامل طور پر موجود ہے اور اسلامی تصوف وفلسفہ نے بھی اس تصور کو مزید جلا بخشی ہے۔ صوفیہ میں ابن عربی، الجیلی، اور عزیز الدین نسفیؒ نے انسان کامل کا تصور پیش کیا ہے، اخوان الصفا بھی اس باب میں اپنے خیالات رکھتے ہیں،

Marfat.com

فارابی کا رئیس مدینۂ فاضلہ، ابن باجہ کا متوحد، ابن طفیل کا حی بن یقظان اور ابن مسکویہ کا مثل اعلیٰ، فلسفیانہ تصور انسان کامل کے عکاس ہیں۔ فارسی زبان کے شعرا میں دوسرے شعرا کے علاوہ خاص طور پر رومی، بیدل اور علامہ اقبالؒ نے شاعرانہ رنگ میں انسان کامل کے خدوخال پیش کیے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عظمت انسانی کے مطالب کا سرچشمہ بہت حد تک اسلامی تعلیمات ہیں، قرآن کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) (سورہ ۹۵، آیت ۴)۳ ــــ حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے (خلق الله آدم علی صورته) ایک آیت قرآنی ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح پھونکی (ونفخت فیه من روحی.. سورہ ۱۵، آیت ۲۹، سورہ ۳۸، آیت ۷۲) اور اسے اشرف المخلوقات، مسجود ملائک اور اپنا خلیفہ وامین بنایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ــــ و اذ قلنا للملائکة اسجدوا لآدم ۴ ــــ واذقال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة ۵ انا عرضنا الامانة ۶ ــــ اور انسان کو خداوند تعالیٰ نے ولقد کرمنا بنی آدم ۷ ــــ اور الست بربکم ۸ ــــ کے خطاب سے بھی سرفراز فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں (نحن اقرب الیه من حبل الورید.. سورہ ۵۰، آیت ۱۶) اور یہ کہ ہم نے ساری کائنات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے کہ آیت قرآنی ہے وسخر لکم ما فی السموٰات و ما فی الارض جمیعا منه ۹ ــــ کہا جاتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ (من عرف نفسه، فقد عرف ربه)، اور ایک یہ آیت قرآنی بھی ہے سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم (سورہ ۴۱، آیت ۵۳) (یعنی ہم ان کو عنقریب اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھلائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی کہ انسان خدا کی عظیم ترین مخلوق ہے ــــ یوں اسلام نے عظمت انسان کو بڑے واضح اور کامل طور پر پیش کیا ہے، اسی عظمت انسان کے مسئلہ سے مثالی انسان یا انسان کامل کا تصور بھی وابستہ ہے ــــ اسلام میں حضرت محمد ﷺ کی پاک شخصیت انسان کامل یا مثالی انسان کا کامل ترین نمونہ ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے انا سید ولد آدم فرمانِ حق ہے وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (سورہ ۲۱، آیت ۱۰۷) اور یا ایها النبی انا ارسلنک شاهدا و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی الله باذنه و سراجاً منیرا

Marfat.com

ادبیات اسلامی میں موجود انسان کامل کا تصور رسول اکرم ﷺ کی (سورہ ۳۳، آیات ۴۵ و ۴۶) ____ ذات اقدس ہی کا عکس ہے کہ آپؐ کی مقدس شخصیت انسان کامل کی کامل ترین اور حقیقی تصویر ہے، دوسروں کو یہ مرتبہ آپؐ کی پیروی اور آپؐ ہی کی محبت و برکت سے حاصل ہوتا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں ____ اگرچہ قرآن پاک میں حضور پاک ﷺ کی تعریف و توصیف بہت سے مقامات پر ہے اور مختلف پہلوؤں پر محیط ہے، لیکن قرآن کریم کی اس آیت ویزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمۃ (سورہ ۳، آیت ۱۶۴) میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی شخصیت مقدسہ کے ان تین اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ بھی ہے کہ آپ نے یزکیھم کے مطابق لوگوں کو روحانی طور پر پاک اور منزہ کیا اور یعلمھم الکتب و الحکمۃ کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے قرآنی علم یعنی دین و دانش سے ان کے ذہنوں کو منور کیا اور دین کے مطابق مسائل حیات کو سمجھنے اور سلجھانے کی دانائی اور حکمت بھی عطا فرمائی، یوں یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ آپؐ کی ذات مکرم عرفان، علم اور حکمت و تدبر کا سرچشمہ تھی ____ آیت مذکورہ میں عرفان و علم و حکمت کے تین درجے، آنحضرتؐ کے تین مراتب: ولایت، نبوت اور رسالت کے بھی عکاس ہیں۔ آپ ﷺ معلم اخلاق بھی تھے کہ انک لعلیٰ خلق عظیم (سورہ ۶۸، آیت ۴) آپؐ ہی کی شان میں ہے۔ آپ ﷺ روحانیت میں قاب قوسین کے مقام پر فائز تھے اور تدبر و حکمت کے حوالے سے آپ کی پوری حیات طیبہ، آپؐ کا اسوۂ حسنہ تمام انسانوں کے لیے قیامت تک ہدایت کا سرچشمہ اور نمونہ ہے۔ اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے ایک مومن انسان کامل کی حیثیت سے معلم، مرشد اور مدبّر کی صفات کا حامل بنتا ہے ____ اگر ایک خاص نظر سے دیکھا جائے تو قرآن پاک تمام تر حمد، نعت اور مدح پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک میں حمد حق ہے، نعت رسولؐ برحق ہے اور انسان برحق یا انسان مطلوب یا انسان کامل کی مدح ہے کہ اس میں اچھے انسانوں یا مومنوں کی تعریف یا مدح بھی ہے۔ نیز قرآن نے وہ ضابطۂ اخلاق بھی بیان کیا ہے کہ جس پر چل کر انسان قرآن کا انسان مطلوب یا انسان کامل بن سکتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کی آیت "صراط الذین انعمت علیھم" میں بھی غالباً اسی انسانِ مطلوب کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہے۔ اگر اس حوالے سے قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کامل کا نقش یوں ابھرتا ہے کہ قرآن پاک کا انسان مطلوب سارے انسانوں کے لیے بلکہ ساری مخلوق خدا کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے کیونکہ وہ خدائے رحمٰن و رحیم کا بندہ اور رسول ﷺ رحمۃ للعالمین کا حلقہ بگوش ہوتا ہے اور قرآن پاک جو تمام تر رحمت و شفا ہے اسکے مطابق زندگی گذارتا ہے۔ وہ لوگوں سے نیک سلوک کرتا ہے،

Marfat.com

ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرتا ہے، غصہ آتا ہے تو پی جاتا ہے لوگوں کو اچھائی کی تلقین کرتا ہے اور جاہلوں سے منہ پھیر لیتا ہے (سورہ ۳، آیت ۱۳۴)۔ (سورہ ۷، آیت ۱۹۹) وہ صاحب ایمان و یقین عبادت حق میں مخلص اور اطاعت رسولؐ میں کامل، تقویٰ و عدل، احسان و ایثار کی اعلیٰ صفات کا حامل اور دانش و حکمت اور فہم و فراست میں یگانہ روزگار ہوتا ہے، نیک کام کرتا ہے، نیکی کی تبلیغ اور برے کام سے بچنے کی تبلیغ و تلقین کرتا ہے، اسکی تلقین و تبلیغ میں دانش و حکمت اور شفقت و محبت ہوتی ہے (سورہ ۴۱، آیات ۳۳ تا ۳۵) اور (سورہ ۱۶، آیت ۱۲۵) وہ برائی کا جواب اچھائی سے دیتا ہے اور اس کے پاس جو ہوتا ہے، وہ راہ حق میں خرچ کر دیتا ہے۔ زمین پر اکڑ کر نہیں چلتا بلکہ عاجزی سے چلتا ہے، مال خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتا ہے نہ بخیلی بلکہ اعتدال کا طریقہ اپناتا ہے۔ وہ مردم آزاری، فواحش اور برائیوں سے خود کو دور رکھتا ہے۔ لغویات سنتا ہے تو اس کا جواب سلام ہوتا ہے اور کہیں لغویات دیکھتا ہے تو وہاں سے باوقار طریقے سے گزر جاتا ہے۔ (سورہ ۲۸، آیات ۵۴ تا ۵۵ و سورہ ۲۵، آیات ۶۳ تا ۷۲) ناکامی کی صورت میں مایوس نہیں ہوتا اور کامیابی پر اتراتا نہیں (سورہ ۵۷، آیت ۲۳) امانت میں سچا، وعدے میں پختہ اور شہادت پر قائم رہتا ہے۔ (سورہ ۷۰، آیات ۳۲ و ۳۳) کسی کی غیبت نہیں کرتا، کسی کا مذاق نہیں اڑاتا، کسی پر تہمت نہیں لگاتا، کسی کو بدنام نہیں کرتا (سورہ ۴۹، آیات ۱۱ و ۱۲)، مملکت کے معاملات اس کے سپرد ہوں تو مشورے سے انہیں طے کرتا ہے، عوام کے معاملات میں ذاتی خواہشات کی بجائے حق و انصاف کے مطابق فیصلہ دیتا ہے۔ (سورہ ۳۸، آیت ۲۶) مصیبت سر پر آن پڑے تو صبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے، (سورہ ۲، آیت ۱۵۶) دوسروں کو بھی صبر کرنے اور حق پر چلنے اور نیک عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے (سورہ ۱۰۳، آیت ۳) اور وہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ (سورہ ۲، آیت ۴۴، سورہ ۶۱، آیات ۲ و ۳) ہر مسئلے میں وہ معقول، معتدل اور متوازن رویہ رکھتا ہے اور ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔ (سورہ ۲۵، آیت ۶۷) اس کی دعا ہوتی ہے کہ اے اللہ مجھے پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے اور آنے والی نسلوں میں میرا ذکر جاری رکھ اور میرا نام سچے لوگوں میں شامل کر دے (سورہ ۲۵، آیت ۷۴، سورہ ۲۶، آیات ۸۳ و ۸۴) وہ مرد حق پرست حق بات سوچتا ہے حق بات کہتا ہے، (سورہ ۳۳، آیت ۷۰) حق پر عمل کرتا ہے، حق کی تبلیغ کرتا ہے، حق کے لیے جہاد کرتا ہے، حق کے لیے جیتا ہے اور حق کے لیے جان تک دے دیتا ہے، اس کی زندگی اور اس کی موت، اس کی دوستی اور دشمنی حق کے لیے ہوتی ہے۔ (سورہ ۶، آیات ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و سورہ ۲۲، آیت ۷۷ و سورہ ۵، آیت ۳۵) اس کا ذہن ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہوتا ہے، وہ باطل پرستوں کا دشمن اور

Marfat.com

حق پرستوں کا دوست ہوتا ہے (سورہ ۴۸، آیت ۲۹) اس کا ہر عمل اتنا سچا، اتنا اچھا، اتنا پیارا ہوتا ہے کہ وہ عمل دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتا ہے، گویا اس کی زندگی قرآن پاک کی اس آیت شھداء علی الناس (سورہ ۲۲، آیت ۷۸) کی مکمل تفسیر و تصویر ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق و صداقت، جلال و جمال، محبت و شفقت، خیر و پاکیزگی کا حسین ترین اور کامل ترین تصور یا جسے قرآن مثل اعلیٰ کہتا ہے، (سورہ ۱۶، آیت ۶۰ و نیز سورہ ۳۰، آیت ۲۷) خدا کی ذات ہی سے منسوب ہے لیکن اس کا عکس اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ قرآنی انسان ہی میں مل سکتا ہے کہ اس کی شخصیت حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت یوسفؑ کے تدبر، حضرت عیسیٰؑ کے تقویٰ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت موسیٰؑ کے راہ حق میں جہاد وایثار کے اوصاف سے مزین اور مجموعی طور پر اسوۂ حسنۂ حضرت رسول ﷺ کی پیروی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کی ذات اقدس تمام انبیاء کے کمالات کا مجموعہ ہے اور خاص طور پر آپؐ کی شخصیت قرآنی آیت ویز کیھم و یعلمھم الکتاب والحکمتہ (سورہ ۳، آیت ۱۶۴) کے مطابق علاوہ اور بہت سی جہتوں کے معلم، مرشد اور مدبرّ کے اوصاف کی جامع بھی ہے۔

صوفیہ کی نظر میں انسانِ کامل:

اِبن عربیؒ کی نظر میں انسانِ کامل کلمہ ہے اور اسماءِ حق کا مظہر ہے، انسان عالمِ صغیر ہے کہ جہان مادی میں موجود تمام امکانات کا حامل ہے اور جہان مادی عالم کبیر ہے، یہ دونوں عالم یعنی عالم صغیر اور عالم کبیر آئینے کی طرح ہیں اور ایک دوسرے کے روبرو ہیں اور یوں یہ دونوں آئینے ایک دوسرے میں منعکس ہو رہے ہیں اور اپنے مشترک نقش کو جو انسان کامل ہے، منعکس کر رہے ہیں۔ انسان کامل تین بنیادی پہلو رکھتا ہے: (۱) جہان شناسی (۲) نبوت (۳) عرفان۔

جہان شناسی کے لحاظ سے انسان کامل آفرینش کا نمونہ ہے، نبوت کے لحاظ سے انسان کامل کلمہ اور فعل ابدی الٰہی ہے، جس کے مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو کسی ایک پیغمبر سے مشابہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عربیؒ کی کتاب فصوص الحکم کی ہر فصل کسی نہ کسی پیغمبر جو خود انسان کامل ہے، سے منسوب ہے، اس طرز تصور کے پس منظر میں حقیقت انسان کامل حقیقت محمدیہ ہے جس کا مادی ظہور حضرت رسول اکرم ﷺ کا وجود پاک ہے، آپؐ ان معنوں میں بھی خاتم پیغمبران ہیں۔ عرفان یا سیر وسلوک کے لحاظ سے انسان کامل حیات روحانی کا نمونہ ہے، ہر انسان بالقوہ انسان کامل ہے لیکن بالفعل صرف پیغمبروں اور اولیا کو اس نام سے پکارا جا سکتا ہے۔

ابن عربیؒ کی نظر میں تمام عالم یعنی عالم مادی انسان کبیر ہے، انسان جب تک پیدا نہیں ہوا تھا

Marfat.com

یہ عالم مادی جسم بے جان تھا، انسان پیدا ہوا تو گویا اس عالم مادی کے جسم میں جان آ گئی اور وہ مکمل انسان بن گیا۔ عالم میں انسان ایسا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ، یہی وجہ ہے کہ انسان خلیفہ کہلاتا ہے، یہ آدم انسان کامل ہے جو شانِ الوہیت کا مظہر تام ہے۔ اسی کے مظاہر تمام دوسرے انسان ہیں، ہر زمانے میں مظہر تام صرف ایک ہی ہوتا ہے جسے غوث یا قطب زمان کہتے ہیں، یہی انسان کامل ہے۔ جس طرح انسان میں قوا ہیں، اسی طرح عالم یعنی انسان کبیر کے بھی قوا ہیں جو ملائکہ ہیں۔ انسان میں قوت علمی ہے اور اس کا مرکز دماغ ہے۔ انسان کبیر یعنی عالم میں بھی قوت علمی ہے اور اس کا مرکز جبرائیلؑ ہیں۔ انسان کی طرح عالم میں بھی قوت حیات ہے، جس کا مرکز میکائیلؑ ہیں۔ انسان کے ساتھ موت ہے، سو انسان کبیر کی موت کا مرجع عزرائیلؑ ہیں۔ انسان میں خیال ہے، انسان کبیر کا خیال عالم مثال ہے اور اس کا مرکز اسرافیلؑ ہیں۔

شیخ ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ انسان کتنا ہی صاحب کمالات اور مظہر اسماو صفات الٰہی ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں نہیں پائی جاتیں: ایک وجوب ذاتی یعنی موجود بالذات ہونا کہ انسان ممکن الوجود ہے، واجب الوجود نہیں بن سکتا کیونکہ موجود بالذات ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، یعنی صرف ذات حق ہی کو بقا ہے۔ دوسری صفت استغنائے ذاتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے یعنی بے نیاز صرف ذات الٰہی ہے۔

انسان کمال نفس اس وقت حاصل کر سکتا ہے جب اسے عرفان نفس حاصل ہو۔ شیخ ابن عربیؒ عرفان نفس پر بہت زور دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم** (سورہ ۵۹ آیت ۱۹) (اے لوگو ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو خدا کو بھول گئے، تو خدا نے ان سے خود ان کے نفسوں کو بھلا دیا) یعنی وہ معرفت نفس سے محروم ہو گئے ______ مشہور قول ہے (بعض حضرات اسے حدیث بھی کہتے ہیں) کہ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** یعنی خودشناسی ہی میں خداشناسی ہے۔ ہم اپنے عجز سے خدا کی قدرت کا، اپنے جہل سے اس کے علم کا، اپنی فنا پذیری سے اس کی بقا کا اور اپنے عدم سے اس کے وجود کا عرفان حاصل کرتے ہیں۔۱۰

عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ کا تصور انسانِ کامل:

عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی یا الجیلیؒ (۷۶۷ھ-۸۱۱ھ) مؤلف کتاب "**الانسان الکامل فی معرفة الاواخر والاوائل**" کی نظر میں انسان کامل کے مقام کے حصول کے لیے تین مرحلوں کو طے کرنا لازمی ہے، جس طرح سیر نزولی میں وجود مطلق یعنی وجودِ حق ان تین مرحلوں سے گزرتا ہے: (۱) احدیت (ایک ہونا) (۲) ھویت (وہ ہونا) (۳) انیت (میں ہونا)، پہلے مرحلے یعنی احدیت میں وجود مطلق تعینات

Marfat.com

کی طرف قدم زن ہوتا ہے، ہویت میں تعیّن ہوتا ہے لیکن تجلی نہیں ہوتی، انیت میں تعیّن خارج میں متجلّی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان حصول کمال کا ارادہ رکھتا ہے تو سیر و سلوک کے تین مراحل طے کرے جو سیرِ صعودی ہے۔ یعنی انسان جب ان تین مراحل کو طے کر لیتا ہے تو مقام انسان کامل پر فائز ہو جاتا ہے:

پہلا مرحلہ اسمائے الٰہی کے تعقل کا ہے یا جسے تجلی اسما بھی کہتے ہیں، جب اسم اللہ کسی فرد پر متجلی ہوتا ہے تو وہ فرد اس اسم کے خیرہ کن جلال کے نور میں نابود ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ تجلی صفات کا ہے، اس تجلی کے مقام میں انسان اپنی قابلیت کے مطابق صفات حق کو دریافت کرتا ہے، مثلاً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت حیات سے بہرہ ور ہوتے ہیں وہ اس کی برکت سے بہت سی کرامات کا سبب بنتے ہیں، وہ لوگ ہوا میں اڑتے ہیں، پانی پر چلتے ہیں ـــــــ الجیلیؒ نے اسما و صفات الٰہی کی طبقہ بندی کی ہے۔ (۱) اسما و صفات ذاتی مثلاً اللہ، احد، فرد، نور، حق، قدوس اور حی (۲) اسما و صفات جلالی مثلاً کبیر و متعال و قادر (۳) اسما و صفات کمالی مثلاً خالق، غنی، اول و آخر (۴) اسما و صفات جمالی مثلاً رحیم و کریم۔

تیسرا مرحلہ تجلی ذات کا ہے اس مقام پر انسان وجود مطلق میں قدم رکھتا ہے، اس مرحلہ پر اخلاق روحانی کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور انسان اس مقام کو پا لیتا ہے جہاں انسانیت اور الوہیت اس کی ذات میں ایک ہو جاتی ہیں، اس کی آنکھ خدا کی آنکھ، اس کا کلام خدا کا کلام، اس کی زندگی خدا کی زندگی بن جاتی ہے۔ انسان بجائے خود ایک عالم ہے جو خدا اور عالم کبیر دونوں کا مظہر ہے۔ انسانی ہستی ذات باری کی خارجی شکل ہے، خدا اور کائنات میں واسطہ یا رابطہ کی کڑی ہے۔[11]

اخوان الصفا اور تصورِ انسانِ کامل:

اخوان الصفا انسانی تعلیم و تربیت کا ایک نصب العین پیش کرتے ہیں جس کے خدوخال مختلف قوموں کی زندگی سے ماخوذ ہیں، ان کی نظر میں اخلاقی حیثیت سے مکمل انسان یا انسانِ کامل کو نسل کے لحاظ سے ایرانی، عقائد میں عربی مسلمان، تعلیم میں بابلی، تجربے میں عراقی، سیاحت میں عیسائی، زہد میں شامی (راہب)، علم میں یونانی، کشف اسرار میں ہندی اور اپنی ساری روحانی زندگی میں صوفی ہونا چاہیے۔[12]

انسان کامل عزیز نسفیؒ کی نظر میں:

بقول عزیز الدین نسفیؒ (قرن ہفتم) انسان تمام موجودات کا کعبہ و مخدوم ہے، انسان کی اس تمام فضلیت کا سبب عقل ہے، موجودات میں سے کوئی چیز عقل نہیں رکھتی صرف انسان ہی عقل کا حامل ہے اس لئے

Marfat.com

انسان کو موجودات پر فضیلت حاصل ہے۔ وہ امانت جو تمام موجودات کو پیش کی گئی تھی اور انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا وہ عقل ہے، اس امانت کو یعنی عقل کی امانت کو انسان ہی نے اٹھایا تھا یوں انسان امانت الٰہی اور خلافت الٰہی کا سزاوار بنا۔ البتہ عاقلوں یعنی انسانوں کی فضیلت ایک دوسرے پر علم اور اخلاق کی بنا پر ہے۔ نسفیؒ کی نظر میں انسان کامل وہ شخص ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت میں کامل ہو یعنی اس میں یہ چار اوصاف بہ تمام وکمال موجود ہوں: اقوال نیک، افعال نیک، اخلاق نیک اور معرفت۔

انسان کامل کو شیخ، پیر، پیشوا، ہادی، مہدی بھی کہتے ہیں، دانا، بالغ، کامل اور مکمل بھی، امام، خلیفہ، قطب اور صاحب زمان بھی، جام جہان نما، آئینۂ گیتی نما، تریاق بزرگ اور اکسیر اعظم بھی، اسے عیسیٰؑ بھی کہتے ہیں، (کہ عیسیٰؑ کی طرح مردہ روح کو زندہ کر دیتا ہے) اسے خضرؑ بھی کہا جاتا ہے (کہ حضرت خضرؑ کی طرح وہ معرفت کا آب حیات عطا کرتا ہے) اور اسے سلیمانؑ کا نام بھی دیا جاتا ہے (کہ وہ سلیمانؑ کی طرح پرندوں کی آواز جانتا ہے یعنی صاحبِ اسرار ہوتا ہے)۔

عالم میں انسان کامل ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور صرف ایک ہوتا ہے اس لیے کہ تمام موجودات ایک جسم کی طرح ہیں اور انسان کامل اس میں دل کی طرح سے ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں ہوتا۔ سارے انسان خلاصہ کائنات اور میوۂ درخت موجودات ہیں اور انسان کامل سارے انسانوں کا خلاصہ ہے۔

انسان کامل کے لیے سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ وہ دنیا کو سنوارے اور سچائی کو اہلِ جہاں میں پھیلائے، بری عادات اور رسومات کی بیخ کنی کرے اور اچھے قواعد وقوانین کو لوگوں میں رائج کرے، لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور انہیں خدا کی وحدانیت کا درس دے، دنیا کی مذمت کرے اور آخرت کی تعریف وتوصیف کرے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کا مشفق ومحب بنائے تاکہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ حقیقت میں مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اب انبیا کی دعوت وتبلیغ ختم ہوگئی، صرف اولیا کی تربیت باقی ہے، دعوت انبیا رحمت عام ہے اور تربیت اولیا خواص کے لیے ہے۔ رحمت حق عام ہے تمام موجودات کے لیے، اور رحمت انبیا عام ہے تمام انسانوں کے لیے اور رحمت اولیا عام ہے تمام طالبان حق کے لیے۔ انسان کامل اس بزرگی اور کمال کے باوجود صاحب قدرت نہیں ہوتا، وہ زندگی نامرادی میں گذارتا ہے، یوں وہ علم واخلاق میں کامل ہوتا ہے لیکن قدرت ومراد کے لحاظ سے ناقص ہوتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کامل بظاہر صاحبِ قدرت ہوتا ہے یعنی بادشاہ یا حاکم ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ انسان کی قدرت بہت محدود ہے، غور سے دیکھا جائے تو اس کی

Marfat.com

نامرادی بیشتر ہے۔انبیااور سلاطین بہت سی چیزیں چاہتے تھے کہ وہ ہو جائیں لیکن نہیں ہوتی تھیں اور بہت سی چیزوں کو وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ وقوع پذیر ہوں لیکن وہ ہو جاتی تھیں، پس ثابت ہوا کہ انسان خواہ دانا ہو یا نادان، کامل ہو یا ناقص اس کا عجز اوراس کی بیچارگی ظاہر ہے۔اسی لیے بعض کاملین نے جب اس حقیقت کا ادراک کیا تو انہوں نے ترک دنیا کر کے آزادی وفراغت حاصل کر لی، جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان کامل وہ ہے جسے یہ چار چیزیں کامل طور پر حاصل ہوں۔

(۱)اقوال نیک (۲)افعال نیک (۳)اخلاق نیک (۴)معرفت

انسان کامل آزاد وہ ہے کہ جسے یہ آٹھ چیزیں حاصل ہوں: (۱)اقوال نیک (۲)افعال نیک (۳)اخلاق نیک (۴)معرفت (۵)ترک دنیا (۶)گوشہ نشینی (۷)قناعت (۸)گمنامی ـــــ

معرفت سے نسفیؒ کی مراد معرفت دنیا، معرفت آخرت، معرفت خود اور معرفت خدا ہے۔

جوشخص یہ مذکورہ آٹھ چیزیں حاصل کر لے وہی کامل وآزاد ہے اور بالغ وحر ہے اور جوشخص پہلی چار رکھتا ہے وہ صرف انسانِ کامل ہے اور جو فقط آخری چار یعنی ترک دنیا، گوشہ نشینی، قناعت، اور گمنامی، رکھتا ہے وہ صرف مرد آزاد ہے۔آزاد مردوں کو اگر مال ومرتبہ مل جائے تو شاد نہیں ہوتے اور اگر مال ومرتبہ چھن جائے تو غمناک نہیں ہوتے، اگر نیا لباس مل گیا تو وہ پہن لیا، اگر پرانا ملا تو وہ پہن لیا، غرض ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔[۱۳]

آزادمردی، فتوت یا جوانمردی اور صوفیہ:

انسان کامل کے تصور ہی کا ایک پہلو آزادمردی یا فتوت یا جوان مردی بھی ہے۔آزادمردی اور فتوت تصوف اور اسلامی ادب میں تقریباً ہم معنی ہیں ـــــ آزادمرد فارسی زبان میں مختلف معانی میں آیا ہے۔آزادمرد سے مراد وہ شخص ہے جو غلام نہ ہو۔

ز مادر همه مرگ را زاده ایم   همه بنده‌ایم ارچه آزاده ایم (فردوسی)

آزادمرد کے معنی مرد شریف اور نیک طینت کے بھی ہیں۔فردوسی کہتے ہیں:

میازار کس راکه آزاد مرد   سر اندر نیارد به آزار مرد (فردوسی)

یعنی کسی شخص کو دکھ نہ دو کہ آزادمرد کسی انسان کو بھی دکھ دینے کو پسند نہیں کرتا ـــــ آزادمرد کے معنی قلندر اور رند کے بھی ہیں۔

قرار در کف آزادگان نگیرد مال   نه صبر در دل عاشق نه آب در غربال (سعدی)

Marfat.com

یعنی آزاد لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹکتا، نہ عاشق کے دل میں صبر اور نہ چھلنی میں پانی رہتا ہے۔

عزیز نسفیؒ کی نظر میں حریت یا آزادی کے تین درجے ہیں، پہلے درجہ میں حجاب ظلمانی یعنی حب جاہ و مال سے آزادی ہے، دوسرے درجہ میں حجاب نورانی یعنی علم و تقویٰ اور اطاعت سے آزادی ہے، تیسرے درجہ میں اپنی ذات کی قید سے آزادی ہے، صوفی خود کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ فرمان رسولؐ ہے: موتوا قبل ان تموتوا۔ کا مفہوم یہی ہے ــــــ نسفیؒ کہتے ہیں کہ درویش کو چاہیے کہ مال و مرتبے کی محبت سے آزاد و فارغ ہو، اسے ہی مردِ آزاد بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ مطلق آزادی اور فراغت کامل کا کوئی وجود نہیں اور نہ ایسا ہونا (دنیا میں) ممکن ہے ہاں البتہ انسان کو نسبتاً آزاد و فارغ ہونا چاہیے۔ ۱۴

اسرار التوحید میں ہے کہ شیخ ابوسعیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ یا شیخ بندگی کیا ہے؟ فرمایا خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا ہے، آزاد رہ، اس نے کہا یا شیخ میں نے تو بندگی کے بارے میں پوچھا تھا؟ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب تک دونوں جہاں سے آزاد نہیں ہو گے تم بندۂ حق بھی نہیں بن سکتے ــــ عین القضاةؒ کہتے ہیں کہ جب تک خود پرستی کو ترک نہیں کرو گے تم خدا پرست نہیں بن سکتے اور جب تک بندۂ حق نہیں بنو گے آزاد نہیں ہو سکتے ۱۵

آزاد مردی اور بالخصوص فتوت یا جوان مردی اسلامی ادب میں اور خاص طور پر تصوف میں ایک مضبوط روایت کے طور پر موجود ہے۔ اسلامی ادب میں اسی حوالے سے فتوت نامے وجود میں آئے جن میں خاص طور پر فتوت نامۂ عطار، فتوت نامۂ سہروردی، فتوت نامۂ نجم الدین زرکوب، رسالۂ فتوتیہ میر سید علی ہمدانی، فتوت نامۂ منظوم ناصر سیواسی، فتوت نامہ ہای عبدالرحمٰن سلمی، علی بن عبدالرسول، خواجہ عبداللہ انصاری، ابن المعمار حنبلی، عبدالرزاق کاشانی، علاء الدولہ سمنانی وغیرہ۔ رسالۂ فتوتیہ از شمس الدین محمد آملی اور حسین واعظ کاشفی کا فتوت نامۂ سلطانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فریدالدین عطارؒ نے اپنے منظوم فتوت نامہ میں بہتر صفات گنوائی ہیں جو ایک جوان مرد میں ہوتی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: مروت، سچائی، سخاوت، وفاداری، پاکدامنی، فروتنی، بردباری وغیرہ۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ شام فتوت کا، عراق فصاحت کا اور خراسان صدق کا مرکز ہے ۱۶

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اصحاب کہف کو جواں مرد کہا ہے، حضرت ابراہیمؑ، حضرت خضرؑ یا یوشع بن نون اور حضرت یوسفؑ کو جوان مرد کہا ہے، حضرت رسول پاکؐ نے حضرت علیؓ کو جواں مرد کہا تھا، کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت رسول پاک ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا، آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس کے ساتھ جوانمردی کرو، حضرت علیؓ اٹھے اور گھر گئے، واپس آ کر اس سائل کو ایک

Marfat.com

دینار، پانچ درہم اور ایک روٹی دی۔ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ جب سائل نے سوال کیا تو میرے دل میں آیا کہ میں اسے ایک روٹی دوں، پھر خیال آیا کہ اسے پانچ درہم دوں، پھر دل میں آیا کہ اسے ایک دینار دوں، سو میں نے یہ پسند نہ کیا کہ جو باتیں میرے دل میں آئی تھیں انہیں پورا نہ کروں۔ حضورؐ نے فرمایا لا فتیٰ الا علی یعنی جوانمرد کوئی نہیں مگر علیؓ ہیں۔ فتوت نامۂ سلطانی میں حسین واعظ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں چند کافر حضرت رسول اکرمؐ پر حملہ آور ہوئے، آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ان کو بزور شمشیر دفع کرو، چنانچہ حضرت علیؓ نے انہیں حملہ کر کے بھگا دیا، ایک بار پھر کفار کا ایک گروہ حضرت رسول اکرمؐ پر حملہ آور ہوا، آپؐ کے اشارے سے حضرت علیؓ نے حملہ کر کے بھگا دیا، اس وقت ہاتف غیبی سے آواز آئی **لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار**۔ ۱۷ے

عنصر المعالی کیکاؤس نے قابوس نامہ میں آئین جوان مردی کے باب میں لکھا ہے کہ جوان مردی کی اصل یا بنیاد تین چیزیں ہیں، ایک یہ کہ جو کہو وہ کرو، دوم یہ کہ صرف سچ بولو اور سوم یہ کہ صبر وتحمل اختیار کرو۔ سپاہیوں اور عیاروں کی جوان مردی اور ہے اور تاجروں کی جواں مردی اور ہے، صوفیہ کی جوان مردی بالکل مختلف ہے، اور سب سے بڑھ کر فتوت یا جوانمردی پیغمبروں کی ہے کہ حقیقی جوانمردی انہی کی ہے ______ حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ فتوت کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) وفائے بے خلاف (۲) تعریف بے عطا (۳) عطائے بے سوال۔ ۱۸ے ______ احمد بن خضرویہؒ نے اپنی بیوی ام علی سے کہا کہ میں ایک دعوت کرنا چاہتا ہوں، جس میں اپنے شہر کے ایک شیر مرد اور شاطر کو جو اپنے شہر کے جوان مردوں کا سردار ہے بلاؤں گا۔ بیوی نے کہا کہ تم (صاحبِ فتوت) نوجوانوں کی دعوت نہیں کر سکو گے۔ احمد بن خضرویہؒ نے کہا کہ میں ضرور کروں گا۔ بیوی نے کہا اگر تم ایسا ہی کرنا چاہتے ہو تو بھیڑ بکریوں، گایوں اور گدھوں کو ذبح کر کے اس آدمی کے گھر کے دروازے سے لے کر اپنے گھر کے دروازے تک ڈال دو۔ (یہ سن کر) احمد بن خضرویہؒ نے کہا کہ بھیڑ بکریوں اور گایوں کے متعلق تو میں جانتا ہوں کہ انہیں کھانے کے لئے ذبح کیا جائے، مگر گدھوں کو کیوں ذبح کیا جائے؟ بیوی نے کہا تم ایک بافتوت انسان کو اپنے گھر بلا رہے ہو تو کم از کم محلہ کے کتوں کو بھی کچھ نہ کچھ خیر ملنی چاہیے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی مگر زفاف سے پہلے اس عورت کو چیچک ہوگئی۔ خاوند نے کہا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے، پھر کہا کہ آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ اس کے بعد عورت اس کے گھر آئی اور بیس سال کے بعد مرگئی۔ بیوی کے مرنے کے بعد اس شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لیں اور کہا کہ میری بینائی

Marfat.com

بحال ہوگئی ہے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں اندھا نہیں ہوا تھا بلکہ اس خیال سے کہ بیوی کا چیچک زدہ چہرہ دیکھا تو وہ غم زدہ ہوگی، اس لیے میں نے اپنے آپ کو اندھا ظاہر کیا ہوا تھا تا کہ وہ سمجھے کہ میں نے اس کا چہرہ دیکھا ہی نہیں۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ تم تو اہلِ فتوت کے سردار ہو۔

حضرت حاتم اصمؒ کے پاس ایک عورت کوئی مسئلہ پوچھنے آئی، اتفاق سے اس کی ریح خارج ہوگئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی، اس نے جب مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو کہ میں بہرا ہوں، پھر اُس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا، درحقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ عورت کی شرمندگی کو رفع کرنے کے لیے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے اور اسی حوالے سے آپ کو اصم (بہرا) کہا جاتا ہے ـــــــــ اربابِ فتوت کی ایک جماعت ایک شخص کی زیارت کے لئے آئی جو فتوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس آدمی نے نوکر سے دسترخوان لانے کو کہا۔ مگر وہ نہ لایا۔ اس آدمی نے دوبارہ، سہ بارہ کہا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور انہوں نے کہا یہ فتوت نہیں کہ انسان ایسے شخص سے خدمت لینا چاہے جو دسترخوان لانے میں اس قدر نافرمانی کرے۔ اس شخص نے نوکر سے پوچھا کہ تم نے دسترخوان لانے میں اتنی دیر کیوں کی؟ نوکر نے کہا: دسترخوان پر چیونٹیاں تھیں لہٰذا یہ مناسب نہ تھا کہ چیونٹیوں والا دسترخوان لے آؤں اور یہ بھی فتوت نہ تھی کہ دسترخوان سے چیونٹیوں کو گرادوں۔ لہٰذا میں نے توقف کیا تا کہ چیونٹیاں رینگ کر چلی جائیں۔ یہ سن کر سب نے کہا اے لڑکے تو نے بڑی دقیق بات کہی ہے، اربابِ فتوت کی خدمت کرنے والا تمہارے ایسا ہی جوان مرد ہونا چاہیے ـــــــــ ابو مرشد علی شرفائے عصر میں سے تھا، اس کی مدح ایک شاعر نے لکھی، ابو مرشد نے کہا کہ میرے پاس تمہیں انعام دینے کے لیے کچھ نہیں، البتہ تم ایسا کرو کہ مجھے قاضی کے سامنے لے جا کر پیش کردو اور دعویٰ کرو کہ اس کے ذمے میرے دس ہزار درہم ہیں، میں اقرار کرلوں گا، قاضی مجھے اس قرض کے بدلے قید میں ڈال دے گا، میرے قبیلہ والے مجھے قید میں نہیں رہنے دیں گے اور تمہیں پیسے دے کر مجھے چھڑا کر لے جائیں گے، اس نے ایسا ہی کیا، رات ہونے سے پہلے پہلے شاعر کو دس ہزار درہم دے کر ابو مرشد علی کو اس کے اہل قبیلہ قید سے چھڑا کر لے گئے ـــــــــ ایک حاجی مدینہ میں آیا اور اسے خیال ہوا کہ اس کی تھیلی جس میں دینار تھے چوری ہوگئی ہے۔ اس نے حضرت جعفر صادقؒ کو دیکھا، ان سے لپٹ گیا اور کہتا رہا کہ تم نے ہی میری تھیلی لی ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا اس میں کیا تھا؟ اس نے کہا ایک ہزار دینار۔ آپ اسے اپنے گھر لے گئے اور ایک ہزار دینار گن کر دے دیئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر گیا تو دیکھا کہ تھیلی گھر میں پڑی ہے اور اسے چوری کا وہم ہوا تھا۔ لہٰذا وہ عذر خواہی کے لئے

Marfat.com

حضرت جعفر صادقؒ کے پاس آیا اور دینار واپس کرنا چاہے۔ مگر انہوں نے واپس لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا جو چیز میں اپنے ہاتھ سے دے چکا ہوں اسے واپس نہیں لوں گا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت امام جعفر صادقؒ ہیں۔

جوان مردوں کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ جوان مردوں کو عیار بھی کہا جاتا تھا، شاطر اور کلو بھی کہتے تھے۔ جوان مردوں کی تنظیم ایک باقاعدہ جماعت کی شکل میں ہوتی تھی، ان کا ایک گرو یا لیڈر ہوتا تھا، یہ لوگ ایک خاص قسم کا کرتا پہنتے تھے۔ جب جوان مردوں کا گورو کسی کو اپنے مسلک میں شامل کرتا تھا تو جوانمردی کی رسم ادا کی جاتی تھی اور نو وارد کو وہ ایک خاص قسم کا لباس عطا کرتا تھا (جیسے صوفیہ خرقہ عطا کرتے ہیں) اور نمک ملا پانی پلاتا تھا۔ اس رسم میں پانی زندگی کی اور نمک وفاداری کی علامت ہے ______

خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ نے ۵۷۸ ہجری میں جوان مردوں کے سردار ابن یوسف ابن صالح سے جوان مردی کا لباس پہنا اور خود اس نے جوانمردی کی ترویج میں کوشش کی تاکہ ان جوانمردوں کی بہادری سے استفادہ کرے، صلیبی جنگجوؤں اور یورپی حملہ آوروں سے دنیائے اسلام کو بچائے اور خلافت کو مستحکم کرے، لیکن ۶۲۲ ہجری میں الناصر لدین اللہ کی وفات کی وجہ اس پروگرام پر عمل نہ ہو سکا۔

جوان مرد ڈاکو اور راہزن بھی ہوتے تھے۔ خاص طور پر عباسی دور میں معاشرے کے بدکردار لوگ بھی خود کو جوان مرد کہلاتے تھے۔ جوان مرد ڈاکوؤں کے عجیب وغریب واقعات ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ایسے ہی جوان مرد ڈاکو نے ایک دیہاتی کو پکڑ لیا اور حکم دیا "سب کچھ میرے حوالے کر دو اور لباس بھی اتار کر دیدو" اس نے کہا پاس ہی میرا باغ ہے مجھے وہاں تک جانے دو، وہاں پہنچ کر میں تمہیں اپنے کپڑے اتار کر دیدونگا اور دوسرے کپڑے پہن لوں گا۔ ڈاکو نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا کہ تم وہاں مجھے اپنے نوکروں سے مل کر پکڑ لو گے۔ اس شخص نے کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں ایسا نہیں کرونگا۔ ڈاکو نے کہا حضرت امام مالک بن انسؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے جو قسم کھائی جائے اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا، اس لئے میں تیری قسم پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ اس شخص نے کہا کہ میں تجھے خدا اور رسولؐ کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھے جانے دے میں باغ میں جا کر اپنا سارا لباس تجھے دیدوں گا۔ ڈاکو کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا تجھے معلوم ہے کہ میں کیا سوچ رہا تھا؟ میں یہ سوچ رہا تھا کہ رسول خداؐ کے زمانے سے لے کر اب تک تمام ڈاکوؤں کی ڈاکہ زنی کے واقعات میری نظر میں ہیں، مجھے کوئی ایسی نظیر نہیں ملی کہ کسی ڈاکو نے ڈاکہ زنی میں ادھار کیا ہو۔ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں کہ دین اسلام میں بدعت پیدا کروں، اگر میں یہ بدعت اختیار کرتا ہوں کہ تیرے وعدے پر یقین کر لوں تو اس

Marfat.com

ڈا کے کا گناہ بھی اور قیامت تک جتنے ڈاکو ایسا کریں گے ان کا گناہ بھی میری گردن پر ہوگا۔ بس تو لباس اتار کر مجھے دیدے۔ اس شخص نے کہا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ مجھے ننگا کر دو گے۔ ڈاکو نے کہا کوئی بات نہیں حضرت مالک بن انسؒ سے روایت کی جاتی ہے کہ اگر آدمی ننگا ہو کر غسل کرے تو کوئی گناہ نہیں۔ یوں ننگا ہونا گناہ کی بات نہیں۔ آخر ڈاکو نے اس شخص کے کپڑے اتروائے جنہیں وہ لے اڑا۔ ۱۹

حضرت فضیل عیاضؒ جنہیں فرید الدین عطارؒ نے مقدم تائبان (یعنی توبہ کرنے والوں کا سردار) اور عیار طریقت کہا ہے ابتدا میں ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ ایک روز ایک قافلے کو لوٹنے کے لئے حضرت فضیلؒ کے ساتھیوں نے حملہ کیا، قافلے والوں میں ایک شخص جس کے پاس سونے کی اشرفیوں کی تھیلی تھی اپنی تھیلی لے کر چپکے سے وہاں سے سٹک گیا، تاکہ اسے کہیں چھپادے اور جب ڈاکو چلے جائیں گے تو اس تھیلی کو نکال کر اپنے کام میں لے آئے گا۔ جب وہ قافلے سے باہر نکلا تو اسے ایک خیمہ نظر آیا۔ اس میں جا کر دیکھا کہ ایک صاحب بزرگ صورت بیٹھے ہیں، یہ حضرت فضیل عیاضؒ تھے، اپنی تھیلی ان کے سپرد کر دی، انہوں نے فرمایا جاؤ اور خیمے کے گوشے میں یہ تھیلی رکھ دو۔ جب ڈاکو لوٹ کر چلے گئے، تو وہ خیمے میں آیا تاکہ اپنی تھیلی لے لے، اس نے دیکھا کہ ڈاکو خیمے میں بیٹھے ہیں اور لوٹ کا مال تقسیم کر رہے ہیں۔ اس آدمی نے جب یہ دیکھا تو سمجھ گیا کہ اس نے تھیلی ڈاکو بلکہ ڈاکوؤں کے سردار کو دی تھی، وہ تھیلی کے ملنے سے مایوس ہو گیا۔ حضرت فضیلؒ نے اسے دور سے دیکھ لیا، پاس بلایا اور وہ تھیلی اس کے حوالے کر دی۔ ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا، میں بھی خدا سے نیک گمان (یعنی امید) رکھتا ہوں کہ مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ میں نے اس کے گمان کو سچ کر دیا، ان شاء اللہ خداوند تعالیٰ میرا گمان بھی سچ کر دے گا۔ آخر انہیں توبہ کی توفیق ملی، وہ عظیم صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰ ____ ایسا ہی ایک جوان مرد ڈاکو سلطانہ ڈاکو کے نام سے برصغیر میں میرٹھ (یوپی ہندوستان) کے علاقے میں بھی ہوا تھا، جو بہت مشہور ہے۔

حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ ایک حمام میں گئے، وہاں ایک ملازم نے آپ کے بدن کی مالش کی، ساتھ ہی جسم کا میل اتار کر آپ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور پوچھا جناب فتوت کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے میل اور ان کی گندگی کو ان کے سامنے نہ رکھنا۔ ملازم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ فوراً آپ کے پاؤں پڑ گیا، معافی مانگی اور آپ کا مرید ہو گیا۔ ۲۱ ____ مشہور صوفی حضرت حمدون قصارؒ نے ایک شخص جسکا نام نوح تھا اور جو اپنے زمانے کا مشہور عیار یا صاحب فتوت تھا سے پوچھا کہ جوانمردی کیا ہے؟۔ اس نے پوچھا کہ میری جوانمردی یا آپ کی جوانمردی؟ حمدون قصارؒ نے کہا کہ دونوں ہی کی جوانمردی کے بارے میں بتاؤ۔

Marfat.com

اس نوجوان نے کہا کہ میری جوانمردی یہ ہے کہ قبا اتاردوں اور مرقع (گدڑی) پہن لوں تا کہ صوفی بن جاؤں اور مخلوق کی شرم سے گناہوں سے بچوں اور تمہاری جوانمردی یہ ہے کہ تم مرقع اتاردو تا کہ تم سے مخلوق دھوکا نہ کھائے اور مخلوق سے تم دھوکا نہ کھاؤ۔۲۲ ـــــ جب حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ نیشاپور پہنچے تو حضرت ابوحفص حدادؒ نے اپنی عظمت و برتری کے باوجود حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کی جوانمردی کا احترام کرتے ہوئے فرمایا جس کو میں عبا میں تلاش کرتا تھا، اس کو میں نے قبا میں پایا "وجدت فی القبا ما طلبت فی العبا" ۲۳ ـــــ حضرت ابوالحسن بوشنجیؒ کا قول ہے کہ جوانمردی یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، دوستی کو قائم رکھے اور ظاہر و باطن ایک رکھے۔۲۴ ـــــ لوگوں نے محمد علی ترمذیؒ سے تقویٰ اور جوانمردی کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ قیامت میں کوئی شخص تمہارا دامن نہ پکڑے اور جوانمردی یہ ہے کہ تم کسی کا دامن نہ پکڑو۔ حضرت محمد علی ترمذیؒ کا قول ہے کہ مردعزیز وہ ہے جسے گناہ ذلیل نہ کرے، مرد آزاد وہ ہے جسے لالچ غلام نہ بنائے، سردار وہ ہے جسے شیطان غلام نہ بنائے اور عاقل و دانا وہ ہے جو خدا کے لیے پرہیزگاری کرتا ہے اور اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے۔۲۵ ـــــ حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ جوانمردی یہ ہے کہ مخلوق کو اپنی طرح چاہو بلکہ اپنے سے بہتر چاہو۔۲۶ ـــــ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ فتوت سے مراد ہے دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرنا، قیامت کے دن سب لوگ نفسی نفسی کہیں گے اور رسول پاک ﷺ فرمائیں گے امتی امتی۔۲۷ ـــــ فتوت نامہ سلطانی میں واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ فتوت یہ ہے کہ کوئی ایسا کام پوشیدہ طور پر نہ کرو کہ اگر ظاہر ہو جائے تو تم شرمندہ ہو ـــــ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ کچھ لوگ کعبے کا طواف کرتے ہیں، کچھ آسمان پر بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور کچھ عرش کا طواف کرتے ہیں لیکن جوانمرد خدا تعالیٰ کی یکتائیت کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ جوانمردی ایک سمندر ہے جس کے تین چشمے ہیں: ایک سخاوت، ایک شفقت، ایک مخلوق سے بے نیازی اور حق سے نیازمندی۔ انہی کا قول ہے کہ دانا حضرات خدا کو نور دل سے دیکھتے ہیں اور دوست نور یقین سے اور جوانمرد نور معاینہ سے ۲۸

حضرت امام تقیؒ کا قول ہے کہ فتوت کے تین درجے ہیں: (۱) سخا یعنی جو کچھ پاس ہے اسے کسی سے دریغ نہ رکھے (۲) صفا یعنی اپنے سینہ کو کبر اور کینہ سے پاک رکھے۔ (۳) وفا یعنی خدا کے حقوق اور خلق خدا کے حقوق پوری طرح ادا کرے ـــــ حضرت امام تقیؒ ہی کا قول ہے کہ فتوت کے مختصراً یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے باطن کو خدا کے ساتھ اور ظاہر کو مخلوق کے ساتھ سچا رکھے ـــــ طاؤس یمانی نے

Marfat.com

حضرت امام زین العابدینؒ سے پوچھا کہ فتوت کیا ہے؟ فرمایا عبادت رحمٰن اور مخالفت شیطان ـــــــ صوفی نامہ میں ہے کہ خلق خدا کی مدد مال سے کرنا سخاوت ہے، جان سے کرنا فتوت ہے، اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق رکھنا مروت ہے۔ فتوت صلاح صحبت ہے، سخاوت گوہر انسانیت ہے اور مروت فتوت ہی کی ایک صورت ہے ـــــــ حضرت جعفر خلدیؒ کا قول ہے کہ فتوت یا جوانمردی یہ ہے کہ انسان خود کو حقیر جانے اور مسلمانوں کی حرمت کو عظیم سمجھے۔ ۲۹ ـــــــ حضرت ابو حفص حدادؒ (قرن سوم ھ) کے مطابق فتوت یہ ہے کہ خود تو دوسروں کے ساتھ انصاف کرو لیکن دوسروں سے اپنے لیے انصاف نہ طلب کرو۔ مناہج الطالبین میں ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ چالیس سال درویشوں کی صحبت میں رہا ہوں اور اس چالیس سال کے عرصے میں کوئی شخص مجھ سے آزردہ خاطر نہیں ہوا اور میرے اور کسی کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کا دشمن رہا ہوں اور ہمیشہ درویشوں کا دوست رہا ہوں۔ میں درویشوں کی عزت کرتا تھا اور خود کو ان سے کمتر سمجھتا تھا۔ حضرت سیدی احمدؒ کا قول ہے کہ جو عاجزی کا اظہار کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بلند کر دیتے ہیں اور جو غرور کرتا ہے حق تعالیٰ اسے لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دیتے ہیں۔ ۳۰

تصور انسان کامل، آزاد مردی اور جوانمردی کے تصور سے انسانیت یا انسان دوستی کے تصورات وابستہ ہیں، تصوف درحقیقت انسان دوستی ہی کی ایک اسلامی شکل ہے، صوفیائے صاف دل کے اقوال اور ان کی زندگی کے واقعات سچی انسان دوستی کے عکاس ہیں۔ تصوف اور انسان دوستی کے حوالے سے تفصیلی گفتگو اس کتاب کے باب اول میں جو ''تصوف اور مبادی تصوف'' کے عنوان سے ہے گذر چکی ہے۔

ولی اور ولایت:

انسان یا انسان کامل کے تصور کے ساتھ ولایت یا ولی کا تصور بھی وابستہ ہے، کہ تصوف میں مرشد یا پیر انسان کامل ہوتا ہے اور انسان کامل باطنی طور پر ولایت کے مقام پر فائز ہوتا ہے، ویسے بھی ایک صوفی پاک دل کو ولی کامل سمجھا جاتا ہے۔ ولی کا لفظ واحد اور جمع کی شکل میں قرآن پاک میں بہت بار آیا ہے لیکن یہ آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف، علیھم ولاھم یحزنون (یعنی اللہ کے دوست نہ خوف رکھتے ہیں اور نہ غم)، تصوف میں عام طور پر ولی کی تعریف میں پیش کی جاتی ہے ۳۱ ـــــــ تصوف میں ولایت کا تصور تقریباً شروع ہی سے موجود ہے۔ ولایت کی دو قسمیں ہیں: اول ولایت عامہ، دوم ولایتِ خاصہ۔ ولایتِ عامہ میں وہ تمام مومنان صادق شامل ہیں جو شریعت و طریقت پر عمل کرتے ہوں اور تمام مخلوق خدا

Marfat.com

سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد نرمی اور محبت سے پیش آتے ہوں۔ ولایت خاصہ میں وہ صوفیہ شامل ہیں جو ذاتِ حق میں فنا ہو چکے ہوں اور ذاتِ حق کے ساتھ زندہ ہوں۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ عرایس اللہ فی الارض.

صوفیائے اسلام نے ولایت و نبوت کے عنوان سے خاصی بحث کی ہے۔ کچھ صوفیہ نے ولایت کو نبوت سے افضل کہا ہے، عین القضاۃ ھمدانی نے تمہیدات میں ولایت کو نبوت سے افضل اشارتاً کہا ہے اور سعد الدین حمویہؒ نے خاص طور پر اس موضوع پر کہ ولی نبی سے افضل ہے بہت کچھ کہا ہے اور لکھا ہے جس پر خاصی بحث ہوئی ہے اور تنقید بھی، خاص طور پر علاؤ الدولہ سمنانی نے چہل مجلس میں، نور الدین اسفراینی نے کاشف الاسرار میں، شیخ محمد لاھیجی نے شرح گلشن راز میں اس پر تنقید و تبصرہ کیا ہے ـــــ یہ بات بڑی اہم ہے کہ آخر یہ موضوع یا خیال کب اور کیسے وجود میں آیا کہ ولی نبی سے افضل ہے، کتاب اللمع، تعرف اور کشف المحجوب میں صرف اشارتاً اس گمراہ گروہ کا ذکر کیا گیا ہے ـــــ ابھی تک اس موضوع پر کوئی کامل تحقیق نہیں ہوئی، کم از کم میری نظر سے نہیں گزری۔ میں نے مختصراً اور جس حد تک اس کتاب کا حوصلہ تھا بیان کیا ہے، اگر کوئی اس موضوع پر کام کرنا چاہے تو یہ موضوع تحقیق کے لیے خاصا دلچسپ ہوگا ـــــ بہر حال کتاب اللمع فی التصوف میں ابونصر سراج طوسیؒ (م ۳۷۶ھ) نے غالباً سب سے پہلے اس موضوع پر بحث کی ہے اور ان گمراہ لوگوں کی تردید کی ہے جو ولایت کو نبوت سے افضل کہتے ہیں، وہ اس بحث کو یوں ختم کرتے ہیں کہ ولایت یا صدیقیت تو انوارِ نبوت ہی سے منور ہوتی ہے لہٰذا نبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی چہ جائیکہ اس سے افضل ہو ـــــ تصوف کی مشہور کتاب تعرف میں ہے کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیا تمام انسانوں سے افضل ہیں اور کوئی انسان خواہ وہ صدیق ہو، خواہ ولی یا کوئی اور وہ فضیلت میں انبیا کے برابر نہیں ہو سکتا، بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ صدیقین کی آخری انتہا انبیا کے احوال کی ابتدا ہے اور کوئی شخص انبیا کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ـــــ ابوالعباس بن عطاؒ فرماتے ہیں کہ رسولوں کا ادنیٰ ترین مرتبہ نبیوں کا بلند ترین مرتبہ ہے اور انبیا کا ادنیٰ ترین مقام صدیقین کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور صدیقین کا ادنیٰ ترین مقام شہدا کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور شہدا کا ادنیٰ ترین مقام صالحین کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور صالحین کا ادنیٰ ترین مقام عام مومنین کا اعلیٰ ترین مقام ہے[۳۲] ـــــ رسول اسے کہتے ہیں جو امت کو کتاب عطا کرتا ہے اور وہ رسول جو پہلی شریعتوں کو منسوخ کرتا ہے اور نئی شریعت پیش کرتا ہے اسے رسول اولوالعزم کہتے ہیں اور جس رسول اولوالعزم کو خدا تعالیٰ ختمِ نبوت عطا کرتا ہے اسے خاتم النبیین کہتے ہیں اور یوں روحِ انسانی اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

Marfat.com

صرف حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین کے مقام پر فائز ہیں۴۳ــــــــــ ہر نبی یا رسول کی نبوت یا رسالت کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک قرب حق کا پہلو، دوسرا تبلیغِ حق کا پہلو، اسی حوالے سے عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں نبی کی دو صفتیں ہیں یعنی نبوت و ولایت اور ولی ان دو صفتوں میں صرف ایک رکھتا ہے، یعنی ولایت۔ ولایت کے معنی قرب یا دوستی کے ہیں یوں ولی مقرب خدا یا دوستِ حق ہوتا ہے اور نبی کے معنی آگاہ کرنے والے (یعنی تبلیغ حق کرنے والے) کے ہیں ــــــ تعرف میں ہے کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت وہ ہے جو بندے کو عداوت سے نکال کر دوستی کی طرف لے آتی ہے، یہ ولایت عام مسلمانوں کی ولایت ہے، اسے ولایتِ عامہ کہتے ہیں۔ دوسری ولایتِ خاصہ ہے، یہ ولایت انتخاب اور برگزیدگی کی ولایت ہے نیز ولایت (واؤ کے فتح کے ساتھ) کے معنی ربوبیت یا مدد کے بھی ہیں جیسا کہ فرمانِ حق ہے **ھنالک الولایة للہ الحق** (ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے۔ سورہ ۱۸، آیت ۴۴) ــــــ ولایت (بفتح واؤ) سے مراد وہ ولایت ہے جس میں بندہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں، جن سے سالکان راہ طریقت کو مقامات قرب تک پہنچایا جاتا ہے اور ولایت (بکسر واؤ) وہ ولایت ہے جس میں وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جو خلق میں مقبولیت کا باعث ہوں مثلاً خوارق، تصرفات تکوینی یعنی کرامات وغیرہ ــــــ عزیز الدین نسفیؒ کے بقول جب وہ اپنے شیخ سعد الدین حمویؒ کی خدمت میں پہنچے تو یہ بحث بڑی گرم تھی کہ نبوت ولایت سے افضل ہے یا ولایت نبوت سے افضل ہے، عزیز الدین نسفیؒ نے کتاب الانسان الکامل میں اولیا کے بارے میں اپنے پیر شیخ سعد الدین کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول پاکؐ کے دین سے پہلے ولی نہیں ہوتے تھے، اس دور میں مقربانِ خدا کو انبیا کہتے تھے اور چونکہ حضرت رسول پاکؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا صرف ولی ہونگے سو ولی کا نام دینِ محمدی میں پیدا ہوا اور امت محمدؐیہ میں سے اللہ تعالیٰ نے بارہ آدمیوں کو یعنی بارہ اماموں کو اپنی ولایت سے مخصوص کیا ہے، یوں شیخ سعد الدینؒ کے نقطۂ نظر سے امتِ محمدؐیہ میں صرف بارہ امامان مقدس ہی ولی کہلانے کے مستحق ہیں اور آخری ولی حضرت مہدیؑ ہیں جو خاتم الاولیا اور صاحبِ زمان ہیں ــــــ عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ شیخ سعد الدینؒ نے حضرت مہدیؑ یا صاحبِ زمان کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ اُن کی نظر میں مہدی آخر الزمان علمِ کامل اور قدرت کامل کے حامل ہونگے، تمام روئے زمین کے حاکم ہونگے، تمام روئے زمین سے کفر کو مٹا دیں گے، اسے عدل و انصاف سے آراستہ کر دیں گے اور روئے زمین کے تمام خزانے ان پر ظاہر ہوں گے ــــــ عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ میں خراسان میں

Marfat.com

حضرت شیخ سعد الدینؒ کی خدمت میں تھا اور میرے پیر اس صاحب زمان کے بارے میں بہت سی مبالغہ آمیز باتیں اور اس کی قدرت اور اس کے کمال کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کرتے تھے، جو ہماری (یعنی مریدوں کی) عقل اور فہم سے بالا تھے۔ ایک دن میں نے اپنے شیخ سے کہا کہ یا شیخ وہ شخص جو ابھی آیا نہیں اس کے بارے میں مبالغہ آمیز باتیں کہنا قرین مصلحت نہیں، ہو سکتا ہے وہ ایسا نہ ہو۔ شیخ مجھ سے رنجیدہ خاطر ہو گئے، اس کے بعد میں نے اس موضوع پر بات نہیں کی ____ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے مہدی آخر الزمان کے تصور سے (ناجائز فائدے اُٹھاتے ہوئے) فتنہ پیدا کیا اور کر رہے ہیں اور بہت سے لوگ پریشان ہوئے اور ہو رہے ہیں، میرے زمانے ہی میں خراسان اور دوسرے علاقوں میں کچھ حضرات نے صاحبِ زمان ہونے کا دعویٰ کیا لیکن اسی حسرت میں جان دے دی اور کچھ نہ بنا، آئندہ بھی بہت سے لوگ اس قسم کا دعویٰ کریں گے ____ عزیز الدین نسفیؒ نے ولایت و نبوت کے باب میں بحث و تمحیص سے دامن بچاتے ہوئے صرف نبی اور ولی کی حقیقت بیان کی کہ ولی وہ ہے جو مقرب بارگاہ خدا ہے اور وہیں کا ہو رہا اور نبی وہ ہے جو مقرب بارگاہِ حق ہوتے ہوئے خلقِ خدا کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔

صوفیائے صاف دل نے ولایت و نبوت سے متعلق بحث (یعنی الولایت افضل من النبوت کہ ولایت نبوت سے افضل ہے) کو یوں ختم کیا ہے کہ کوئی ولی نبی کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا، نبی سے افضل ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ____ ولایت دو قسم کی ہے: عام ولی کی ولایت کو ولایتِ صغرا کہتے ہیں، یہ اسمِ ظاہر کی سیر ہے اور انبیا کی ولایت کو ولایت علیا کہا جاتا ہے، یہ اسم باطن کی سیر ہے۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے لیکن ہر ولی نبی نہیں ہوتا۔ البتہ نبی کی ولایت یعنی قربت حق (جو اس کا باطنی پہلو ہے) اس کی نبوت تبلیغِ حق (جو اس کا ظاہری پہلو ہے) سے برتر ہوتی ہے، یہی معنیٰ "الولاية افضل من النبوة" کے ہیں۔[۳۴]

مرشد و شیخ:

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام پیغمبر یا نبی تو یقیناً نہیں ہوتے لیکن یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ ایک ولی یا مرشد اپنی قوم میں وہی مقام رکھتا ہے جو نبی اپنی امت میں رکھتا ہے ____ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف کے باب دھم میں رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم چاہو تو میں تمہارے سامنے یہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو وہی افراد محبوب ہیں جو اس کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے کو بیدار کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس کے لیے سرگرم عمل رہتے

Marfat.com

ہیں۔حضرت شہاب الدینؒ کی نظر میں رسول پاک ﷺ نے جن محبوب خدا افراد کا تذکرہ اپنی حدیث میں فرمایا ہے اس سے ولی، شیخ یا مرشد کی طرف اشارہ ہے کہ اولیائے کرام اور مرشدین عظام لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں اور بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑتے ہیں۔حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی نظر میں طریقۂ تصوف میں مرشد یا شیخ کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور افضل ہے بلکہ وہ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کی نیابت کرتا ہے۔شیخ اپنے مرید میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح پیدا کرتا ہے کہ اس کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی کے راستے پر لگا دیتا ہے اور جو صحیح طریقے سے رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله (سورہ ۳، آیت ۳۱ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)۔۳۵

صوفیہ کی نظر میں یہ آیت "یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وا بتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون" (سورہ ۵، آیت ۳۵)......میں اتقوااللہ میں شریعت شامل ہے، وسیلہ سے پیر کامل مراد ہے، جاھدوا سے ریاضت و مجاہدہ اور سبیل سے راہ معرفت مراد ہے۔شاہ عبداللہ دھلویؒ کی نظر میں اس آیت اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورہ ۴، آیت ۵۹) میں اولی الامر سے مراد مرشد یا پیر ہے_____ پیر یا مرشد یا شیخ میں تمام اعلیٰ انسانی اوصاف کے ساتھ، آزاد مردی، فتوت اور جوانمردی کی صفات بھی بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہیں، اسے قطب یا غوث بھی کہا جاتا ہے_____ مرید سالک کے لیے شیخ یا مرشد کی بے حد اہمیت ہے، مرید تصوف کے راستے کا آشنا نہیں ہوتا، اس لیے اسے ایک آشنائے راہ یا رہنما کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ تصوف کے راستے میں عام راستوں کی طرح چور اور ڈاکو ہوتے ہیں، یہ چور اور ڈاکو خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی کی صورت میں ہوتے ہیں، مرشد یا رہنما مرید کو ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بچاتا ہے۔اس کے علاوہ تصوف کی راہ میں شبہات اور گمراہیاں بھی پیدا ہوتی ہیں، جن کے لیے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر مرشد یا رہنمائے معنوی نہ ہو تو کفر اور گمراہی پیدا ہونے کا امکان ہے۔مرید کو شیخ کی باتوں سے تقویتِ دل اور ثبات قدم حاصل ہوتا ہے، شیخ آزمائشوں میں مرید کی رہنمائی کرتا اور اگر شبہات پیدا ہوں تو ان کو دور کر دیتا ہے، اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ مقامات سلوک شیخ کی توجہ سے بہت جلد طے ہو جاتے ہیں، راہ طریقت ذکر کے ذریعے سے طے ہوتی ہے اور ذکر کی تلقین شیخ کامل ہی کر سکتا ہے:

گر تو سنگِ خارا و مر مر شوی   چون به صاحب دل رسی گوہر شوی

Marfat.com

(خواہ تم سخت پتھر ہو یا سنگِ مرمر جب تم کسی صاحبِ دل کی خدمت میں پہنچو گے تو گوہر بن جاؤ گے)

تصوف میں پیر یا مرشد کی اہمیت بنیادی ہے جس کا کوئی مرشد نہ ہو صوفیہ اسے اس درخت سے تشبیہ دیتے ہیں، جو خودرو ہوتا ہے، جس کو باغبان نہیں لگاتا، جس پر پتے تو ہوتے ہیں لیکن وہ پھل دینے سے محروم ہوتا ہے۔ مناھج الطالبین میں ہے کہ مشائخ نے کہا ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔

شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کا قول ہے کہ ''ہر دری و ہر سری مباشید۔ یک در گیرید و محکم گیرید''

درھر دری مرو کہ زتو آبرو رود یک در بروبگیر ولی استوار گیر

(ہر دروازے پر مت جاؤ یوں اپنی عزت مت گنواؤ، ایک در کو پکڑ لو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو)۔

عین القضاۃ ھمدانی کہتے ہیں کہ پیر مرید کا آئینہ ہے کہ اس میں وہ خدا کو دیکھتا ہے اور مرید پیر کا آئینہ ہے کہ مرید کے روح کے آئینے میں پیر خود کو دیکھتا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ مرید کا تعلق پیر سے تین طور سے ہے: ایک خرقہ کے حوالے سے، دوسرے تلقین و ذکر کی وجہ سے، تیسرے صحبت و تادیب کے ذریعہ سے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ مرید کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر کسی پیر کامل کو اپنا رہبر بنائے، مرشد کا فرض ہے کہ سب سے پہلے اسے حلال چیز کھانے، پینے اور پہننے کو کہے اور نفس پر قابو پانے کی تلقین کرے کہ نفس ہمیشہ لذاتِ دنیوی پر حریص ہوتا ہے اور اطاعتِ حق سے دور بھاگتا ہے۔ مرید کا فرض ہے کہ شیخ کی ہر بات اور ہر حکم پر بلا چون و چرا عمل کرے۔

شیخ یا مرشد تین قسم کے ہیں: (۱) شیخ کامل جو خود تو تصوف میں کمال رکھتا ہو لیکن دوسروں کی رہنمائی نہ کر سکتا ہو (۲) شیخ مکمل جو خود بھی تصوف میں کمال کا حامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو (۳) شیخ اکمل جو تصوف میں صاحبِ کمال ہو اور دوسروں کو کمال تک پہنچا بھی سکتا ہو لیکن وہ ایسا نہ کرتا ہو ________

عوامی زبان میں یوں بھی کہا جاتا ہے کہ پیر تین ہیں: ایک پیر پتھر جو عرفان کے سمندر میں خود بھی ڈوبتا ہے اور دوسروں کو بھی ڈبو دیتا ہے۔ دوسرا پیر پتا ہے جو خود تو پتے کی طرح معرفت کے سمندر میں تیرتا ہے لیکن دوسروں کو تیرا نہیں سکتا۔ تیسرا پیر تختہ ہے یعنی جو لکڑی کے تختہ کی طرح ہوتا ہے، خود بھی تیرتا ہے اور دوسروں کو بھی تیراتا ہے ____ صوفیہ کی نظر میں ایک اور حوالے سے پیر چار ہیں: پیر دلیل جو مرید کو اپنے سے کامل تر پیر کی طرف رہنمائی کرتا ہے (۲) پیر طریقت وارشاد جو مرید کی تربیت کرتا ہے تاکہ وہ مقامِ کمال کو پالے (۳) پیر صحبت جو مرید کے خطرات و شبہات کو دور کرتا ہے (۴) پیر خرقہ جو کسی کے پیر کی وفات کی صورت مرید کی تربیت و رہنمائی کرتا ہے اور خرقہ عطا کرتا ہے۔ ان چار کے علاوہ ایک پیر توبہ بھی ہوتا ہے جو مرید سے توبہ کی رسم

Marfat.com

ادا کراتا ہے۔

صوفیہ پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو قرآن کی اس آیت سے اخذ کرتے ہیں ان الذین یبا یعونک انمـا یبـا یعون اللّٰہ (سورہ ۴۸، آیت ۱۰) یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بیعت ارادت اور دوسری بیعت صحبت۔ بیعت ارادت صرف ایک شیخ سے جائز ہے یعنی صوفی صرف ایک پیر سے مرید ہو البتہ بیعت صحبت کسی دوسرے پیر سے بھی کر سکتا ہے۔ بعض حضرات کسی بزرگ کے مزار سے بھی بیعت کرتے ہیں، شیوخ اسے جائز نہیں سمجھتے، بیعت وہی ہے جو کسی پیر کے ہاتھ پر کی جائے۔ البتہ صوفیہ میں اویسی طریقہ (غائبانہ بیعت کرنا یا مرید ہونا) رائج ہے کہ جس طرح حضرت اویس قرنیؒ (وفات ۳۷ھ) حضرت رسول اکرمؐ سے عقیدت رکھتے تھے اور انہوں نے رسول اکرمؐ سے غائبانہ طور پر بیعت کی تھی۔ حضرت اویسؒ یمن میں رہتے تھے، انہوں نے حضرت رسول پاکؐ سے شرفِ ملاقات حاصل نہیں کیا تھا، حضرت رسول پاکؐ حضرت اویسؒ کو امتِ محمدیہ کا بُرخ کہتے تھے بُرخ حضرت موسیٰؑ کی امت میں بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں یہ حدیث بھی ہے کہ انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن. یا. انی اشم رایحۃ الرحمن من قبل الیمن.

اویسی طریقہ میں ابوالحسن خرقانیؒ حضرت بایزید بسطامیؒ کے غائبانہ مرید تھے حضرت بایزیدؒ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے کئی سو سال قبل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت خرقانیؒ کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ خرقان سے ان کا ایک مرید پیدا ہوگا جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہوگی۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے برہان نبوت کو دوام بخشا ہے اور اولیائے کرام ہمیشہ حضور ﷺ کی آیات دلائل وصدق کو ظاہر کرتے رہتے ہیں، وہ گویا والیان عالم ہیں، ان اولیائے کرام میں سے درگاہ حق کے پہرہ دار اور اہل بست وکشاد تین سو ہیں جو اخیار کہلاتے ہیں، چالیس ابدال ہیں، سات ابرار ہیں اور چار اوتاد ہیں، تین وہ ہیں جو نقیب کہلاتے ہیں ایک وہ ہے جسے قطب یا غوث کہتے ہیں۔ البتہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ولی مستور ہوتا ہے مشہور نہیں ہوتا اور ولی معصوم بھی نہیں ہوتا۔

صوفیہ کی نظر میں سب سے بلند ترین درجہ فرد کا ہے۔ قطب فنا فی الصفات ہوتا ہے اور فرد فنا فی الذات۔ قطب صاحب تصرف ہوتا ہے اور فرد تصرف سے کنارہ کش ہو کر صاحب تحقق بن جاتا ہے ـــــ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قطب کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) قطب ارشاد جو تبلیغ دین اور تربیت مرید کرتا ہے۔ (۲) قطب تکوین جو تربیت مرید نہیں کرتا اور خود اپنے مدارج روحانی کے حصول میں مصروف رہتا ہے۔

Marfat.com

قطب ارشاد کو قطب الاقطاب کہتے ہیں، کیونکہ اس کا مقام قطب تکوین سے بلند تر ہوتا ہے، اُسے ہی قطبِ مدار بھی کہتے ہیں اور قطبِ عالم بھی۔

اسلامی تصوف اور ایرانی ادبیات میں سیمرغ اور ھد ھد پرندہ کو بھی کعبۂ مقصود، انسان کامل یا مرشد کامل کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔عطار نے منطق الطیر میں سیمرغ کو شہنشاہ مرغان یا پرندوں کے بادشاہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ سیمرغ وہی پرندہ ہے جو فردوسی کے شاہ نامے کے مطابق کوہ البرز میں رہتا ہے، رستم کے باپ زال کو پالتا ہے اور کڑے وقت میں زال اور رستم کی مدد کرتا ہے۔عطار کا سیمرغ جو بادشاہ مرغان ہے کوہ قاف حقیقت میں مقیم ہے، وہ پرندے جو سالکان وادی کمال ہیں اپنے بادشاہ کے حضور میں باریابی کے لئے اپنے مرشد ھد ھد کی رہنمائی میں یہ سات وادیاں طے کرتے ہیں: (۱) طلب (۲) عشق (۳) معرفت (۴) استغنا (۵) توحید (۶) حیرت (۷) فقر و فنا۔ ان بہت سارے پرندوں میں سے صرف تیس پرندے (سی مرغ) پُر خطر سات وادیاں طے کر کے سیمرغ کے حضور میں رسائی حاصل کرتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اس حقیقت کو پاتے ہیں کہ جس سیمرغ کی ان کو تلاش تھی وہ خود ہی سی مرغ یعنی تیس پرندے ہیں۔ یوں حقیقت ایک ہے، وجود ایک ہے گویا وحدت الوجود ہی حقیقت ہے، ذات کی فنا ہی سے بقائے ذات وابستہ ہے اور یہی کمال انسانی ہے اور عرفان و تصوف کا مقصود و مطلوب ہے ــــــــــ

تصوف میں شیخ یا پیر یا مرشد یا صوفی صاف دل کو انسان کامل کا نمونہ سمجھا جاتا ہے۔صاین الدین ترکہ کی نظر میں صوفی ''کائنات کا بیت القصیدہ'' اور ''دانش و بینش کے درخت کا میوہ'' ہے، وہ فرماتے ہیں:
''صوفی بیت القصیدۂ آفرینش و میوۂ درخت دانش و بینش باشد''[۳۶] ــــــ اس لیے تصوف میں شیخ یا پیر وہ ہوتا ہے جو تمام فضائل حمیدہ کا مالک ہو اور اوصاف رزیلہ سے پاک ہو، وہ گدا یا بھکاری نہیں ہوتا بلکہ اسے سلطان عالم روحانی، حکمران جہانِ معانی، شہباز بلند پرواز دنیائے ملکوت اور یکہ تاز صحرائے جبروت کہا جاتا ہے۔حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کی نظر میں پیر محقق وہ ہے جس میں یہ دس خصلتیں ہوں: (۱) مراد دیدہ (۲) راہ سپردہ (۳) مہذب و مؤدب (۴) سخی (۵) مرید کے مال سے آزاد ہو (۶) صاحب اشارت ہو (۷) صاحب رفق ہو (۸) جو کہے پہلے اس پر عمل کرے۔ (۹) جس چیز سے مرید کو روکے اس سے خود بھی رکے (۱۰) مرید کو خدا کے لیے قبول کرے، اس کی بداخلاقی کی وجہ سے اسے رد نہ کرے، اسی طرح مرید مصدق کی صفات بھی بتائی گئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں: وہ راست باز ہو، روشن دل ہو، راز دار ہو، سمجھدار ہو اور فرمانبردار ہو۔[۳۷]

Marfat.com

نجم الدین رازیؒ نے بھی مرصاد العباد کے دسویں باب میں شیخ یا پیر کے لیے بہت سی صفات گنوائی ہیں مثلاً (۱) عبدیت فقط خدا کا بندہ ہو، ماسوائے حق سے آزاد ہو۔ (۲) قبول حقائق از حضرت بے واسطہ یعنی اسے حقایق کا علم بے واسطہ حاصل ہو (۳) یافت حضرت خاص از مقام عندیت یعنی قربت حق سے بہرہ ور ہو (۴) صاحب عرفان ہو (۵) علم لدنی رکھتا ہو (۶) علم یعنی علم شریعت کا حامل ہو (۷) اعتقاد، صحیح اعتقادات رکھتا ہو (۸) عقل (۹) سخاوت (۱۰) شجاعت (۱۱) عفت (۱۲) علو ہمت (۱۳) شفقت (۱۴) عفو (۱۵) حلم (۱۶) حسن خلق (۱۷) ایثار (۱۸) کرم (۱۹) توکل (۲۰) تسلیم (۲۱) رضا (۲۲) وقار (۲۳) سکونت یعنی کاموں میں جلدی نہ کرتا ہو (۲۴) ثبات اور (۲۵) ہیبت یعنی مرید کے دل میں اس کا دبدبہ ہو[۳۸]

اختصار کے ساتھ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مرشد وہ ہے جو (۱) شریعت وطریقت میں کامل ہو، (۲) حکمت وفراست میں یکتا ہو (۳) شفقت وسخاوت میں بے مثل ہو۔ جس طرح مرشد میں چند اوصاف ہونے چاہئیں تاکہ وہ مرشد ہونے کے لائق ہو، اسی طرح مرید کے لئے بھی آداب ہیں۔ عزالدین کاشانیؒ مصنفِ مصباح الهدایت نے مرید کے لئے پندرہ آداب بیان کئے ہیں جو مختصراً یہ ہیں: (۱) شیخ پر کامل اعتقاد کہ وہ سب سے بہتر اور برتر مرشد ہے (۲) صحبت شیخ کو لازم سمجھے (۳) مرشد کے حکم پر کامل طور پر عمل کرے (۴) مرشد پر اعتراض قطعاً نہ کرے (۵) اپنے تمام معاملات دنیوی اور دینی میں شیخ کی ہدایت کے مطابق عمل کرے (۶) ایسی چیز سے احتراز کرے جو شیخ کو ناپسند ہو (۷) اپنے مکاشفات کو شیخ سے بیان کرے (۸) شیخ کی ہر بات کو غور سے سنے (۹) شیخ کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولے (۱۰) مرشد یا شیخ سے بڑے ادب سے بات کرے (۱۱) شیخ سے بات کرتے وقت موقع کی مناسبت کو نظر میں رکھے (۱۲) اپنے مقام کے مطابق بات کرے (۱۳) شیخ کا راز کسی سے نہ کہے، (۱۴) اپنے اسرار کو شیخ سے بیان کرے (۱۵) اور شیخ کی جو بات سمجھ میں نہ آئے کسی سے نہ کہے[۳۹] مرید کا فرض ہے کہ پیر کی قولاً فعلاً قلباً اور قالباً پیروی کرے اور اس کے حکم کی تعمیل کرے۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں:

بہ می سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید   کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلھا

خلافت اور صوفیہ:

پیر اپنے مرید کو خلیفہ بنا کر صاحبِ خلافت بناتے ہیں، بقول حضرت خواجہ گیسو درازؒ یہ خلافت تین قسم کی ہے۔

۱۔ رحمانی، پیر کے دل میں الہام ہوتا ہے کہ وہ اپنے فلاں مرید کو، مرتبہ خلافت سے سرفراز فرمائے

Marfat.com

تا کہ یہ خلیفہ اس خلافت کے ذریعہ آئندہ لوگوں کو افعال بد سے بچا کر صراط مستقیم پر گامزن کرے۔

۲۔ ذاتی، اس خلافت میں پیر بغیر کسی اشارہ غیبی کے مرید کی ذات میں نکوکاری دیکھ کر اسے خلافت عطا فرماتا ہے۔

۳۔ عرضی، یعنی صرف سفارش کی بنا پر مرید کو خلافت کا درجہ دیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ خلافت کی اور بھی قسمیں ہیں مثلاً (۱) اویسیہ، وہ خلافت جو کسی فوت شدہ شیخ کی روحانیت سے حاصل ہو۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ (۲) وراثتاً، جب شیخ بغیر خلیفہ بنائے وفات پا جائے اور کوئی وارث خود خلیفہ بن جائے بشرطیکہ وہ واقعی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۳) اجماعاً، جب شیخ بغیر خلیفہ بنائے فوت ہو جائے تو لوگ کسی مرید یا وارث کو سجادہ نشین یعنی جانشین یا خلیفہ مان لیتے ہیں یہ خلافت معتبر نہیں، اسے خلافت افترائی بھی کہتے ہیں۔ (۴) خلافت صغرا، جب کوئی شیخ اپنے کسی مرید میں استعداد پا کر اسے خلیفہ بنا دے۔ (۵) خلافت کبریٰ، جب حق تعالیٰ کی طرف سے دل میں آئے اور اس اشارۂ غیبی کے مطابق شیخ کسی کو خلیفہ بنائے _____ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیر یا شیخ مکمل اپنے کسی مرید کو فیض کامل سے نواز کر اسے اپنا سا بنا دیتا ہے، گویا وہ پیر کا مظہر ہو جاتا ہے، اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ فلاں بزرگ کی صورت میں نمودار ہوئے یعنی دونوں کی صورت معنوی یکساں ہو گئی، بعض اوقات صورت ظاہری کا ایک جیسا ہو جانا بھی کچھ بعید نہیں، یہ تناسخ نہیں، اسے بروز کہتے ہیں۔

تصوف میں مرید کی صحبت شیخ کے ساتھ دو مراتب میں منقسم ہے: پہلا مرتبہ شیر خوارگی کی مانند ہے اور دوسرا مرتبہ ترک شیر خوارگی کا ہے۔ شیر خوارگی کے زمانے میں یعنی مرتبۂ اول میں مرید شیخ کی صحبت میں ہمہ وقت حاضر رہتا ہے۔ شیخ مرید کو اپنے سے جدا ہونے کی اجازت اس وقت دیتا ہے جب وہ مرتبہ دوم میں پہنچ جاتا ہے، شیخ اندازہ کر لیتا ہے کہ اب مرید کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہو گیا ہے _____ شیخ یا مرشد نہایت فراست و بصیرت سے بلکہ مرید کی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے نصیحت بھی کرتا ہے، اس کی تربیت بھی کرتا ہے۔ مرید کو اپنے نفس پر قابو پانے کے لئے پیر کبھی چلّہ کشی کا حکم دیتا ہے یا کسی اور ریاضت، مجاہدہ و نفس کشی کا اور کبھی اس کے ساتھ غیر متوقع رویہ اختیار کرتا ہے یا اسے ایسا کام کرنے کو کہتا ہے جو بظاہر عجیب ہوتا ہے، ان سب باتوں کا مقصد تربیتِ مرید ہوتا ہے۔

حضرت شبلیؒ نے اپنے ایک مرید سے ابتدا ہی میں فرما دیا تھا اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کا گزر ہو تو تمہیں میرے پاس آنا حرام ہے یعنی تمہارا دل اس قابل نہیں کہ

Marfat.com

معرفت الٰہی سے بہرہ ور ہو سکے ـــــــ شیخ رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسماعیلؒ کی نظر میں مرید اس وقت حقیقت میں مرید بنتا ہے جب اس کے بائیں جانب کا فرشتہ یعنی وہ فرشتہ جو برائیاں لکھنے پر مامور ہے بیس سال تک اس کی کوئی برائی تحریر نہ کرے۔ ۳۹؎

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ میں پتھر تھا جب خرقان پہنچا تو حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر گوہر آبدار ہو کر لوٹا ـــــــ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت دل پاک اور زبان راست ہے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ جو اس دنیا میں خدا سے، رسولؐ سے اور اپنے پیر سے شرم رکھتا ہے اُس جہاں میں خدا اس سے شرم رکھتا ہے ـــــــ جب شیخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا انتقال ہوا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے تین گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ بے ادبی ہے کہ میرا مزار میرے مرشد حضرت بسطامیؒ کے مزار سے اونچا ہو ـــــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ ایک دفعہ حضرت ابوبکر واسطیؒ کی قبر کی زیارت کے لیے شہر مرو میں گئے تو آپ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ استنجے کے ڈھیلے اپنے ساتھ ٹوکری میں لے چلو۔ لوگوں نے ان سے کہا یا شیخ کیا مرو شہر میں مٹی کے ڈھیلے نہیں ملتے۔ حضرت ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر واسطیؒ موحدان کے سردار ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ خاک مرو خاک زندہ ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میں اس مٹی سے استنجا کروں جو زندہ ہو اور زندہ مٹی کو ناپاک کروں ـــــــ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ میں کبھی اپنے استاد ابوالقاسم نصرآبادیؒ کی خدمت میں بغیر غسل کیے نہیں گیا۔ ۴۰؎

حضرت بوعلی دقاقؒ کے بارے میں پیر ہری عبداللہ انصاریؒ کا قول ہے کہ چون سخن او عالی شد، مجلس او از خلق خالی شد۔ یعنی جب میرے مرشد بوعلی دقاقؒ کی گفتگو معرفت کے مطالب عالی کے بارے میں ہونے لگی تو ان کی مجلس لوگوں سے خالی ہونے لگی ـــــــ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے (جو گویا مریدوں کو نصیحت کی ہے) کہ اے اللہ ہم نے اپنا دیوان اعمال نامہ گناہوں سے کالا کیا اور تو نے ہمارے بال عمر سے سفید کر دیے۔ اے سیاہ و سفید کے مالک ہم پر کرم کر اور ہمارے سیاہ اعمال نامے کو سفید بنا دے۔ انہیں کا قول ہے کہ غریب وہ نہیں جو نادار ہے، غریب وہ بدبخت ہے جس نے اپنی آخرت بیچ دی ـــــــ عزیز الدین نسفیؒ نے اپنے مریدوں کو نصیحت کی تھی کہ کوشش کرو قول و عمل میں سچے بنو اور دوسروں کے لئے خوش خلق اور راحت رساں بنو، تاکہ تم اپنے نفس سے محفوظ رہو اور دوسرے تم سے محفوظ رہیں، جس جگہ امن و سکون ہے وہ جنت ہے اور جس جگہ امن و سکون نہیں وہ دوزخ کے برابر ہے ـــــــ ایک مرید نے حضرت عثمان حیریؒ

Marfat.com

سے کہا کہ زبان سے تو ذکرِ خدا کرتا ہوں لیکن دل اس کا ساتھ نہیں دیتا آپ نے فرمایا خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہارا ایک عضو تو مطیعِ خدا ہو گیا، ہو سکتا ہے کہ جلد ہی دوسرے عضو یعنی دل کو بھی ہدایت مل جائے ___ حضرت بایزیدؒ کے مرید نے ان سے کہا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا میں تمہیں تین نصیحتیں کرتا ہوں:

۱۔ جب کسی بدخلق سے واسطہ پڑے تو اپنی عادات کو خوش خلقی میں بدلنے کی کوشش کرو۔

۲۔ جب کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرے، تو پہلے خدا کا شکر ادا کرو پھر اس شخص کا شکریہ ادا کرو جس کو تم پر اللہ تعالیٰ نے مہربان کیا ہے۔

۳۔ جب تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ تو اپنی عاجزی کا اعتراف کرو اور خدا سے دعا کرو کہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دے دے کہ تم صبر نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا کہ کونسی عادت انسان میں سب سے زیادہ مفید ہے؟ آپ نے فرمایا عقلِ کامل، لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ ہو؟ فرمایا حسنِ ادب، لوگوں نے پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا شفقت، لوگوں نے پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا مکمل خاموشی، لوگوں نے پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا پھر تو موت بہتر ہے ___ حضرت شقیق بلخیؒ سمرقند میں ایک مجلس میں وعظ فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اگر تم مردہ ہو چکے ہو تو قبرستان پہنچ جاؤ، اگر دیوانے ہو تو پاگل خانے چلے جاؤ، اگر بچے ہو تو مکتب میں چلے جاؤ، اگر کافر ہو تو کافرستان یعنی دارالحرب میں چلے جاؤ اگر بندۂ خدا ہو تو سچے مومن بن جاؤ ___ لوگوں نے حضرت ابو صالح حمدون احمد بن عمار القصارؒ سے درخواست کی کہ آپ وعظ فرمائیے، انہوں نے فرمایا کہ وعظ ایسے آدمی کو سزاوار ہے جس کی خاموشی دین میں خلل پیدا کر رہی ہو اور اس کی گفتگو سے خلل دور ہو سکتا ہو۔ بزرگانِ دین وعظ کرتے تھے عزتِ اسلام، نجاتِ نفس اور رضائے خدا کے لئے، ہم کلام کرتے ہیں عزتِ نفس، طلبِ دنیا اور قبولِ خلق کے لئے۔ جو مرادِ حق کے لئے بات کرتا ہے اس کی بات میں وقار بھی ہوتا ہے اور اثر بھی اور جو ذاتی مراد (مفاد) کے موافق بات کرتا ہے اس میں ذلت بھی ہوتی ہے اور وہ بے اثر بھی ہوتی ہے، ایسے کلام سے خاموشی بہتر ہے۔[۴۲]

ایک شخص نے حضرت یحییٰ معاذؒ سے کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے، انہوں نے فرمایا سبحان اللہ جب میرا نفس ہی میری نصیحت نہیں مانتا تو کوئی دوسرا شخص میری نصیحت کیسے مانے گا ___ حضرت ابو حفص حدادؒ نے اپنے ایک مرید کو نصیحت کی تھی کہ ایک در (خدا کے در) کے دل سے غلام بن جاؤ تا کہ تمام در (دروازے) تم پر کھل جائیں اور تمام سردار تمہارے غلام بن جائیں ___ حضرت ابراہیم خواصؒ کا قول ہے کہ دل کی

Marfat.com

بیماری کا علاج پانچ چیزوں میں ہے:

(۱) قرآن پڑھنا (۲) اس پر غور کرنا (۳) پیٹ خالی رکھنا (۴) رات کو عبادت کرنا اور صبح کے وقت آہ وزاری کرنا (۵) اور نیکوں کی صحبت اختیار کرنا۔

حضرت حسن بصریؒ نے اپنے مریدوں کو نصیحت کی تھی کہ تین کام مت کرو: (۱) بادشاہوں کے دربار میں مت جاؤ (۲) کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں مت بیٹھو خواہ رابعہ بصریؒ کیوں نہ ہو (۳) کسی امیر کی خدمت مت کرو ـــــــ ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی بند مٹھی کو کھول دو اور زبانِ کشادہ کو بند کرلو ـــــــ ایک روز معین الدین پروانہؒ نے حضرت مولانا رومؒ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، کچھ دیر آپ نے سوچا اور پھر فرمایا کہ اے معین الدینؒ میں نے سنا ہے کہ تم نے قرآن بھی پڑھا ہے، انہوں نے جواب دیا ہاں، پھر آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ شیخ صدر الدینؒ سے تم نے احادیث بھی پڑھی ہیں، فرمایا بے شک، پھر آپ نے فرمایا جب تم نے خدا اور رسول کی باتیں پڑھ لیں اور ان کو اچھی طرح سمجھ بھی لیا، لیکن تم ان سے نصیحت قبول نہ کر سکے، قرآن پاک اور احادیث پر عمل نہیں کرتے تو مجھ سے نصیحت سن کے تمہیں کیا فائدہ ہوگا''؟

ایک دفعہ حضرت داؤد طائیؒ نے حاضر خدمت ہو کر حضرت امام جعفر صادقؓ سے عرض کی کہ آپ اہلِ بیت میں سے ہیں مجھے کوئی نصیحت فرمایئے کیونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا ابو سلیمان تو زاہدِ زمانہ ہے تجھے میری نصیحت کی کیا ضرورت؟ داؤد طائی نے کہا اے فرزندِ پیغمبر ﷺ آپ کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے اس لئے دوسروں کو نصیحت کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ حضرت جعفرِ صادقؓ نے فرمایا اے ابو سلیمان میں تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے جدِّ امجد مجھ سے نہ پوچھیں کہ میری متابعت کا حق کیوں ادا نہیں کیا؟ کیونکہ نجات کا تعلق نسبت سے نہیں بلکہ اعمال صالح پر موقوف ہے۔ داؤد طائی رونے لگے اور کہا خدایا جو خاندان نبوت کے چراغ ہیں، جن کے نانا رسول پاکؐ ہیں اور جن کی والدہ حضرت بتولؓ ہیں وہ اس باب میں یہ فرماتے ہیں تو میں کون ہوں جو اپنی عبادت پر بھروسہ کروں؟

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے آپ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا ہاں نصیحت کرونگا بشرطیکہ تم میری نصیحت کو قبول کرو، آپ نے فرمایا کہ اگر تم چھ باتیں یاد رکھو تو پھر جو بھی کرو گے کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (۱) جب تم گناہ کرو تو خدا کی روزی مت کھاؤ ـــــــ اس نے کہا سارے عالم میں خدا ہی کا رزق ہے میں کہاں سے کھاؤں گا؟ حضرت ادہمؒ نے فرمایا کہ کیا یہ بات اچھی ہے کہ روٹی بھی اسی کی کھاؤ

Marfat.com

اور نافرمانی بھی اسی کی کرو؟ (۲) جب تم گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ کرو جہاں خدا نہ ہو ـــــ اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے، خدا تو ہر جگہ موجود ہے، آپ نے فرمایا یہ تو اچھی بات نہیں کہ اسی کی زمین میں رہو اسی کی نافرمانی کرو (۳) گناہ ایسی جگہ کرو جہاں خدا تمہیں نہ دیکھے ـــــ اس نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تو دلوں کے بھید تک جانتا ہے (۴) جب ملک الموت تمہارے پاس آئے تو اسے کہو کہ مجھے مہلت دے دو تا کہ میں توبہ کرلوں ـــــ اس نے کہا کہ وہ میری بات کب مانے گا (۵) جب منکر نکیر تمہارے پاس آئیں تو دونوں کو واپس بھیج دو ـــــ اس نے کہا کہ یہ تو میرے امکان میں نہیں (۶) قیامت کے دن جب گنہگاروں کو حکم دیں کہ دوزخ میں جاؤ تو تم کہنا کہ میں نہیں جاتا۔ اس شخص نے کہا بس کیجئے آپ نے جو فرمایا اس کا مطلب میں سمجھ گیا، فوراً توبہ کی اور خدا کا بندۂ مخلص بن گیا۔

ایک رئیس زادہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کی مجلس میں آیا۔ آپ کی باتوں کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور تمام دولت شیخ کی خدمت میں لا کر رکھ دی۔ شیخ نے وہ تمام دولت اسی روز درویشوں پر صرف کردی۔ اس نوجوان نے مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیے اور ذکر کرنا اور تہجد پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ نے اس مرید کو ایک سال جھاڑو دینے کا حکم دیا اور مریدوں کے لئے استنجے کے ڈھیلے بنانے کا کام سونپا، ایک سال حمام گرم کرنے اور درویشوں کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ تیسرے سال بھیک مانگنے کا حکم دیا۔ شیخ نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کی طرف بالکل توجہ نہ دو بلکہ اس کے ساتھ ناروا سلوک کرو۔ پھر شیخ نے بھی اپنا رویہ اس کے ساتھ بدل لیا۔ بھیک مانگنے جاتا تو کوئی اس کو بھیک نہیں دیتا، ایک بار ایسا ہوا کہ تین روز تک کھانے کو کچھ نہ ملا، چوتھے روز شیخ کی خانقاہ کی محفل جمی ہوئی تھی۔ قسم قسم کے لذیذ کھانے لگے ہوئے تھے۔ رئیس زادہ تین چار دن سے بھوکا تھا۔ سب نے کھانا کھایا لیکن کسی نے اسے نہ پوچھا بلکہ شیخ کے حکم سے اس رئیس زادے کو خانقاہ سے نکال دیا۔ رئیس زادہ نہایت پریشانی کے عالم میں ایک مسجد میں پہنچا، سجدے میں گر گیا اور فریاد کی اے اللہ میری حالت زار کو تو ہی دیکھتا ہے، سب نے مجھے دھتکار دیا، تیرا ہی گھر میری پناہ گاہ ہے تو ہی مجھے پناہ دینے والا ہے۔ جب وہ رو رو کر اللہ سے یہ فریاد کر رہا تھا تو شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ نے حکم دیا کہ شمعیں تیار کی جائیں اور سارے مرید ہمارے ساتھ چلیں۔ شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ اپنے مریدوں کے ساتھ اس مسجد میں پہنچے جہاں وہ سجدے میں آہ و زاری کر رہا تھا۔ جب شیخ ابو سعیدؒ اور ان کے مریدوں کو دیکھا تو پوچھا حضور یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے تو مجھے اپنی خانقاہ سے نکال دیا تھا جو کچھ مجھے ملا ہے یہاں سے ملا ہے۔ حضرت شیخ ابو سعیدؒ نے کہا جو کچھ تمہیں ملا ہے ہم بھی اس میں شریک ہیں۔ بیٹا تم نے دنیا سے مکمل انقطاع نہیں

Marfat.com

کیا تھا۔ تیرے اور خدا کے درمیان ابوسعید موجود تھا۔ تیرے اندر یہ ایک بت رہ گیا تھا۔ اس ابوسعیدؒ کے بت کو اسی طرح توڑا جا سکتا تھا۔ اب وہ بت ٹوٹ چکا ہے اور تو خدا کا ہو چکا ہے، تجھے مبارک ہو۔ ۳۴؎

حضرت جعفر خلدیؒ کا ایک مرید تھا جس کا نام حمزہ علوی تھا۔ ایک رات اس نے اپنے گھر جانا چاہا، حضرت خلدیؒ نے کہا کہ تم یہیں رہ جاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھے گھر پر ایک ضروری کام ہے۔ اس کو کام یہ تھا کہ اس نے بچوں کے لیے مرغ پکانا تھا، اس نے سوچا اگر رات یہاں رہ گیا تو صبح بچوں کے لیے کھانا تیار نہیں ہو سکے گا۔ سو وہ گھر آ گیا۔ مرغ چولہے پر رکھا، پکایا پھر کنیز سے کہا کہ چولہے پر سے مرغ اتار کے لاؤ۔ کنیز کا پاؤں پھسلا اور مرغ سے بھری دیگچی زمین پر گری اور مرغ کی بوٹیاں بکھر گئیں۔ اس نے مرغ کی بوٹیاں اکٹھی کیں اور اس خیال سے کہ ان کو دھو کر صاف کریں گے، ان کو ایک پلیٹ میں رکھا کہ اچانک ایک کتا آیا اور مرغ اٹھا کر لے گیا۔ اس نے دل میں کہا کہ جس کام کے لیے میں آیا تھا جب وہی نہیں ہوا تو اب صحبت مرشد سے کیوں محروم رہوں۔ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے اس کو دیکھ کر فرمایا ''جو ایک گوشت کی بوٹی کے لیے اپنے شیخ کا حکم نہیں مانتا اس کا پکایا ہوا گوشت کتے کو دے دیتے ہیں'' حمزہ علوی شرمندہ ہوئے اور توبہ کی۔

حضرت ابوعثمانؒ نے اپنے مرشد ابوحفص حدادؒ سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت مانگی، ابوحفص حدادؒ نے کہا: تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو؟ ابوعثمانؒ نے جواب دیا کہ لوگوں کی شفقت اور خیر خواہی کیلئے۔ حضرت ابوحفص حدادؒ نے پوچھا کہ تم لوگوں پر کس حد تک شفیق ہو؟ جواب دیا کہ اگر ان تمام لوگوں کے بدلے میں اللہ مجھے عذاب دے اور ان سب کو بخش دے تب بھی میں راضی رہوں گا۔ حضرت ابوحفص حدادؒ نے انہیں اجازت دیدی اور فرمایا کہ پہلے خود کو نصیحت کرو، کہیں لوگوں کا ہجوم تمہیں مغرور و خود پسند نہ بنا دے، لوگ تمہارے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور خدا کی نظر تمہارے باطن پر ہے۔ ابوعثمانؒ منبر پر وعظ کرنے گئے، ابوحفص حدادؒ بھی چھپ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ جب ابوعثمانؒ وعظ کر چکے تو ایک سائل اٹھا اور اس نے قمیص مانگی، ابوعثمان نے اپنی قمیص اتار کر اسے دیدی، یہ دیکھ کر حضرت ابوحفص حدادؒ نے کہا ''اے کذاب! منبر سے اتر، ابوعثمانؒ نے پوچھا کہ میں نے کیا جھوٹ بولا؟ فرمایا تو نے کہا تھا کہ میری شفقت خلق خدا پر اپنے سے زیادہ ہے اور صدقہ دینے میں خود تو نے سبقت کی تاکہ سبقت کی فضیلت خود تو حاصل کرے۔ تیرا دعویٰ جب سچا ہوتا کہ دوسروں کو نیکی میں پہل کرنے کا موقع دیتا تاکہ وہ سبقت کی فضیلت حاصل کرتے، ان کے بعد تو بھی سائل کو کچھ دے دیتا ۴۴؎۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیفؒ کے دو مرید تھے۔ دونوں کا نام احمد تھا، ایک کو وہ احمد مہ یعنی بڑا احمد

Marfat.com

اور دوسرے کو احمد کہ یعنی چھوٹا احمد کے نام سے پکارتے تھے۔ شیخ چھوٹے احمد کے ساتھ زیادہ شفقت سے پیش آتے تھے۔ حضرت شیخ کے مریدوں کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ ان کی نظر میں احمد مہ زیادہ عبادت و ریاضت کرتا تھا۔ اس لیے زیادہ شفقت کا مستحق تھا۔ شیخ کو یہ بات کسی قرینے سے معلوم ہوگئی۔ شیخ نے یہ بتانے کے لیے کہ کون بہتر ہے ایک دن احمد مہ کو حکم دیا کہ وہ اونٹ جو کہ خانقاہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے اسے چھت پر لے جائے۔ احمد مہ نے کہا یا شیخ میں اونٹ کو کوٹھے پر کیسے لے جاؤں؟ شیخ نے کہا اچھا چھوڑ و۔ اس کے بعد یہی حکم احمد کہ کو دیا، اس نے کہا بسر وچشم، اس نے فوراً آستینیں چڑھائیں اور دونوں ہاتھوں سے اونٹ کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن اٹھا نہ سکا۔ شیخ عبداللہؒ نے کہا بس رہنے دو اب یہ بات معلوم ہوگئی کہ کون زیادہ تابع فرمان ہے۔ احمد مہ نے حکم پر اعتراض کیا، مناظرے میں مشغول ہو گیا اور احمد کہ نے کوئی حیل و حجت نہیں کی اور فوراً حکم کی تعمیل کرنا شروع کر دی، سو اس کی فضیلت احمد مہ پر ظاہر ہے بلکہ ثابت ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک مرید تھا جو انہیں بہت عزیز تھا۔ دوسرے مرید اس پر رشک کرتے تھے، جنیدؒ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مجھے اس لئے زیادہ عزیز ہے کہ ادب و دانش میں وہ دوسروں سے برتر ہے۔ ہم امتحان کر لیتے ہیں تاکہ تمہیں بھی معلوم ہو جائے۔ حضرت جنیدؒ نے بیس پرندے منگوائے اور بیس مریدوں کو دیئے کہ انہیں ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے، سب چلے گئے اور پرندوں کو ذبح کر کے لے آئے۔ سوائے اس مرید کے جو اس پرندہ کو زندہ ہی لے آیا۔ حضرت جنیدؒ نے پوچھا کہ اس کو ذبح کیوں نہیں کیا؟ مرید نے کہا کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے، میں جہاں بھی گیا وہاں خداوند تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے مریدوں سے فرمایا اب تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ کس قدر صاحب فہم و ادب ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک مرید کسی کوتاہی پر شرمندہ ہو کر خانقاہ سے چلا گیا، ایک روز وہ حضرت جنیدؒ کو بازار میں مل گیا، جنیدؒ کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت جنیدؒ اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے، آخر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں آگے دیوار تھی، راستہ بند تھا۔ مرید نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ آگے راستہ نہیں ہے۔ شیخ نے کہا جہاں مرید کو راستہ نہیں ملتا وہاں مرشد (راہبر) ہی راستہ بتاتا ہے۔ مرید نے معافی مانگی، توبہ کی، حضرت جنیدؒ نے اسے پیار کیا اور اسے اپنے ساتھ خانقاہ میں لے آئے۔[45]

حضرت ابوعمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے شروع میں توبہ کی اور حضرت ابوعثمانؒ کی مجلس میں بیٹھنے لگا پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور میں گناہوں کی زندگی میں پھنس گیا اور اگر میں کہیں حضرت ابوعثمانؒ کو دیکھتا تو بھاگ جاتا تھا،

Marfat.com

ایک دن اچانک حضرت ابو عثمانؒ سے مڈبھیڑ ہوگئی، انہوں نے فرمایا اے بیٹا تم اپنے دشمنوں کے ساتھ میل جول مت رکھو، اس لئے کہ دشمن تمہارے عیب دیکھتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور جب تمہاری خوبیاں دیکھتے ہیں تو غمزدہ ہوتے ہیں، اگر تمہیں گناہ کی زندگی ہی گزارنی ہے تو ہمارے ساتھ آؤ تاکہ تمہارا وبال ہم اپنے سر پر لیں اور ہم تمہاری برائیوں کو چھپائیں اور تمہیں رنجیدہ نہ ہونے دیں۔ شیخ نے جب یہ بات کہی تو میرا دل گناہوں سے بھر گیا اور میں نے صدق دل سے توبہ کرلی۔

ایک نوجوان بربط ہاتھ میں لئے شراب میں مست جارہا تھا، اس نے حضرت عثمان حیریؒ کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً بربط چھپالیا اور ٹوپی اوڑھ لی، آپ نے اس سے کہا کہ مجھ سے ڈرو مت، ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں، جب اس نے آپ کا یہ سلوک دیکھا، اس نے توبہ کرلی، آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کر اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے جو اختیار میں تھا وہ تو میں نے کردیا، اب جو تیرے اختیار میں ہے تو اس کی تکمیل فرما۔ اس دعا کے ساتھ ہی اس شرابی میں ایسا روحانی کمال پیدا ہوگیا کہ خود حضرت عثمانؒ بھی حیرت میں آگئے۔

شیخ ابوسعیدؒ ایک روز نیشاپور کے ایک قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ کہنے گئے، دیکھا کہ وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی کر گانے بجانے میں مصروف ہے، آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ سخت برہم ہوئے، انہوں نے ان اوباشوں کو مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا، شیخ نے انہیں روک دیا اور ان اوباشوں کے پاس جا کر فرمایا کہ تم لوگ جیسے اس جہان میں خوش ہو، اگلے جہان میں بھی خوش رہو! سب اوباشوں نے آپ سے معافی مانگی اور گناہوں سے تائب ہوگئے ____ شیخ ابوسعیدؒ نے ایک مست کو دیکھا کہ زمین پر گرا ہوا ہے، شیخ نے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑلو، اس نے کہا میاں تم جاؤ دستگیری کرنا تمہارا کام نہیں، ہمارا دستگیر تو خدا ہے، شیخ اس کی یہ بات سن کر بہت متاثر ہوئے ____ ایک روز شیخ ابوسعیدؒ کہیں جارہے تھے کہ ایک شخص ان کو لعنت وملامت کرنے لگا، شیخ کے ہمراہیوں نے اسے زدوکوب کرنے کا ارادہ کیا، شیخ نے روک دیا اور کہا کہ اس لعنت کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ لوگوں نے کہا کہ کیوں خدا اس پر رحمت کرے؟ فرمایا کہ یہ خیال کرتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں اور یہ باطل پر لعنت خدا کے لئے کرتا ہے۔ اس شخص نے جب یہ سنا تو فوراً آپ کے پاؤں میں پڑ گیا، توبہ کی، مرید ہوگیا۔ شیخ نے فرمایا کہ دیکھو جو خدا کے لئے لعنت کرتا ہے، اس کا کیسا اچھا اثر ہوتا ہے؟

معین الدین پروانہؒ نے حضرت سلطان ولدؒ کی وساطت سے مولانا رومؒ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ خلوت میں مجھے بھی اسرار و معارف عطا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اس بوجھ کو

Marfat.com

برداشت نہیں کرسکتا۔ جب چند بار اصرار کیا تو مولانا نے فرمایا کہ اے بہاؤالدینؒ جس ڈول کو چالیس آدمی کھینچ سکتے ہیں اسے ایک شخص کیسے کھینچ سکتا ہے؟۔ ۴۶

ایک دن ایک مرید حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں آیا کہ مجھے خرقہ پہنا دیجئے، آپ نے فرمایا کہ ایک مسئلہ ہے اگر تم اس کا جواب دو گے تو خرقہ پہننے کے لائق ہو، آپ نے پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو کیا مرد بن جاتی ہے؟ اس شخص نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تو اس راستے کا مرد نہیں ہے، خرقہ پہن کر تو تصوف کے راستے کا مرد نہیں بن سکتا۔ ۴۷

ایک مرید حضرت جنیدؒ سے کبیدہ خاطر ہو گیا، اسے خیال ہو گیا کہ وہ شیخ طریقت کا ضرورتمند نہیں رہا۔ ایک روز بغرض امتحان آیا، اس نے کوئی سوال پوچھا، جنیدؒ نے کہا لفظی جواب چاہتے ہو یا معنوی، مرید نے کہا دونوں۔ فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ اگر تو نے اپنا (یعنی اپنے نفس کا) امتحان کیا ہوتا تو میرا امتحان کرنے یہاں نہ آتا۔ معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے ولایت سے (یعنی اپنی مریدی سے) خارج کیا۔

ایک روز ابوعلی دقاقؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ آپ کی خدمت میں حصول عرفان کے لئے بہت دور سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ عرفان قطع مسافت سے حاصل نہیں ہوتا، اپنے نفس سے دو قدم نیچے آؤ تو تمہیں مقصود حاصل ہو جائے گا۔ ۴۸

ایک شخص تیس سال تک حضرت بایزیدؒ کی صحبت میں عبادت کرتا رہا، ایک دن آپ سے عرض کی کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی آپ کی تعلیم کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال منڈوا کر ایک کمبل اوڑھ کر ایک تھیلے میں اخروٹ بھر لو اور ایسی جگہ پر بیٹھ جاؤ جہاں بہت سے لوگ تجھ سے واقف ہوں اور بچوں سے کہہ دو کہ جو بچہ مجھے ایک پتھر مارے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا۔ بس یہی تیرا واحد علاج ہے، کیونکہ ابھی تجھے اپنے نفس پر قابو حاصل نہیں ہو سکا اس لیے میری تعلیم کا بھی تجھ پر اثر نہیں ہوا۔ ۴۹

نیشاپور میں ایک سوداگر کے پاس ایک ترک کنیز تھی، وہ سوداگر اپنی کنیز کو ابوعثمان حیریؒ کی بیوی کے پاس چھوڑ گیا اور دوسرے شہر میں تجارت کے لئے چلا گیا، اتفاق سے ایک روز ابوعثمان حیریؒ کی نظر اس کنیز پر پڑ گئی اور وہ فریفتہ ہو گئے۔ حضرت ابوعثمان حیریؒ اپنے مرشد حضرت ابوحفص حدادؒ کے پاس گئے۔ انھوں نے حکم دیا کہ تم فوراً شہر رے میں حضرت حسین بن یوسفؒ کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ رے پہنچ کر جب لوگوں سے ان کا پتہ پوچھا کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو زندیق ہے، اس سے مل کر تم کیا لو گے؟ یہ سن کر

Marfat.com

عثمان حیریؒ پھر نیشاپور واپس آ گئے اور اپنے مرشد سے حضرت حسین بن یوسفؒ کے بارے میں بتایا لیکن انھوں نے پھر یہی حکم دیا کہ تم حسین بن یوسفؒ کے پاس جاؤ۔ آخر کار مرشد کے حکم کے مطابق جب ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا ان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور جام وسبو سامنے رکھے ہوئے ہیں، انھوں نے سلام کیا اور سوال کیا کہ آپ نے یہ ظاہری حالت ایسی کیوں بنا رکھی ہے کہ لوگ آپ کو زندیق کہتے ہیں؟ یوسف بن حسینؒ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے، صراحی میں رنگین شربت والا پانی ہے اور ظاہری حالت میں نے اس لئے خراب کر رکھی ہے کہ کہیں کوئی شخص مجھے دیندار سمجھ کر تر کی کنیز میرے حوالے نہ کر دے اور پھر میں پریشان ہوتا پھروں، یہ سن کر عثمان حیریؒ سمجھ گئے کہ خدا کا دوست کبھی غیرِ خدا کو دوست نہیں رکھتا، فوراً توبہ کی۔

حضرت بوعلی دقاق ؒ کی خانقاہ میں آب جو فروش آتا تھا اور صوفیہ کو آب جو پلاتا تھا، حضرت بوعلی دقاقؒ اس کی بہت قدر کرتے تھے، ایک روز حضرت بوعلی دقاقؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بلند مقام پر کچھ بزرگانِ دین جمع ہیں، کوشش کے باوجود حضرت بوعلی دقاقؒ اس بلند جگہ پر نہ پہنچ سکے، اچانک وہی آب جو فروش آیا اور اس نے بوعلی دقاقؒ کا ہاتھ پکڑا اور اوپر لے گیا۔ اگلے روز استاد بوعلی دقاقؒ ممبر پر تقریر کر رہے تھے کہ وہ آب جو فروش مجلس میں آ گیا، آپ نے فرمایا اسے راستہ دو اگر کل یہ ہماری دستگیری نہ کرتا تو ہم پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوتے۔ اس نے کہا کہ اے استاد! ہم تو ہر شب وہیں ہوتے ہیں، تم ایک رات آئے تو راز فاش کر دیا۔

حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے مرشد ابوالفضل محمد بن الحسین الختلی ؒ کو وضو کرا رہا تھا، میرے دل میں خیال گزرا کہ جب ہر کام تقدیر کے مطابق صورت پذیر ہوتا ہے تو آزاد لوگ پیروں کے غلام کیوں بنتے ہیں؟ حضرت ہجویریؒ کے مرشد نے فراست وبصیرت سے علی ہجویریؒ کے دل کی یہ بات جان لی اور فرمایا ''اے بیٹے، جو تیرے دل میں خیال آیا ہے وہ مجھے معلوم ہو گیا، یاد رکھ ہر حکم حق کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی چوکیدار یعنی عام ملازم کے بچے کو تاج وحکومت سے سرفراز فرمائیں تو اُسے توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور اپنے کسی دوست کی خدمت میں اُسے مامور کر دیتے ہیں تاکہ یہ خدمت حصول کرامت یعنی معنوی حکومت کے حصول کا سبب بن جائے''

حضرت علی ہجویریؒ ہی فرماتے ہیں کہ میرے پیر کی وفات کے وقت اُن کا سر میری آغوش میں تھا اور میں اپنے دل میں بشری تقاضے کے مطابق اپنے ایک دوست سے سخت رنجیدہ تھا، میرے مرشد نے

Marfat.com

میرے دل کی کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا، "اے بیٹے! میں تجھے ایک اعتقادی مسئلہ بتاتا ہوں جس پر کار بند ہو کر تو ہر رنج وغم سے محفوظ رہ سکتا ہے، یاد رکھ ہر مقام وموقع پر ہر حال خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا، دکھ بھرا ہو یا خوشیوں بھرا، خدا کی طرف سے ہوتا ہے، کسی بُرے حال پر رنجیدہ خاطر ہونا گویا خدا سے جھگڑنا ہے جو قابلِ مذمت ہے، سو اس پر نہ تجھے بُرا منانا چاہیے اور نہ رنجیدہ خاطر ہونا چاہیے۔"

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانیؒ کے سامنے اپنے احوال ومشاہدات بیان کر رہا تھا اور وہ نہایت انہماک سے سن رہے تھے۔ میں نے ناپختہ ذہنی اور زورِ جوانی میں طول بیانی سے کام لیا اور دل میں خیال کیا کہ غالباً یہ بزرگ ان مقامات سے نہیں گزرے ورنہ اس انہماک سے نہ سُنتے۔ انہوں نے میری دلی کیفیت کو سمجھ لیا اور فرمایا، "جانِ پدر میرا انہماک تیرے لیے یا تیرے احوال کے لیے نہیں بلکہ اُس ذات کے لیے ہے جو خالقِ احوال ہے، یہ چیزیں ہر سالک کو پیش آتی ہیں، تیرے لیے کوئی خصوصیت نہیں" یہ سن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔

حضرت یوسف بن حسینؒ حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں پہنچے تا کہ ان سے اسمِ اعظم سیکھ سکیں۔ ایک سال تک ان کی خدمت میں رہے لیکن ہمت نہ ہوئی کہ ان سے اسمِ اعظم کے بارے میں سوال کریں۔ تین سال اسی طرح گزر گئے۔ تین سال کے بعد حضرت ذوالنونؒ نے یوسف بن حسینؒ سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہوں، یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک سال کے بعد حضرت یوسف حسینؒ کو بلایا اور آپ کے ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک پیالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ پیالہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے فلاں شخص کو دے آؤ، وہی شخص تمہیں اسمِ اعظم بھی بتا دے گا، بے یقینی کی کیفیت میں جب انہوں نے راستے میں اس پیالے کو کھول کر دیکھا تو اس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر آپ بے حد نادم ہوئے اور خالی پیالہ اس شخص کے ہاتھ میں جا کر دے دیا، اس نے کہا کہ جب تم ایک چوہے کی حفاظت نہ کر سکے تو اسمِ اعظم کو کیسے محفوظ رکھ سکو گے۔ یہ جواب سن کر آپ مایوسی کے عالم میں حضرت ذوالنونؒ کی خدمت میں واپس پہنچے، آپ نے فرمایا کہ تم ابھی تک اسمِ اعظم کی حفاظت کے اہل نہیں ہوئے ہو لہٰذا اپنے وطن واپس جا کر وقت کا انتظار کرو۔

حضرت سلطان المشائخؒ جس زمانے میں حضرت بابا فریدؒ کے حضور میں رہتے تھے، ایک روز حضرت بابا فریدؒ نے دیکھا کہ حضرت سلطان المشائخؒ کا پاجامہ نہایت بوسیدہ ہے۔ آپ نے اپنا پاجامہ گھر سے منگوا کر دیا اور فرمایا کہ یہ پہن لو، حضرت سلطان المشائخؒ نے بکمال خوشی اپنے پاجامے پر اس کو پہن لیا،

Marfat.com

کمر بند ٹھیک طرح سے بندھتا نہیں تھا، حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ اچھی طرح باندھو۔ آپ نے پوچھا کہ کس طرح باندھوں۔ فرمایا کہ اس طرح باندھو کہ حوروں کے واسطے بھی نہ کھلے۔ آپ نے اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ کر قبول کیا اور آخر عمر تک مجرّد یعنی کنوارے رہے۔

ایک روز حضرت مولانا رومؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید انجیر لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا واہ بہت اچھے انجیر ہیں لیکن ہڈی رکھتے ہیں اور نیچے رکھ دیے۔ وہ درویش حیران ہوا کہ انجیروں میں ہڈی کیسے ہوتی ہے، وہ چپکے سے اٹھا انجیر لے گیا اور دوسری ٹوکری انجیروں کی لے آیا اور مولانا کے پاس رکھ دی، مولانا نے انجیروں سے روزہ افطار کیا اور فرمایا کہ یہ انجیر ہڈی نہیں رکھتے، لوگ بڑے حیران ہوئے لوگوں نے اس درویش سے انجیروں میں ہڈی کی بابت پوچھا، اس نے کہا ایک باغ کا مالک میرا دوست تھا وہ باغ میں نہیں تھا میں نے ایک ٹوکری میں اس کی عدم موجودگی میں انجیر جمع کئے اور مولانا کی خدمت میں پیش کر دیے، خیال یہ تھا کہ جب باغبان ملے گا تو قیمت ادا کر دونگا لیکن مولانا نے فراست وبصیرت سے معلوم کر لیا اور کھائے نہیں۔ انجیروں میں ہڈی یہی تھی، پھر میں سیدھا باغ میں گیا، باغبان آ چکا تھا، اس سے انجیر خریدے اور مولانا کی خدمت میں پیش کئے جو انھوں نے قبول کر لیے۔

ایک سیاح فقیر حضرت سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ رقم طلب کی۔ اتفاق سے اس وقت خانقاہ عالیہ میں کچھ موجود نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ جو کچھ فتوح آئے گی وہ تمہاری ہے۔ اتفاق سے اس دن کچھ فتوح نہ آئی بلکہ کئی دن اسی طرح گزر گئے اور کوئی فتوح نہیں آئی۔ آپ نے مجبوراً اس فقیر کو اپنے کفش مبارک (جوتے) عطا فرمائے، اس نے نہایت اعتقاد سے حضرت کے اس عطیہ کو لے لیا اور دہلی سے روانہ ہوا۔ امیر خسرو ملتان میں شہزادہ محمد سلطان شہید کی مصاحبت میں تھے اور ملتان سے دہلی آ رہے تھے۔ اتفاقاً راہ میں اس فقیر سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے بتایا کہ میں دہلی سے آ رہا ہوں اور حضرت سلطان المشائخ سے مل کر آیا ہوں۔ امیر خسرو نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس ان کی کچھ نشانی موجود ہے؟ اس فقیر نے کفش مبارک دکھائے اور کل حال بیان کیا۔ حضرت امیر خسرو نے اس فقیر سے کہا کہ کیا تم انہیں بیچو گے؟ اس نے رضا مندی کا اظہار کیا اور امیر خسرو نے پانچ لاکھ تنکہ (روپے) میں وہ کفش مبارک خرید لیے۔ جب دہلی پہنچے تو ان کو سر پر رکھے ہوئے حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ "ای خسرو ارزان خریدی" یعنی اے خسرو تم نے جوتے سستے خریدے۔

ایک روز حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ترک کنیز شیخ کے

Marfat.com

پاؤں دبا رہی تھی اور ایک میٹھے شربت کا پیالہ ان کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ ایک مرید پوستین پہنے دھوپ میں کھڑا ہوا تھا، گرمی سے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی اور پسینے پسینے ہو رہا تھا، اس کے دل میں خیال گزرا کہ یا اللہ وہ بھی تیرا بندہ ہے کہ اس قدر عزت و ناز اسے حاصل ہے اور میں بھی تیرا بندہ ہوں کہ اس مصیبت اور پریشانی میں ہوں۔ شیخ ابوسعیدؒ اس کے دل کی کیفیت کو سمجھ گئے، فرمایا اے نوجوان! یہ درخت جو تم دیکھ رہے ہو جس کے نیچے ہم بیٹھے ہیں ہم نے اس درخت سے الٹا لٹک کر اسی (۸۰) قرآن ختم کئے ہیں تب ہمیں یہ مقام ملا ہے۔

بایزید بسطامیؒ حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا لا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے؟ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا تم نے طاق نہیں دیکھا؟ آپ نے عرض کیا طاق تو کجا میں جب سے آپ کی خدمت میں ہوں کبھی سر بھی اوپر نہیں اٹھایا، اس وقت امام جعفرؒ نے فرمایا اب تم مرد کامل بن چکے ہو لہٰذا واپس بسطام چلے جاؤ ______ یعنی وہاں جا کر بھٹکے ہوؤں کی رہبری کرو۔

حضرت رشید احمد گنگوہیؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید تھے، ان کی خدمت میں رہتے تھے، ایک روز حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے گھر سے کھانا آیا، کھانے میں کوفتے بھی تھے اور ایک معمولی سالن بھی تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے حضرت رشید احمدؒ سے کہا کہ کھانا ہمارے ساتھ ہی کھاؤ، اور کوفتے کی پلیٹ اپنے سامنے رکھ لی اور معمولی سالن حضرت رشید احمد صاحبؒ کی طرف رکھ دیا۔ اتنے میں وقت کے ایک اور بزرگ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ تشریف لے آئے، کوفتوں کا پیالہ حضرت رشید احمد صاحبؒ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر انہوں نے فرمایا، بھائی کوفتوں کا پیالہ رشید احمد کے قریب کیوں نہیں رکھ دیتے، اسے اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے ______ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں، جی تو میرا چاہتا ہے کہ چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا۔ اس فقرہ پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے حضرت رشید احمد صاحبؒ کے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا۔ لیکن حضرت مولانا رشید احمدؒ کے چہرے پر کسی قسم کے اثرات نہیں آئے۔ بقول ان کے "میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے، اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے۔ جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے میرا امتحان نہیں لیا، کہ یہ سب کچھ ان کی خدمت میں چلہ کشی کے بعد بطور امتحان تھا" ۵۰؎

حضرت سہل بن عبداللہؒ اپنے پیر حضرت ذوالنون مصریؒ کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے سامنے

Marfat.com

کبھی بولتے نہ تھے نہ منبر پر وعظ کہتے تھے، ایک بار انہوں نے چار مہینوں تک اپنے پاؤں کی انگلیاں باندھے رکھیں۔ایک درویش نے ان سے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں میں کیا تکلیف ہے؟ فرمایا کچھ نہیں، اتفاق سے وہ درویش مصر گئے۔حضرت ذوالنون مصریؒ سے ملے، انہوں نے بھی اپنے پاؤں کی انگلیاں باندھی ہوئی تھیں، انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ نے پاؤں کی انگلیاں باندھی ہوئی ہیں؟ فرمایا کہ ان میں درد ہے، پوچھا کب سے؟ جواب دیا چار مہینے سے۔اس فقیر نے جب حساب کیا تو اس نے جان لیا کہ حضرت سہل بن عبداللہؒ نے اپنے مرشد شیخ ذوالنون مصری کی موافقت میں ایسا کیا ہے۔اس درویش نے یہ بات حضرت ذوالنونؒ سے کہی، تو حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ ہمارے درد کو سوائے سہل بن عبداللہؒ کے اور کون جان سکتا ہے۔اھ‍ ____ مولانا رومؒ کا قول ہے کہ ''در نظر شیخ یا نور شو یا دور شو''
یعنی شیخ کی نظر میں یا تو نور بن جاؤ یا اسکی نگاہوں سے دور ہو جاؤ

نور خواہی مستعدِ نور شو دور خواہی خویش بین و دور شو ۵۲

تصور انسان کامل کے حوالے سے ایک اہل دین ودانش کا کہنا ہے کہ انسانِ کامل بننا تو دور کی بات ہے کہ یہ مقام بڑی محنت، جفاکشی اور نفس کشی کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اگر آدمی انسان ہی بنا رہے اور نفس کے ابلیس وشیطان سے بچا رہے تو بڑی بات ہے، مشکل اُس وقت آن پڑتی ہے جب انسان ظاہر تو کرتا ہے کہ خدا کا مطیع ہے لیکن حقیقت میں شیطان کا مرید ہوتا ہے اور تمام غیر انسانی افعال اور برے کام انسانیت اور مذہب کے نام پر کرتا ہے ____ انسان کے دل میں پوشیدہ اس ابلیس سے رہائی صوفیان صادق اور خرقہ پوشان پاک دل کی صحبت وخدمت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

باب: ۵ لباس وخرقۂ صوفیہ

عام طور پر لباس پہننے کا مقصد ستر پوشی اور سردی یا گرمی سے بچاؤ ہے۔ اسلام میں اچھا لباس وہ ہے جو حلال و پاک ہو کہ قرآن میں ہے و ثیابک فطھر ۱ اور سب سے اچھا لباس تقویٰ ہے (ولباس التقویٰ ذٰلک خیر. سورہ ۷، آیت ۲۶) ریشمی لباس پہننا اسلام میں مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ صوفیہ عموماً پاک، صاف اور کھردرا، سفید یا نیلا لباس پسند کرتے ہیں۔ انکی نظر میں کھردرا لباس رعونت توڑتا ہے ۲ کسی نے ایک صوفی سے کہا کہ آپ کا لباس پھٹا ہوا ہے، اس نے جواب دیا ہاں لیکن یہ حلال کی کمائی سے بنایا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میلا ہے، صوفی نے کہا ہاں لیکن یہ پاک ہے

صوفیہ کا نظریۂ لباس یہ ہے کہ وہ لباس اللہ کی رضا کے لیے یعنی ستر عورت کے لیے پہنتے ہیں اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خود کو سردی یا گرمی سے بچائیں۔ ایک بار حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنا خرقہ الٹا پہنا ہوا تھا لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی، انہوں نے چاہا اس کو سیدھا کر کے پہن لیں لیکن فوراً ہی یہ ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا کہ میں نے یہ کپڑے اللہ کے لیے پہنے تھے، اب لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنی نیت کو نہیں توڑوں گا۔ انہی کا قول ہے کہ زہد یا تصوف موٹے کپڑے پہننا یا جو کی روٹی کھانا نہیں، تصوف تو دنیا میں دل نہ لگانا اور امیدوں کو کم کرنے کا نام ہے، صوفیہ عام طور پر پرانے اور چھوٹے لباس کو پسند کرتے ہیں، صوفیہ اس لباس کو، جو بہت کھلا ہو اور چلتے وقت دامن سمیٹنا پڑے، پسند نہیں کرتے کہ یہ تکبر کی علامت ہے:

دامن کشان کہ می رود امروز برزمین فردا غبار کالبدش در ہوا رود ۳

صوفیہ عام طور پر کندھے پر رومال یا سجادہ (جانماز) رکھتے ہیں، بدن پر خرقہ اور سر پر ٹوپی یا پگڑی پہنتے ہیں۔ صوفیہ کی نظر میں سجادہ مرید کے لئے آستانۂ خدمت ہے اور مرشد کے لئے بساط قربت ہے۔ ۴ صوفیہ کی ٹوپی دو قسم کی ہوتی ہے ایک کو لاتبہ کہتے ہیں دوسری کو ناشزہ، لاتبہ سر سے چپکی رہتی ہے اور ناشزہ اونچی ٹوپی ہوتی ہے۔ تاجدار مدینہ حضرت رسول ﷺ لاتبہ پہنتے تھے۔ صوفیہ کلاہ سہ ترک اور کلاہ چار ترکی بھی پہنتے ہیں کلاہ سہ ترک کے بارہ میں میر رضی کا شعر ہے

در کلاہ فقر می باید سہ ترک ترک دنیا، ترک دین و ترک سر

کلاہ چار ترکی چار گوشہ ہوتی ہے، جس سے مراد ''ترک دنیا، ترک عقبیٰ، ترک مولیٰ، ترک ترک'' ہے ۵ بعض صوفیہ پنج گوشہ یا بارہ گوشہ ٹوپی پہنتے ہیں جسے تاج درویشی بھی کہا جاتا ہے، اسے ہی تاج نمد یا تاج مولوی بھی کہتے ہیں۔ بقول حضرت علی ہجویریؒ ایک صاحب حال بزرگ کی ٹوپی میں بہت سے

Marfat.com

پیوند لگے ہوئے تھے اور ان کے اندر بچھوؤں نے بچے دے رکھے تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ کے پیر نے چھپن برس تک ایک ہی لباس زیب تن کیے رکھا اور اس پر بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے۔۶

بقول اردشیر العبادی حضرت رسول پاکؐ صوف کا لباس پہنتے تھے یہاں تک جبریل علیہ السلام بھی صوف ہی کا موٹا لباس پہن کر حضرت رسول اکرمؐ کے پاس آتے تھے۔ اس لئے صوفیہ عموماً صوف (اون) کا لباس پہنتے ہیں ____ صوفیہ کا خرقہ عام طور پر صوف یعنی اون کا ہوتا تھا، لفظ صوفی بھی بیشتر محققین کے خیال میں صوف ہی سے ماخوذ و مشتق ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صوف (اون) لباس حیوان ہے اور صفا (یا صفوت جو تصوف کی اصل ہے) عطائے رحمٰن ہے۔ ۷

خرقہ وہ لباس ہے جو شیخ اپنے مرید کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتے وقت یا کبھی سلوک کے مراحل کی تکمیل کے بعد عطا کرتے ہیں، اور یہ عطائے خرقہ ان احادیث کے مطابق ہوتا ہے کہ حضرت رسول ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیر لشکر بناتے وقت عمامہ دیا تھا، کعب ابن زہیرؓ کو چادر مبارک عطا کی تھی، حضرت ام خالدؓ کو گلیم سیاہ دیا تھا ۸ ____ لفظ خرقہ کی اصل الخرق ہے جس کے معنی پھاڑ ڈالنے کے ہیں۔ یہ الخلق کی ضد ہے جس کے معنی کسی چیز کو خوش اسلوبی سے بنانے کے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے انک لن تخرق الارض (سورہ ۱۷، آیت ۳۷) یہاں پر پھاڑ ڈالنے کے معنوں میں ہے، سورۂ کہف میں کشتی میں سوراخ کر دینے کے لئے خرقھا (سورہ ۱۸، آیت ۷۱) آیا اور سورۂ انعام میں جھوٹ تراشنے کے معنوں میں آیا ہے و خرقوا له بنین (سورہ ۶، آیت ۱۰۱) ۹ ____ حسین واعظ کاشفیؒ نے فتوت نامۂ سلطانی میں لکھا ہے کہ خرقہ دراصل خرق سے ماخوذ ہے جسکے معنی بیابان وسیع کے ہیں یعنی صاحب خرقہ صحرائے عشق و عرفان میں سر کے بل چلتا ہے اور منازل حقیقت و معرفت طے کرتا ہے، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ خرقہ کی اصل خِرق بھی ہے جسکے معنی مرد بزرگوار کے ہیں۔ ۱۰ ____ تصوف میں خرقہ اس لباس کو کہتے ہیں جو عبا کی طرح کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے اور عام طور پر مختلف کپڑوں کے رنگدار پیوندوں سے بنایا جاتا ہے ____ عبا اور قبا میں یہ فرق ہے کہ عبا درویشوں کی گدڑی کو اور قبا شاہانہ لباس کو کہتے ہیں ____ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ جب حضرت ابوحفص حدادؒ سے ملنے نیشاپور آئے تو قبا پہنے ہوئے تھے، حضرت ابوحفص حدادؒ نے اُن کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ وجدت فی القبا ماطلبت فی العبا.
یعنی جسے میں عبا یا گدڑی میں پانا چاہتا تھا اسے میں نے قبا میں پایا ____ خرقہ کے معنی ٹکڑے کے ہیں یا وہ لباس جو مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر بنا ہوا ہو۔ خرقہ کی جمع خِرَق ہے ____ دلق، مرقع یا مرقعہ، ملمع پشمین، پشمینہ،

Marfat.com

جبہ یا عبا کے الفاظ بھی خرقہ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، خرقہ پہنانے والے پیر کو پیر خرقہ کہتے ہیں۔[۱۱] ملا حسین واعظ کاشفیؒ نے فتوت نامۂ سلطانی میں خرقہ کی ساخت کے حوالے سے بھی چودہ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) خرقۂ ھزار بخیہ یعنی وہ خرقہ جس میں ھزاروں بخیے ہوں، خرقہ پر ہزار بخیے دراصل علم کے ھزار ابواب کی علامت ہیں۔ یعنی صاحب خرقہ صاحب ھزار علوم ہے، اسے خرقۂ ہزار میخی بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) خرقۂ چہار چاک یعنی چار چاک والا خرقہ جس سے مراد خرقۂ ملامت ہے (۳) خرقۂ دو چاک جس سے مراد ہے کہ صوفی نے دونوں جہاں کو ٹھوکر مار کر اللہ کو اپنا لیا ہے (۴) خرقۂ یلک جو بہت چھوٹا ہوتا ہے، یہ خرقہ حضرت ایوبؑ کی نشانی ہے اور مصائب پر صبر کرنے کی علامت ہے (۵) خرقۂ علم دار، اس سے مراد ہے کہ صوفی نے محبت حق کا علم (جھنڈا) بلند کیا ہوا ہے۔ (۶) خرقۂ کرسی دار جس سے مراد ہے کہ صوفی صاحب اسرار عرش وکرسی ہے۔ (۷) خرقہ فراویز یا خرقۂ حاشیہ یا خرقۂ سنجاف دار جس سے مراد ہے کہ صوفی کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ (۸) خرقۂ آستین شگافتہ جس سے مراد ہے کہ صوفی نے دنیا سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ (۹) خرقۂ شوشہ یعنی وہ خرقہ جس میں پھندنے لٹک رہے ہوں، جس سے مراد دیوانگی عشق خداوندی ہے۔ (۱۰) خرقۂ قامی وہ خرقہ جس کا سامنے کا گریبان چاک ہو یعنی دنیا سے تعلق قطع کر لیا ہے۔ (۱۱) خرقۂ قریشی وہ ہے جس پر بہت سے بخیے تہ بہ تہ لگے ہوئے ہوں۔ اس سے مراد ہے ظاہر سے منہ موڑ کر باطن کو اپنا لیا ہے اور حقیقت کا ادراک حاصل کر لیا ہے۔ (۱۲) خرقۂ سلیم آدم علیہ السلام کی نشانی ہے اس سے مراد ہے کہ صاحب خرقہ بچّے کی طرح معصوم ہے۔ (۱۳) خرقۂ مفتولی جورسی کے فتیلہ سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی صاحب خرقہ فتیلۂ شمع کی طرح عشق کی آگ میں جل چکا ہے۔ (۱۴) خرقۂ کپنک۔ کپنک کی اصل کفنک ہے۔ یعنی چھوٹا کفن۔ جس سے مراد ہے صاحب خرقۂ کپنک موت اختیاری سے مر چکا ہے اور حیات ابدی سے بہرہ ور ہے ــــــ خستوانہ (خرقۂ ملمع)، رنگ (مختلف رنگوں کے کپڑوں سے بنائی ہوئی گدڑی)، شملہ (چادر)، فرجی یا فرجیہ، فوطہ، لام یا لام الفی (گدڑی)، لباچہ (صدری)، نمد، تنورہ (لنگی) جولق یا جوالق یا جوال وغیرہ بھی خرقہ کی اقسام ہیں[۱۲]

خرقہ کے آغاز کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ خرقہ خدا کی عطا ہے جو سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو ملا۔ (شاید یہ مراد ہو کہ سب سے پہلا خرقہ وہ تھا جو حضرت آدمؑ نے ممنوعہ درخت کھانے کے بعد درختوں کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کی تھی)[۱۳] ــــــ تذکرۂ گیسو دراز میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا محمد شیخ سعیدؒ کے فرزند نے پوچھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام سے متعلق جو روایت ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے حضرت رسول پاک ﷺ کو خرقہ پیش کیا اور آپؐ نے زیب تن کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا، کیا اس کی کوئی اصلیت ہے؟ اس کے جواب میں بندہ نوازؒ نے فرمایا کہ کوئی حدیث تو اس مضمون کی نہیں ملی البتہ کتب سلوک میں مرقوم ہے کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ نے بہشت کے ایک زرین مقفل کمرے کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ ہم اس کا بھی معائنہ کریں گے۔ جبرائیل امینؑ نے وہ زرین کمرہ کھولا، اس کمرے میں ایک زرین صندوق تھا، جس میں سے ایک اور سنہرا مقفل صندوق نکلا، اس میں سے ایک خرقہ نکالا اور حضرت رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول ﷺ اب تک ہزار ہا پیغمبر ہوئے لیکن یہ خرقہ کسی کو نہیں ملا، یہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ ہی کے لیے رکھا ہے۔ آپؐ نے وہ خرقہ اسی وقت زیب تن فرمایا۔ معراج سے واپس تشریف لانے کے بعد ایک دن چاروں صحابہؓ کو جمع کر کے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اگر میں یہ خرقہ تمھیں دوں تو تم کیا کرو گے؟ جواب دیا صدق و صداقت اختیار کرونگا، پھر عمر فاروقؓ سے یہی سوال فرمایا انہوں نے جواباً کہا عدل و انصاف کرونگا، پھر عثمان غنیؓ سے یہی دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا شرم و حیا کو اپناؤں گا، پھر حضرت علی مرتضیٰؓ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ میں لوگوں کی عیب پوشی کروں گا۔ چنانچہ حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو یہ خرقہ عنایت کر کے فرمایا پہنو تم اس کے لیے ہو اور یہ تمہارے لیے ہے۔[14]

مناقب العارفین میں شمس الدین احمد الافلاکیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا رومؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت شیثؑ نے خرقہ پوشی کا آغاز کیا تھا پھر خرقہ پوشی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک آئی اور اس کے بعد یہ روایت حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچی۔[15]

انیس العاشقین میں مولانا مانک پوری لکھتے ہیں کہ ایک روز مشائخ کبار بغداد کی ایک مسجد میں جمع تھے۔ خرقہ اور مقراض کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ مقراض کہاں سے آئی اور خرقہ کس کی ایجاد ہے؟ اس بارے میں کوئی بھی عالم زمانہ کچھ نہ کہہ سکا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا کہ خرقہ پہننا اور پہنانا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع کیا اور قینچی چلانا بھی انہی سے مروی ہے کہ اتنے میں ہاتف کی آواز آئی کہ خرقہ سنت اللہ تعالیٰ ہے اور مقراض حضرت شیث علیہ السلام کی سنت ہے۔[16] حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ محققین کی یہ رائے ہے کہ خرقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قینچی حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے، انہوں نے قینچی چلانا حضرت شیثؑ کو سکھایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خرقہ عطا فرمایا، اسی لیے آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہتے ہیں کہ آپ نے عالم بالا میں مذہب تصوف اختیار کیا تھا۔[17]

Marfat.com

بقول حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ خرقہ پوشی سنت رسول ﷺ ہے۔اس سلسلے میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ کپڑے پیش کیے گئے،اس میں ایک چھوٹی سی کالی کملی بھی تھی، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کملی کو کون پہنے گا،؟ یہ سن کر حاضرین خاموش ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ام خالدؓ کو اپنے دست مبارک سے وہ کملی پہنائی اور دوبار فرمایا، اس کو پہنو اور پرانا کرو۔۱۸___ البتہ یہ حقیقت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانے میں موجودہ دور کی خرقہ پوشی کا سا انداز نہیں تھا___ عوارف المعارف میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ کے بدن سے تمام کپڑے اُتار لیے گئے اور آپ کو برہنہ آتش نمرود میں ڈالا گیا، اس وقت حضرت جبرائیلؑ ان کے لیے جنت سے،ایک ریشم کا لباس لے کر آئے اور ان کو پہنایا۔مدتوں یہ ریشم کا لباس حضرت ابراہیمؑ کے پاس رہا پھر ان سے حضرت اسحاقؑ کو اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ کو پہنچا۔حضرت یعقوبؑ نے اس قمیض کو ایک تعویذ میں رکھ کر حضرت یوسفؑ کے گلے میں ڈال دیا جب حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیا تو حضرت جبرائیلؑ انکے پاس آئے اور آپ کے تعویذ سے قمیض ابراہیمی نکال کر حضرت یوسفؑ کو پہنائی۔۱۹___ حضرت خواجہ غلام فریدؒ خرقۂ معراجیہ کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں کہ خرقۂ معراجیہ ایک باطنی چیز ہے اور راز مخفی ہے۔کپڑے اور اشیائے مخصوصہ میں سے نہیں ہے۔خرقہ معراجیہ معراج کی شب کو درگاہ رب العزت سے حضرت رسول کریم ﷺ کو عطا ہوا تھا۔حضور پاک ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو عطا فرمایا،انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کو،انہوں نے حضرت فضیل ابن عیاضؒ کو،انہوں نے خواجہ ابراہیم ادھم بلخیؒ کوانہوں نے حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کو،انہوں نے حضرت خواجہ امین الدین بصریؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ علی ممشاد دینوریؒ کو،انہوں نے حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ کو،انہوں نے خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کوانہوں نے حضرت خواجہ ابو محمدؒ کو،انہوں نے حضرت خواجہ ابو یوسفؒ کو،انہوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ معین الدینؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو،انہوں نے حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ نظام الدین بدایوانیؒ کو، انہوں نے حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو عطا فرمایا اور حضرت خواجہ نصیرالدینؒ وہ خرقہ یعنی خرقۂ معراجیہ اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔جن بائیس خواجگان کو خرقۂ معراجیہ عطا ہوا ہے وہ مذکورہ بالا حضرات بلند درجات ہیں۔ان میں سب سے پہلے خواجہ جبرائیلؑ ہیں،

Marfat.com

دوسرے حضرت رسولؐ ہیں، اور بائیسویں خواجہ نصیرالدین چراغ ؒ ہیں۔۲۰ (مذکورہ حوالے سے حضرت خواجہ نصیرالدین چراغؒ تک بائیس خواجہ نہیں بنتے واللہ اعلم۔از مؤلف)

حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ سے ایک فقیر نے خرقہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کی حقیقت و اصلیت کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ خرقہ وہ عنایت کردہ لباس ہے کہ جس سے عیوب چھپ جاتے ہیں،۔خرقہ پوش کو چاہیے کہ اپنے پیرومرشد کے عطا کیے ہوئے خرقے کی لاج رکھ کر کسی قسم کا کوئی برا کام نہ کرے اور یقین کرے کہ جس طرح مردے کو کفن دیا جاتا ہے اسی طرح پیرومرشد نے زندگی میں یہ کفن دیا ہے۔اس خرقے کو گناہوں سے میلا اور خراب وخستہ نہ کرے۔

مرید کے لئے لازم ہے کہ خرقہ پہننے کے بعد اپنے مرشد کے احکامات کی پوری طرح پیروی کرے،_____ خرقہ پوشی کی رسم دینی مدارس اور یونیورسٹیوں میں کسی اور رنگ میں رائج ہوئی ہے۔ دینی مدارس میں فارغ التحصیل طلبا کی دستار بندی کی جاتی ہے اور یونیورسٹی میں فارغ التحصیل طلبا کو ایک خاص قسم کی عبا پہننے کی اجازت ملتی ہے جسے گاؤن کہتے ہیں۔

امدادالسلوک میں ہے کہ جب مرید توبہ کے مقام کو صحیح کر لے، ورع اور تقویٰ کے مقام میں قدم مضبوطی سے جما لے اور زہد کے مقام میں قدم رکھ کے اپنے نفس کو ریاضت ومجاہدہ سے مؤدّب کر چکے تو اس کو خرقہ پہننا جائز ہوتا ہے، لیکن خرقے کے ادب کی نگہداشت رکھنی بھی لازمی ہے انسان نام ہے ظاہر و باطن کے مجموعے کا اور ان میں سے ہر ایک کا لباس جدا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس بہتر ہے (**ولباس التقویٰ ذالک خیر**) (سورہ ۷، آیت ۲۶) مختصراً یہ کہ ظاہر انسان یعنی بدن کا لباس تو وہ ہے، جس کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے اسے میسر فرمایا، چنانچہ فخر عالم ﷺ کبھی بیش قیمت بڑی آستین کا جبہ پہنتے تھے اور کبھی تنگ آستین کا اور کبھی بیش قیمت قمیض اور چادر پہنتے اور کبھی کھردرا اور موٹا لباس پہنتے تھے۔ باطن انسان میں چند چیزیں داخل ہیں: ایک نفس ہے جس کا لباس شریعت ہے یعنی حرام و حلال میں شریعت کا تابع رہے، ایک قلب ہے اس کا لباس طریقت ہے، ایک سِرّ ہے اس کا لباس حقیقت ہے، ایک روح ہے اس کا لباس عبودیت ہے، ایک خفی ہے اس کا لباس محبوبیت ہے ۲۱

شمس الدین تبریزیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں خرقہ رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمایا، یہ وہ خرقہ نہیں جو چند روز کے بعد پھٹ جاتا ہے اور پرانا ہو جاتا ہے بلکہ یہ خرقۂ محبت ہے جو انسان کی فہم سے بالا ہے، جس میں ماضی، حال اور مستقبل نہیں، ویسے بھی عشق کو ماضی، حال اور مستقبل سے کیا واسطہ؟ ۲۲

Marfat.com

حضرت علی ہجویریؒ صاحب کشف المحجوب کے مطابق خرقہ پوشی اہل تصوف کا شعار ہے اور سنت رسولؐ بھی ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ لباس صوف پہنتے تھے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کپڑا ردنہ کرو جب تک کہ اس پر پیوند نہ لگ چکے ہوں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس خرقہ تھا جس میں تیس پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر یاران بدر کو دیکھا کہ خرقہ پہنتے تھے۔۔۔۔۔ تمام اکابر صوفیہ، حضرت مالک دینارؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ خرقہ پوش تھے۔ ایک روز حضرت ابراہیم ادہمؒ ، امام ابوحنیفہؒ کے پاس پیوند دار خرقۂ صوف پہن کر آئے۔ اہل محفل نے حقارت اور بے قدری کی نظر سے دیکھا، امام اعظمؒ نے فرمایا یہ ہمارا سردار ابراہیم ادہمؒ ہے، حاضرین نے کہا آپ کبھی مذاق نہیں کرتے، ابراہیمؒ کو سرداری کس طرح ملی؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ''مستقل بندگی سے، وہ ہمیشہ بندگی حق میں مصروف رہا اور ہم بندگی نفس میں، یہاں تک کہ وہ ہمارا سردار ہوگیا'' ۲۳

بقول عزالدین کاشانیؒ خرقہ پہننا صوفیہ کی رسم ہے۔ اگرچہ خرقہ کی سند سنت سے تو نہیں البتہ سنت میں رکاوٹ کا باعث بھی نہیں بلکہ خرقہ پوشی چند فوائد بھی رکھتی ہے: (۱) تغیر لباس تغیر عادت کا سبب بن جاتی ہے۔ کھردرے کپڑے پہننے سے نفس کشی ہوتی ہے (۲) انسان برے لوگوں کی صحبت سے دور رہتا ہے (۳) خرقہ اس بات کی علامت ہے کہ شیخ مرید کے باطن میں تبدیلی اور تصرف کر رہا ہے (۴) اور اس بات کی علامت بھی ہے کہ شیخ نے یعنی مرشد نے اسے قبول کرلیا ہے۔۔۔۔۔ اگرچہ لباس سفید پہننا سنت ہے کہ فرمان حضرت رسولؐ ہے خیر ثیابکم البیاض لیکن اکثر صوفیہ رنگدار لباس پہنتے ہیں، کچھ صوفیہ نیلا، کچھ صوفیہ کالا، کچھ سبز، کچھ لال اور کچھ زرد۔ مرشد مرید کو اسکی طبیعت کے تقاضوں کے مطابق جو رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا لباس پہننے کو کہتا ہے۔ مرشدین عام طور پر سفید لباس پہنتے ہیں کیونکہ وہ کدورت نفس سے پاک ہوتے ہیں۔ خرقہ کا سیاہ رنگ سواد الوجہ فی الدارین کی علامت ہے یعنی درویش جب فنا کے مقام پر پہنچتا ہے تو دونوں جہاں اسکے لئے تاریک ہوجاتے ہیں، یہ فنا کا مقام بقا کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے......خرقہ کا زرد رنگ عشق کی علامت ہے، سبز رنگ سرسبزی اور شادمانی کی علامت ہے، سبز رنگ حضور ﷺ کو پسند تھا۔ ۲۴۔۔۔۔۔

صوفیہ عام طور پر نیلے رنگ کا لباس پہنتے ہیں بقول حضرت علی ہجویریؒ صوفیہ اس لیے نیلا لباس پہنتے ہیں کہ وہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد ہی سیر و سیاحت ہے اور سفر میں سفید کپڑا اپنی حالت پر نہیں رہتا اور آسانی سے صاف نہیں ہوسکتا، اسکے علاوہ نیلا لباس پہننے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ نیلا لباس ماتم اور غم کا نشان ہے اور یہ دنیا غم کا گھر ہے، مصیبتوں کا گہوارہ ہے۔ اہلِ طریقت نے یہ دیکھ کر کہ اس عالم میں دل کی مراد

Marfat.com

پوری نہیں ہوسکتی ماتمِ فراق خداوندی میں نیلا لباس پہن لیا۔کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ وہ نیلا لباس کیوں پہنتے ہیں؟ جواب دیا حضرت رسول پاک ﷺ تین چیزیں چھوڑ گئے تھے۔فقر،علم اور تلوار۔تلوار طاقتوروں کے ہاتھ لگی اور انہوں نے اسے غلط استعمال کیا،علم علما کو ملا اور انہوں نے صرف تعلیم و تدریس کو کافی خیال کیا،فقر درویشوں کو ملا انہوں نے دولت سمیٹنے کا ذریعہ بنالیا۔میں ان تینوں کے ماتم میں نیلا لباس پہنے ہوئے ہوں ۲۵۔

تصوف میں خرقہ یا پیوند والے لباس کی اہمیت اس لیے ہے کہ اس سے یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ جہاں کہیں سے کپڑا پھٹ جائے وہاں پیوند لگالیا جائے۔صوفیہ کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ پیوند لگانے میں کسی ترتیب کی ضرورت نہیں اور صوفیہ کے دوسرے گروہ کے مطابق ترتیب لازمی ہے۔حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طوس میں حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ سے دریافت کیا کہ درویش کے لیے کم از کم کس چیز کی ضرورت ہے جس کے باعث لفظ فقر کے لیے اسے سزاوار سمجھا جائے؟ فرمایا تین چیزیں:اول یہ کہ اسے معلوم ہو کہ صحیح پیوند کس طرح لگایا جاتا ہے،دوم یہ کہ صحیح بات کو کیسے جانا جاتا ہے،سوم یہ کہ صحیح قدم کس طرح اٹھایا جاتا ہے،ان کی تشریح بقول حضرت علی ہجویریؒ یوں ہے کہ صحیح پیوند وہ ہوتا ہے جو فقر کے لیے لگایا جائے زینت کے لیے نہیں،صحیح بات وہ ہوتی ہے جو خلوص دل سے کی جائے اور خوشی سے اس پر عمل کیا جائے اور دل و جان سے اسے سمجھا جائے اور صحیح قدم وہ ہے جو عالم وجد میں اٹھایا جائے۔اکابر صوفیہ نے صحیح پیوند لگانے کو بہت اہمیت دی ہے۔ایک درویش کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا،اس کی گدڑی میں بڑے چوڑے پیوند لگے ہوئے تھے۔شیخ نے اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کر لی،مراد یہ تھی کہ صفا کی بنیاد نزاکت طبع اور لطافت قلب پر ہے۔طبیعت کی کجی کسی حالت میں بھی اہل صفا کو پسند نہیں آتی۔ان کے لیے غلط کام اتنا ہی بار خاطر ہوتا ہے جتنا کہ ایک بُرا شعر صاحب ذوق کے ذھن پر بوجھ ہوتا ہے ۲۶۔

معنوی طور پر تصوف میں خرقے کی کئی اقسام ہیں:(۱)ایک خرقہ وہ ہے جو پیر کسی کو مرید بناتے وقت عام کپڑے اتروا کے موٹے اور سادہ کپڑے پہناتا ہے،یہ اس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ مرید نے تعلقات دنیاوی کو ترک کر کے ریاضت و مشقت کو قبول کرلیا ہے (۲) دوسرا خرقۂ تبرک ہے (۳) اور تیسرا خرقۂ ارادت ہے۔خرقۂ تبرک سالک یا صوفی کسی بھی شیخ یا بزرگ سے بطور تبرک حاصل کرتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ بزرگوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔خرقۂ ارادت صرف ایک ہی پیر سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ عام طور پر تصوف کے مراحل کی تکمیل کے بعد پیر اپنے مرید کو عطا کرتا ہے۔خرقۂ ارادت کی ایک قسم خرقۂ جانشینی

Marfat.com

یا خرقۂ ولایت بھی ہے جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ پیر کی وفات کے بعد مرید اس خرقۂ ارادت کو پہن کر پیر کی جگہ مسند ہدایت پر اور سجادۂ ولایت پر بیٹھے گا۔[۱۳] خرقۂ ارادت مرید حقیقی کے اور خرقۂ تبرک مرید غیر حقیقی کے لیے مخصوص ہوتا ہے، جسے خرقۂ تبرک عطا کیا جاتا ہے، وہ حقیقت میں مرید نہیں ہوتا، بلکہ صرف معتقد ہوتا ہے اور شیخ کے مریدوں جیسا بننا چاہتا ہے ـــــــ شیخ اپنے مرید کو اس کی باطنی کیفیات کے مطابق خرقہ پہناتا ہے اور اپنی بصیرت کے مطابق اپنے مرید کے باطن کی نگرانی کرتا ہے چنانچہ اگر مرید زاہدوں کی طرح موٹا اور کھر درا لباس پہننا شروع کر دیتا ہے اور ابھی وہ اس کا اہل نہیں ہوا تو گویا اس کے نفس میں یہ خواہش پوشیدہ ہے کہ لوگ ایسا لباس پہننے سے اسے زاہد سمجھیں گے، شیخ اس کے باطن سے خبردار ہو کر اس کو نرم ولطیف لباس پہناتا ہے، اگر مرید کی خواہش نرم کپڑے پہننے کی ہو یا کسی خاص وضع قطع کے لباس پہننے کی ہو تو شیخ اس کی خواہش کو مٹانے کے لیے اس کے خلاف لباس پہناتا ہے، مختصر یہ کہ شیخ ہمیشہ اپنے مرید کو ایسا لباس پہناتا ہے جس سے اس کی جھوٹی خواہش نفسانی کو شکست ہو ـــــــ طرایق الحقایق میں ابن عربیؒ کا قول نقل ہوا ہے کہ خرقہ پہننا موت اخضر ہے۔ نیز حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ جو شخص تصوف کی روش اختیار کرتا ہے اسے چار موتیں اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ (۱) موت ابیض (سفید موت) یعنی بھوکا رہنا، (۲) موت اسود (کالی موت) یعنی لوگوں کی دی ہوئی تکالیف پر صبر کرنا (مخلوق کی ایذا رسانی پر صبر کرنا)، (۳) موت احمر (سرخ موت) جو مخالفت نفس ہے۔ موت اخضر (سبز موت) چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے لباس سینا یعنی خرقہ پہننا[۱۴] ـــــــ خرقہ پہننے اور خرقہ پہنانے والے کے لئے بھی شرائط ہیں، مرید اس وقت خرقہ پہنے جب وہ سمجھے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ خرقہ کے لوازمات اور اسکی ذمہ داریوں سے میں پوری طرح عہدہ برآ ہو سکوں گا اور طریقت کی مصیبت و مشقت اور مجاہدہ پر صبر کے ساتھ قائم رہوں گا۔ خرقہ اس پیر سے پہنے جو شریعت وطریقت وحقیقت کے علم سے پوری طرح آگاہ ہو، اصول شریعت کا عالم، آداب طریقت کا عارف اور اسرار حقیقت سے واقف ہو ـــــــ علی ہجویریؒ کی نظر میں مرید کو خرقہ پہنانے کا وہ اہل ہے جو مستقیم الحال ہو اور جو طریقت کے نشیب وفراز سے آگاہ ہو، احوال کا ذائقہ چکھے ہوئے ہو، اعمال کا نتیجہ پائے ہوئے ہو اور قہر جلال ولطف جمال دیکھے ہوئے ہو نیز اسکے ساتھ ہی مرید کے حال سے بخوبی باخبر ہو۔ خرقہ پوشی کا اہل وہ شخص ہے جو دنیا داری سے دور ہو یا وہ شخص ہے جو قربت الٰہی کا مشتاق ہو۔[۱۵]

کشف المحجوب میں ہے کہ صوفیہ اپنے مرید کو خرقہ عطا کرنے سے پہلے یا خرقہ پہننے کی اجازت دینے سے پہلے تین سال تک تین مختلف صورتوں میں تادیب کرتے ہیں۔ ایک سال خدمت خلق،

Marfat.com

دوسرے سال خدمت حق اور تیسرے سال پاسداری دل کا حکم دیتے ہیں۔ خدمت خلق کی یہ صورت ہے کہ خود کو خادم سمجھے اور سب لوگوں کو آقا کا مقام دے، خدمت حق یہ ہے کہ خدا کی عبادت صرف اس کی ذات کے لیے کرے دنیا اور عقبیٰ کی تمام لذتوں سے کنارہ کش ہو جائے، پاسداری دل یہ ہے کہ جمعیت خاطر موجود ہو، اوہام مفقود ہوں اور حضور حق میں کسی قسم کی غفلت رونما نہ ہو۔ اگر یہ تینوں شرطیں پوری ہو جائیں تو مرید خرقۂ صوف پہن سکتا ہے۔ خرقہ عطا کرنے والا اور خرقہ پہنانے والا بھی قائم الحال ہو، طریقت کے نشیب وفراز دیکھ چکا ہو یعنی کاملین میں سے ہو، اسے معلوم ہو کہ مرید کس مقام تک پہنچ سکتا ہے ـــــــ جب مرید دنیاداری سے کلی طور پر کنارہ کش ہو چکا ہو، ساری عمر خدمت خلق کے لیے وقف کر چکا ہو اور خواہشات نفس سے مکمل آزاد ہو گیا ہو تو اس وقت اس کو پیر کامل خرقہ عطا کرتا ہے۔ خرقہ دراصل کفن کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا سالک کا نفس مر چکا ہے اور وہ فنا کے مقام پر فائز ہو گیا ہے۔

خرقہ پوشی سے متعلق کئی استعارات ہیں۔ خرقے کا کالر صبر ہے، دونوں آستینیں امید ورجا ہیں، دونوں تیریزیں انقباض وانبساط اور کمر گاہ مخالفت نفس اور کف درستی یقین اور سنجاف اخلاص کا استعارہ ہیں اور بعض کی نظر میں کالر فنا کا نشان ہے، دونوں آستینیں حفاظت وعصمت نفس ہیں، دونوں تیریزیں فقر وصفا ہیں، کمر گاہ اقامت مشاہدہ ہے، اور سنجاف مقام وصل کا نشان ہے۔ اگر مرید خرقہ پہننے کے بعد عالم حال میں اپنا لباس پھاڑ ڈالے تو معذور ہے، اگر اپنے اختیار سے اور ہوش وحواس میں پھاڑے تو پھر اسے خرقہ پہننا زیب نہیں دیتا، اگر ایسا کرتا ہے تو مکّار اور ریاکار ہے۔ ۲۸

سَماع کے وقت صوفیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ وہ وجد میں آ کر اپنا خرقہ پھاڑ دیتے ہیں جسے ''تمزیق خرقہ'' کہتے ہیں اور پھٹے ہوئے خرقہ کو ''خرقہ ممزقہ'' کہا جاتا ہے۔ خرقہ پھاڑنے، خرقہ پھینکنے، خرقہ بخشنے کے بھی آداب ہیں۔ بعض اوقات خرقہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے حاضرین میں تبرکاً تقسیم کیا جاتا ہے اور کبھی خرقہ قوال کو بخش دیا جاتا ہے۔ اکثر صوفیہ اسے پسند نہیں کرتے کہ خرقہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے کہ یہ مال کا ضیاع ہے۔ لیکن اگر وجد اور بے اختیاری کے عالم میں ایسا کیا جائے تو قابل مواخذہ نہیں ۲۹

سماع میں خرقہ پھینکنے سے مراد ہے ترک عادت، پگڑی اتارنا گویا ترک سروری وحب ریاست ہے، ہاتھوں کو نچانے سے مراد غیر حق سے بری ہونا اور، رقص میں گھومنے سے مراد ہے مرکز وحدت کے گرد گھومنا یعنی وحدت حق پر کامل طور پر قائم ہو جانا۔

بقول حضرت علی ہجویریؒ ریاکار مکار صوفی کے لیے خرقہ پوشی بدبختی کا فرمان ہے اور اہلِ طریقت

Marfat.com

کے لیے تو قبا بھی گویا عبا ہے۔ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ آپ خرقہ کیوں نہیں پہنتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ فریب کاری ہے کہ صوفیہ کا لباس تو پہن لیا جائے مگر تصوف کا بوجھ اٹھانے کی ہمت نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ طریقت میں سوز دروں کی ضرورت ہے خرقہ پوشی کی نہیں۔ خرقہ پوشی اگر نمائش کے لیے ہو تو منافقت ہے۔ جسے طریقت اپنالیتی ہے اسکے لئے قبائے درویشی بھی عبائے شاہی کے برابر ہے۔ خرقہ اہل صفا کے لیے لباس وفا ہے اور اہل غرور کے لیے جامۂ سرور ہے۔ جب اہل صفا خرقہ پہن لیتے ہیں تو دنیا اور دنیاداری سے دور ہو جاتے ہیں اور جب اہل غرور خرقہ پہن لیتے ہیں تو وہ حق سے مھور اور نیکی سے دور ہو جاتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے ایک شخص نے کہا کہ یا شیخ اپنے پوستین (خرقہ) کا ایک ٹکڑا مجھے بھی دے دیجئے میں پہن لوں تا کہ آپ کی برکت مجھے مل جائے۔ شیخ نے کہا اگر بایزیدؒ کی پوست (کھال) بھی تم پہن لو گے پھر بھی بے فائدہ ہے جب تک بایزیدؒ جیسے عمل نہیں کرو گے۔ ۳۰

حضرت مرتعشؒ بغداد کے کسی محلے میں گھوم رہے تھے پیاس لگی ایک دروازے پر جا کر پانی مانگا ایک عورت نے پانی کا پیالہ دیا، عورت کے چہرے پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے یہاں تک کہ گھر کا مالک آ گیا۔ مرتعشؒ نے کہا کہ مجھے آپ کے گھر سے پانی پلایا گیا اور دل لوٹ لیا گیا۔ صاحب خانہ نے کہا وہ میری لڑکی تھی جسے میں تمہارے نکاح میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ صاحب خانہ دولتمند آدمی تھا حضرت مرتعشؒ کو اس نے بیش قیمت لباس پہنائے، خرقۂ صوف اتار کر رکھ دیا گیا، رات ہوئی تو مرتعشؒ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تا کہ اوراد و وظائف پورے کریں، آپ نے خلوت کے دوران چلا کر کہا کہ میرا خرقہ لے کر آؤ میرا خرقہ لیکر آؤ۔ گھر والوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میرے دل سے آواز آ رہی ہے کہ اے مرتعشؒ تیری ایک گستاخ نظر کی یہ سزا تھی کہ تیرے جسم سے تیرا خرقہ اتار لیا گیا، دوسری نظر کی سزا یہ ہوگی کہ تیرے باطن سے لباس آشنائی اتار لیا جائے گا۔ ۳۱ ______ جنیدؒ خرقہ کم پہنتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی، فرمایا **لیس الاعتبار بالخرقه، انما الاعتبار بالخدمة** یعنی صوفی خرقہ سے معتبر نہیں بنتا خدمتِ خلق سے معتبر بنتا ہے ______ ایک صوفی کا قول ہے کہ جب سے ہم نے خرقہ پہنا ہے ہم نہ خود رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں، نہ دوسروں کو رنج پہنچاتے ہیں۔ سعدیؒ نے کہا تھا کہ تصوف خدمت خلق کا نام ہے صرف خرقہ پوشی کو نہیں کہتے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست ۳۲

کسی اہل دل کا قول ہے کہ ایک خرقہ پوش صوفی کا کردار موسیقی کی طرح متوازن، دل کش اور دل پذیر ہوتا ہے اسی لئے لوگ اسے پسند کرتے ہیں اور وہ سماع و موسیقی کو پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب:٦ سماع وموسیقی اور صوفیہ

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے گانا یا موسیقی پسند نہیں وہ یا تو جھوٹا ہے یا منافق ہے یا پتھر دل ہے یا وہ انسان ہی نہیں ہے[۱] ____ کچھ اہل فکر و دانش خاص طور پر قدیم یونانی فلسفی فیثا غورث اور مسلم اہل فکر اخوان الصفا کا نظریہ ہے کہ نظام کائنات اور نفس انسانی کی اساس موسیقی کے اصول پر ہے، وہ یوں کہ موسیقی بھی علم ہندسہ اور علم نجوم کی طرح علم ریاضی ہی کی ایک شاخ ہے اور تمام نظام کائنات میں ریاضی کے اصول کارفرما ہیں۔ وہ تناسب، توازن یا ہم آہنگی کا اصول جو موسیقی کی جان ہے وہی اصول نظام کائنات کی بھی اساس ہے اور اسی اصول پر نفس انسانی بھی قائم ہے کہ نفس یا مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے موجود ہونے کا نام صحت ہے اور مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے معدوم ہونے کا نام موت ہے ____ کچھ اہل فکر و نظر کا خیال ہے کہ موسیقی سیرت انسانی کو نئے سانچوں میں ڈھالتی ہے، یہ انسانی روح کو اعتدال و توازن اور ہم آہنگی سے ہمکنار کرتی ہے۔ موسیقی صرف جذبے اور سیرت ہی میں پاکیزگی پیدا نہیں کرتی بلکہ بقول ابونصر سرّاج طوسی مصنف کتاب اللمع اس سے بہت سے امراض کا علاج بھی کیا جاتا ہے ____ سچ تو یہ ہے کہ سنگیت کا سُر تال جسم اور روح کو صحت و نفاست عطا کرتا ہے۔ موسیقی ذہن کو لطیف، طبیعت کو نرم اور قلب کو مسرور ہی نہیں کرتی بلکہ روح کو تازگی بھی بخشتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو پسند کرتے ہیں وہ عام طور پر ذہین، عدل دوست اور نیک دل ہوتے ہیں۔ جو اہل دانش اور اہل دل ہوتے ہیں وہی موسیقی سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ایرانی بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اس کا ایک شیر خوار بیٹا تھا، درباریوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی لیکن وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا یہ شیر خوار بادشاہت کے لائق بھی ہے یعنی ذہین اور عدل دوست بھی ہے؟۔ سو سارے اہل دانش و حکمت نے فیصلہ کیا کہ کسی سازندے کو بلایا جائے جو اس بچے کے سامنے ساز بجائے، اگر بچہ ساز کے نغموں کو سن کر تاثر کا اظہار کرے تو عاقل و دانا ہوگا، چنانچہ جب سازندے نے ساز بجایا اور گانے والے نے نغمہ گایا تو وہ شیر خوار بچہ ہنسا اور اس نے ہاتھ پیر ہلانے شروع کر دیئے۔ سارے اہل دربار نے اس بچے کی قدم بوسی کی اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا[۲] ____ موسیقی کے ذریعے ہمارے دل پر غم اور خوشی کے جذبوں کا اثر براہ راست مرتسم ہوتا ہے، ایک دانشور کے بقول موسیقی اظہار کی خالص صورت ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہمارے شعور پر حقیقت کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا شعور تخلیقی مسرت سے ہمکنار ہو گیا ہے۔ شاعری کی طرح موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لئے ذہن پر بوجھ ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی کہ موسیقی الفاظ، معانی اور تصورات کے بوجھ سے بوجھل نہیں

Marfat.com

ہوتی ـــــ ہربرٹ ریڈ نے لکھا ہے کہ موسیقار وہ واحد ہستی ہے جو اپنے شعور کے بطن سے فنی تخلیق کو جنم دیتا ہے، ورنہ دوسرے فنکار تو ظاہری دنیا سے کچا مواد حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مثلاً مصور رنگ کا دست نگر ہے، شاعر الفاظ کا اور معمار چونے اور گارے کا[۳] ـــــ البتہ موسیقی موسیقی میں فرق ہے، ایک موسیقی سینما ہال کی ہے جس سے نفس کو لذت ملتی ہے، ایک موسیقی وہ ہے جس سے روح کو راحت ملتی ہے، جو دل کی آواز ہے ـــــ قرآن پاک کی آیات میں جو ملکوتی آہنگ یا غنائیت ہے وہ موسیقی کی روح ہے، جن کے پڑھنے اور سننے سے روح کو تازگی، جن کے سمجھنے سے دل و دماغ کو روشنی ملتی ہے اور جن پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔

ایران اور ہندوستان موسیقی کے حوالے سے دنیا میں مشہور ہیں۔ ایرانی روایات میں ہے کہ موسیقی کا ماخذ ایک پرندہ ققنس یا موسیقار ہے جس کی چونچ میں سات سوراخ ہوتے ہیں اور ہر سوراخ سے ستر راگ نکلتے ہیں۔ شاہان ایران کے محلوں کے دروازے پر ہر روز پانچ مرتبہ نقارہ بجایا جاتا تھا جسے وہ نوبت کہتے تھے۔ خسرو پرویز اور بہرام گور کے دربار میں موسیقی کو بڑی پذیرائی حاصل تھی، خود بہرام رقص و سرود کا شیدائی تھا، اس نے ہندوستان سے بارہ ہزار گانے والیاں منگوائی تھیں۔ مشہور زمانہ موسیقار ''باربد'' خسرو پرویز ہی کے دربار سے وابستہ تھا ـــــ ایران میں باربد کو موسیقی میں وہی شہرت حاصل ہے جو ہندوستان میں تان سین کو ملی تھی ـــــ ایران میں موسیقی ہندوستانی سنگیت کی طرح ریاضیاتی ہے، اس کے بارہ مقامات علم نجوم کے بارہ برجوں پر تقسیم کئے گئے اور چوبیس گھنٹوں کی رعایت سے چوبیس راگ بنائے گئے ہیں ـــــ ہندوستان میں موسیقی اور رقص نے مذہب کے دامن میں پرورش پائی ہے۔ مندروں میں صبح و شام دیوتاؤں کی مناجات میں بھجن گانے کا رواج ہے۔ دیوداسیاں دن میں دو بار دیوتاؤں کو رجھانے کے لئے ناچتی گاتی ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت پنڈت کیا کرتے ہیں۔ گانے والوں کے کئی طبقے ہیں، سنگیت کے عالم کو پنڈت کہتے ہیں، اس کے بعد گنی کا درجہ ہے، اس سے جو بڑھ جائے اسے گندھرپ کہتے ہیں، اس کے بعد گائن کا درجہ ہے اور سب سے اعلیٰ مقام نائک کا ہے جو راگ کا موجد ہوتا ہے۔ امیر خسروؒ کو نائک کا مرتبہ حاصل تھا۔ ہندوستان میں موسیقی کے سات سُر ہیں، جن کی تعداد سات سیاروں کی تعداد کی رعایت سے رکھی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مشہور موسیقار تان سین جب دیپک راگ گاتے تھے تو بجھے ہوئے چراغ روشن ہو جاتے تھے۔

موسیقی اور رقص کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اہل ذوق کہتے ہیں کہ موسیقی آواز کا رقص ہے اور رقص اعضائے بدن کی شاعری ہے۔ صوفیہ میں رقص و سماع دونوں تقریباً ساتھ ساتھ رائج رہے ہیں ـــــ

Marfat.com

اہل لغت کہتے ہیں کہ سماع (بفتح سین) مصدر ہے جس کے معنی سننے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اچھی آواز، سرور، وجد وحال اور سرود ورقص کے بھی ہیں، اسے غنا بھی کہتے ہیں اور موسیقی بھی۔ سماع تیسری صدی ہجری سے صوفیہ میں رائج ہے، تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ جب سہل بن عبداللہ تستریؒ (وفات ۲۳۸ ہجری) سماع سنتے تو وہ وجد میں آجاتے تھے اور کئی کئی روز تک اسی وجد کی کیفیت میں رہتے تھے، کھانا بالکل نہ کھاتے تھے، اگر سردی ہوتی تو پھر بھی انہیں اتنا پسینہ آتا تھا کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ سماع دوست صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع زندہ انسانوں کے لئے راحت جان ہے لیکن یہ بات اہل دل اور عشاق ہی سمجھتے ہیں:

سماع آرام جانِ زندگان است　　　کسی داند کہ اورا جانِ جان است

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ منکرین حق کے مذہب میں سماع حرام ہے لیکن عاشقوں کے مذہب میں سماع حلال ہے:

در مذہب منکران حرام است سماع　　　در مذہب عاشقان حلال است سماع

حضرت احمد بن محمد الطوسیؒ نے اپنی تالیف بوارق میں لفظ سماع کے اسرار و رموز یوں بیان کئے ہیں کہ سماع کا سین اور میم سم ہے یعنی سماع سم یا زہر ہے جو صوفی کو ماسوا اللہ سے لاتعلق کر کے غیبی مقامات پر پہنچا دیتا ہے۔ لفظ سماع کا میم اور عین درحقیقت مع ہے جو اشارہ کر رہا ہے لی مع اللہ وقت کا یعنی صوفی کو ذات حق سے قربت سماع سے حاصل ہوتی ہے۔ سماع کا سین میم اور الف اشارہ ہے سما سے یعنی آسمان جس کا مطلب ہے کہ سماع صوفی کو آسمانی یا علوی بنا دیتا ہے اور سفلی اوصاف سے پاک کر دیتا ہے۔ سماع کا الف اور میم اشارہ ہے ام (ماں) سے جس کا مطلب ہے کہ صوفی ہر چیز کی ماں یعنی ہر چیز کی حقیقت ہے، سو وہ روحانیت سے بہرہ ور ہے یا ''ام'' سے مراد امّی (ناخواندہ) ہے یعنی صوفی ماسوا سے بے خبر ہے۔[۴]

صوفیہ سماع میں وجد وحال کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کیفیت میں اپنے کپڑے یا خرقہ کو پھاڑ ڈالتے ہیں اور یہ خرقہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا قوال کو دے دیتے ہیں ـــــ وہ خرقہ جو قوال کو دیتے ہیں وہ دو قسم کا ہے: (۱) خرقۂ صحیحہ (۲) خرقۂ ممزقہ (پھٹا ہوا) ـــــ صوفیہ پھٹے ہوئے خرقہ کو قوال کو دینے کے علاوہ یا تو سی لیتے ہیں یا کسی دوسرے درویش کو دے دیتے ہیں یا تبرک کے طور پر ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے جب مناجات کے وقت اضطراب کا اظہار کیا تو خداوند تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی کہ اے موسیٰ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا بہتر ہے اس سے کہ سماع میں کپڑے پھاڑنا[۵] ـــــ سماع کے ساتھ اکثر صوفیہ رقص کرتے ہیں، بعض سلاسل میں یہ صرف رائج ہی نہیں بلکہ اسے سالک کے لئے لازمی

Marfat.com

سمجھا جاتا ہے_____ بعض صوفیہ نے وجد ورقص کو نمازِ معنوی کہا ہے۔ بقول عزالدین کاشانیؒ سماع میں وجد کرنا اگرچہ مبتدیوں کے لئے کمال حال ہے لیکن منتہی صوفیہ کے لئے نقصان حال ہے۔ چونکہ وجد سے مراد ہے حال شہود کا پانا اور پانا گم کرنے کے بعد ہوتا ہے پس واجد (پانے والا) درحقیقت سماع میں فاقد (گم کرنے والا) ہوتا ہے۶_____ سماع میں ارباب سماع کے احوال تین قسم کے ہیں: ایک تواجد ہے، جو حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں تکلف ہوتا ہے۔ وہ صوفیہ جو مرشد ہیں اور ارباب اقتدا ہیں (یعنی بلند مرتبہ صوفی ہیں) انہیں تواجد نہیں ہوتا_____ دوسرا وجد ہے جو وجدان وعرفان سے بجلی کی طرح پیدا ہونے والی ایک کیفیت یا حالت ہے، یعنی صوفی پر حال غالب ہوجاتا ہے۔ مبتدی کے لئے وجد میں اضطراب ہے اور منتہی کیلئے سکون وثبات ہے_____ تیسرا وجود ہے، یہ ایک کیفیت ہے جو واقعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یقین کامل کے ساتھ دل میں مکین ہوجاتی ہے_____ حضرت رسول پاک ﷺ بھی شہود میں صاحب وجود تھے، شب معراج کو اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطے کے سخن سنا، صاحب سماع بنے، ساکن وثابت قدم رہے_____

یوں تواجد میں تکلف ہے، وجد میں اضطرار ہے اور وجود میں ثبات وقرار ہے۔ تواجد میں جسم رقص کرتا ہے، وجد میں دل اور وجود میں روح رقص کرتی ہے۷_____ حضرت ذوالنون مصریؒ (وفات ۲۴۵ ہجری) کا قول ہے کہ وجد دل کے راز کا نام ہے اور سماع واردات قلب کو کہتے ہیں۔ آپ ہی کا قول ہے کہ سماع واردات حق کو دل پر جاری کرتا ہے اور اس کی طلب پیدا کرتا ہے، جو سماع کو حق کے لئے سنتا ہے وہ حق رسیدہ بن جاتا ہے اور جو نفس کے لئے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے۸_____ سماع سے وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ وجد حرکات بدنی کے وجود میں آنے کا سبب بنتا ہے اور حرکات بدنی غیر منظم یا غیر موزوں ہوں تو انہیں اضطراب کہتے ہیں اور اگر موزوں اور منظم ہوں تو تالی بجانا اور رقص کرنا ہیں_____ حضرت رُدیمؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ سماع کے وقت وجد کرنا کیا ہے؟ فرمایا صوفی کی روح کے شہباز کو حضرت حق کی جانب سے خطاب ہوتا ہے کہ اے باز بلند پرواز! ہماری ذات کی فضائے جلال وجبروت میں پرواز کر، اس خطاب پر کچھ روتے ہیں، کچھ نالہ وفریاد کرتے ہیں اور کچھ کپڑے پھاڑ لیتے ہیں_____ کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو ہاجم ہو یعنی جسے سنتے ہی دل پر کیفیات کا غلبہ ہو جائے۔۹_____ احمد بن محمد الطوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صاحب سماع عارف ہے اور رقص کرتا ہے تو رقص گویا ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہونا ہے، یوں عارف ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ تک پہنچتا ہے۔ اگر محقق ہے اور رقص میں دائرے میں گھومتا ہے تو گویا وہ کائنات کے دائرے میں چکر لگا رہا ہے اور اگر موحد ہے اور رقص میں کودتا ہے تو موحد کا حال الف کی طرح

Marfat.com

ہے اور کودنا بھی الف کی صورت ہی ہے۔ سماع میں خرقہ پھینکنے سے مراد ترک عادت ہے، پگڑی اتارنا گویا ترک سروری وحب ریاست ہے، ہاتھوں کو نچانے سے مراد غیر حق سے بری ہونا اور رقص میں گھومنے سے مراد ہے مرکز وحدت کے گرد گھومنا یعنی وحدتِ حق پر کامل طور پر قائم ہو جانا۔ ۱۰

بعض صوفیہ سماع اور رقص کو تصوف وعرفان کی اعلیٰ منازل طے کرنے کے لئے لازمی خیال کرتے ہیں۔ خاص طور پر مولوی فرقہ کے صوفیہ رقص کو تصوف کی جان سمجھتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو سماع کا وہ ذوق وشوق تھا کہ سماع ہی میں جان دے دی۔ آپ کے ایک دوست نے مجلس سماع منعقد کرائی اور قوالوں نے غزل گانا شروع کی، جب اس شعر پر پہنچے:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　　ہر زماں از غیب جانی دیگر است

یعنی خنجر تسلیم سے جو قتل ہو چکے ہیں اُن کو ہر لمحہ غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہو رہی ہے ______ تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور مسلسل رقص کرتے رہے اور اسی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بعض حضرات رقص کو ذہنی یا نفسیاتی امراض کا علاج سمجھتے ہیں۔ رقص ایک طرح سے ورزشِ بدنی بھی ہے اور ورزشِ روحانی بھی ______ کچھ صوفیہ رقص وسرود کو پسند نہیں کرتے، خاص طور پر نقشبندی سلسلے کے صوفیہ سماع اور رقص کو اچھا نہیں سمجھتے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے بانیوں میں سے ہیں، سماع کے بارے میں ان سے یہ قول منسوب ہے، نہ این کاری کنم ونہ انکاری کنم یعنی نہ میں سماع سنتا ہوں اور نہ اس کا منکر ہوں۔ ۱۱ ______ ایک صوفی کا قول ہے کہ رقص اس کے لیے جائز ہے جو پاؤں زمین پر مارے تو پاتال تک ہر شے اس کی نظر میں ہو اور اگر آستین ہوا میں اچھالے تو عرش معلیٰ تک اس کی نظر پہنچے، جو اس طرح رقص نہ کرتا ہو وہ بایزید“، جنیدؒ اور شبلیؒ کی آبروریزی کرتا ہے ______ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ شریعت وطریقت میں رقص کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کی نظر میں جب رقص اچھی طرح کیا جائے تو کھیل تماشہ ہوتا ہے اور جب بیہودہ طور پر کیا جائے تو بجز لغویت (بدتمیزی) کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض ناچنا اور رقص کرنا شرعاً اور عقلاً قابل مذمت ہے۔ ۱۲

صوفیہ میں سماع کا آغاز تیسری صدی ہجری سے ہوا، سماع اسلام میں متنازعہ فیہ ہے۔ کچھ فقہا سماع کو گناہ کہتے ہیں، کچھ جائز سمجھتے ہیں اور کچھ بدعت خیال کرتے ہیں ______ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گانا یا سماع حرام ہے، امام مالکؒ بھی سماع یا غنا کو حرام کہتے ہیں۔ امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سماع یا غنا مطلقاً حرام نہیں ۱۳۔ شیعہ فقہ میں بھی کچھ فقہا سماع کو حرام سمجھتے ہیں۔ کچھ چند شرائط کے ساتھ حلال کہتے

Marfat.com

ہیں ۱۴؂ ابن جوزیؒ نے تلبیس ابلیس، میں صوفیہ کے وجد وسماع پر سخت تنقید کی ہے۔ان کی نظر میں قرآن کی آیات ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (سورہ۳۱،آیت۶) اور والذین لا یشھدون الزور و اذا مرّوا باللغو مرّوا کراما (سورہ۲۵،آیت۷۲) میں ''لھوالحدیث'' اور ''زور'' سے مراد غنا ہے۔ابن جوزی نے غنا کو صدائے شیاطین کہا ہے اور اپنے نظریہ کے ثبوت میں بہت سی احادیث بھی پیش کی ہیں۔۱۵؂

شیخ ابوالقاسم نصرآبادیؒ سماع سن رہے تھے۔حضرت ابوعمرو نجیدؒ نے کہا کہ سماع کیوں سن رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ سماع سننا اس سے بہتر ہے کہ ہم بیٹھیں اور غیبت کریں اور غیبت سنیں۔ابوعمروؒ نے فرمایا کہ سماع میں ایک غیر شرعی کام کرنا اس سے برا ہے کہ کوئی سو سال غیبت کرے۔۱۶؂

حضرت ابوعلی احمد بن محمد رودباریؒ نے ایک روز فرمایا کہ میں سماع سے اس لئے چھٹکارا چاہتا ہوں کہ اس میں کثیر آفات مضمر ہیں۔کسی نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ مجھے سماع حلال ہے کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ سماع کی برائی مجھ پر بے اثر ہے؟ فرمایا بیشک وہ اس مقام پر پہنچ گیا ہے جسے دوزخ کہتے ہیں ۱۷؂ حضرت ابوالقاسم قشیریؒ ایک روز حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی خانقاہ کے پاس سے گزر رہے تھے اور خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا،حضرت ابوالقاسمؒ کے دل میں خیال آیا کہ ایسے لوگ جو سماع سنتے ہیں اور ننگے سر اور ننگے پاؤں سماع میں رقص کرتے ہیں انکی گواہی اسلام میں قابل قبول نہیں۔شیخ ابوسعیدؒ نے فوراً ایک شخص کو بھیج کر حضرت ابوالقاسم قشیریؒ سے یہ پوچھا کہ تم نے ہمیں کب گواہوں کی صف میں دیکھا تھا؟

سماع کے بارے میں بعض علما کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے چونکہ سماع نہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں رائج تھا نہ صحابہؓ اور سلف صالحین کے زمانہ میں۔مؤلف ''مصباح الھدایت'' عزالدین کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع اگرچہ بدعت ہے لیکن سنت کے مخالف بھی نہیں پس قابل مذمت نہیں،اس میں فوائد بھی ہیں:

(۱) مجاہدہ، ریاضت ونفس کشی سے جو دل پر خستگی یا ملال سا پیدا ہو جاتا ہے یا قبض ویاس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے صوفیہ اسے دور کرنے کے لئے سماع سنتے ہیں۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سیر وسلوک کے دوران بعض اوقات سالکین کے دل پر صفات نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے یا حجابات پڑ جاتے ہیں جس سے احوال وکیفیات روحانی کے دروازے بند ہو جاتے

Marfat.com

ہیں، سماع سے یہ حجابات دور ہو جاتے ہیں۔

(۳) اہل سلوک کہ جن کا حال ابھی ابتدائی مقام میں ہے اور محبوب سے دور ہیں بعض وقت سماع سن کر ان کے روح کے کان کھل جاتے ہیں، خطاب عہد اول یعنی خطاب عہدالست سن لیتے ہیں اور قربت حق سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں اور یوں اس سماع کی کیفیت سے وہ مقامات ومراتب حاصل کر لیتے ہیں، جو سالہا سال کے مجاہدے اور ریاضت کے بعد بھی نہیں پا سکتے۔۱۸

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آوازیں دو قسم کی ہیں، ایک حسین، دوسری موزوں۔ بعض آوازیں حسین ہوتی ہیں لیکن وہ موزوں نہیں ہوتیں، بعض آوازیں موزوں ہوتی ہیں لیکن حسین نہیں ہوتیں اور سننے والے کو اچھی نہیں لگتیں۔ موزوں آوازیں اپنے مخارج کے اعتبار سے تین طرح کی ہیں: ایک وہ جو جمادات سے نکلیں جیسے بانسری، ڈھول اور ستار کی آواز، دوسری وہ جو انسان کے گلے سے نکلیں، تیسری وہ جو حیوانات کے گلوں سے برآمد ہوں۔ جیسے بلبل اور قمریوں کی آواز۔ ان آوازوں کو سننا حرام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اچھی بھی ہیں اور موزوں بھی۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بلبلوں یا قمریوں کے چہچہے حرام ہیں، آوازیں سب یکساں ہیں خواہ انسان کے گلے سے نکلیں یا حیوان کے یا جمادات سے برآمد ہوں ـــــ یوں سماع جائز ہے بشرطیکہ وہ فساد قلب، بے شرمی اور فحاشی کا موجب نہ بنتا ہو ـــــ سو امام غزالیؒ کی نظر میں سماع جائز ہے لیکن (وہ فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ نہیں کہ سماع سب کے لئے جائز ہے، بیع جائز ہے، لیکن شراب بنانے والے کو انگور بیچنا حرام ہے، اگرچہ ہتھیار کی فروخت عام طور پر جائز ہے، لیکن ڈاکو کو ہتھیار بیچنا حرام ہے ـــــ سماع کے جائز ہونے کی بھی چند شرائط ہیں ـــــ سماع تین قسم کے لوگ سنتے ہیں۔ ایک وہ جو غفلت یا کھیل کے طور پر سنتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سماع حرام نہیں۔ جس طرح پرندوں کی آواز سننا حرام نہیں ـــــ دوسرے وہ لوگ جن کے دل میں مخلوق کی محبت یا دوستی ہو اور وہ محبت یا دوستی حرام ہو تو ان کے لئے سماع بھی حرام ہے۔ اگر یہ دوستی یا محبت بیوی سے ہے، تو سماع حلال ہے۔ اسی حوالے سے نوحہ خوانی بھی حرام ہے۔ کیونکہ قضائے آسمانی پر افسوس کرنا حرام ہے کہ فرمانِ حق ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم (سورہ ۵۷، آیت ۲۳) ـــــ تیسرے وہ لوگ جن کے دل میں جائز خوشی یا غم ہو، سماع ان کیلئے حلال ہے۔ شادی یا ولیمہ یا عید کے موقع پر یا کسی کے سفر سے آنے پر سماع کی محفل تشکیل دینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول ﷺ جب مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کی خواتین نے یہ اشعار دف پر آپ کے استقبال میں گائے تھے اور یوں آپ کی آمد پر اپنی خوشی اور محبت کے جذبات کا اظہار کیا تھا:

Marfat.com

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعی للہ داع
ایھا المبعوث فینا — جئت بالامر مطاع

ایسے ہی وہ لوگ جو اہل تصوف ہیں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے، سماع ان لوگوں کے لئے عبادت ہے اور قربت حق کا سبب ہے ۔۔۔۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو کنیزیں دف بجا رہی تھیں اور گا نا گا رہی تھیں، رسول پاک ﷺ گھر میں تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ حضرت رسولؐ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری جانب کرلیا، اسی اثنا میں حضرت ابو بکر صدیقؓ آ گئے، انہوں نے ان لڑکیوں کو ملامت کی اور کہا کہ رسول پاکؐ کا گھر اور یہ شیطانی کام۔ یہ سن کر رسول پاکؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ عید کا دن ہے انہیں تم کچھ نہ کہو۔ پس دف بجانا اور گانا گانا اس روایت کی روشنی میں جائز ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث بھی سماع کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔ یوں ایک طرح سے اسلام بھی موسیقی کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ حدیث میں ہے زینوا اصواتکم بالقرآن (قرآن پاک کے پڑھتے وقت اپنی آوازوں کو سنوارو)۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ زینو القرآن باصوات الحسن یعنی قرآن کو اچھی آوازوں سے خوشنما بناؤ۔ ایک اور حدیث میں ہے حسنو االقرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے خوشنما بنایا کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کی خوبی بڑھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ہر چیز کی ایک آرایش ہے اور قرآن کی آرایش اچھی آواز ہے۔ ان لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن 19

قرأت خوانی، نعت خوانی، قوالی اور سماع کو موسیقی کی اعلیٰ و اشرف صورتیں کہا جا سکتا ہے۔ موسیقی کو ابن خلدون نے صنعت شریف کہا ہے ۔۔۔۔۔ البتہ موسیقی اگر صحیح لوازم و ماحول کے ساتھ نہ ہو تو معاشرے میں موجب فساد بن جاتی ہے اور سیرت و کردار کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ اسے نفس کی تطہیر کا وسیلہ بننا چاہیے نہ کہ حیوانیت کے فروغ کا ذریعہ ۔۔۔۔۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی نظر میں ایسے اشعار گانا یا پڑھنا جس میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو، عبادتوں کا ذکر ہو، جنت، دوزخ کا ذکر ہو یا ایسے قصائد و نظمیں پڑھنا جن میں جہاد اور حج کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں وہ جائز ہے، ایسے اشعار جن میں عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف ہو یا محبوب کے حسن کا ذکر ہو، ایسی محفلیں قائم کرنا جن میں یہ اشعار پڑھے جائیں صوفیہ کے شایان شان نہیں، البتہ ایسے اشعار جن میں وصل و فراق اور آرزوؤں کا بیان ایسے رموز و کنایات کے ساتھ ہو

Marfat.com

جن کو حق تعالیٰ کی ذات پر محمول کرنا دشوار نہ ہو، ان کے سماع سے انکار نہیں کیا جاسکتا۲۰ ـــــــ ایک مرتبہ جب شاہ عبدالرحیمؒ جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد ماجد تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کے مزار پر مراقبہ میں بیٹھے تھے تو ان پر حضرت قطب صاحبؒ کی روحانیت کا انکشاف ہوا۔ قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کلام موزون حسنه حسن وقبیحه قبیح (حدیث) شعر کلام موزوں کا نام ہے جو اچھا شعر ہے اس میں واقعی اچھائی اور حسن ہے اور جو برا شعر ہے اس میں واقعی برائی اور قبح ہے۔ اس کے بعد خواجہ صاحبؒ نے پوچھا حسن صوت (آواز کے حسن) کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو عرض کیا کہ اس آیت یزید فی الخلق مایشاء (سورہ ۳۵، آیت ۱) کی تفسیر میں بعض علما نے لکھا ہے کہ یہاں زیادت سے مراد حسن صوت ہے، خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اگر یہ دونوں جمع ہو جائیں تو تم کیا کہو گے، عرض کیا نور علی نور یھدی الله لنوره من یشاء (سورہ ۲۴، آیت ۳۵) یعنی نور علی نور ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتے ہیں، فرمایا بس ہمارا سماع یہی تھا۲۱

صوفیائے کرام جو رقص وسرود کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس کا جواز قرآن وحدیث سے یوں بھی پیش کرتے ہیں کہ صور اسرافیل بھی باجے کے ساتھ ایک نغمہ ہوگا جسے سن کر لوگ جان دیدیں گے اور دوسرا صور اس قدر روح افزا اور جان پرور ہوگا کہ تمام مردے رقص کرتے ہوئے قبروں سے نکل آئیں گے۔ جنت میں بھی موسیقی ہوگی، فرشتے سریلی آواز میں کہتے ہونگے سلام، علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (سورہ ۳۹، آیت ۷۳) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت: الذین آمنوا وعملوا الصلحت فھم فی روضة یحبرون (سورہ ۳۰، آیت ۱۵) میں ''یحبرون'' سے مراد سماع ہے ـــــــ حدیث رسول پاکؐ بھی ہے ان من الشعر لحکمة، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسن صوت عطا کی ہے۔ یہ آیت ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (سورہ ۳۱، آیت ۱۹) (یعنی سب سے مکروہ آواز گدھے کی ہے) بھی بتاتی ہے کہ خدا کو اچھی آواز پسند ہے اور بری آواز ناپسند ہے ـــــــ بقول حضرت عبداللہ انصاریؒ بہشت میں عارفین کے لئے تین چیزیں ہوں گی، سماع وشراب و دیدار۔ سماع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فھم فی روضة یحبرون (سورہ ۳۰، آیت ۱۵) اور شراب کے بارے میں فرمایا وسقاھم ربھم شراباً طھورا (سورہ ۷۶، آیت ۲۱) دیدار کے لئے فرمایا کہ وجوہ، یومئذ ناضرة الیٰ ربھا ناظره (سورہ ۷۵، آیات ۲۲ و ۲۳)۔ سماع کانوں کے لئے شراب، ہونٹوں کے لئے اور دیدار آنکھوں کے لئے ہے۔ سماع اہل وجد کے لئے، شراب عاشقوں کے لئے اور دیدار محبت کرنے والوں کے لئے ہے۔ سماع سے

Marfat.com

طرب بڑھتی ہے، شراب سے زبان کھلتی ہے اور دیدارِ حق انسانی صفت کو ختم کر دیتا ہے یعنی عارف کو فنا فی اللہ کے مقام پر فائز کرتا ہے ـــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع کی اصل خطاب تکوین کی لذت سے ہے کہ لفظ کن سے روح کو مستی حاصل ہوئی جو سماع کا موجب ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلی مستی روح انسانی پر الست بربکم (سورہ ۷، آیت ۱۷۲) کے دلکش نغمہ کو سن کر طاری ہوئی تھی اور سب سے آخری مستی نفخ صور ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ ۲۲ ـــــ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ سریلی آواز کو سن کر کیوں ایک باوقار اور سنجیدہ آدمی بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عہد ازل اور میثاق اول میں حق تعالیٰ نے مخلوقات کو الست بربکم کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس خطاب کی حلاوت و شیرینی ارواح میں ہے، اس لئے جب بھی کوئی سریلی آواز سنتے ہیں تو وہ خطاب یاد آ جاتا ہے اور دل متاثر ہو جاتے ہیں ـــــ سماع و سرود کی حقیقت کے بارے میں ایک نکتہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں حسن ہوگا وہاں عشق بھی ضرور پہنچ جائے گا۔ ویسے تو ساری دنیا حسن ہی حسن ہے کہ جلوہ گاہ جمال ربانی ہے کہ اللہ خود ''جمیل'' ہے، اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ لیکن بالعموم دنیا میں چار قسم کے حسن ہیں: حسن صورت، حسن صوت (حسن آواز) حسن کلام اور حسن حرکات، حسن صورت محبوب کا رخ انور ہے، حسن صوت موسیقی ہے، حسن کلام شاعری ہے اور حسن حرکات رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں فطری طور پر حسن صورت، موسیقی، شاعری اور رقص سے لگاؤ ہے۔ ۲۳ ـــــ صوفیہ وجد و سماع کے جواز میں ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ حرکت تمام کمالات کی بنیاد ہے، خواہ جمادات ہوں، خواہ نباتات، خواہ حیوانات حرکت ان کی برائی کو دور کرتی ہے، پانی جاری رہتا ہے تو پاک ہے اگر رکا رہے تو بدبودار ہو جاتا ہے۔ وجد یا سماع حرکت کا سبب ہے اور یہ حرکت روح کی خوشی اور شادمانی اور کشادگی قلب کا سبب ہے، اگر انسان روح کو نفس سے دور رکھتا ہے تو اس سے روح کو کمال حاصل ہوتا ہے ۲۴ ـــــ وجد و رقص میں حرکت کے بارے میں ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ حرکت تین قسم کی ہے: (۱) خوشی میں (۲) وجد میں (۳) خوف میں۔ خوشی کی تین علامتیں ہیں: رقص کرنا، تالی بجانا اور چہرہ کھل اٹھنا، وجد کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱) محویت (۲) اچھلنا کودنا (۳) نعرے مارنا، خوف کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱) رونا (۲) چیخنا (۳) سر پیٹنا۔

سماع ہی کے حوالے سے صوفیہ کہتے ہیں کہ آگ، مٹی، پانی اور ہوا سب عبادت الٰہی میں مصروف ہیں، آگ قیام میں ہے، پانی سجدے میں ہے، مٹی مدہوش و صاحب سکر صوفی کی طرح ساکن ہے، حیرت و محویت میں ہے، کبھی کبھی وجد میں آ جاتی ہے جب زلزلہ آتا ہے اور ہوا ہمیشہ رقص و وجد میں ہے ـــــ

Marfat.com

یوں گویا ساری کائنات حمد حق کی تسبیح میں مصروف ہے، صرف اہل عرفان اور اہل حق دیدۂ باطن سے دیکھتے ہیں اور باطنی گوش (کان) سے سنتے ہیں۔۲۵ــــــ یوں صوفیہ کی نظر میں زبان حال سے ہر شے حمد خدا کے نغمے الاپ رہی ہے اگر گوش شنوا ہو۔ بعض اہل دل کی نظر میں تو چنگ وساز کی آواز میں تسبیح پڑھنے کا ایک رنگ پایا جاتا ہے، بقول ایک شاعر کے یہ چنگ وعود تو انت حسبی، انت کافی یاودود کا ورد کرتے ہیں:

چیست میدانی صدائے چنگ وعود　　　انت حسبی، انت کافی یاودود

یعنی کیا تم جانتے ہو کہ چنگ وعود کے ساز یا باجے کیا کہہ رہے ہیں، وہ درحقیقت ''انت حسبی'' اور ''انت کافی یاودود'' کی تسبیح پڑھ رہے ہیں ــــــ ایران کے مشہور فلسفی شاعر ملا ہادی سبزواری جن کا تخلص اسرار ہے فرماتے ہیں:

موسیٰ نیست کہ دعویٰ انا الحق شنود　　　ورنہ این زمزمہ اندر شجری نیست کہ نیست

گوش اسرار شنو نیست وگرنہ اسرار　　　برش از عالم معنی خبری نیست کہ نیست۲۶

یعنی کوئی موسیٰ (علیہ السلام) نہیں ہے جو انا الحق کا دعویٰ سنے ورنہ کوئی درخت ایسا نہیں جس میں یہ زمزمۂ انا الحق نہیں ہے، اسرار سننے والے کان نہیں وگرنہ اے اسرار! دنیائے معانی کی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جو اس کے پاس نہ ہو۔

فیثاغورث اور افلاطون نے کہا تھا کہ انسان پر موسیقی اور نغمات کا اثر اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہماری روح خداوند تعالیٰ سے جدا ہوئی اس نے آسمانی نغمے سنے تھے اور ان سے وہ مانوس تھی، موسیقی چونکہ ہماری پرانی یادوں کو بیدار کر دیتی ہے اور ہمیں وجد میں لے آتی ہے اس لئے موسیقی سے ہمارا لگاؤ فطری ہے۔ اس سے منع کرنا موجب فساد روحانی اور قانون قدرت میں دخل اندازی کے مترادف ہے۲۷ــــــ

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کو حق تعالیٰ نے اچھی آواز دی تھی، جب آپ نغمات الاپتے تو جانور اور انسان جمع ہو جاتے تھے۔ حدی کی آواز سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بچے ماں کی لوری سن کر رونا چھوڑ دیتے ہیں اور لوری کی لذت یوں محسوس کرتے ہیں کہ سو جاتے ہیں۔۲۸ــــــ اچھی آواز خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آیت یزید فی الخلق مایشاء (سورہ ۳۵، آیت ۱) کی تفسیر میں مفسرین نے زیادت سے آواز خوش مراد لی ہے۔ انسان ہی سریلی آواز سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ بعض جانوروں کی روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ حدی خوان کے نغموں سے اونٹ مست ہو کر لدے ہوئے سامان کو جلدی منزل تک پہنچا دیتا ہے ــــــ حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے جب

Marfat.com

کنویں میں ڈال دیا تو حق تعالیٰ نے اس کنویں میں ایک سانپ پیدا کر دیا جو سریلی آواز میں تسبیح کرتا رہا جس کی لذت سے حضرت یوسفؑ کو کنویں کی وحشت اور تنہائی سے رہائی ملی ـــــ اسی طرح کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ کبھی وحشت محسوس کرتے تو ان کا عصا تسبیح پڑھتا تھا جس سے وہ وحشت دور ہو جاتی تھی ۲۹ (شاید وہ تنہائی کی وحشت دور کرنے کیلئے عصا کو یعنی لاٹھی کو زمین پر مارتے ہونگے جس سے تنہائی کی وحشت کم ہو جاتی ہوگی، واللہ اعلم) ـــــ صوفیہ کی نظر میں جو شخص سریلی آواز سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ مردہ دل ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کسی جگہ سے گزر رہے تھے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ آپ نے گانے کی آواز سنی، انہوں نے ساتھی سے پوچھا کہ اس نغمہ سے تم پر کچھ اثر ہوتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم حس باطنی سے محروم ہو ۳۰ ـــــ حضرت علیؓ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ کہہ رہا ہے **سبحان الله حقاً حقا ان المولیٰ صمد یبقی** ـــــ حضرت ابو عثمان مغربیؒ نے ایک کنویں پر بڑے ڈول (چرخی) کے کھینچنے کی آواز سنی تو دوستوں سے کہا جانتے ہو کہ یہ ڈول کیا کہہ رہا ہے؟ دوستوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ ڈول کہہ رہا ہے اللہ اللہ ـــــ ایک بار حضرت شبلیؒ نے بغداد کے بازار میں ایک ککڑیاں بیچنے والے کی یہ آواز سنی "خیار دہ بدانگی" یعنی ایک پیسے میں دس خیار (خیار کے معنی ککڑی کے بھی ہیں اور خیار کے معنی نیک شخص کے بھی ہیں) حضرت شبلیؒ نے کہا جب دس خیار (دس اچھے آدمیوں) کی قیمت ایک پیسہ ہے تو اشرار کا حال کیا ہوگا، ان کی کیا قیمت ہوگی؟ اور وہ وجد میں آ گئے ـــــ شبلیؒ کئی دن ایک درخت کے نیچے ہو ہو کرتے رہے، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ فرمایا درخت پر کوئل کو کو کر رہی ہے، میں اس کی موافقت میں ہو ہو کر رہا ہوں ـــــ ایک روز حضرت مولانا رومؒ قونیہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک ترکی شخص لومڑی کی کھال بیچ رہا تھا اور زور سے آواز لگا رہا تھا دلکو دلکو (دلکو اور تو لکی قدیم ترکی زبان میں لومڑی کو کہتے ہیں) مولانا نے یہ سن کر نعرہ مارا اور رقص میں آ گئے اور "دل کو دل کو" یعنی دل کہاں ہے؟ دل کہاں ہے؟ کہتے رہے ۳۱

سماع و سرود کے لیے وہ صوفیہ جو محتاط ہیں چند شرطیں عائد کرتے ہیں کہ سننے والا اہل ہوس نہ ہو بلکہ صاحب دل اور صاحب حال ہو۔ سنانے والا نو عمر لڑکا نہ ہو اور نہ عورت ہو بلکہ مرد ہو۔ کلام یا شعر فحش نہ ہو بلکہ حمد و نعت پر مشتمل ہو۔ چنگ و رباب اور دوسرے گانے کے آلات نہ ہوں۔ سماع باوضو سنا جائے، خلاف شرع کوئی بات نہ ہو۔ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام یا نااہلوں کا گزر نہ ہو۔ سماع نماز کے اوقات میں نہ ہو۔ قوالوں

Marfat.com

کو نذرانے میر مجلس کے ذریعے پیش کیے جائیں۔محفل سماع میں اگر کسی پر وجد طاری ہو جائے اور وہ کھڑا ہو جائے اور رقص کرنے لگے تو سب کھڑے ہو جائیں اور رقص شروع کر دیں ____ بعض صوفیہ نے سماع کیلئے تین شرطیں فرمائی ہیں: مکان، زمان، اخوان۔شرط مکان یہ ہے کہ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام اور نااہلوں کا گذر نہ ہو۔شرط زمان یہ ہے کہ سماع ایسے وقت میں ہو جس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔مثلاً نماز کا وقت نہ ہو۔اخوان یعنی مجلس سماع میں اہل حق کو بلایا جائے ____ مجلس سماع میں متکبر اور متکلف لوگ شریک نہیں ہونے چاہیں۔اور مجلس میں سب لوگ سر جھکا کر باادب بیٹھیں، ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور نہ ایک دوسرے کی صورت دیکھیں۔نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں۔دل تمام تر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے۔سماع کی محفل میں خلوص نیت کے ساتھ باوضو شریک ہونا چاہیے۔کسی خاص غزل کے گانے یا کسی خاص راگ میں غزل گانے کی فرمائش نہیں کرنی چاہیے اور اگر قوال کی آواز پسند آئے تو پسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔اگر آواز ناپسند ہو تو ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔اگر درویشوں میں سے کسی ایک کی پگڑی گر جائے اور شیخ بھی اپنی پگڑی اتار دے تو دوسرے بھی اس کی موافقت کریں۔اگر شیخ اپنی پگڑی نہ اتاریں تو دوسرے بھی اپنی پگڑی نہ اتاریں ____ سماع کا آغاز واختتام تلاوت کلام پاک سے ہونا چاہیے۔ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں مجھے حضورؐ کی زیارت ہوئی، میں نے انؐ سے سماع کے بارے میں پوچھا فرمایا سماع میں کوئی برائی نہیں البتہ اس کا آغاز واختتام تلاوت قرآن پاک سے ہونا چاہیے۔

ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ سماع عوام پر حرام ہے چونکہ یہ لوگ نفس زندہ رکھتے ہیں، زاہدوں کے لئے مباح ہے کہ یہ لوگ ارباب مجاہدہ میں سے ہیں اور ہمارے دوستوں کے لئے مستحب کہ یہ لوگ دل زندہ کے مالک ہیں ____ بقول اردشیر العبادی سماع اہل طریقت کے احوال میں سے ہے، جس طرح شریعت کے لوازم وفرائض انسان کو استماع (سننے) سے حاصل ہوتے ہیں اسی طرح طریقت کے حقایق سماع سے حاصل ہوتے ہیں ____ سماع گوش (کان) سے بھی سنا جاتا ہے اور ہوش سے بھی۔حق تعالیٰ کا فرمان ہے "فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه (سورہ ۳۹، آیات ۱۷، ۱۸) ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اچھی باتیں سنتے ہیں اور اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں ۳۲ ____ جو شخص خواہش نفس سے سماع سنتا ہے گناہ کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جو شخص حرمت حق اور محبت خداوندی کو نظر میں رکھ کر ایسا کرتا ہے اس کی بصیرت ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے ____ سماع اہل غفلت کے لئے بے فائدہ ہے اور اہل شہوت کے لئے ناجائز ہے لیکن وہ لوگ جو صاحب حال ہیں ان کے ادراک باطنی کے مطابق سماع ان کے لئے

Marfat.com

مفید ہے۔ جس کی روح جتنی پاک اور دل جتنا صاف ہوگا وہ سماع سے اتنا ہی زیادہ بہرہ ور اور لطف اندوز ہوگا ـــــــ اہل سماع کے تین طبقے ہیں: ایک وہ جو اہل حقایق ہیں وہ سماع میں خطاب حق سنتے ہیں، دوسرے اہل مناجات ہیں جو سماع کی ابیات کے معانی کے ذریعہ سے دل میں خدا سے ہمکلام ہوتے ہیں، تیسرے فقرائے مجرد ہیں جو ہر قسم کے علایق سے پاک ہوتے ہیں، یہ لوگ فقط دل کی خوشی کے لئے سماع سنتے ہیں ـــــــ صوفیہ کی نظر میں سماع تین قسم کا ہے: سماع قالی، سماع حالی اور سماع قلبی ـــــــ صوفیہ کا قول ہے کہ سماع حلال بھی ہے، حرام بھی اور مشتبہ بھی۔ اگر خواہش نفس کے لیے سماع کیا جائے تو حرام ہے، جو سماع شرائط سماع کے ساتھ نہ کیا جائے وہ مشتبہ ہے، جو سماع اللہ کے لئے کیا جائے وہ حلال ہے ـــــــ

حضرت ابوعبداللہ البناجیؒ فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو فکر کے لئے مہمیز کا کام کرے اور جس سے انسان عبرت حاصل کرے۔ اس کے علاوہ جو سماع بھی ہے، آزمائش اور فتنہ ہے ـــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کا مقام تین موقعوں پر معلوم ہوتا ہے: (۱) سوال کے وقت (۲) غصہ کے وقت (۳) سماع کے وقت ـــــــ جو شخص دنیاداری میں مبتلا ہے اس کے لئے سماع بے فائدہ ہے، ضعیف الحال سماع کا محتاج ہے اور قوی حال کو سماع کی حاجت نہیں[۳۳] ـــــــ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ فقیر پر ان تین اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے: (۱) کھانا کھاتے وقت کیونکہ وہ اسی وقت کھاتا ہے جب حاجت ہو (۲) کلام کرتے وقت کیونکہ وہ مجبوری کے وقت کلام کرتا ہے (۳) سماع کے وقت کیونکہ وہ صرف اسی وقت سنتا ہے جب وہ وجد کی حالت میں ہو۔[۳۴]

شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ فرماتے ہیں: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی غذا ہے، روح کی غذا سماع ہے[۳۵] ـــــــ سماع کو رقصِ روح بھی کہا جاتا ہے۔ ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ جو شخص سماع کو حق کے لئے سنتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے اور جو نفس کے لئے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے۔ حضرت شبلیؒ سے کسی نے سماع کے بارے میں پوچھا، فرمایا! اس کا ظاہر فتنہ ہے اور اس کا باطن عبرت ہے[۳۶] ـــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع الٰہی بھی ہے اور سماع لاهی (لہو ولعب) بھی۔ سماع الٰہی مستحب ہے اور سماع لاهی ممنوع ہے ـــــــ ایک صوفی کا قول ہے کہ سماع وہ ہے جو دل کو پگھلادے اور آنکھ کو رلادے۔[۳۷] ـــــــ مشائخ کہتے ہیں کہ سماع اہل حقایق کے لئے مستحب ہے، اہل زہد کیلئے جائز ہے اور اہل نفس کے لئے مکروہ ہے۔[۳۸] ـــــــ سماع بعضوں کے لئے غذا کی طرح ہے، بعضوں کے لئے دوا کی طرح ہے اور بعضوں کے لئے راحت رساں ہے[۳۹] ـــــــ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع دوا بھی ہے اور زہر قاتل بھی، وہ اہل اللہ جنہوں نے دنیا تیاگ دی، ماسوا اللہ کو ترک کردیا، ریاضت نفس میں کمال حاصل کرلیا ان کے لئے سماع تریاق ہے

Marfat.com

وہ ایک لمحہ میں ایسی ترقی پا لیتے ہیں جو سالہا سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سماع دل میں ریاکاری اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزے کو اگاتا ہے[۴۰] ـــــــ احمد غزالیؒ کا قول ہے کہ سماع صوفی کو ان مقامات عالی تک پہنچا دیتا ہے جہاں ہزار سال کی ریاضت کے بعد بھی پہنچا نہیں جا سکتا۔ نیز صوفیہ سماع کو رقص روح بھی کہتے ہیں اور سفیر حق بھی جس کی نشست گاہ دل صوفی صاف دل ہے۔[۴۱]

شمس الدین محمد تبریزیؒ کی نظر میں سماع تین طرح کا ہے: ایک حرام بلکہ کفر ہے، دوسرا مباح یا حلال ہے اور تیسرا فرض ہے۔ زہد و تقویٰ اور حال و کیفیت کے بغیر سماع سننا حرام بلکہ کفر ہے۔ اہل ریاضت و زہد کے لیے سماع سننا جائز ہے کہ سماع کے وقت ان میں رقت پیدا ہوتی ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ صاحب قلب سلیم ہوتے ہیں۔ اہلِ حال کے لیے سماع اس طرح فرض ہے جس طرح نماز و روزہ۔ جیسے کھانا پینا ان کے لیے ضروری ہے، اسی طرح سماع کا سننا بھی ان کے لیے حیات بخش ہے۔[۴۲]

بزرگ صوفیہ کہتے ہیں نوجوان صوفی کو چاہیے کہ صرف اپنے مرشد کے حکم سے سماع کرے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے ان کے ایک مرید علی حلاج نے کہا کہ میرے دل میں سماع کی طلب ہے براہ کرم اجازت دیجیے، آپ نے فرمایا کہ (ایک روز دن بھر) بالکل کچھ نہ کھاؤ، پھر اچھا کھانا تیار کرو، اگر پھر بھی سماع کو کھانے پر ترجیح دو تو تمہارے لئے سماع جائز ہے ـــــــ ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ شیوخ سماع سنتے ہیں مجھے بھی اجازت دیجیے۔ فرمایا اگر تم ان جیسے ہو گئے ہو تو سماع کرو۔ حضرت مولانا رومیؒ کا قول ہے کہ سماع کے لئے پہلے اہلیت پیدا کرو پھر سماع کرو، میں نے کل ناک میں چینی ڈالی میری ناک نے چینی کا ذائقہ محسوس نہیں کیا۔

برسماع راست ہر کس چیر نیست طعمہ ای ہر مرغکی انجیر نیست

یعنی ہر کوئی صحیح طور پر سماع سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا جس طرح ہر عام پرندہ انجیر کو نہیں کھا سکتا ـــــــ حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ کا قول ہے کہ سماع اُن کے لیے جائز ہے جن کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہو۔[۴۳] ـــــــ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی نظر میں سماع کی چار قسمیں ہیں: حلال، حرام، مکروہ، مباح۔ اگر سماع سننے والے کی رغبت حق کی طرف ہے تو سماع مباح یعنی جائز ہے، اور اگر رغبت مجاز کی طرف ہے تو سماع مکروہ ہے اور اگر رغبت کلی طور پر حق کی طرف ہے تو سماع حلال ہے اور اگر رغبت کلی طور پر مجاز کی طرف ہے تو سماع حرام ہے۔ سماع کے مباح یا جائز ہونے کے لئے چند چیزیں لازمی ہیں: مُسمِع، مستمع، مسموع اور

Marfat.com

آلۂ سماع۔ مسمع یعنی گانے والا مرد ہو عورت اور لڑکا نہ ہو۔ مستمع (مُ سْ تَ مِ عُ) یعنی سماع سننے والا یادِ حق سے خالی نہ ہو، مَسموع یعنی جو کچھ گایا جا رہا ہے فحش نہ ہو، اور آلۂ سماع یعنی چنگ و رباب نہ ہو، ان شرائط کے ساتھ سماع حلال ہے ______ ابو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ سماع کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں: متسمع (مُ تَ سَ مِّ عُ)، مستمع (مُ سْ تَ مِ عُ)، سامع۔ متسمع وقت کے ساتھ سنتا ہے، مستمع حال کے ساتھ سنتا ہے اور سامع حق کے ساتھ سنتا ہے ______ حضرت بُندار بن حسینؒ کا قول ہے کہ سماع تین قسم کے لوگ سنتے ہیں۔ کچھ لوگ طبیعت کے تقاضے کے مطابق سنتے ہیں، کچھ حال کے تقاضے کے مطابق اور بعض حق کے لئے سنتے ہیں۔ پہلی قسم میں عام اور خاص سب مشترک ہیں کہ ہر ذی روح کو عمدہ آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور جو حال کے مطابق سنتا ہے وہ غور سے سنتا ہے اور اس پر کوئی نہ کوئی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور جو حق کے لئے سنتا ہے اس کا سماع للہ، باللہ، من اللہ اور الی اللہ ہوتا ہے۔[۴۴] ______ سعدیؒ نے سچ کہا تھا کہ:

نگویم سماع ای برادر کہ چیست؟ مگر مستمع را بدانم کہ کیست؟

یعنی اے عزیز دوست میں تمہیں اُس وقت بتاؤں گا کہ سماع کیا ہے؟ جب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ سماع یا گانا سُننے والا کون ہے؟ ______ شمس الدین محمد تبریزیؒ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان مرید کو اس کے شیخ نے سماع سننے سے منع کر دیا کیونکہ حاکم شہر نے نوجوانوں کیلئے سماع کے سننے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ مرید کے دل میں ایک رسولی پیدا ہو گئی اور وہ سخت بیمار ہو گیا۔ طبیب کو مرض سمجھ میں نہیں آیا اور وہ نوجوان مرید اسی بیماری میں چل بسا۔ طبیب نے اس کا پیٹ چاک کیا اور دیکھا کہ اس کے دل میں ایک رسولی ہے جو عقیق کی طرح سرخ ہے، اس نے اسے فروخت کر دیا، وہ عقیق دست بدست حاکمِ شہر تک پہنچ گیا۔ اس نے خرید کر اپنی انگوٹھی میں جڑ لیا۔ اتفاق سے ایک دن وہ حاکم اس انگوٹھی کو پہن کر محفل سماع میں گیا، اس نے دیکھا کہ کپڑے خون آلود ہو گئے اور کوئی زخم بھی نظر نہیں آیا۔ جب نظر انگوٹھی پر پڑی تو دیکھا کہ عقیق پگھل گیا تھا۔ حاکم شہر نے تفتیش کی، طبیب کو بلایا، اس نے سارا ماجرا بتا دیا ______ ایک خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا۔ قوال نہایت خوب و لطیف آواز میں گا رہے تھے لیکن کسی صوفی پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ خانقاہ کے شیخ نے کہا دیکھو مجمع میں کوئی غیر صوفی تو نہیں گھس آیا۔ دیکھا تو کوئی غیر شخص نہیں ملا۔ شیخ نے فرمایا کہ جوتے ڈھونڈو اور ان کو گنو، کیا وہ حاضرین کی تعداد کے مطابق ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک جوتا کسی غیر شخص کا ہے۔ فرمایا اس جوتے کو خانقاہ سے باہر رکھ دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور فوراً سماع میں اثر پیدا ہو گیا اور صوفیہ جھومنے لگے۔[۴۵] ______

حضرت سلطان الاولیا یعنی حضرت نظام الدین اولیاؒ سماع کے شائق تھے اور قاضی وقت قاضی ضیاء الدین

Marfat.com

سنامیؒ سماع کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سخت مخالف تھے۔ایک دن سماع کی محفل گرم تھی، قاضی صاحبؒ آئے اور سماع کی محفل برخاست کرنے کو کہا، سلطان جیؒ نے فرمایا کہ حضرت رسول ﷺ سے سماع کی اجازت دلوادیں؟ فرمایا ٹھیک ہے۔سلطان جیؒ نے توجہ فرمائی تو قاضی صاحبؒ پر بیخودی طاری ہوگئی۔دیکھا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ قاضی ضیاء الدینؒ نے کہا حضور مجھے علم نہیں کہ میں ہوش میں ہوں یا بیخودی میں۔آپ کا فرمان جو ثقہ راویوں سے عالم ہوش میں مجھ تک پہنچا ہے وہ اس ارشاد پر مقدم ہے، اس کو کیسے چھوڑوں۔حضرت رسول اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا۔اس کے بعد قاضی صاحبؒ کو ہوش آ گیا تو حضرت سلطان جیؒ نے فرمایا دیکھا ہم نے حضور ﷺ سے اجازت دلوادی۔قاضی صاحب نے کہا اور یہ بھی دیکھا کہ ہم نے بھی جواب عرض کردیا۔اس کے بعد مجلس سماع گرم ہوگئی۔سلطان جیؒ وجد میں آ کر رقص کرنے لگے۔قاضی صاحب نے انہیں پکڑ کر بٹھادیا پھر دوبارہ ایسا کیا۔تیسری بار حضرت سلطان جیؒ پھر وجد میں آ کر رقص کرنے لگے تو قاضی صاحبؒ ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوگئے۔کہتے ہیں کسی نے قاضی صاحبؒ سے پوچھا کہ تیسری بار آپ کیوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا پہلی بار وہ آسمان پر گئے تو وہاں سے میں انہیں نیچے لے آیا، دوسری بار عرش کے قریب گئے تو میں وہاں سے انہیں نیچے لے آیا اور تیسری بار عرش سے بھی آگے نکل گئے تو وہاں تک میری رسائی نہیں تھی سو میں نے ہار مان لی۔ بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب قاضی صاحبؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو سلطان جیؒ ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے، قاضی صاحبؒ نے ملنے سے انکار کردیا کہ اب اللہ سے ملنے کا وقت ہے اس وقت کسی بدعتی سے میں نہیں ملنا چاہتا۔سلطان جیؒ نے کہلا بھیجا کہ میں بدعت سے توبہ کر کے آیا ہوں اور حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔یہ بات سن کر قاضی صاحبؒ آبدیدہ ہوگئے اور اپنی دستار خادم کو دی کہ اسے بچھادو اور سلطان جیؒ سے عرض کرو کہ اس پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔میں سلطان جیؒ کے مقام ومرتبہ سے واقف ہوں، ایک کسر تھی جب وہ نہ رہی تو وہ اس قابل ہیں کہ میری دستار پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔خادم نے تعمیل حکم کی لیکن حضرت سلطان جیؒ نے دستار اٹھا کر سر پر رکھ لی اور فرمایا یہ دستار شریعت ہے اس پر میں قدم رکھوں میری کیا مجال ہے۔ [46] ایک قاضی صاحب کہیں جا رہے تھے ان کے ساتھ چند لوگ بھی تھے۔اچانک ایک گھر سے ساز کے بجنے کی آواز آئی۔قاضی نے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ آواز تمہیں کیسی لگی؟ سب نے کہا بہت اچھی آواز ہے لیکن ایک نے کہا یہ آواز اچھی نہیں، ایک روز

Marfat.com

اسی قاضی کی عدالت میں یہ شخص گواہی دینے آیا، قاضی صاحب نے اس کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ قاضی نے کہا کہ تم نے ایک روز ساز کی آواز کو کہا تھا کہ یہ اچھی نہیں۔ اگر تمہیں اچھی لگی تھی اور تم نے غلط کہہ دیا تھا کہ اچھی نہیں تو تم جھوٹے ہو اور جھوٹے کی گواہی جائز نہیں اور اگر تم نے سچ کہا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے حواس ناقص ہیں، تم خوب و ناخوب میں تمیز نہیں کر سکتے، اس لئے بھی تمہاری گواہی قبول نہیں کی جا سکتی ۴۷ـــــــ بقول مشہور مورخ مسعودی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو، جو اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثال تھے، خبر ملی کہ ایک قاضی کے پاس ایک کنیز ہے جس کا گانا سن کر قاضی صاحب ایسے مست و مدہوش ہوئے کہ اپنے جوتے پاؤں سے نکال کر اپنے کانوں میں ڈال لیے اور منہ کے بل چلنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ میں اونٹ ہوں مجھے ذبح کرو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فوراً قاضی کو ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ قاضی صاحب نے حکم نامہ پڑھ کر کہا کہ میری بیوی کو طلاق ہو جو میں غلط کہہ رہا ہوں، اگر خود عمر بن عبدالعزیزؒ اس کنیز کا گانا سنتے تو وہ بھی یہ کہتے کہ مجھ پر سوار ہو جاؤ میں گھوڑا ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کنیز کو اور قاضی کو بلا بھیجا۔ جب وہ دونوں دربار میں پہنچے تو قاضی سے کہا کہ جو بات تم نے کہی تھی اسے دوبارہ کہو، اس نے اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کنیز کو گانا گانے کا اشارہ کیا۔ اس نے گانا شروع کیا تو آپ اس کا گانا سن کر بہت متاثر ہوئے اور بار بار گانے کی فرمائش کی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر قاضی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تمہاری بات کچھ زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔ جاؤ اپنی ملازمت پر کام شروع کرو۔ ۴۸

ایک دفعہ جنوبی ہندوستان کا ایک ستار نواز (سِ ت ار، مخفف سہ تار) جو بڑا ماہر فن تھا، بادشاہ ہند کو اپنا ستار سنانے کی غرض سے دہلی شہر میں آیا۔ اس کی عادت تھی کہ حکمرانوں کو ستار سنانے سے پہلے تبرکاً کسی درویش کو ستار سناتا تھا۔ دہلی پہنچ کر اس نے دریافت کیا کہ آج کل یہاں کون بزرگ رہتے ہیں؟۔ لوگوں نے بتایا کہ اس شہر کے سب سے بڑے بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی میں تو مولوی ہوں مجھے باجوں سے کیا نسبت لیکن جب اس نے اصرار کیا تو آپ مان گئے۔ ستار نواز نے نہایت مہارت کے ساتھ ستار بجانا شروع کیا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تم نے یہاں غلطی کی ہے۔ یہ سن کر اس نے ستار کو زمین پر دے مارا اور توڑ دیا اور کہنے لگا کہ جس شہر کے مولوی لوگ جنہوں نے گانے بجانے سے کوئی سروکار نہیں رکھا اس قدر باکمال ہوں کہ انہوں نے میری ذرا سی غلطی پکڑ لی تو وہاں کا بادشاہ کیسا ماہر فن ہوگا؟ ساتھ ہی اس نے کہا حضور مجھ سے غلطی

Marfat.com

ہوئی ہے لیکن وہ اس قدر معمولی تھی کہ بڑے سے بڑا ماہر فن بھی اسے پکڑ نہیں سکتا تھا، آپ نے کیسے پکڑی؟ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا اتار چڑھاؤ ہم کائنات کے زمزموں میں ہمیشہ سنتے رہتے ہیں لیکن تمہارے کام میں ہمیں کچھ ناموزونیت نظر آئی جو بتادی ______ اسی حوالے سے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض مغربی صوفیہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت الحقائق کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، نہ اُسے دیکھا جاسکتا ہے (جیسا کہ قرآن پاک کہتا ہے لا تدرکه الابصار (سورہ ۶، آیت ۱۰۳) کہ آنکھ اُسے دیکھ نہیں سکتی) البتہ اُسے شیرین زمزموں کی صورت میں سُنا جاسکتا ہے، انڈرہل ایلوین اینڈرہل (Evelyn Underhill) کے بقول جب صوفی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے تمام مراحل طے کرلیتا ہے تو وہ ایک بیدار اور سُرور بخش عشق کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے، یہ کیفیت اُس کے لیے اور دوسری باتوں کے علاوہ ایک زمزمے کی شکل میں ہوتی ہے، وہ عالمِ روحانی کو دیکھتا نہیں بلکہ سُنتا ہے، اُس کے لیے سب کچھ ایک ملکوتی زمزمہ ہے جو بے انتہا بلکہ ناقابل برداشت حد تک شیرین ہوتا ہے۔

(The condition of joyous and awakened love to which the mystic passes when his purification is at end is to him, above all else, the state of Song. He does not "see" the spiritual world; he "hears" it. For him...... it is a "heavenly melody, intolerably sweet"). ۴۹

حضرت جنیدؒ و محمد بن مسروقؒ و ابوالعباس بن عطاؒ ایک مجلس میں جمع تھے، قوال سماع کررہے تھے اور سب تواجد کررہے تھے لیکن حضرت جنیدؒ ساکن تھے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ آپ پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہورہا؟ آپ نے یہ آیت پڑھی وتری الجبال تحسبها جامدة وهي تمرّ مرّ السحاب (سورہ ۲۷، آیت ۸۸) پہاڑ بظاہر ساکن لگتے ہیں حالانکہ یہ اڑ رہے ہیں بادلوں کی طرح ۵۰ ______ حضرت شاہ محمد حسین الٰہ آبادیؒ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا وصال بھی سماع میں ہوا۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی یہ غزل قوال گارہے تھے:

آستین بر رخ کشیدی همچو مکار آمدی

در تماشای خودی خود سوی بازار آمدی

یعنی تو نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا اور اہل مکر یعنی بہروپیوں کی طرح اپنا تماشا کرنے کے لیے تو خود بازار میں آیا:

Marfat.com

در بہاران گل شدی درصحن گلزار آمدی
بعد ازان بلبل شدی بانالہ ای زار آمدی

یعنی تو بہار کا پھول بن کر چمن میں آیا اس کے بعد تو خود ہی بلبل بن گیا اور نالۂ زار کرنے لگا۔

خویشتن را جلوہ کردی اندرین آئینہ ھا
آئینہ اسمی نہادی خود بہ اظہار آمدی

یعنی اس کائنات کے آئینہ میں تو نے اپنا جلوہ دکھایا اور آئینہ تو صرف نام رکھا ورنہ سب کچھ تو ہی ہے۔

شورِ منصور از کجاو دارِ منصور از کجا
خود زدی بانگِ انالحق خود سردار آمدی

یعنی شور منصور ہو یعنی اناالحق کا نعرہ ہو یا دار منصور ہو یہ سب ظاہر میں ہیں ان کی اپنی کوئی حقیقت نہیں، اناالحق کا نعرہ مارنے والا اور دار پر آنے والا تو خود ہی تھا۔

گفت قدوسی فقیری در فنا و دربقا
خود زخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

یعنی قدوسی نے کہا کہ فقیری درحقیقت فنا و بقا میں ہے، تو خود ہی آزاد ہے اور خود ہی گرفتار ہے ــــــــ آخری شعر پر آپ نے طویل سجدہ کیا اور جان بحق ہو گئے۔۵۱

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ایک شہر کی خانقاہ میں عشا کی نماز کے بعد تمام درویشوں نے آگ کا الاؤ تیار کیا اور اس پر رقص کرنا شروع کر دیا بلکہ آگ پر لوٹنا شروع کر دیا۔ ان درویشوں کے شیخ نے مجھ سے میرا قیمتی چوغہ مانگا جو میں نے دیدیا، اس نے اسے پہن کر آگ میں رقص کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی، رقص کرنا بھی موقوف ہو گیا اور شیخ نے میرا چوغہ صحیح و سالم مجھے واپس کر دیا اور مجھے حیرت زدہ بھی کر دیا۵۲ ــــــــ کہتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نیشاپور کے بازار سے گذر رہے تھے کہ نخاس خانہ یعنی کنیز فروشوں کی دوکان سے ایک کنیز کے گانے کی آواز آئی، ایک ترکی کنیز ساز کے ساتھ یہ اشعار گا رہی تھی:

امروز درین شہر چو من یاری نی — آوردہ بہ بازار و خریداری نی
آن کس کہ خریدار، بدو رایم نی — واں کس کہ بدو رای، خریدارم نی

یعنی آج اس شہر میں مجھ ایسا کوئی دوست نہیں، مجھے بازار میں بٹھا دیا گیا لیکن میرا خریدار کوئی نہیں جو مجھے خریدنا

Marfat.com

چاہتا ہے وہ مجھے پسند نہیں اور جسے میں پسند کرتی ہوں وہ میرا خریدار نہیں ____ شیخ یہ اشعار سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ کنیز کو اس کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور اس کی شادی اس شخص سے کر دی جسے وہ پسند کرتی تھی۔

معین الدین پروانہؒ نے اکابرین شہر کو سماع کی مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ اکابر شہر میں سے ہر ایک بہت بڑی شمع جو تقریباً دو سیر کی تھی اپنے ساتھ لایا۔ جب سب مہمان آ گئے، مولانا رومیؒ تشریف لائے اپنے لئے ایک بہت چھوٹی سی شمع ساتھ لائے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ مہمان اس حقیر سی شمع کو دیکھ حیران ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید مولانا مجنونانہ کیفیت میں ہیں۔ مولانا نے ان کے خیال کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ تمھاری ان تمام بڑی بڑی شمعوں کی جان میری یہ حقیر سی شمع ہے۔ اگر یقین نہیں کرتے تو دیکھو ایک ''ہو'' کی تو تمام شمعیں بجھ گئیں اور اندھیرا چھا گیا، یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ پھر ایک آہ بھری تو تمام شمعیں یکبارگی روشن ہو گئیں۔ پھر سماع شروع ہو گیا، سب اکابر شہر علما اور امرا نعرے مارتے ہوئے وجد و رقص میں شامل ہو گئے۔ صبح تک یہ سماع و رقص جاری رہا۔ تمام شمعیں آہستہ آہستہ بجھ گئیں لیکن مولانا کی شمع، وہ چھوٹی سی شمع صبح تک روشن رہی۔ سارے اکابر مولانا کے مرید ہو گئے۔[۵۳] ____ ایک دن حضرت مولانا رومیؒ صلاح الدین زرکوبؒ کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے، صلاح الدینؒ کی دوکان میں بہت سے ملازم سونے اور چاندی کے ورقوں کو ہتھوڑے سے کوٹ رہے تھے اور ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ جونہی یہ ٹک ٹک کی آواز حضرت مولانا کے کانوں میں پڑی مدھوشانہ بازار ہی میں سماع و رقص و وجد میں مصروف ہو گئے، بازار میں لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا، شیخ صلاح الدین زرکوبؒ کو معلوم ہوا، انہوں نے ملازمین کو حکم دیا کہ ورق کوٹنے سے بالکل نہ رکیں، کام یعنی ٹک ٹک جاری رکھیں۔ ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک یہ سماع جاری رہا، پھر قوال آ گئے اور مولانا کی اس غزل سے انہوں نے سماع شروع کر دیا:

یکی گنجی پدید آمد درین دکانِ زرکوبی   زہی صورت، زہی معنی، زہی خوبی، زہی خوبی[۵۴]

یعنی اس زرکوب (سونے کے ورق بنانے والے) کی دکان پر ایک خزانہ نظر آیا، عجب صورت ہے، عجب معنی ہے، واہ کیا خوبی ہے، واہ کیا خوبی ہے ____ ایک روز معین الدین پروانہؒ کے گھر میں محفل سماع گرم تھی علما و شیوخ اور امرائے سلطان موجود تھے۔ آدھی رات تک حضرت مولانا سماع میں محو رہے۔ معین الدین پروانہؒ نے ایک شخص شرف الدینؒ سے کہا کہ مولانا کا خیال رکھنا میں ذرا کچھ دیر سو جاؤں تاکہ کچھ توانائی حاصل ہو جائے اور پھر میں ان بزرگوں کی خدمت کر سکوں، مولانا نے وجد کی کیفیت میں یہ غزل شروع کی:

گر نخپسی بہ شب ای جان چہ شود   ور نکوبی درِ ہجران چہ شود

Marfat.com

ور بیاری شبکی روز آری — از برایی دلِ یاران چه شود
ور سلیمان سوی موران آید — تاشود مور سلیمان چه شود
ور دو دیده بتو روشن گردد — کوری دیدهٔ شیطان چه شود

یعنی اے محبوب تم آج رات نہ سوؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر تم فراق کا دروازہ نہ کھٹکھٹاؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر دوستوں کی دلجوئی کے لیے رات بھر تم ہمارے پاس رہو تو کیا اچھا ہو، اور اگر سلیمانؑ چیونٹیوں کے پاس آ جائے تا کہ چیونٹی بھی سلیمانؑ بن جائے تو کیا اچھا ہو اور اگر ہماری دونوں آنکھیں تمہارے دیدار سے روشن ہو جائیں اور شیطان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں تو کیا اچھا ہو ــــــ معین الدین پروانہؒ نے یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، خاک میں غلطاں ہو گئے اور بہت آہ و زاری کی۔ معین الدین پروانہؒ کا نام بھی سلیمان تھا، صبح تک وہ حضرت مولانا کی خدمت میں رہا ــــــ سماع میں مولانا رومؒ نے بڑی جاندار غزلیں کہی ہیں، جوان کے جوش، شوق اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔ ایک بار سماع ختم ہوا تو یہ غزل کہی:

گفت لبم نا گهان نامِ گلِ گلستان — آمده آن گلعذار کوفت مرا در دهان
گفت که سلطان منم جانِ گلستان منم — حضرت چون من شهی و آنگه یادِ فلان

یعنی میرے ہونٹوں پر اچانک چمن کے پھول کا نام آ گیا، میرے گلعذار نے آ کر میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ سلطان (یعنی حسینوں کا بادشاہ) میں ہوں، جانِ گلستان میں ہوں مجھ ایسے محبوب کے سامنے کسی اور محبوب کو یاد کرو (یہ ہمارے سامنے گستاخی ہے) ــــــ یہ غزل اس وقت کہی جب مولانا شمس تبریزؒ کا ذکر چھڑ گیا ــــــ کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا قطب الدین شیرازیؒ حضرت مولانا رومؒ کی زیارت کے لیے آئے۔ آپ نے ان سے سوال کیا کہ تمہارا مسلک کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہمارا مسلک مرنا اور نقدِ حیات آسمان پر لے جانا ہے۔ صدر جہاں بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا تا نمردی نبردی، قطب الدینؒ نے کہا آہ دریغا چہ کنم، حضرت مولانا نے فرمایا ہمیں کہ چہ کنم اور پھر سماع شروع ہوا اور یہ رباعی سماع میں پڑھی:

گفتم چه کنم، گفت همیں که چه کنم؟ — گفتم به ازین چاره ببین که چه کنم؟
رو کرده به من بگفت اے طالب دین — پیوسته برین باش برین که چه کنم؟

یعنی میں نے کہا "کیا کروں" اُس نے کہا یہی "کیا کروں" میں نے کہا اس سے بہتر کوئی اور علاج بتا، اُس نے میری طرف چہرہ کر کے کہا کہ اے دین کے طالب ہمیشہ اسی پر عمل کر کہ "میں کیا کروں" ــــــ

حضرت مولانا رومؒ نے ایک بار اپنے ایک مرید کمال الدین کے گھر سماع کیا۔ حضرت مولانا نے کمال الدین کو

Marfat.com

اپنے پاس بلایا، اسے پیار کیا اور یہ غزل پڑھی:

مرا اگر تو ندانی بپرس از شبہا   بپرس از رخِ زرد وز خشکی لبہا

یعنی تو اگر مجھے نہیں جانتا تو میری راتوں سے پوچھ، میرے زرد چہرے سے پوچھ اور میرے خشک ہونٹوں سے پوچھ ____ یہ طویل غزل ہے۔

کچھ لوگوں نے حضرت مولانا رومؒ سے سوال کیا کہ پرانے زمانے میں جنازے کے ساتھ قاری اور موذن ہوتے تھے لیکن آج کل آپ کے زمانے میں قوال ہوتے ہیں۔ علمائے امت اسے بدعت کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ جنازے کے آگے جب موذن، قاری اور حافظ ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ یہ میت مومن کی ہے اور جب جنازے کے آگے قوال ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ متوفی مومن و مسلمان بھی تھا اور عاشقِ حق بھی تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ روح انسانی قید خانۂ بدن سے رہائی پاکر اپنے اصلی مرکز کی طرف لوٹ گئی ہے، تو یہ بات موجب شکر و شادی و سماع ہے۔ جب کسی شخص کو قید خانے سے آزاد کرتے ہیں تو لوگ خوشی کرتے ہیں۔ اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہے ____ حضرت مولانا رومؒ کا قول ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ (مرنے کے بعد) مٹی نہ بنو تو نور کی طرف چلے جاؤ کیونکہ نور مٹی میں نہیں ملتا:

نور خواہی مستعد نور شو   حور خواہی پاک تر از حور شو

یعنی اگر تم نور بننا چاہتے ہو تو نور کے قابل بن جاؤ اور اگر حور کے طالب ہو تو حور سے زیادہ پاکیزہ بن جاؤ ____ قونیہ (ترکیہ) کے تمام بڑے بڑے امرا کی خواتین امین الدین میکائل (جو سلطان کا نائب خاص تھا) کی بیوی کے پاس جمع ہو جاتی تھیں اور درخواست کرتی تھیں کہ حضرت مولانا کی دعوت کی جائے۔ حضرت مولانا رومؒ امین الدین میکائیل کی بیوی کو شیخ خواتین کہتے تھے۔ مولانا نماز عشا کے بعد اکیلے ان کے پاس جاتے، خواتین ان کے گرد حلقہ کر لیتیں اور بہت سے پھول پتیاں نچھاور کرتیں۔ آدھی رات تک حضرت مولانا روحانی اسرار کی باتیں اور پند و نصائح فرماتے پھر گانے والی کنیزیں اور ساز بجانے والی عورتیں قوالی شروع کرتیں۔ حضرت مولانا سماع سنتے اور وہ تمام خواتین وجد میں آ جاتیں اور اپنے زیورات مولانا کے قدموں میں نچھاور کر دیتی تھیں لیکن مولانا قطعاً کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ صبح کی نماز ان کے ساتھ ادا کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے تھے۔ ۵۵

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سماع برصغیر میں قوّالی کی شکل میں اب بھی رائج ہے، لفظِ قوّالی قول ہی کی ایک صورت ہے، قول سے قوّال مبالغے کا صیغہ ہے جس سے لفظِ قوّالی بنا ہے۔ عام طور پر بزرگ

Marfat.com

صوفیہ کے عرس کے موقع پر برصغیر میں قوالی منعقد کی جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں ایران میں بھی عرس کی تقریبات ہوتی تھیں اور عرس کے موقع پر سماع کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں۔ اسرار التوحید میں ہے ''آن روز فام شیخ بگزار دند و کار عرس ساختند''۔ نجم الدین رازی مرصاد العباد میں فرماتے ہیں ''از اینجاست کہ چون صوفیان را عزیزی وفات کند بہ عرس او سماع کنند'' ______ البتہ اب ایران میں مدت سے قوالی کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے، ترکیہ (ترکی) میں مولوی فرقہ کی وجہ سے اب بھی سماع کی روایت قائم ہے۔ اگرچہ ۱۹۲۳ء میں یعنی اتاترک کے انقلاب کے بعد ترکی میں سماع ممنوع ہوگیا تھا۔ لیکن ۱۹۵۱ء میں پھر محفل سماع برپا کرنے کی اجازت ہوگئی۔ ترکی میں سماع کی محفل قائم کرنے کی باقاعدہ رسومات ہیں جو مختصراً یوں ہیں: سماع شروع ہونے سے پہلے ایک درویش مولوی فرقہ کی ٹوپی اور خرقہ پہنے ہوئے اس ہال میں داخل ہوتا ہے جہاں یہ محفل سماع منعقد ہوتی ہے، شمعدان میں رکھی ہوئی شمع کو وہ روشن کرتا ہے، قدیم زمانے میں سماع کی محفلوں میں جو شمعیں روشن کی جاتی تھیں ان کی یادگار کے طور پر وہ یہ شمع روشن کرتا ہے، اس کے بعد سازندوں اور مطربوں کی جماعت یا قوالوں کی جماعت اپنے استاد کی رہنمائی میں سیاہ لباس پہنے آتی ہے۔ سازندوں کا استاد سماع کا آغاز نے نوازی سے کرتا ہے پھر دف نواز، تنبورہ بجانے والے، رباب نواز بھی نے نواز کی ہمراہی میں اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اشعار پڑھنے والوں کی ایک جماعت ترکی یا فارسی زبان کے اشعار سازندوں کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ ہر نظم یا غزل کے خاتمہ پر اشعار پڑھنے والے یہ درود پڑھتے ہیں۔

صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیک احمد

سماع کا آغاز نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے، پھر طبلہ بجایا جاتا ہے، طبلہ کی آواز کن فیکون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور آیت کن فیکون تخلیق کائنات کی علامت ہے، اس کے بعد نے یعنی بانسری بجائی جاتی ہے بانسری صور اسرافیل کی علامت ہے، جو قیامت کے بعد مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس کے بعد سلام پڑھے جاتے ہیں، سلام یہاں ایک خاص معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی چند اشعار ساز کے ساتھ گائے جاتے ہیں۔ ہر سلام سے پہلے شیخ یا مرشد یا پیر جو میر مجلس ہوتا ہے اس کی دست بوسی کی جاتی ہے اور سماع کے آغاز کی اجازت چاہی جاتی ہے۔ آخر میں دعا ہوتی ہے۔۵۶ ___ یہ محافل سماع اس قدر دلچسپ ہوتی ہیں کہ لوگ دور دور سے بلکہ دوسرے ممالک کے سیاح اور غیر مسلم بھی ان میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیض اور ذہنی لطف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مثنوی رومی میں مولانا رومیؒ نے رسمی سماع کے باب میں ایک حکایت بیان کی ہے جو یوں ہے کہ ایک صوفی دور دراز کا سفر طے کر کے ایک شہر میں آیا، رات بسر کرنے کے لئے وہ ایک خانقاہ میں گیا اس نے اپنے گدھے کو اصطبل میں باندھا، اسے پانی پلایا، چارہ ڈالا اور پھر صوفیہ سے ملا ـــــــ خانقاہ کے صوفیہ کئی دن سے بھوکے تھے، بھوک اور غربت تو انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے، سوانہوں نے چپکے سے اس گدھے کو بیچ دیا اور جو رقم ملی اس سے کھانے پینے کی اشیا خرید لیں اور ساتھ ہی سماع کا بھی پروگرام بنالیا، چنانچہ کھانے کے بعد سماع شروع ہو گیا۔ اور سب صوفیہ سماع سن کر حال و وجد میں آ گئے اور ناچنے لگے۔ قوالوں نے قوالی کا یہ مصرع بار بار پڑھنا شروع کر دیا۔

خـــر بـــرفـــت و خـــر بـــرفـــت و خـــر بـــرفـــت

تمام صوفیہ بھی بار بار پڑھنے لگے، صوفیہ کے ساتھ یہ نو وارد صوفی بھی تمام دوسرے صوفیہ کی تقلید میں یہ مصرع مستی کے عالم میں پڑھنے لگا اور ساری رات تمام صوفیہ قوالی کے اس مصرع پر رقص کرتے رہے۔ آخر کار صبح ہو گئی۔ سب صوفیہ ادھر ادھر چلے گئے، ساری خانقاہ خالی ہو گئی۔ وہ صوفی بھی اپنے سامان کو حجرہ سے اٹھا کر لایا تا کہ گدھے پر لادے اور اپنی منزل پر روانہ ہو۔ جب وہ اصطبل میں گدھا لینے گیا تو گدھا غائب تھا۔ سخت پریشان ہوا۔ گدھا اسے کہاں سے ملتا کہ صوفیہ نے اسے بیچ کر دعوت اور سماع کا اہتمام جو کر لیا تھا۔ ۵۷

اور ہاں سعدیؒ نے بھی سماع کے بارے میں ایک حکایت یوں بیان کی ہے کہ مجھے میرے مرشد ابوالفرج ابن جوزیؒ سماع سننے سے منع فرماتے تھے لیکن میرے سر میں سماع کا شوق سمایا ہوا تھا، باوجود مرشد کے منع کرنے کے اکثر سماع کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا، جب کبھی مجھے مرشد کی نصیحت یاد آتی تھی تو میں کہتا تھا:

قـــاضـــی اربـــا مـــانشینـــد بـــرفشـــانـــد دســـت را

محتســـب گـــرمـــی خـــورد معذور دارد مســـت را

یعنی قاضی اگر ہمارے ساتھ مجلس میں بیٹھے تو وہ بھی ناچنے لگے اور اگر محتسب ہمارے ساتھ شراب پی لے تو ہم مستوں کو معذور سمجھے (ہمارا شراب پینا جائز سمجھے) ـــــــ ایک رات میں ایک محفل سماع میں شریک ہوا، قوال کی آواز اس قدر بھدی تھی کہ میں بہت بدمزہ ہوا، لیکن میں پھر بھی دوستوں کی خاطر اس محفل میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں نے اپنی دستار سر سے اتار کر اور دینار جیب سے نکال کر اس قوال کو بطور نذرانہ پیش کئے، ساتھ ہی اس کا بہت شکریہ بھی ادا کیا۔ میرے دوست میری اس حرکت سے بہت حیران ہوئے۔

Marfat.com

ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ کہ ایک ایسے بھدی آواز والے قوال کو دستار بھی دے دی اور دینار بھی دے دیئے۔ اس کو تو کبھی کسی نے ایک ٹکہ بھی نہیں دیا ہوگا...... میں نے کہا بہتر یہ ہے کہ تم اعتراض واپس لے لو، درحقیقت آج کرامت شیخ مجھے یاد آ گئی کہ میرے مرشد نے بارہا منع کیا کہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہ ہوں، مگر میں نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا لیکن آج میری قسمت نے یاوری کی اور میں نے اس بھدی آواز والے قوال کے ہاتھ پر توبہ کرلی، آئندہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ ۵۸

کسی اہلِ دل کا قول ہے کہ سماع و موسیقی سے مطلوب اگر لذت نفس ہے تو گناہ ہے اور اگر کشادگی قلب و تازگی روح ہے تو عبادت ہی کی ایک صورت ہے۔

Marfat.com

باب: ۷ عبادات اور صوفیہ

صوفیہ کی نظر میں عبادات کا ایک خاص تصور ہے جو علما کے تصور عبادات سے کچھ مختلف ہے، صوفیہ عام طور پر عبادات کی روح کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں جبکہ علما بالعموم عبادات کے ظاہری طریقوں یا فقہی مسائل پر بات کرتے ہیں۔ علما کے ہاں فتویٰ ہے اور صوفیہ کے ہاں تقویٰ ہے۔ عبادات کے فقہی مسائل کہ وضو کے ارکان کیا ہیں؟ نماز کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کے فرائض کیا ہیں؟ کتنی نمازیں فرض ہیں اور کتنی نمازیں نفلی ہیں؟ چاشت، اشراق، اوابین، تہجد، صلاۃ التسبیح اور دوسری نفلی نمازیں پڑھنے کے طریقے اور اوقات کا ذکر یعنی عبادات کے ظاہری پہلو سے متعلق باتیں علمائے اسلام نے بیان کی ہیں اور وہ فقہی کتابوں میں موجود ہیں اور تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے، اسلئے ان سے صرف نظر کر کے صرف عبادات کی روح کے بارے میں صوفیہ کے تصورات کی بات کی جاتی ہے، اس حوالے سے انکے نظریات، انکی باتیں نہ صرف یہ کہ دلنشین علمی نکات پر مبنی ہیں بلکہ انکی قلبی اور روحانی کیفیات کی آئینہ دار بھی ہیں۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: ایک عبادت لازمہ اور دوم عبادت متعدیہ۔ عبادت لازمہ وہ عبادت ہے جس سے صرف عبادت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے جیسے روزہ، نماز، حج ہے لیکن عبادت متعدیہ وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، جیسے دوسروں کی مدد کرنا، دوسروں کے کام آنا یا دوسروں پر شفقت کرنا وغیرہ۔ اس عبادت کی بہت اہمیت ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ عبادت لازمہ بغیر اخلاص کے قبول نہیں ہوتی لیکن عبادت متعدیہ میں بغیر اخلاص کے بھی ثواب ملتا ہے ـــــ حضرت جعفر صادقؒ سے کسی نے پوچھا کہ وہ کونسی عبادت ہے جو انسان کو خدا سے دور کرتی ہے؟ اور وہ کونسی معصیت ہے جو انسان کو خدا سے قربت عطا کرتی ہے؟ فرمایا ''وہ عبادت جس کا آغاز ریا پر ہو اور انجام تکبر پر اور وہ معصیت جس کا آغاز غفلت پر ہو اور انجام ندامت پر'' ـــــ حضرت فضیل عیاضؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے عبادت کرنا ریا ہے یا نہیں؟ فرمایا مخلوق کے لیے عبادت کرنا شرک ہے اور مخلوق کے لیے عبادت کو چھوڑنا ریا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت اپنی شناخت کا آلہ ہے کہ اپنی شناخت ہی سے خدا کی شناخت وابستہ ہے، اس کے ثبوت میں صوفیہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت ''وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون'' (سورہ ۵۱، آیت ۵۶) میں ''لیعبدون'' درحقیقت ''لیعرفون'' ہے ـــــ صوفیہ کی نظر میں معرفت تامہ یعنی مکمل معرفت کے بعد عبادت شرک ہے کہ وجود حق کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ حضرت شبلیؒ کا یہ قول کہ اگر میں نماز پڑھتا ہوں تو میں مشرک و منکر

Marfat.com

ہوتا ہوں اور اگر نہیں پڑھتا تو کافرو گنہگار ہوتا ہوں، کچھ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ـــــــ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے "ومن ارادالعبادت بعد الوصول فقد اشرک باللہ العظیم" یعنی عرفان کامل کے بعد عبادت کرنا شرک ہے لیکن یہ بھی ہے کہ صوفیہ کی نظر میں معرفت تامہ کا حصول ناممکن ہے کہ حضرت رسول خداؐ کا فرمان ہے "ماعرفناک حق معرفتک" یعنی اے اللہ میں تجھے پہچان نہیں سکا جتنا کہ تیری پہچان کا حق ہے۔ اس لئے یہ قول کہ "حصول عرفان کے بعد عبادت کرنا شرک ہے" صرف عرفان کی حقیقت کے ایک پہلو کا اظہار ہے ورنہ انسان سے کبھی عبادت حق ساقط نہیں ہوتی سوائے شرعی وجوہات کے ـــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت اللہ کے لئے کی جائے دوزخ سے بچنے اور جنت کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کرنی چاہیے کہ بعض صوفیہ کی نظر میں دوزخ و جنت کا کوئی وجود نہیں، یہ تو وصال دوست اور فراق دوست کے نام ہیں:

دوزخ و جنت ھمی دانی کہ چیست جز فراق و جز وصالِ یار نیست[1]

فرمان حق ہے کہ لن ینال اللہ لحومھا (سورہ ۲۲، آیت ۳۷) یعنی اللہ کے پاس تمہارا (قربانی کا) گوشت یا لہو نہیں پہنچتا بلکہ اس کے (اللہ کے) پاس تقویٰ پہنچتا ہے۔ عبادت کا ظاہری پہلو اہم نہیں، عابد کا خلوصِ قلب اہمیت رکھتا ہے۔ مثنوی میں رومیؒ نے ایک گڈریے کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک گڈریے نے اللہ سے مناجات کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ تو کہاں ہے؟ تو اگر مل جائے تو میں تیرا نوکر بن جاؤں، تیرے جوتے گانٹھوں، تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تیرے کپڑے دھوؤں، تیری جوئیں ماروں، تجھے اپنی بکریوں کا دودھ پلاؤں ـــــــ موسیٰؑ یہ سن کر سخت برھم ہوئے، اس کو سخت سست الفاظ سے یاد کیا، اللہ میاں کی وحی آئی کہ یہ میرا مقبول بندہ ہے اسے کچھ نہ کہو۔

تصوف میں عبادت، عبودیت اور عبودت میں فرق ہے۔ عبادت ان وظائف بندگی کو کہتے ہیں جو اوقات مخصوص پر ادا کئے جاتے ہیں۔ عبودیت تمام اوامر ونواہی پر دل سے عمل کرنے کو کہتے ہیں اور عبودت ہمیشہ حق تعالیٰ سے آگاہ رہنا ہے، جو کبھی ساقط نہیں ہوتی۔ لوگوں نے ابوالحسن نوریؒ سے پوچھا کہ عبودیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عبودیت مشاہدۂ عبودیت ہے[2] ـــــــ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جس طرح رب کی ربوبیت ختم نہیں ہوتی انسان کی عبودیت بھی کبھی زائل نہیں ہوتی[3] ـــــــ حضرت ابوعبداللہ خفیفؒ کا قول ہے کہ سچی عبودیت یہ ہے کہ بندہ خود کو اللہ کے حوالے کردے اور مصائب پر صبر کرے۔ بقول ابوعلی دقاقؒ عبودیت تمام تر عبادت ہے۔ عبادت عام مومن کرتے ہیں، عبودیت خواص کی عبادت ہے اور

Marfat.com

عبودت خاص الخاص کی عبادت کو کہتے ہیں۔ عبادت نفس سے، عبودیت دل سے اور عبودت روح سے متعلق ہے[4] ___ حضرت بوعلی دقاقؒ ہی کا قول ہے کہ عبادت کی حقیقت اور پاکیزگی چار چیزوں سے وابستہ ہے:

اول: معرفت خدا، دوم: معرفت نفس، سوم: معرفت موت، چہارم: معرفت مابعد الموت

جو خدا کو پہچانتا ہے وہ صدق و اخلاص کے ساتھ عبودیت پر قائم ہو جاتا ہے اور جس نے اپنی ذات کو شریعت و حقیقت کے ساتھ پہچان لیا تو وہ نفس کی مخالفت پر قائم ہو جاتا ہے اور نفس کی مخالفت کرنا طاعت حق ہے۔ حلاجؒ نے اپنے مرید سے کہا تھا کہ اپنے نفس کو قابو کرلو اس سے پہلے کہ وہ تمہیں قابو کر لے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ جس نے موت کو پہچان لیا وہ اس کے لائق ہونے کے لئے تیار اور اس کے آنے کا منتظر ہو جاتا ہے اور جس نے مابعد الموت کو جان لیا وہ وعدہ وعید سے خوف و رجا میں آگیا ___ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ سچا مسلمان عبودیت کے اثبات میں تفکر کرتا ہے، اثبات ربوبیت میں نہیں۔[5] ___ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ تیری مسجد درحقیقت مقام تسلیم ہے اور قبلہ گاہ دوست کی طاق ابرو ہے اور روزہ دل کو خیالات سے پاک کرنے کا نام ہے اور افطار کرنا درحقیقت مشاہدہ حق کرنا ہے، اسی طرح زکوٰۃ اپنی ذات کو خدا کے راستے میں قربان کرنے کا نام ہے۔

مسجدِ تو مقام تسلیم است قبلہ گاہ تو طاق ابروی یار
روزہ حفظ است از خطرات پس بود از مشاہدہ افطار
ہستیِ خویش را زکوٰۃ بدہ بر سرِ دوستی بکن ایثار

اسی طرح حج صوفیہ کی نظر میں اپنی ذات سے خدا کی ذات کی جانب سفر کرنا ہے اور قربانی اپنے نفس کو مارنا ہے:
تصوف میں عبادت کرنے والے کے حوالے سے عبادت کی کئی اقسام ہیں:

(۱) عبادت آزادگان: وہ عبادت جو ہوا و ہوس سے آزادی عطا کرتی ہے (۲) عبادت مزدوران: وہ عبادت جو اجر و مزدوری (یعنی جنت) کے لئے کی جائے (۳) عبادت بندگان: وہ عبادت جو خدا کے خوف اور ڈر سے کی جائے ___ حضرت علیؓ کا فرمان ہے اے اللہ میں تیری بندگی کرتا ہوں نہ جنت کی خواہش سے نہ جہنم کے خوف سے بلکہ میں نے تجھے لائق بندگی پایا اس لئے میں تیری عبادت کرتا ہوں ___

بقول سعد الدین حمویہؒ ایمان حقیقی کی بنیاد چار ارکان پر ہے: صدق، اخلاص، توکل اور رضا ___ اور اسلام کی بنیاد چار ارکان پر ہے: حج، نماز، زکوٰۃ اور روزہ۔ ارکان ایمان کی نیت کی بھی ایک روح ہے اور وہ ہے

Marfat.com

شہادت لا الـــہ الا الــلـــہ اور اسلام کے ارکان کی نیت کی بھی ایک روح ہے اور وہ ہے شہادت ان محـمـد رسول اللہ ۶ ـــــ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ سالک کے لئے مجاہدہ چالیس سال کا ہے، دس سال مجاہدہ کرے تا کہ سالک کی زبان سچی ہوجائے، دس سال مجاہدہ کرے تا کہ ہاتھ سچا ہوجائے، دس سال تک مجاہدہ کرے تا کہ آنکھ سچی ہوجائے، دس سال تک مجاہدہ کرے تا کہ دل سچا ہوجائے ۷ ـــــ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ خدا بندے کیساتھ چار چیزوں سے مخاطب ہوتا ہے: بدن سے، دل سے، مال سے اور زبان سے۔ اگر بندہ صرف جسمانی طور پر طاعتِ حق اور زبان سے ذکرِ حق کرتا ہے تو بے سود ہے چونکہ قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے ۸ ـــــ انہی کا قول ہے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، خلق کے قریب ہوتا ہے اور جو شخص غور و فکر کرتا ہے وہ خدا کے قریب ہوتا ہے ـــــ ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ شریعت سے معرفت تک ستر ہزار درجے ہیں اور معرفت سے حقیقت تک سات لاکھ درجے ہیں اور حقیقت سے بارگاہ خداوندی تک لاکھوں درجے ہیں ۹ ـــــ سعد الدین حمویہؒ کی نظر میں انسان پر روزہ فرض ہے جو عنصر نار ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان پر عنصر نار غالب ہوتا ہے اور اس کا قلب حضرت جرائیلؑ ہوتے ہیں۔ جب نماز ادا کرتا ہے تو عنصر آب انسان پر غالب ہوتا ہے اور اس کی عقل حضرت میکائیلؑ ہوتے ہیں۔ جب انسان حج ادا کرتا ہے تو عنصر باد اس پر غالب ہوتا ہے اور حضرت اسرافیلؑ اس کی روح بن جاتے ہیں اور جب زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کا عنصر خاک صاف ہوجاتا ہے اور حضرت عزرائیلؑ اس کا نفس بن جاتے ہیں ۱۰۔

صوفیہ کی نظر میں طریقت کی بنیاد شریعت پر اور شریعت کی بنیاد اسلام کے پانچ ارکان پر ہے اور پہلا رکن کلمہ شہادت ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی اسلام کے بنیادی ارکان کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام کا رکن اول ایمان ہے، مومن اور مسلم میں ایک فرق ہے کہ تمام مومن مسلمان ہوتے ہیں لیکن تمام مسلمان مومن نہیں ہوتے، مومن کا مرتبہ مسلمان سے بلند تر ہے ـــــ قرآن پاک میں ہے **قالت الاعراب آمنا** (سورہ ۴۹، آیت ۱۴) ـــــ یعنی عرب کے بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تم ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ تم مسلمان ہوئے ہو ـــــ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ انسانی وجود سے بھی تحقیق شریعت اور اتباع سنت پر دلالت ہوسکتی ہے۔ جس طرح ہاتھوں کی پانچ انگلیاں ہیں اسی طرح اسلام کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے: (۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج ـــــ نماز پانچ اوقات میں ادا کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے نصاب میں خمس ہے۔ چار خلفا اور حضرت رسول پاک ﷺ کی

Marfat.com

ذات اقدس مل کر بھی پانچ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ بیت بھی آپؐ کی ذات اقدس کے ساتھ پانچ ہیں، اس کے علاوہ اسلام کے پانچ ارکان حواس خمسہ سے بھی مطابقت رکھتے ہیں۔ حاسۂ بصر سے نماز، حاسۂ لمس (چھونے) سے زکوٰۃ، حاسۂ ذوق سے روزہ، حاسۂ سمع سے اذان اور حاسۂ شامہ یعنی سونگھنے کی قوت سے توحید کی خوشبو وابستہ ہے کہ حدیث میں ہے۔ انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن۔[11]

ایک صوفی کا قول ہے کہ ایمان کے چار ارکان ہیں: (۱) توحید بغیر حد کے یعنی اللہ کو ایسا واحد جاننا کہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ بعد میں ہوگا، (۲) ذکر جو منقطع نہ ہو، (۳) حال بغیر نعت کے یعنی اس کا وصف ہی اس کا حال ہو، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہے اس پر وہ عامل بھی ہو۔ (۴) وجد بغیر وقت کے یعنی وہ ہر وقت خدا کا مشاہدہ کرتا ہو ____ ایک صوفی صاف دل کہتے ہیں کہ اسلام ظاہر کا نام اور ایمان باطن کا نام ہے اور بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ اسلام ایمان کی تحقیق ہے اور ایمان اسلام کی تصدیق ہے۔ حضرت رسولؐ کا فرمان ہے اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً (تمام مومنین میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو سب سے اچھے خلق والا ہو)[12]۔

نجم الدین کبریٰؒ اپنی کتاب السایر والحایر میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

۱۔ جو شخص ایک بار سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہے گا اور اسی پر وفات پا جائے گا وہ جنت میں جائے گا۔

۲۔ رسول پاکؐ کا فرمان ہے کہ جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ ہے (مفتاح الجنة لا الٰہ الا اللہ)۔

۳۔ لا الٰہ الا اللہ کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

۴۔ سب سے افضل ذکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے (افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ)۔

۵۔ وہ کلمہ جو تمام پیغمبروں نے اختیار کیا ہے، وہ لا الٰہ الا اللہ ہے، اس کلمے میں نفی و اثبات دونوں ہیں یعنی جھوٹے خداؤں کی نفی اور حق تعالیٰ کا اثبات۔

۶۔ جو کافر کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے[13]

وضو اور صوفیہ:

صوفیہ کے آداب وضو میں ایک یہ ادب ہے کہ اعضائے وضو کو دھوتے وقت حضور قلب کو برقرار رکھا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر وضو میں حضور قلب میسر ہوگا تو نماز میں بھی حضور قلب حاصل ہوگا ____ صوفی ہمیشہ باوضو رہتے ہیں

Marfat.com

کیونکہ باوضو آدمی شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور وضو پر وضو کرنے کو نور، علی نور کہا جاتا ہے۔ وضو ظاہر میں گندگی سے پاک ہونا ہے اور باطن میں قلب کو ماسوا اللہ سے پاک کرنا ہے۔[۱۴] بقول نجم الدین کبریٰ مصنف السایر والحایر وضو یعنی طہارت کی بہت سی اقسام ہیں، ایک کفر اور شرک جلی سے پاک ہونا ہے، دوم شرک خفی اور ریا و کبر سے پاک ہونا ہے، سوم دنیا اور دنیاداری سے پاک ہونا ہے، چہارم ہوا جس نفس اور وساوس شیطان سے پاک ہونا ہے، پنجم حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے آگے سوال کرنے سے پاک ہونا، ششم وضوئے مسنونہ ہے ــــ نجم الدین کبریٰؒ کی نظر میں وضو اور پاکیزگی کے بہت سے فائدے ہیں:

(۱) نجاست دور ہوجاتی ہے (۲) انسان سے شیطان دور ہوجاتا ہے (۳) پاکیزگی اور لطافت حاصل ہوتی ہے۔ کہ حضورؐ کا فرمان ہے: **الدین نظافة** (۴) چوتھا فائدہ روح کی آلودگی دور ہوجاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے **قد افلح من تزکیٰ** (۵) وضو کا پانی نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے (۶) وضو کے ذریعے انسان اسباب حیات سے تعلق پیدا کرتا ہے کہ قرآن میں ہے **وجعلنا من الماء کل شیءٍ حی** (سورہ ۲۱، آیت ۳۰) یعنی ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے (۷) وضو کرنے والا ہتھیار سے مسلح ہوجاتا ہے کہ حدیث میں ہے **الوضو سلاح المومن** کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے (۸) نور پر نور کا اضافہ ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے **الوضو علی الوضو نورٌ علی نور** (۹) ایمان کی علامت ظاہر ہوتی ہے (۱۰) قرآن کو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے اور یاد کیا جاسکتا ہے (۱۱) جب انسان وضو سے ہوتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ہوتے ہیں (۱۲) جو وضو سے ہوتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں (۱۳) جب انسان وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں (۱۵) وضو کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی یعنی وضو ہی سے نماز ہوتی ہے۔ **لاصلوٰۃ الا بطھور** (۱۶) قیامت کے دن جب اٹھے گا تو اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں نورانی ہوں گے (۱۷) ایمان کی آدھی نشانی حاصل ہوجاتی ہے **الطھور شطر الایمان**[۱۵]

نماز اور صوفیہ:

صوفیہ فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں مثلاً چاشت، اشراق، اوّابین اور تہجد وغیرہ بڑی باقاعدگی سے پڑھتے ہیں جن کا ذکر فقہ کی کتابوں میں ہے البتہ ایک نماز لیلۃ الرغائب ہے جو صرف صوفیہ ہی سے مخصوص ہے۔ رغائب رغیبہ (امر پسندیدہ و مرغوب) کی جمع ہے، لیلۃ الرغائب سے مراد وہ رات ہے جس میں بہت نیکیاں ہیں، اس نماز کی بڑی فضیلت ہے، حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مطابق جو کوئی اس نماز کو ادا کرتا ہے

Marfat.com

وہ اس سال نہیں مرتا، یہ نماز رجب کے مہینہ کے پہلے جمعہ کی رات کو ادا کی جاتی ہے۔ایک نماز: صوفیہ کے ہاں صلوٰۃ المقلوبہ بھی ہے جس میں صوفیہ درخت سے یا کنویں میں الٹا لٹک کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں قرآن ختم کرتے ہیں۔ابو سعید ابوالخیرؒ ایسی ہی نمازیں ادا کیا کرتے تھے___ عین القضاۃ ھمدانی کی کتاب ''تمہیدات'' میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے نماز کو دین کا ستون فرمایا ہے اور فرمایا کہ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔حدیث میں ہے: الصلوٰۃ عمادالدین فمن ترکھا فقد ھدم الدین ___ حضورؐ نے نماز کو مومن کی معراج کہا ہے۔قرآن پاک میں ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے بچاتی ہے (سورہ ۲۹، آیت ۴۵)___ بقول عین القضاۃ ھمدانی صلوٰۃ کا لفظ صلت سے مشتق ہے اور صلت کے معنی ہے خدا تعالیٰ سے بندے کا بات کرنا اور مناجات کرنا،حقیقی نماز وہی ہے کہ بندہ نماز میں خدا سے مناجات کرے[۱۶]___ نجم الدین کبریٰؒ اپنے رسالۂ فضیلت صلوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ نماز شریعت میں عبادت ہے، طریقت میں قربت خداوندی ہے اور حقیقت میں حق کے ساتھ وصال ہے۔فرمان حق ہے واسجد واقترب. سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ (سورہ ۹۶، آیت ۱۹)___ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

روح الارواح میں درج ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں شب معراج کی یادگار ہیں جو حضورؐ بطور تحفہ عالمِ قاب قوسین سے لائے۔(مکتوب ۳۲)۔حضور ﷺ نے فرمایا''الصلوٰۃ معراج المومن'' یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔خداوند کریم نے اپنے کرم خاص سے تمام نبیوں میں صرف حضور ﷺ کو معراج سے سرفراز فرمایا اور اس معراج میں حضور ﷺ کی امت کو نماز کا عطیہ دیا جو ایک طور سے معراج ہے۔یوں اپنے محبوب نبیؐ کو بھی معراج عطا فرمائی اور اپنے اس نبیؐ کی امت کو بھی معراج (نماز) کا عطیہ دیا___ (البتہ وہ نماز معراج ہے جو واقعی نماز ہو)___ نماز امت محمدیہؐ پر عطائے خاص خدا ہے، کہ اسی نماز کی وجہ سے قبلہ کا تعین ہوا اور اسی قبلہ کے ایک ہونے سے وحدت امت وجود میں آئی___ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول پاکؐ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ پانچ بار روزانہ نہاتا ہو تو کیا ایسے شخص پر میل کچیل کا کوئی اثر باقی رہے گا؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ ایسے شخص پر قطعاً میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔آپؐ نے فرمایا یہی مثال نمازوں کی ہے، ان کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔نماز پڑھنے کی سب سے پہلی شرط وضو ہے اور وضو نماز کی کنجی ہے کہ: مفتاح الصلوٰۃ الطھور، پہلے درجے میں ظاہری

Marfat.com

وضو ہے، جو پانی یا مٹی سے کی جاتی ہے یہ طہارت اعضا ہے، دوسرے درجے میں دل کو بری خصلتوں سے پاک کرنا ہے، وہ بری خصلتیں حسد، کبر، حرص وغیرہ ہیں، جب سالک ان بری خصلتوں سے اپنے دل کو پاک کرلیتا ہے تو اندرونی پاکیزگی اسے حاصل ہو جاتی ہے ____ شبلیؒ کا قول ہے کہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے جو جدا نہیں ہوتا وہ وصال بھی حاصل نہیں کرتا یعنی غیر اللہ سے انفصال (جدا ہونا) وضو سے حاصل ہوتا ہے ۱۷ ____ نماز کی دوسری شرط نیت ہے۔ حضور اکرمؐ کا فرمان کہ الاعمال بالنیات، صوفیہ کی نظر میں نیت کسبی نہیں ہوتی بلکہ وھبی ہوتی ہے، یعنی اللہ کی عطا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بشر حافیؒ نے حسن بصریؒ کے جنازے کی نماز ادا نہ کی اور فرمایا کہ ابھی میری نیت حاضر نہیں ہوئی، لوگوں نے طاؤس الحزینؒ سے کہا کہ ہمارے لئے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا اس وقت تک توقف کرو جب تلک میں دعا کرنے کی نیت حاصل کرلوں ۱۸ ____ صوفیہ کی نظر میں عوام کی نماز تسبیح وسجود ہے اور صوفی کامل کی نماز ترک وجود ہے۔

نماز خلق تسبیح و سجوداست — نماز کاملان ترک وجوداست

رسول پاکؐ کا فرمان ہے کہ نماز اس طرح سے پڑھو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہوسکے تو یہ خیال کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے (اَن تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراک) ____

جب حضرت زین العابدینؒ نماز کے لئے اٹھتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، لوگوں نے وجہ پوچھی، فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں۔ ۱۹

تعرف میں ہے کہ صوفی کی نماز یہ ہے کہ علائق سے منہ موڑ لے اور حقائق سے تعلق جوڑ لے، علایق سے مراد ماسویٰ اللہ اور حقائق وہ امور ہیں جو اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف سے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ **لاصلٰوة الابحضور القلب.** یعنی نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔ ۲۰ ____ مولانا رومیؒ نے ایک روز اپنی مجلس میں حاضرین سے سوال کیا کہ نماز سے فاضل تر کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ نماز سے فاضل تر روحِ نماز ہے یعنی حضور قلب اور خلوص دل ہے۔ اس کے علاوہ ایمان بھی نماز سے فاضل تر ہے چونکہ نماز پانچ وقت فرض ہے، جبکہ ایمان ہمیشہ کے لیے فرض ہے کیونکہ نماز کسی عذر کی بنا پر ساقط بھی ہو جاتی ہے لیکن ایمان کبھی اور کسی صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا نیز یہ بھی فرمایا کہ نماز پر ایمان کی ایک اور بھی فضیلت ہے کہ ایمان نماز کے بغیر بھی مفید ہے لیکن نماز بغیر ایمان کے بیکار ہے۔

نمازرا بگذار و نیاز را پیش آر — دو گانہ را چہ کنی آن یگانہ را دریاب

یعنی نماز کے بجائے نیاز یعنی عجز و نیاز پیش کرو، دوگانہ یعنی دو رکعت کے بجائے اس یگانہ یعنی خدا کو پاؤ ____

Marfat.com

کسی نے حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کہاں رکھیں، فرمایا ہاتھ دل پر رکھو اور دل حق جل جلالہ پر۔ذوقی اردستانی کہتے ہیں۔

بہ خون دیدہ ودل عاشق اروضو نکند بہ کیش عشق نمازش نمی شود مقبول

(عاشق اگر آنکھوں کے خون (اشکوں) سے اور دل کے خون (خلوص) سے وضو نہ کرے تو عشق کے مذہب میں اس کی نماز قبول نہیں ہوتی) رابعہ بصریؒ فرمایا کرتی تھیں کہ اے اللہ یا حضور دل عطا فرمایا نماز بیدل قبول فرما۔۲۱

منصور حلاجؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ جو تم رات کو پانچ سو نفلیں پڑھتے ہو کس کی نماز پڑھتے ہو؟ تم تو دعویٰ انا الحق کرتے ہو! فرمایا اپنی نماز پڑھتا ہوں ______ حضرت رابعہ بصریؒ کہا کرتی تھیں کہ اے اللہ اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کروں تو مجھے دوزخ میں جلا دے اور اگر جنت کی امید میں تیری عبادت کروں تو جنت مجھ پر حرام کر دے اور اگر میں تیری عبادت صرف تیرے لئے کروں تو اپنے جمال اور جلوؤں سے مجھے محروم نہ رکھ۲۲ ______ حضرت بایزید بسطامیؒ کو ایک رات عبادت میں لطف محسوس نہیں ہوا، خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ دیکھا تو انگوروں کا ایک خوشہ نکلا، آپ نے فرمایا یہ کسی کو دے دو، اس کے بعد آپ کو ذکر و عبادت میں لذت محسوس ہونے لگی۔۲۳ ______ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ گناہگاروں کو دوست رکھتا ہے اور رسول پاکؐ کو خطاب کرتا ہے کہ رات کو نماز ادا کریں تا کہ مقام شفاعت پائیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مائیں رات کے وقت دایہ کو بیدار کرتی ہیں تا کہ ننھے بچوں کو دودھ دے؟۲۴ ______ مرصاد العباد میں ہے کہ نماز کے چار ارکان ہیں: قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد، رکوع انسان کو مقام حیوانی سے مطلع کرتا ہے کہ تمام حیوان رکوع میں ہیں، تشہد اور سجدہ عالم جمادات و نباتات کی خبر دیتا ہے کہ تمام جمادات سجدے کی حالت میں ہیں اور تمام نباتات خدا کے حضور میں شہود و قعود میں ہیں جبکہ نماز میں قیام انسان کے مقام سے خبر دیتا ہے کہ تمام انسان قیام میں ہیں، سچے نمازی کو چاہیے کہ عالمِ حیوانیت کو چھوڑ دے اور حرص کے بندھنوں سے آزاد ہو جائے اور جب قیام کرے تو تمام دنیوی اغراض کو چھوڑ دے اور جب دونوں ہاتھ تکبیر کے لئے اٹھائے تو گویا دنیا اور آخرت دونوں کو پس پشت ڈال دے اور جب اللہ اکبر کہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے تمام عظمتوں کو ہیچ جانے۔قیام کے بعد رکوع حیوانی پر آئے جو انکساری کی صورت ہے، اس کے بعد سجدے میں جائے جو مذلت کی نشانی ہے، اس کے بعد تشہد میں بیٹھے (جو تفکر کی نشانی ہے) اور یوں سچا نمازی بن کر الصلوٰۃ معراج المومن کی روح حاصل کرے۔۲۵

Marfat.com

صوفیہ کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی تکمیل میں پانچ اجزا شامل ہیں: (۱) مادہ (۲) صورت (۳) حیات (۴) نشو ونما (حرکت) (۵) عقل۔ ان پانچ اجزا کی مناسبت سے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نماز کے ارکان درحقیقت آدمؑ جو انسانوں کے جدامجد اور انسانیت کا نمونہ ہیں کے لفظ کی تصویر و تفسیر پیش کرتے ہیں کہ نماز میں قیام آدم کا الف ہے اور قعدہ آدم کی دال ہے اور سجدہ آدم کے لفظ میم کی تصویر ہے ___ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز کے سات ارکان: تکبیر تحریمہ، قیام، قرآت سورہ فاتحہ، رکوع، سجود، قعدہ اور سلام۔ سات آسمانوں، سات سیاروں، سات ولایتوں (ہفت اقلیم) سات بدن کے اعضا (سر، سینہ، پیٹ، دو ہاتھ اور دو پاؤں)، سات طبقات زمین اور قرآن پاک کی سات منزلوں سے پر اسرار طور پر مناسبت رکھتے ہیں ___ اسرار نماز میں بقول ابنِ عربیؒ یہ بھی ہے چونکہ عالم کا وجود تجلی الٰہی کی ایک عقلی حرکت سے ہے جو عالم کو عدم اضافی یعنی علم سے وجود کی طرف منتقل کرتی ہے، اسی طرح نماز بھی تمام حرکات پر مشتمل ہے حرکات کی تین قسمیں ہیں:

۱) حرکتِ مستقیم نمازی کی وہ حالت ہے جو بہ وقت قیام ہوتی ہے

۲) حرکت افقی نمازی کی وہ حالت ہے جو رکوع کے وقت ہوتی ہے

۳) سرنگوں حرکت نمازی کی وہ حالت ہے جو سجدہ میں ہوتی ہے، پس انسان کی حرکت مستقیمی ہے اور حیوان کی حرکت افقی ہے اور نباتات کی حرکت سرنگوں ہونے کی حالت ہے اور جمادات کی اپنی کوئی ذاتی حرکت ہوتی ہی نہیں، پتھر کو کوئی دوسرا آدمی متحرک کرتا ہے[۲۶] ___ بقول حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اللہ تعالیٰ نے نمازی کے لئے ایک رکعت میں وہ تمام عبادتیں اکٹھی کر دی ہیں جو آسمان والوں کے لئے الگ الگ مقرر ہیں ___ بہت سے ملائک ایسے ہیں جو حالت رکوع میں ہیں اور ہمیشہ رکوع ہی میں رہیں گے اور بہت سے ملائک حالتِ سجدہ میں ہیں اور اسی طرح بہت سے حالتِ قیام و قعود میں ہیں ___

شرح فصوص الحکم منسوب بہ ابونصر فارابی میں ہے کہ آسمان اپنی گردش سے نماز ادا کرتا ہے اور زمین اپنے بوجھ اور کھڑے ہونے سے نماز ادا کر رہی ہے اور پانی اپنی روانی سے اور بارش زمین پر برسنے سے نماز ادا کر رہی ہے یعنی ہر چیز خداوند تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کر رہی ہے۔[۲۷] ___ نیز نماز میں حج کا لطف بھی ہے، حج میں اگر احرام و اہلال (اھلال یعنی حج میں لبیک اللھم لبیک کہنا) ہیں تو نماز میں تحریمہ (نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کہنا گویا اب کوئی بات کرنی حرام ہوگئی) و تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے غسل کرنا یا وضو کرنا بجائے احرام ہے اور دنیا کے روابط سے جدا ہونا احرام باندھنے کے برابر ہے،

Marfat.com

نفس پر قابو پانا سوار ہونے کے برابر ہے یعنی حج کے لئے سوار ہونے کے برابر ہے اور ایمان صادق گویا زادو توشۂ راہ حج ہے اور اذان و اقامت حج میں لبیک کہنے کے برابر ہیں، نماز میں حرکات و سکنات کعبہ حقیقی کے طواف کے برابر ہیں اور نفس کا مارنا گویا حج میں قربانی کرنا ہے۔۲۸ ______ جو شخص نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اس نے روزہ بھی رکھا اور روزے پر کچھ اضافہ بھی کیا کہ روزے میں کچھ کھاتے پیتے نہیں مگر نماز میں سونا بھی منع ہے اور دوسرا کوئی کام کرنا بھی منع ہے، اسی طرح زکوٰۃ میں زکوٰۃ دینے سے حاجتمندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے، نمازی جب دعا کرتا ہے تو دوسروں کے لئے بھی دعا کرتا ہے گویا دوسروں کی بھی حاجت روائی کرتا ہے، نماز میں جہاد کا انداز بھی ہے، وضو زرہ پہننا ہے، جماعت گویا صف بندی ہے، امام سپہ سالار ہے، مقتدی لشکری ہیں، مقام جنگ محراب ہے سب لوگ امام کی اقتدا میں قدم جمائے ہوئے ہیں اور نصرت و فتح کے طالب ہیں، جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے تو مال غنیمت تقسیم ہوتا ہے اور نماز میں جب امام سلام پھیرتا ہے تو فضلِ ربی تقسیم کرتا ہے ______ کسی نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا پہلے ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں پھر باطنی وضو توبہ سے کر کے مسجد میں یوں داخل ہوتا ہوں کہ مسجد حرام اور مقام ابراہیم نظروں کے سامنے ہوتے ہیں اور دائیں بائیں فردوس و جہنم، قدموں کے نیچے پل صراط ہوتی ہے۔ پھر خدا کو سامنے اور موت کو پیچھے تصور کرتے ہوئے دل کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہوں پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، احترام کے ساتھ قیام کرتا ہوں اور ہیبت سے قرآن پڑھتا ہوں، عاجزی سے رکوع کرتا ہوں اور تضرع سے سجدہ کرتا ہوں اور قعدہ حلم سے کرتا ہوں اور شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۲۹ ______ بقول حضرت نجم الدین کبریٰ مصنف الاصول العشرہ نماز کے بہت سے لوازم ہیں: (۱) قرآن صحیح طور پر پڑھا جائے (۲) قرآن کے معنی نظر میں رکھے جائیں (۳) خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی جائے (۴) وقت اور حال کی سچائی قائم رکھی جائے۳۰ ______ حضرت اویسؒ سے کسی نے پوچھا کہ نماز میں خشوع کیا ہے، آپ نے فرمایا اگر نمازی کے پہلو میں نماز پڑھتے وقت نیزہ بھی ماریں تب بھی اسے خبر نہ ہو۳۱ ______ ابوالخیر اقطعؒ کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری تھی، اطبا نے پاؤں کاٹ دینے کا فیصلہ کیا مگر آپ راضی نہ ہوئے، مریدوں نے کہا کہ جب حضرت ابوالخیرؒ نماز میں مشغول ہوں تو ان کا پاؤں کاٹ دیا جائے کیونکہ نماز میں ان کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پاؤں کٹا ہوا تھا ______ حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ میں نے نماز کو صرف قیام کرنا اور روزے کو صرف بھوکا رہنا پایا ورنہ جو کچھ مجھے ملا وہ اللہ کے فضل سے ملا، میرے عمل یا میری کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں۔۳۲ ______ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ جب میں

Marfat.com

اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ کلام وہ ہے جو دل سے ہو تو میں نے تیس سال کی نمازوں کا اعادہ کیا جس کے بعد تیس سال تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آجاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا اور اگر آخرت کا تصور آجاتا تو سجدۂ سہو کرتا۔ ۳۳

ایک دن حضرت امام محمد غزالیؒ نے اپنے چھوٹے بھائی احمد غزالیؒ سے غصے سے کہا کہ لوگ دور دور سے میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں لیکن تم میرے قریب ہوتے ہوئے میری امامت میں نماز نہیں پڑھتے! حضرت امام احمدؒ نے فرمایا کہ اگر تم امام بنو اور احسن طریقے سے نماز ادا کرو تو میں ضرور تمہاری اقتدا میں نماز ادا کروں گا، اسی اثنا میں ظہر کا وقت آ گیا نماز کی جماعت شروع ہوگئی، امام غزالیؒ نے امامت کی، دورانِ نماز ہی شیخ احمد غزالیؒ نے نماز توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز کا اعادہ کیا، جب امام غزالیؒ نماز سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے اپنے بھائی احمد غزالیؒ کو غصے کی نظر سے دیکھا تو حضرت احمد غزالیؒ نے فرمایا کہ ہم نے اس شرط کے ساتھ آپکی امامت میں نماز شروع کی تھی کہ جناب والا امامت فرمائیں، اس وقت تک ہم نماز پڑھتے رہے جب تک آپ امام تھے، جب امام چلا گیا تاکہ اپنے گھوڑے کو پانی دے تو ہم بغیر امام کیسے نماز ادا کرتے؟ یہ بات سن کر امام غزالیؒ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ بے شک کچھ اللہ کے دوست ایسے بھی ہیں کہ جو جاسوسِ قلب اور غیب کی باتوں کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ میرا بھائی صحیح کہتا ہے کہ نماز کے درمیان میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ کسی نے میرے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا، وہ پیاسا ہے ـــــــ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے ایک مرید تھے، انہیں حسن افغانؒ کہتے تھے۔ وہ ایسے صاحب ولایت تھے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ فرماتے تھے کہ اگر کل یعنی قیامت کے روز مجھ سے پوچھا گیا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو، تو میں عرض کروں گا کہ حسن افغانؒ کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہ حسن کسی گلی میں جارہے تھے، نماز کا وقت ہوگیا، گلی کی مسجد میں گئے، موذن نے تکبیر کہی، امام نے نماز شروع کی، خواجہ حسنؒ بھی نماز کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ جب نماز ختم ہوگئی اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو حسن افغانؒ امام کے پاس گئے اور بولے، اے خواجہ تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے پیچھے نماز میں شامل ہوا۔ تم یہاں سے دہلی گئے، وہاں سے غلام خریدے، پھر واپس آئے اور ان غلاموں کو خراسان لے گئے اور وہاں سے ملتان واپس آکر مسجد میں تشریف لائے۔ میں تمہارے پیچھے پریشان پھرتا رہا، آخر یہ کیسی نماز ہے؟ ۳۴

مالک بن دینارؒ ایک مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، دل میں خیال آیا کہ کاش میں اس مسجد کا متولی بن جاؤں، ایک سال اس مسجد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے، ایک سال کے بعد غیب سے

Marfat.com

ندا آئی کہ اے مالک تمہیں اپنی ایک سال کی خود غرضانہ عبادت پر شرم کرنی چاہیے! مالک بن دینارؒ نے جب یہ سنا تو دل سے توبہ کی اور اخلاص سے عبادت کرنا شروع کی اور مسجد کے متولی بننے کا خیال دل سے نکال دیا اور پورے صدق دل کے ساتھ رات بھر عبادت کی، اگلے دن تمام نمازی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ اس مسجد کے متولی بن جائیے، مالک بن دینارؒ نے کہا کہ اے اللہ میں نے ایک سال تیری عبادت کی کسی نے میری طرف توجہ نہ کی، اب صدق دل سے میں نے صرف ایک رات تیری عبادت کی تو بیس آدمی میرے پاس بھجوادیے تاکہ مسجد کی تولیت مجھے دیں، اے اللہ تیری عبادت کی قسم میں اس پیشکش کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔

مناقب العارفین میں ہے کہ حضرت مولانا رومؒ کی زوجہ محترمہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز میں اس قدر آہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا عبادت میں قصور و تقصیر کی وجہ سے میں خدا تعالیٰ سے رو کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ میری ہمت تو ایسی ہی نماز پڑھنے کی ہے، میرے قصور کو معاف کردے۔ ۳۵

روزہ اور صوفیہ:

تصوف میں روزہ غیر حق سے باطنی اور ظاہری توجہ ہٹانے کا نام ہے، صوفیہ کی نظر میں روزے کی تین قسمیں ہیں: پہلا عوام کا روزہ ہے جس میں روزہ افطار نے کا انتظام ہے، انتظار شام بھی ہے اور خشکی کام بھی۔ سالک کا روزہ دل کا روزہ ہے، اور کاملین کا روزہ ان دونوں سے بھی برتر ہے ____ عین القضاۃ ہمدانی کی نظر میں ظاہری روزہ تو ترک طعام وشراب ہے یعنی کھانے پینے کو چھوڑنا اور باطنی روزہ یہ ہے کہ کھانا اور پینا اس کی بنیاد ہے یعنی باطنی روزے کی بنیاد کھانا پینا ہے لیکن یہ معنوی کھانا پینا ہے اور الصوم لی وانا اجزی به کا مفہوم بھی یہی ہے۔ خدا کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں، معنوی روزے کا افطار اللہ کے دیدار سے کیا جاتا ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ روزے دار کے لئے دو راحتیں ہیں، دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت کی خوشی اور ایک اللہ کے دیدار کی خوشی (قیامت کے دن)۔ ۳۶ ______

حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا تھا کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، زبان اور ہاتھ الغرض تمہارا ہر عضو روزہ دار ہونا چاہیے اور نیز یہ بھی فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ___ ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ روزہ تین طرح کا ہے: نفس کا روزہ، حرام چیزوں سے پرہیز کرنا، عقل کا روزہ خواہشات کی مخالفت کرنا، روح کا روزہ امیدوں اور آرزوؤں کو کوتاہ کرنا ہے ______ رسول پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف

Marfat.com

صبر ہے ____ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (سورہ ۳۹، آیت ۱۰) اس آیت کی تفسیر میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ: یہاں صابروں سے مراد روزہ دار ہیں۔ ۳۷ ____ روزہ واحد عبادت ہے جس میں ظاہرداری نہیں سماتی یعنی اس عبادت کا علم دوسروں کو نہیں ہوتا صرف روزہ دار جانتا ہے کہ وہ روزے سے ہے ____ جب تک روزہ دار خود دوسروں کو نہ بتائے کوئی نہیں جانتا کہ وہ روزہ سے ہے، اسی لئے اس کا ثواب بھی بے حساب ہے ____ نجم الدین کبریٰؒ نے السایر والحایر میں روزے کے بہت سے فائدے گنوائے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) روزہ رکھنے والا فرشتوں سے مشابہت رکھتا ہے کہ جس طرح فرشتے کچھ نہیں کھاتے روزہ دار بھی کچھ نہیں کھاتا (۲) نفس امارہ جو کہ دشمن حق ہے روزہ دار اس کی مخالفت کرتا ہے (۳) روزہ دار مقام خاص حاصل کرتا ہے جو اس حدیث میں ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ (۴) دوزخ اور شیطان کے خلاف روزہ دار ڈھال حاصل کرتا ہے کہ حدیث پاک ہے الصوم جنتہ ...... یعنی روزہ ڈھال ہے (۵) روزہ دار مخلصین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے کیونکہ روزہ وہ عبادت ہے جس میں ریا اور ظاہر داری نہیں سماتی (۶) روزہ دار دو خوشیاں حاصل کرتا ہے: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری دیدار حق کی شادمانی قیامت کے دن (۷) روزے سے روزے دار کو تندرستی حاصل ہوتی ہے (۸) روزہ دار لغویات اور بے ہودہ باتوں سے بچ جاتا ہے۔

ایک روز شقیق بلخیؒ اور ابوتراب نخشبیؒ حضرت بایزیدؒ کے پاس آئے، کھانا آ گیا، کھانا شروع ہوا تو حضرت ابوترابؒ نے حضرت بایزیدؒ کے مرید سے کہا (جو حضرت کا خادم خاص تھا) کہ ہمارے ساتھ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، اس نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابوترابؒ نے کہا کہ کھانا کھاؤ ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا، کہنے لگا کہ میں روزہ نہیں توڑوں گا، حضرت شقیق بلخیؒ نے کہا کہ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ ایک سال کے روزوں کا ثواب لے لو، اس نے کہا کہ میں روزہ نہیں توڑوں گا، حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ تو راندۂ درگاہ حق ہے۔ کچھ عرصہ نہیں گذرا کہ وہ مرید چوری میں پکڑا گیا اور اس کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے ____ حضور ﷺ نے نفلی روزہ متواتر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ۳۸

زکوٰۃ اور صوفیہ:

حضورؐ کا فرمان ہے الزکوۃ قنطرۃ الاسلام. یعنی زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ زکوٰۃ درحقیقت

Marfat.com

حیوانیت سے پاک ہونے کا نام ہے کہ حیوان کی صفت ہے کہ وہ مال جمع کرتا ہے، کسی کو کچھ دیتا نہیں۔ انسان کے لیے جمع کرنا بھی لازم ہے کہ ضرورت انسانی ہے کہ وہ جمع کرے تا کہ بوقت ضرورت اس کا اندوختہ کام آئے اور غربا و مساکین کو زکوٰۃ بھی دے۔ لیکن اگر انسان زکوٰۃ نہ دے تو وہ حیوانیت کی صفت سے بلند نہیں ہوسکتا، اس پر حیوانیت غالب رہے گی۔ عطا و بخشش صفات حق ہیں، انسان جب زکوٰۃ دیتا ہے تو گویا حق سے موصوف ہوتا ہے ___ صوفیہ کی نظر میں عوام کی زکوٰۃ حفاظت مال کے لئے ہوتی ہے، عابدوں کی زکوٰۃ اللہ کے حکم کی پیروی ہوتی ہے یعنی نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، سالک کی زکوٰۃ یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کردے اور صرف پانچواں حصہ اپنے پاس رکھے اور کاملین کی زکوٰۃ ہے ''خودی را دادن و خدا را داشتن'' یعنی خودی کو دینا اور خدا کو رکھنا ___ ایک شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا کہ دو سو درہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟ آپ نے پوچھا کہ مذہب فقہا کی رو سے پوچھتے ہو یا مذہب فقرا کی رو سے! ___ اس نے کہا دونوں کی رو سے بتایئے ___ ارشاد ہوا کہ فقہا کا مذہب تو یہ ہے کہ مسلمان اس رقم پر سال گزرنے کے بعد پانچ درہم زکوٰۃ دے اور فقرا کا مذہب یہ ہے کہ سب کچھ خدا کی راہ میں لٹا دے اور جان عزیز شکرانے کے طور پر پیش کرے ___ حضرت ابوالعباس نہاوندیؒ کے ایک مرید نے جو بہت مالدار تھا آپ سے پوچھا کہ یا شیخ میں زکوٰۃ کسے دوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس پر تمہارا دل ٹکے اس کو دے دو، وہ مرید گیا ایک فقیر کو سر راہ دیکھا نابینا پریشان حال تھا اور بھیک مانگ رہا تھا، اس کے دل میں آیا کہ واقعی یہ شخص ہے جو صحیح ضرورت مند ہے، اس نے جیب میں سے سونے کے سکے نکالے اور نابینا فقیر کو دے دیئے۔ فقیر اشرفیاں پا کر بہت خوش ہوا، اگلے روز اتفاق سے اسی راستے سے گزر رہا تھا وہ اندھا فقیر ایک دوسرے اندھے فقیر سے کہہ رہا تھا کہ کل ایک امیر آدمی یہاں سے گزرا اس نے مجھے سونے کی اشرفیاں دیں، میں سیدھا یہاں سے شراب خانے میں گیا، شراب پی اور فلاں مطربہ کے ساتھ رات بھر داد عیش دی۔ مرید سیدھا شیخ کے پاس آیا ابھی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حسب معمول شیخ نے ٹوپی بیچی تھی، ایک درہم جیب میں تھا مرید کو دیا اور کہا جاؤ راستے میں جو شخص سب سے پہلے ملے اسے دے دو۔ مرید نے وہ درہم لیا اور چلا گیا، راستے میں سب سے پہلے ایک علوی سے ملاقات ہوئی۔ علوی نے وہ درہم لیا اور اپنی راہ اختیار کی، مرید کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس علوی کے پیچھے چلنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ یہ اس درہم کا کرتا کیا ہے؟ سو مرید اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، علوی ایک ویرانے میں گیا ایک مردہ کبوتر جو اپنے دامن میں چھپایا ہوا تھا نکالا اور پھینکا، ویرانے سے باہر آ گیا۔ مرید نے کہا اے جوانمرد تجھے خدا کی قسم بتا کہ معاملہ کیا ہے؟ یہ مردہ کبوتر تو نے

Marfat.com

کیوں پھینکا؟ علوی نے کہا کئی روز سے میرے اہل و عیال بھوکے ہیں، میں تو صبر کرلوں لیکن بچے صبر نہیں کرتے سو میں یہ مردہ کبوتر گھر لے جارہا تھا تاکہ بچے کھائیں، کسی سے مانگ سکتا نہیں تھا، اللہ ہی سے درخواست تھی کہ تو ہی سب کچھ جانتا ہے، میں اس حال میں تھا کہ تو نے یہ درہم مجھے دے دیا، جب مجھے یہ حلال کی روزی مل گئی تو یہ مردہ پرندہ میں نے پھینک دیا، مرید نے جب یہ سُنا تو بہت حیران ہوا، شیخ کے پاس پہنچا، اس سے پہلے کہ وہ شیخ سے کچھ کہے شیخ نے فرمایا کہ اے شخص تو لوگوں کے ساتھ کاروبار کرتا ہے، ظالموں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا ہے، وہ مال جو تیرے پاس آتا ہے وہ حرام کا ہوتا ہے اس کی زکوٰۃ بھی اسی آدمی کے پاس جاتی ہے جو پیسے کو شراب میں ضائع کرتا ہے، اصل مسئلہ معاملے کا ہے یہ درہم جو میں نے کسب حلال سے پیدا کیا وہ علوی کے پاس پہنچا اور مستحق کو ملا۔ ۳۹

حج اور صوفیہ:

عوام کا حج سفرِ ظاہری ہوتا ہے اور گویا اس شعر کے مصداق ہوتا ہے:

ترسم نرسی بہ کعبہ ای اعرابی   کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

شمس تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ کعبۂ گل یعنی مٹی سے بنا ہوا کعبہ حضرت ابراہیم خلیلؑ نے بنایا تھا اور کعبۂ دل رب جلیل کا بنایا ہوا ہے۔ وہ آب و گل (پانی اور مٹی) سے اور یہ جان و دل سے ہے۔ کاملین کا حج اپنی ذات کی زیارت ہے کہ جس نے خود کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا۔____ ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ کچھ لوگ کعبے کا طواف کرتے ہیں، کچھ آسمان پر بیت معمور کا طواف کرتے ہیں اور کچھ عرش کا طواف کرتے ہیں لیکن جوان مرد اس کی یکتائیت کا طواف کرتے ہیں____ صوفیہ کی نظر میں حج تین طرح کے ہیں، ایک حج شریعت میں ہے، ایک طریقت میں ہے اور ایک حقیقت میں ہے۔ شریعت میں جو حج ہے وہ تو عام حج ہے یعنی خدا کے اس گھر کی زیارت کرنا جو آفاق میں ہے اور وہ حج جو طریقت میں ہے وہ خدا کے اس گھر کی زیارت کرنا ہے جو انفس میں ہے یعنی خود انسان کے قلب میں ہے، یعنی اپنی ذات کی شناخت، عام حج میں ظاہری سفر ہے، طریقت کے حج میں باطنی سفر ہے اور وہ حج جو حقیقت میں ہے اس میں خداوندِ خانہ تک پہنچنا ہے۔ حج شریعت میں اپنے شہر کو چھوڑنا ہوتا ہے، حج طریقت میں اپنے ظاہر کو چھوڑنا ہوتا ہے اور حج حقیقت میں اپنی ہستی کو یعنی اپنی ذات کو چھوڑنا اور خدا کو پانا ہوتا ہے۔ ۴۰

ایک دن مولانا رومیؒ نے معین الدین پروانہؒ سے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے چار قبلوں کی خدمت کرو، معین الدین پروانہؒ نے آداب بجالا کر کہا کہ حضور ہم تو ایک قبلہ کو جانتے ہیں یہ دوسرے تین قبلے کونسے ہیں؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ اول قبلۂ نماز ہے، دوم آسمان جو قبلۂ دعا ہے، جب پریشانی ہوتی ہے تو ہم قبلۂ دعا کی طرف رخ کرتے ہیں اور رو رو کر اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، تیسرا قبلۂ حاجات درماندگان اور پناہگاہ مظلومان ہے جب کوئی مظلوم اور مصیبت زدہ تمہارے پاس آتا ہے تو تم اس کی ضرورت پوری کرتے ہو تا کہ حق تعالیٰ تمہاری دینی اور دنیاوی ضرورتیں پوری کرے:

ناتوانی درونِ کس مخراش کاندرین راہ خارھا باشد

کارِ درویش مستمند برآر کہ ترا نیز کارہا باشد

یعنی جہاں تک ہوسکے کسی کا دل نہ دکھاؤ کہ یہ راستہ یعنی دل دکھانا بہت خطرناک ہے، دوسروں کے کام آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے کام بنائے گا ـــــ چوتھا قبلہ دل مردان خدا ہے جو تمام قبلوں سے بلند تر ہے ـــــ

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ قبلے پانچ ہیں:

(۱) کعبہ کہ مومنین کا قبلہ ہے (۲) بیت المقدس کہ جو پچھلی امتوں کا قبلہ تھا (۳) بیت المعمور جو آسمان میں فرشتوں کا قبلہ ہے (۴) عرش جو قبلۂ دعا ہے (۵) جوانمردوں کا قبلہ خدا ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (جس طرف بھی رخ کرو گے اللہ تعالیٰ ہی ملے گا) (سورہ ۲، آیت ۱۱۵) اہل

صوفیہ کی نظر میں حج کے حوالے سے مکہ مرتبۂ الٰہی ہے، کعبہ ذات الٰہی ہے، میقات قلب الٰہی ہے، طواف ہویت مطلق کے ادراک کی کوشش ہے کہ سات مرتبہ طواف خداوند تعالیٰ کی سات صفات ذاتیہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع و بصر اور کلام کی طرف اشارہ ہے یعنی ان صفات کا کماحقہ ادراک کر کے ذات حق کا ادراک حاصل کیا جائے ـــــ عرفات مقام معرفت خدا ہے، صفا سے مراد صفات بشری سے پاک ہونا اور مروہ سے مراد ہے صفات الٰہی سے بہرہ ور ہونا۔ جمار ثلاثہ (وادی منی کے تین مقامات: جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ، جمرۃ العقبہ، جہاں مناسک حج ادا کرتے وقت شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں، جسے رمی جمرات کہا جاتا ہے، جمرہ کے معنی سنگریزے یا کنکری کے بھی ہیں، اور چنگاری کے بھی) سے مراد نفس، طبیعت اور عادات انسانی ہیں، سات مرتبہ پتھر مارنا گویا سات صفات الٰہی کی برکت سے ان تینوں برائیوں کو یعنی نفس، طبیعت اور عادات انسانی کو فنا کرنا ـــــ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے، دوسرے سال شریک جہاد ہوتے اور تیسرے سال تجارت کرتے اور جو نفع تجارت سے حاصل ہوتا وہ مستحقین میں تقسیم کرتے۔ ۲؎ ـــــ حضرت بایزید بسطامیؒ سفرِ حج میں چند قدموں کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان

Marfat.com

براہ راست پہنچ جائے ______ بایزید بسطامیؒ نے جس سال مکہ معظمہ میں حج ادا کیا، اس سال مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں، اگلے سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب مدینہ منورہ میں پہنچے بہت سے افراد آپ کے ہمراہ ہو گئے، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آپ نے یہ کہا۔ انىنى انا الله لا اله الا انا فاعبدنى (سورہ ۲۰، آیت ۱۴) یعنی میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو، لوگوں نے یہ سن کر ان کو دیوانہ سمجھا اور ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے، حالانکہ انہوں نے یہ قرآن کی آیت پڑھی تھی ______ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج کے لئے جا رہا تھا، ایک شخص مجھے راستہ میں ملا، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا حج کو جا رہا ہوں، پوچھا تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ میں نے کہا دو سو درہم، اس نے کہا لاؤ مجھے دو کہ صاحب اولاد ہوں اور حاجتمند ہوں، سات بار میرا طواف کرو تمہارا حج یہی ہے، آپ نے ایسا ہی کیا اور وہ رقم لے کر رخصت ہوا۔[۴۳] ______ عبداللہ بن مبارکؒ فراغتِ حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے، خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے باہم گفتگو کر رہے ہیں، ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے فریضہ حج ادا کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا سوائے دمشق کے ایک موچی علی بن موفق کے جو حج میں تو شریک نہیں ہو سکا لیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل میں سب کا حج قبول کر لیا، یہ خواب دیکھ کر بیداری کے بعد عبداللہ بن مبارکؒ موچی سے ملاقات کرنے دمشق پہنچے اور ملاقات کے بعد اس سے حج کا واقعہ دریافت کیا، اس موچی نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ بہت عرصے سے میرے دل میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اسی نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لئے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے گھر سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ ان کے ہاں سے تم بھی کھانا مانگ لاؤ کہ ہم بھی کھالیں چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے ہمیں بھی عنایت فرما دیں، پڑوسی نے کہا کہ جو کھانا میں نے پکایا ہے آپ کے کھانے کا نہیں، ہم لوگ کئی دن سے بھوکے تھے ہم نے مردہ گدھے کا گوشت پکایا ہے، یہ سن کر میں نے حج کے لیے اپنی جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر دی اور خیال کیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے نفلی حج کے برابر ہے[۴۴] ______ ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم مکیؒ سے ملاقات کے لئے پہنچے، آپ آرام فرما رہے تھے کچھ دیر کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو اس شخص سے فرمایا کہ مجھے خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت کا شرف ہوا اور حضور ﷺ نے یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ ماں کے حقوق ادا کرنا حج کرنے سے

Marfat.com

زیادہ بہتر ہے لہذا واپس جائیے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھئے، چنانچہ وہ بزرگ حج کا قصد ترک کر کے واپس چلے گئے۴۵؎ ـــــ ایک سیدزادے حج کے ارادے سے اپنے وطن گیلان سے چلے، بغداد پہنچے اور حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا حضرت جنیدؒ نے پوچھا کہ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ سیدزادے نے کہا گیلان سے پوچھا کس کے صاحبزادے ہو؟ جواب دیا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہوں ـــــ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ آپکے جدامجد دو تلواروں سے جہاد کرتے تھے، ایک تلوار سے کافروں کے خلاف اور ایک تلوار سے نفس کے خلاف۔ تم کونسی تلوار سے جہاد کرتے ہو؟ یہ سن کر اس سیدزادے کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بولے یا شیخ میرا حج تو بس یہیں ہو گیا، اب مجھے خدا کی طرف رہنمائی فرمائیے ـــــ آپ نے فرمایا سیدزادے یہ تمہارا سینہ خداوند تعالیٰ کا حرم خاص ہے جہاں تک ہو سکے اس حرم خاص میں کسی نامحرم کو داخل نہ ہونے دو ـــــ سید زادے نے کہا بس حقیقت کو پالیا، توبہ کی اور جنیدؒ کے مرید ہو گئے۴۶؎ ـــــ لوگوں نے حضرت رسول پاک ﷺ سے پوچھا تھا کہ خدا کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بندوں کے دل میں یعنی قلب مومن بیت اللہ ہے ـــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ عوام حج کی راہ میں زروسیم صرف کرتے ہیں اور اہل حق جان و دل لٹاتے ہیں، یہ مقام کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۴۷؎ ـــــ حضرت ابراہیم ادہمؒ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چودہ سال میں مکہ مکرمہ پہنچے، جب وہاں پہنچے تو خانہ کعبہ غائب تھا، آپ سمجھے کہ شاید میری بصارت ہی زائل ہو چکی ہے ـــــ غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ ایک بڑھیا کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے ـــــ یہ سنکر آپ شرمندہ ہوئے، عرض کیا اے اللہ وہ کون ہستی ہے؟ ندا آئی کہ وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ نے نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصریؒ لاٹھی کے سہارے چلی آرہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے ـــــ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ آپ نے نظام عالم کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے نہیں تم نے ایک ہنگامہ برپا کیا ہوا ہے جو چودہ سال میں کعبہ تک پہنچے ہو! حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ میں ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوا آیا ہوں۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تم نے نماز سے فاصلہ طے کیا اور میں نے یہ فاصلہ نیاز سے طے کیا ہے پھر کعبہ تک پہنچی ہوں۔۴۸؎ ـــــ ایک حاجی حج سے واپس آرہا تھا راستے میں اسے نمک کی ضرورت ہوئی، اس نے اپنے غلام سے کہا کہ بنیے سے کہو کہ میرا آقا حاجی ہے ذرا سا نمک دیدے، غلام نمک لے آیا، پھر آگے منزل پر پڑاؤ کیا، وہاں بھی نمک کی ضرورت ہوئی، پھر غلام سے کہا کہ جا بنیے سے جا کر کہو کہ میرا آقا حاجی ہے

Marfat.com

حج سے واپس آرہا ہے اسے نمک چاہیے ذرا سا نمک دے دے، غلام نمک لے آیا، تیسری منزل پر پھر نمک کی ضرورت پڑی حاجی نے پھر غلام سے کہا کہ بنیے سے کہو کہ میرا آقا حاجی ہے نمک نہیں، ذرا سا نمک دیدے ــــــ غلام نے کہا حضور پہلی بار آپ کا حج فروخت کیا اور نمک لے آیا دوسری بار اپنا حج فروخت کیا اور نمک لے آیا، اب کوئی حج باقی نہیں رہا کہ بیچوں اور نمک لے آؤں۔ ۴۹ــــــ ابوالقاسم نصر آبادیؒ خانہ کعبہ میں تھے خلقِ خدا طواف کررہی تھی اور کچھ دنیا کے کاموں میں مصروف تھے اور باتیں کررہے تھے، حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ گئے، لکڑیاں اور آگ لے آئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس آگ اور ان لکڑیوں کا کیا کریں گے؟ فرمایا میں ان سے کعبے کو جلا دونگا تا کہ لوگ کعبے کو چھوڑ کر خدائے کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ۵۰ــــــ حضرت حاتم اصمؒ کا قول ہے کہ جہاد تین قسم کا ہے۔ (۱) ابلیس کے خلاف جنگ کرنا (۲) فرض کی ادائیگی کے لئے نفس سے جنگ کرنا (۳) کافروں سے جنگ کرنا۔ ۵۱ــــــ مختصراً یوں کہ صوفیہ کی نظر میں زکوٰۃ خدا کی راہ میں مال اور جان صرف کرنے کو کہتے ہیں، جہاد خواہشات نفسانی کو مغلوب کرنے کا نام ہے، حج اپنی ذات سے حق کی طرف سفر کرنا ہے، روزہ غیر حق سے توجہ ظاہری و باطنی ہٹا لینے کی ایک صورت ہے اور نماز دیدارِ حق ہے ــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ روزہ خلوۃ ہے، نماز جلوۃ ہے، روزہ عدم خواہشات نفس ہے اور نماز وجود تجلیات حق ہے، روزہ انسان کو صفت ملائکہ اور صفت خداوندی سے نزدیک کر دیتا ہے کہ کچھ نہ کھانا صفت حق بھی ہے اور صفت ملائکہ بھی، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ نماز صحت کا صدقہ ہے، جہاد جان کا صدقہ ہے، زکوٰۃ دولت کا صدقہ ہے، حج صداقت قدم ہے اور روزہ صداقت قلب ہے اور ان سب کا مجموعہ ریاضت و مجاہدۂ نفس ہے ــــــ ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں عبادات محض رسومات کا نام نہیں بلکہ ان کا مقصود بھی انسان سازی اور انسانیت آموزی ہے: نماز مساواتِ انسانی کا درس دیتی ہے، روزہ انسان میں دوسروں کی بھوک یا ضرورتوں کا احساس جگاتا ہے، زکوٰۃ دوسروں کی مالی احتیاج کے شعور کی آئینہ داری کرتی ہے اور حج وحدت ملت یا وحدت انسانی کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔

Marfat.com

باب:۸ ریاضت ومجاہدہ اورصوفیہ

صوفیہ عبادت کے ساتھ ساتھ سخت ریاضت ومجاہدہ، نفس کشی اور چلہ کشی بھی کرتے ہیں کیونکہ ان سے روحانیت ترقی پاتی ہے اور تجلیاتِ الٰہی اور کشف وشہود کا ظہور ہوتا ہے ــــــــ حضرت ابو عثمان مغربیؒ نے بیس سال جنگلوں میں زندگی گزاری اور کسی انسان سے نہیں ملے۔ بیس سال کی ریاضت کے بعد حکم ہوا کہ خلق خدا کے ساتھ میل جول رکھو۔ بیس سال کے بعد جب مکہ میں پہنچے تو وہاں کے بڑے بڑے صوفیہ اور علما نے ان کا استقبال کیا اور پوچھا یا شیخ جنگلوں میں کیوں گئے، کیا پایا اور کیوں آ گئے؟ آپ نے فرمایا کہ سکر کے عالم میں جنگل میں گیا، سکر کی مصیبت دیکھی، ناامیدی ملی، عاجزی سے واپس آ گیا۔ حقیقت کی تلاش میں گیا تھا صرف فرع یعنی شاخ ملی، غیب سے ندا آئی کہ یہ سکر ومستی چھوڑ وصحو (ہوشیاری) کی طرف لوٹو، عوام سے میل جول رکھو، یہ سن کر تمام علما نے کہا کہ صحو وسکر کی جو تعریف آپ نے بتائی ہے یہ حرفِ آخر ہے ــــــــ ایک بار حضرت رابعہ بصریؒ نے دیکھا کہ حضرت حسن بصریؒ یادِ الٰہی میں زار زار رو رہے ہیں، حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا اے استاد آپ کا رونا رعونتِ نفس کی نشانی ہے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیجیے تاکہ یہ آپ کے دل میں دریا بن جائیں پھر اگر تم دل کو بھی ڈھونڈو تو کہیں نہ پاؤ سوائے ذاتِ حق کے پاس یعنی (عند ملیک مقتدر (سورہ ۵۴، آیت ۵۵)۔)

مجاہدہ:

قرآن پاک میں ہے: **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** (سورہ ۲۹، آیت ۶۹)۔ **ومن جاھد فانما یجاھد لنفسه** (سورہ ۲۹، آیت ۶) یعنی جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنی جانب ہدایت عطا کرتے ہیں اور جو شخص مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے کرتا ہے۔ رسول پاک ﷺ کی حدیث ہے **رجعنا من الجهاد الا صغرِ الی الجهاد الا کبر** یعنی ہم چھوٹے جہاد (کافروں کے ساتھ جنگ) سے بڑے جہاد (نفس کے خلاف جہاد) کی طرف لوٹے ہیں ــــــــ مجاہدے سے مراد تصوف میں ریاضت ومخالفتِ نفس ہے اور اعلیٰ اخلاق سے اسے آراستہ کرنا ہے بعضوں نے ریاضت اور مجاہدے میں یہ فرق کیا ہے کہ مجاہدہ یہ ہے کہ نفس کی مخالفت ان امور میں کرنا جن کا تعلق ظاہری خواہشات سے یا شہواتِ جسمانی سے ہے اور ریاضت سے مراد ان امور میں نفس کی مخالفت کرنا جن کا تعلق باطن سے ہے مثلاً شہواتِ روحانی (یعنی خواہشاتِ باطنی) جیسے جاہ ومرتبہ یا شرف وبزرگی کی خواہش۔

مناھج الطالبین میں ہے کہ نفس اور عادت کے خلاف زندگی گزارنا بہت مشکل کام ہے اسی لیے

Marfat.com

حضرت رسول اکرمؐ نے مجاہدے یا مخالفتِ نفس کو جہادِ اکبر کہا ہے، مشائخ کا قول ہے کہ مجاہدے کی بنیاد تین چیزوں پر ہے: کھانا نہ کھانا مگر فاقے (سخت بھوک) کے وقت، نہ سونا مگر سخت غلبۂ خواب کے وقت اور بات نہ کرنا مگر صرف بوقتِ ضرورت ______ صوفیہ کا قول ہے کہ عوام کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عبادات اور ریاضات بہت زیادہ کرتے ہیں اور خواص کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں کیونکہ بے خوابی اور بھوک کی سختی برداشت کرنا نفس کی مخالفت کرنے سے آسان ہوتا ہے۔[2]

چلّہ کشی:

اخلاص واصلاح نفس کے لیے صوفیہ چلّہ کشی بھی کرتے ہیں یعنی چالیس روز تک ایک خلوت گاہ میں بیٹھ جاتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے لئے وہ تاریک کمرہ جس میں چلہ کشی کر رہے ہوں، قبر کی طرح ہے اور ان کا خرقہ کفن ہے، گویا چلہ کشی ایک طور سے موت سے پہلے موت یا موتوا قبل ان تموتوا کی تمثیل ہوتی ہے۔ چالیس دن کی تخصیص اس حدیث کی روشنی میں کی گئی ہے ''جس نے چالیس دن اللہ کے واسطے خالص کر لئے (یعنی اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص کر لئے) حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر آ جاتے ہیں'' اس کے علاوہ چلہ کشی کا ذکر حضرت موسیٰ کے قصے میں بھی ہے، سورہ اعراف میں ہے کہ ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور ہم نے اس کو دس راتوں کے ساتھ پورا کیا، اس طرح وہ اپنے پروردگار کے پاس چالیس راتوں تک رہے۔ (سورہ ۷، آیت ۱۴۲ نیز سورہ ۲، آیت ۵۱) ان چالیس راتوں کی تفصیل یوں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ مصر میں تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کتاب اللہ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تیس دن روزے رکھیں، یہ ذیقعد کا مہینہ تھا جب یہ تیس دن ختم ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ کو اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس ہوئی، انہوں نے مسواک کی، اس وقت ملائکہ نے ان سے کہا کہ تمہارے منہ سے ہم مشک کی خوشبو سونگھتے تھے تم نے مسواک کر کے اس خوشبو کو ختم کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ذوالحجہ کے مہینے میں دس روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے موسیٰؑ کیا تم کو معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے، جو شخص چالیس دن اللہ کے لیے بھوکا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر علوم لدنی (یعنی علوم الٰہی یا علوم روحانی) کے دروازے کھول دیتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی توبہ بھی چالیس دن سجدہ ریزی کے بعد قبول ہوئی تھی، یہ واقعہ قرآن پاک کی سورۂ ''ص'' میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو مٹی سے پیدا کرنا چاہا تھا تو اس مٹی کو خمیر کرنے کی مدت حق تعالیٰ نے چالیس دن مقرر کی تھی، جیسا کہ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی مٹی کو چالیس دن تک خمیر کیا تھا، رسول پاک ﷺ

Marfat.com

کو بھی چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تھی۔ گویا ان حوالوں سے عبادت میں چالیس دن کی تخصیص یا چلّہ کشی وجود میں آئی ____ صوفیہ کے ہاں ایک چلّہ معکوس بھی ہوتا ہے جس میں صوفیہ چالیس دن درخت سے اُلٹا لٹک کر عبادت کرتے ہیں۔ خلوت نشینی کے سلسلے میں حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ہے کہ میں نے خلوت سے زیادہ اور کوئی چیز اخلاص پیدا کرنے والی نہیں دیکھی، پس جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے گویا اخلاق کے ستون کو پکڑ لیا، حضرت شبلیؒ نے ایک مرید کو نصیحت فرمائی تھی کہ خلوت کو اپنے لیے لازم کر لو۔ صوفیہ خلوت نشینی کو سنتِ رسولؐ سمجھتے ہیں کہ رسول پاکؐ بھی غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں مسلسل کئی کئی روز قیام فرماتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ غار حرا ہی میں آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا تھا۔ خلوت نشینی کے آداب کے سلسلے میں صوفیہ فرماتے ہیں جب کوئی مرید خلوت نشینی کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے دنیا داری کو ترک کرے، اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اپنے دل سے بغض وحسد کو دور کردے۔ خلوت نشینی کے دوران صرف نمازِ پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لیے قدم باہر نکالے، خلوت میں ہمیشہ باوضو رہے اور لاالہ الا اللہ کا ذکر کرتا رہے، کھانے میں صرف روٹی اور نمک پر کفایت کرے اور کم سے کم کھائے ____ مشائخ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روحانیت کی بنیاد چار باتوں پر ہے: کم خوری، کم خوابی، کم گفتاری اور کم آمیزی یعنی گوشہ نشینی۔ جب مشاہداتِ ربانی ہوں گے تو نورِ مشاہدہ سے بھوک بھی ختم ہو جائے گی۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ سے کسی نے دریافت کیا جو شخص چالیس دن تک نہیں کھاتا اس عرصے میں اسے بھوک تنگ نہیں کرتی؟ انہوں نے جواب دیا کہ نورِ مشاہدہ بھوک کو فنا کر دیتا ہے یعنی جلوۂ ذات سے ایسی فرحت محسوس ہوتی ہے کہ بھوک کا احساس ہی مٹ جاتا ہے۔[۳] ____ گوشہ نشینی کے بھی آداب ہیں، سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ صوفی رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی حاصل کرنے اور اپنے نفس کی آفتوں سے بچنے کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرے کہ اس کا دل مخلوق کی تعریف و مذمت سے فارغ ہو، نہ ان کی تعریف پر خوش ہو، نہ ان کی مذمت پر غمگین ہو، اس کی یہ نیت ہو کہ اپنے نفس کے شر سے مخلوق کو بچانے کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر رہا ہوں نہ اس لئے کہ اپنے آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھوں ____ صوفیہ کا قول ہے کہ عارف حق وہ ہے کہ بظاہر مخلوق کے درمیان ہوتا ہے باطن میں ان سے دور ہوتا ہے، گویا خلق سے منقطع اور حق سے پیوستہ ہوتا ہے، گوشہ نشینی کا مقصد یہ ہے کہ انسان اخلاق ذمیمہ اور خصلت ہائے ناپسندیدہ سے پاک ہو جائے، ایک سچا اچھا اور کھرا انسان بن جائے ____ سچے گوشہ نشین وہ ہیں جو ہمیشہ خدا کو اور موت کو یاد رکھتے ہیں، ایک سچا طالب حق وہ ہے جو موت سے نہیں ڈرتا اور زندگی نہیں مانگتا مگر معرفتِ حق کے لئے۔[۴] ____

Marfat.com

نجم الدین کبریٰ اپنی کتاب السایر الحائر میں فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی:

(۱) انسان کی آنکھ کو شہوت کی نظر سے بچاتی ہے
(۲) انسان کے پاؤں کو حرام کام کی طرف جانے سے روکتی ہے۔
(۳) انسان کے ہاتھ کو حرام چیزوں کے لین دین سے بچاتی ہے۔
(۴) انسان کے کان کو حرام باتوں کے سننے سے محفوظ رکھتی ہے۔
(۵) نفس کے کتے کو قید میں ڈال دیتی ہے۔
(۶) حواسِ باطنی کے دروازے کھول دیتی ہے۔
(۷) انسان کو مخلوق کے آزار سے محفوظ کر دیتی ہے۔
(۸) سلامتی عطا کرتی ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ السلامۃ فی العزلت یعنی گوشہ نشینی میں سلامتی ہے۔
(۹) فرشتوں سے مشابہت پیدا کرتی ہے کہ مخلوق انھیں نہیں دیکھتی۔
(۱۰) جمعیت دل یا دل جمعی بخشتی ہے۔
(۱۱) دل کے آئینے سے دنیاداری کے نقوش مٹا دیتی ہے، جب دل کا آئینہ صاف ہو جاتا ہے تو آخرت کے نقوش اور تجلیات خداوندی اس میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔[۵]

عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں چلہ کشی کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(۱) مرید شیخ کی اجازت سے چلے میں بیٹھے اور شیخ کی موجودگی میں بیٹھے۔ (۲) اس وقت چلہ میں بیٹھے جب نہ سخت سردی ہو اور نہ سخت گرمی اور ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہ ہو اور وہ جگہ تاریک ہو (۳) ہمیشہ باوضو رہے، جب بھی وضو کرے دو رکعت نماز شکر وضو ادا کرے (۴) چالیس روز روزہ سے رہے۔ (۵) کم کھائے (۶) کم بولے (۷) کم سوئے (۸) خواطر کو پہچانے۔ خواطر کی چار قسمیں ہیں: (الف) رحمانی (ب) ملکی (ج) نفسانی (د) شیطانی، (۹) نفی خواطر کرے یعنی جو دل میں خیال آئے اس کی نفی کرے۔ جو بات دل میں آئے یا خواب میں دیکھے یا کوئی واقعہ دیکھے، اسے رد نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ وہ بات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے (۱۰) ذکر دائم یعنی ہمیشہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرے۔[۶]

حضرت ابوبکر شبلیؒ کسی بادشاہ کے دربار میں مصاحب تھے۔ بادشاہ نے ایک مصاحب کو ذرا سی غفلت پر دربار سے نکال دیا۔ حضرت شبلیؒ اس بات سے بہت دل برداشتہ ہوئے۔ درباداری کو چھوڑ کر توبہ کی اور تصوف کا راستہ اختیار کیا۔ جنیدؒ کی خدمت میں پہنچے اور کہا لوگ کہتے ہیں کہ معرفت حق کا گوہر آپ کے

Marfat.com

پاس ہے یا آپ قیمتاً دے دیں یا بخش دیں، جنیدؒ نے فرمایا اگر میں قیمتاً دوں تو تم اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے اور اگر بخش دوں تو تم اس کی قدر نہیں جانو گے۔ میری طرح سر کے بل اس راہ میں آؤ اور اس دریائے توحید میں فنا ہو جاؤ۔ پھر صبر و انتظار کے ذریعے تمہیں وہ گوہر خود بخود مل جائے گا۔ شبلیؒ نے کہا اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جاؤ ایک سال ماچسیں بیچو، جب سال ختم ہو گیا پھر آئے، فرمایا ایک سال بھیک مانگو۔ ایک سال بعد پھر آئے اور فرمایا کہ سارے سال میں کسی نے مجھے ایک ٹکہ نہیں دیا۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ اب تمہیں اپنی قیمت کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مخلوق کی نظر میں تمہاری ایک کوڑی کی قیمت نہیں، اس لیے مخلوق میں دل مت لگاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے جس شہر میں امارت کی تھی، (گورنری کی تھی) وہاں جاؤ اور وہاں لوگوں سے معافی مانگو۔ چنانچہ اپنے وطن گئے سب سے معافی مانگی۔ جس کسی کا کوئی نقصان ان کی وجہ سے ہوا تھا وہ پورا کیا۔ اسی معاملے میں چار سال گزر گئے، پھر جنیدؒ کے پاس آئے۔ حضرت جنیدؒ نے کہا ابھی تک تمہارے نفس میں مرتبے کا احساس باقی ہے، تم جاؤ ایک سال اور بھیک مانگو۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول ہے کہ ہر روز میں بھیک مانگا کرتا تھا اور جو ملتا تھا حضرت جنیدؒ کو دے دیا کرتا تھا اور وہ اسے تمام درویشوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور مجھے ضرورت سے بہت کم دیتے تھے۔ ایک سال یونہی گزر گیا، جنیدؒ نے فرمایا کہ ہاں اب تم ہماری صحبت کے کچھ لائق ہو گئے ہو اس شرط کے ساتھ کہ ہمارے اصحاب کی خدمت کرو، میں نے ایک سال تمام مریدوں کی خدمت کی، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا اے ابوبکر اب تیرے نفس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ میں تمام مخلوق میں اپنے آپ کو کمتر سمجھتا ہوں۔ جنیدؒ نے فرمایا اب تمہارا ایمان درست ہو گیا ہے۔ جب میری حالت اس مقام پر پہنچی تو اپنا دامن مٹھائی سے بھرا اور مٹھائی لوگوں میں بانٹ دی۔۔۔۔۔۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ریاضت ومجاہدہ، چلہ کشی یا گوشہ نشینی اسی صورت میں اسلام کی روح کے مطابق کہی جا سکتی ہے جب یہ عبادت حقوق العباد اور فرائض منصبی میں رکاوٹ نہ بنے ورنہ گھر والوں کو بے سہارا چھوڑ کر یا اہم دفتری امور اور فرائض منصبی کو ترک کر کے کسی نفلی عبادت میں مصروف ہونا روح اسلام کے منافی ہے، صوفیہ کی نظر میں سب سے بڑی عبادت حقوق العباد کو صحیح طور سے ادا کرنا ہے، صوفیہ تو حکمرانوں کے لئے صرف فرض عبادات کو ادا کرنا لازم سمجھتے ہیں، صوفیہ کی نظر میں نفلی عبادات کا ادا کرنا اہل حکومت کیلئے مناسب نہیں، کیونکہ یہ عبادت فرائض منصبی ادا کرنے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ حکومت کے اہل کاروں کا اپنے فرائض منصبی کو دیانتداری سے ادا کرنا اور حکمرانوں کا عوام کے مسائل حل کرنا اور حق وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا ہی سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس حوالے سے نجم الدین رازیؒ کی مرصاد العباد میں اور موید الدین جندی کی نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح میں

Marfat.com

تفصیلی بحث موجود ہے، ویسے بھی اسلام میں ایک عبادت گزار ظالم و مردم آزار حکمران سے انصاف پسند اور انسان دوست غیر مسلم حکمران بہتر ہے، حدیث رسول پاک ﷺ ہے کہ مملکت کفر کے ساتھ باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ ے۔۔۔۔۔۔ ایک دانشور دین کا قول ہے کہ اس انسان کا مقام سب سے افضل ہے جو خدا دوست بھی ہو اور انسان دوست بھی اور اس معاشرہ کا حال تمام معاشروں سے اعلیٰ ہے جو خدا دوستی اور انسان دوستی کی اقدار پر مبنی ہو۔

Marfat.com

باب:۹ احوال ومقامات اور صوفیہ

ابتدائی کلمات:

تصوف میں کیفیت قلبی اگر عارضی ہو تو حال ہے اور اگر مستقل ہو جائے تو مقام ہے۔ حال کو حال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بدلتا رہتا ہے اور مقام اس وجہ سے مقام کہلاتا ہے کہ وہ ایک جگہ پر قائم رہتا ہے۔ حال وہبی ہوتا ہے یعنی عطائے حق ہوتا ہے، جبکہ مقام کسبی ہوتا ہے یعنی ریاضت وکوشش سے وابستہ ہے[1] تصوف میں سب سے پہلا مقام توبہ کا ہے اور احوال میں سب سے پہلا مقام محبت کا ہے، حال وہ کیفیت ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسی دل پر وارد ہو گویا یہ صرف خدا کی جانب سے بخشش ہوتی ہے جو سالک کو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے[2] ایک مرتبہ حضرت ابراہیم خواصؒ کسی مرید کے ہمراہ جنگل میں تھے۔ اچانک شیر کے غرّانے کی آواز آئی، مرید خوفزدہ ہو کر ایک درخت پر چڑھ گیا اور وہاں بھی کانپتا رہا لیکن حضرت ابراہیم خواصؒ نے بے خوف ہو کر مصلے پر نماز کی نیت باندھ لی، شیر نے آ کر کچھ دیر ادھر ادھر چکر لگایا اور لوٹ گیا۔ مرید نیچے اتر آیا، تھوڑی دیر بعد ایک مچھر نے حضرت ابراہیمؒ کو ایسا کاٹا کہ وہ شدت درد سے کانپنے لگے۔ اس وقت مرید نے پوچھا کہ آپ شیر سے ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے لیکن مچھر کے کاٹنے پر تڑپ اٹھے؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے اپنے آپ سے باہر کیا ہوا تھا یعنی حال وارد ہو گیا تھا اور اب میں اپنے آپ میں ہوں۔[3] ایک رات حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے یہ فرمایا کہ فلاں بیابان میں چند ڈاکوؤں نے ایک قافلے کو لوٹ لیا ہے اور کچھ لوگوں کو مجروح کر دیا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اسی رات کسی نے حضرت شیخؒ کے بیٹے کا سر کاٹ کر ان کے گھر کے دروازے پر رکھ دیا اور شیخ کو خبر تک نہ ہوئی۔ ان کی بیوی (جو شیخؒ کی ولایت کی منکر تھی) نے ان سے پوچھا کہ سینکڑوں میل کے فاصلے پر ڈاکوؤں نے چند آدمیوں کو زخمی کیا وہ تو تمہیں معلوم ہو گیا اور تمہارے گھر کی دہلیز ہی پر تمہارے بیٹے کو قتل کر دیا گیا، تمہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی، آخر کیوں؟ شیخؒ نے کہا جب ہم بیابان کے واقعہ کو دیکھ رہے تھے تو پردہ اٹھا ہوا تھا، جس وقت ہمارے بیٹے کو قتل کر رہے تھے پردہ ڈال دیا گیا تھا[4] اسی سلسلہ میں سعدیؒ نے بھی ایک حکایت بیان کی ہے کہ لبنان کے ایک بزرگ جو مقامات وکرامات میں مشہور تھے ایک روز دمشق کی جامع مسجد میں حوض پر وضو کر رہے تھے کہ اچانک ان کا پاؤں پھسلا حوض میں گر گئے، بمشکل ان کی جان بچی۔ ان کے ایک مرید نے پوچھا کہ یا حضرت مجھے یاد ہے کہ ایک بار سفر میں آپ کے ساتھ تھا، سمندر پر آپ چلتے گئے تھے اور آپ کا پاؤں تر بھی نہیں ہوا تھا، آج اتنے ذرا سے پانی سے آپ ڈوبتے بچے؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ اہل حق

Marfat.com

تجلی اور استتار (پردہ) کے درمیان ہوتے ہیں کبھی عرش تک کی خبر لے آتے ہیں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

ابونصر سراجؒ نے احوال کے حوالے سے حال قرب، حال محبت، حال خوف، حال رجا، حال شوق، حال انس، حال اطمینان، حال مشاہدہ اور حال یقین کا ذکر کیا ہے۔5 دوسرے صوفیہ نے اور بہت سے احوال کا بھی ذکر کیا ہے مثلاً تجرید و تفرید، فنا و بقا، غیبت و شہود، جمع و تفرقہ، وجد و تواجد اور سکر و غلبہ وغیرہ کو بھی انہوں نے احوال میں شامل کیا ہے۔ احوال و مقامات کے باب میں صوفیہ کے تصورات بڑے وسیع، دقیق اور پُر معانی ہیں، ان تصورات کا ذکر احوال و مقامات کے عنوانات کے تحت اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

احوالِ صوفیہ

محبت:

محبت کو احوال میں سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے جس طرح توبہ کو تصوف کے مقامات کا پہلا مقام کہا جاتا ہے۔ محبت موافقت کو کہتے ہیں یعنی جن امور کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کی اطاعت کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا ہے اس پر راضی رہنا۔ احمد بن عاصم انطا کیؒ کہتے ہیں کہ محبت حق کی علامت یہ ہے کہ بندہ عباداتِ الٰہی کا حق ادا کرتا ہو، ہمیشہ تفکر میں محو رہتا ہو، خلوت اور خاموشی پسند کرتا ہو، نہ کسی سے ڈرتا ہو اور نہ کسی سے کوئی توقع رکھتا ہو۔ کہتے ہیں غلام خلیل نے حضرت جنیدؒ، حضرت نوریؒ اور دوسرے صوفیہ کی شکایت خلیفۂ وقت سے کی کہ یہ لوگ ناچتے گاتے ہیں کفر کے جملے بولتے ہیں، تہ خانوں میں چھپ کر باتیں کرتے ہیں، یہ لوگ زندیق ہیں، ان کا قتل کرنا باعث ثواب ہے۔ خلیفہ وقت نے انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت جنیدؒ، حضرت ابوالحسن نوریؒ، شبلیؒ، ارقامؒ اور ابوحمزہؒ کو قتل کرنے کیلئے گرفتار کر کے لے آئے، جلاد نے سب سے پہلے حضرت ارقامؒ کو قتل کرنا چاہا تو فوراً ان کی جگہ حضرت نوریؒ خود پیش ہو گئے کہ مجھے ارقامؒ سے پہلے قتل کرو۔ جلاد نے کہا کہ اے جوان مرد ابھی تمہاری باری نہیں آئی اور قتل ہونا کوئی کھیل نہیں کہ اس میں جلدی کی جائے۔ حضرت نوریؒ نے کہا کہ میرا طریقہ محبت و ایثار کا ہے، مجھے سب سے عزیز دنیا کی زندگی ہے میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے یہ چند لمحے اپنے بھائیوں کیلئے قربان کر دوں، حالانکہ دنیا کی زندگی کا ایک سانس آخرت کے ہزار سال سے زیادہ عزیز ہے کہ یہ سرائے خدمت ہے اور آخرت سرائے قربت ہے اور قربتِ حق مجھے خدمت سے حاصل ہو گی ____ جب منصور حلاجؒ کو قید خانے میں بند کر دیا گیا تو شبلیؒ ان کے پاس گئے اور سوال کیا کہ محبت کیا ہے؟ فرمایا کل آنا تا کہ تمہارے سوال کا جواب دوں۔

Marfat.com

اگلے روز منصور حلاجؒ کو پھانسی گھاٹ پر لے گئے، شبلیؒ آئے اور کہا کہ کل میں نے جو سوال کیا تھا اس کا جواب تو دے دو! منصور حلاجؒ نے کہا: "اولها حبل آخرها قتل" یعنی آغاز قید و بند ہے اور انجام قتل ہے۔

مجاہدہ، محاسبہ، مراقبہ، محاضرہ، مکاشفہ، مشاہدہ اور معائنہ:

(۱) مجاہدہ نفس سے جہاد کرنے کا نام ہے، مجاہد وہ ہے جس نے راہ حق میں اپنے نفس سے جہاد کیا جیسا کہ اس حدیث میں ہے المجاهد من جاهد نفسه فی الله (ترمذی) حضور ﷺ کا فرمان ہے رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر، قول حق ہے والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا یعنی جو ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ کی طرف رہنمائی ضرور کریں گے، (سورہ ۲۹، آیت ۶۹)۔ بعض صوفیہ مجاہدہ کو مشاہدہ کا سبب کہتے ہیں۔ مجاہدہ تہذیب نفس کا ذریعہ بھی ہے، صوفیہ کی نظر میں میں مجاہدہ انسانی کوشش ہے اور مشاہدہ انعام ربانی ہے۔

(۲) محاسبہ سے مراد ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے احوال پر واقف رہے، اگر طاعت میں ہے تو شکر کرے، اگر معصیت میں ہے تو استغفار کرے یعنی حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا کے مطابق ہر وقت احتساب ذات میں مشغول رہے۔ اسے وقوف زمانی بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) مراقبہ بندے کا یہ احساس ہے کہ خدا بندے کو دیکھ رہا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے و کان الله علی کل شیءٍ رقیبا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے (سورہ ۳۳، آیت ۵۲) اس احساس سے انسان ناپسندیدہ باتوں سے بچا رہتا ہے۔

(۴) محاضرہ سے مراد ہے کہ قدرت الٰہی کی نشانیاں دیکھ کر حق تعالیٰ کے حضور کی کیفیت کا قلب میں پیدا ہونا، شہودِ تجلیِ افعال کو محاضرہ کہتے ہیں، شہودِ تجلیِ صفات کو مکاشفہ اور شہودِ تجلیِ ذات کو مشاہدہ کہا جاتا ہے۔ مشاہدہ حال ارواح ہے، مکاشفہ حال اسرار اور محاضرہ حال قلوب ہے، محاضرہ ارباب تلوین کیلئے مخصوص ہے، مشاہدہ ارباب تمکین کے لئے ہے اور مکاشفہ دونوں میں مشترک ہے ــــــــ

حضرت ابو بکرؓ نماز سنت میں آہستہ قرآن پڑھتے تھے اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے، حضور پاک ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ قرآن آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ فرمایا "اسمع من اناجی" یعنی جس کے سامنے میں مناجات کرتا ہوں وہ بہت اچھا سننے والا ہے۔ وہ مجھ سے دور نہیں، اس کے سامنے آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا برابر ہے۔ حضور ﷺ نے یہی بات

Marfat.com

حضرت عمرؓ سے دریافت کی، انہوں نے فرمایا کہ میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور بھگاتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کا اشارہ مشاہدہ کی طرف تھا اور حضرت عمرؓ کا مجاہدے کی طرف اور مشاہدہ کا مقام مجاہدہ سے برتر ہے۔

(۵) مکاشفہ یہ ہے کہ وہ واقعات جو ابھی پیش آنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے صوفی کو مطلع فرمادیں، مکاشفہ باطن کے تحیر کا نام ہے، یعنی عظمت خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ پر حیرت مدام مکاشفہ ہے۔ شہود تجلیِ صفات کو بھی مکاشفہ کہتے ہیں۔ فرمان حق ہے **فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید** ہم نے پردہ ہٹا کر تمہاری نظر کو تیز کر دیا، (سورہ ۵۰، آیت ۲۲)۔ کشف سے مراد کسی چیز کا حجاب سے باہر آنا یعنی جو چیز حواس پنجگانہ ظاہری و باطنی سے ادراک نہیں کی جاسکتی اس کا ادراک کرنا، عبادت وریاضت سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ صفائے عقل سے معانی معقول منکشف ہوتے ہیں جسے کشفِ نظری یا کشف عقلی کہا جاتا ہے، تصوف میں اس کشف کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھا جاتا۔ صفائے قلب سے کشفِ شہودی یا کشف قلبی حاصل ہوتا ہے۔ صفائے روح سے کشف روحی حاصل ہوتا ہے، اس مقام پر زمان و مکان کے حجابات اٹھ جاتے ہیں، جو کچھ ماضی میں گذرا ہے اور جو مستقبل میں ہوگا سب قلب پر منکشف ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر نہ اسم ہے نہ رسم، نہ وحدت ہے نہ کثرت، نہ شاہد ہے نہ مشہود، نہ کشف ہے نہ مکشوف سوائے حق تعالیٰ جل علیٰ شانہ، کے۔

(۶) مشاہدہ تجلیات ذات حق سے بہرہ ور ہونے کو کہتے ہیں، صوفیہ کے نزدیک مشاہدہ سے مراد حضور حق ہے، صحیح مشاہدہ یہ ہے کہ شاہد مشہود میں فانی ہو جائے۔

(۷) معائنہ مشاہدہ کے بعد ہے جس میں مشاہدۂ تجلیات حق بغیر کسی واسطے کے ہوتا ہے، جبرائیلؑ بھی درمیان میں نہیں ہوتے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ جب سالک محاسبہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر مراقبے کا حال طاری ہوتا ہے اور جب اللہ کی مدد سے مراقبہ مقام بن جاتا ہے تو پھر مشاہدے کا حال طاری ہو جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ مشاہدہ بھی مقام بن جاتا ہے، پھر مشاہدے سے ترقی کر کے عالم فنا میں پہنچتا ہے اور مقام بقا کی طرف ترقی کر جاتا ہے اور عین الیقین سے آگے بڑھ کے سالک حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔[۲]

تلوین وتمکین:

تلوین میں احوال بدلتے رہتے ہیں، حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ صاحب تلوین مغلوب الحال ہوتا ہے

Marfat.com

اور ارباب تمکین روحانی احوال کے پردوں سے باہر آچکے ہوتے ہیں، وہ مغلوب الحال نہیں ہوتے۔ تمکین میں قلب قرب کے مقام میں متمکن ہوتا ہے، اس لئے حقیقت کا کشف دوام ہوتا ہے جبکہ تلوین میں قلب کشف و حجاب کے درمیان میں رہتا ہے۔ جب تک بدن غالب ہے تلوین ہے اور دل غالب ہو تو تمکین ہے اور تمکین میں ماضی و مستقبل نہیں سب کچھ نقد وقت ہے۔ حضرت موسیٰؑ صاحب تلوین تھے، جمال حق کی ایک جھلک میں بے ہوش ہو گئے۔ قرآن پاک میں ہے وَخَرَّ موسیٰ صعقا (سورہ ۷، آیت ۱۴۳)۔

حضور ﷺ صاحبِ تمکین تھے قاب قوسین تک تشریف لے گئے لیکن متغیر نہ ہوئے۔ قرآنی آیات ما زاغ البصر وما طغیٰ، لقد رای من آیات ربه الکبریٰ یعنی نگاہ نہ ہٹی اور نہ حد سے بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (سورہ ۵۳ آیات ۱۷، ۱۸)، اس پر شاہد ہیں۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ صاحبِ تلوین یعنی مغلوب الحال کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، صاحب تمکین کی پیروی ہو سکتی ہے، منصور حلاجؒ مغلوب الحال تھے ان کی پیروی روا نہیں ہے۔

تجرید و تفرید:

تجرید ترک دنیا ہے اور تفرید ترک ماسوائے اللہ ہے۔ تجرید میں غیر کی نفی ہوتی ہے اور تفرید میں اپنے نفس کی نفی کی جاتی ہے۔ بعض کا خیال ہے تجرید یہ ہے کہ وہ کسی کا مالک نہ ہو اور تفرید یہ ہے کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ تجرید یہ ہے کہ اپنی عبادت اور اپنے اعمال کو حق تعالیٰ کا احسان و کرم سمجھے کہ اس نے ان نیکیوں کی توفیق بخشی ہے اور تفرید یہ ہے کہ اسکے افعال صرف خدا کیلئے ہوں ـــــ حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ تم خدا کو کاغذ اور سیاہی یعنی کتابوں میں ڈھونڈتے ہو، وہ تمہیں کیسے مل سکتا ہے کہ وہ تو فرد ہے اسے تو تفرید میں تلاش کرو۔

جمع و تفرقہ:

شیخ واسطیؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہاری نظر اپنے نفس کی طرف توجہ کرے تو یہ تفرقہ ہے اور جب رب کی طرف متوجہ ہو تو یہ جمع ہوگا۔ ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے اگر ذات سے تعلق ہے تو جمع ہے اگر صفات سے تعلق ہے تو تفرقہ ہے ـــــ جو خالق کے لئے ہو گا وہ حالت جمع میں ہے اور جو کائنات کا ہو گا وہ تفرقہ میں ہے یعنی توحید جمع ہے اور بندگی تفرقہ، پس جو شخص اپنی بندگی پر نظر رکھے وہ تفرقے میں ہے اور جو یادِ الٰہی میں محو ہے وہ جمع میں ہے اور جو ذاتِ الٰہی میں بالکل فنا ہے اور بقا باللہ کے مقام پر ہے وہ جمع الجمع میں ہے، یوں بھی کہا

Marfat.com

جاتا ہے کہ مشاہدۂ افعال تفرقہ ہے اور مشاہدۂ صفات جمع ہے اور مشاہدۂ ذات جمع الجمع ہے:

اندر چشمم ہمہ توئی بینائی　　اندر دہنم ہمہ توئی گویائی

در ہر قدمم تو راہ می پیمائی　　پس جملہ توئی دگرچہ می فرمائی

یعنی میری آنکھ میں نور تو ہے، میرے منہ میں زبان تو ہے، قدم میں اٹھاتا ہوں راہ پیما تو ہے، مختصر یوں کہ سب کچھ تو ہی ہے ____ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلق کا مشاہدہ بغیر حق کے فرق ہے اور حق کا مشاہدہ بغیر خلق کے جمع ہے اور خلق کا مشاہدہ حق کے ساتھ جمع الجمع ہے، یہی مقام بقاباللہ ہے، اسے فرق بعد الجمع، اور صحو بعد المحو بھی کہا جاتا ہے۔ جمع وتفرقہ اس سلسلہ کا تخصص ہے، جس کے بانی ابوالعباس سیاریؒ تھے بقول حضرت علی ہجویریؒ جمع الجمع صرف عبارت آرائی ہے، جب جمع موجود ہے تو اس پر ایک اور جمع کو مسلط نہیں کیا جا سکتا۔۵

سکر وصحو:

سکر روحانی حال کے غلبے کا نام ہے اور تہذیب اقوال اور ترتیب افعال کی جانب سکر سے واپس آ جانے کا نام صحو ہے ____ سکر یہ ہے کہ انسان اشیا سے تو بے خبر نہ ہو مگر ان میں امتیاز کرنے سے غافل ہو اور یہ اس طرح ہے کہ حق کی موافقت کرتے ہوئے مفید چیزوں کو غیر مفید چیزوں سے ممتاز نہ کر سکے، جس طرح حضرت حارثہؓ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک پتھر، مٹی کے ڈھیلے، سونا اور چاندی سب یکساں ہیں۔ ایک صوفی دریا میں ڈوب رہا تھا، کسی نے پوچھا تم ڈوبنے سے بچنا چاہتے ہو؟ جواب دیا نہیں، اس نے پوچھا کیا ڈوبنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں، پھر پوچھا کہ آخر کیا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا، میں وہی چاہتا ہوں جو حق تعالیٰ چاہتا ہے ____ صحو یہ ہے کہ انسان اشیا میں تمیز کر سکے اور لذیذ اور غیر لذیذ چیزوں میں امتیاز کر سکے، سکر ارباب قلوب کے لئے اور صحو ارباب حقایق کیلئے ہوتا ہے ____ حضرت جنیدؒ کا مسلک صحو تھا۔ صحو ومحو ہی سے متعلق حیرت بھی ہے۔ ایک حیرت محمود ہے جو کثرت علوم وواردات تجلیات حق کی بنا پر ہوتی ہے کہ انسان کلی طور پر حقایق واسرار حق کا ادراک کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ دوسری حیرت مذموم ہے جو جہل محض کی بنا پر ہو۔

محو واثبات:

نفس کے اوصاف کو دور کر دینا محو ہے، اخلاق ذمیمہ کو مٹا کر اوصاف حسنہ کو اختیار کرنا اثبات ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ محو اپنے اعمال کو نہ دیکھنا اور اثبات توفیق الٰہی کو دیکھنا ہے، صوفیہ محو واثبات کا اس آیت سے استشہاد کرتے ہیں۔ یمحوا اللہ مایشاء و یثبت (سورہ ۱۳، آیت ۳۹)

Marfat.com

نفس:

نفس (جس کے معنی سانس کے ہیں) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نفس منتہی کے لئے ہے اور وقت مبتدی کے لیے اور حال متوسط کیلئے یعنی مبتدی کو روحانی واردات میسر آتی ہیں لیکن وہ مستقل نہیں رہتیں اور متوسط ایک صاحب حال ہے جس پر حال کا غلبہ رہتا ہے اور منتہی صاحب نفس ہے جو حال پر متمکن ہے۔ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ ہر نفس یعنی ہر سانس خدا کی یاد میں لیا جائے، صوفیہ کہتے ہیں کہ جو سانس خدا کی معرفت وتوحید کی بنیاد پر نہ لیا جائے وہ مردہ ہے، خداوند تعالیٰ اس کی باز پرس کریں گے۔[6]

وقت:

وقت کا عامیانہ یا پرانا تصور تو یہ ہے وقت ایک لکیر یا خط کی شکل میں Linear Time ہے، جو لمحات، منٹوں یا گھنٹوں سے ناپا جاتا ہے، یہ وقت تین حصوں میں بٹا ہوا ہے، ماضی، حال اور مستقبل، جو لمحہ ماضی بن گیا وہ مٹ گیا یا مر گیا۔ جو زمانہ کہ ابھی نہیں آیا وہ مستقبل ہے اور وہ ہاتھ نہیں آتا، بس حال ہی سے انسان کو سروکار ہے اور حال ہی نقد وقت ہے اور حال ہی سے سالک کو سابقہ رہتا ہے جو شمشیر برق کی طرح آتا ہے اور چلا جاتا ہے، الوقت سیف" قاطع سے وقت کی اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وقت لمحات یا منٹوں اور گھنٹوں سے ناپا جاتا ہے ____ وقت کا نیا نظریہ یوں ہے کہ وقت دائرے کی طرح ہے جسے Circular Time کہتے ہیں، ماضی، حال اور مستقبل الگ الگ نہیں بلکہ ہر لمحے میں موجود ہیں۔ وقت کبھی نہیں مرتا بلکہ ابدی ہے۔ ایٹم کو توڑنے کے سلسلے میں جو تجربے کیے گئے ہیں، ان کے نتیجے میں سائنسدان کہتے ہیں کہ وقت پیچھے کی طرف بھی لوٹتا ہے۔ اسے Time Reflection Symmetry کہتے ہیں۔ آئن سٹائن کے نزدیک زمان ومکان چوتھی بُعد ہے یعنی ابعاد ثلاثہ، لمبائی، چوڑائی اور موٹائی کے ساتھ ایک بعد زمان ومکان بھی ہے ____ وقت کے نظریۂ اضافیت کے مطابق ایک چیز جو ایک جگہ اور ایک وقت میں صحیح ہے دوسری جگہ اور دوسرے وقت پر غلط ہو سکتی ہے۔ اقلیدس کی شکلیں زمین کی ہموار سطح پر تو درست ہیں لیکن خلا میں غلط ہیں کیونکہ خلا خم دار ہے ____ یونانی فلسفیوں کے نزدیک وقت لامحدود آنات یا نقطوں سے مل کر بنا ہے۔ مسلم فلسفیوں کے نزدیک وقت مادی اشیا کے لئے ستاروں کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو ماضی، حال اور مستقبل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ غیر مادی ہستیوں کے وقت کا بہاؤ مختلف ہے۔ جو مدت مادی ہستی کیلئے ایک سال کی ہے وہ غیر مادی ہستی کیلئے ایک دن سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح ربانی یا الٰہی وقت گذرنے اور بہاؤ سے بالکل پاک ہے، اس میں نہ تقسیم ہے، نہ ترتیب ہے، نہ تغیر ہے۔ یہ دوام سے بالاتر ہے۔ اس کا نہ آغاز ہے نہ

Marfat.com

انجام، یہی وقت ہے جسے قرآن کریم نے ام الکتاب کہا ہے جس میں ساری تاریخ عالم ایک فوق الدوام ''اب'' میں سما جاتی ہے۔ اسی حوالے سے ایک صوفی کا قول ہے کہ خدا اب بھی اس حالت میں ہے جیسا کہ ازل میں تھا اور وہ ازل میں بھی ایسا ہی تھا جیسا اب ہے گویا ذات حق الآن کما کان ہے ____ عزیز نسفیؒ کہتے ہیں کہ عالم غیب میں ماضی، حال اور مستقبل کا فرق نہیں ہے، ہر چیز حال کے اندر موجود ہے، کیونکہ عالم غیب عالم اضداد نہیں ہے اس لئے فرشتے کہ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں، علم غیب کے حامل ہوتے ہیں۔ انسان عالم شہادت میں ہے جو عالم اضداد ہے اور امروز و فردا پر مبنی ہے اس لئے انسان علم غیب سے بے بہرہ ہے البتہ کبھی کبھی فرشتوں کے علم کا عکس ہمارے دل کے آئینوں پر رونما ہو جاتا ہے اور ہم آنے والے واقعات کا علم حاصل کر لیتے ہیں۔

صوفیہ کی نظر میں وقت کی اضافی حیثیت بھی ہے، لطافت سے کثافت کی جانب جس قدر نزول ہوگا وقت اسی قدر طوالت اختیار کرتا جائے گا، عالم ملکوت میں تھوڑا سا وقت عالم ناسوت یعنی مادی دنیا کے زیادہ وقت کے برابر ہوگا، جیسے دائرہ میں مرکز کے قریب تھوڑی سی جگہ خط محیط کی جانب آ کر زیادہ وسعت اختیار کر لیتی ہے ____ بعض صوفیہ کے ایسے واقعات ہیں جو وقت کے روحانی تصور کو یا وقت کے پھیلاؤ کو پیش کرتے ہیں۔ طرایق الحقایق میں ہے کہ شیخ موسیٰ صدرانیؒ دن رات میں ستر ہزار قرآن پاک ختم کرتے تھے ____ ایک صوفی کا ذکر ہے کہ انہوں نے دجلہ میں غسل کیلئے غوطہ لگایا، دریا سے باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ یہ مصر کا دریائے نیل ہے۔ سات سال مصر میں رہے، شادی کی، بچے پیدا ہوئے پھر ایک روز دریائے نیل میں نہانے گئے، غوطہ لگایا، باہر نکلے تو بغداد کے دجلہ میں تھے۔ گھر گئے تو معلوم ہوا کہ ابھی ان کو گھر سے گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ گھر والے ان کا کھانے پر انتظار کر رہے تھے۔ صوفیہ کے یہ حیرت انگیز واقعات ہیں، حقیقت اللہ ہی جانتا ہے ____ بقول حضرت علی ہجویریؒ صوفیہ کے نزدیک وقت ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں درویش گذشتہ اور آئندہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اسکے دل پر فیضانِ حق وارد ہوتا ہے اور اس کا باطن اس طرح مجتمع ہو جاتا ہے کہ عالم مشاہدہ میں نہ گذشتہ کی یاد آتی ہے نہ آئندہ کا خیال۔ صاحب وقت صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ ماضی اور مستقبل ہمارے احاطہ ادراک سے باہر ہیں، ہمارے لئے یہ وقت (حال) خوب ہے، اگر ہم ماضی میں مشغول ہوں یا آئندہ کا اندیشہ دل میں لائیں تو ہمارے وقت یعنی مشاہدۂ حق کے درمیان پردہ حائل ہو جائیگا اور پردہ پریشانی اور آشفتگی کا باعث ہوتا ہے ____ وقت صوفیہ کی نظر میں ازل اور ابد یا وجود و عدم کے درمیان یا وسط کو کہتے ہیں، اسی کو حال بھی کہتے ہیں، یہی موجود ہے۔ حال ہی نقد

Marfat.com

وقت ہے جس سے سالک کو سابقہ رہتا ہے جو شمشیر برق کی طرح آتا ہے اور چلا جاتا ہے ____ ازل اور ابد کے حوالے سے صوفیہ کہتے ہیں کہ ایک ازلیت خدا کی ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں، دوسری ممکنات کی جس کی ابتدا خدا کی ذات ہے۔ اسی طرح ایک ابدیت خدا کی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور ایک ابدیت ممکنات کی جس کی انتہا خدا کی ذات ہے۔

صوفیہ کے ہاں وقت سے تین معانی مراد لئے جاتے ہیں:

(۱) کبھی وقت سے ان کی مراد وہ حال یا کیفیت ہوتی ہے جو صوفی پر غالب ہوتی ہے جیسے قبض وبسط کی کیفیت کہ جب بندہ پر قبض کی کیفیت ہوتی ہے تو بسط کی کیفیت سے وہ بالکل بے خبر ہوتا ہے۔

(۲) کبھی وقت سے مراد وہ حال ہے جو غیب سے بندہ پر اچانک طاری ہو جاتا ہے اور یہ حال صوفی کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، اسی حوالے سے صوفی کو ابن الوقت کہتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ فلاں صوفی وقت کے حکم میں ہے یعنی اس کی مراد اور اس کا اختیار ختم ہو گیا اور وہ خدا کی مراد اور اس کے اختیار میں ہے

(۳) کبھی وقت سے مراد حال کا زمانہ ہوتا ہے جو ماضی اور مستقبل کے درمیان میں ہے۔ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب وقت ہے یعنی زمانہء حال کے فرائض کو ادا کرنے میں مصروف ہے اور ماضی اور مستقبل کے ذکر وفکر سے آزاد ہے۔

حضرت رسول پاک کا فرمان ہے: **لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل.** یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ میرے لئے ایک ایسا وقت ہوتا ہے جب میرے ساتھ نہ کسی مقرب فرشتہ کی اور نہ کسی نبی مرسل کی گنجائش ہوتی ہے۔ شب معراج میں زمین اور افلاک کی دلچسپیاں پیش کی گئیں لیکن آپ ﷺ نے کسی کی طرف نظر نہیں کی، اسی حوالے سے حق تعالیٰ نے فرمایا **ما زاغ البصر و ما طغیٰ.** (نہ نظر بھٹکی اور نہ متجاوز ہوئی) (سورہ ۵۳، آیت ۱۷)

ابن الوقت اور ابوالوقت بھی صوفیہ کی اصطلاحات ہیں، ابن الوقت وہ مبتدی صوفی ہے جو تابع حال ہو یا حال کا آنا اور اس کا جانا صوفی کے اختیار میں نہ ہو۔ اسے مغلوب الحال اور صاحب تلوین بھی کہتے ہیں ____ ابوالوقت وہ صوفی ہے جو تابع حال نہ ہو اور حال کا آنا اور اس کا قائم رہنا اور چلا جانا اس کے اختیار میں ہو، اسے ابوالحال، بھی کہتے ہیں اور صاحب تمکین بھی۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ سے کسی نے پوچھا کہ صوفی کو ابن الوقت کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا کہ صوفی گزرے ہوئے وقت پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والے وقت کا

Marfat.com

انتظار نہیں کرتا ــــــ صوفیہ کے نزدیک وقت کا ہاتھ سے نکلنا روح کے نکلنے سے بڑھ کر ہے کہ ایک صوفی کا قول ہے کہ روح کا نکلنا مخلوق سے انقطاع ہے اور وقت کا ہاتھ سے نکلنا حق سے انقطاع ہے ــــــ حضرت ابوسعید ؒ کا بیان ہے کہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میرا علم صوفیہ کے علم تک نہیں پہنچا اور صوفیہ کا علم انہی کے ایک مرشد کے اس قول تک نہیں پہنچا کہ " الوقت سیف" قاطع" کہ وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے یعنی جس نے وقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا وہ نجات پا گیا اور جس نے وقت کے سامنے مقابلہ یا معارضہ کرنے کی کوشش کی وہ ہلاک ہو گیا۔ صوفیہ کے ہاں اس کے ایک اور معنی یہ بھی ہیں کہ صوفی کا ماضی اور مستقبل سے رشتہ کٹ گیا، اور فرداودی کا غم مٹ گیا ــــــ حضرت بوعلی دقاق ؒ کا قول ہے کہ دنیا و عقبیٰ یا مسرت و غم میں وقت وہی ہے جو فی الحال تم پر وارد ہے، حال کی یہ کیفیت نہیں وہ واردات من اللہ ہے جو اپنے ساتھ ہر چیز کو بہا کر لے جاتی ہے، حضرت یعقوبؑ صاحب وقت تھے کبھی غم فراق میں آنکھیں سفید ہو جاتی تھیں، کبھی مسرت وصال سے نور واپس آجاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ صاحب حال تھے، غم فراق و فرحت وصال سے بری تھے۔ سورج، چاند، ستارے سب سامنے تھے لیکن آپ فیض حال کی وجہ سے سب سے فارغ تھے۔ ہر چیز میں مشاہدۂ حق کرتے اور فرماتے کہ میں زوال پذیر چیزوں کو دوست نہیں رکھتا۔ صاحب حال کے لئے حجاب اور مشاہدے کا عالم یکساں ہوتا ہے۔ الغرض حال مطلوب حق کی صفت ہے اور وقت طالب حق کی صفت ہے۔ طالب حق یعنی صاحب وقت باہوش ہوتا ہے، مطلوب حق یعنی صاحب حال مدہوش حق (مجذوب حق) ہوتا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ تمہارا وقت دنیا ہے اگر تم دنیا میں مبتلا ہو، آخرت تمہارا وقت ہے اگر تم فکر آخرت میں ہو۔ تمہارا خوشی کا وقت ہے اگر تم خوش ہو، غمی کا وقت ہے اگر تم غمزدہ ہو ــــــ حضرت ابوالحسن خرقانی ؒ کا قول ہے کہ میری عمر میرے لئے ایک سجدہ ہے اور یہ بات اگر خواص سے کہوں تو وہ راز فاش کر دیں گے، اگر عوام سے کہوں تو وہ سمجھیں گے نہیں ــــــ حضرت ابوالحسن خرقانی ؒ ہی کا قول ہے کہ جب میں نے اپنی عمر پر نظر ڈالی تو یہ بہتر سالہ عبادت ایک لمحے کے برابر نظر آئی اور جب اپنے گناہوں کو دیکھا تو وہ عمر نوحؑ سے بھی دراز تر نظر آئے ــــــ حضرت ابوبکر واسطیؒ کا قول ہے کہ ازل اور ابد، عمر اور زمانہ اور وقت سب کے سب بجلی کی طرح ہیں ــــــ آپ ہی کا قول ہے کہ سب سے بڑی طاعت حفظ اوقات ہے، اگر صوفی کا وقت صحو (ہوشیاری) ہے تو وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرے اور اگر اس کا وقت محو (بیخودی) ہے تو احکام حقیقت اس پر غالب ہونے چاہئیں۔ خواجہ صدرالدین سید محمد الحسینی گیسودرازؒ کا قول ہے کہ من فات وقته فقد فات ربه یعنی جس نے وقت کی قدر نہ کر کے وقت کو کھو دیا اس نے اپنے رب کو بھی کھو دیا ــــ بیدل اپنی

Marfat.com

مثنوی عرفان میں کہتے ہیں کہ وقت انسان کی تخلیق ہے، وقت دیکھنے کی چیز نہیں سمجھنے کی چیز ہے، آنکھ بند کر کے غور کرنے کی بات ہے۔ وقت معقولات میں سے ہے:

این نشان جلوہ نیست تفہیم است دیدۂ بستہ سیر تعلیم است

انسان کی شخصیت نے وقت کو تشخص بخشا اور وقت نے کائنات کو تشخص عطا کیا،

مژگانِ تست بست وکشادِ طلسم دہر ای چشم آگہی بہ چہ غفلت غنودہ ای

بیدل کی نظر میں حال کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، حال ہی سے ماضی اور مستقبل کی تشخیص ہوتی ہے اور حال کی تشخیص انسان کرتا ہے، یوں انسان کی اہمیت بھی مسلّم ہے، اگر اس کائنات کی Stage یا تماشا خانہ سے انسان کو ہٹا دیا جائے تو زمانہ کا وجود ختم ہو جائے گا چونکہ ہم زمانہ کا شعور حال کے حوالے سے کرتے ہیں اور حال کا وجود انسان سے وابستہ ہے ــــــ گویا وقت کا تصور انسان کے ذہن کی ساخت میں موجود ہے۔ چونکہ وقت کا تصور انسان کی قوت حافظہ سے وابستہ ہے اور قوت حافظہ عقل وشعور سے متعلق ہے اور عقل وشعور صرف انسان کو عطا ہوا ہے، اس لیے بھی وقت انسان ہی سے ہے یا وقت انسان ہی کی تخلیق ہے ــــــ وقت کے حوالے سے بیدل نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر اس جہان میں ہزاروں ازل اور ابد پیدا ہوں تو مجھے کیا؟ میرے لیے تو یہ حال یا زندگی کے دو ہی لمحے ہیں:

اگر ہزار ازل تا ابد زنند بہم تعلقِ منِ بیدل ھمیں دو دم شمر یدے

تجلی واستتار:

تجلی یہ ہے کہ تمام حجابات بشری اٹھ جائیں اور استتار یہ ہے کہ بشریت تمہارے اور ذات حق کے درمیان حائل رہے۔ ایک اور حوالے سے تجلی کی دو قسمیں ہیں: ایک تجلی عام جسے تجلی رحمانی کہا جاتا ہے جس سے دونوں عالم وجود میں آئے۔ دوسری تجلی خاص جسے تجلی رحیمی بھی کہا جاتا ہے، اس تجلی کے فیضان سے مومنین کو کمالات معنوی عطا کیے جاتے ہیں۔ تجلی کی کئی صورتیں ہیں، ایک تجلی بطریق آثار، جیسے حضرت موسیٰ کو بصورت نار تجلی ہوئی، ایک تجلی بطریق افعال، جیسے ایک غزوہ میں حضرت رسول اکرمؐ کے بارے میں فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت. تم نے کنکریاں نہیں پھینکی تھیں وہ ہم نے (خدا نے) پھینکی تھیں (سورہ ۸، آیت ۱۷)۔ ایک تجلی بطریق صفات، جیسے خدا کی صفات سمع وبصر (سننے اور دیکھنے) کے حوالے سے تجلی اور ایک تجلی بطریق ذات ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ مقام احدیت (ذات) میں تجلی نہیں کہ وہاں دُوئی کا تصور ہی نہیں۔ ناظر ومنظور، شاہد ومشہود ایک ہیں۔ ۸

Marfat.com

قبض وبسط:

قبض وبسط دونوں ہی روحانی احوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "واللہ یقبض ویبسط" (سورہ ۲، آیت ۲۴۵)۔ قبض قہر و مکر سے اور بسط لطف و کرم سے ہے اور مقلب القلوب خداوند کریم ہیں، قبض کا وجود صفات نفس کے غلبے کے باعث ہوتا ہے اور بسط صفات قلب کے غلبے سے ظہور میں آتا ہے۔ شیخ فارس کا قول ہے کہ فنا و بقا کی حالت میں نہ قبض ہوتا ہے نہ بسط۔ مبتدی کو خوف و رجا ہوتا ہے قبض وبسط نہیں ہوتا، منتہی کو بھی قبض وبسط نہیں ہوتا۔ قبض وبسط صرف متوسط کے لئے ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت یحییٰ ہنستے نہیں تھے اور حضرت عیسیٰ روتے نہیں تھے۔ حضرت یحییٰ عالم انقباض میں تھے اور حضرت عیسیٰ عالم انبساط میں۔ 9

قرب و بُعد:

سری سقطیؒ کا قول ہے کہ قرب اطاعت گزاری ہے یعنی اطاعت گزاری سے قرب حاصل کرنا۔ واسجد واقترب (سورہ ۹۶، آیت ۱۹) کا یہی مفہوم ہے اور بُعد طاعت حق سے دوری ہے۔ تصوف میں ہر حال میں خدا کو دیکھنا قرب اور خود کو دیکھنا بعد ہے۔ جو اپنی ذات میں مشغول ہے حق سے دور ہے اور جو اپنی ذات سے فارغ ہے وہ حق کے قریب ہے۔ 10

اتصال:

ایک صوفی کا قول ہے کہ اتصال یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کے سوا کسی اور کا مشاہدہ نہ کرے اور اس کا دل اپنے خالق کے سوا کسی اور کے ساتھ لگا ہوا نہ ہو۔ نوریؒ فرماتے ہیں اتصال دلوں کے مکاشفات اور باطن کے مشاہدات کو کہتے ہیں جس طرح حضرت حارثہؓ نے فرمایا تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں جیسے اللہ کا عرش میری نظروں کے سامنے ہے یا جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جس طرح ابن عمرؓ نے کہا کہ ہم اس مقام پر اللہ کو دیکھ رہے تھے۔ (وہ یوں ہے کہ ایک شخص نے سلام کیا تھا اور آپ نے جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے شکوے کے جواب میں آپ نے مندرجہ بالا جملہ فرمایا تھا)۔ اتصال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصال شہودی (۲) اتصال وجودی، اتصال شہودی، مکاشفات قلوب اور مشاہدات اسرار ہے، اتصال وجودی سے مراد ہے کہ محبوب کی صفات سے اپنی ذات کو موصوف کرنا جسے سیر فی اللہ کہتے ہیں اور جس کی انتہا نہیں کہ صفات حق بھی لا انتہا ہیں۔ 11

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین:

یقین وہ علم ہے جس میں شک نہ ہو یعنی شک کا اٹھ جانا یقین ہے۔ صوفیہ کی نظر میں یقین مشاہدہ کا

Marfat.com

نام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ علم الیقین تفرقے کی حالت کا نام ہے اور عین الیقین حال جمع ہے اور حق الیقین جمع الجمع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یقین کے متعدد درجات ہیں اور وہ ہیں: اسم، رسم، علم، عین، حق۔ ان درجات میں سے اسم اور رسم عوام کے لیے ہیں اور علم الیقین اولیا اللہ کے لیے ہے اور عین الیقین انبیا علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے اور حق الیقین کی حقیقت صرف ہمارے رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہے۔

حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ علم الیقین وہ ہے جو ہمیں حضرت رسول اکرمؐ کے ذریعے سے ملا اور عین الیقین وہ ہے جو ہمیں خدا نے نور ہدایت و معرفت عطا کیا ہے اور حق الیقین وہ ہے جہاں ہماری رسائی ممکن نہیں۔ صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علم الیقین اہل علم کو، عین الیقین اہل عقل کو اور حق الیقین اہل معرفت کو حاصل ہوتا ہے۔ ویسے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین دراصل یقین کے درجے ہیں، پہلے میں یقین علم کی حد تک ہے یا سننے کی حد تک ہے یعنی شنید ہے دوسرے میں دیکھنے کی حد تک ہے یعنی دید ہے اور تیسرے میں چکھنے کی حد تک ہے یعنی چشید ہے، یہ یقین کا آخری درجہ ہے۔[۱۲]

حقیقت:

تصوف میں حقیقت کے معنی ہیں کہ ظہور ذات حق بلا حجاب تعینات۔ تصوف میں حقیقت کا استعمال تین طور سے ہوتا ہے: (۱) مجاز کے مقابلے میں، حقیقت سے مراد باطن اور مجاز سے مراد ظاہر ہے مثلاً عالم شہادت مجاز ہے عالم مثال کا، عالم مثال مجاز ہے عالم ارواح کا، عالم ارواح مجاز ہے عالم اعیان کا، عالم اعیان مجاز ہے علم حق کا اور علم حق مجاز ہے ذات حق کا اور ذات حق بنیاد ہے ہر شے کی، اس لیے وہ حقیقت الحقائق ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقت کل شی ھو الحق (ہر چیز کی حقیقت حق یعنی خدا تعالیٰ ہے) (۲) حقیقت اعتبارات کے مقابلہ میں یوں ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات حقیقت ہے ہر چیز کی اور ہر چیز کا وجود اعتباری ہے یعنی ظاہری ہے (۳) حقیقت کا لفظ وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں کسی چیز کو واقعی اور فی نفس الامر بیان کرنا منظور ہو۔ یوں اس لفظ سے مراد صور علمیہ اور اعیان ثابتہ سے ہوتی ہے جنہیں حقائق الممکنات کہا جاتا ہے ____ علم حقائق سے مراد وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، اسی کو حکمت بھی کہا جاتا ہے اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔ ومن یوت الحکمت فقد اوتی خیرا کثیرا۔ (سورہ ۲، آیت ۲۶۹)۔ حقیقت کا لفظ شریعت اور طریقت کے حوالے سے بھی استعمال ہوتا ہے، تصوف میں حقیقت مغز ہے، شریعت اس کا پوست ہے اور طریقت دونوں کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں ____ گویا حقیقت بادام کا تیل ہے، طریقت بادام کی گری ہے اور شریعت بادام کا چھلکا ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے **بعثت لبیان الاحکام لا لبیان الحقایق.**

غلبہ:

وجد متواتر کا نام غلبہ ہے۔ وجد جلد زائل ہو جاتا ہے لیکن غلبہ باقی رہتا ہے۔ غلبہ ایک ایسی حالت ہے کہ جب بندے پر طاری ہوتی ہے تو وہ آداب کا لحاظ نہیں رکھتا اور ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو لوگوں کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتی ہے۔ غالب آنے والی چیز یا تو خوف ہوتا ہے یا ہیبت یا تعظیم یا حیا۔ آنحضرت ﷺ نے سینگی لگوائی، اس میں جو خون نکلا حضرت ابوطیبہؓ نے پی لیا۔ انہوں نے ایسا غلبۂ محبت میں کیا، حالانکہ شریعت میں خون پینا منع ہے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے وقت حضرت عمرؓ کا اعتراض بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ ۱۳

غیبت و شہود:

غیبت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفسانی حظوظ کو فراموش کر دے، کبھی غیبت سے یہ بھی مراد ہوتی ہے کہ انسان دنیاوی اشیا سے غائب ہو کر حق میں مشغول ہو جائے۔ اگر اس مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ مقام فنا کے مترادف ہوگا۔

کسی نے حضرت اوزاعیؒ سے کہا کہ ہم نے تمہاری نیلی آنکھوں والی لونڈی کو بازار میں دیکھا ہے۔ اس پر حضرت اوزاعیؒ نے کہا: کیا اس کی آنکھیں نیلی ہیں؟ گویا حضرت اوزاعیؒ غیبت میں تھے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کے ایک مرید نے بایزید بسطامیؒ کی زیارت کا ارادہ کیا، ان کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ بایزیدؒ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ کس کی تلاش ہے؟ اس نے کہا کہ میں بایزیدؒ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا۔ بایزیدؒ کون ہے؟ کہاں ہے؟ کیا چیز ہے؟ میں خود مدت سے اس کی تلاش میں ہوں۔ مجھے ابھی تک نہیں ملا ـــــ شبلیؒ اسی کیفیت میں حضرت جنیدؒ کے پاس آئے، ان کی بیوی جو وہاں موجود تھیں چاہا کہ پردہ کریں، حضرت جنیدؒ نے کہا کہ شبلیؒ غیبت میں ہیں، پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ شبلیؒ گفتگو کرتے رہے، دوران گفتگو شبلیؒ رونے لگے، حضرت جنیدؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب پردہ کر لو کہ شبلیؒ ہوش میں آ گئے۔

غیبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خدا اور آخرت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے صوفی دنیا اور فانی چیزوں سے غافل ہو جائے جیسا کہ حضرت حارثہؓ کی حدیث میں ہے جو پہلے گزر چکی ہے ـــ شہود حضور دل ہے جس چیز کے سامنے دل حاضر ہے وہ اس کا شاہد ہے اور وہ چیز مشہود ہے اور یہ عمل حاضر ہونا شہود ہے، شاہد سے خدا کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے اور شاعری میں محبوب بھی مراد ہوتا ہے۔ اصطلاحاً یوں بھی کہا جاتا ہے کہ شہود یہ ہے کہ

Marfat.com

بندہ حظوظ نفس کو اللہ کی مدد سے دیکھے نہ کہ اپنی طرف سے۔شہود کے معنی حق کو دیکھنا بھی ہیں، انسان حق کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا کہ لا تدرکہ الابصار (سورہ ۶، آیت ۱۰۳) بس خدا کا دیکھنا تو ممکن نہیں، البتہ دل کے آئینہ میں نور عقیدت سے جمال خداوندی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔تصوف میں ہر چیز خدا کے حسن وجمال اور اس کے کمالات کا پرتو ہے۔برائی کا وجود ہی نہیں، برائی محض اعتباری ہے۔اللہ جمیل ویحب الجمال اسی حوالے سے کہا جاتا ہے:

چشم اگر بینا شود ہرسو جمال یار ہست　　گوش اگر شنوا بود در ہر سخن اسرار ہست

یعنی آنکھ اگر دیکھنے والی ہو تو ہر طرف حسن یار کے جلوے ہیں، کان اگر سننے والے ہوں تو ہر بات میں ایک راز ہے ______ غیبت کے مقابلہ میں حضور بھی صوفیہ کی اصطلاح ہے۔حضور کے معنی مخلوق سے غائب ہونا اور حق کے سامنے حاضر ہونا بھی ہیں اور مقام وحدت کو بھی حضور کہتے ہیں۔گویا ہر حال میں حق کو دیکھنا یعنی دل ہمیشہ اللہ کی طرف لگا رہے۔خفیفیہ سلسلہ کا بنیادی تصور غیبت و حضور ہے اور حضرت خفیفؒ (ابی عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی) اس سلسلے کے بانی ہیں۔۱۴

وجد، تواجد، وجود:

وجد ایک ایسا روحانی جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب انسانی پر وارد ہوتا ہے خواہ اس کا نتیجہ فرحت ہو یا حزن۔تواجد یہ ہے کہ ذکر اور فکر سے وجد کو حاصل کرے۔وجود یہ ہے کہ واجد کا وجود موجود یعنی حق تعالیٰ کے نور شہود کے غلبہ سے معدوم ہو جائے۔وجد فانی کی صفت ہے اور وجود باقی کی صفت ہے۔ حضرت ذوالنونؒ کا قول ہے کہ الوجود بالموجود قائم والوجد بالواجد قائم یعنی صاحب وجد ابھی تک اپنے وجود سے فانی نہیں ہوا پس وجد اس سے قائم ہے اور صاحب وجود اپنے وجود سے کلی طور پر فانی ہو چکا ہے اور موجود (خدا تعالیٰ) کے وجود سے قائم و باقی ہے، جس طرح وجد وجود کا مقدمہ ہے اسی طرح تواجد مقدمۂ وجد ہے۔ تواجد مبتدی کا وصف ہے، وجد اہل سلوک (متوسط) کا حال ہے اور وجود اہل وصول (صاحب وصال) یعنی منتہی کا حال ہے تصوف میں وجود سے مراد وجود حق یا ذات حق بھی ہے۔۱۵

خواطر:

خواطر خاطر کی جمع ہے، خاطر یا خطرہ ایک قسم کا خطاب ہے جو انسانی ضمیر پر وارد ہوتا ہے ______ حضرت ابوالعباس سیاریؒ کا قول ہے کہ انبیا کے لیے خطرہ (جمع خطرات) ہے، اولیا کے لیے وسوسہ، عوام کے لیے فکر اور فاسقوں کے لیے ارادہ ہے۔صوفیہ کہتے ہیں کہ انسان کا مزاج آگ، مٹی، ہوا، پانی یا خون، بلغم،

Marfat.com

صفرا اور سودا سے مرکب ہے اسی طرح اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ بھی چار قسم کے ہیں: ایک خاطر رحمانی، دوم خاطر روحانی، سوم خاطر نفسانی، چہارم خاطر شیطانی۔ ١٦ تعرف میں اسے یوں کہا گیا ہے کہ خاطر یعنی دل پر گزرنے والے خیال چار قسم کے ہوتے ہیں: ''ایک اللہ کی طرف سے، ایک فرشتے کی طرف سے، ایک نفس کی طرف سے اور ایک شیطان کی طرف سے۔ جو خاطر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ انسان کو بیدار کرنے کے لیے ہوتا ہے، جو فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے وہ اطاعت حق پر آمادہ کرنے کے لیے ہوتا ہے، اور جو نفس کی طرف سے ہوتا ہے وہ نفسانی خواہشات کا مطالبہ ہوتا ہے اور جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے وہ خدا کی نافرمانی پر ابھارنے کیلئے ہوتا ہے، صوفی نور توحید کے ذریعے سے اللہ کی طرف سے آنے والے خیال کو قبول کرتا ہے اور معرفت کے نور کے ذریعے سے وہ فرشتے کے خیال کو قبول کرتا ہے اور نور ایمان کے ذریعے سے وہ نفسانی خیالات کو روکتا ہے اور نور اسلام کی مدد سے شیطانی خیالات کو رد کرتا ہے۔''

خاطر اور وارد میں یہ فرق ہے کہ خاطر وہ وارد ہے جو دل پر خطاب کی صورت میں آیا کرتا ہے اور وارد بغیر کوشش کے غیب سے اس پر طاری ہوتا ہے۔ اسی کی ایک قسم حدیث النفس ہے، جو خدا کی طرف سے ہوتا ہے، یہ گویا خدا کی طرف سے ایک قسم کا کلام ہوتا ہے۔ ١٧

کتاب السایر والحایر میں نجم الدین کبریٰ ؒ نے خواطر کی پانچ قسمیں بتائی ہیں: (١) خواطر حق (جو عرفانِ حق کا موجب بنتے ہیں) (٢) خواطر دل (٣) خواطر ملک (فرشتہ) (٤) خواطر نفس اور (٥) خواطر شیطان۔ نجم الدین کبریٰ ؒ نے خواطر نفس اور خواطر شیطان میں ایک بڑا دقیق فرق بتایا ہے جو یہ ہے کہ جب نفس کوئی چیز مانگتا ہے اور وہ اسے نہیں ملتی تو وہ اسے پھر مانگتا ہے اور اس کے مانگنے میں جھگڑتا ہے اور شیطان جب گناہ کی طرف راغب کرتا ہے اور انسان وہ نہیں کرتا تو شیطان اسے کسی اور گناہ کی طرف راغب کر دیتا ہے چونکہ اس کا مقصد انسان کو گمراہ کرنا ہے۔ خواطر دل اور خواطر ملک قربتِ حق تعالیٰ چاہتے ہیں اور خواطر نفس اور خواطر شیطان قربت حق تعالیٰ سے دور بھاگتے ہیں اور دنیا کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور خواطر مَلَک اور خواطرِ دل سے سکون یا طمانیتِ قلب حاصل ہوتی ہے اور خواطر نفس اور خواطر شیطان سے دل میں گرانی پیدا ہوتی ہے۔ خواطر ملک اور خواطر دل جو کچھ حکم دیتے ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوتا ہے اور خواطر نفس اور خواطر شیطان جو حکم دیتے ہیں وہ شریعت کے خلاف ہوتا ہے۔ ١٨ بزرگان طریقت فرماتے ہیں کہ واردات عام ہیں اور خواطر خاص۔ خواطر میں مطالبہ یا خطاب ہوتا ہے مگر واردات کبھی تصورات کی شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی سرور اور غم والم کی شکل میں، سالک کو چاہیے کہ وہ خواطر اور واردات کو شریعت کی

Marfat.com

کسوٹی پر پرکھے، وہ شریعت کے مطابق ہوں تو عمل کرے ورنہ ترک کردے۔19

ذکر:

فرمان حق ہے فاذ کرونی اذ کر کم (سورہ۲، آیت۱۵۲) کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا، بقول ایک صوفی کے یہ انسان کو سب سے بڑا مقام ملا ہے کہ اللہ میاں اسے یاد کریں، یہ بات اللہ تعالٰی نے کسی بڑے سے بڑے فرشتے کو بھی نہیں کہی، ایک اور جگہ قرآن میں ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سورہ۱۳، آیت۲۸) یعنی اللہ کا ذکر طمانیت قلب عطا کرتا ہے۔ حدیث میں ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ یعنی سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ کسی کے کیا خوب شعر ہیں:

باش تا بر گلِ دلت آید شبنمِ لا الٰہ الّا اللہ
صد ہزاراں گلت شگفتہ کند یک نمِ لا الٰہ الّا اللہ
ہر زمان عیسٰی دگر زاید مریمِ لا الٰہ الّا اللہ

یعنی ٹھہرو تا کہ تمہارے دل کے پھول پر لا الہٰ الّا اللہ کی شبنم ٹپکے، ایک بار لا الہٰ الّا اللہ کہنا ہزاروں پھولوں کو کھلا دیتا ہے، لا الہٰ الا اللہ کی مریم ہر لمحے ایک نئے عیسیٰؑ کو جنم دیتی ہے۔

اہل علم ودانش کی نظر میں ذکر قرآن پاک میں مندرجہ ذیل مفاہیم میں بھی آیا ہے:

(۱) نصیحت وعبرت: انّ فی ذٰلک لذکریٰ (سورہ۳۹، آیت۲۱) (۲) محبت: فاذ کرونی اذ کر کم (سورہ۲، آیت۱۵۲) (۳) سمجھنا: (فہم وادراک) و لقد یسرنا القرآن للذکر (سورہ۵۴، آیت۱۷) (۴) اطاعت: ومن اعرض عن ذکری (سورہ۲۰، آیت۱۲۴) قرآن کریم: انا نحن نزلنا الذکر (سورہ۱۵، آیت۹) علم: فسئلوا اھل الذکر (یعنی اہلِ علم) (سورہ۲۱، آیت۷)______

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ خدا بندے کے ساتھ چار چیزوں سے مخاطب ہوتا ہے: بدن سے، دل سے، مال سے، اور زبان سے۔ اگر بندہ صرف جسمانی طور پر خدا کی عبادت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے تو بے سود ہے، قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی جب ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں کوئی اور نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنا بہتر ہے لیکن لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے ذکر کرنے کے بجائے ذکرِ خفی کرے۔ ذکر سے اطمینان قلب اور یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک ذکر کی بڑی اہمیت ہے کہ اسی سے سالک کو حال مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ ذکر سے دو چیزیں مقصود ہیں: ایک مواد فاسدہ کو دور کرنا، دوسرے خیر کو جذب کرنا۔ کلمۂ لا الہ الا اللہ

Marfat.com

نفی کے اعتبار سے مواد فاسدہ کو دور کرتا ہے اور اثبات کے اعتبار سے خیر وصلاح کو جذب کرتا ہے۔ حقیقت ذکر یہ ہے کہ انسان غیر خدا کو بھول جائے اور صرف خدا ہی کو یاد رکھے ـــــــ تصوف میں ذکر کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

ذکرِ لسانی: وہ ذکر جو زبان سے کیا جاتا ہے، اسے ذکر ناسوتی بھی کہتے ہیں، ذکرِ جلی بھی اور ذکرِ جہری بھی

ذکرِ قلبی: وہ ذکر جو قلب سے کیا جائے، اسے ذکرِ ملکوتی بھی کہتے ہیں، اسے ہی مراقبہ بھی کہتے ہیں، ذکرِ روحی روح کی زبان سے، ذکرِ سری نور کی زبان سے، ذکرِ خفی ذات کی زبان سے کیا جاتا ہے۔ بعض صوفیہ نے ذکرِ قلبی کو بھی ذکرِ خفی کہا ہے۔

ذکرِ نفسی: تصور عقلی سے مقصود اصلی کی جانب بڑھنا، اسے فکر بھی کہتے ہیں

ذکرِ روحی: حق کا بحوالہٗ اسماوصفات مشاہدہ کرنا، اسے ذکرِ جبروتی اور مشاہدہ بھی کہتے ہیں

ذکرِ لاہوتی: ذات حق کی تجلیات کا قلب پر چمکنا، اسے ذکرِ سری اور معائنہ بھی کہتے ہے۔

صوفیہ ذکر کی مندرجہ ذیل صورتیں بھی بتاتے ہیں:

(۱) ذکرِ نفی واثبات لا الہ الا اللہ کا ذکر (۲) ذکر اسم ذات اللہ کا ذکر

(۳) ذکرِ ملکوتی الا اللہ کا ذکر (۴) ذکر جبروتی اللہ ھو کا ذکر

(۵) ذکرِ لاہوتی ھو ھو کا ذکر

صوفیہ میں ذکر کی اور بہت سی انواع رائج ہیں مثلاً ذکرِ حدادی، ذکرِ قلندری، ذکر مکاشفہ وغیرہ۔ ذکرِ حدادی میں لا الہ الا اللہ کی ضرب دوزانو کھڑے ہوکر دل پر لگائی جاتی ہے۔ ذکرِ قلندری میں اللہ ہو کی ضرب دل پر لگائی جاتی ہے اور ذکر مکاشفہ میں یا ھو یا من ھو یا من لا الہ الا ھو. یا۔ یاھو یا من لیس لہ الا ھو. یا۔ یاھو یا من ھو یا من لیس لہ الا ھو کا ورد ایک خاص طریقے سے کیا جاتا ہے ـــــــ ایک ذکرِ چہار ضربی بھی ہے، جس میں لا الـــہ ایک سانس میں تین بار بائیں جانب سے دائیں جانب سر جھٹکتے ہوئے کہتے ہیں اور چوتھی بار الا اللہ کہتے ہوئے سر کو بائیں جانب یعنی دل پر جھٹکتے ہیں اور یوں قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔

صوفیہ عام طور پر لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی اللہ ھو کا ورد کرتے ہیں، اس طرح کہ اللہ کہتے ہوئے سر کو دائیں جانب جھٹکتے ہیں اور ھو کہتے ہوئے سر کو بائیں جانب قلب کی طرف جھٹکتے ہیں، گویا یوں وہ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔ حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ کا قول ہے

Marfat.com

کہ الذکر نسیان ماسواہ یعنی ذکرِ خدا کے سوا ہر چیز بھول جانے کو کہتے ہیں۔ صرف اللہ اللہ کے ذکر کو صوفیہ زیادہ پسند کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (یعنی اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو) (سورہ ۷۳، آیت ۸) بعض صوفیہ لفظ اللہ کو اسم اعظم کہتے ہیں، بعض لا الـٰـہ الا اللہ کو ذکرِ کبیر، اللہ کو ذکرِ اکبر اور ھو کو ذکرِ اعظم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو ارشاد فرمایا قل اللہ ثم ذرھم (سورہ ۶، آیت ۹۲) اللہ کہو پھر انہیں یعنی کفار کو چھوڑ دو ــــــــ کسی شخص نے حضرت عثمان حیریؒ سے کہا کہ زبان سے تو ذکر خدا کرتا ہوں لیکن دل اس کا ساتھ نہیں دیتا، فرمایا خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہارا ایک عضو تو مطیع خدا ہوگیا، ہوسکتا ہے کہ جلد ہی دوسرے عضو یعنی دل کو بھی ہدایت مل جائے ــــــــ ذکر تسبیح پر بھی کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ تسبیح کی روایت سب سے پہلے ابوالحسن نوریؒ (قرن سوم) نے قائم کی تھی۔ عام خیال یہ ہے کہ تسبیح کی روایت ہندوستان سے تصوف میں آئی ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ محبت کے چار مقامات کے مطابق ذاکرین کی بھی چار قسمیں ہیں۔ محبت کا مقام اول میل ہے، مقام دوم ارادت ہے، مقام سوم خود محبت ہے اور مقام چہارم عشق ہے۔ مقام میل میں ذاکر کی زبان پر ذکرِ حق ہوتا ہے لیکن اس کا دل بازارِ دنیا میں لگا ہوا ہوتا ہے، مقام ارادت میں ذاکر تکلف کے ساتھ غائب دل کو حاضر کر لیتا ہے، مقام محبت میں ذکر دل پر غالب ہو جاتا ہے اور بلا تکلف دل سے ذکر جاری رہتا ہے، مقام عشق میں مذکور یعنی حق تعالیٰ ذاکر کے دل پر غالب ہو جاتا ہے، عشق کسی کی شرکت برداشت نہیں کرتا سو دل کو ماسوا کے خیال سے خالی کر دیتا ہے ــــــــ حضرت سعید ابن المسیبؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ وہ کونسی حلال چیز ہے جس میں حرام نہیں اور وہ کونسی حرام چیز ہے جس میں حلال نہیں۔ فرمایا ذکر اللہ حلال لیس فیہ حرام و ذکر غیرہ حرام لیس فیہ حلال. یعنی اللہ کا ذکر حلال ہے، اس میں حرام نہیں، غیر اللہ کا ذکر حرام ہے، اس میں حلال نہیں۔[۲۰]

خاموشی:

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی ایک جماعت خاموشی کو کلام سے بہتر سمجھتی ہے اور ایک دوسری جماعت کلام کو خاموشی سے افضل جانتی ہے۔ کلام دو قسم کا ہوتا ہے اور خاموشی بھی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک کلام کی بنیاد حق پر اور دوسرے کی باطل پر ہوتی ہے، اسی طرح ایک خاموشی مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دوسری غفلت پر مبنی ہوتی ہے۔ کلام یا خاموشی کے وقت ہر شخص کو اپنا جائزہ لینا چاہیے، اگر کلام کی بنیاد حق پر ہے تو کلام خاموشی سے بہتر ہے ورنہ خاموشی کلام سے بہتر ہے، اسی طرح اگر خاموشی مقصود حاصل ہونے اور

Marfat.com

مشاہدہ کی وجہ سے ہے تو کلام سے بہتر ہے اور اگر یہ حجاب اور غفلت کی وجہ سے ہے تو گفتگو بہتر ہے۔ جن کی خاموشی حیا کی وجہ سے ہو ان کا کلام دلوں کے لئے پیغام زندگی ہوتا ہے کیونکہ وہ عالم مشاہدہ میں بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گفتار بے دیدار ذلت وخواری ہے۔ جب وہ اپنے آپ میں ہوتے ہیں تو خاموشی کو کلام سے بہتر سمجھتے ہیں اور جب وہ مشاہدہ میں گم ہوں تو لوگ ان کے کلام کو حرز جان بنا لیتے ہیں، جب یہ حضرات خاموش ہوتے ہیں تو ان کا سکوت سونا ہوتا ہے اور جب کلام کرتے ہیں تو ان کا کلام سونا بنانے کا نسخۂ کیمیا ہوتا ہے ـــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ خاموشی حکمت کی زبان ہے۔ کسی صوفی کا قول ہے کہ جو اپنی خاموشی سے فائدہ نہیں پاتا، لوگوں کو بھی اس کے کلام سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ صوفی کیلئے خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے اور بولنے کی شرط یہ ہے کہ سوائے حق کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ غرض اس کا کلام اور اسکی خاموشی حکم حق کے مطابق ہو، جو شخص حق بات کہنے کے وقت خاموش رہے صوفیہ اسے گونگا شیطان کہتے ہیں ـــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ دعویٰ بغیر حقیقت کے منافقت ہے اور حقیقت بغیر دعویٰ کے اخلاص ہے، جنیدؒ کا قول ہے کہ جس کو حق کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

بقول حضرت نجم الدین کبریٰؒ خاموشی کے بہت سے فائدے ہیں جن میں اہم یہ ہیں: (۱) جب انسان کی ظاہری زبان خاموش ہوتی ہے تو دل کی زبان بولنے لگتی ہے۔ (۲) جب انسان خاموش ہوتا ہے تو اس سے فرشتے کلام کرتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ ہے **ان الحق ینطق علیٰ لسان عمرو قلبه** (۳) ایک مثل مشہور ہے کہ اگر بولنا چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے (۴) انسان خاموشی میں زکریا علیہ السلام سے مشابہت پیدا کرتا ہے (۵) خاموشی میں انسان حضرت مریمؑ سے مشابہت پیدا کرتا ہے کہ قرآن پاک میں ہے **انی نذرت للرحمن صوماً فلن اکلم الیوم انسیا** (سورہ۱۹، آیت۲۶) جب مریمؑ نے خاموشی اختیار کی تو حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جب کہ ابھی وہ بچہ ہی تھے بولنا سکھا دیا اور انہوں نے فرمایا **انی عبدالله،** (سورہ۱۹ آیت۳۰) جب انسان لغو باتیں بولنے سے خاموش ہو جاتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کے دل کا عیسیٰ گفتگو کرنے لگے۔ (۶) جب انسان خاموش ہوتا ہے تو حکمت کے خزانے اس پر کھل جاتے ہیں۔ [۲۱]

حیا:

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ حیا ایمان کی نشانی ہے، حیا کی ایک قسم حیائے جنایت ہے جو کہ حیائے آدمؑ ہے، جب آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ کھا کر خدا کی نافرمانی کی تو شرم سے

Marfat.com

خود کو چھپاتے تھے تو خدا نے فرمایا کہ اے آدم ہم سے بھاگتے ہو! فرمایا نہیں اے خدا! میں تجھ سے شرم کرتا ہوں، دوسری حیائے تقصیر ہے کہ فرشتے حیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم تیری عبادت جیسا کہ اس کا حق ہے نہ کر سکے، تیسری حیائے اجلال ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے پروں سے خود کو حیائے جلال خداتعالیٰ کی وجہ سے چھپائے رکھتے ہیں ____ اردشیر العبادیؒ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حیا ایمان کے درخت کی ایک شاخ ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ شرم سالک کے لیے کوتوال کی طرح ہے اور طالب کے دل کے لیے واعظ کی مانند ہے۔ حقیقت شرم یہ ہے کہ بندہ آنکھوں کو نامحرم کے دیکھنے سے، کانوں کو غلط بات سننے سے، زبان کو جھوٹ بولنے سے، دل کو غفلت سے، ہاتھ کو حرام چیزیں لینے سے، پاؤں کو نامناسب جگہوں پر جانے سے، پیٹ کو حرام لقموں سے اور بدن کو خواہشات نفسانی سے محفوظ رکھے ____ حضرت عثمان غنیؓ حیا کے زیور سے مزین تھے، اس لیے تمام صحابہؓ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور حضرت رسول پاک ﷺ بھی اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا لحاظ و پاس کرتے تھے، ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ کہتے ہیں کہ حیا دل کو گستاخی سے دور رکھنے کا نام ہے۔ عزالدین کاشانیؒ کہتے ہیں کہ حیا سے مراد یہ ہے کہ بندے کے باطن پر اس بات سے ہیبت طاری ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ اس کے اعمال پر مطلع ہیں اور اس کی دو اقسام ہیں: ایک حیائے عام ہے دوسری حیائے خاص۔ حیائے عام اہل مراقبہ کی صفت ہے کہ ان کا دل اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر مطلع ہے اپنے گناہوں اور لغزشوں پر ہیبت زدہ رہتا ہے اور ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، حیائے خاص اہل مشاہدہ کی حقیقت ہے کہ ان کی روح حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ہیبت زدہ رہتی ہے اور اس نوع کی حیا حیائے اسرافیل علیہ السلام ہے، یہ حیا احوال میں سے ہے اور حیائے عام جو اہل مراقبہ کی صفت ہے وہ مقامات میں سے ہے۔

ملا جلال الدین دوانیؒ کہتے ہیں کہ حیا سے مراد یہ ہے کہ نفس کا بُرے اعمال کے ارتکاب سے اس خیال سے بچنا کہ لوگوں کی مذمت کا مستحق نہ ہو۔ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ حیا تمام تر خیر ہے ____ ملا حسین واعظ کاشفیؒ کہتے ہیں کہ حیا عالم میں نظم و ضبط کی بنیاد ہے، اگر صفت حیا درمیان سے اٹھ جائے اور کسی کو کسی کی شرم نہ ہو تو دنیا کا نظم و ضبط تباہ ہو جائے اور مخلوق کی بھلائی ختم ہو جائے، یہ صفت حیا ہی ہے جو انسان کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ جو چاہے کرے ____ حیا کی ایک قسم حیائے گناہ ہے یعنی گناہ گار اپنے گناہ پر شرم کرتا ہے۔ حیا کی دوسری قسم حیائے کرم ہے کہ کریم شرم رکھتا ہے کہ مانگنے والا اسکے سامنے سے نامراد نہ لوٹے۔ حیا کی تیسری قسم حیائے ادب ہے کہ ایک عمل جس کا ارتکاب شریعت اور عقل کے مطابق ممنوع تو نہ

Marfat.com

ہو لیکن حیائے ادب اس کے ارتکاب میں مانع ہو جیسا کہ کہتے ہیں کہ نوشیروان اس کمرے میں جس میں نرگس کے پھول رکھے ہوتے تھے، خواتین اور کنیزوں سے مباشرت نہیں کرتا تھا، حیائے اکرام یہ ہے کہ کسی پر مہربانی کر کے اس کے ذکر سے شرم کرنا، حیائے استحقار، کسی حقیر سی بات کے ذکر سے شرم کرنا ______ حضرت رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے حیا کرنے کا پورا حق وہ شخص ادا کرتا ہے جو اپنے سر کی اور جو کچھ اس میں موجود ہے یعنی عقل و دانش اس کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے اور اسی طرح اپنے پیٹ کی حفاظت کرتا ہے، موت کو یاد کرتا ہے اور اپنی آخرت بہتر بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اور زینت دنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ اس حیا کا تعلق مقامات سے ہے یہ حیائے عام ہے۔ حیائے خاص وہ ہے جس کا تعلق احوال سے ہے جیسا کہ حضرت عثمان غنیؓ کا قول ہے کہ میں جب تاریک جگہ پر بھی غسل کرتا ہوں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں۔ ۲۲

خوف:

فرمان حق ہے فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مومنين (سورہ ۳، آیت ۱۷۵) تم شیطانوں سے مت ڈرو، مجھ سے یعنی اللہ سے ڈرو۔ حضرت رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے راس الحكمة مخافة الله یعنی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف حکمت کا سرچشمہ ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ خائف وہی ہے جو اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال سے خوف کھائے، کیونکہ خدا کا خوف انسان کو دوسرے ہر قسم کے خوف سے بچالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولقد وصينا الذين اوتوا الكتاب من قبلكم واياكم ان اتقوا الله (سورہ ۴، آیت ۱۳۱) ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو اور تم کو یہ ہدایت کی کہ اللہ سے ڈرو۔ بزرگان دین کہتے ہیں کہ یہ آیت قطب القرآن ہے اور تمام معاملات کا مدار اسی تقویٰ پر ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے انما يخشى الله من عبادهِ العلماء (سورہ ۳۵، آیت ۲۸) یعنی اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبان علم ہیں۔ ایک اور جگہ ہے رضى الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشى ربه (سورہ ۹۸، آیت ۸) یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں ____ حضرت یحییٰ معاذؒ کا قول ہے کہ طالبین کی سب سے بڑی منزل خوف ہے اور واصلین کی سب سے بڑی منزل حیا ہے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے، عبادت کی زینت خوف ہے اور خوف کی علامت آرزوؤں کو کم کرنا ہے۔ کسی نے پوچھا تھا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ کون امن میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ جو آج سب سے زیادہ ڈرتا ہے۔ ۲۳

Marfat.com

رجا:

فرمانِ حق ہے لا تقنطوا من رحمة الله (سورہ ۳۹، آیت ۵۳) یعنی اللہ کی رحمت سے تم ناامید مت ہو، اردشیر العبادی فرماتے ہیں کہ سالکین کے لیے ان دو راہنماؤں کی ضرورت ہے، ایک مکر حق (یعنی قہر حق) سے خوف اور ایک کرم خداوندی سے امید۔ خداوند تعالیٰ کے ان دونوں اوصاف یعنی قہر ولطف کا ذکر قرآن میں باہم آیا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ حق ہے۔ غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب (سورہ ۴۰، آیت ۳) انی انا الغفور الرحيم وان عذابی هو العذاب الاليم (سورہ ۱۵، آیات ۴۹، ۵۰) يدعون ربهم خوفاً وطمعاً ومما رزقنٰهم ينفقون. (سورہ ۳۲، آیت ۱۶) _____ شقیق بلخیؒ کہتے ہیں کہ طاعت حق کی بنیاد تین چیزیں ہیں: خوف، رجا اور محبت، _____ خوف کی نشانی یہ ہے کہ بندہ برائیوں کو ترک کر دے اور رجا کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ طاعت حق میں مصروف رہے اور محبت کی علامت یہ ہے کہ ہروقت اللہ تعالیٰ کی طرف قلب کو رجوع رکھے _____ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک گناہ گار ایک زاہدِ وقت کے پاس گیا اور اپنے گناہوں کا حال بیان کیا اور پوچھا کہ اے زاہد وقت! میری عاقبت کیسی ہوگی؟۔ اس نے کہا کہ تم سیدھے دوزخ میں جاؤ گے۔ اس زمانے کے پیغمبر کو وحی آئی کہ اس زاہد سے کہو کہ میرے بندوں کو میری رحمت سے کیوں ناامید کرتے ہو؟ تمہیں کیا خبر کہ میں اس کے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟ پس مومن بندے کو چاہیے کہ ہمیشہ وہ خوف ورجا کے درمیان برزخ پر قیام کرے، جنت کو امید کی نظر سے اور دوزخ کو خوف کی نظر سے دیکھے، اللہ کے کرم پر امید رکھے اور اللہ کے مکر (یعنی قہر) سے ڈرتا رہے۔ پس توحید پرست صاحب رجا وہ شخص ہے کہ عمل کرے لیکن اعتماد کرم خداوندی پر کرے۔ خوف خدا سے ہو دشمنوں سے نہ ہو اور امید خدا کی رحمت پر ہو نہ کہ دوستوں کی مدد پر کہ تمام مخلوقات خدا عاجز، کمزور اور مجبور محض ہیں، کوئی کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے، پس مخلوقات کی بارگاہ کو چھوڑ کر آستانہ حق پر سجدہ ریز ہونا چاہیے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

رجا تین قسم کی ہے، آدمی نیکی کرے اور امید رکھے کہ وہ نیکی قبول کی جائے گی، آدمی گناہ کرے اور پھر توبہ کرے اور امید رکھے کہ اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ تیسری رجا کاذب ہے کہ آدمی گناہ کرے اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے _____ ابراہیم اطروشؒ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں معروف کرخیؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جوانوں کی ایک ٹولی دریائے دجلہ میں ایک کشتی میں ناچ گا رہی تھی اور شراب پی رہی تھی۔ معروف کرخیؒ سے لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کھلم کھلا گناہ کر رہے ہیں، ان کے لیے بددعا کیجئے۔ انہوں نے ہاتھ

Marfat.com

اٹھائے اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ جس طرح دنیا میں تو نے انہیں خوش رکھا ہے، آخرت میں بھی خوش رکھ۔ لوگوں نے کہا انہیں بددعا دیجئے کہ یہ بدکردار ہیں، فرمایا ان لوگوں کی آخرت بھی تب ہی اچھی ہوگی جب انہیں دنیا میں توبہ کی توفیق ملے گی۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے دل میں اللہ کا خوف رکھو اور کبھی اس کے عذاب سے بے خوف نہ رہو اور اس کے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھو۔ فرزند لقمان نے کہا میں یہ کیسے کرسکتا ہوں کہ میرے سینے میں تو ایک دل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ مرد مومن کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں، ایک دل سے وہ خوف کرتا ہے اور دوسرے سے امید رکھتا ہے، کیونکہ دونوں کا تعلق ایمان سے ہے۔ کہتے ہیں کہ صالح عبدالکریمؒ نے کہا کہ رجا اور خوف دل میں دو نور ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ان دونوں نوروں میں سے کونسا روشن تر ہے؟ انہوں نے کہا رجا یعنی امید۔ جب یہ بات ابوسلیمان دارائیؒ سے کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ خوف رجا سے بہتر ہے کہ خوف سے تقویٰ، نماز، روزہ اور دوسری عبادات قائم ہیں، رجا سے یعنی امید سے قائم نہیں، جب امید خوف پر غالب آجائے تو دل میں فساد پیدا ہوجاتا ہے، جس دل میں خوف نہ رہے وہ دل برباد ہوجاتا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہؒ کا قول ہے کہ برائیوں سے بچنے کا نام خوف ہے اور احکامات حق کو بجالانے کا نام رجا ہے۔ ۲۴

احمد بن عاصم انطاکیؒ کا قول ہے کہ خوف کی علامت گریز ہے اور رجا کی علامت طلب ہے، جو صاحب رجا طلب نہ رکھے وہ جھوٹا ہے اور جو صاحب خوف گریز نہ رکھے وہ کذاب ہے۔ عبداللہ خبیقؒ کا قول ہے کہ سب سے مفید خوف وہ ہے کہ جو تجھے گناہ سے باز رکھے اور سب سے مفید رجا وہ ہے کہ جو تجھ پر طاعت حق کو آسان کردے، حضرت ابوعثمان حیریؒ کا قول ہے کہ خوف اللہ تعالیٰ کے عدل سے پیدا ہوتا ہے اور رجا اس کے فضل سے، انہی کا قول ہے کہ سعادت کی نشانی یہ ہے کہ تم مطیع حق رہو اور اس کا خوف رہے کہ تم مردود نہ ہو جاؤ کیونکہ شقاوت کی نشانی یہ ہے کہ تم گناہ کرو اور امید اس کی رکھو کہ مقبول بارگاہ حق ہو جاؤ گے۔ حضرت ابوعثمان مغربیؒ کا قول ہے کہ جو شخص خوف کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے وہ ایک دم ناامید ہوجاتا ہے اور جو امید کے گھوڑے پر سوار ہوجاتا ہے وہ کاہل ہوجاتا ہے۔ اصلی ایمان بین رجا و خوف ہے۔ شیخ ابوعلی رودباریؒ فرماتے ہیں خوف اور رجا پرندے کے دو بازوؤں کی طرح ہیں۔ جب دونوں بازو برابر ہوتے ہیں تو پرندہ پرواز کرتا ہے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ خوف نر ہے، رجا مادہ ہے اور ان دونوں کا بیٹا ایمان ہے۔ ۲۵

Marfat.com

نفس، قلب، روح، سر:

نفس، قلب، روح اور سر اگرچہ احوال میں شامل نہیں لیکن احوال سے متعلق ضرور ہیں، کہ تمام احوال یا روحانی تاثرات نفس، قلب، روح اور سر سے وابستہ ہیں، اس لئے تصوف کے حوالے سے ان کے بارے میں توضیحات ذیل میں دی جاتی ہیں۔

نفس کی یوں تعریف کی جاتی ہے کہ جو مجرد ہے، مادہ سے بے نیاز ہے، لیکن اپنے فعل میں مادہ کا محتاج ہے۔ نفس سے مراد بدن، جان، قلب، ضمیر اور انسان بھی ہے (نفس کی جمع نفوس بھی ہے اور انفس بھی) نفس کسی چیز کی ذات یا حقیقت کو بھی کہتے ہیں جیسے نفس الامر کہا جاتا ہے یعنی حقیقت الامر، اسی طرح نفس کلیہ بھی ہے جو تمام اشیا کی حقیقت ہے یا یوں کہئے کہ کائنات کی حقیقت ہے یا فطرت ہے۔

صوفیہ نفس سے مراد عام طور پر اوصاف بندہ یا بندے کے برے افعال واخلاق بھی لیتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہیں: ایک کسبی ہیں یعنی جو عمل سے متعلق ہیں جیسے گناہ کرنا، مخالف شریعت کام کرنا، دوم فطری، کہ کسی کی فطرت ہی بد ہو۔ اہل تصوف وحکمت کی نظر میں نفس کی تین قسمیں ہیں: (۱) نفس امّارہ (۲) نفس لوّامہ (۳) نفس مطمئنہ۔ نفسِ امارہ یعنی وہ نفس جو حکم چلاتا ہے، امّارہ لفظ امر (حکم) سے مبالغے کا صیغہ ہے یعنی بہت حکم کرنے والا اور اس آیت سے ماخوذ ہے ان **النفس لا مارة بالسوء** (سورہ ۱۲، آیت ۵۳) ______ نفسِ لوّامہ وہ نفس ہے جو اپنے اوپر ملامت کرے گویا ضمیر انسانی ہے، یہ اس آیت **لا اقسم بالنفس اللوامه** (سورہ ۷۵، آیت ۲) سے ماخوذ ہے۔ نفس مطمئنہ اس آیت سے ماخوذ ہے۔ **یاَیتها النفس المطمئنه** (سورہ ۸۹، آیت ۲۷) یعنی وہ نفس جو اطمینان سے بہرہ ور ہے، اسے ہی نفسِ راضیہ، نفسِ مرضیہ اور نفسِ ملکی بھی کہا جاتا ہے، ایک نفس ناطقہ بھی ہے اور نفسِ ناطقہ سے عقلِ انسانی مراد لی جاتی ہے ______ اہل فلسفہ کی نظر میں ایک نفس بہیمی بھی ہے اور ایک نفسِ سبعی بھی۔ بہیمہ کے معنی حیوان کے ہیں اور سبع کے معنی درندے کے ہیں یعنی نفسِ بہیمی وہ ہے جو حیوانوں کی طرح کھانے پینے ہی کو زندگی کا مقصد سمجھے، اسے قوت شہوی بھی کہا جاتا ہے، نفس سبعی وہ ہے جو درندے کی طرح دوسروں پر غلبہ پاتے یا دوسروں کو آزار پہنچانے کی صفت رکھتا ہے، اسے قوت غضبی بھی کہا جاتا ہے ______ صوفیہ کی نظر میں ایک نفسِ زکیہ یا نفسِ مزکی بھی ہے جو تزکیہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نفس ملھمہ بھی ہے۔ نفس ملھمہ ان آیات سے ماخوذ ہے۔ **و نفس و ما سوّاها فالهمها فجورها و تقواها** (سورہ ۹۱، آیات ۷، ۸) یعنی قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو سنوارا اور پھر اس کی بدکرداری اور پرہیز گاری کا اُس کو القا کیا ______ نفس تمام

Marfat.com

صفات ذمیمہ کا حامل ہے، حدیث میں ہے۔ اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک، (سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دو پہلوؤں کے درمیان ہے)۔ نفس سے یہ تین صفات خاص طور پر منسوب کی جاتی ہیں: (۱) خواہش و ہوا کی پرستش (۲) منافقت وریاکاری (۳) تفاخر و تکبر، تصوف میں ان صفات بد سے بچنے کے لئے ریاضت نفس کے طریقے موجود ہیں، جن پر عمل کر کے ایک انسان نہ صرف ایک اچھا انسان بن سکتا ہے بلکہ صوفی کامل بھی بن سکتا ہے، صوفیہ نفس انسانی کو بقرہ (گائے) بھی کہتے ہیں اور جب یہ بقرہ یا نفس مجاہدہ اور ریاضت سے پاک ہو جاتا ہے تو اسے "بُدنہ" کہتے ہیں، بُدنہ قربانی کے اونٹ کو کہتے ہیں۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ قیامت کے روز تمام نفوس نفسِ لوامہ ہونگے کہ اگر طاعت کی تو زیادہ کیوں نہ کی اور اگر گناہ کئے تو کیوں کئے ____ صوفیہ کی نظر میں نفس، قلب اور روح بنیادی طور پر تینوں ایک ہیں لیکن اعتبار کے لحاظ سے مختلف ہیں، اس اعتبار سے کہ زندگی کی بنیاد ہے اسے روح کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب ترقی کرتا ہے قلب ہے اور اس اعتبار سے کہ تدبیر بدن کرتا ہے نفس کہلاتا ہے۔ تصوف میں ان تینوں کا اپنا اپنا روحانی طریقہ ہے، نفس کے لئے شریعت ہے، دل یا قلب کے لئے طریقت ہے اور روح کے لئے حقیقت ہے، منصور حلاجؒ نے اپنے مرید سے کہا تھا کہ اپنے نفس کو قابو کر لو اس سے پہلے کہ وہ تمہیں اپنے قابو میں کر لے۔ حدیث میں ہے اذا اراد اللہ لعبدہ خیراً ابصرہ، بعیوب نفسہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے نیکی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اپنے نفس کے عیوب کو دیکھنے والا بنا دیتے ہیں۔ من عرف نفسہ، فقد عرف ربہ (یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)۔

قلب کے معنی دل کے بھی ہیں، عقل کے بھی، اور لشکر کے درمیانی حصہ کو بھی قلب کہا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام کی نظر میں قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرّد ہے اور روح اور نفس انسانی کے مابین یا درمیان میں ہے۔ روح اس کا باطن ہے اور نفس حیوانی اس کا ظاہر ہے۔ قلب ایک آئینہ کی طرح ہے جس میں تجلیات الٰہی، اسرارِ خداوندی کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ قلب یا دل عرش خداوندی بھی ہے کہ آفاق (کائنات) میں عرش پر اور انفس (ذات انسانی) میں قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کا مقام و مستقر ہے۔ حدیث میں ہے "قلب المومن عرش اللہ" صوفیہ کی نظر میں قلب انسانی عرش سے برتر ہے، خاص طور پر اس حوالے سے کہ ظہورات رحمانی بہ نسبت عرش کے دل پر زیادہ ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ لایسعنی ارضی ولاسمائی بل یسعنی قلب عبدی المومن.

صوفیہ کی نظر میں قلب یا دل کے مختلف پہلو ہیں۔ (۱) صدر یا سینہ جو اسلام سے وابستہ ہے۔ آیت

Marfat.com

افمن شرح الله صدره للاسلام (سورہ ۳۹، آیت ۲۲) یعنی جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، اس پر شاہد ہے اور (۲) قلب جو ایمان سے وابستہ ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه، في قلوبكم (سورہ ۴۹، آیت ۷) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اسکو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا ____ (۳) فواد جو معرفت سے وابستہ ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے، ماكذب الفؤاد مارای یعنی جو وحی نازل فرمائی تھی اس کے حوالے سے قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی (سورہ ۵۳، آیت ۱۱) ____ (۴) لُب یا عقل جو توحید کا مقام ہے اور یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ ان في خلق السموٰت ____ اولی الالباب بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے (سورہ ۳، آیت ۱۹۰)۔ بعض عارفین کی نظر میں قلب تین قسم کے ہیں: (۱) قلبِ منیب، (۲) قلبِ شہید، (۳) قلبِ سلیم۔ قلبِ منیب اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ من خشي الرحمن بالغيب و جاءَ بقلب منيب (سورہ ۵۰، آیت ۳۳)۔ قلبِ شہید وہ جو زندہ بھی ہے اور (حضورِ حق میں) حاضر بھی ہے اس آیت کے مطابق لمن كان له، قلب او القى السمع وهو شهيد (سورہ ۵۰، آیت ۳۷)۔ قلبِ سلیم دونوں جہان سے منہ موڑ کر اللہ کا ہو جاتا ہے، اس آیت کے مطابق اذ جاء ربه بقلب سليم (سورہ ۳۷، آیت ۸۴) ____ صوفیہ کہتے ہیں کہ نفس روح کا قید خانہ ہے اور دنیا نفس کا قید خانہ ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کہتے ہیں کہ روح کی صفت عقل ہے، نفس کی صفت خواہش یا ہوا ہے، اور جسم کی صفت حس ہے۔

روح قرآن کے الفاظ میں امرِ ربی ہے۔ و يسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربيّ. (سورہ ۱۷، آیت ۸۵) روح وہ ہے جس کے آنے سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اور جس کے نکل جانے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ روح نباتی بھی ہے، روح حیوانی بھی ہے اور روح انسانی بھی ہے، اور روح الارواح، روح القدس اور روح الامین کی تراکیب بھی صوفیانہ ادب میں مستعمل ہیں۔ روح القدس اور روح الامین سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہیں اور روح القدس عیسائی مذہب میں اقانیم ثلاثہ (یعنی باپ (خدا) بیٹا (حضرت عیسٰیؑ) اور روح القدس (فرشتہ جو حضرت مریمؑ کے پاس آیا) میں سے ایک اقنوم ہے۔ روح ایک مجرد جوہر ہے جو بدن کو زندگی بخشتا ہے، عالم غیب سے ہے، وہ نہ ظاہر ہے، نہ معقول ہے، نہ محسوس ہے، نہ داخل بدن ہے، نہ خارج بدن ہے، نہ بدن سے متصل ہے، نہ منفصل ہے، اس کی نسبت بدن سے ایسی ہی ہے جیسی حق کی عالم سے ہے، اسے فلسفی نفسِ ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ صوفیہ کی نظر میں لطائف ستہ (یعنی جسم انسانی کے چھ لطیف مقامات) یہ ہیں:

Marfat.com

نفس، قلب، روح، سِر، خفی، اخفی، صوفیہ کی نظر میں ان قرآنی آیات سے ماخوذ ہیں و نفس وما سواھا (سورہ۹۱، آیت۷) ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ، قلب (سورہ۵۰، آیت۳۷) ونفخت فیہ من روحی، (سورہ۱۵، آیت۲۹) فانہ یعلم السر و اخفی (سورہ۲۰، آیت۷)______ صوفیہ کہتے ہیں کہ روح قلب سے لطیف تر ہے اور سِر روح سے لطیف تر ہے، قلب معرفت کا مقام ہے، روح محبت کا مقام ہے اور سِر مشاھدہ کا مقام ہے______ صوفیہ کی نظر میں نفس انسانی میں قلب ہے، قلب میں روح ہے، روح میں سِر ہے، سِر میں خفا ہے، خفا میں اخفٰی اور اخفٰی میں انا ہے______ یہ انا ذات حق کی انانیت کا پرتو ہے۔ اس پر قابو پانا تصوف کا سب سے بڑا مقصد ہے لیکن یہ انا یا خود بینی ذہن انسانی کا وہ کانٹا ہے جو بہت سے پردوں میں پوشیدہ ہے جس کا نکالنا بہت دشوار ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ سب سے آخر میں ریاضت و نفس کشی کے بعد یہ کانٹا نکلتا ہے۔ اسی حوالے سے صوفیہ مرید کو کئی سال تک ریاضت و نفس کشی کراتے ہیں۔ جیسے حضرت جنیدؒ نے حضرت شبلیؒ کو مختلف طریقوں سے کئی سال تک ریاضت و نفس کشی کرائی تھی جس کا ذکر ریاضت و مجاہدہ سے متعلق باب میں ہو چکا ہے، یوں صوفیہ مرید کو ایک اچھا انسان بنانے کے لئے اس کے ذہن سے انانیت یا خود بینی کو ختم کرتے ہیں، اس کے چار مراحل ہیں: تزکیہ، تصفیہ، تجلیہ اور تخلیہ یعنی نفس کو ذمائم (گناہوں) سے پاک کرنا تزکیہ ہے، قلب کو برے خیالات سے صاف کرنا تصفیہ ہے، روح کو اخلاق نیک سے آراستہ کرنا تجلیہ ہے اور سِر کو ماسوا اللہ سے پاک کرنا یا خالی کرنا تخلیہ ہے۔

مقامات صوفیہ

صوفیہ اس آیت قرآنی ومامنا الالہ مقام، معلوم (سورہ۳۷، آیت۱۶۴) (یعنی ایسا کوئی نہیں جس کیلئے مقام مقرر نہ ہو) سے مقام یا مقامات کے بارے میں استشہاد کرتے ہیں۔ اسی حوالے سے صوفیہ یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں: ذٰلک لمن خاف مقامی وخاف وعید یعنی یہ مقام و مرتبہ اس شخص کیلئے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے (سورہ۱۴، آیت۱۴)۔ تصوف میں مقام سے مراد راہ حق میں قائم رہنا ہے اور اس مقام سے متعلق تمام فرائض کو پورا کرنا ہے، مقام سلوک کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو سالک کی استقامت کا محل بن جاتا ہے اور زوال پذیر نہیں ہوتا______ کتاب اللمع فی التصوف میں ابونصر سراجؒ نے تصوف کے سات مقامات کا ذکر کیا ہے، جو یہ ہیں: توبہ، ورع، زہد، فقر، صبر، توکل اور رضا۔ بعض صوفیہ نے ورع و زہد کے ساتھ تقویٰ کا، فقر کے ساتھ قناعت کا ذکر کیا ہے، بعض نے مقامات میں شکر، تسلیم، تفویض، تواضع، سخاوت، صدق و اخلاص کو بھی شامل کیا ہے۔

Marfat.com

مقام توبہ:

صوفیہ کی اصطلاح میں توبہ کو باب الابواب کہتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس وسیلے سے سالک مقام قرب خداوندی پاتا ہے وہ توبہ ہے۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ تمام مقامات کی بنیاد اور تمام احوال کی کنجی ہے[1] ـــــ سالکین کے لئے توبہ سب سے پہلی منزل اور طالبین کیلئے پہلا مقام ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ طالب حقیقت کے قلب کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو پالے یوں توبہ نقص سے کمال، جہل سے علم، کثرت سے وحدت کی جانب سفر کا نام ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور صوفی اس مقام توبہ سے کبھی بے نیاز نہیں ہوتا کہ مبتدی گناہ سے توبہ کرتا ہے اور منتہی کی توبہ خود توبہ سے ہوتی ہے ـــــ توبہ کی پاکیزگی سے تجلیات جلالیہ حاصل ہوتی ہیں اور عبادت کی پاکیزگی سے تجلیات جمالیہ ملتی ہیں، ویسے توبہ احتساب ذات یا شناخت ذات ہی کی ایک صورت ہے ـــــ سالک طریقت جانتا ہے کہ وہ دار کرامت اللہ (یعنی عالم بالا) سے آیا ہے اور دار عبادت اللہ (یعنی دنیا) میں مقیم ہے اور دار جزا اللہ یعنی آخرت میں جائے گا۔[2]

صوفیہ کی نظر میں ہر پیغمبر کا ایک مقام متعین ہے۔ اول مقام توبہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے مخصوص ہے، قرآن پاک میں ہے ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو برگزیدہ کر دیا پھر اس کی طرف توجہ کی اور ہدایت بخشی (سورہ ۲۰، آیت ۱۲۲) ـــــ بقول امام غزالیؒ تصوف کی راہ میں مرید کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ توبہ کرے، سوائے فرشتگان اور مقربین کے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں کہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک کوئی گناہ نہ کرے، اسی طرح ہمیشہ گناہ کرنا شیطانی شیوہ ہے اور توبہ کرنا حضرت آدمؑ کے پوتا ہونے کی نشانی ہے اور توبہ نہ کرنا شیطنت ہے ـــــ توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ ثم تاب علیھم لیتوبوا (سورہ ۹، آیت ۱۱۸) توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اس کو چھوڑ کر پسندیدہ چیزوں کو اختیار کرنا۔ شریعت میں توبہ کے معنی ہیں گناہوں پر نادم ہونا اور یہ ندامت اس لئے ہو کہ خداوند تعالیٰ نے گناہ کرنے سے منع کیا ہے اس لئے نہیں کہ وہ باعث زحمت و تکلیف ہیں۔ شراب پینا گناہ ہے اس لئے نہیں کہ اس سے دردسر پیدا ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ حکم خداوند ہے، اگرچہ یہ بھی ہے کہ شراب اس لئے حرام ہے کہ انسان کے لیے مضر زیادہ ہے مفید کم ہے کہ قرآن کہتا ہے اثمھما اکبر من نفعھما (سورہ ۲، آیت ۲۱۹) ویسے بھی جو چیز حرام ہے وہ انسان کے لیے بالعموم مضر بھی ہے ـــــ بقول ابوالقاسم قشیریؒ توبہ کے لغوی معنی بازگشت یعنی لوٹنا ہیں جسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گناہوں کی دنیا سے

Marfat.com

لوٹنا یا واپس آنا اور پھر گناہوں سے بچنا۳ ــــــ سہل عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمود سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توبہ کے تین معنی ہیں (۱) ندامت (۲) یہ ارادہ کہ آئندہ پھر یہ برائی نہیں کروں گا (۳) ظلم اور دشمنی کو ختم کرنا یعنی دوسروں کے ساتھ جو ظلم یا دشمنی کی تھی اسے مکافات کے ذریعہ سے دور کرنا۴ ــــــ حدیث میں ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا التائب من الذنب کمن لاذنب له و اذا احب اللہ عبداًلم یضرہ ذنب توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتے ہیں تو گناہوں سے اس کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے (سورہ۲، آیت ۲۲۲) کسی نے عرض کی یا رسول اللہؐ توبہ کی علامت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ندامت۔ حضور ﷺ کا ہی فرمان ہے الندم التوبہ ندامت توبہ ہے یعنی ندامت توبہ کی بنیاد ہے۔

تصوف میں توبہ یہ ہے کہ جو چیز محبوب حقیقی کے وصال میں مانع ہو خواہ وہ دنیا کی ہو یا عقبیٰ کی، صوفی اس سے اپنے آپ کو بچائے اور کلی طور پر خدا کی جانب متوجہ ہو جائے یعنی غیر حق کو کلی طور پر نظر انداز کر کے حق کا ہو رہے۔ کہتے ہیں بایزیدؒ خانہ کعبہ گئے، ایک خالی گھر دیکھا سوچا میرا حج نہیں ہوا، کیونکہ ایسے پتھر تو میں بہت دیکھ چکا ہوں۔ دوسری بار گئے تو گھر بھی دیکھا اور گھر کے مالک کو بھی دیکھا پھر بھی یہی سوچا کہ میرا حج نہیں ہوا کیونکہ یہ حقیقت توحید کے خلاف ہے، تیسری بار پھر حج کو گئے صرف گھر کے مالک کو دیکھا گھر غائب تھا، دل میں کہا اے بایزیدؒ اگر اپنے آپ کو نہ دیکھتے تو مشرک نہ ہوتے، چاہے سارے عالم پر تمہاری نظر ہوتی، تم مشرک ہو کیونکہ تمہاری نظر اپنی ذات پر ہے اگرچہ سارے عالم کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ بایزیدؒ فرماتے ہیں میں نے توبہ کی، توبہ سے توبہ کی اور پھر اپنی ذات کو دیکھنے سے توبہ کی، "التوبہ ان یتوب من التوبہ" یعنی توبہ یہ ہے کہ توبہ سے توبہ کی جائے، کے معنی یہی ہیں ــــــ خاصانِ خدا کی نظر میں توبہ یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے منہ موڑ لے ــــــ بقول حضرت ابوالحسن نوریؒ توبہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے منہ موڑ لیا جائے بلکہ اپنے وجود سے بھی منہ موڑ لیا جائے کیونکہ انسان کا وجود بھی غیر اللہ ہے، اس لئے صوفیہ کا قول ہے کہ تیری ہستی ایک گناہ ہے اور کوئی گناہ اس کے برابر نہیں ــــــ بقول نجم الدین کبریٰؒ گناہ تین قسم کے ہیں: (۱) فرائض کو چھوڑنا اور حرام کام کرنا، ان چیزوں سے بچنا ہر ایک پر فرض ہے۔ (۲) مکروہ باتوں کو کرنا اور مسنون باتوں کو چھوڑنا، یہ ارباب عصمت کیلئے نامناسب ہے ان کو اس سے بچنا چاہئے (۳) ایسے کاموں کا کرنا جو

Marfat.com

سالک راہ حقیقت کو حضور خداوندی یا بلند مراتب سے دور کردے، ان کاموں سے توبہ کرنا، اس توبہ کی طرف اشارہ ہے جو اس حدیث میں ہے "انی لاستغفر الله کل یوم سبعین مرہ" یعنی میں ہر روز ستر بار توبہ کرتا ہوں۔ ۵

شیخ محمد لاھیجی ؒ کی نظر میں توبہ کے چار مراتب ہیں: (۱) کفر سے بچنا، یہ کفار کی توبہ ہے۔ (۲) فسق و فجور سے بچنا، یہ گنہگار کی توبہ ہے۔ (۳) برے اخلاق سے بچنا، یہ ابرار کی توبہ ہے (۴) غیر حق سے منہ موڑنا، یہ اولیا اور انبیا کی توبہ ہے۔ ۶ حضرت ذوالنون ؒ کا قول ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے، خواص کی توبہ غفلت سے اور انبیا کی توبہ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو مرتبہ دوسرے انبیا نے حاصل کیا ہے وہ اسے حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ ۷ عبداللہ بن علی تمیمیؒ نے فرمایا کہ ان تین شخصوں کی توبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے: ایک وہ جو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے، دوسرا وہ جو غفلتوں سے توبہ کرتا ہے اور تیسرا وہ جو اپنی نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ ۸

منہاج العابدین میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گناہ مجموعی طور پر تین قسم کے ہیں: ایک یہ کہ فرائض کو ترک کرنا یعنی نماز، روزہ وغیرہ کا ترک کرنا، اس گناہ کا علاج یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کی قضا کو ادا کرنے میں مشغول ہو جائے۔ دوسرے وہ گناہ جو تمہارے اور خدا کے درمیان ہیں جیسے شراب پینا، گانا سننا اور سود کھانا، اس صورت میں تمہیں چاہیے کہ تم شرمندہ ہو اور تم فیصلہ کرو کہ پھر کبھی ایسے کام کرنے کا خیال بھی نہیں کرو گے۔ تیسرے وہ گناہ ہیں جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہیں یہ بات بہت مشکل اور دشوار ہے۔ اس گناہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ یہ مال سے متعلق بھی ہو سکتا ہے، جو گناہ مال کے بارے میں ہو اگر ممکن ہو تو مالک کو وہ مال واپس کرو ورنہ اس کی طرف سے صدقہ دے دو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو تم اپنی نیکیوں میں اضافہ کرو تاکہ قیامت کے دن اپنی نیکیاں اسے دے کر اسے خوش کر سکو، وہ گناہ جو جان کے بارے میں ہے اس میں مقتول کے ورثا کو قصاص دو۔ وہ گناہ جو غیبت یا بہتان سے متعلق ہیں اس شخص سے جس کی غیبت کی یا اس پر بہتان لگایا، اسی سے معذرت چاہو اور اپنے آپ کو جھوٹا بتاؤ، اس شخص کے سامنے بھی جس سے باتیں کہیں اور اس شخص کے سامنے بھی جس کے بارے میں غیبت یا بہتان لگایا۔ جس شخص کی بیوی بچوں کی عزت میں خیانت کی ہے، اس کے اظہار یا معذرت کرنے میں فتنہ یا ہنگامہ پیدا ہونے کا خدشہ ہے، اس لئے ایسی صورت میں تضرع وزاری کی جائے اور نیکیاں زیادہ کی جائیں۔

صوفیہ کی نظر میں لغزش یا گناہ پر ندامت کے تین اسباب ہیں: (۱) عذاب کا خوف دل پر طاری ہو

Marfat.com

(۲) بخشش ونعمت کی خواہش ہو (۳) قیامت کے دن رسوائی کا ڈر ہو___ پہلی صورت میں توبہ کرنے والا تائب کہلاتا ہے، دوسری صورت میں منیب اور تیسری صورت میں اوّاب، یوں توبہ تین قسم کی ہوئی: توبہ، انابت اور اوبت___ توبہ خوف عذاب سے، انابت طلب ثواب سے، اور اوبت تعظیم فرمان حق سے وابستہ ہوتی ہے۔

توبہ عام اہل ایمان کیلئے ہے اور کبیرہ گناہوں سے متعلق ہوتی ہے جیسا کہ فرمان حق ہے یا ایھا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا (اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو (سورہ ۶۶، آیت ۸) انابت اولیا اور مقربان حق کا شیوہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے من خشی الرحمٰن بالغیب و جاء بقلب منیب، یعنی جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہو اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے (وہ جنتی ہے) (سورہ ۵۰، آیت ۳۳) اوبت انبیا اور مرسلین کا مقام ہے جیسا کہ حضرت ایوبؑ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔ نعم العبد انہ اوّاب یعنی اللہ کے اچھے بندے تھے اور خدا کی جانب بہت رجوع کرتے تھے (سورہ ۳۸، آیت ۴۴) پس توبہ اللہ کی فرمانبرداری میں گناہ کبیرہ سے دستبردار ہونا ہے، انابت گناہ صغیرہ سے اللہ کی محبت میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے اور اوبت اپنے آپ سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ احکام حق کے پیش نظر خواہش سے روگردان ہونے والے، غلط خیالات سے بچ کر حق کی محبت میں توجہ کرنے والے اور خودی کو ترک کر کے ذات حق کی طرف رجوع کرنے والے میں بڑا فرق ہے___

بقول حضرت ہجویریؒ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنے کی مثال یہ ہے کہ خداوند اقدس نے فرمایا الذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ (وہ لوگ جن سے کوئی فعل بد سرزد ہوا یا انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا پھر خدا کو یاد کیا اور گناہوں کی معافی مانگی) (سورہ ۳، آیت ۱۳۵) یعنی توبہ کی، دوسری قسم یعنی نیکی سے بلندتر نیکی کی طرف رجوع کرنا، اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "تبت الیک (میں تجھ سے معذرت کرتا ہوں) (سورہ ۷، آیت ۱۴۳) اور خودی سے خدا کی جانب رجوع کرنے کی مثال یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرے دل پر تاریکی آجاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں ہر روز ستر بار حق تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ وانہ، لیغان علی قلبی و انی لا ستغفر اللہ فی یوم سبعین مرۃ___

خطا کا مرتکب ہونا مذموم ہے، خطا سے نیکی کی طرف رجوع کرنا پسندیدہ امر ہے، یہ توبۂ عوام ہے___

نیکی سے بلندتر نیکی کی طرف رجوع کرنا اہل ہمت اور اولیا کا طریقہ ہے جو نہایت قابل ستائش ہے، یہ توبۂ خواص ہے۔ رسول اکرمؐ کے مقامات ہمیشہ روبہ ترقی رہے، جب آپ بلندتر مقام پر پہنچتے تو اس سے پچھلے مقام سے استغفار اور اس کے دیکھنے سے توبہ فرماتے تھے___ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

توبہ دو قسم کی ہے ایک توبہٗ انابت یعنی خدا کے عذاب سے ڈرنا، دوسری توبہ استجابت یعنی کرم حق سے شرم کرنا، وہ توبہ جس کی بنا خوف ہو کشف جلال حق سے حاصل ہوتی ہے اور وہ توبہ جو شرمساری سے پیدا ہوتی ہے، جمال حق کے مشاہدے پر منحصر ہے، ایک جلال حق کے آگے خوف کی آگ میں جلتا ہے، دوسر جمال حق میں حیا کے نور سے روشن ہے، اہل حیا اصحاب سکر ہوتے ہیں اور اہل خوف اصحاب صحو ____ اس حقیقت کو شیخ حسن المغازلیؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک توبة الانابه ہے اور ایک توبة الاستجابه، توبة الانابه یہ ہے کہ تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ وہ تجھ پر قادر ہے اور توبہ الاستجابہ یہ ہے کہ تو اللہ سے حیا کرتا ہے کہ وہ تیرے قریب ہے ____ توبہ کے حوالے سے ابونجیب سہروردیؒ کہتے ہیں کہ اول انتباہ ہے یعنی غفلت کو چھوڑنا پھر توبہ ہے یعنی ماسوا اللہ کو چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرنا۔ اس کے بعد انابت ہے یعنی غفلت سے ذکر حق کی طرف رجوع کرنا۔ بعضوں کا قول ہے کہ توبہ خوف ہے اور انابت رغبت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ ظاہری عمل ہے اور انابت باطنی رجحان ہے۔ حضرت سَری سقطیؒ کا قول ہے کہ ترک گناہ یا توبہ کی تین وجوہ ہیں: ایک دوزخ کے خوف سے، ایک جنت کی رغبت سے، ایک خدا کی شرم سے۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو توبہ دوزخ کے خوف اور جنت کی امید میں ہو وہ کم ہمتی کی نشانی ہے۔ توبہ اس لئے کرو کہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ____ بقول العبادیؒ مصنف صوفی نامہ توبہ نہ صرف زبان سے کی جائے بلکہ دل سے بھی کی جائے اور بدن سے بھی، بدن کو توبہ کی قید میں رکھے اور دل کو توبہ کی زینت سے سجائے اور زبان پر توبہ کا ذکر کرے تا کہ وہ تائبین میں شامل ہو جائے ____ جنیدؒ کے خیال میں ہر عضو کی توبہ ہے، دل کی توبہ حرام چیزوں کو ترک کرنے کی نیت ہے، آنکھ کی توبہ نامحرم کے دیکھنے سے آنکھ کو بچانا، ہاتھ کی توبہ ممنوعات کو ہاتھ نہ لگانا، پاؤں کی توبہ لہو ولعب کی جگہوں پر جانے سے رکنا، کان کی توبہ بے ہودہ باتوں کے سننے سے کانوں کو محفوظ رکھنا، پیٹ کی توبہ یہ ہے کہ حرام کھانے سے پیٹ کو بچایا جائے۔ 9

عوارف المعارف کے مصنف شہاب الدین سہروردیؒ کے مطابق زجر مقدمہٗ توبہ ہے۔ زجر قلب کی وہ روشنی ہے جس سے انسان کے دل کی آنکھ خواب غفلت سے جاگ جاتی ہے گویا ضمیر کی آواز ہے، ضمیر کی بیداری ہے یا محاسبہٗ ذات ہے جو انسان کو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے ____ زجر کے بعد انتباہ ہے، حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ انتباہ کی علامتیں پانچ ہیں: (۱) جب نفس کی کمزوری نظر میں آئے تو خدا کے سامنے اپنی احتیاج پیش کرے (۲) جب گناہ یاد آئے تو توبہ کرے (۳) جب اہل بلا کو دیکھے تو عبرت پکڑے (۴) جب خدا کا ذکر کرے تو فخر کرے (۵) جب آخرت کو یاد کرے تو شادمان ہو جائے۔ انتباہ کے بعد یقظہ

Marfat.com

ہے، یقظہ گویا بیداریٔ دل ہے، یقظہ کے بعد توبہ ہے اور توبہ محاسبۂ ذات ہے۔10

کسی نے حضرت شیخ واسطیؒ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، سِرِ باطنی کی حفاظت، ظاہر کا محاسبہ اور باطن کی نگہداشت اور ان باتوں سے توبہ کو استقامت حاصل ہوتی ہے ـــــ حضرت امیر المومنین علیؑ کا قول ہے کہ اے لوگو! اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو ـــــ حضرت ابنِ عطاؒ کا قول ہے کہ خوب ترین گناہ وہ ہے جس میں توبہ کی توفیق نصیب ہو اور بدترین عبادت وہ ہے جس سے خود بینی پیدا ہو۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ سوائے خدا ہر چیز کو بھول جانے کا نام توبہ ہے۔11 ـــــ کہتے ہیں کہ سَری سَقطیؒ کے پاس ایک نوجوان نے آ کر توبہ کے متعلق سوال کیا، انہوں نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ اس نوجوان نے بات کاٹ کر کہا بلکہ توبہ تو یہ ہے کہ گناہ کو بھول جائے، یہ سن کر سَری سَقطیؒ کی حالت غیر ہوگئی ـــــ تصوف میں گناہ کو یاد کرنا ایک طرح سے اپنی ہستی یا اپنی خودی کا اظہار ہے جو مذموم ہے اس لئے یادِ گناہ مذموم ہے اور سالک کے لئے بہت بڑا حجاب ہے، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس حقیقت کو پیر چنگی کی داستان میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک بوڑھا گویا تھا جو اپنے دور کا بہت بڑا فنکار تھا، آخر عمر میں وہ توبہ کرتا ہے، قبرستان بقیع میں جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے بہت آہ وزاری کرتا ہے، آہ وزاری کرتے کرتے وہیں سو جاتا ہے، ادھر حضرت عمرؓ کو اچانک نیند آ جاتی ہے، خواب میں حکم خداوندی ملتا ہے کہ قبرستان بقیع میں جاؤ وہاں ہمارا ایک بندہ جو مقبول بارگاہ ہے سو رہا ہے اسے سات سو دینار دو، حضرت عمرؓ فوراً سات سو دینار کی تھیلی لئے قبرستان میں پہنچ جاتے ہیں، ڈھونڈنے پر پیر چنگی یعنی بوڑھا گویا (چنگ بجانے والا) ایک قبر کے قریب سویا ہوا ملتا ہے، جب پیر چنگی کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے لیکن حضرت عمرؓ اسے تسلی دیتے ہیں، حق کی طرف سے بشارت سناتے ہیں اور سات سو دینار کی تھیلی پیش کرتے ہیں۔ پیر چنگی یہ کرم خداوندی دیکھ کر سجدے میں گر کر رونے لگتا ہے، حضرت عمرؓ پیر چنگی سے فرماتے ہیں کہ یہ تیری آہ وزاری تیری ہستی اور تیرے ہوش کی دلیل ہے اور ہوش تو ایک قسم کا گناہ ہے اور اسے مقام ہوش سے مقام فنا و استغراق میں آنے کی تلقین کرتے ہیں:

پس عمر گفتش کہ این زاری تو ہست ہم آثار ہوشیاری تو
راہ فانی گشتہ راہی دیگر است زانکہ ہشیاری گناہی دیگر است 12

سہل عبداللہ تستریؒ کے خیال میں توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے گناہ کو نہ بھولے اور حضرت جنیدؒ کے

Marfat.com

خیال میں توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے گناہ کو بھول جائے۔ابونصر سراجؒ فرماتے ہیں کہ سہل بن عبداللہؒ کا اشارہ سالکین کی توبہ کے بارے میں ہے اور جنیدؒ کا اشارہ محققین کی توبہ کی طرف ہے کیونکہ وہ دائمی ذکر کے غلبے کی وجہ سے اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے۔ پھر فرمایا یہ جواب اسی قسم کا ہے جس قسم کا حضرت رُدیمؒ نے دیا تھا۔ جب ان سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا توبہ سے تائب ہونے کا نام توبہ ہے ____ اس بات کو رابعہ بصریؒ نے یوں کہا تھا کہ میرے استغفراللہ کہنے میں جو عدم خلوص پایا جاتا ہے میں اس سے استغفار کرتی ہوں ____ حضرت علی ہجویریؒ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ سہل بن عبداللہؒ کا خیال ہے توبہ یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ ہمیشہ یاد رہے یعنی انسان ہمیشہ اس سے پشیمان رہے اور نیک اعمال کرنے سے اس میں تکبر پیدا نہ ہو، برے اعمال پر پشیمانی نیک اعمال سے زیادہ اہم ہوتی ہے ____ حضرت جنیدؒ جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تائب محب حق ہوتا ہے اور محب حق ہونے کی وجہ سے صاحب مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدہ میں گناہ کی یاد ظلم ہے، سہل بن عبداللہؒ اور جنیدؒ میں جو اختلاف ہے اس کا تعلق مجاہدے اور مشاہدے کے اختلاف سے ہے، اگر تائب قائم بحق ہو تو یاد گناہ شرک کے برابر ہے، تائب اگر باقی الصفت ہے تو صفت کا بیان روا نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "تبت الیک" (سورہ ۷، آیت ۱۴۳) میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ باقی الصفت تھے اور حضرت محمد ﷺ نے فانی الصفت ہو کر فرمایا لا احصی ثناءَ علیک (میں تیری ثنا نہیں کرسکتا)۔

بعض صوفیہ متقی کو تائب سے افضل سمجھتے ہیں اور بعض تائب کو متقی سے افضل خیال کرتے ہیں، جو متقی کو تائب سے افضل سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کے پاس دو شخص بحث کرتے ہوئے آئے اور پوچھا کہ آپ بتائیے متقی افضل ہے یا تائب؟ اس پیغمبر کو وحی آئی کہ ان سے کہو کہ تم دونوں جاؤ اور صبح سویرے اٹھو اور جو شخص سب سے پہلے تمہیں ملے اس سے یہ مسئلہ پوچھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، جو شخص سب سے پہلے نظر آیا، انہوں نے اس سے یہ سوال پوچھا، اس نے کہا کہ میں تو جولاہا ہوں، مجھے ان مسائل کا علم نہیں، البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ کپڑا بنتے وقت کچھ تار نہیں ٹوٹتے، کچھ تار ٹوٹ جاتے ہیں، جو تار ٹوٹتا ہے وہ پریشان کرتا ہے جو نہیں ٹوٹتا وہ پریشان نہیں کرتا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو صوفیہ تائب کو متقی پر فضیلت دیتے ہیں وہ اسی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جولاہے نے کہا جو تار ٹوٹ جاتا ہے، میں اسے جوڑ دیتا ہوں پھر وہ تار اس سے مضبوط ہوتا ہے جو نہیں ٹوٹتا ہے واللہ اعلم ۱۳

صوفیہ کے ہاں توبہ کے سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا انسان توبہ کرنے پر قادر بھی ہے؟ چونکہ

Marfat.com

توبہ کی توفیق بھی منجانب اللہ ہے، اس مسئلے پر حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے جو یہ کہا کہ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ ترک گناہ کرے، گناہوں پر نادم ہو اور عزم کرے پھر گناہ نہیں کرے گا تو اس میں تائب کے عزم کرنے میں اشکال یہ ہے کہ تائب کا حال تین صورتوں سے خالی نہیں: یا تو وہ جانتا ہے کہ اس گناہ کا اس پر حکم جاری ہوتا ہے، اس صورت میں گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ ممکن نہیں یا وہ جانتا ہے کہ یہ حکم جاری نہیں ہوتا اس صورت میں عزم کرنے کا فائدہ نہیں یا وہ اجرا اور عدم اجرا کے بارے میں شک میں ہے۔ اس صورت میں اگر عزم کرے تو احتمال یہ ہے کہ عہد برقرار نہ رکھ سکے، پس مناسب یوں ہے کہ بجائے عزم کے حق سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ میں آ جائے اور تضرع وزاری کرے جیسا کہ حضرت آدمؑ نے کی تھی، رابعہ بصریؒ فرمایا کرتی تھیں کہ اے اللہ میں اپنے قول میں صداقت کی کمی اور اپنے عمل میں اخلاص کی کمی سے توبہ کرتی ہوں۔ ۱۴

صوفیہ کے توبہ کے واقعات بڑے دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ حضرت داؤد طائیؒ صرف ایک شعر سن کر تائب ہو گئے جس کے معنی یہ ہیں:

کون سا چہرہ ہے جو خاک میں نہیں ملا اور کون سی آنکھ ہے جو زمین میں دفن نہیں ہوئی ـــــــ

فریدالدین عطارؒ ایک بڑے دواخانے کے مالک تھے ایک روز اپنے کاروبار میں لگے ہوئے تھے کہ ایک فقیر نے صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دو گے۔ فریدالدین عطارؒ جھنجھلا کر بولے جیسے تم دو گے۔ فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیا جان دو گے، یہ کہا سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا، زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔ شیخؒ کے دل پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور درویشی اختیار کر لی۔ ۱۵ ـــــــ ابو علی شقیق بن ابراہیم البلخیؒ نے سخت قحط کے زمانے میں، جب ہر شخص قحط سالی سے سخت پریشان تھا، ایک غلام کو دیکھا کہ ہشاش بشاش جا رہا ہے، انہوں نے پوچھا کہ لوگ تو قحط سے سخت پریشان ہیں اور تم اتنے خوش کیوں ہو؟ غلام نے کہا کہ میرا مالک بہت بڑا زمیندار اور مالدار ہے وہ ہمیں بھوکا تھوڑا ہی رہنے دے گا ـــــــ حضرت شقیقؒ کی عبرت کی آنکھ کھل گئی کہ یہ غلام تو اپنے مالک پر نازاں ہے جس کی ملکیت بہت تھوڑی سی ہے اور میرا مالک یعنی خداوند تعالیٰ سارے جہانوں کا مالک ہے تو میں روزی کا غم کیوں کروں اور توبہ کی اور تصوف کا راستہ اختیار کر لیا ۱۶ ـــــــ

حضرت شبلیؒ نہاوند کے سردار تھے، ایک روز دربار شاہی میں موجود تھے، بادشاہ وقت سرداروں کو خلعت عطا کر کے رخصت ہونے والا تھا کہ ایک امیر کو چھینک آ گئی۔ اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی، بادشاہ نے

Marfat.com

اس گستاخی پر اس کو برطرف کردیا۔شبلیؒ اس واقعے سے ایسے متاثر ہوئے کہ سرداری چھوڑ کر درویشی اختیار کرلی اور حضرت خیر النساجؒ سے کچھ دنوں فیض حاصل کر کے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں پہنچے، ایک سال تک ان کے حکم پر ماچسیں بیچیں، ایک سال بھیک مانگی، جنیدؒ کے حکم کے مطابق نہاوند گئے، ہر ایک سے معافی مانگی، ایک شخص موجود نہیں تھا، اس کی بجائے ایک لاکھ درم خیرات کئے، پھر بھی دل میں خلش باقی رہی، حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ابھی دل میں حب جاہ باقی ہے۔ ایک سال اور بھیک مانگو، پھر ایک سال فقرا کی خدمت کا حکم ہوا، اس کے بعد حضرت جنیدؒ نے پوچھا اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے۔ جواب دیا میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے۔

۱۷۔ حضرت امیر حسینی ہرویؒ (جن کے سوالات کے جواب میں شیخ شبستریؒ نے مشہور مثنوی گلشن راز تصنیف کی) کا واقعۂ توبہ بھی حضرت ابراہیم ادہمؒ کے توبہ کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے، وہ بھی ایک روز شکار کیلئے جنگل میں گئے۔ ایک ہرن دیکھا، چاہا کہ تیر مار کر شکار کرلیں تو وہ ہرن یوں بولا "حسینؒ تو ہم پر تیر چلاتا ہے تجھے خدا نے معرفت وبندگی کے لئے پیدا کیا ہے نہ شکار کرنے کیلئے" یہ سنتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ملتان آئے اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں پہنچے اور فتوحات باطنی سے بہرہ ور ہوئے۔

۱۸۔ حکیم سنائیؒ نے سلطان محمود کیلئے جو ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے جارہا تھا ایک قصیدہ لکھا ہوا تھا تاکہ بادشاہ کی خدمت میں جا کر سنائے۔ وہ ایک شراب کی بھٹی کے پاس سے گزرا وہاں ایک شرابی ساقی سے کہہ رہا تھا کہ ایک پیالا شراب کا لا تاکہ محمود سبکتگین کے اندھے پن پر پیوں۔ ساقی نے کہا محمود تو غازی، مجاہد اور بادشاہ اسلام ہے۔ اس شرابی نے کہا کہ جو اس کے قبضے میں ہے اور اس کی سلطنت میں ہے اس کا انتظام وانصرام تو صحیح طریقے سے نہیں کرسکا اور ایک دوسرا ملک فتح کرنے جارہا ہے۔ اس نے شراب کا جام لیا اور پی گیا اور کہا کہ ایک اور شراب کا جام بھر کے دے جو میں سنائی شاعر کے اندھے پن پر پیوں گا۔ ساقی نے کہا کہ سنائی تو بہت عالم و فاضل آدمی ہے اور بہت ہی صاحب ذوق شاعر ہے۔ شرابی نے کہا اگر وہ صاحب ذوق ہوتا تو ایسے کام میں مشغول ہوتا جو اس کے کام آتا۔ چند فضول باتیں کاغذ پر لکھتا ہے جو بالکل بیکار ہیں، اس کو نہیں معلوم کہ اس کو کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جب حکیم سنائیؒ نے یہ سنا تو ایک دم ان میں انقلاب پیدا ہوگیا، وہ غفلت سے بیدار ہو کر تائب ہوگئے اور تارک الدنیا اور صوفی صاف دل بن گئے۔

۱۹۔ حضرت حبیب عجمیؒ سود کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک دن کسی جگہ جارہے تھے کہ بچوں نے کہا حبیب سود خور آرہا ہے، دور ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی گرد ہم پر پڑ جائے اور اس جیسے بدنصیب ہو جائیں،

Marfat.com

یہ بات حضرت حبیب عجمیؒ کو بہت بری لگی اور بہت رنجیدہ خاطر ہوئے، حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی، جب توبہ کر کے واپس آئے تو لڑکوں نے انہیں دیکھ کر کہا راستہ چھوڑ دو، حضرت حبیبؒ تائب ہو کر آ رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری گردان پر پڑ جائے اور وہ ہم گناہ گاروں میں شامل ہو جائیں۔ آپ نے یہ بات سن کر حضورِ حق میں فرمایا کہ اے اللہ! آج میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کروا دیا۔٢٠ ـــــــ حضرت عتبہ بن غلامؒ ایک حسین عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کر دیا۔ اس نے اپنی کنیز کے ذریعے دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کون سا حصہ دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔ اس خاتون نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر ہے، اسے دیکھا کیجئے۔ یہ دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی اور حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچ کر توبہ کی ـــــــ دولت شاہ کے بقول ایک روز مولانا رومیؒ سے شمس تبریزیؒ نے پوچھا کہ علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ شریعت کے آداب سیکھنا۔ شمس تبریزیؒ نے کہا کہ یہ صرف لفاظی ہے۔ مولانا نے پوچھا آپ بتایئے ـــــــ شمس تبریزیؒ نے کہا "علم آن است کہ ترا بہ معلوم رساند" ساتھ ہی سنائی کا یہ شعر پڑھا:

علم کز تو ترا نہ بستاند
جہل از آن علم بہ بود صد بار

یعنی جو علم تمہاری خودی سے تمہیں دور نہ کر دے اس سے تو جہالت سو درجے بہتر ہے، اس جواب سے مولانا حیران رہ گئے۔ اسی روز سے قیل و قال مدرسہ چھوڑ کر صوفیانہ روش اختیار کر لی۔

بایزیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ آپ نے فرمایا ایک بڑھیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک دفعہ میں جنگل میں گیا تھا اور شوق و وجد کا مجھ پر غلبہ تھا، ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور کہنے لگی، یہ آٹا میرے مکان پر پہنچا دو، اس وقت چونکہ میں محویت و مستی کے عالم میں تھا میں نے شیر کو اشارہ کیا اور میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھ کر بڑھیا سے کہا جاؤ یہ تمہارے گھر پہنچا دے گا لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ شہر میں جا کر لوگوں سے کیا کہو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ میں کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک خودنما ظالم سے ہوئی تھی، آپ نے پوچھا کہ میں خودنما ظالم کیسے بنا؟ بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مکلف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلف کی پشت پر بوجھ لاد رہے ہو، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟ اس کے علاوہ تمہارے دل میں یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو، اسی کا نام خودنمائی ہے، اس کی یہ بات سن کر میں نے ایسی چیزوں کے اظہار

Marfat.com

سے توبہ کرلی۔

صوفیہ کے ہاں یہ دستور ہے جب سالک توبہ کرتا ہے تو توبہ کے بعد اپنے بھائیوں کی خدمت میں کچھ شیرینی پیش کرتا ہے، تاکہ آپس میں الفت قائم رہے۔ اس سلسلہ میں صوفیہ رسول پاک ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ''کعب بن مالکؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے خاندان کے ان گھروں کو چھوڑ دوں جہاں بیٹھے رہنے سے میں اس گناہ کا مرتکب ہوا اور غزوے میں شرکت نہ کر سکا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اپنے اس مال کا تہائی حصہ خدا کی راہ میں دے دو یہی کافی ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ توبہ کا ہے، یہ سب دروازے کھلتے ہیں، بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے ـــــ ایک شخص نے رابعہ بصریؒ سے کہا کہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں اب اگر توبہ کروں تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا؟ فرمایا معاملہ یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تجھے معاف کر دے گا تبھی تو توبہ کرے گا یعنی اسی لئے اللہ نے تجھے توبہ کرنے کی توفیق بخشی ہے ـــــ کہتے ہیں ایک بوڑھا حضرت شقیق بلخیؒ کی خدمت میں آیا کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں، اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ توبہ کے لئے بہت دیر کر دی۔ بوڑھے نے کہا، میں جلدی آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیسے؟ بوڑھے نے کہا جو آدمی مرنے سے پہلے توبہ کیلئے آئے وہ جلد آتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تم بہت خوب آئے اور تم نے بہت خوب بات کہی۔

حضرت ابن عطاؒ کا قول ہے کہ جس کی توبہ اس کے عمل کے ساتھ موافق ہوگئی، سمجھ لو اس کی توبہ بھی قبول ہوگئی۔ حضرت بوشنجیؒ کا قول ہے کہ جب گناہ کے ذکر سے دل میں اس کی مٹھاس محسوس نہ ہو تو سمجھ لو کہ توبہ قبول ہوگئی[۲۱] ـــــ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے توبہ کی، پھر گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے دل میں سوچا اب اگر درگاہ حق میں جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا؟ ہاتف غیبی نے کہا تو ہمارا فرمانبردار ہوا، تو ہم نے تجھے شرف قبولیت بخشا، تو نے نافرمانی کی تو ہم نے تجھے مہلت دی، اگر اب بھی تو ہماری طرف آئے تو ہم تجھے قبول کرلیں گے:

باز آ باز آ ھر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست صدبار اگر توبہ شکستی باز آ [۲۲]

یعنی تم جو کچھ بھی ہو چاہے کافر ہو، آتش پرست ہو یا بت پرست، ہماری طرف لوٹ کر آؤ اس بارگاہ سے ناامید

Marfat.com

نہیں ہونا چاہیے، اگر سو بار بھی تم نے توبہ توڑی ہے پھر بھی تم ہماری طرف لوٹ آؤ ــــــ حضرت شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ انسان کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے: (۱) توبہ کی امید میں گناہ کرے (۲) زندگی کی امید میں توبہ نہ کرے اور (۳) رحمت کی امید میں توبہ سے دور رہے ــــــ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے توبہ توڑ دی ہے تو انہوں نے فرمایا اس نے توبہ نہیں توڑی بلکہ توبہ نے اسے توڑ دیا ہے۔[۲۳]

مقام ورع و زہد:

ورع کے لغوی معنی پرہیزگاری یا پارسائی کے ہیں اور زہد کے لغوی معنی ہیں بے رغبتی کے، تصوف میں ہر وہ بات جو مشتبہ ہو یا ضمیر کے خلاف ہو اس سے بچنا ورع ہے، زہد یہ ہے کہ دنیا کی طلب کو دل سے نکال دیا جائے۔ حضرت شیخ خواصؒ نے ورع کی تعریف یوں کی ہے کہ ورع یہ ہے کہ بندۂ حق خواہ غصے کی حالت میں ہو یا خوشی کی حالت میں حق بات کے سوا کچھ منہ سے نہ نکالے اور اس کی تمام تر جدوجہد اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ جس نے دنیا سے زہد اختیار کیا تو تم اس کی قربت اختیار کرو کیونکہ اس کی باتوں میں حکمت ہوتی ہے ــــــ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ زہد تین قسم کا ہے: ایک ترک حرام، یہ عوام کا زہد ہے، دوم حلال چیزوں میں سے زیادہ کو ترک کرنا، یہ خواص کا زہد ہے اور ہر اس چیز کو ترک کرنا جو تجھے خدا سے دور کرے، یہ عارفین کا زہد ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ زاہد آخرت کے بادشاہ اور عارفین زاہدوں کے بادشاہ ہوتے ہیں، یحیٰ بن معاذؒ کا قول ہے کہ زاہد بظاہر صاف اور بہ باطن آمیختہ ہوتا ہے یعنی دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے اور عارف بہ باطن صاف اور بظاہر آمیختہ ہوتا ہے یعنی بظاہر دنیا کے معاملات میں مصروف ہوتا ہے لیکن دل دنیا کی محبت سے خالی ہوتا ہے۔ حاتم اصمؒ جب خلیفہ کے دربار میں گئے تو انہوں نے خلیفہ کو کہا، اے زاہد، خلیفہ نے کہا کہ میں زاہد نہیں ہوں کہ دنیا میرے زیر فرمان ہے بلکہ زاہد تم ہو، حاتمؒ نے کہا نہیں تم ہی زاہد ہو کہ فرمان حق ہے کہ دنیا کا مال و متاع چندروزہ ہے، قل متاع الدنیا قلیل (سورہ۴، آیت ۷۷) تم نے دنیا کو لے کر تھوڑی سی دولت پر قناعت کر لی اور اس لئے تم زاہد ہو، میں تو دنیا اور عقبیٰ کو کچھ نہیں سمجھتا، میں کیسے زاہد ہو سکتا ہوں ــــــ حضرت رابعہ بصریؒ نے شاہی چراغ کی روشنی میں اپنے کپڑوں پر پیوند لگایا، مدتوں دل پر تجلیات کے دروازے بند رہے، جب اس بات کا سبب یاد آیا فوراً وہ پیوند پھاڑ دیا اور دل پر تجلیات حق کے دروازے کھل گئے ــــــ ایک روز ابوسعید خرازؒ ورع کے باب میں گفتگو فرمار ہے تھے، عباس بن مہتدیؒ وہاں سے گزرے اور بولے اے ابوسعیدؒ شرم نہیں کرتے۔ ابودوانیق (خلیفۂ وقت) کے محل کے نیچے بیٹھتے ہو،

Marfat.com

حوض زبیدہ سے پانی پیتے ہو اور ورع کے باب میں گفتگو کرتے ہو ــــــ زاہد وہ ہے کہ اگر دنیا پاس ہو تو خوش نہ ہو اور دنیا اس سے لے لی جاوے تو غمزدہ نہ ہو۔[1] ــــــ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ حقیقت زہد یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کا ہاتھ خالی ہو اس چیز سے اس کا دل بھی خالی ہو۔[2] ــــــ کہا جاتا ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ دنیا اہل آخرت پر حرام ہے اور آخرت اہل دنیا پر حرام ہے اور دنیا و آخرت دونوں اللہ والوں پر حرام ہیں۔[3] ــــــ ایک بزرگ کا قول ہے کہ صلاح دین ورع ہے اور آفت دین طمع ہے۔ ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ ورع خوف کی دلیل ہے اور خوف معرفت کی دلیل ہے اور معرفت قربتِ حق کی دلیل ہے۔ بقول شیخ ابوعلی دقاقؒ جو ترک حرام کرتا ہے وہ دوزخ سے نجات پاتا ہے، جو ترک شبہات کرتا ہے وہ بہشت پاتا ہے اور جو ضرورت سے زیادہ کو ترک کرتا ہے وہ خدا کو پالیتا ہے ــــــ بشر حافیؒ کا قول ہے کہ یہ تین چیزیں سب سے مشکل ہیں۔ تنگ دستی کے وقت سخاوت، تنہائی میں ورع و پرہیزگاری اور اس شخص کے سامنے سچی بات کہنا جس سے تم ڈرتے ہو ــــــ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ ورع تمام کمالات معنوی اور مقامات اخروی کی اساس و بنیاد ہے، ان کے خیال میں ورع انسان کے دل کو ہر قسم کی کدورت سے پاک کر دیتا ہے اور اس کا خدا پر ایمان کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے جب دل میں عشقِ حق بھی کمال کو پہنچ چکا ہو۔ زہد انسان کو کثرت بینی سے وحدت بینی کی طرف لاتا ہے اور انسان لاہوتی ہو جاتا ہے، کہ زہد میں انسان دنیا سے منہ موڑ کر حق کی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے، یوں زہد خود مقصود نہیں بلکہ وصال حق کا ذریعہ ہے یہی خاصان خدا کا زہد ہے۔[4]

مقام تقویٰ:

تقویٰ کے معنی پرہیزگاری کے ہیں یعنی اس چیز سے بچنا جو دین کو نقصان پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو آدمی زیادہ متقی ہے خدا کے نزدیک وہی گرامی تر ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (سورہ ۴۹، آیت ۱۳) بنیادی طور پر تقویٰ دو قسم کا ہے: ایک حرام چیزوں سے بچنا، دوسرے فضول چیزوں سے پرہیز کرنا، پہلا فرض ہے دوسرا خیر وعدل ہے ــــــ صوفیہ کی نظر میں تقویٰ کی پانچ صورتیں ہیں: شرک سے بچنا، گناہوں سے بچنا، برائیوں سے بچنا، مشتبہات یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنا، فضول باتوں سے بچنا ــــــ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی تین منزلیں ہیں: اول شرک سے بچنا، دوم بدعت سے بچنا، تیسرے چھوٹے گناہوں سے بچنا، حق تعالیٰ نے ایک آیت میں تقویٰ کی ان تینوں قسموں کا ذکر کیا ہے لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وّ آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا

Marfat.com

وّ آمنوا ثم اتقوا وّاحسنوا (سورہ ۵، آیت ۹۳) پہلا تقویٰ شرک سے بچنا ہے، ایمان اس کے مقابلے میں ہے، دوسرا تقویٰ بدعت سے بچنا اور سنت پر عمل کرنا اس کے مقابلے میں ہے، تیسرا تقویٰ چھوٹے گناہوں سے بچنا اور اس کے مقابلے میں احسان ہے اور احسان سے مراد طاعت پر استقامت ہے، پس یہ آیت جامع ہے کہ اس میں تقویٰ کی تینوں منزلوں کا ذکر ہے یعنی منزل ایمان، منزل سنت اور منزل استقامت طاعت، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ کی آل (خاندان) کون ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ کا قول ہے کہ تقویٰ کا ابتدائی درجہ زہد ہے اور زہد کا پہلا درجہ توکل ہے اور توکل کا پہلا درجہ معرفت ہے اور معرفت کا پہلا درجہ قناعت ہے اور قناعت کا پہلا درجہ ترک خواہشات ہے اور ترک خواہشات کا پہلا درجہ رضائے الٰہی ہے اور رضائے الٰہی کا پہلا درجہ موافقت ہے ـــــ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں: اول ہمیشہ سچی بات کہنا خواہ غصے میں ہو یا عام حالت میں۔ دوم ان باتوں سے پرہیز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے بچنے کا حکم دیا ہے۔ سوم احکام الٰہی پر راضی بہ رضا ہونا ـــــ نصرآبادیؒ کا قول ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ ہر چیز جو غیر اللہ ہے انسان اس سے بچے۔ ابوعبداللہؒ کہتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ ہر اُس چیز سے دور ہو جاؤ جو تمہیں خدا سے دور کرے۔

بایزیدؒ مسجد جامع میں گئے، اپنی لاٹھی زمین پر رکھی، وہاں ایک بوڑھے نے بھی لاٹھی رکھی ہوئی تھی، اس بوڑھے نے جھک کر ذرا مشکل سے اپنی لاٹھی اٹھائی۔ حضرت بایزیدؒ اس بوڑھے کے گھر گئے اور اس سے معذرت چاہی کہ میری وجہ سے آپ کو جھکنے کی زحمت ہوئی ـــــ ایک شخص حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قرض دار تھا۔ اسی کے علاقے میں کسی کی موت واقع ہوگئی۔ جب امام ابوحنیفہؒ نماز جنازہ کیلئے وہاں پہنچے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا۔ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں سایے میں تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا صاحب خانہ میرا مقروض ہے، اس لئے اس کے مکان کے سایے سے استفادہ کرنا میرے لئے جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سود ہے ـــــ ایک بار حضرت ابوحنیفہؒ بازار جا رہے تھے کہ ناخن کے برابر کیچڑ ان کے کپڑوں پر لگ گئی۔ آپ نے دریا پر جا کر کپڑوں کو خوب دھویا اور پاک کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا؟ فرمایا وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ـــــ حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے کہ ایک بار میں نے اپنے پھٹے ہوئے لباس کو چراغ شاہی کی روشنی میں سی لیا۔

Marfat.com

ایک مدت تک میرے دل میں انقباض رہا میں نے وہ سیا ہوا لباس پھاڑ ڈالا، پھر میرا انقباض دور ہوا ______ ایک عورت نے امام حنبلؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ راستے میں سے شاہی روشنی کا گزر ہوا اور اسی روشنی میں تھوڑا سا سوت کات لیا، اب فرمایئے وہ سوت جائز ہے یا ناجائز، یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ تم کون ہو اور یہ مسئلہ کیوں دریافت کرتی ہو؟ اس عورت نے کہا کہ میں بشر حافیؒ کی ہمشیرہ ہوں، امام صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ سوت ناجائز ہے کیونکہ تم اہل تقوی کے خاندان سے ہو ______ ایک بار حضرت یوسف اسباطؒ نے حضرت حذیفہ مرعشیؒ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنا دین چند کوڑیوں میں فروخت کر دیا اور وہ یوں ہے کہ تم بازار میں کوئی چیز خرید رہے تھے کہ دکاندار نے کہا کہ اس کی قیمت ایک دھیلا ہے اور تم نے اس کی قیمت تین کوڑی دینا چاہی، اس نے اس خیال سے کہ تمہیں جانتا تھا کہ نیک آدمی ہو تمہارے ساتھ رعایت کی ______ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوالعباس سیاریؒ ایک بنئے کی دکان پر اخروٹ خریدنے گئے۔ بنئے نے ملازم سے کہا کہ اچھے اچھے اخروٹ شیخ کو دینا۔ شیخ نے کہا کہ تمام گاہکوں کے لئے تم یہی بات کہتے ہو؟ بنئے نے کہا نہیں صاحب یہ تو میں آپ کے علمی مرتبے کی وجہ سے کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی فضیلت علم کو چند اخروٹوں کے بدلے نہیں بیچتا اور بغیر اخروٹ خریدے چلے گئے ______ احمد بن حربؒ کا واقعہ ہے کہ وہ شرفائے عصر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا لڑکا آیا جو نشہ میں مست تھا، پوچھا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا کہ یہ لڑکا بے گناہ ہے، میرا گناہ ہے کہ ایک رات ہمسائے کے گھر سے کھانا آیا ہم نے کھا لیا، اسی رات یہ بیٹا رحم مادر میں آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہمسائے کے گھر سے جو کھانا آیا تھا وہ مشکوک تھا، جس کے نتیجہ میں یہ شرابی بیٹا پیدا ہوا۔

مقام فقر:

فقر کے لغوی معنی توریڑھ کی ہڈی کے ہیں اور لغت میں الفقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو۔ ______ لیکن عام طور پر اس کے معنی غربت اور افلاس کے ہیں۔ تصوف میں فقر ایک بلند ترین مقام ہے، صوفیہ کی نظر میں فقر کی اہمیت اس قدر ہے کہ عام طور پر تصوف اور فقر دونوں ہم معنی سمجھے جاتے ہیں۔ متصوفین نے فقر کے معنی بیان کرنے میں نہ صرف نکتہ آفرینیاں کی ہیں بلکہ فقر کی نئی نئی جہتیں بھی روشن کی ہیں، ساتھ ہی قرآن واحادیث سے استشہاد بھی کیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے واللہ الغنی و انتم الفقراء (اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم فقیر ہو) نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض

Marfat.com

یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف ۳؎ یعنی خیرات ان درویشوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں محصور ہوں، زمین میں گھومنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں اور ناواقف لوگ ان کی بے نیازی کے باعث انہیں دولت مند سمجھتے ہوں۔ حضرت رسول ﷺ کا ارشاد ہے الفقر فخری (فقر میرے لئے باعث فخر ہے) نیز آپؐ کا فرمان ہے اللھم اَحینی مسکینا و امتنی مسکینا و حشرنی فی زمرۃ المساکین (اے خدا مجھے مسکین کی زندگی عطا کر، مسکین کی موت دے اور حشر کے دن مسکینوں کی جماعت میں اٹھا)۔

صوفیہ کی نظر میں فقر میں ثواب بھی ہے اور عذاب بھی، وہ فقر جس میں ثواب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ فقر کے اخلاق اچھے ہوں، اپنے رب کا اطاعت گزار ہو، اپنے حال کی شکایت اپنے لب پہ نہ لائے اور اپنے فقر پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور وہ فقر جس میں عذاب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق برے ہوں، اپنے رب کا نافرمان ہو، اپنے فقر پر شکوہ اور تقدیر پر غصہ کرے۔

حضرت امام راغب نے فقر کے چار معنی بتائے ہیں:

۱۔ حاجات ضروریہ کا پایا جانا کہ ہر وقت ہر انسان ہوا، روشنی وغیرہ کا محتاج ہے، چنانچہ اسی معنی میں خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ (لوگو تم سب خدا کے محتاج ہو) (سورہ ۳۵، آیت ۱۵)

۲۔ سامان معیشت کا نہ ہونا اس معنی میں یہ آیت قرآنی ہے ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ (اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا) (سورہ ۲۴، آیت ۳۲)

۳۔ فقر النفس طبیعت میں حرص و طمع کا ہونا یعنی ہر وقت کسی نہ کسی چیز کے احتیاج محسوس کرنا اس حدیث مبارک ''کاد الفقر ان یکون کفراً'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ ''الفقر الی اللہ'' اللہ کے فضل و کرم کا محتاج ہونا احادیث نبوی الفقر فخری اور اللھم اغنینی بالا فتقار الیک ولا تفقرنی بالا ستغناءِ منک (یا اللہ مجھے اپنا محتاج بنا کر غنی کردے یعنی دنیا سے بے نیاز کر دے اور اپنے سے مستغنی کر کے مجھے محتاج مت بنا) میں فقر کا یہی مفہوم ہے اور اسی معنی میں یہ آیت قرآنی، رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر، پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمادے۔ (سورہ ۲۸، آیت ۲۴)

ابو نجیب سہروردیؒ آداب المریدین میں فرماتے ہیں، فقر یہ ہے کہ جس چیز سے ہاتھ خالی ہے اس

Marfat.com

سے دل بھی خالی ہو ـــــــ کتاب انسان کامل میں عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ فقر سے مراد بے مائگی یا مفلسی ہے کہ "فقر عبارت از بی چیزیست، بی چیزی نعمت عظیم است" یعنی فقر سے مراد ناداری ہے اور ناداری نعمتِ عظیم ہے ـــــــ درویشی یا فقر ایک عیب رکھتا ہے لیکن بہت سی خوبیاں اور تو انگری ایک خوبی رکھتی ہے اور ہزاروں عیب۔ عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں فقر کے مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اس کے پاس دنیاوی مال و اسباب نہ ہوں اور وہ ان کے حصول کا خواہش مند اور طالب دنیا ہو اور اپنی ضرورت کے لیے لوگوں سے سوال کرے، ایسے شخص کو فقیر حریص کہتے ہیں، دوسرا مرتبہ فقر کا یہ ہے کہ اس کے پاس دنیاوی مال و اسباب نہ ہوں اور وہ طالب دنیا بھی نہ ہو، لیکن ضرورت کے وقت دوسروں سے مانگ لے اور اسی پر قناعت کرے، ایسے شخص کو فقیر قانع کہتے ہیں اور وہ فقیر جو طالب دنیا بھی نہ ہو اور بوقت ضرورت سوال بھی نہ کرتا ہو اور اگر کچھ نہ ملے تو صبر کرتا ہو اور توکل پر زندگی بسر کرتا ہو، ایسے شخص کو فقیر صابر کہتے ہیں، چوتھا مرتبہ فقر کا یہ ہے کہ انسان کے پاس دنیاوی مال و اسباب بھی نہ ہوں اور وہ خود طالب دنیا بھی نہ ہو اور بوقت ضرورت سوال بھی نہ کرتا ہو اور اگر کچھ نہ ملے تو شکر کرتا ہو اور توکل پر زندگی بسر کرتا ہو، ایسے شخص کو فقیر شاکر کہتے ہیں۔ فقیر صابر اور شاکر دنیا میں خدا کے دوست ہیں اور آخرت میں خدا کے ہم نشین، قیامت کے دن ہر شخص اپنے گناہوں کی معافی چاہے گا لیکن خداوند تعالیٰ اس دن فقیران صابر و شاکر سے معذرت چاہے گا اور کہے گا کہ میری محبت میں تم نے یہ تمام مصائب اور زحمتیں برداشت کی ہیں، آج تمہارا دن ہے، ان زحمتوں کے بدلے جو تم نے دنیا میں برداشت کی ہیں آج میں تمہیں دو انعام عطا کرتا ہوں: ایک یہ کہ بغیر حساب جنت میں جاؤ گے، دوسرے یہ کہ جس کی تم سفارش کرو گے اسے میں قبول کروں گا ـــــــ صوفیہ فقر اور فقد میں فرق کرتے ہیں، فقر ضروری اشیا کا نہ رکھنا اور فقد غیر ضروری اشیا کا نہ رکھنا۔ سعدیؒ کہتے ہیں کہ درویش بظاہر جامۂ ژندہ (پھٹے پرانے کپڑے) رکھتا ہے اور موئے سترده (منڈے ہوئے بال) رکھتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہوتا ہے۔[۴]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب مخلوق مال کی محبت میں مبتلا ہو کر فقرا کا خیال نہ رکھے گی تو خداوند عالم ان پر چار مصائب نازل کرے گا:

ا۔ قحط سالی ۲۔ بادشاہ وقت کا ظلم ۳۔ قاضیوں اور حاکموں کی خیانت ۴۔ دشمنان دین کی شوکت و حشمت[۵]

حضرت علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ فقرا کا ایک ظاہری طریق ہے جس کی بنیاد مفلسی اور بے چارگی ہے، دوسرا پہلو حقیقت کا ہے جو اقبال و اختیار پر مبنی ہے، جس نے ظاہر طریق پر اکتفا کیا اسے کوئی نفع نہ ملا اور جس نے حقیقت فقر حاصل کر لی وہ کائنات سے روگردان ہوا اور جو تمام ماسوا کی نفی کرتا ہو، وہ دیدار کلی سے سرفراز ہوا،

Marfat.com

جس نے فقر کو رسم تک محدود سمجھا اس نے فقر کے نام کے سوا کچھ نہ سمجھا، فقیر دراصل وہی ہے جو متاع دنیا کی موجودگی پر خود کو غنی محسوس نہ کرے اور متاع دنیا کے چھن جانے پر اپنے آپ کو محتاج نہ سمجھے، یعنی اس کی نگاہ میں متاع دنیا کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو، اس کا جسم روحانی اور دل ربانی ہوتا ہے، وہ خلقت سے بے نیاز اور آدمیوں سے بے تعلق ہوتا ہے کیونکہ تمام مخلوق اس کی نظر میں خود محتاج ہے، دونوں جہاں اس کے ترازو میں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوتے، اس کا ایک سانس دونوں عالم میں نہیں سما سکتا ____ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایک صاحب دولت ایک درویش سے برتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے دونوں جہان میں صاحب نصیب پیدا کیا ہے اور دولت کے ساتھ اس پر احسان کیا ہے، اس پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غنا پر شکر کرنے کا حکم دیا ہے اور فقر پر صبر کرنے کا، ظاہر ہے کہ صبر مصیبت پر ہوتا ہے اور شکر نعمت پر اور نعمت بہرحال مصیبت سے بہتر ہوتی ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کا خیال یہ ہے کہ فقر غنا سے برتر ہے، وہ اس طرح کہ خداوند تعالیٰ نے نعمت پر شکر کا حکم دیا ہے اور شکر کو نعمت کی زیادتی کا سبب قرار دیا ہے کہ فرمان حق ہے **لئن شکرتم لازیدنکم** (سورہ ۱۴، آیت ۷) لیکن فقر پر صبر کا حکم فرمایا اور صبر کو قرب الٰہی کی زیادتی کا ذریعہ قرار دیا کہ ارشاد ربانی ہے۔ **ان اللہ مع الصابرین** (سورہ ۸، آیت ۴۶) ____ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں وہ غنا جسے صوفیہ کا ایک گروہ فقر سے بہتر سمجھتا ہے اس سے ان کی مراد وہ نہیں جسے عوام غنا کہتے ہیں یعنی دولت دنیا کا پالینا، اس لیے کہ عوام کے نزدیک نعمت پالینا غنا ہے جبکہ مشائخ کے نزدیک نعمتیں دینے والے کو پالینا غنا ہے، ظاہر ہے کہ وصل کا حاصل ہونا ایک چیز ہے اور غفلت کا پالینا ایک دوسری چیز ہے یعنی دنیا کے پالینے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور دنیا کے مالک کے پالینے سے وصل حاصل ہوتی ہے ____ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ **الفقر ھو الغنا باللہ** یعنی فقر ہر معاملے میں اللہ ہی کو کافی سمجھنے کا نام ہے، تمام مشائخ اور اکثر عوام فقر کو غنا سے برتر سمجھتے ہیں۔ امیر لوگ صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقیر صاحب صدق، حضرت سلیمانؑ کا فقر حضرت سلیمانؑ کی غنا سے کم نہیں، حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے استاد ابوالقاسم قشیریؒ کو کہتے سنا کہ لوگ فقر و غنا میں بحث کرتے ہیں اور اپنے لیے ایک چیز اختیار کر لیتے ہیں، میں وہ چیز اختیار کرتا ہوں جو باری تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ مجھے اس پر استقامت دے، اگر مجھے دولت مند بنائے تو میرے قدم نہ ڈگمگائیں اور اگر وہ مجھے فقیر رکھے تو میں حرص و ہوس میں مبتلا ہو کر حق کے راستے سے نہ ہٹ جاؤں۔ درحقیقت فقر اور تونگری دونوں ہی خدائی نعمتیں ہیں، تونگری غفلت کے باعث آفت ہو جاتی ہے اور فقر لالچ اور حرص کے باعث ابتلا بن جاتا ہے۔ فقر ماسوا سے فارغ دل ہونے کا نام ہے اور غنا غیر کے ساتھ دل کو مشغول کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر فراغت دل

Marfat.com

میسر ہو تو نہ فقر غنا سے بہتر ہے اور نہ غنا فقر سے افضل ہے۔ غنا کثرت متاع کا نام ہے اور فقر قلت متاع کا اور تمام متاع کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے پس جو طالب حق ملکیت کو ترک کر دے تو وہ شرک سے محفوظ اور دونوں ناموں سے بے نیاز ہو جاتا ہے ـــــ مشائخ کا فرمان ہے کہ درویش کا ہاتھ جس قدر تنگ تر ہو گا اس کا حال اتنا ہی کشادہ تر ہو گا، فقیر وہ نہیں جس کا ہاتھ زاد سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل مراد سے خالی ہو۔٦

عزالدین کاشانی" اپنی کتاب مصباح الھدایت میں فرماتے ہیں کہ متوسط کے لیے فقر غنا سے افضل ہے اور منتہی کے لیے فقر و غنا دونوں برابر ہیں۔ حدیث پاک میں لیس الغناء غناءِ المال لکن الغناء غناءِ النفسِ ہے ـــــ کہتے ہیں کہ کسی درویش کی ایک بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، درویش نے جواب دیا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیونکر ہے؟ درویش نے کہا کہ میرے دو غلام ہیں حرص اور طول امل (لمبی آرزوئیں) اور ان دونوں کے تم غلام ہو۔

حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں جنیدؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصائل پر ہے اور ہر خصلت کسی ایک نبی سے متعلق ہے، سخاوت حضرت ابراہیمؑ سے، رضا حضرت اسماعیلؑ سے، لباس صوف حضرت موسیٰؑ سے، صبر حضرت ایوبؑ سے، اشارت حضرت زکریاؑ سے، غربت حضرت یحییٰؑ سے، سیاحت حضرت عیسیٰؑ سے اور فقر حضرت محمد ﷺ سے متعلق ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا کرتے ہیں، آپ ﷺ تکلیف میں نہ رہیے اور اپنے لئے آرام و آسائش مہیا کیجیے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں ایسا نہیں چاہتا، مجھے ایک روز پیٹ بھر کر کھانا دے اور دو روز بھوکا رکھ۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اہل تجرید اور ارباب تفرید کے سردار اور راہبر تھے اور اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت صدیق اکبرؓ صاحب تجرید اور صاحب تفرید تھے، دو واقعے پیش کرتے ہیں، تجرید (تصوف میں تجرید سے مراد ہے کہ دل دنیا کی محبت سے خالی ہو) کے سلسلے میں حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دل دنیائے غدار سے بالکل خالی تھا، اس لیے جو کچھ ان کے پاس مال و متاع تھا سب راہ حق میں دے دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں کمبل اوڑھ کر پیش ہوئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ دو بیش بہا خزانے: ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ یعنی ایک محبت حق اور دوسری متابعت رسول ﷺ ـــــ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ یہی ایک صوفی صادق کی صفت ہے اور در حقیقت

Marfat.com

یہی تجرید کے معانی بھی ہیں۔حضرت علی ہجویریؒ نے ایک اور واقعہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے صاحب تفرید ہونے کے بارے میں پیش کیا ہے(تصوف میں تفرید کے معنی ہیں کہ اللہ کے سوا ہر چیز کو دل سے نکال دینا) کہ جب رسول اکرمؐ نے وفات پائی تو تمام اصحاب رسولؐ نہایت شکستہ دل تھے اور حضرت عمرؓ تلوار ہاتھ میں لیے پھرتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت محمد ﷺ نے وفات پائی تو اس کا سر اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ لوگو! جن کا معبود محمد ﷺ تھے سن لو کہ محمد ﷺ اس جہان سے تشریف لے گئے اور جو خدائے محمد ﷺ کی پرستش کرتے تھے تو وہ زندہ ہے کہ ہرگز اسے موت نہیں آئے گی۔

ایک شیخ وقت سے کسی نے پوچھا کہ فقر کیا ہے؟ تو وہ خاموش رہے، اس کے بعد باہر گئے جب لوٹ کر آئے تو کہا کہ میں نے فقر کے بارے میں اس لیے خاموشی اختیار کی تھی کہ اس وقت میرے پاس ایک درہم موجود تھا، لہٰذا میں نے اسے باہر جا کر اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، یہ اس لیے کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آئی کہ میں فقر کے مسئلے پر گفتگو کروں اور میرے پاس یہ درہم ہو، پھر انہوں نے فقر پر گفتگو فرمائی ____ فقر کبریت احمر (سرخ گندھک) اور کیمیائے اخضر ہے، جس کا حصول کوشش وکاوش سے نہیں بلکہ بخشش حق سے وابستہ ہے۔۸ ____ ایک روز ایک فقیر حضرت بوعلی دقاق ؒ کی مجلس میں اٹھا اور کہا کہ میں روزے سے ہوں اور تین روز سے بھوکا ہوں۔ آپ نے اس کو ڈانٹا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، فقر تو سر بادشاہ (بادشاہ کا راز) ہے اور بادشاہ اپنا راز اس کو نہیں بتاتا جو کسی سے کہے اور لوگوں کو بتاتا پھرے۔۹ ____ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جب انہیں آگ میں ڈالا جا رہا تھا، حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے کہا، اے خلیلؑ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے تم سے کوئی چیز نہیں چاہیے۔حضرت جبرائیلؑ نے کہا، اپنے رب سے کچھ مانگئے۔آپ نے کہا اسے میرے حال کا علم ہے۔ابوالحسن نوری ؒ کا قول ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو پرسکون رہے اور جب کچھ موجود ہو تو بذل وایثار سے کام لے۔صوفیہ کا قول ہے: **الفقر سواد الوجه فی الدارین** یعنی فقیر یا سالک کلی طور پر فانی فی اللہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ظاہر وباطن، دنیا وآخرت میں اس کا وجود نہیں رہتا یہی فقر حقیقی ہے، صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ **اذا تم الفقر فهو الله** یعنی سالک مرتبہ فقر کے اتمام یعنی کمال کو پا لیتا ہے اور وہ خدا کو پہچان لیتا ہے، دیکھ لیتا ہے چونکہ یہ مقام اطلاق ذات حق ہے اور یہی سواد الوجہ سواد اعظم ہے۔سواد اعظم وہ ہے جس میں ہر شے موجود ہو، جو مجموعہ کل ہو پس جب فقیر سواد الوجہ یعنی فنافی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے تو یہی مقام ایک طرح سے سواد اعظم یعنی بقاباللہ کا مقام ہے، اپنی ذات کی

Marfat.com

فنا بقا باللہ ہے، یہ مقام انسان کامل کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ انسان کامل اکمل موجودات اور سبب ایجاد عالم ہے ــــــ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علاؤ الدولہ سمنانیؒ چہل مجلس میں الفقر سواد الوجه فی الدارین اور اذا تم الفقر فهو الله کی توجیہات کو جو صوفیہ نے کی ہیں اور جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، قبول نہیں کرتے ــــــ حضرت علی ہجویریؒ نے حضرت ابو القاسم گرگانیؒ سے دریافت کیا کہ درویش کے لیے کم از کم کس چیز کی ضرورت ہے جس کے باعث اسے فقیر کہا جا سکے؟ فرمایا تین چیزیں ہیں:

اسے معلوم ہو کہ (۱) صحیح پیوند کس طرح لگایا جاتا ہے۔ (۲) صحیح یعنی سچی بات کو کیسے سنا جاتا ہے۔ (۳) صحیح قدم زمین پر کس طرح رکھا جاتا ہے۔

بعض مشائخ فقیر کو مسکین سے بہتر سمجھتے ہیں کہ مسکین کے پاس سامان زیست ہوتا ہے مگر فقرا اسے ٹھکرا چکے ہوتے ہیں، صاحب سامان اپنے سامان کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور تارک سامان باری تعالیٰ کا۔ کچھ صوفیہ کے خیال میں مسکین فقیر سے افضل ہوتا ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اللهم احینی مسکینا یعنی اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکین کی موت عطا کر اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں اٹھا لیکن جب فقیر کا ذکر کیا تو فرمایا۔ کاد الفقر ان یکون کفراً قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے، اس معنی کے اعتبار سے فقیر اسباب سے تعلق رکھتا ہے اور مسکین وہ ہے جسے اسباب ہی میسر نہ ہوں۔

ایک روز حضرت مولانا رومیؒ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے شیخ حضرت شیخ صدر الدینؒ کی زیارت کے لیے گئے، شیخ صدر الدینؒ نے آپ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور اپنے سجادے پر اپنے ساتھ بٹھایا، شیخ صدر الدینؒ کا ایک مرید جس کا نام حاجی کاشف تھا، اس نے حضرت مولانا سے سوال کیا کہ فقر کیا ہے؟ آپ نے جواب نہ دیا، اس نے تین بار یہ سوال کیا آپ نے ہر بار خاموش رہے جواب نہیں دیا۔ مولانا وہاں سے اٹھے اور چلے گئے۔ شیخ صدر الدینؒ نے اپنے مرید سے غصے میں کہا، اے مرغ بے ہنگام اس وقت سوال کرنے کا کیا موقع تھا؟ تو نے بے ادبی کی ہے حالانکہ تیرے سوال کا مولانا نے جواب فرما دیا تھا لیکن تو بے خبر ہی رہا۔ حاجی کاشف نے پوچھا کہ جواب کیا تھا؟ مولانا صدر الدینؒ نے فرمایا کہ جواب یہ تھا کہ درویش کامل وہ ہے جو اولیا کے حضور میں نہ زبان سے بات کرے اور نہ دل سے:

پیشِ بینایان خبر گفتن خطاست کان دلیلِ غفلت و نقصانِ ما ست ؏

یعنی اہل نظر کے سامنے خبر بتانا غلطی ہے، کیونکہ ایسا کرنا خود ہماری غفلت اور ہمارے ناقص ہونے کی دلیل ہے ــــــ فقرائے وقت نے حکمرانانِ عہد کے سامنے بلاخوف وخطر کلمۂ حق کہا ہے، انہیں دینداری کی تبلیغ

Marfat.com

بھی کی ہے اور عدل و انصاف کرنے کی تلقین بھی، ان حیرت انگیز واقعات کا کچھ بیان اس کتاب کے پہلے باب ''تصوف اور مبادی تصوف'' میں ہو چکا ہے۔

مقام توکل:

توکل تصوف کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے۔ توکل توحید کی ایک شاخ ہے یا یوں کہیے کہ توحید توکل کی بنیاد ہے اس کے تین درجے ہیں: توکل، تسلیم اور تفویض۔ توکل کے معانی ہیں خدا پر بھروسہ کرنا، اپنے کام اس کے سپرد کرنا ــــــ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (سورہ ۵، آیت ۲۳) یعنی اگر تم مومن ہو تو خدا پر توکل کرو ــــــ توکل کے تین معنی ہیں: ایک قسمت پر بھروسہ کرنا، دوسرے اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کرنا، تیسرے توکل وہ ہے جو رزق سے متعلق ہے، رزق کی چار قسمیں ہیں: مضمون، مقسوم، موعود، مملوک، رزق مضمون وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے کہ وہ مالک ہے اور ہم غلام ہیں۔ ہمارا کام عبادت کرنا ہے، اس کا کام روزی دینا ہے۔ وہ روزی دے گا تو ہم عبادت کریں گے۔ بدن میں جان نہیں ہوگی تو عبادت کیسے کی جائے گی۔ رزق مقسوم یہ ہے کہ ہر شخص کا رزق قسمت میں لکھ دیا گیا ہے اور وہ لوح محفوظ پر تحریر ہے۔ رزق مملوک وہ رزق ہے جو اللہ نے بندے کیلئے مقرر فرما دیا ہے اور وہ اس کا مالک بن گیا ہے اگرچہ حقیقی مالک خدا ہی ہے۔ رزق موعود وہ رزق ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ انہیں رزق بغیر طلب کے مل جائے گا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں؟ فرمایا، نہیں اونٹ کو باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ ابو یعقوب نہر جوریؒ فرماتے ہیں کہ توکل تو درحقیقت ابراہیمؑ کا تھا کہ جبریلؑ نے کہا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ فرمایا مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں۔ ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ توکل غیر اللہ کی طاعت چھوڑ کر صرف اللہ کی طاعت کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس آیا اور کثرت عیال کا شکوہ کیا، فرمایا گھر جاؤ اور جس کی روزی خدا کے ذمے نہیں ہے، اسے گھر سے نکال دو۔ سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسب و کوشش پر طعنہ زنی کرتا ہے وہ سنت پر طعنہ زنی کرتا ہے اور جو توکل پر طعنہ زنی کرتا ہے وہ ایمان پر طعنہ زنی کرتا ہے [1] ــــــ مناہج الطالبین میں ہے کہ مشائخ کا قول ہے کہ توکل ہمارے پیغمبرؐ کا حال تھا اور روزی کمانا آپؐ کی سنت ہے اور جو حضرت رسول پاکؐ کے حال کی پیروی نہیں کر سکتا، اسے کم از کم سنت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ دراصل تصوف کی بنیاد توحید پر ہے اور صوفی جو متوکل ہوتا ہے وہ موحد ہوتا ہے۔ توحید کی تین قسمیں ہیں: توحید ایمانی جسے توحید تقلیدی یا توحید تعبدی بھی کہتے ہیں یہ عوام اور مقلدین کی توحید

Marfat.com

ہے۔دوسری توحید استدلالی اور عقلی ہے۔اسے توحید تحقیقی یا علمی بھی کہا جاتا ہے یہ علماو حکما کی توحید ہے۔تیسری توحید حالی یا توحید کشفی ہے جو عارفین کامل سے مخصوص ہے،اس مقام پر موحد جمال حق میں مستغرق ہو جاتا ہے اور بحر توحید میں ڈوب جاتا ہے لیکن یہاں پہنچ کر بھی یعنی از خود فانی بخدا باقی ہو کر بھی وہ خدا نہیں بن جاتا بلکہ اس لوہے کی طرح ہوتا ہے جو آگ میں تپ کر انگارہ بن جاتا ہے لیکن رہتا لوہا ہی ہے۔

ایک بار حسین بن منصور حلاجؒ نے ابراہیم خواصؒ سے پوچھا،تصوف نے تمہیں کہاں تک پہنچایا؟ فرمایا سفر کرتا ہوں تاکہ توکل زیادہ سے زیادہ حاصل کرسکوں،حلاجؒ نے کہا ساری عمر پیٹ بھرنے میں گنوادی، پس توحید میں فنا کا مقام کب پاؤ گے؟_____ کہتے ہیں کہ شقیق بلخیؒ کے ایک شاگرد نے حج کا ارادہ کیا، حضرت شقیقؒ نے اس سے کہا،بسطام جا کر بایزیدؒ سے ملنا،وہ حسب الحکم حضرت بایزیدؒ کی خدمت میں پہنچا، انہوں نے پوچھا کہ تیرا مرشد کون ہے؟اس نے کہا شقیق بلخیؒ ہیں۔پوچھا وہ کیا کرتا ہے۔اس نے کہا شقیقؒ خلق سے فارغ ہو کر توکل پر متمکن ہو گئے ہیں اور میرے پیر کہتے ہیں کہ اگر آسمان بارش نہ برسائے، زمین پر گھاس نہ اگے اور ساری مخلوق کا میں کفیل ہوں، پھر بھی میں توکل سے نہیں پھروں گا۔بایزیدؒ نے کہا وہ تو بڑا مشرک اور کافر ہے،اور فرمایا کہ اپنے پیر سے جا کر کہو کہ دو روٹی کیلئے اللہ کو مت آزماؤ۔شاگرد یہ سن کر سکتے میں آ گیا اور حج پر نہ گیا بلکہ سیدھا بلخ پہنچا اور حضرت شقیقؒ کو پیغام پہنچایا،انہوں نے کہا اب پھر تم جاؤ اور پوچھو کہ تمہارا کیا مسلک ہے؟مرید بسطام آیا اور حضرت شقیقؒ کا پیغام پہنچایا،انہوں نے کہا کہ وہ تو بہت ہی نادان ہے،اگر میں بتاؤں گا بھی تو تم سمجھ نہ سکو گے۔اس نے کہا جناب میں بہت دور سے آ رہا ہوں، جواب لکھ کر دے دیجئے۔بایزیدؒ نے کہا اچھا لکھو، بسم اللہ الرحمن الرحیم بایزیدؒ یہ ہے،کاغذ لپیٹا اور مرید کو دے دیا یعنی بایزیدؒ کچھ نہیں موصوف ہی نہیں تو صفت کہاں سے بیان کرے۔

توکل کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ وکیل حقیقی جو نعم الوکیل ہے اور جو خدا ہے اس پر اعتماد و اطمینان رکھے اور خود کو اس کے حوالے کر دے۔دوسرا درجہ توکل کا یہ ہے کہ متوکل خدا کے سامنے اس بچے کی طرح ہو جو اپنی ماں کی گود میں ہوتا ہے۔تیسرا درجہ یہ ہے کہ توکل اس طرح خدا کے سامنے ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے____ امام خمینیؒ کی نظر میں توکل عقل پر اور حرص جہالت پر مبنی ہے،ان کے خیال میں توکل کے چار ارکان ہیں: (۱) یہ ایمان ہو کہ خداوند تعالیٰ جو وکیل مطلق ہے میری تمام حاجات سے آگاہ ہے (۲) یہ ایمان ہو کہ وکیل یعنی خداوند تعالیٰ میری تمام حاجات کو پورا کرنے پر قدرت رکھتا ہے (۳) یہ ایمان ہو کہ میرا وکیل بخیل نہیں (۴) اور یہ ایمان ہو کہ وکیل مجھ سے محبت بھی کرتا ہے اور مجھ پر مہربان

Marfat.com

بھی ہے ـــــــ اس کے علاوہ ان کی نظر میں توحید و توکل کے نام پر اپنی کوششوں کو ترک کرنا جہالت ہے، ایسا شخص نہ توحید کو جانتا ہے اور نہ توکل کے معنی سمجھتا ہے۔

ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک زاہد سے پوچھا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ اس نے کہا یہ بات اس سے پوچھو جو کھانے کو دیتا ہے، مجھے اس سے کیا کہ وہ کہاں سے کھلاتا ہے ـــــــ ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا، اس سے پوچھا تمہیں کس نام سے پکارتے ہیں؟ اس نے کہا جس نام سے آپ پکاریں گے، میں نے پوچھا کس قسم کا کھانا کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ جو آپ کھانے کے لئے دیں گے۔ پوچھا کیسا لباس پہنتے ہو؟ جواب دیا جیسا آپ پہنائیں گے۔ پوچھا کیا کام کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ حکم دیں گے۔ پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں غلام ہوں میرا چاہنا نہ چاہنا کیا؟ ـــــــ میں نے سوچا کہ بندگی اس غلام سے سیکھنی چاہیے اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــــ بایزیدؒ نے ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی، امام نے نماز کے بعد کہا اے شیخ تم کوئی کاروبار نہیں کرتے، کہاں سے کھاتے ہو؟ شیخ نے کہا ٹھہر جا میں پہلے نماز قضا کرلوں، امام نے پوچھا کیوں؟ بایزیدؒ نے کہا ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کرنا جو روزی رساں کو نہیں جانتا جائز نہیں ـــــــ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو؟ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

وللہ خزائن السموٰت والارض ولکن المنافقین لایفقھون ـــــــ (سورہ ۶۳، آیت ۷) یعنی زمین اور آسمان کے تمام خزانے اللہ کے لئے ہیں لیکن منافق یہ بات نہیں سمجھتے ـــــــ حضرت شقیقؒ نے ابراہیم بن ادہمؒ سے پوچھا کہ معاش کس طرح کر رہے ہو؟ جواب دیا اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتا ہوں۔ حضرت شقیقؒ نے کہا یہ تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں اگر مل جاتا ہے تو دم ہلاتے ہیں اور اگر کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔ ابراہیم ادہمؒ نے پوچھا آپ کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا اگر کچھ مل جاتا ہے تو ایثار کرتے ہیں، اگر کچھ نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں، ابراہیم بن ادہمؒ اٹھے اور ان کے سر پر بوسہ دیا۔[2]

فضل اللہ رشید الدین میبدیؒ کہتے ہیں کہ توکل کے بارے میں پیر طریقت نے فرمایا کہ سبب سے آنکھیں بند کرلینا جہالت ہے، لیکن سبب ہی کو سب کچھ سمجھ لینا شرک ہے۔ شریعت کے نقطہ نظر سے اگر کوئی شخص کسی غار میں بیٹھ جائے، جہاں آدم ہو نہ آدم زاد، گھاس تک نہ ہو چٹیل میدان ہو، اور پھر کہے کہ میں توکل کر کے اس غار میں بیٹھ گیا ہوں، ایسا توکل قطعاً حرام ہے، وہ اپنی موت کو دعوت دیتا ہے ـــــــ حضرت موسیٰ کو ایک مرض لاحق ہو گیا، طبیبوں نے کہا کہ اس مرض کیلئے فلاں دوا ہے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں دوا نہیں کھاؤں گا، اللہ میاں خود شفا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ جب تک تم دوا نہیں کھاؤ گے میں

Marfat.com

تمہیں شفا نہیں دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے دوا کھائی تو شفا ملی ـــــــ توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اسباب کے ساتھ ساتھ مسبب کو نظر میں رکھے لیکن یہ سمجھے کہ اسباب مسبب ہی نے پیدا کیے۔ تصوف میں یہ مقام تفرقہ ہے، مقام جمع میں صوفی اپنے کام خدا کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود کو خدا کے حوالے کر دیتا ہے، دوسرے کرم حاصل کرنا چاہتے ہیں صوفی کریم کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔[3]

اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں کہ توکل تقدیر پر اعتماد کرنے اور فضل خداوندی پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔ توکل ایمان کی نشانی ہے، جس کے دل میں جتنا زیادہ نور ایمان ہوگا اتنا ہی وہ توکل میں صادق تر ہوگا کہ توکل انبیا کا زیور ہے کہ وہ بصیرت و معرفت میں پختہ تر ہوتے ہیں۔ حقیقتِ توکل ظاہری سکون کا نام نہیں بلکہ فراغت باطن کا نام ہے ـــــــ توکل کی چار قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے نفس پر توکل کرے یہ جاہلین کا توکل ہے۔ دوسرا توکل مال پر ہے کہ مال کو سبب حیات و نجات سمجھتا ہے اور یہ غافلین کا توکل ہے۔ تیسرا توکل مخلوق پر ہے اور یہ توکل راندہ ہائے درگاہ حق کا توکل ہے۔ چوتھا توکل خداوند تعالیٰ پر ہے کہ یہ جان لے کہ رزق، موت، خوش نصیبی، بدبختی سب اسی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے مقبول بارگاہ بنادے اور جسے چاہے مردود درگاہ کر دے اور یہ اہل ایمان کا توکل ہے۔[4]

مناہج الطالبین کے مصنف کہتے ہیں کہ توکل کے دو معنی ہیں کہ جب درویش کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر اعتماد کرے، نہ طلب کرے نہ حرص کرے، دوسرے جب اس کے پاس کوئی چیز ہو، ایک دن کی روزی کے برابر اپنے پاس رکھے اور کل کیلئے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرے۔[5] ـــــــ جلال الدین دوانیؒ اخلاق جلالی میں کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ انسان ان معاملات میں جو بشری قدرت اور دانش سے ماورا ہیں اور انسانی فکر اس میں کوئی مجال تصرف نہیں رکھتا، زیادتی، کمی، جلدی اور تاخیر نہ طلب کرے اور اللہ تعالیٰ جو نعم الوکیل ہے اس پر توکل کر کے خیالات فضول کو برطرف کر دے:

رضا بہ دادہ بدہ وز جبین گرہ بکشا   کہ برمن و تو در اختیار نکشاد است[6]

یعنی جو حکم حق ہوا ہے، اس پر راضی رہو، پریشانی کا اظہار نہ کرو کیونکہ اختیار ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے ـــــــ واعظ کاشفیؒ کہتے ہیں کہ توکل اسباب سے توجہ ہٹا لینا اور مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے اور جو شخص اپنے کام خدا کے حوالے کر دیتا ہے اور جو کچھ پیش آتا ہے اسے کرم الٰہی سمجھتا ہے، ایسے شخص کے تمام کام بروقت اور حسب منشا ہوتے ہیں۔ ایک دن ایک بادشاہ نے ایک عالم سے پوچھا کہ اہل ایمان کی نصرت الٰہی کن چیزوں میں ہے؟ اس نے کہا دو چیزوں میں، ایک ادائے نماز میں اور دوسرے کرم کارساز پر توکل کرنے

Marfat.com

میں، رومی کہتے ہیں:

کارساز ما بہ فکر کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما ئے

یعنی ہمارا کارساز یعنی خدا خود ہماری فکر رکھتا ہے ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا فکر کرنا ہمارے لئے باعث آزار ہے۔_____ حضرت فضیل عیاضؒ کا قول ہے کہ توکل یہ ہے کہ نہ کسی سے خوف رکھے نہ کسی سے توقع۔ مولوی رومیؒ کہتے ہیں کہ اگر تم توکل کرتے ہو تو دو کام کرو پہلے عمل کرو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ توکل بہترین عمل ہے کیونکہ ہر کام میں تیرا ہاتھ یعنی بھروسہ اللہ پر ہے:

گر توکل می کنی در کار کن کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

خود توکل بہترینِ کسبہا است زانکہ در ھر کسب دستت برخداست

بو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ توکل انبیا کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیمؑ کی صفت ہے اور تفویض حضرت رسول پاک ﷺ کی صفت ہے۔ صاحب توکل وعدے پر قناعت کرتا ہے، صاحب تسلیم علم پر قناعت کرتا ہے اور صاحب تفویض حکم پر۔ توکل ابتدا ہے، تسلیم درمیانہ مرتبہ ہے اور تفویض انتہا کا مقام ہے۔

حضرت حسن بصریؒ ایک مرتبہ حبیب عجمیؒ کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت ان کے ہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا۔ جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو ایک سائل آ پہنچا۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے وہ روٹی حضرت حسن بصریؒ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دی، اس پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن اگر تھوڑا سا علم بھی ہوتا تو بہتر تھا۔ تم نے روٹی مہمان کے سامنے سے اٹھا کر فقیر کو دے دی حالانکہ بہتر یہ تھا کہ آدھی روٹی مہمان کے سامنے رہنے دیتے اور آدھی روٹی فقیر کو دے دیتے۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی ایک غلام سر پر خوانِ نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں قسم قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے۔ آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیے اور کھانا حضرت بصریؒ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضرت حسنؒ کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت حبیبؒ نے کہا اے استاد آپ کا شمار عالموں اور نیک مردوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن اگر یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہتر تھا_____ بقول صاحب تذکرۃ الاولیا دو بھوکے افراد رابعہ بصریؒ کے ہاں آئے۔ آپ کے پاس اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں، وہی ان کے سامنے رکھ دیں۔ اسی اثنا میں ایک سائل آ گیا آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر ان دونوں مہمانوں نے برا منایا لیکن

Marfat.com

کچھ ہی دیر بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور کہا کہ یہ روٹیاں میری مالکہ نے بھجوائی ہیں اور جب آپ نے ان روٹیوں کو شمار کیا تو وہ گنتی میں اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت رابعہ بصریؒ نے کنیز سے کہا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے ہاں نہیں بلکہ کسی اور کے ہاں بھیجی گئی ہیں۔ جب کنیز نے جا کر اپنی مالکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ، چنانچہ جب حضرت رابعہ بصریؒ نے بیس روٹیاں شمار کرلیں تب مہمانوں کے سامنے رکھیں۔ مہمان حیران بھی ہوئے اور کھانے میں مصروف بھی ہوئے۔ کھانے کے بعد مہمانوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے اس واقعہ کی نوعیت معلوم کی تو انہوں نے فرمایا جب میں نے سائل کو دو روٹیاں دی تھیں تو اللہ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ تیرا وعدہ ایک کی بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے۔ میں نے تیری رضا کے لئے دو روٹیاں دی ہیں۔ اب مجھے بیس روٹیاں عطا کر۔ جب کنیز اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی تو میں سمجھ گئی تھی کہ اس میں غلطی ضرور ہوئی ہے۔[8]

مقام قناعت:

نجم الدین کبریٰؒ قناعت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ قناعت نفسانی خواہشات اور حیوانی لذات کو ترک کردینے کا نام ہے[1]______ محمد بن علی ترمذیؒ کہتے ہیں کہ قناعت قسمت پر راضی رہنے کا نام ہے، ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں جو قناعت کرتا ہے وہ راحت میں رہتا ہے اور سب پر سرداری کرتا ہے______ عزالدین کاشانیؒ کی نظر میں قناعت سے مراد ہے کہ نفس کم سے کم چیزوں کی حد پر رہے اور زیادہ کی طلب سے اپنی آرزو کو منقطع کردے۔ عزالدین کاشانیؒ ہی کا قول ہے کہ قناعت دنیاوی امور میں تو پسندیدہ ہے لیکن امور اخروی میں نہیں[2]______ اثیر اخسیکتیؒ کہتے ہیں جس آدمی کو گوشہ عزلت میسر ہے وہ سارے زمانے کا بادشاہ ہے:

آن را کہ چار گوشۂ عزلت میسر است　　　گو بنج نوبہ زن کہ شہ ہفت کشور است

سعدیؒ کہتے ہیں جو اپنی قسمت اور روزی پر قناعت نہیں کرتا وہ منکر خدا ہے، یہ بات حریص جہاں گرد سے جا کر کہو کہ قناعت انسان کو امیر بنا دیتی ہے۔ سعدی کہتے ہیں کہ ختن کے بادشاہ نے ایک مرد روشن ضمیر کو ریشمی خلعت دیا اس نے خوشی سے اس خلعت کو پہنا اور کہا کہ اے بادشاہ سلامت آپ کا خلعت واقعی بہت خوب ہے لیکن اس سے خوب تر میری گدڑی ہے______ اگر تم آزاد منش ہو تو زمین پر سو جاؤ مگر قالین کے لئے کسی کی زمین بوسی نہ کرو:

Marfat.com

خدا را ندانست و طاعت نکرد — کہ بر بخت و روزی قناعت نکرد
قناعت توانگر کند مرد را — خبر کن حریص جہانگرد را
یکی را زمردانِ روشن ضمیر — امیرِ ختن داد طاقی حریر
زشادی چو گلبرگ خندان شگفت — بپوشید و دستش ببوسید و گفت
چہ خوبست تشریفِ شاہ ختن — وز آن خوبتر خرقہ ای خویشتن
گر آزادہ ای بر زمین خسپ و بس — مکن بھر قالی زمین بوسِ کس[3]

مقامِ صبر:

صبر کے معنی ہیں مصائب و آلام کے وقت رونا نہ شکوہ کرنا، انہیں حوصلے سے برداشت کرنا۔

صوفیہ صبر کو بہت اہمیت دیتے ہیں، ان کی نظر میں صبر نصف ایمان بلکہ تمام تر ایمان ہے۔ بقول حضرت ابونصر السرّاجؒ مصنف ''کتاب اللمع'' صبر کرنے والے تین قسم کے ہیں: متصبر، صابر، صبار۔ متصبر وہ شخص ہے جو مصائب پر صبر کرتا ہے، صابر وہ ہے جو خدا کے لئے صبر کرتا ہے اور گلہ نہیں کرتا، صبار وہ شخص ہے جو اللہ کیلئے اللہ کے وسیلے سے صبر کرتا ہے اور کسی مصیبت پر بھی صبر سے عاجز نہیں ہوتا۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی نظر میں متصبر وہ ہے جو کبھی صبر کرتا ہے اور کبھی مصیبت پر گھبرا جاتا ہے، اور صابر وہ ہے جو مصیبت پر پوری طرح صبر کرتا ہے اور صبار وہ ہے جو ہر مصیبت پر مکمل طور پر ثابت قدم رہتا ہے ـــــــ بقول حضرت امام غزالیؒ ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے، مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے، غیرت کے معاملات پر صبر کرنا حرام ہے۔ صبر کڑوی دوا بھی ہے اور متبرک شربت بھی، صبر فائدے کو کھینچ لیتا ہے اور ضرر کو روک لیتا ہے۔ ایسی دوا کو چاہیے کہ ہر عاقل استعمال کرے کہ صبر کی کڑواہٹ ایک گھڑی کی ہے اور راحت سالوں کی ـــــــ صبر کی چار قسمیں ہیں: طاعت پر صبر، گناہوں سے صبر، دنیا کی فضول چیزوں سے صبر، مصائب و آلام پر صبر۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو یوں نصیحت فرمائی تھی کہ مصائب و آلام پر اگر تم صبر کرو گے تو تقدیر تم پر جاری ہوگی لیکن تمہیں اجر بھی ملے گا اور اگر تم ماتم کرو گے تو تقدیر تو تم پر پھر بھی جاری ہوگی لیکن تم مصیبت میں ہو گے[1]۔

اردشیر العبادیؒ صبر کے باب میں کہتے ہیں: صبر کی ایک قسم یہ ہے کہ خواہشات کی پیروی سے اور گناہوں سے انسان دور رہے اور لذتوں کو چھوڑ دے اور اس عادت پر برقرار رہے، یہ صبر کی سب سے زیادہ دشوار قسم ہے ـــــــ حق تعالیٰ نے ایوبؑ کی تعریف کی اور ان کو صفت صبر سے موصوف کیا نیز انہیں بندۂ نیک بھی کہا۔ انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اواب (سورہ ۳۸، آیت ۴۴) ـــــــ دوسرا صبر یہ

Marfat.com

ہے کہ تکالیف جو دشمنوں سے اور بیگانوں سے پہنچتی ہیں ان پر انسان صبر کرے، حق تعالیٰ نے سب کو صبر کے لئے فرمایا۔ یاایھاالذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا۔ (سورہ ۳، آیت ۲۰۰)

جب انسان غیراللہ کے جبر وستم پر صبر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا کفیل بن جاتا ہے۔ آیت الیس اللہ بکاف عبدہ. (سورہ ۳۹، آیت ۳۶) اس پر شاہد ہے۔ حضرت رسول پاک ﷺ ایسے ہی تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا انا کفیناک المستھزئین (سورہ ۱۵، آیت ۹۵) ـــــــ صابر کے کمال ایمان کی نشانی یہ ہے کہ مصائب پر صبر کرے اس طرح کہ صبر زبان سے بھی کرے وہ یوں کہ زبان سے کوئی غلط جملہ نہ نکالے اور بدن سے بھی کرے، وہ یوں کہ اضطرار و اضطراب نہ کرے اور دل سے بھی کرے وہ یوں کہ دل میں اعتراض و تردد و انکار کا خیال تک نہ لائے۔[2]

صبر کی دو قسمیں ہیں: صبر بر مراد اور صبر بر مکروہ،

صبر بر مراد یہ ہے کہ ان پسندیدہ چیزوں سے صبر کرنا جو شریعت میں ممنوع ہیں۔ اس نوع کے صبر کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک فرض، دوم نفل۔ نفس کا پسندیدہ چیزوں سے صبر کرنا جو فرض ہے وہ ان چیزوں سے متعلق ہے جو دین میں حرام ہیں، نفس کا پسندیدہ چیزوں سے صبر کرنا جو نفل ہے وہ ان چیزوں سے متعلق ہے جو دین میں مکروہ ہیں۔ مثلاً مشتبہ چیزوں سے بچنا یعنی ایسی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرنا جن کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ حرام ہیں جیسے کوئی شخص بطور تحفہ کھانے کی چیز بھیجے لیکن اس شخص کی کمائی کے بارے میں شبہ ہو کہ شاید اس کی کمائی حرام کی ہو اور اس طرح قول و فعل میں زیادتی سے بچنا بھی اسی میں شامل ہے ـــــــ صبر بر مکروہ یعنی ان چیزوں پر صبر کرنا جو نفس کو ناپسندیدہ ہوں وہ بھی دو قسم کا ہے، ایک فرض دوسرا نفل۔ صبر بر مکروہ جو فرض ہے وہ ان چیزوں سے متعلق ہے جو اسلام میں فرض ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ ـــــــ صبر بر مکروہ جو نفل ہے وہ ان چیزوں سے متعلق ہے جو اسلام میں نوافل میں شامل ہیں جیسے نفلی نماز پر صبر کرنا، کرامات واحوال پر صبر کرنا، گمنامی پر صبر کرنا، فقر پر صبر کرنا اور نیکی چھپانے پر صبر کرنا۔

صبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان نعمتوں پر صبر کرے یعنی دولت کو ان چیزوں پر خرچ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع ہیں۔ اس صبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عافیت پر صبر کرے تاکہ کسی فتنے میں نہ پڑ جائے۔ صبر کی اس نوع کو "صبر فی اللہ" کہتے ہیں ـــــــ صبر روح اور قلب کے مرتبے میں بھی ہوتا ہے، صبر قلب مکروہات پر یہ ہے کہ اپنی نیت کو ہمیشہ صاف رکھے اور اخلاص کو نفس کے شبہ سے پاک کرے، اس قسم کے صبر کو صبر باللہ کہتے ہیں۔ ایک صبر یہ ہے کہ مراقبے پر ہمیشہ قائم رہے اور اسے صبر علی اللہ کہتے ہیں، ایک صبر یہ

Marfat.com

ہے کہ نفس پر ہمیشہ متوجہ رہے اور اس کی تدبیر و سیاست میں مشغول رہے، اسے صبر الی اللہ کہتے ہیں۔ صبر قلب پسندیدہ چیزوں پر یہ ہے کہ ہمیشہ محاضرے اور مکاشفے سے ضروری ظاہری اعمال کی مصروفیت پر صبر کرے یعنی لذت محاضرہ و مکاشفہ کو ترک کر کے اعمال ظاہری نماز روزہ اور عبادت میں مصروف ہو، اسے صبر من اللہ کہتے ہیں ـــــــ صبر روح ناپسندیدہ پر یہ ہے کہ جمال ازلی کے مشاہدے میں حضرت شہود کے احترام میں تیز نظری سے آنکھیں بند کر لینے اور حیا کی پیچیدگیوں میں روح کے سمٹ آنے سے صبر کرنا اسے صبر مع اللہ کہتے ہیں۔ صبر روح پسندیدہ چیزوں پر یہ ہے کہ بارگاہ لم یزل میں جمال ازلی کے مشاہدے کے نور سے اپنی آنکھوں میں بصیرت کا سرمہ لگانے سے صبر کرنا، اس کو صبر عن اللہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا صبر کے منافی نہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو صابر کہا ہے حالانکہ انہوں نے حق تعالیٰ سے اپنی بیماری سے شفا کی دعا مانگی تھی ـــــــ کہتے ہیں سلطان العارفینؒ بھوکے تھے، رونے لگے، لوگوں نے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا مجھے خداوند تعالیٰ نے اس لئے بھوکا رکھا ہے تاکہ روؤں اور فرمایا کہ بدن کی وہ کیفیات جو تغیر مزاج کا لازمی نتیجہ ہیں اور انسان کے اختیار میں نہیں ہیں وہ صبر کے منافی نہیں ـــــــ کہتے ہیں کہ منصور حلاجؒ کے جب ہاتھ کاٹے گئے تو انہوں نے اپنے چہرے پر خون مل لیا تاکہ چہرے پر کوئی تبدیلی پیدا ہو یعنی چہرے کا رنگ بدلے تو عوام اس رنگ کو نہ دیکھ سکیں اور یہ مقام غیرت کی وجہ سے تھا۔[3]

عزالدین کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ صبر کے معانی عام طور پر یہ ہیں کہ نفس کا ان پسندیدہ چیزوں سے دور رہنا جو شریعت میں ممنوع ہیں یا ایسی ناپسندیدہ چیزوں پر عمل کرنا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور صبر کا مقام فقر کے مقام کے بعد ہے، کیونکہ صبر کی ایک صورت فقر پر صبر کرنا بھی ہے۔ صبر کو ایمان کے دو ستونوں میں سے ایک ستون سمجھا جاتا ہے ـــــــ صبر عقل کا جوہر ہے انسان میں جتنی زیادہ عقل کامل ہوگی، اس میں اتنا ہی زیادہ صبر بھی ہوگا، جب تک عقل نہ ہو علم و صبر بھی حاصل نہیں ہو سکتے اور جب تک علم نہ ہو جو صبر کی فضیلت پر دلالت بنتا ہے صبر جمیل بھی حاصل نہیں ہوتا اور جب تک صبر نہ ہو، علم نافع بھی حاصل نہیں ہوتا، پس علم کا کمال صبر سے ہے اور صبر کا جمال علم سے ہے اور عقل کا کمال و جمال دونوں علم اور صبر سے وابستہ ہیں۔ صبر کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ہر نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ ایک حساب سے دیں گے لیکن صبر کی جزا بے حساب ہے۔[4]

مناہج الطالبین میں ہے کہ اعمال و احوال کے حوالے سے صبر کی چھ قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ جو

Marfat.com

عبادات اللہ تعالیٰ نے تم پر واجب کی ہیں انہیں پورے طور پر بجالاؤ اور ان کو وقت پر ادا کرو، صبر کی دوسری قسم یہ ہے کہ نفس کو گناہوں سے بچاؤ، صبر کی تیسری قسم یہ ہے اخلاق وآداب پسندیدہ پر عمل کرو، چوتھی قسم یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی گناہ یا غفلت یا لغزش سرزد ہوجائے تو ناامید نہ ہو اور وہ گناہ جس کا تعلق خدا سے ہو، اس کیلئے خداوند تعالیٰ سے توبہ کرو، اپنے گناہ پر پشیمان و دردمند ہو اور اگر گناہ کا تعلق مخلوق خدا سے ہے تو معذرت اور انصاف کے ساتھ پیش آؤ اور جہاں تک ممکن ہوسکے اس کا تدارک کرو۔ پانچویں قسم یہ ہے کہ حادثات ومصائب کے امتحان یا آزمائش پر صبر کرو۔ مشائخ کا قول ہے کہ مصیبت پر صبر یہ ہے کہ ادب کا لحاظ کرے، خدا سے اور مخلوق سے کوئی شکایت نہ کرے۔ چھٹی قسم یہ ہے کہ جب طالب صادق خداوند تعالیٰ سے توفیق پالے تو اپنی طاقت اور وقت کے مطابق اعمال واخلاق کی شرائط کو پورا کرے اور اخلاق حمیدہ کے حصول میں اپنی کوشش جاری رکھے اور اس پر صبر بھی کرے۔ مشائخ کا قول ہے کہ دنیا کو آخرت کے لئے تو چھوڑنا آسان ہے لیکن مخلوق کو خدا کیلئے چھوڑنا بہت مشکل ہے اور اس سے زیادہ دشوار حق کیلئے نفس سے تعلق توڑنا ہے اور صبر کا دشوار ترین مقام یہ ہے کہ خدا کے ساتھ ہونا اور اس پر صبر کرنا۵۔

ملا جلال الدین دوانیؒ کہتے ہیں کہ صبر خواہشات نفسانی سے نفس کے مقابلہ کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے **واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ** (سورہ ۷۹، آیات ۴۰، ۴۱) صبر نبیوں اور بہادر انسانوں کا زیور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ سے فرمایا:____ **فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل** (سورہ ۴۶، آیت ۳۵)، حدیث میں ہے "**الصبر مفتاح الفرج**" ایک اور حدیث ہے "**النصر مع الصبر**" "صحیفۂ صغریٰ جسے ایرانی حکمانے اپنے عبادت خانوں میں لٹکایا ہوا تھا، اس میں یہ بات درج تھی کہ جس طرح لوہا طبعاً عاشق مقناطیس ہے اسی طرح فتح مندی بھی طبعاً طالب صبر ہے۔

ایک بدو (دہقانی) نے حضرت حسن بصریؒ سے صبر کا مفہوم پوچھا آپ نے فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں: اول مصائب وآلام پر صبر کرنا دوسرے ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے احتراز کرنے کا حکم دیا ہے ____ دہقانی نے کہا کہ نہ آپ جیسا زاہد دیکھا اور نہ آپ جیسا صابر سنا، آپ نے فرمایا (یعنی حسن بصریؒ نے) کہ اے بدو میرا زہد اختیار کرنا امید کی وجہ سے ہے اور صبر کرنا خوف کی وجہ سے۔ بدو نے کہا کہ میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا، آپ نے فرمایا کہ مصائب یا اطاعت حق پر میرا صبر کرنا صرف نار جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے اور میرا زہد اختیار کرنا آخرت میں حصول جنت کیلئے ہے اور حقیقی صابر وہ ہے جو صبر صرف حق

Marfat.com

کیلئے کرتا ہے نہ کہ دوزخ سے بچنے کیلئے اور زہد حق کے لئے اختیار کرتا ہے نہ کہ جنت کے حصول کیلئے اور یہی اخلاص کے معنی ہیں ــــ امام خمینیؒ صبر کو جنودِ عقل (عقل کے لشکروں) میں سے ایک لشکر کہتے ہیں اور جزع یعنی رونے، سر پیٹنے کو جنودِ جہل یعنی جہالت کے لشکروں میں شمار کرتے ہیں۔امام خمینیؒ کی نظر میں انسان کی فطرت خدا خواہ اور خدا بین ہے، وہ عاشق کمال و جمال مطلق ہے،اس لئے اس پر جو خدا کی طرف سے وارد ہوتا ہے خواہ اسے وہ ناگوار ہی ہو، وہ قطعاً نالہ و فریاد نہیں کرتا بلکہ سالک طریقت جزع کو یعنی رونے پیٹنے کو عیب خیال کرتا ہے۔[۶]

مقامِ شکر:

شکر کے معنی لغت کے حوالے سے مطلقاً کھولنا یا اظہار کرنا ہے اور علما کی زبان میں شکر کے معنی یہ ہیں کہ انسان منعم کی نعمتوں کا اعتراف کھلے دل سے کرے ــــ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اکرم ﷺ کی جو سب سے عجیب چیز دیکھی ہے وہ بتایئے۔ فرمایا ایک رات آپ تشریف لائے، رات بھر نماز پڑھتے رہے اور گریہ وزاری کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت بلالؓ آ گئے، صبح کی نماز کے لئے اذان دی، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنی گریہ وزاری کیوں فرماتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ فرمایا کہ میں پھر اپنے خدا کا شکر کیوں نہ ادا کروں اور بندۂ شاکر کیوں نہ بنوں؟ ــــ شکر کی تین قسمیں ہیں: ایک شکر علما ہے جو زبان سے کرتے ہیں، ایک شکر عابدان ہے جو افعال سے شکر ادا کرتے ہیں، ایک شکر عارفان ہے جو تمام احوال میں استقامت کے ساتھ رہنے سے شکر ادا کرتے ہیں۔ جو شخص عطا پر شکر کرتا ہے وہ شاکر ہوتا ہے اور جو بلا (مصیبت) پر شکر کرتا ہے وہ شکور ہوتا ہے۔[۱]

اردشیر العبادیؒ کہتے ہیں کہ خدا کا شکر صرف زبان ہی سے نہیں کرنا چاہیے ــــ ویسے بھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی نعمتوں کی گنتی نہیں ہو سکتی، وہ بے حد و بے حساب ہیں، فرمان حق ہے: **و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها** (سورہ ۱۴، آیت ۳۴) ــــ بلکہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا در حقیقت نعمتوں کی حقیقت جاننا ہے اور شکر خود شاکر اپنے لئے ہی کرتا ہے کہ فرمان حق ہے۔ **ومن شکر فانما یشکر لنفسه** (سورہ ۲۷، آیت ۴۰) اور شکر کرنے سے شاکر ہی کو فائدہ ہوتا ہے کہ فرمان حق ہے **لئِن شکرتم لازیدنکم** (سورہ ۱۴، آیت ۷) (اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتوں سے نوازوں گا) ــــ شکر کرنے کی شرط یہ ہے کہ خدا کی جو نعمتیں اپنے اوپر ہوتی ہیں انہیں انسان پہچانے اور شکر کی حقیقت یہ ہے کہ

Marfat.com

نعمت کو پہچانے اور منعم کو جانے اور یہ دیکھے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے دیا ہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا اور جسے اس نے اپنے قہر سے منع کر دیا ہے کوئی اسے دے نہیں سکتا کہ فرمان حق ہے: مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ (سورہ ۳۵، آیت ۲) اور یہ بھی ہے کہ اگرچہ شاکر کو چاہیے کہ تمام نعمتوں اور بخششوں کو منعم حقیقی کی جانب ہی سے جانے کہ وہ رازق اور خالق ہے لیکن اسباب دنیاوی سے بھی انکار نہ کرے، ان کا بھی شکر ادا کرے، زبان سے اسباب وذرائع کا شکریہ کہے اور دل سے پورے اخلاص کے ساتھ منعم حقیقی کا شکر ادا کرے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور پھر سب سے پہلے ماں باپ کا شکر ہے۔ قرآن پاک میں لقمان حکیم اپنے بیٹے سے یوں فرماتے ہیں: ان اشکرلی ولوالدیک (سورہ ۳۱، آیت ۱۴) یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی _____ دوسرے نمبر پر استاد کا شکر ہے علم کے لئے اور پیغمبر کا شکر ہے دین و شریعت کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ صلوا علیہ و سلموا تسلیما (سورہ ۳۳، آیت ۵۶) _____ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کیلئے۔ پہلے شاکر بنے پھر شکور، اس کے بعد حامد اور آخر میں حماد بن جائے کہ و آخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین (سورہ ۱۰، آیت ۱۰)، یعنی ان کی آخری دعا یہ ہوتی ہے کہ تمام حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے _____ حماد حمد حق کسی عوض اور غرض کے بغیر کرتا ہے۔ مدح زبان سے اسباب کے لئے کی جاتی ہے اور شکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نشانیوں پر کیا جاتا ہے اور حمد خلوص دل سے منعم حقیقی کی وحدانیت پر کی جاتی ہے۔

فرمان رسول پاکؐ ہے لا احصی ثناء علیک. اے اللہ میں تیری حمد کما حقہ نہیں کر سکتا۔[۲]

عزالدین کاشانیؒ شکر کے باب میں فرماتے ہیں چونکہ صبر کا پھل ثواب عظیم ہے اور اس نعمت کے حصول پر شکر ادا کرنا لازم و واجب ہے، اس لئے مقام شکر صبر کے مقام کے بعد ہے۔[۳] ملا حسین واعظ کاشفیؒ کہتے ہیں کہ شکر دل سے بھی کیا جا سکتا ہے اور زبان سے بھی اور اعضاء و جوارح سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ دل سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ منعم حقیقی کو پہچانے اور یہ سمجھے کہ جو نعمت بھی اسے ملی ہے، اسی کی بے انتہا مہربانی اور کرم کا نتیجہ ہے اور زبان سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرے اور کلمہ الحمد للہ بہت کہے اور اعضاء و جوارح کا شکر یہ ہے کہ ہر عضو کی قوت کو منعم حقیقی کی طاعت میں صرف کرے مثلاً آنکھ کی طاعت یہ ہے کہ مخلوقات کو عبرت کی نظر سے دیکھے اور علما و صلحا کو عزت کی نظر سے اور ضعفا اور زیر دستوں کو شفقت کی نظر سے دیکھے۔ اسی طرح کان کی طاعت یہ ہے کہ کلام الٰہی، احادیث رسول اکرم ﷺ اکابر دین کے قصے، مشائخ اور اہل یقین کے مواعظ کو

Marfat.com

سنے اور ہاتھ کی طاعت یہ ہے کہ فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ احسان کرے اور پاؤں کی طاعت یہ ہے کہ اولیا کے مزارات، عبادت خانوں اور مسجدوں میں جائے، سچے گوشہ نشینوں کی احوال پرسی اور بے طمع گوشہ نشینوں کی زیارت کرے۔[۴]

حضرت جنید بغدادیؒ سات سال کی عمر میں اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں چند صوفیا کرام میں شکر کے مسئلے پر بحث ہو رہی تھی اور جب سب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کو کہا، چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد عرض کیا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی کبھی نہ کرے اور اس کی نعمت کو اپنے گناہوں کا سرمایہ نہ بنائے۔ سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اسی کا نام ہے۔[۵] ـــــ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بی تو دمی قرار نتوانم کرد — احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

اے اللہ تیرے بغیر مجھے قرار نہیں ہے، تیری نعمتوں کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے پھر بھی میں تیرے شکر کا ایک ہزارواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتا ـــــ ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ انسان کو صحت حاصل ہو تو اس کے شکر ادا کرنے کی سچی صورت یہ ہے کہ وہ بیماروں کی تیمارداری کرے، دولت حاصل ہو تو اس کا شکر ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ناداروں کی مالی مدد کرے اور اگر علم و حکمت حاصل ہوں تو ان کا شکر ادا کرنے کا مناسب ترین انداز یہ ہے کہ دوسروں کو خیر و نیکی کی تعلیم دے اور دوسروں کے لیے خود باعث خیر و صلاح و فلاح بنے۔

مقام رضا:

رضا کے معنی خوشنودی یا خوشدلی یا تسلیم کرنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) (سورہ ۵، آیت ۱۱۹) اور لقد رضی اللہ عن المومنین. (سورہ ۴۸، آیت ۱۸) ـــــ رضا سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے ارادے کو اللہ کے ارادے میں ضم کر دے۔ یعنی وہ وہی چاہے جو اللہ چاہے۔ وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ (سورہ ۷۶، آیت ۳۰) یعنی وہ نہیں چاہتے مگر جو خدا چاہتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ سے لوگوں نے پوچھا ماترید (تم کیا چاہتے ہو؟) فرمایا ارید ان لا ارید. یعنی میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں، میری مراد، مراد حق ہے ـــــ

Marfat.com

رضا کی دو قسمیں ہیں، ایک خدا کی رضا بندے سے، ایک بندہ کی رضا خدا سے۔ خدا کی رضا سے مراد ہے خدا کا کرم اور بندہ کی رضا سے مراد ہے خدا کے احکامات پر بلا چون و چرا عمل کرنا۔ خدا کی رضا مقدم ہے کہ توفیق عمل بھی وہی دیتا ہے۔ مختصر طور پر یوں ہے کہ بندہ قضائے حق کو خوشدلی سے قبول کرے خواہ عطا ہو یا سزا ہو۔

قرآنِ پاک میں ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (سورہ ۵، آیت ۱۱۹) یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یوں رضا کی دو صورتیں ہیں: خدا کا بندے سے راضی ہونا اور بندے کا خدا سے راضی ہونا۔ بقول حضرت علی ہجویریؒ "خدا کا راضی ہونا یہ ہے کہ وہ بندے کی نیکوکاری پر اجر کے طور پر اسے عزت عطا فرمائے ـــــ قضائے الٰہی پر راضی رہنا صوفیہ اور عارفین کی صفت ہے۔ یہ درجہ صوفیہ کی نظر میں توکل کے بعد ہے، نسفیؒ کی نظر میں جس طرح توبہ تصوف کا پہلا مقام ہے رضا آخری مقام ہے ـــــ صوفیہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رضا مقام ہے یا حال ہے۔ خراسانی صوفیہ کے نزدیک رضا مقام نہیں بلکہ حال ہے یعنی کسب و کوشش سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ دوسرے احوال کی طرح عطائے ربانی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عتبۃ الغلامؒ ساری رات صبح تک کھڑے رہے اور یہی کہتے رہے کہ اے اللہ! اگر تو مجھے عذاب دے تجھے دوست رکھتا ہوں، اگر تو مجھے بخش دے تب بھی تجھے دوست رکھتا ہوں۔[1] ـــــ حضرت محاسبیؒ کا قول ہے کہ رضا محبت کا نتیجہ ہے کہ محب اس پر راضی ہوتا ہے جو محبوب کرتا ہے۔ محب اپنا اختیار ختم کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک درویش دریائے دجلہ میں گر گیا اور تیرنا جانتا نہیں تھا، ایک شخص نے کہا میں کسی کو بلاؤں تاکہ تمہیں دریا سے نکالے؟ اس نے کہا، نہیں۔ اس نے کہا کیا تم ڈوبنا چاہتے ہو؟ درویش نے کہا "نہیں"۔ اس شخص نے پوچھا آخر تم کیا چاہتے ہو؟ اس درویش نے جواب دیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی میں چاہتا ہوں۔[2] ـــــ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ عارف کمال و جمال حق تعالیٰ کو تمام موجودات میں جاری و ساری پاتا ہے اور افعال حق کو کامل دیکھتا ہے، سو وہ جانتا ہے کہ جمیل مطلق سے جو فعل بھی سرزد ہوگا وہ مطلق جمیل ہوگا۔ پس عارف رضا میں کامل ہوتا ہے ـــــ حضرت ذوالنونؒ کا قول ہے کہ رضا قضا کی تلخی میں دل کا شادمان رہنا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے کہا "یارب از من خوشنود باش" حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس خدا کی رضا چاہتے ہو جس سے تم راضی نہیں ہو۔[3]

بقول امام غزالیؒ دعا کے باعث دعا مانگنے والا مقام رضا سے خارج نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ رضا کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو حضرت ﷺ کیوں کثرت سے دعا مانگتے اور کیوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تعریف میں یوں فرماتا ہے؟ یدعوننا رغبا یعنی ہمیں رغبت سے پکارتے تھے

Marfat.com

(سورہ ۲۱، آیت ۹۰) ۴ _____ واعظ کاشفیؒ کہتے ہیں کہ رضا سے مراد یہ ہے کہ قضائے الٰہی سے بندہ پر جو کچھ بھی آئے وہ اس پر راضی رہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ تیر قضا کے لیے کوئی ڈھال رضا سے بہتر نہیں، جو آدمی رضا و تسلیم کے آستانے پر سر جھکا دے، وہ سرداری اور سرفرازی کے تخت پر جلد ہی پہنچ جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (سورہ ۵، آیت ۱۱۹) اس حقیقت کا ثبوت ہے اور اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ الرضیٰ بالقضیٰ باب اللہ الاعظم. (قضا پر راضی ہونا اللہ کے گھر کا سب سے بڑا دروازہ ہے)۔

صوفیہ کی نظر میں تسلیم کا مرتبہ رضا سے بلند تر ہے اور تفویض تسلیم سے برتر ہے۔ حضرت خلیل اللہ نے "اسلمت" (سورہ ۳، آیت ۲۰) فرما کر تسلیم کے مقام کا ذکر کیا ہے اور رسول پاک ﷺ نے "و افوض امری الی اللہ" (سورہ ۴۰، آیت ۴۴) فرما کر تفویض کے مقام کا ذکر فرمایا ہے۔ تسلیم میں تصرف پایا جاتا ہے اور تفویض میں قطع تصرف، تسلیم مجردوں کا دستور اور تفویض مفردوں کا شیوہ ہے، سپرد کردہ چیز میں یہ کہنا کہ سپرد کردی تسلیم ہے اور تفویض میں یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کر دیے۔ ۵

مقام تسلیم:

صوفیہ کی نظر میں مقام تسلیم، توکل اور رضا کے مقامات سے بلند تر ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ فضیلت تسلیم کے باب میں کہتے ہیں کہ نفس کی تمام راحتیں تسلیم میں ہیں اور زحمتیں تدبیر میں ہیں! ۱ _____ اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں کہ تسلیم مومن کے لیے دو جہاں کی سلامتی کا سبب ہے کہ اسلام کے معانی شریعت کے احکامات کی پابندی کرنا ہیں (جس سے انسان کو دو جہاں کی سلامتی ملتی ہے)۔ جب بندے کے دل میں اسلام راسخ ہو جاتا ہے اور توکل اور یقین دونوں اس کے حال کا زیور بن جاتے ہیں، تو وہ تمام کاموں میں طریقۂ تسلیم کو اختیار کرتا ہے اور اپنی باگ دوڑ اپنے اصلی دوست کے ہاتھ میں تفویض کر دیتا ہے، تاکہ وہ دوست جس طرح چاہے اسے رکھے، وہ اس پر راضی رہتا ہے۔ تسلیم حضرت اسماعیلؑ کے لیے ان کی حیات کا سبب بنی کہ فرمان حق ہے۔ وفدیناہ بذبح عظیم (سورہ ۳۷، آیت ۱۰۷) اور تسلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لیے نجات کا باعث بنی کہ فرمان حق ہے۔ یا نار کونی بردا وسلاماً علی ابراهیم (سورہ ۲۱، آیت ۶۹) _____ پس جو مسلمان صاحب تسلیم ہے وہی صاحب قلب سلیم بھی ہے _____ فرمان حق ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (سورہ ۲۶، آیات ۸۸، ۸۹) (اس دن مال و اولاد کوئی نفع نہیں دے گی البتہ وہ جو قلب سلیم لے کر آئیں گے۔) ۲ _____ جلال الدین دوانیؒ

Marfat.com

کہتے ہیں تسلیم سے مراد یہ ہے احکام الٰہی، قوانین شرعی، سنت نبوی ﷺ اور اماماں شریعت کے طریقے اور مشائخ طریقت کے دستور پر راضی ہو جائے اور خوشدلی سے ان پر عمل کرے خواہ وہ اس کی طبیعت کے مطابق نہ ہوں اور خداوند تعالیٰ نے تسلیم کو ایمان کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔ فرمان حق ہے۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما. (سورہ ۴، آیت ۶۵) (پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں)____ بعض صوفیہ تسلیم و رضا میں فرق کرتے ہیں کہ تسلیم قضا سے پہلے ہوتی ہے اور رضا وقوع قضا کے بعد اور یوں ان کی نظر میں رضا کا مقام تسلیم سے بلند تر ہے۔[۳]

مقام تواضع:

تواضع سے مراد نفس کی وہ کیفیت ہے جو وہ حق کے ساتھ مقام عبودیت میں اور مخلوق کے ساتھ مقام انصاف میں ہو____ تواضع مخلوق کے ساتھ یہ ہے کہ حق کو قبول کرنا، حقوق کی رعایت وحفاظت کرنا، ترفع اور تکبر کو ترک کرنا، دوسروں کے حقوق کو اپنے حقوق پر مقدم سمجھنا۔ تواضع وہی قابل تعریف ہے جو خدا کے لیے ہو۔ دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر کے طور پر پیش کرنا تواضع نہیں____ تواضع وہ نعمت ہے جس پر کوئی انسان حسد نہیں کرتا، جس طرح سے کبر ایک بلا ہے کہ کوئی شخص صاحب کبر پر رحم نہیں کھاتا____ کسی نے حضرت فضیلؒ سے سوال کیا کہ تواضع کیا ہے آپ نے جواب دیا۔ حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور حق بات کو کہنا، بازوؤں کو جھکانا۔ بزرگوں کا قول ہے جو اپنے نفس کی پوشیدہ باتوں کو پہچان لیتا ہے وہ کبھی غرور و تکبر نہیں کرتا بلکہ وہ تواضع اختیار کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کی مذمت کرتا ہے وہ اس سے جھگڑتا نہیں اور جب کوئی اس کی تعریف کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پانچ قسم کے لوگ دنیا میں سب سے زیادہ عزت پاتے ہیں: (۱) زاہد عالم (۲) فقیہ صوفی (۳) غنی متواضع (۴) شاکر و صابر فقیر (۵) روشن ضمیر شریف انسان۔ حضرت عثمان حیریؒ کا قول ہے کہ انکسار کی بنیاد تین چیزوں پر ہے: (۱) اپنی جہالت کا احساس کہ خدا کی معرفت صحیح معنوں میں حاصل نہ کر سکا۔ (۲) اپنے گناہوں کو یاد کرنا (۳) خدا کی بے نیازی کے سامنے اپنی محتاجی کا احساس کرنا____ حضرت یوسف بن اسباطؒ سے کسی نے سوال کیا کہ تواضع کیا ہے: فرمایا کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو راستہ میں جس کسی سے ملو اس کو خود سے بہتر سمجھو____ صوفیہ کہتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ جس سے تم ملو، اس کو پہلے

Marfat.com

سلام کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کا جواب دو۔ مجلس میں کمتر جگہ پر بیٹھنے میں تم کو عار نہ ہو اور تمہیں یہ خواہش نہ ہو کہ کوئی تمہاری تعریف کرے یا تم پر احسان کرے ــــــ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں تواضع کی تین علامتیں ہیں (۱) اپنے نفس کو حقیر جاننا (۲) توحید کی حرمت کے لیے لوگوں کی تعظیم و تکریم کرنا (۳) سچی بات اور نصیحت کو ہر شخص سے قبول کرنا۔

تواضع کی اصل یہ ہے کہ ذلت اور تکبر میں انسان اعتدال قائم کرے۔ تکبر تو یہ ہے کہ انسان خود کو اپنے حقیقی مرتبے سے بلند تر سمجھے اور ذلت یہ ہے کہ انسان خود کو خوار سمجھے۔ بعض اوقات صوفیہ نے تواضع اور ذلت میں فرق نہیں کیا غالباً ان کا مقصد مرید کے غرور و تکبر کا مکمل طور پر قلع قمع کرنا تھا، اس لئے وہ تواضع اور ذلت میں فرق نہیں کرتے اور تواضع میں مبالغے سے کام لیتے ہیں، یوں تواضع ذلت تک پہنچ جاتی ہے۔ کیونکہ روحانی حالت کے غلبہ کی ابتدائی صورت میں شاید ہی کوئی مرید خود پسندی اور عُجب (تکبر) سے خالی ہوتا ہے ــــــ بعض صوفیہ نے سکر کی حالت میں ایسے کلمات زبان سے نکالے ہیں جن سے تکبر یا خود پسندی کا اظہار ہوتا ہے جیسے ایک بزرگ نے حالت سکر میں فرمایا۔ قدمی علی رقبة جمیع الاولیا (میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے) ــــــ اس قسم کے اقوال کو رسول پاک ﷺ کے اور صحابہ کرام کے عمل کی ترازو میں تولنا چاہیے۔ رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرام ایسے اقوال زبان سے نکالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس قسم کے کلام کی تاویل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ اقوال مستی کی حالت میں صوفیہ سے ادا ہوئے یعنی از قسم شطحیات ہیں۔ اسی طرح مشائخ تواضع کی تشریح میں اس قدر بڑھ گئے کہ اس کو ذلت کی حد تک پہنچا دیا تا کہ اس کے ذریعے مریدوں کے نفوس کی سرکشی کا علاج کر سکیں۔ بہر حال یہ دونوں ہی غیر متوازن رویے ہیں۔

کبر اس انسانی خیال یا گمان کو کہتے ہیں کہ وہ دوسروں سے بہت بڑا ہے اور اس کے اظہار کو تکبر کہتے ہیں۔ کبر ایک صفت ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور میں موجود نہیں، اگر مخلوقات میں سے کوئی کبر کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبرین کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انہ لا یحب المستکبرین، (سورہ ۱۶، آیت ۲۳) الیس فی جهنم مثوی اللمتكبرين، (سورہ ۳۹، آیت ۶۰) ایک حدیث قدسی ہے۔ (خدا فرماتا ہے) کبریائی میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میرا لباس ہے پس ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی کسی نے لینے کی کوشش کی تو میں اس کو پاش پاش کر دوں گا ــــــ اللہ تعالیٰ نے تکبر اور غرور کرنے کو منع فرمایا ہے ولا تمش فی الارض مرحا، انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا (سورہ ۱۷، آیت ۳۷) ــــــ ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا

Marfat.com

(سورہ ۳۱، آیت ۱۸) خودداری اور خودنگہداری صورت کے لحاظ سے کبر وغرور سے مشابہ ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے ان میں فرق ہے، جس طرح ذلت تواضع کے ساتھ مشابہ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ تواضع ایک پسندیدہ فعل ہے اور ذلت ایک امر ناپسندیدہ۔ اسی طرح کبر وغرور مذموم ہیں لیکن عزت نفس، خودنگہداری یا خودداری ایک اچھی صفت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وللہ العزۃ و لرسولہ وللمؤمنین (سورہ ۶۳، آیت ۸) ____ عزت اور کبر میں فرق ہے، عزت یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے اور حقیقت نفس کو پہچان کر اس کا اکرام اس طرح کرے کہ دنیاوی اغراض ومقصود کے حصول کے لیے اسے خوار نہ بنائے اور کبر یہ ہے کہ اپنے نفس سے ناواقف ہو اور اس کو اس کی منزلت سے بالاتر سمجھے۔

جلال الدین دوانی" کہتے ہیں تواضع یہ ہے کہ اپنی بڑائی ان پر نہ جتائے جو عہدے میں اس سے کمتر ہوں اور اس اخلاقی قدر کے حصول میں جو چیز بنیادی نکتہ ہے وہ اس حقیقت کا ادراک ہے کہ تمام بنی نوع انسان فطری امور میں اور نقص وکم مائیگی میں اور عاجزی واضطرار میں ایک وحدت اصلی کے اعتبار سے باہم اشتراک رکھتے ہیں اور یہ قرآنی آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدہ (سورہ ۴، آیت ۱) ماخلقکم ولا بعثکم الا کنفس وّاحدہ (سورہ ۳۱، آیت ۲۸) ____ حسین واعظ کاشفی" فرماتے ہیں کہ تواضع رفعت کا سبب ہے حدیث رسول پاک ﷺ ہے: من تواضع للہ رفعہ اللہ یعنی جو اللہ کے لیے اظہار فروتنی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند درجہ عطا کرتا ہے:

تواضع ترا ارجمندی دہد ز روی شرف سربلندی دہد

یعنی تواضع تمہیں عزت والا بناتی ہے، اور شرافت میں تمہیں سربلند کرتی ہے ____ تواضع ہر شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن اہل حکومت سے زیادہ بھلی لگتی ہے چونکہ تواضع عظمت کی آرایش ہے۔ اخلاق محسنی میں ہے کہ ایک حاکم وقت ایک درویش سے ملنے کے لئے اس کے گھر گیا، وہ درویش فوراً سجدہ میں گر گیا، حاکم نے پوچھا کہ یہ سجدہ کس لئے کیا تھا؟ اس نے کہا شکر ادا کرنے کے لئے، اس نے پوچھا کس بات کا شکر ادا کرنے کے لئے؟ درویش نے کہا کہ میں نے اس لئے خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے حاکم وقت کو میرے پاس بھیجا، مجھے اس کے پاس نہیں لے گیا کہ بادشاہوں کا درویش کے پاس آنا عبادت ہے اور درویشوں کا بادشاہوں کے دربار میں جانا معصیت ہے۔ حضرت بوعلی دقاق" کا قول ہے کہ امرا کی تواضع فقراء کے لیے دیانت ہے اور فقرا کی تواضع امراء کے لیے خیانت ہے، ابوعبداللہ مغربی" کا قول ہے کہ خوارترین وہ درویش ہے جو

Marfat.com

دولتمندوں کی خوشامد کرے اور انکے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور مخلوق میں سب سے عظیم انسان وہ (حاکم) ہے جو درویشوں کی عزت کرتا ہو اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آتا ہو۔

ابن سماکؒ ہارون الرشید کے دربار میں گئے تو خلیفہ ان کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور آداب بجا لایا۔ ابن سماکؒ نے کہا اے بادشاہ! بادشاہی میں تیرا تواضع کرنا تیری بادشاہی سے عظیم تر ہے، خلیفہ نے کہا تم نے اچھی بات کہی ہے، مزید کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی، حسن و جمال بخشا اور بزرگی و اقتدار سے نوازا، اور وہ مال و دولت میں خدا کے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اپنے حسن و جمال میں پارسائی اختیار کرے اور عظمت و اقتدار میں انکسار کو پیشہ بنائے تو حق تعالیٰ ایسے شخص کو اپنے مخلصین میں شامل کر لیتا ہے۔

ایک روز حضرت عثمان حیریؒ کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کے اوپر چھت سے راکھ پھینکی، ان کے ساتھی اس پر بڑے خشمناک ہوئے، حضرت عثمانؒ نے فرمایا کہ ہزار بار شکر کرنا چاہیے کیونکہ وہ شخص جو آگ کا سزاوار تھا اس پر راکھ ہی پھینکی گئی ہے ____ ایک روز اپنی مجلس میں خواجہ امام مظفرؒ نے کہا کہ میں اور ابوسعیدؒ رائی کے دانوں سے بھرا ہوا پیالہ ہیں، اس میں ابوسعید ایک دانہ ہیں اور باقی میں ہوں ____ جب ابوسعید ابوالخیرؒ کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ خواجہ امام سے کہو کہ وہ ایک دانہ بھی تم ہی ہو، ہم کچھ نہیں۔

حضرت حسین علیہ السلام ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ چند لڑکے وہاں بیٹھے سوکھی روٹی کھا رہے تھے، انہوں نے حضرت حسین علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کھایئے، انہوں نے ان لڑکوں کے ساتھ سوکھی روٹی کے ٹکڑے کھائے پھر انہیں اپنے گھر لے گئے، انہیں اچھے اچھے کھانے کھلائے، اچھے اچھے کپڑے دیئے اور فرمایا کہ مجھ پر پھر بھی ان بچوں کا احسان ہے ____ حضرت عمر بن خطابؓ نے صحابہ کرامؓ میں مال غنیمت تقسیم کیا، ایک قیمتی لباس حضرت معاذؓ کو بھیجا، حضرت معاذؓ نے اسے فروخت کر کے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی، اس کے بعد انہوں نے حضرت معاذؓ کو مال غنیمت تقسیم کرتے وقت کم قیمت والا لباس بھیجا، حضرت معاذؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ کم قیمت کا لباس اس لیے بھیجا کہ پہلے جو لباس آپ کو بھیجا گیا تھا وہ آپ نے فروخت کر دیا تھا۔ حضرت معاذؓ نے کہا آپ کو اس سے کیا میں پہنوں یا فروخت کروں، میرا پورا حصہ مجھے دو اور میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ لباس میں تمہارے سر پر دے ماروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لو یہ میرا سر حاضر ہے اور بوڑھے

Marfat.com

بوڑھوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، مجھے امید ہے کہ تم زور سے نہیں مارو گے ـــــ ایک صوفی کا قول ہے کہ حضرت سید الثقلین ﷺ نے دو عزتیں پائی ہیں جو ساری کائنات میں کسی نے نہیں پائیں، دنیا میں معراج اور آخرت میں شفاعت اور ان دونوں عزتوں کا سبب تواضع ہی ہے، جب اللہ تعالیٰ کی تواضع بجالائے تو معراج سے سرفراز ہوئے اور جب خلق کی تواضع بجالائے تو شفاعت کا حق پایا اور دونوں جہانوں کے سردار ٹھہرے ـــــ سعدیؒ نے ایک تمثیل میں تواضع کے موضوع کو یوں پیش کیا ہے کہ آسمان سے بارش کا ایک قطرہ برسا جب اس نے سمندر کو دیکھا تو سخت شرمندہ ہوا کہ جہاں سمندر ہو، وہاں میری کیا حقیقت ہے، اس کے سامنے میرا وجود نہ ہونے کے برابر ہے، جب اس نے خود کو حقارت کی نظر سے دیکھا تو سیپ نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، آسمان نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا کہ وہ گوہر شاہوار بن گیا، بلندی بھی اسے ہی ملتی ہے جس نے پستی اختیار کی، جس نے فنا کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے ہستی حاصل کی، اہل علم و دانش سب سے جھک کر ملتے ہیں کہ جو شاخ پھلوں سے لدی ہوگی وہی جھکے گی، تواضع بلند مرتبہ لوگوں سے بھلی لگتی ہے اگر فقیر تواضع کرے تو یہ اس کی عادت ہے:

یکی قطرہ باران ز ابری چکید ... خجل شد چو پہنای دریا بدید
کہ جایی کہ دریاست من کیستم؟ ... گر اوہست حقا کہ من نیستم
چو خود را بہ چشم حقارت بدید ... صدف در کنارش بہ جان پرورید
سپہرش بہ جای رسانید کار ... کہ شد نامور لولوی شاہوار
بلندی ازان یافت کوپست شد ... در نیستی کوفت تا ہست شد
تواضع کند ہوشمند گزین ... نھد شاخ پر میوہ سر بر زمین
تواضع زگردن فرازان نکوست ... گداگر تواضع کند خوی او است

مقام سخاوت وعفو و نیکوکاری:

حضرت علی ہجویریؒ "کشف المحجوب" میں جود و سخا کے باب میں فرماتے ہیں کہ علما کے نزدیک جود و سخا کے ایک ہی معنی ہیں جب ان صفات کا تعلق مخلوق سے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں، سخی نہیں کہتے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنا ذکر اس نام سے نہیں کیا۔ لوگوں نے جود و سخا میں ایک فرق بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ سخی وہ ہے کہ جو اپنی سخاوت میں تمیز و امتیاز روا رکھے اور اس تمیز یا امتیاز کا کوئی سبب ہو اور یہ سخاوت کا ابتدائی مقام ہے اور جواد وہ ہے کہ جو اپنی سخاوت میں کوئی تمیز و امتیاز نہ رکھے اور اس کی سخاوت بے غرض

Marfat.com

ہو اور اس کا عمل بغیر سبب کے ہو اور یہ دونوں کیفیات دو پیغمبروں میں موجود ہیں، ایک حضرت خلیل اللہؑ میں اور دوسرے حبیب خدا ﷺ میں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابرہیم خلیل اللہؑ جب تک اللہ کا مہمان نہ آجاتا کھانا نہ کھاتے تھے، ایک بار ایسا ہوا تین روز ہو گئے اور کوئی مہمان نہ آیا، ایک آتش پرست آپ کے مکان کے دروازے پر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ کہ تم میری مہمانی اور سخاوت کے لائق نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عتاب آیا کہ اس شخص کو جسے میں نے ستر سال تک رزق دیا تو نے اسے ایک روٹی بھی نہ دی۔ اور جب حاتم کا بیٹا پیغمبر ﷺ کے پاس آیا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی چادر اس کے لیے بچھا دی اور فرمایا تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی صاحب کرم شخص آئے تو اس کی عزت کرو ____ حضرت ابراہیمؑ نے امتیاز برتا اور بیگانے کو ایک روٹی دینے سے بھی دریغ کیا اور حضور اکرم ﷺ نے اس فرق کو نظر انداز کر دیا اور اپنی چادر ایک کافر کے لیے بچھا دی کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کا مقام سخاوت کا تھا اور حضرت نبی کریم ﷺ کو مقام جود حاصل تھا۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام بن حضرت علیؑ کے دروازے پر گیا اور کہا کہ اے ابن رسولؐ میرے ذمے چار سو درہم قرض ہے، حضرت حسنؑ نے اسی وقت چار سو درہم دینے کا حکم دیا اور خود روتے ہوئے گھر کے اندر چلے گئے۔ لوگوں نے آپ کے رونے کی وجہ پوچھی، فرمایا اس لئے کہ میں نے اس شخص کا حال پہلے ہی کیوں نہ دریافت کیا تا کہ اسے سوال کرنے کی ذلت برداشت نہ کرنا پڑتی ____ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور پاک ﷺ کے پاس اسی ہزار درہم آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی جھولی میں ڈال لیے اور جب تک سب تقسیم نہ ہو گئے، اپنی جگہ سے نہ اٹھے ____ سخاوت سے ملتی جلتی ایک صفت ایثار ہے جس کے بارے میں حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا ہے **ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** (سورہ ۵۹، آیت ۹) (وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں)۔

ایثار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ساتھی کے حق کو تسلیم کیا جائے، اپنے مطلب کو دوست کے مطلب سے فروتر رکھا جائے اور اس کی خوشی کے لیے خود تکلیف برداشت کی جائے۔ ایثار دوسروں کی مدد کرنے کا نام ہے اور اس حکم پر عمل کرنا ہے جو باری تعالیٰ نے پیغمبر برحق ﷺ کو دیا تھا۔ **خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین** (سورہ ۷، آیت ۱۹۹) (آپ ﷺ درگذر سے کام لیں، اچھے کاموں کا حکم دیں اور جاہلوں سے دور رہیں) ____ ایثار کی دو صورتیں ہیں: (۱) ایثار مصاحبت (۲) ایثار محبت

Marfat.com

مصاحب یا ساتھی کے لیے ایثار کوشش اور تکلف چاہتا ہے مگر محبوب کے لیے ایثار کرنا سراسر موجب مسرت ہوتا ہے ــــــ حضرت رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے سخی خدا سے اور مخلوق خدا سے نزدیک اور دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل اللہ اور اللہ کے بندوں سے دور ہوتا ہے اور دوزخ سے قریب ہوتا ہے۔ سخی جو خدا کے نزدیک ہوتا ہے، وہ عابد بخیل سے برتر اور گرامی تر ہوتا ہے۔ سخاوت سب سے کمتر درجہ ہے، اس سے برتر جود ہے اور جود سے برتر ایثار ہے۔ جو شخص کچھ دوسروں کو بخشتا ہے اور کچھ رکھ لیتا ہے وہ سخی ہے، جو زیادہ بخشتا ہے اور تھوڑا سا بچا لیتا ہے وہ صاحب جود ہے، اور جو شخص سب کچھ بخش دیتا ہے اور خود سختی جھیلتا ہے، صاحب ایثار ہے ــــــ کہتے ہیں کہ ایک شاعر نے ایک مرد کریم کی مدح کی اور اس کی شان میں "قصیدہ لکھا" اس مرد کریم نے کہا کہ میرے پاس تجھے انعام دینے کے لیے کچھ نہیں، مجھے قاضی کے پاس لے جا اور میرے خلاف دس ہزار درہم کا دعویٰ دائر کر دے، میں اقرار کرلوں گا، قاضی مجھے جیل بھیج دے گا اور میرے قبیلہ والے دس ہزار درہم دے کر مجھے جیل سے چھڑا لیں گے۔ شاعر نے اس کے کہنے کے مطابق دعویٰ دائر کر دیا اور رات سے پہلے پہلے شاعر کو دس ہزار درہم مل گئے ــــــ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ گھر کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اس میں مہمان خانہ بنایا جائے۔ ابراہیم بن جنید ؒ کا قول ہے کہ ان چار چیزوں سے مرد کریم کو عار نہیں آتی خواہ وہ کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو، باپ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونے سے، مہمان کی خدمت کرنے، استاد کے جوتے سیدھے کرنے اور وہ بات جو نہ جانتا ہو اس کے پوچھنے سے۔[۱]

ابونصر طاہر بن خانقاہی ؒ کی نظر میں سخاوت چار قسم کی ہے: سخاوت مال، سخاوت دل، سخاوت تن اور سخاوت جان، زاہد سخاوت مال کرتے ہیں، عارف سخاوت دل، مجاہد سخاوت تن، اور نمازی سخاوت جان کرتے ہیں[۲] ــــــ مؤلف صوفی نامہ اردشیر بن عبادی ؒ کی نظر میں سخاوت کا پہلا درجہ مال کا خرچ کرنا ہے، اور اس کا آخری درجہ حق کی راہ میں اور بندگانِ حق کی موافقت میں جان دینا ہے اور اسے ہی فتوت کہتے ہیں۔ وہ لوگ جو جان سے جوانمردی و سخاوت کرتے ہیں ان سے برتر ہیں جو مال سے سخاوت و جوانمردی کرتے ہیں اور کمال فتوت ہے یہ کہ ہر حال میں دوسروں کی رضا کو اپنی رضا پر فوقیت دے، اور تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو راحت پہنچائے، ہر حال میں اپنے اعمال کو شریعت کی ترازو میں تولتا رہے تا کہ صاحب مروت بن سکے کہ مال کا لٹانا سخاوت ہے، جان کا لٹانا فتوت ہے اور شریعت کی ترازو میں اپنے اعمال و افعال کو تولنا مروت ہے۔ مروت عنوان طریقت ہے، فتوت صلاح صحبت ہے، اور سخاوت گوہر انسانیت ہے۔ مروت یہ ہے کہ انسان کو لوگ ایسی جگہ پر نہ پائیں جہاں پر اس کا ہونا مناسب نہیں۔[۳] ــــــ جلال الدین دوانی ؒ کہتے ہیں کہ مال و دولت کا

Marfat.com

بے دریغ خرچ کرنا سخاوت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو جود وسخاوت کے لیے منتخب کیا ہے اور سخاوت وحسن خلق ہی سے دین اسلام کی بھلائی وابستہ ہے، پس خداوند تعالیٰ نے ان دونوں صفات سے اپنے دین کو آراستہ کیا ______ ایک اور حدیث میں ہے پہلی چیز جو قیامت کے دن نیکیوں کی ترازو میں رکھی جائے گی وہ حسن خلق ہوگا اور سخاوت ہوگی۔ جب خداوند تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا تو اس نے کہا اے اللہ مجھے قوی بنادے! خداوند تعالیٰ نے اسے سخاوت وحسن خلق سے قوی بنادیا اور جب خداوند تعالیٰ نے کفر کو پیدا کیا تو اس نے کہا اے اللہ مجھے بھی قوی بنادے، خداوند تعالیٰ نے اسے بخل اور بد خلقی سے قوی بنا دیا۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ جنت سخیوں کا گھر ہے۔[۴] ______ حسین واعظ کاشفی" فرماتے ہیں کہ سخاوت نیک نامی دوستی اور نیک فرجامی کا سبب بنتی ہے۔ کوئی صفت جود وسخا سے بہتر انسان کے لیے نہیں۔ انسان سخاوت سے شریف اور عبادت سے نیک بنتا ہے اور جس شخص میں یہ دونوں اوصاف نہ ہوں اس کی زندگی اور موت دونوں برابر ہیں:

شرف مرد بہ جود است و کرامت بسجود　　　هر کہ این هر دو ندارد عدمش بہ ز وجود

ایک دانشور سے لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سا عیب ہے جو تمام خوبیوں کو چھپا لیتا ہے، اس نے جواب دیا کہ بخیلی ہے۔ لوگوں نے پھر پوچھا کہ وہ کون سی خوبی ہے جو تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے؟ اس نے کہا سخاوت ______ ایک شاعر کہتا ہے کہ کرم وسخاوت اختیار کرو کیونکہ کرم وسخاوت سے انسان کو غلام بنایا جاسکتا ہے، وحشی کو قید کیا جاسکتا ہے، دشمن کو بھی ہم کرم ہی سے اپنا گرویدہ بنا سکتے ہیں:

کرم پیشہ کن کادمی زادہ صید　　　بہ احسان توان کرد و وحشی بہ قید[۵]

ابن یمین" کہتے ہیں کہ میں تمہیں اعلیٰ اخلاقی اقدار وفا وسخاوت کی نشانی بتاتا ہوں کہ اگر کوئی تمہیں تکلیف پہنچائے اس کو راحت پہنچاؤ۔ درخت کی طرح بنو، لوگ پتھر مارتے ہیں اور وہ انہیں پھل دیتا ہے۔ کھاؤ پیو اور مال اڑاؤ، اپنی ساری عمر کی کمائی دوسروں کے واسطے کیوں چھوڑتے ہو:

هر کہ بخراشدت جگر بہ جفا　　　همچو کانِ کریم زر بخشش
کم مباش از درختِ سایہ فگن　　　هر کہ سنگت زند ثمر بخشش

☆ ☆

بخور، بنوش، بپاش و بدان کہ حاصلِ عمر　　　خرد نداشت کسی کو بہ دیگری بگذاشت
منہ ذخیرہ کہ بسیار کس ز غایتِ حرص　　　نہاد گنج بہ صد رنج و دیگری برداشت[۶]

Marfat.com

عنصر المعالی کیکاؤس" کہتے ہیں کہ جو نیکی کے لائق ہے اس کے ساتھ نیکی کرنے سے دریغ مت کرو، دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین کرو لیکن اتنے نرم بھی نہ بنو کہ دوسرے تمہیں کھا ہی جائیں۔ 7 ______ کہتے ہیں یہ تین آدمی قابل رحم ہیں: ایک وہ دانشور جو کسی بیوقوف کا ماتحت ہو، دوسرے وہ طاقتور جس پر کوئی کمزور غالب آجائے، تیسرے وہ مرد کریم جو کسی کمینہ کا محتاج ہو جائے۔ 8 ______ واعظ کاشفی" اخلاق محسنی میں کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جب آدمی منزل آخرت پر روانہ ہوتا ہے تو اس سے عالم عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے ان تین چیزوں کے جن میں ایک صدقہ جاریہ، دوسرے اس کا وہ عمل جس سے لوگ نفع حاصل کریں، تیسرا اس کا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ 9

عزالدین کاشانی" کہتے ہیں کہ عفو یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تم درگزر کرو اور احسان یہ ہے کہ تم اس کی بدی کے مقابلہ میں نیکی کرو، سخاوت ایک نیک خلق ہے، سخاوت کا معنی ہے کہ دوسروں کو کچھ عطا کرنا اور اس کی کئی قسمیں ہیں، اول یہ کہ دوسروں کو بدلہ کے طور پر کچھ دینا اسے مکافات کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی کو کچھ دینا اس توقع کے ساتھ کہ وہ اس کا بدلہ دے گا، اسے مکابرہ کہتے ہیں، یہ دونوں اقسام عوام سے متعلق ہیں۔ تیسرے یہ کہ دوسروں کے ساتھ نیک سلوک مکافات کی توقع کے بغیر کرنا، اسے ایثار کہتے ہیں اور یہ قسم خواص سے متعلق ہے، چوتھے یہ کہ دوسروں کی برائی کے بدلے ان کے ساتھ نیکی کرنا اسے احسان کہا جاتا ہے اور یہ مرتبہ اخص الخواص کا ہے۔ ______ حافظ کہتے ہیں کہ آسمان پر سونے کے حروف سے لکھا ہوا ہے کہ سوائے اہل سخاوت وکرم کی نیکی کے کوئی چیز پائیدار نہیں ہے:

برین رواقِ زبرجد نوشتہ اند بہ زر　　　　که جز نکویی اہل کرم نخواہد ماند 10

مقام صدق واخلاص:

ذوالنون مصری" کا قول ہے کہ اخلاص کی تین علامتیں ہیں: (۱) صوفی کے نزدیک مدح وذم دونوں برابر ہوں (۲) وہ عمل میں ریا کار نہ ہو (۳) عمل نیک پر آخرت میں ثواب کی امید نہ رکھتا ہو۔ ان کا ہی قول ہے کہ خلوت میں اخلاص سے سخت تر چیز کوئی نہیں ______ حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف" کے پاس ایک مسافر آیا جس کو اسہال کا مرض تھا۔ ساری رات حضرت شیخ نے اس کی خدمت کی اور ایک لمحے کو نہ سوئے۔ صبح کے وقت شیخ کی ایک لمحے کے لیے آنکھ لگ گئی تو اس مسافر نے چلا کر کہا، کہاں مر گیا؟ تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ شیخ فوراً اٹھے اور لرزتے اور کانپتے اس کے پاس پہنچے، مریدوں نے شیخ سے کہا کہ آپ اس مسافر کی اتنی ناز برداری کیوں کر رہے ہیں حالانکہ وہ آپ پر لعنت بھیج رہا ہے؟ شیخ ابوعبداللہ" نے فرمایا ہم تو اس کے منہ سے یہ جملہ

Marfat.com

سنتے ہیں کہ خدا تجھ پر رحمت کرے۔ [1] حضرت جنید ؒ فرماتے ہیں جو چیز محض اللہ کے لیے کی گئی ہو وہ اخلاص ہے، ابو یعقوب سوسی ؒ فرماتے ہیں خالص عمل وہ ہے جس کا پتا فرشتے تک کو نہ ہو کہ لکھ سکے اور نہ شیطان کو خبر ہو کہ اسے خراب کر سکے اور نہ نفس کو معلوم ہو کہ اس پر فخر کر سکے۔ [2] العبادی ؒ اپنی کتاب صوفی نامہ میں فرماتے ہیں کہ سچائی ہر حال میں نجات کا سبب ہے اور جھوٹ ہر حال میں ہلاکت کا باعث ہے، جو آدمی مصیبت سے بچا وہ سچائی کی وجہ سے بچا اور جو مصیبت سے نہ بچ سکا وہ جھوٹ کی وجہ سے نہ بچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو صداقت و راستی کا حکم دیا ہے اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے صدق کے بارے میں یوں فرمایا، تمہارے لیے لازم ہے کہ ہر حال میں سچائی کو اختیار کرو چونکہ سچائی تمہیں نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی تمہیں جنت میں پہنچائے گی پس ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور ایمان کی دلیل صدق ہے۔ حضرت ابو بکرؓ جو تمام صحابہؓ میں افضل اور مقدم تھے انہوں نے یہ مرتبہ اس لیے حاصل کیا کہ وہ ہر حال میں صدق و راستی پر قائم رہے، صدق و راستی ان کا دستور بن گیا، یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت بھیجی۔ والذی جاء بالصدق و صدق به (سورہ ۳۹، آیت ۳۳)۔ انسان کو سچائی کا ہر چیز میں خیال رکھنا چاہیے خواہ وہ قول یا فعل ہو یا دل یا نیت ہو۔ [3] فتح موصلیؒ سے کسی نے پوچھا کہ صدق کیا ہے انہوں نے ایک لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈالا اور سرخ لوہے کا ایک ٹکڑا باہر نکالا اور ہاتھ پر رکھ لیا اور فرمایا یہ ہے صدق۔ استاد ابو علی دقاقؒ نے فرمایا کہ صدق و راستی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح دکھاؤ جس طرح کہ تم ہو ۔ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ صدق کی حقیقت کیا ہے، انہوں نے فرمایا، صدق یہ ہے کہ اس جگہ پر تم صادق رہو جہاں تمہاری نجات جھوٹ بولے بغیر نہیں ہو سکتی، کسی نے حضرت جنیدیؒ سے پوچھا تھا کہ صدق، صادق اور صدیق میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ صدق صادق کی صفت ہے اور صادق وہ ہے جسے تم نے جیسا سچا سنا تھا ہمیشہ تم اسے ویسا ہی سچا پاؤ، صدیق وہ ہے جو اپنے اقوال، افعال اور احوال میں ہمیشہ سچا رہے ۔ ابو العباس دینوریؒ تقریر فرما رہے تھے، ایک بوڑھی عورت نے زور سے نعرہ مارا۔ آپ نے فرمایا۔ مر جا۔ وہ بوڑھی عورت اٹھی، وہ تین قدم چلی اور اس نے کہا اے جوانمرد میں تو مر گئی۔ یہ کہہ کر زمین پر گر پڑی اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کی توحید میں شان صدق ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت حسن بصریؒ، مالک بن دینارؒ اور شقیق بلخیؒ حضرت رابعہ بصریؒ کی عیادت کے لیے گئے، صدق پر گفتگو شروع ہوئی تو حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ وہ آدمی محبت کے دعویٰ میں صادق نہیں جو اپنے آقا کے زخم پر صبر نہ کرے، حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا کہ اس بات سے خود پرستی کی بو آتی ہے، حضرت شقیق بلخیؒ نے کہا محبت میں صادق

وہ ہے جو اپنے آقا کے زخم پر شکر ادا کرے، حضرت رابعہؒ نے کہا اس سے بھی بہتر کہنا چاہیے، مالک بن دینارؒ نے کہا وہ شخص اپنے دعوائے صدق میں کامل نہیں جو اپنے آقا کے دیئے ہوئے زخموں سے لذت نہ حاصل کرے۔ رابعہ بصریؒ نے کہا اس سے بھی بہتر بات کہنی چاہیے، ان حضرات نے کہا تو پھر آپ فرمائیے، رابعہ بصریؒ نے کہا وہی شخص اپنی محبت کے دعویٰ میں سچا ہے جو اپنے دوست کے مشاہدے میں دوست کے دیئے ہوئے زخموں کی تکلیف کو بھول جائے جس طرح مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے مشاہدے میں اس قدر محو ہوئیں کہ اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی ہے ____ مناہج الطالبین کے مصنف فرماتے ہیں کہ صدق کے معنی راستی کے ہیں جو گفتار و کردار و احوال میں ہو، بزرگوں کا قول ہے کہ جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ یا دوسروں کے ساتھ منافقت کرتا ہے وہ صداقت کی خوشبو نہیں رکھتا، سعدی علیہ رحمتہ نے کیا خوب کہا ہے

طاعت آن نیست کہ بر خاک نہی پیشانی   صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

یعنی عبادت یہ نہیں کہ تم سجدے کرو بلکہ عبادت یہ ہے کہ صداقت اختیار کرو، عبادت پیشانی جھکانا نہیں ہے بلکہ خلوصِ دل پیش کرنے کا نام ہے:

کلیدِ درِ دوزخ است آن نماز   کہ در چشم مردم گزاری دراز

یعنی وہ نماز دوزخ کی کنجی ہے جسے تم لوگوں کو دکھانے کے لئے لمبی کرو ____ صوفیہ کہتے ہیں کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں: اول یہ کہ لوگوں کی تعریف و مذمت کا تمہارے لیے برابر ہونا، دوم اپنی اطاعت اور اچھے کام کو بھلا دینا یعنی اپنی نیکوکاری کی قدر نہ کرنا اور اسے اہمیت نہ دینا تا کہ اس سے دل میں غرور نہ پیدا ہو، سوم اپنے نیک اعمال کے ثواب کو بھلا دینا یعنی اپنی نیکوکاری کا عوض نہ مانگنا اور خود کو مستحق ثواب نہ جاننا ____ صوفیہ ہی کا قول ہے کہ اخلاص تو یہ ہے کہ اپنے نیک کاموں کو مخلوق کی نظروں سے چھپاؤ اور صدق یہ ہے کہ اپنے اعمال کو نفس کے اثر سے پاک رکھو اور کہتے ہیں کہ اخلاص کامل نہیں ہوتا جب تک مصائب پر صبر نہ کیا جائے، صدق کامل نہیں ہوتا جب تک اخلاص میں کمال حاصل نہ ہو، پس صدق کے معنی ہیں سیدھی راہ چلنا اور اخلاص کے معنی ہیں خداوند تعالیٰ کے لیے زندگی گذارنا اور وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے لیے زندگی گزارتا ہو وہی سچ پر صبر بھی کرسکتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کے لیے سچائی پر صبر کرتا ہے، وہ جو چاہتا ہے خدا سے پالیتا ہے:

گر راست روی ہر آنچہ ما راست تراست   ور راست نہ ای نفاق بیہودہ چراست
از کنگرۂ نفاق برباید خاست   کز راستیی مرد شود، عالم راست

یعنی راہ راست پر چلو گے تو جو کچھ ہمارا ہے یعنی خدا کا ہے، تمہارے لیے ہے اور اگر سچائی پر قائم نہیں ہو تو یہ

Marfat.com

بے ہودہ نفاق کس لیے ہے، نفاق کو چھوڑ دو کیونکہ ایک آدمی کی سچائی سے سارا عالم سچا بن جاتا ہے۔ ۵

نفاق یا ریا کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک ریائے محض ہے اور ایک ریائے تخلیط ہے۔ ریائے محض یہ ہے کہ جو کام آخرت کے لیے کیا جائے اس سے نفع چاہنا۔ اور ریائے تخلیط یہ ہے کہ نفع دنیا اور نفع آخرت دونوں مطلوب ہوں ____ علما کے نزدیک اعمال کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ ہے کہ جن میں اخلاص عمل اور اخلاص طلب اجر دونوں ہی موجود ہوں۔ یہ اعمال ظاہری عبادات ہیں۔ عمل کی ایک قسم وہ ہے کہ جس میں مذکورہ دونوں قسم کے اخلاص میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا، وہ عبادت باطنی ہے۔ تیسری قسم عمل کی وہ ہے کہ جس میں اخلاص طلب اجر تو ہوتا ہے لیکن اخلاص عمل نہیں ہوتا وہ مناجات ہے۔ ۶ ____ عزالدین محمود کاشانیؒ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے بھی صدق و راستی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ **علیکم بالصدق فانه یهدی الی الجنة** ____ صدق سے مراد وہ فضیلت ہے جو انسان کے نفس میں پختہ ہو جاتی ہے جس کا اقتضا یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہوں یعنی آدمی کا قول نیت کے مطابق ہو اور فعل قول کے مطابق ہو یعنی جیسا وہ ظاہر میں ہو ویسا ہی باطن میں ہو۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ جیسا وہ باطن میں ہو ویسا ہی ظاہر میں ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات اخلاص کی حقیقت کچھ باتوں کو چھپانے کا سبب بن جاتی ہے اور صدق میں ریا کا بھی امکان ہے، کیونکہ ریا کاری کا مطلب دوسروں کی نظر میں اپنے آپ کو اچھا ظاہر کرنا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ ظاہر داری میں صادق ہو لیکن مخلص نہ ہو پس صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اتفاق سے اس کا راز دوسروں پر فاش ہو جائے تو وہ دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ صدق نبوت کا دوسرا درجہ ہے اور تمام دنیاوی اور دینی سعادتیں صدق اور نبوت کا ہی نتیجہ ہیں۔ ابوجعفر خلدیؒ نے جنیدؒ سے پوچھا کہ صدق اور اخلاص میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے کہا، صدق بنیاد ہے اور اخلاص اس کی شاخ ہے۔ جو آدمی کمال صدق رکھتا ہو یعنی اس کے ظاہر و باطن یکساں ہوں وہ صدیق کہلانے کا مستحق ہے تمام اخلاق حسنہ کی شاخیں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ ۷ ____ قطب الدین منصور اردشیر العبادیؒ اخلاص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس طرح بدن کے بغیر جان کی کوئی قدر نہیں، اسی طرح عبادت بھی بغیر اخلاص کے مقبول نہیں۔ وہ عمل جو بغیر اخلاص کے ہو اس عمارت کی طرح ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں اور جلد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ جب انسان کا عمل اخلاص پر مبنی ہو تو اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے کیونکہ اخلاص تو خداوند تعالیٰ کی نظر میں سب سے عزیز ہے کہ الا للہ الدین الخالص (سورہ ۳۹، آیت ۳) ۸ ____ مختصراً یوں ہے کہ صوفیائے صادق و مخلص کی تعلیمات کا مقصود یہ ہے کہ انسان میں انانیت فنا ہو جائے اور للّٰہیت کو بقا مل جائے۔

Marfat.com

باب:۱۰ تصورِفنا وبقااورصوفیہ

فنا و بقا کا ایک تصور موت وحیات کے حوالے سے بھی ہے، ہر انسان کے دل میں یہ خواہش موجود ہوتی ہے کہ وہ غیر فانی ہو جائے یعنی اُسے موت نہ آئے اور وہ حیاتِ ابدی کو حاصل کرلے لیکن ایسا ہونا اس مادی دنیا میں ممکن نہیں۔ البتہ تصوف حیات ابدی کے حاصل کرنے کے امکانات پیش کرتا ہے۔ اسی پس منظر کے ساتھ تصوف میں بقاباللہ کا تصور موجود ہے ____ صوفیہ کی نظر میں موت وحیات اگرچہ طبعی امور میں سے ہیں لیکن اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو موت وحیات کی حقیقت وہ نہیں جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے، نہ ہست نیست ہوسکتا ہے، نہ یہ امکان ہے کہ نیست ہست ہو جائے۔ البتہ کسی چیز کے نیست ہونے سے یہ مراد ہے کہ مفردات مرکب ہو جاتے ہیں اور مرکبات مفردات میں تبدیل ہو جاتے ہیں، سوموت و حیات سے مراد صرف یہ ہے کہ مرکب مفردات میں اور مفردات مرکب میں تبدیل ہوگئے۔ کسی شے کا وجود بالذات اس کی حیاتِ تامہ ہے اور کسی شے کا وجود بالغیر حیات اضافیہ ہے، ذات حق کی حیات حیات تامہ ہے اور مخلوق حیاتِ اضافی رکھتی ہے ____ صوفیہ موتوا قبل ان تموتوا کے مطابق طبعی موت سے پہلے اپنے نفس کو مار ڈالتے ہیں اور یہ چار موتیں اختیار کر لیتے ہیں: (۱) موت ابیض (سفید موت) یعنی بھوک، پیاس اور نیند پر قابو پالینا چونکہ اس سے اشراقیت یا قلب کی روشنی بڑھتی ہے اس لیے اسے سفید موت کہتے ہیں، (۲) موت احمر (سرخ موت) یعنی خواہشات پر غلبہ پالینا یا خواہشات کا خون کرنا، اس لیے اسے موت احمر کہتے ہیں، (۳) موتِ اخضر (سبز موت) آئندہ کی (دنیاوی) امیدوں کو خیرباد کہنا، اس سے معنوی ترقی و سرسبزی ہوتی ہے، اس لیے اسے موت سبز کہا جاتا ہے (۴) موت اسود (سیاہ موت) یعنی دارین سے منہ موڑ لینا، چونکہ دونوں جہاں سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں اس لیے اسے موت اسود (سیاہ) کہا جاتا ہے ____ ان چاروں قسم کی اموات اختیار کرنے کے بعد معنوی یا حقیقی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ یوں ان حقایق کا علم جو انسان کو موت کے بعد ہوتا ہے صوفی کو مرنے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے اور وہ جنت و دوزخ کو زندگی ہی میں دیکھ لیتا ہے، اسے ہی نسفیؒ نے عروج کہا ہے۔ نسفیؒ کی نظر میں تصوف میں تین چیزیں اہم ہیں، جذبہ یعنی کشش، سلوک یعنی کوشش اور عروج یعنی بخشش حق تعالیٰ کہ وہ روحانی طور پر آسمانی حقایق کا مطالعہ کر لیتا ہے۔ بقول نسفیؒ یہی فرق ہے عروج اور معراج میں، معراج صرف نبی یا پیغمبر کے لئے ہے کہ وہ جسم اور روح کے ساتھ ہوتی ہے اور عروج صرف روح کا عروج آسمانی ہے۔[1]

اس کے علاوہ صوفیہ کی نظر میں ہر زندہ زندہ نہیں ہوتا اور نہ ہر مردہ مردہ ہوتا ہے، زندگی اور موت

Marfat.com

دنیاوی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر ہے۔ اسی لئے حضرت جنیدؒ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پر بجائے چار کے پانچ تکبیریں پڑھیں۔ لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ چار تکبیریں اس مردہ پر پڑھیں اور پانچویں تکبیران زندہ لوگوں پر پڑھی ہے جو اس مردہ سے زیادہ مردہ ہیں۔ حضرت شبلیؒ کے نزع کے وقت لوگ نماز جنازہ کی تیاری کر رہے تھے، یہ دیکھ کر شبلیؒ نے کہا کہ مردے زندہ کی نماز جنازہ پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ شبلیؒ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا، پوچھا منکر نکیر سے کیسے نمٹے؟ فرمایا وہ آئے تھے، مجھ سے پوچھا کہ تیرا خدا کون ہے؟ میں نے کہا کہ میرا خدا وہ ہے کہ جس نے تمہیں اور تمام فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ میرے بابا جان آدمؑ کو سجدہ کرو، تم سب نے سجدہ کیا، میں اپنے باپ آدمؑ کی پشت میں تھا اور یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ منکر نکیر یہ سن کر بھاگ گئے ـــــــــ ایک اور شخص نے شبلیؒ کو خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا کہ آخرت کے بازار کو کیسا پایا؟ فرمایا یہ ایسا بازار ہے جس میں کوئی رونق نہیں، کسی چیز کی قیمت نہیں سوائے جگر سوختہ اور دل شکستہ کے، یہاں زخمی دلوں پر مرہم لگاتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتے ہیں ـــــــــ ابو سعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ جو نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ موت سے مر جاتا ہے اور جو صدق و خلوص کے ساتھ زندہ ہے وہ مرتا نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتا ہے۔ انہی کا قول ہے کہ اہلِ رسم زندگی میں بھی مردہ ہیں اور اہل حقیقت مرنے کے بعد بھی زندہ ہی ہوتے ہیں۔ ایک بار حضرت شبلیؒ نے عید کے روز سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ماتم کر رہے تھے، لوگوں نے ماتم کرنے کی وجہ پوچھی، فرمایا کہ خلق خدا عید میں مشغول ہو کر خدا کو بھول گئی، میں لوگوں کی غفلت پر ماتم کر رہا ہوں۔

تصوف میں فنا و بقا کے تصورات بنیادی تصورات ہیں۔ عام طور پر ہر صوفی کا مقصد خدا کی ذات کا قرب حاصل کرنا ہے اور قرب و وصال عشق و محبت کے شدید جذبے سے پیوستہ ہیں، عشق کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ عاشق اپنی ذات کو معشوق کی ذات میں محو کر دیتا ہے، بغیر اس محویت اور فنا کے عشق کا دعویٰ کرنا منافقت اور دروغ گوئی ہے، اس ضمن میں صوفیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، جس سے عشق کا یہ پہلو واضح ہوتا ہے اور جو یوں ہے: ایک عاشق اپنے محبوب سے ملاقات کے لیے آیا، دروازے پر دستک دی، اندر سے محبوب نے پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ میں ہوں فلاں تمہارا دوست! ـــــــــ آواز آئی کہ تمہارا دعویٰ دوستی جھوٹا ہے، جاؤ تین سال ریاضت و مجاہدہ کرو پھر مجھ سے ملنے آنا۔ چنانچہ وہ عاشق صادق تین سال تپیا کے بعد پھر حاضر ہوتا ہے، دروازے پر دستک دیتا ہے، دوست پوچھتا ہے کون؟ عاشق صادق جواب دیتا ہے کہ میری تعریف صرف یہ ہے کہ آپ کا عاشق صادق ہوں۔ اس نے جواب میں کہا کہ ابھی تم عشق میں کامل نہیں ہوئے

Marfat.com

تین سال مزید ریاضت و مجاہدہ کرو پھر آنا۔ عاشق صادق پھر تین سال ریاضت و مجاہدہ کرنے کے بعد دوست سے ملنے آتا ہے، دستک دیتا ہے، اندر سے پھر پوچھا جاتا ہے کون؟ عاشق صادق جواب دیتا ہے اے دوست اندر بھی تو ہی ہے باہر بھی تو ہی ہے۔ محبوب کہتا ہے کہ ہاں اب تم عشق میں پختہ ہوئے ہو اور اب تم سے ملاقات کی جاسکتی ہے۔

تصوف اسلامی میں فنا سے مراد انسانی شخصیت اور وجود کی فنا نہیں البتہ دوسرے مذاہب میں وجود کی فنائیت کے تصورات موجود ہیں مثلاً بدھ مت میں نروان کا تصور فنا یا معدومیت یا نیستی کے معنوں میں ہی ہے۔ بدھ مت کے اعتقادات میں سے ایک اعتقاد یہ ہے کہ انسان اس عالم فانی میں ایک ہی بار نہیں آتا بلکہ متعدد مرتبہ ایسا ہوتا ہے، جس قسم کے اعمال اس کی ایک خاص زندگی میں ہوتے ہیں ان کے موافق دوسری زندگی میں اس کی پیدائش ہوتی ہے، دنیا میں بار بار آنے اور یہاں سے جانے کا سلسلہ اس قدر تکلیف دہ ہے کہ بدھ مذہب کے ماننے والے ہر دیندار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ سلسلہ وجود و عدم اور ولادت و موت منقطع ہو جائے ____ اس انقطاع کی (بدھ مذہب میں) ایک ہی صورت ہے کہ انسان زندگی میں ایسی ریاضت اور نیک کام کرے کہ یہ چراغ حیات جو بار بار روشن ہوتا ہے اور بجھتا ہے ہمیشہ کے لیے گل ہو جائے، جسے وہ نروان کہتے ہیں۔ نروان کے معنی یہ نہیں کہ انسانی روح منبع ارواح برھما میں جاملتی ہے۔ یہ مذہب ویدانت ہے۔ بدھ مت میں نروان کے معنی ہیں چراغ زندگی کا گل ہو جانا ____ لیکن تصوف اسلامی میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے فنا کے معنی وجود کے محو ہونے کے نہیں بلکہ فنا سے مراد ہے انسانی ذات سے مذموم اوصاف کا ساقط یا فنا و معدوم ہونا اور بقا سے مراد یہ ہے کہ اوصاف محمودہ کا بندے کے ساتھ قائم ہونا۔ کتاب اللمع میں ابونصر سرّاج طوسیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف میں فنا سے مراد بشریت کی فنا نہیں کیونکہ انسان کی بشریت کبھی فنا نہیں ہوتی البتہ بشری اخلاق میں تبدیلی آجاتی ہے وہ یوں کہ علم کے ذریعہ سے جہالت اور ذکر کے ذریعہ سے غفلت فنا ہو جاتی ہے[2] ____ حضرت علی ہجویریؒ اور حضرت فریدالدین عطارؒ کے مطابق سب سے پہلے فنا و بقا کے موضوع پر حضرت ابوسعید خرازؒ نے بات کی تھی۔ فنا و بقا کا سلسلۂ تصوف یا مکتب تصوف انہی سے منسوب ہے۔ حضرت ابوسعید خرازؒ سو کتابوں کے مصنف ہیں اسی لیے انہیں لسان التصوف کہا جاتا تھا۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ خدا سے رشتہ جوڑتا ہے تو اپنے نفس اور خدا کے علاوہ ہر شے کو فراموش کر دیتا ہے ____ یہ بھی انہی کا قول ہے کہ اہل معرفت کا سب سے پہلا مقام تحیر ہے افتقار کے ساتھ، پھر سرور ہے اتصال کے ساتھ، پھر فنا ہے انتباہ کے ساتھ، پھر بقا ہے انتظار کے ساتھ ____

Marfat.com

حضرت ابو سعید خرازؒ ہی کا قول ہے کہ فنا کے معنی ہیں حق میں محو ہو جانے کے اور بقا سے مراد ہے حق کے ساتھ حاضر ہونے کے "بقا حضور است باحق و فنا متلاشی شدن است بحق" ۳؎ ـــــــ صوفیہ نے فنا کے دو مرتبے بتائے ہیں ایک فنائے واقعی اور دوسرا فنائے علمی۔ فنائے واقعی سے مراد یہ ہے کہ افعال ذمیمہ زایل ہو جائیں اور فنائے علمی سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ قلب سے مرتبۂ علم میں نکل جائے یعنی جو چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہو جائے وہ حقیقت میں فانی و معدوم نہیں ہوتی مثلاً زید کا خیال اگر دل سے محو ہو گیا تو اس سے زید معدوم نہیں ہوتا۔ اس فنا کو گم شدنی بھی کہتے ہیں، یوں صوفی غیر اللہ کو دل سے نکال دیتا ہے، دنیا اسکے لئے فنا ہو چکی لیکن حقیقت میں فنا نہیں ہوتی ۴؎ ـــــــ اہل تصوف فنا اور بقا کو علم یا حال سے موسوم نہیں کرتے بلکہ دونوں لفظوں کو کمال ولایت کے ضمن میں استعمال کرتے ہیں یعنی فنا و بقا ان اولیائے کرام کے لیے ہے جو تکلیف مجاہدہ سے فارغ ہو چکے ہوں، مقامات و تغیر حال سے آزاد ہوں، جنہوں نے میدان طلب میں مقصود پا لیا ہو، جو مراد کو پہنچ کر بے مراد ہو گئے ہوں۔ جب عالم وجود میں انسان اپنے ذاتی اوصاف کو فنا کر دیتا ہے تو فنائے مراد کی بدولت بقائے مراد سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ پھر نہ قرب رہتا ہے، نہ فاصلہ، نہ سکر کی کیفیت نہ محویت۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں: کچھ لوگ غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ فنا کا مطلب فقدان ذات (ذات کا فنا ہونا) اور فنائے شخصیت ہے اور حق میں پیوست ہو جانے کو بقا کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں محال ہیں۔ بہت سے جاہل صوفیہ فنائے کلّی کے قائل ہیں، ایسا سمجھنا نہایت غلط ہے، انسانی وجود کے اجزا کی فنا محال ہے، اور انسانی وجود کا حق میں پیوست ہونا بھی ناممکن ہے کیونکہ وہ چیزیں جو باہم پیوست ہوتی ہیں وہ باہم یکساں بھی ہوتی ہیں جبکہ انسان کا وجود حادث ہے اور خدا کا وجود قدیم ہے، حادث اور قدیم باہم نہیں مل سکتے۔ اگر کوئی شخص یہ تصور کرے کہ انسان بزور مجاہدہ اپنے ناسوتی (مادی) اوصاف سے فنا ہو کر بقائے لاہوتی حاصل کر لیتا ہے اور اس بقا سے بقائے خداوندی میں شامل ہو جاتا ہے تو یہ قطعاً گمراہی ہے۔ ہماری بقا ہماری صفت ہے۔ ہماری فنا ہمارا وصف ہے۔ فنا در حقیقت کسی ایک وصف کی فنا ہے جو کسی اور وصف کی بقا سے صورت پذیر ہوتی ہے۔ فنا سے مراد فنائے ذکر غیر ہے اور بقا کا مطلب بقائے ذکر حق ہے ـــــــ ایک صوفی کا قول ہے جو شخص اپنی مراد سے فانی ہوا وہ مراد حق سے باقی ہوا۔ ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں کہ علم فنا و بقا کی بنیاد خالص وحدانیت اور صحیح عبودیت پر ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بیان کیا جائے وہ مغالطہ یا الحاد ہے۔ جب انسان توحید خداوندی کا اقرار کرتا ہے تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے حکم کے سامنے مغلوب و مقہور پاتا ہے۔ مغلوب

Marfat.com

ہمیشہ غالب کے سامنے فانی ہوتا ہے۔ وہ اپنی فنا کو صحیح سمجھ کر اپنے عجز کو محسوس کرتا ہے اور پھر اسے سوائے بندگی کے کوئی چارۂ کار نہیں رہتا اور جادۂ رضا پر گامزن ہو جاتا ہے۔ فنا و بقا کے یہی معنی ہیں ____ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ما عندكم ينفد و ما عندالله باق (سورہ ۱۶، آیت ۹۶) تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے اسے بقا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ (سورہ ۵۵، آیات ۲۶، ۲۷) ہر چیز فنا ہونے والی ہے، صرف جلال واکرام والے رب کی ذات کو بقا ہے ____ لغوی طور پر فنا اور بقا کا مطلب کچھ اور ہے اور تصوف کے نقطۂ نظر سے کچھ اور۔ لغوی حیثیت سے بقا کی تین صورتیں ہیں: اول وہ بقا جس کا اول و آخر فنا ہے جیسے یہ جہان فانی جو ابتدا میں معدوم تھا اور بالآخر معدوم ہو جائے گا، صرف فی الحال موجود ہے۔ دوسرے وہ بقا جو کبھی موجود نہیں تھی بعد میں معرض وجود میں آئی لیکن پھر کبھی فنا نہیں ہوگی جیسے بہشت و دوزخ، تیسرے وہ بقا جو کسی وقت بھی معرض وجود میں نہیں آئی اور کسی وقت بھی ختم نہیں ہوگی۔ یعنی جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی، یہ بقائے ذات حق تعالیٰ ہے اور اس کی صفات کو بھی بقا ہے ____ حق کی ذات پاک اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے اور اس کی بقا سے مراد اس کا دوام وجود ہے ____ فنا کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو فانی سمجھا جائے اور بقا کا مطلب یہ ہے کہ عقبیٰ کو باقی تصور کیا جائے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا والآخرة خیر وّابقیٰ (سورہ ۸۷، آیت ۱۷) عاقبت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ تصوف کے اعتبار سے فنا اور بقا کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جب جہالت فنا ہوتی ہے تو لامحالہ علم بقا پذیر ہوتا ہے اور جب معصیت فنا ہوتی ہے تو طاعت بقا کا جامہ پہنتی ہے۔ جب انسان اطاعت اور علم سے بہرہ ور ہوتا ہے تو ذکر حق باقی رہتا ہے اور غفلت فنا ہو جاتی ہے۔[۵]

تصوف کی مشہور کتاب ''تعرف'' میں ہے کہ فنا یہ ہے کہ بندے سے نفسانی حظوظ فنا ہو جائیں۔ فنا کے ساتھ بقا ہے، بقا کے معنی یہ ہیں کہ اپنے حقوق سے فنا ہو جائے اور اللہ کے حقوق کے ساتھ باقی رہے۔ یعنی انسان اپنی خودی (یعنی اپنی نفسانی خواہشات) کو فنا کر دے اور خود کو صرف اللہ کے لیے باقی رکھے، اس کی تمام حرکات اور اس کے تمام اعمال حق کی موافقت میں ہو جائیں۔ حضرت حارثہؓ کے بارے میں حدیث اسی بات کی وضاحت کرتی ہے، چنانچہ حضرت حارثہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا کی رغبت سے ہٹا لیا، اب یہ حالت ہے کہ اپنے رب کے عرش کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت حارثہؓ آخرت کے ساتھ مشغولیت کی وجہ سے دنیا سے فانی ہو چکے تھے اور اغیار سے فنا ہو کر جبار کے ساتھ مشغول تھے ____ بعض حضرات نے فنا سے مراد مخالفات کی فنا اور بقا سے مراد موافقات کی بقا لیا ہے یعنی خدا کی مخالفت کو فنا کیا جائے

Marfat.com

اور اس کی موافقت کو باقی رکھا جائے، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے بقول فنا کی دو قسمیں ہیں: ایک فنائے ظاہری، دوسری فنائے باطنی۔ (۱) ظاہری فنا یہ ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ کی تجلّیات بندۂ حق کے افعال سے نمودار ہوں اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے ارادوں اور اختیارات کو سلب کر لے۔ یہاں تک کہ وہ حق کے سوا نہ کوئی اپنا فعل دیکھ سکے نہ غیر کا۔ (۲) باطنی فنا یہ ہے کہ بندۂ حق کو کبھی صفات حق کے بارے میں مکاشفات حاصل ہوں، کبھی عظمت ذات کے آثار کا اس کو مشاہدہ ہو۔[۶] ____ بعض صوفیہ کی نظر میں فنا کی تین منزلیں ہیں: (۱) خواہشات کو ترک کر دینا (۲) لذات جسمانی کو ترک کرنا بلکہ ان کی خواہش کو بھی چھوڑ دینا اور اس بات پر فخر ومباہات بھی نہ کرنا (۳) یہ بھی شعور نہ رہے کہ حضوری حاصل ہوگئی۔ یہی باقی باللہ کا مقام ہے جو فنا فی اللہ کا ثمرہ ہے۔ یہ فنا نروان نہیں ہے یعنی فنائے ذات نہیں بلکہ نفسانی خواہشات ترک کر کے حیات ابدی سے ہمکنار ہو جانا اور خدا میں زندہ رہ کر زندگی بسر کرنا ہے (یعنی خدا کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہے گویا معاشرے کا ایک اچھا فرد بننا ہے) اس مقام پر بھی سالک ذات باری کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ خدا کے ساتھ ہے مگر خدا نہیں، ابن عربیؒ کا قول ہے العبد عبدوان ترقیٰ و رب رب وان تنزلیٰ ____

توان در بلاغت بہ سحبان رسید نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

یعنی بلاغت میں سحبان جیسے شاعر کی عظمت کو تو پہنچا جا سکتا ہے لیکن خدائے سبحانہ تعالیٰ کی بے مثال، ذات کی حقیقت کو نہیں جانا جا سکتا ____ شبستری اسی بات کو یوں کہتے ہیں:

حلول و اتحاد این جا محال است کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

یعنی خدا کا انسان کی ذات میں حلول کرنا یا اس سے مل جانا دونوں ہی محال ہیں کہ وحدت میں دوئی کا تصور تمام تر گمراہی ہے ____ بعض صوفیہ کی نظر میں فنا کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

اول فنائے وجودی: فنائے وجودی یہ ہے کہ تمام اشیا کا وجود عارف کی نظر میں نیست و نابود ہو جائے اور ہر فرد میں ذات خدا جلوہ گر ہو لا الہ الا اللہ کے یہی معنی ہیں لیکن اس میں شرک خفی ہے کہ ناظر و منظور ہنوز موجود ہیں، اسی کو توحید وجودی بھی کہتے ہیں۔

دوم فنائے عدمی: فنائے عدمی یہ ہے کہ اشیا کے وجود کی بجائے حق کے وجود کا ادراک جو عارف کو حاصل ہوا ہے وہ بھی فنا ہو جائے اور ایک ذات خارج از شے ولا شے اور ماورائے وجود و عدم جلوہ گر ہو۔ اس وقت وحدہ لا شریک لہ کے معنی منکشف ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی شرک خفی ہے چونکہ ابھی

Marfat.com

وقوف و ادراک باقی ہے جو مستلزم دوئی ہے۔

سوم فناءُ الفنا: فناءُ الفنا یہ ہے کہ وقوف و شعور اور حس و ادراک وجود و عدم بھی باقی نہ رہے۔ عین و غیر کا، خودی و خدائی کا ہست و نیست کا کچھ اثر باقی نہ رہے، رباعی:

انکار نہ اقرار نہ تصدیق نہ ایجاب — اعمال نہ افعال نہ سنت نہ کتاب
خود ہے نہ خدا ہے نہ خودی ہے نہ خدائی — توحید کے دریا میں ہیں سب نقش برآب

ایک صوفی کا قول ہے میری فنا فنا کی فنا ہے میں نے اپنی فنا کو سودمند پایا، میں نے اپنا نام و نشاں مٹادیا۔ تو نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا تو ہی تو ہے:

ففی فنائی، فنا فنائی — و فی فنائی وجدت انت
محوت اسمی و رسم جسمی — سئلت عنی فقلت انت [8]

(پس میری فنا میں فنا کی فنا ہے اور میں نے اپنی فنا میں تجھے پایا، میرا نام، میرا وجود سب محو ہو گئے، تو نے میرے بارے میں سوال کیا، میں نے کہا "تو" ہے)

صوفیہ کی نظر میں فنا و بقا کے مقامات یہ ہیں:

فنا فی اللہ: جب سالک کو عبادات و مراقبات کے ذریعے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تخلیۂ روح نصیب ہوتا ہے تو اس کی نفسانیت میں کمی اور روحانیت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اسے مقام فنا کہا جاتا ہے۔

فناءُ الفنا: جب سالک مقام فنا میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ فنا کو بھی بھول جاتا ہے یعنی یہ احساس بھی جاتا رہتا ہے کہ میں فنا ہو چکا ہوں اس مقام کو فناالفنا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بقا باللہ: تصوف اسلامی میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے۔ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ آخری منزل ہے، جب سالک تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے تو وہ خلافت الٰہیہ کے فرائض انجام دینے کے قابل ہو جاتا ہے جس کا اشارہ انی جاعل فی الارض خلیفہ (سورہ ۲، آیت ۳۰) میں ہے۔ اس سفر کو تصوف کی اصطلاح میں سیر من اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، سیر من اللہ کے دوران سیر مع اللہ اور سیر باللہ بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ بن چکا ہوتا ہے۔ پہلے اس کی باطنی آنکھ نابینا تھی اب وہ حق تعالیٰ کی بصیرت سے دیکھتا ہے، وہ اپنی ذات سے فانی اور ذات و صفات حق سے باقی ہوتا ہے۔ اس مقام کو مقام عبودیت، فرق بعد الجمع، مقام صحو اور مقام تمکین بھی کہتے ہیں۔

مقام فنا کا خاصہ سکر اور محویت ہے اور مقام بقا کا خاصہ صحو اور ہوشیاری ہے۔ اصحاب فنا کو اہل تلوین اور ارباب بقا

Marfat.com

کو اہل تمکین کہا جاتا ہے۔ اصحاب فنا کو ابن الحال یا ابن الوقت اور اصحاب بقا کو ابوالحال یا ابوالوقت کہتے ہیں ۹۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک دقیق سوچ والا انسان اندرونی کیفیات کے حوالے سے یہ سوچتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ کاش وہ ایک ایسی اکائی میں ڈھل جائے جو مادہ کی کثافتوں اور مادی ضروریات سے پاک و بے نیاز ہو، فنا و موت اور زمان و مکان سے آزاد ہو، جس کی نظر میں ماضی، حال اور مستقبل بیک وقت موجود ہوں، اور تمام لطائف حیات کی روح اسے بتمام وکمال حاصل ہو ـــــ وہ خدا کے ساتھ بھی ہو اور اپنی اکائی یا اپنی ذات کو بھی باقی وقائم رکھ سکے ـــــ یہ مقصد شاید صوفی بقاباللہ میں حاصل کرتا ہے یا مرنے کے بعد قربتِ حق میں مقربین بارگاہ کو عبودیت سے یہ مقام حاصل ہوتا ہو، اسی لیے صوفیہ کہتے ہیں کہ عوام جنت کے حصول اور دوزخ سے بچنے کے لیے عبادت کرتے ہیں اور خواص قربتِ حق کے لیے اور اخص الخواص قربتِ حق میں بھی منفرد مقام کے طالب ہوتے ہیں ـــ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ ''قلندر آنکہ فوق الوصل جوید'' کیونکہ مدارج قرب ووصل کی کوئی انتہا نہیں ـــــ بیدل نے بھی اسی معنی میں کہا ہے:

ہمہ عمر با تو قدح زدیم نہ رفت رنج خمار ما چہ قیامتی کہ نمی رسی زکنار ما بہ کنار ما

یعنی ساری عمر تیرے ساتھ شراب کے جام پیے لیکن ہمارا خمار نہیں ٹوٹا، اے محبوب تو بھی کیا قیامت ہے کہ ہماری آغوش میں (پاس) ہوتے ہوئے بھی تو ہماری آغوش میں نہیں ہوتا ـــــ حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے کہ جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی عضو یعنی زبان، کان، آنکھ سے بھی خدا کی راہ نہیں ملتی اور بیداری قلب کے بعد اعضا کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح گم ہو جائے کہ اسے کسی اور کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنافی اللہ کی منزل ہے۔

حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ حج کو گیا تو کعبے کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ نہ گھر کو دیکھا نہ گھر کے مالک کو یعنی حق میں فنا ہو گیا ـــــ کسی نے آپ کے دروازے پر دستک دی آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے؟۔ جواب ملا کہ بایزیدؒ کی تلاش میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود مدت سے بایزیدؒ کی تلاش میں ہوں مجھے بھی وہ ابھی تک نہیں ملا ـــــ حضرت بایزیدؒ جب صفات خداوندی بیان فرماتے تو ہوش میں رہتے لیکن جب ذات خداوندی موضوع گفتگو ہوتی، تو بے خودی کے عالم میں یہ کہتے رہتے کہ میں سر کے بل آ رہا ہوں۔ ۱۰

ـــ حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ میں بایزید سے باہر نکل آیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل آتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ عالم توحید میں عشق و عاشق و معشوق سب ایک ہیں اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ میں خدا سے

Marfat.com

خدا تک پہنچا ہوں۔اا ______ حضرت حارث محاسبیؒ کا قول ہے یا تو خدا کے بن جاؤ یا اپنی خودی کو مٹا دو۔۱۲

احمد بن خضرویہؒ جب حضرت بایزیدؒ سے ملنے گئے تو ان کی بیوی حضرت فاطمہؒ بھی ان کے ساتھ گئیں۔ حضرت فاطمہؒ نے حضرت بایزیدؒ سے پردہ نہیں کیا اور بے تکلفی سے ان سے گفتگو کی، حضرت احمد بن خضرویہؒ نے حضرت فاطمہؒ سے اس کی باز پرس کی، انہوں نے فرمایا کہ آپ میری طبیعت کے محرم ہیں اور بایزیدؒ طریقت کے، آپ سے حرص و ہوا کا تعلق ہے اور ان سے راہ خدا کا۔ آپ میری صحبت کے محتاج ہیں ان کو میری مصاحبت کی ضرورت نہیں۔ ایک روز حضرت بایزیدؒ نے حضرت فاطمہؒ کا ہاتھ دیکھا جو مہندی سے رنگین تھا، پوچھا مہندی کیوں لگائی ہے؟ حضرت فاطمہؒ نے فرمایا کہ آج تک آپ نے میرا ہاتھ اور اس پر مہندی کا رنگ نہیں دیکھا تھا، میرے لئے آپ کی مصاحبت باعث مسرت تھی، اب کہ آپ کی نظر میرے ہاتھ اور رنگ حنا پر ہے، اس لئے ہماری مصاحبت حرام ہوگئی ______ شیخ مسلم بن یسارؒ ایک دن جامع مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے کہ مسجد کا ایک ستون گر پڑا۔ اس کے گرنے کی آواز سن کر بازار کے لوگ جمع ہو گئے لیکن شیخ مسلم بن یسارؒ اسی طرح نماز میں مصروف رہے اور ان کو ستون کے گرنے کی کچھ خبر نہ ہوئی ______ ایسی حالت باطنی فنا اور استغراق کی ہے ______ حضرت ابوالخیر اقطعؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاؤں میں ایسا مرض پیدا ہوا کہ طبیبوں نے پاؤں کا کاٹنا اس کا علاج بتایا، حضرت ابوالخیرؒ پاؤں کے کٹنے پر راضی نہ ہوئے۔ مریدوں نے کہا ٹھہر جاؤ جب حضرت ابوالخیرؒ نماز پڑھیں گے تو انہیں کچھ خبر نہیں ہوگی تم پاؤں کاٹ دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب نماز ختم کی تو انہیں معلوم ہوا کہ پاؤں کٹ چکا ہے۔۱۳

مسلم صوفیہ کے تصور فنا کے مطابق بندہ خدا نہیں بن جاتا بلکہ بندے کی مرضی خدا کی مرضی میں فنا ہو جاتی ہے۔ یہ مقام اس حدیث کی تشریح ہے جس میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ عبادت کر کے قرب حاصل کر لیتا ہے میں اس کے کان، اس کی آنکھ اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں ______ قرآنی آیت وما رمیت اذ رمیت (سورہ ۸، آیت ۱۷) میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ______ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کا قول اللہ کا قول ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے نکلتا ہے) فنا کے موضوع پر عطار کی منطق الطیر بہترین تمثیل ہے، تیس پرندے حقیقت کی تلاش میں سفر پر نکلتے ہیں، مختلف منازل طے کرتے ہوئے یہ

Marfat.com

پرندے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، صرف ایک باقی رہ جاتا ہے، جب وہ پرندہ منزل پر پہنچتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا وہ خود اس کی ذات ہی تھی۔

مختصر طور پر یوں کہ جو لوگ مقام فنا پر پہنچ جاتے ہیں وہ خدا کی حضوری میں زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی اپنی مرضی ختم ہو جاتی ہے یعنی ان کی مرضی خدا کی مرضی میں فنا ہو جاتی ہے۔ اس نظریے میں ایک یہ اشکال ہے کہ سالک کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب میری ذات باقی ہی نہیں رہی تو احکام شریعت بھی مجھ سے ساقط ہو گئے۔ میں اوامر ونواہی سے بالا تر ہو گیا۔ یہ احکام تو دنیا والوں کے لیے ہیں نہ کہ میرے لیے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک شخص نے ان سے اپنے اس قسم کے خیال کا اظہار کیا، تو حضرت جنیدؒ نے جواب دیا کہ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ خطا کار ہیں۔ جو صوفی احکام شریعت سے روگردانی کرے وہ سخت گنہگار ہے۔ تصوف تو سراسر اتباع شرع ہے۔ ایک زانی بھی ایسا عقیدہ رکھنے والے سے بہتر ہے۔ اگر سالک جذب یا سکر سے مغلوب ہو جائے تو اسے بہت نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ پھر وہ ان فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جو معاشرے کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ چنانچہ بقول جنیدؒ اللہ اپنے بندے سے اس بات کا بھی طالب ہے کہ وہ جس معاشرے میں رہتا ہے اس کے حقوق وفرائض بھی پوری طرح ادا کرے۔ جب بندہ فانی فی اللہ ہو کر باقی باللہ کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ حالت سکر سے حالت صحو میں واپس آ جاتا ہے اور ایک نئی شخصیت حاصل کر لیتا ہے جس میں صفات ایزدی کا رنگ جھلکتا ہے اور اس کی زندگی دوسرے انسانوں کے لیے نمونہ بن جاتی ہے ــــــــ صوفی حالت صحو (ہوشیاری) میں اس لیے واپس آتا ہے کہ وہ خدمت خلق کر سکے کیونکہ یہی اس کا وظیفہ حیات ہے، وہ دنیا داری سے دور رہ کر احکام حق کے مطابق انسانوں کی بھلائی کے کام کرتا ہے، یوں وہ دنیا والوں کے سامنے ایک سچے مومن کی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

Marfat.com

باب:۱۱ دنیاودنیاداری کے تصورات اور صوفیہ

دنیا ہے تو دنیاداری بھی ہوگی، البتہ دنیاداری یعنی دنیا کے معاملات میں مشغول ہونا کس حد تک مناسب ہے، یہ بات اخلاق، اسلام اور انسانیت سے وابستہ ہے، دنیا میں اس حد تک مشغولیت کہ وہ خدا سے غافل نہ کرے، اخلاق سے بیگانہ نہ بنائے اور انسانیت سے دور نہ کرے تو جائز ہے، البتہ دنیا کے حصول میں حرام وحلال کا فرق مٹ جائے تو یہ دنیاداری کی مذموم صورت ہے، جو احکام خداوندی اور اخلاق وانسانیت کے صریحاً خلاف ہے۔

دنیا کے بارے میں صوفیہ کے تصورات دو قسم کے ہیں: ایک دنیا کا تصور علمی نقطۂ نظر سے یعنی دنیا کے بارے میں صوفیہ کا نظریہ اس کے وجود کے حوالے سے اور ایک دنیا کا تصور عملی نقطۂ نظر سے یعنی دنیا کو برتنے کے حوالے سے ______ صوفیہ کی نظر میں علمی نقطۂ نظر سے دنیا کے دو پہلو ہیں: ایک عالم علوی ہے اور ایک عالم سفلی ہے۔ عناصر کی دنیا اُن کی نظر میں عالم سفلی ہے، اور افلاک، انجم، عرش وکرسی کو عالم علوی کہتے ہیں۔ صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مادی دنیا یا عالم محسوسات عالم ملک ہے، اسے ہی عالم شہادت بھی کہتے ہیں، عالم ناسوت بھی اور عالم ظلمانی اور عالم جسمانی بھی اسی کا نام ہے۔ عالم محسوسات سے برتر عالم معقولات ہے، اسے صوفیہ عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اسی کا نام عالم امر، عالم روحانی، عالم نورانی بھی ہے، اسے ہی عالم غیب بھی کہا جاتا ہے۔ اس عالم سے برتر عالم جبروت ہے، جو عالم غیب الغیب ہے۔ عالم جبروت کو صوفیہ عالم فطرت بھی کہتے ہیں، (فطیر اس چیز کو کہتے ہیں جو بے مایہ ہو، چونکہ عالم جبروت بے مایہ ہے صرف ماہیات سے متعلق ہے، اس لیے صوفیہ اسے عالم فطرت کہتے ہیں)۔ عالم حقایق، عالم کلیات اور عالم استعداد بھی اسی کا نام ہے۔ ان عالموں کے علاوہ تصوف میں عالم لاہوت بھی ہے، عالم ہاہوت بھی اور عالم باہوت بھی۔ یہ تینوں عوالم ذات حق کے حوالے سے ہیں۔ لاہوت مرتبۂ ذات ہے جو دراصل لاھوالاھو ہے۔ ہاہوت وہ مقام یا عالم ہے جس کا اشارہ کنت کنزا مخفیاً میں ہے جو گویا ''وہ وہی ہے'' کی علامت ہے۔ باہوت ذات حق میں فنائے تام کے بعد عالم ناسوت کی سیر کو کہا جاتا ہے۔ یہ تینوں مذکورہ عالم ایک طور سے احدیت، وحدت اور واحدیت کے اشارے ہیں، جو ذات حق کے تین پہلو ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ دنیا یا کائنات یا وجود کے باب میں فلاسفہ بھی اپنے نظریات رکھتے ہیں جن کا یہاں بیان کرنا چنداں ضروری نہیں، البتہ اس سلسلے میں مشہور فرانسیسی فلسفی پاسکل Pascal (۱۶۶۲ء۔۱۶۲۳ء) کے نظریات کے باب میں کچھ کہنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کیونکہ اس کے نظریات میں صوفیانہ تصورات کی بھی جھلک ملتی ہے۔ ویسے بھی اسے مغرب میں فلسفی سے زیادہ صوفی یا عارف سمجھا جاتا

Marfat.com

ہے۔ پاسکل کہتا ہے کہ ذات باری کے علاوہ وجود کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو وجود جسمانی ہے اور جس کی حقیقت بعد ہے اور دوسرا وجود علمی جس کی حقیقت تعقل ہے، لیکن جہانِ جسم اور جہانِ عقل سے برتر جہانِ عشق ہے اور عشق حق اس کی اساس ہے، اس کا یہ قول بڑا فکر انگیز ہے کہ دنیا ایک ایسا کرہ ہے جس کا مرکز ہر جگہ ہے اور جس کا محیط کہیں نہیں، دنیا صرف اپنی بڑائی کی وجہ ہی سے بیکران نہیں بلکہ اپنے چھوٹے پن کی بنا پر بھی بیکران ہے اور دنیا کا بڑا پن ہو یا چھوٹا پن دونوں لحاظ سے انسان دنیا کی حقیقت جاننے سے عاجز ہے۔

دنیا کا تصور صوفیہ کی نظر میں عملی نقطۂ نظر سے یوں ہے کہ دنیا تو بری نہیں البتہ دنیا داری بری چیز ہے کہ یہ خدا سے غافل کر دیتی ہے، اس سے نفسانی خواہشات فروغ پاتی ہیں اور انسانیت مرجاتی ہے۔ اسی حوالے سے صوفیہ نے دنیا کی مذمت کی ہے، فرمان حق ہے **وما ھٰذہ الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب و ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان** (سورہ ۲۹، آیت ۶۴) یعنی یہ دنیا کی زندگی لھو ولعب ہے البتہ آخرت کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ ابو سعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ جو تمہیں خدا سے غافل کر دے وہ تمہارے لیے منحوس ہے، اسلام میں دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا جاتا ہے، دنیا میں جیسا کوئی بوئے گا ویسا ہی وہ آخرت میں کاٹے گا، حدیث میں ہے۔ **الدنیا مزرعۃ الاخرۃ و کما تزرع تحصد.** یعنی دنیا میں رہ کر اگر آدمی اچھے کام کرے گا تو اس کی آخرت سنور جائے گی اور اگر برے کام کرے گا تو آخرت برباد ہو جائے گی، یوں دنیا بری نہیں بلکہ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔ حدیث میں ہے۔ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے (**حب الدنیا راس کل خطیئۃ**) فضیل عیاضؒ کا قول ہے کہ دنیا پاگل خانہ ہے اور اہل دنیا (یعنی دنیا دار لوگ) پاگل ہیں۔ نفسانی خواہش ہمارے گلے کا طوق اور معصیت ہمارے پاؤں کی زنجیر ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا مومن کے لیے تو قید خانہ ہے کافر کے لیے جنت ہے۔ (**الدنیا سجن المومن و جنت الکافر**) صوفیہ کہتے ہیں درویش صادق وہ ہے اگر دولتِ دنیا نہ رکھے تو اس کی خواہش نہ کرے اور اگر رکھتا ہو تو خدا کی رضا کے لئے ترک و ایثار سے کام لے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دنیا اہل آخرت پر حرام ہے اور آخرت اہل دنیا پر حرام ہے اور دونوں یعنی دنیا اور آخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔[1] معتصم باللہؒ نے حضرت ابراہیم ادہمؒ سے پوچھا کہ آپ کا پیشہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کو طالبانِ دنیا کے حوالے کر دیا اور عقبیٰ کو طالبانِ عقبیٰ کے لئے چھوڑ دیا اور ہم نے اِس جہان میں ذکرِ خدا کو اور اُس جہان میں دیدار خدا کو چن لیا ہے۔[2] حضرت عیسیٰؑ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک جگہ پر آرام سے لیٹا ہوا ہے، آپ نے جگایا اور فرمایا اے بندۂ خدا اُٹھ اور خدا کی عبادت کر، اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے خداوند تعالیٰ کی

Marfat.com

عبادت بہترین طریقے سے کرلی ہے، حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا۔" دنیا کو دنیا والوں کے حوالے کر دیا" حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا پس تم سو جاؤ اور آرام کرو، حضرت عیسیٰؑ راہ خدا میں اتنے مجرد تھے کہ صرف پیالہ اور کنگھی اپنے پاس رکھتے تھے۔ جب دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے بال سلجھا رہا ہے تو کنگھی پھینک دی۔۳؎ ــــــ لوگوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہی ہو؟ جواب دیا اُس جہان سے، پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا اُس جہان میں، لوگوں نے پوچھا کہ پھر اِس دنیا میں کیا کرتی ہو؟ کہا افسوس کرتی ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا اس لئے کہ روٹی اِس جہان کی کھاتی ہوں اور کام اُس جہان کا کرتی ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ جیسی شیریں زبان کو سرائے کی نگہبان بننا چاہیے، فرمایا میں اپنے دل کی سرائے کی خود نگہبان ہوں، جو کچھ میرے دل کے اندر ہے باہر نہیں آنے دیتی اور جو باہر ہے میں اسے اندر نہیں آنے دیتی اور کوئی شخص کہیں سے آئے، کہیں جائے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں دل کی نگہبانی کرتی ہوں، گل (مٹی) کی نہیں ــــــ ایک بار فصلِ بہار میں حضرت رابعہ بصریؒ اپنے حجرے میں تھیں۔ آپ کی خادمہ نے کہا اے مالکن باہر دنیا میں بہار آئی ہوئی ہے، حجرے سے باہر آ جایئے اور فطرت کے مناظر اور صنعت کردگار کو دیکھئے۔ رابعہ بصریؒ نے کہا بلکہ تو اندر آ (دل میں جھانک) تاکہ تو صانع (خدا) کو دیکھے ــــــ بصرے کے ایک بزرگ حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس آئے اور دنیا کی برائی کرنے لگے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا کہ تم دنیا سے بہت محبت کرتے ہو، اگر دنیا سے محبت نہ کرتے تو دنیا کو اس طرح یاد نہ کرتے کہ من احبّ شیء اکثر ذکرہ، (جو شخص جس چیز سے جتنی زیادہ محبت کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا ذکر کرتا ہے)۔۴؎ ــــــ طرائق الحقائق میں ہے کہ ابواسحاق ابراہیم الصیادی بغدادیؒ، جو معروف کرخیؒ کے مرید تھے، حضرت سری سقطیؒ کے پاس آئے، اس حالت میں کہ پھٹی چٹائی سے اپنا بدن ڈھانپا ہوا تھا۔ سری سقطیؒ نے حضرت ابواسحاق ابراہیمؒ سے کہا کہ میرے پاس دس درہم تھے جن سے میں نے یہ جبہ خریدا ہے۔ آپ پہن لیجئے۔ ابواسحاقؒ نے کہا کہ فقیروں کے ساتھ بیٹھتے ہو اور دس درہم جمع کرتے ہو اور انہوں نے جبہ نہیں پہنا۔۵؎ ــــــ حضرت شیخ عبداللہ محمد بن خفیفؒ کو خفیف اس لئے کہتے تھے کہ وہ روز رات کو بوقتِ افطار صرف سات منقیٰ کھاتے تھے۔ ایک رات خادم نے آٹھ منقیٰ دے دیئے۔ شیخ نے بغیر گنے کھا لئے، رات کو عبادت الٰہی میں سرور میسر نہ آیا، خادم کو بلایا اس سے پوچھا کہ کتنے منقیٰ دیئے تھے؟ اس نے کہا کہ آج رات میں نے آپ کو آٹھ منقیٰ دیئے تھے۔ شیخ نے کہا کیوں؟ خادم نے کہا میں نے خیال کیا آپ بہت کمزور ہیں، آپ کو توانائی حاصل ہو اس لئے آٹھ منقیٰ دے دیئے۔

Marfat.com

شیخ نے کہا کہ تم ہمارے دوست نہیں بلکہ دشمن ہو، اس کو فوراً خدمت سے علیحدہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن خفیفؒ ہی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمت عطا فرمائی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں، ہر قسم کی دولت مجھے عطا کی لیکن اس طرح زندگی گزاری کہ زندگی میں مجھ پر کبھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔۶ ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ انگور کا ایک خوشہ نکلا۔ آپ نے فرمایا یہ کسی کو دے دو، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی، اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور عبادت و ذکرِ خدا میں لذت محسوس ہونے لگی۔ ۷

حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فضول ہیں سوائے ان پانچ چیزوں کے: (۱) روٹی جس سے رشتہ جان و تن برقرار رہے (۲) پانی جس سے پیاس بجھائی جا سکتی ہے (۳) کپڑا جس سے ستر پوشی کی جا سکتی ہے (۴) گھر جس میں سر چھپایا جا سکتا ہے (۵) علم جس کے ذریعے سے کوئی پیشہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔۸ مشائخ چشت کے نزدیک ترکِ دنیا کا مفہوم یہ ہے کہ دولت دنیا سے محبت نہ ہو یعنی دنیا کمانے میں انسان اتنا اندھا نہ ہو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز ہی اُٹھ جائے۔ حبِ مال سے آگے حبِ جاہ کی منزل سب سے مشکل ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ **آخر ما یخرج عن رؤس الصدیقین حب الجاہ** یعنی سب سے آخر میں اہلِ صدق کے دماغ سے حبِ جاہ کی بو نکلتی ہے۔ فوائد الفواد میں ہے کہ دنیا تین طرح کی ہے: (۱) ایک صورتاً بھی دنیا ہے اور معناً بھی۔ جیسے ضرورت سے زیادہ دولت۔ (۲) دوسرے صورتاً و معناً دنیا نہیں جیسے خلوص کی عبادت۔ (۳) تیسری صورتاً دنیا ہے لیکن معناً نہیں، جیسے گھر والوں کے حقوق ادا کرنا۔۹

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ توکل روزی کمانے میں مانع نہیں ہے بلکہ کسب و توکل دونوں ہی داخلِ عبادات ہیں اور اہلِ توکل کو اتنا پیسہ پس انداز کر لینا جو ان کی ضروریاتِ زندگی کے لیے ضروری ہو معیوب نہیں۔ ویسے بھی دنیا **مزرعة الاخرت** یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دنیا دارالعمل بھی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں مشہور دُعا بھی ہے **ربنا اٰتنافی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة** یعنی اے اللہ ہمیں دنیا کی بھلائیاں عطا فرما اور آخرت کی بھلائیاں بھی عطا فرما (سورہ ۲، آیت ۲۰۱) ور اس دُعا میں دنیا کا ذکر پہلے ہے سو دنیا کی اہمیت واضح ہے، اس کے علاوہ قرآن پاک میں ہے **قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق** یعنی اللہ تعالیٰ نے زینتِ دنیا اور حلال رزق کو حرام نہیں فرمایا (سورہ ۷، آیت ۳۲) اسی طرح قرآن پاک میں ترکِ دنیا کی واضح طور پر ممانعت ہے فرمانِ حق ہے کہ **رھبانیة نابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم** (سورہ ۵۷، آیت ۲۷) یعنی انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا، ہم

Marfat.com

نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ حدیث رسول پاکؐ ہے کہ لا رھبانیت فی الا سلام یعنی اسلام میں ترک دنیا نہیں۔ ان حوالوں کی روشنی میں دنیا بُری نہیں البتہ دنیاداری بُری ہے یعنی دنیا سے محبت قابل مذمت ہے ___ صوفیہ نے دنیا اور مال و دولت کو مردود نہیں ٹھہرایا۔ ہاں البتہ دنیا کی ہر وہ چیز جو خدا سے غافل کرے صوفیہ کی نظر میں مردود ہے ___ کسی نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ دنیا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو تمہیں اللہ سے غافل کر دے ___ حضرت ذوالنون مصریؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ دنیا کیا ہے؟ فرمایا جو چیز تمہارے دل سے خدا کی یاد مٹا دے۔ حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ کا قول ہے کہ جو شخص ذکرِ خلق میں مشغول ہو جائے وہ ذکرِ حق سے دور ہو جاتا ہے۔ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ غریب وہ نہیں جو نادار ہے، غریب وہ ہے جس نے دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ دی۔ ۱۰ ___ حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں ساز و سامان کی کثرت سے آدمی دنیادار نہیں ہو جاتا اور اس کے فقدان سے درویش نہیں بن جاتا، جو شخص دولت و ثروت پر فقر کو افضل سمجھتا ہو وہ دنیادار نہیں خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ فقر کا منکر دنیادار ہوتا ہے خواہ وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۱

صوفیہ تمام وقت عبادت و ریاضتِ الٰہی میں مصروف رہتے ہوئے فکرِ معاش سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ وہ ان کی خدمت میں جائیں اور ان کو کچھ رقم یا کھانے کی اشیا پیش کریں، اسے تصوف میں فتوح کہتے ہیں ___ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو بغیر طلب اور توقع کے خلاف رزق مل جائے تو اس کو قبول کر لے اور اگر رزق اس کے پاس موجود ہے یعنی وہ حاجت مند نہیں ہے تب بھی اس کو واپس نہ کرے بلکہ ایسے شخص کو دے دے جو زیادہ ضرورت مند ہے۔ کسی شخص نے حضرت ابوالحسن نوریؒ کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے دیکھا، اس شخص کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ وہ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ان کی یہ شکایت لے کر آیا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اس شخص سے کہا کہ ابوالحسن نوریؒ لوگوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ وہ تو لوگوں کی آخرت کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ یہ کہنے کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ترازو لاؤ، ترازو لائی گئی آپ نے ایک سو درہم اس میں تولے اور پھر ایک مٹھی بھر درہم ان سو درہموں میں ڈال دیے اور پھر اس شخص سے کہا کہ یہ تمام درہم شیخ نوریؒ کے پاس لے جاؤ، وہ شخص یہ تھیلی لے کر شیخ ابوالحسن نوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نوریؒ نے تھیلی لے کر ترازو منگوائی، سو درہم تول کر الگ کر لئے اور اس شخص سے کہا کہ جاؤ یہ درہم جنیدؒ کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ میں تمہاری کوئی چیز قبول نہیں کرتا، البتہ وہ درہم قبول کرتا ہوں جو سو درہم سے زیادہ ہیں ___ اس شخص کو بہت تعجب

Marfat.com

ہوا، اس نے ابوالحسن نوریؒ سے اصل معاملہ دریافت فرمایا۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ جنید بغدادیؒ نے سو درہم وزن کر کے مجھے ثواب کی نیت سے بھیجے اور ایک مٹھی درہم محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان میں ملا دیے، پس میں نے ان میں سے وہ درہم لے لئے جو محض اللہ کے لئے ملائے گئے تھے اور وہ لوٹا دیئے جو اپنی ذات کے لئے بھیجے تھے۔ جب یہ شخص سو درہم لے کر حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ سنایا تو یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ نوریؒ نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال واپس کر دیا۔۱۲ _____ یہی فتوح کی حقیقت ہے، فتوح فتح کی جمع ہے، صوفیہ کی اصطلاح میں فتوح وہ چیز ہے جو نذرانے کے طور پر صوفیہ کو دی جائے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فتوح کے معنی صوفیہ کی نظر میں کشف وشہود باطنی کے بھی ہیں، جس کی تین قسمیں ہیں: (۱) ''فتح قریب'' جو اس آیت **نصر من اللہ وفتح قریب** (سورہ۶۱، آیت ۱۳) سے ماخوذ ہے۔ اس میں نفس کی منازل طے کرنے کے بعد قلب کے مقامات وصفات کا ظہور وانکشاف ہوتا ہے۔ (۲) ''فتح مبین'' جو اس آیت **انا فتحنا لک فتحاً مبیناً** (سورہ۴۸، آیت ۱) سے ماخوذ ہے۔ اس میں اسمائے الٰہی کے انوار سالک پر منکشف ہوتے ہیں اور قلب کی صفات ان میں فانی ہوجاتی ہیں (۳) ''فتح مطلق'' جو اس آیت **اذا جاء نصر اللہ والفتح** (سورہ۱۱۰، آیت ۱) سے ماخوذ ہے۔ اس میں تجلیات ذات احدیت منکشف ہوتی ہیں۔ یہ فتوح کی سب سے برتر قسم ہے۔

ایک روز مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ اکثر اولیا نے بھیک مانگنے کو مرید کی ذلتِ نفس کے لئے روا رکھا ہوا ہے، کچھ صوفیہ زکوٰۃ، صدقہ اور ہدیہ یا نذرانہ قبول کر لیا کرتے تھے، ہم نے اس دستور کو اپنے مریدوں کے لئے ختم کر دیا اور حضرت رسول ﷺ کے اس حکم کی پیروی کی کہ **اِسْتَعْفِفْ عن السّوال ما اسْتَطَعْتَ** (دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرو جہاں تک تم سے ہوسکے) ہر ایک مرید کو چاہیے کہ محنت سے روزی کمائے خواہ تجارت سے ہو یا کتابت سے، جو یہ طریقہ اختیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں، جو بھی مرید کسی اور کے آگے دست سوال دراز کرے گا میں اسے اپنے حلقہ سے جدا کر دوں گا _____ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر محنت ومشقت کے روٹی حاصل کرنا جوانمردوں کے مذہب میں حرام ہے، کیا تم نے رسول پاک ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا **کُل مِنْ کدِّ یمینک و عرق جبینک** (کہ اپنے ہاتھ کی محنت اور پیشانی کے پسینے سے روزی کماؤ)، کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جنت سے کھانے آتے تھے اور وہ ان سے لطف اندوز ہوتے تھے، ایک دن جبرائیلؑ کھانا لائے تو آپ بہشتی کھانے پوری خواہش اور خوشی کے ساتھ کھا رہے تھے، ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا کہ حضرت سلیمانؑ کس رغبت سے اور

Marfat.com

خوشی اور خواہش سے کھا رہے ہیں کہ گویا سلیمانؑ نے اس کھانے کے حصول میں محنت و مشقت برداشت کی ہے، حضرت سلیمانؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں؟ جواب ملا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ جو کھانا اپنی محنت اور مشقت سے حاصل ہو وہ جنت کے کھانوں سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے، حضرت سلیمانؑ نے یہ سن کر توبہ کی اور زنبیل بافی کا پیشہ اختیار کیا اور اس کی مزدوری سے وہ روٹی کھاتے تھے____ اسی حوالے سے حضرت مولانا رومیؒ نے ایک حکایت بیان کی کہ حضرت موسیٰؑ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی، سخت درد سے تڑپتے تھے، کوہ طور کی طرف روانہ ہوئے راستے میں جڑی بوٹیوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں اپنی آنکھوں پر مل لیجئے آپ ٹھیک ہو جائیں گے، لیکن حضرت موسیٰؑ نے ان کی طرف قطعاً توجہ نہ کی، آپ سیدھے کوہ طور پر پہنچے اور خدا سے التجا کی، اللہ تعالیٰ نے کہا جڑی بوٹیاں جو کہہ رہی ہیں انہی میں ہم نے ہر چیز کی دوا پیدا کی ہے، جب کوہ طور سے واپس آئے جڑی بوٹیوں کو ملا لیکن درد کم ہونے کی بجائے اور بڑھ گیا، پھر فریاد کرتے ہوئے حضور حق میں پہنچے، گڑگڑا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ ہم نے یہ تھوڑا ہی کہا تھا کہ خود جڑی بوٹیاں جنگل سے چنو اور مل لو بلکہ مطلب یہ تھا کہ طبیبوں کی دکان پر جاؤ اور ان سے جڑی بوٹیاں خرید و اور ملو تاکہ تمہیں شفا مل سکے اور طبیب کا بھی کاروبار چلے، اس کو بھی روٹی ملے، حضرت موسیٰؑ نے یہی کیا اور شفا پائی۔[۱۳]

حضرت نظام الدینؒ نے مریدوں سے فرمایا تھا کہ ترکِ دنیا یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے آپ کو ننگا کر لے، اور لنگوٹی باندھ کر بیٹھ جائے۔ ترکِ دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے، کھانا کھائے، البتہ جو کچھ آئے (یا کمائے) اسے خرچ کرتا رہے، جمع نہ کرے اور دولت سے رغبت نہ رکھے یعنی اپنی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کمائے لیکن دولت جمع کرنے کی طمع نہ رکھے، نہ اسے اپنے دل میں جگہ دے____ خواجہ گیسو درازؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ ترکِ دنیا مسلمانوں کا کام نہیں، حضرت رسول اکرمﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو یعنی دنیا کی طلب نہ کرو بلکہ دنیا کے تمام کام کاج کرتے ہوئے دولتِ دنیاوی سے اس طرح الگ رہو جیسے کوئی مسافر اپنے سفر میں ہو اور اسے منزل پر پہنچنا ہو۔ ترکِ دنیا کرنا ہندوؤں کا کام ہے اور مسلمانوں کا کام اس دنیا میں رہتے ہوئے اس میں دلچسپی نہ رکھنا ہے۔ اگر دنیا چھوڑنے کا اسلام میں حکم ہوتا تو اللہ تعالیٰ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہ دیتا اور حضرت رسول اکرمﷺ فدیے وصول نہ فرماتے۔ اس لیے احکام شریعت کی تعمیل کرتے ہوئے دنیا میں رہنا اور فرائض کی تکمیل کرنا ضروری ہے۔ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ خلق خدا سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مُردوں کا کام ہے، جو خلق خدا کے ساتھ وابستہ رہ کر ہر وقت یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں وہی لوگ مردان حق ہیں اور حقیقت میں زندہ ہیں۔[۱۴]

Marfat.com

تعرف میں ہے کہ صوفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روزی کمانا جائز ہے خواہ وہ کسی پیشے کے ذریعہ سے ہو مثلاً تجارت اور زراعت وغیرہ، غرض جو بھی پیشہ شرعاً جائز ہے اس سے صوفی روزی کمائے مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے، صوفیہ کے نزدیک اس شخص پر روزی کمانا فرض ہے جو صاحب عیال ہو۔ حضرت جنیدؒ کے نزدیک مذکورہ شرائط کے ساتھ روزی کمانے کا وہی مقام ہے جو ان اعمال کا ہے، جن سے قرب خداوندی حاصل کیا جاتا ہے ــــــ صوفیہ کے نزدیک ماسوا اللہ سے تعلق کی تین صورتیں ہیں: (۱) تعلق محمود جس کا شریعت میں حکم بھی ہے۔ اس تعلق کا توڑنا ناجائز ہے (۲) تعلق مذموم اس تعلق کا توڑنا واجب ہے (۳) تعلق مباح۔ اس تعلق کا توڑنا ضروری نہیں البتہ اس میں کمی کرنا مناسب ہے بلکہ تصوف میں ضروری ہے ــــــ ایک فقیر آواز لگا رہا تھا کہ مجھے دو روٹیاں مل جائیں تو میرا کام بن جائے۔ شبلیؒ نے کہا تم کیا خوب آدمی ہو کہ دو روٹیوں سے تمہارا کام بن جاتا ہے مجھے ہر رات دونوں جہان پیش کئے جاتے ہیں اور میرے دامن میں ڈال دیے جاتے ہیں لیکن میرا کام پھر بھی نہیں بنتا[۱۵] ــــــ مولانا رومیؒ نے ایک روز فرمایا کہ لقمۂ حلال اور لقمۂ حرام کی پہچان یہ ہے کہ جو کھانا شوق و ذوق اور آخرت کی رغبت پیدا کرے وہ کھانا حلال ہے اور جو اس کے برعکس کرے وہ حرام محض ہے۔ پھر کھانا جتنا مرضی آئے کھاؤ لیکن اپنی ذات کو امور دنیا میں صرف نہ کرو اور کوشش کرو کہ اپنا وقت حکمت کے حصول میں اور انبیا و اولیا کے کلام سننے میں صرف کرو ورنہ کھانا تمہیں کھا جائے گا۔ حضرت رسول پاکؐ نے فرمایا ہے کہ کھانا حضرت عمرؓ کی طرح کھاؤ کہ وہ آزاد مردوں کی طرح کھاتے ہیں اور آزاد مردوں کی طرح کام کرتے ہیں[۱۶] ــــــ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے حضرت امام قشیریؒ سے کہا کہ سنا ہے تمہارے پاس اوقاف کا مال بہت زیادہ ہے۔ فرمایا ہاں ہم نے اس مال کو ہاتھ پر رکھا ہوا ہے دل پر نہیں ــــــ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے حضرت حمید الدین ناگوریؒ نے پوچھا کہ جناب مال و دولت کا سانپ سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ جہاں زمین میں خزانہ دفن کیا جاتا ہے اس پر سانپ بیٹھ جاتا ہے، فرمایا مال (دولت) مار یعنی سانپ ہی کی طرح خطرناک ہوتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ نے مال کیوں جمع کیا ہوا ہے؟ (کیونکہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ بہت مالدار تھے اور ان کا کاروبار بھی بڑا وسیع تھا) انہوں نے فرمایا ہم نے اس سانپ کا زہر نکال دیا ہے ــــــ حضرت سفیان ثوریؒ کے بارے میں ہے کہ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ نے تکیے کے نیچے سے ایک ہزار دینار کی تھیلی نکال کر فرمایا کہ اس کو فقرا میں تقسیم کر دو۔ اس وقت لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ دوسروں کو تو دولت جمع کرنے سے منع کرتے ہیں اور خود ایک ہزار دینار جمع کر لیے۔ حضرت سفیانؒ نے لوگوں کے وسوسے کو بھانپ لیا اور

Marfat.com

فرمایا کہ ان دیناروں سے میں نے اپنے ایمان کا تحفظ کیا ہے کیونکہ جب ابلیس مجھ سے یہ پوچھتا تھا کہ اب تم کہاں سے کھاؤ گے؟ تو میں جواب دیتا تھا کہ میرے پاس خدا کے دیئے ہوئے یہ دینار موجود ہیں اور جب وہ سوال کرتا تھا، تمہیں کفن کہاں سے نصیب ہوگا؟ تو اس وقت بھی میں یہی جواب دیتا تھا، یوں میں نے یہ دینار وسوسۂ شیطانی سے بچنے کے لئے جمع کئے تھے۔ ۱۷

مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ

چیست دنیا از خدا غافل بدن نی قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی خدا سے غافل ہونے کو دنیا کہتے ہیں، روپیہ پیسہ اور بال بچے دنیا نہیں۔

مال را گر بہرِ دین باشی حمول نعم مال صالح" گوید رسولؐ

یعنی دولت کو اگر دین کے لئے حاصل کیا جائے تو حضرت رسول ﷺ نے ایسی دولت کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں فرمایا تھا "نعم مال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک آدمی کے لیے نیک مال اللہ کی نعمت ہے ___ امام غزالیؒ سے لوگوں نے کہا کہ آپ تمام دن دنیا کی مذمت اور فقر کی تعریف میں وعظ فرماتے رہتے ہیں اور مخلوق خدا کو ترک دنیا کی نصیحت کرتے ہیں اور خود گھوڑوں اور اونٹوں کا اصطبل بھی رکھتے ہیں، آپ کی نصیحت کا کیا اثر ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اصطبل مٹی میں ہے دل میں نہیں، خدا کی نظر دل پر ہے مٹی پر نہیں۔ ۱۸ ___ صوفیان صاف دل دولت یا حکومت کو فی نفسہ برا نہیں سمجھتے، صوفیہ دولت کی محبت اور دنیاداری کو برا کہتے ہیں، اسی لئے صوفیہ نے خاص طور پر اہل دولت اور اہل حکومت کے لئے بھی سلوک و تصوف کا طریقہ یا دستور وضع کیا ہے ___ مؤید الدین جندیؒ نے اس سلسلے میں صوفیانِ صاحب دولت کے لئے ایک لائحہ عمل پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ صوفی صاحبِ دولت کو چاہیے کہ اپنی دولت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال اور کاروبار کی بہتری کے لئے جمع کرے، دوسرے حصے کے دو حصے کرے آدھا حصہ محفوظ سرمائے کے طور پر جمع کرے اور باقی آدھا حصہ اپنے گھر والوں کی ضروریات پر خرچ کرے، تیسرے حصے کے تین حصے کرے، ایک حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرے، ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات پر صرف کرے، ایک حصہ اپنے متعلقین اور ملازمین پر صرف کرے۔ ۱۹

شیخ نجم الدین رازیؒ نے اپنی کتاب مرصاد العباد میں حکمرانوں کے لئے بھی سلوک و تصوف کا لائحہ عمل پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف اختیار کرنے والے حکمران کو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے کی بجائے حق و انصاف کے مطابق حکومت کرنی چاہیے، اسے اپنا وقت نفلی عبادت و ریاضت میں صرف کرنے

Marfat.com

کے بجائے رعایا کے حقوق ادا کرنے، ظلم و ستم کو مٹانے اور عدل و انصاف کی روایات قائم کرنے میں صرف کرنا چاہیے۔ اس کے لئے صرف فرض عبادات کا ادا کرنا ہی کافی ہے، مرصاد العباد میں عالموں، مفتیوں، قاضیوں، دولت مندوں، اہل زراعت اور اہل تجارت کے لئے بھی صوفیانہ روش اپنانے کا دستور بیان ہوا ہے جس میں بجائے نفلی عبادات، ریاضت و نفس کشی کے صرف اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا گیا ہے اور شریعت و سنت رسولؐ پر عمل کرنے کو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔۔۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ رتبۃ الحیات میں فرماتے ہیں ''یاد رکھو کہ کھانا پینا گھر داری اور شادی بیاہ جو ضرورت کے مطابق ہو وہ تمام تر دین ہے، حقیقتِ اسلام کے قطعاً منافی نہیں''۔۔۔ عزیز الدین نسفیؒ فرماتے ہیں یہ مت خیال کرو کہ مرد آزاد یعنی صوفی گھر، باغ اور بوستان نہیں رکھتا، صوفی یہ چیزیں رکھ سکتا ہے بلکہ اس کے پاس حکومت بھی ہو سکتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر صوفی کو حکومت مل جائے تو فخر و شادمانی نہیں کرتا اور اگر اس سے حکومت واپس لے لی جائے تو وہ غمگین نہیں ہوتا۔ اس کی نظر میں حکومت کا آنا اور اس کا چلا جانا دونوں یکساں ہیں، عوام کی پسند یا ناپسند یا عوام کا رد و قبول دونوں اس کے لیے معنی نہیں رکھتے۔ اس کے لیے اگر کوئی حقیقت ہے تو وہ رضائے حق ہے۔ مشہور صوفی حضرت ابو محمد رویمؒ نے قاضی کا عہدہ قبول کر لیا تھا، حضرت جنیدؒ نے اسی حوالے سے کہا تھا کہ ہم فارغ مشغول ہیں اور رویمؒ مشغول فارغ۔ ۲۰

مناقب العارفین میں ہے کہ ایک حکومت کا بڑا کارندہ حضرت مولانا رومیؒ کی خدمت میں آیا کہ توبہ کرے، ملازمت چھوڑ دے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جائے۔ حضرت مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ ہارون الرشید کے زمانے میں ایک کوتوال شہر تھا۔ ہر روز حضرت خضرؑ اس کی زیارت کے لئے آتے تھے، اچانک اس نے ملازمت چھوڑ دی اور اللہ اللہ کرنے لگا۔ پھر کبھی حضرت خضرؑ اس کے پاس نہ آئے، کوتوال کو بہت پریشانی ہوئی۔ رات کو بہت روتا رہا۔ خواب میں اسے حکم ہوا کہ جو کام تم کر رہے تھے تمہارا مرتبہ اسی کی وجہ سے تھا۔ صبح اٹھا خلیفہ کی خدمت میں گیا اور ملازمت کے لئے درخواست کی، خلیفہ نے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ جو کچھ گذری تھی بیان کی، خلیفہ نے اس کو کوتوالی کا عہدہ دے دیا۔ حضرت خضرؑ پھر اس کی زیارت کے لئے آنے لگے، کوتوال نے حضرت خضرؑ سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے؟ حضرت خضرؑ نے کہا کہ تیرے بلند درجات کا سبب یہ ہے کہ تو دفتر میں بیٹھتا ہے، کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرتا ہے، مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلاتا ہے اور یہ بات ہزاروں خلوتوں اور چلہ کشیوں سے بہتر ہے۔ جب اس شخص نے حضرت مولانا رومیؒ کی یہ بات سنی، اپنا عہدہ دوبارہ قبول کر لیا اور ملازمت کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ۲۱

عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام مصائب کی جڑ ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں اس دنیا

Marfat.com

کی ضرورت ہے، اسی ضرورت کی وجہ سے کمینوں اور ناجنسوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنا پڑتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب ایسے کمینوں کے ساتھ واسطہ پڑے تو دانائی کے ساتھ ان سے علیحدہ ہو جائیں اور اس مصیبت سے اپنا دامن بچائیں۔ اس دنیا میں انسان نما بھیڑیے، سانپ اور بچھو ہیں۔ ان کے ساتھ تعلق بھی رکھنا پڑتا ہے، ان سے ملنا بھی پڑتا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی پڑتی ہے، ان کا محکوم بھی بننا پڑتا ہے۔ ان کے خلاف فریاد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ رضا و تسلیم کے ساتھ انھیں برداشت کرنا چاہیے۔ یوں نہ صرف انسان کی شخصیت توانا اور مضبوط و محکم ہوتی ہے بلکہ انسان کو اس تحمل و برداشت کے بدلے آخرت میں بلند مقام بھی ملتے ہیں بشرطیکہ یہ تحمل و برداشت خدا کی رضا کے لیے ہو دنیا کے حصول کے لیے نہ ہو۔[۲۲] ______ اور ہاں یہ تصور حیات، جو اوپر بیان ہوا ہے، اور جو خالص صوفیانہ بھی ہے اور اسلامی بھی، صرف ان لوگوں کے لیے قابلِ قبول ہو سکتا ہے جو اس دنیا کی زندگی کو عارضی جانتے ہیں، خود کو مسافر سمجھتے ہیں اور سفر آخرت کے لیے اپنے آپ کو ہمہ وقت آمادہ و تیار رکھتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

باب: ۱۲ تصور سفر اور صوفیہ

سفر اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے کہ زندگی ہوگی تو سفر ہوگا، اور سفر بھی جب ہوگا کہ جب زندگی ہوگی۔ بعض اہل دانش کا تو یہ خیال ہے کہ ہر چیز ہر وقت سفر میں ہے کہ ہر شے ہر وقت حرکت میں ہے اور حرکت سفر کی بنیاد ہے، سو سفر کی اہمیت اور عمومیت مسلّم ہے۔ ویسے کچھ لوگ ساری زندگی سفر ہی میں گذار دیتے ہیں، کچھ لوگ زندگی بھر سفر سے گریز کرتے ہیں، البتہ یہ بھی ہے کہ انسان سفر سے کتنا ہی بھاگے آخر ایک سفر تو اسے کرنا ہی ہوگا ـــــ جو سفر آخرت ہے ـــــ سفر عام طور پر مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے:

(۱) حصول معاش کے لئے (۲) حصول علم کے لئے (۳) تجارت کے لئے (۴) فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے جیسے سفرا دوسرے ملکوں میں سفارت کے لئے جاتے ہیں۔ (۵) معلومات میں اضافہ کے لئے (۶) آیات اللہ یعنی مناظر فطرت اور مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرنے کے لئے (۷) زیارت کے لئے (۸) عبرت کے لئے (۹) عزیزوں دوستوں سے ملاقات کے لئے اور (۱۰) سفر کی ایک قسم ہجرت بھی ہے۔

صوفیہ سفر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ اس سے انسان کی شخصیت نکھرتی ہے، اسے مشکلات میں صبر و استقامت کا تجربہ حاصل ہوتا ہے، سفر سے صوفی میں توکل پیدا ہوتا ہے، دوسرے انسانوں کو سمجھنے اور ان کے ساتھ برتنے کا ہنر آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی گوناگوں تجلیات اور قدیم آثار، فطرت کے مناظر اس کی نظر اور اس کے تجربہ میں آتے ہیں اور یہ تجربات، یہ مناظر اس میں تفکر کی صلاحیت کو اجاگر کرتے ہیں کیونکہ اسلام اور تصوف میں تفکر کی بڑی اہمیت ہے اور یہ آیت قرآن اس بات پر شاہد ہے **و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض** (سورہ ۳، آیت ۱۹۱) یعنی اللہ کے نیک بندے ہر وقت ذکر حق بھی کرتے ہیں اور کائنات کی تخلیق پر غور و فکر بھی کرتے ہیں۔ حضرت رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ **سافروا تصحوا و تغنموا** یعنی سفر کرو تا کہ صحت و دولت پاؤ ـــــ مسافران خدا تین ہیں: نمازی، حاجی اور عمرہ کرنے والا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ سفر کرو مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد بیت المقدس کی زیارت کے لئے، طلب علم کے لئے، مشائخ اور عزیزوں سے ملاقات کے لئے۔

صوفیہ کی نظر میں سفر کا ایک مقصد زیارت شیخ بھی ہے۔ صوفی اپنے شیخ سے ملاقات اس لیے بھی کرتا ہے کہ اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائے اور اس کی نظرِ تریاق اثر سے مستفید بھی ہو کیونکہ باطنی سفر میں جو مشکلات ہیں مرشد سے مل کر وہ دور ہو جاتی ہیں۔ سفر کا ایک اور مقصد مجاہدۂ نفس بھی ہے، صوفی اپنے عزیز و اقارب اور

Marfat.com

وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے ان کی جدائی کو اور گھر والوں کی جدائی کو برداشت کرے جس کے نتیجے میں اس کو بارگاہ الٰہی سے صبر عطا ہوتا ہے ــــــ تصوف میں سفر کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ نفس کی رعونت اور خود پسندی ختم ہو جائے، گویا سفر نفس کی بیماری کا علاج بھی ہے ــــــ صوفیہ کی نظر میں سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے سالک کو گمنامی حاصل ہوتی ہے اور اس کی شہرت ختم ہو جاتی ہے چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صوفی کسی بستی کے عوام میں بہت مقبول ہو جاتا ہے اور اس سے اس کے باطن میں رعونت اور کبر پیدا ہو جاتا ہے، اس کے ذہن میں یہ آ جاتا ہے کہ مخلوق میری طرف اس وجہ سے رجوع ہوئی ہے کہ میں اولیا و ابرار میں سے ہوں اور پھر آہستہ آہستہ نفس اور شیطان اس پر غالب آ جاتے ہیں، وہ دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے تکلف اور تصنع اختیار کرتا ہے اور یوں اس کی روحانیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے، ایک بزرگ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ اب تم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہو جب تمہارے اندر شیطان شر کے راستے سے داخل نہیں ہو سکتا یعنی تم سے گناہ ظاہری سرزد نہیں ہوگا البتہ شیطان خیر کے ذریعے سے تمہارے اندر داخل ہو سکتا ہے، یہ بڑا نازک مقام ہے، اس مقام پر قدم ڈگمگانے کا خطرہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اگر عنایت و کرم فرمائیں تو وہ اسے سفر کے لیے آمادہ فرما دیتے ہیں، پھر سالک یا صوفی اپنے آشناؤں سے قطع تعلق کر کے اس جگہ کو ترک کر دیتا ہے، جہاں اس پر قبول خلایق کا دروازہ کھلا ہے، اب وہ ہر ایک سے منقطع ہو کر محض خدا کا ہو کر سفر کے لیے نکلتا ہے، یہ ایک بہترین مقصدِ سفر ہے جو صادقین کو حاصل ہوتا ہے ــــــ سفر کی مشکلات پر قابو پانے سے انسان کی صلاحیتیں نکھرتی ہیں، وہ انسانوں کو جاننے اور انہیں پہچاننے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے ایک شخص نے کسی شخص کی تعریف کی، آپ نے فرمایا کیا تم اس کے ساتھ سفر میں رہے ہو؟ اس شخص نے نفی میں جواب دیا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تم میرے خیال میں اس کو اچھی طرح نہیں جانتے ــــــ تصوف میں سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسافر سفر کے دوران قدیم آثار اور عبرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے، جب انسان غور و فکر کے ساتھ روئے زمین کے مختلف حصے دیکھتا ہے، پہاڑوں، دریاؤں اور صحراؤں سے گزرتا ہے، بزرگوں کی قدم گاہوں کی زیارت کرتا ہے تو اس کی روح بیدار ہوتی ہے اور نظر میں بصیرت پیدا ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے۔ **سنریهم آیتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق** (سورہ ۴۱، آیت ۵۳) یعنی ہم ان کو عنقریب کائنات میں اور خود ان کے اپنے نفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تا کہ ان پر حق روشن ہو جائے ــــــ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ جب سردی کا موسم گزر جائے اور بہار کا موسم آ جائے اور درختوں پر نئے نئے پتے نکل آئیں تو اس وقت سیر و سفر خوب ہے، شیخ سعدیؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں:

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

تصوف میں سفرِ ظاہری بھی ہے اور سفرِ باطنی بھی، ظاہری سفر کے حوالے سے یوں ہے کہ کچھ صوفیہ ابتدا میں سفر اور آخر میں قیام اور بعض اس کے برعکس کرتے ہیں یعنی ابتدا میں قیام اور آخر میں سفر کرتے ہیں، کچھ لوگ بالکل سفر نہیں کرتے۔ حضرت ابوبکر وراق ؒ مریدوں کو سفر کرنے سے منع کرتے تھے اور کچھ صوفیہ ہمیشہ سرگرم سفر رہتے ہیں ـــــ تصوف میں وہ سالک جسے ابتدا میں مرشدِ کامل کی صحبت میسر نہ ہو کہ جس کی نگرانی میں منازلِ سلوک طے کرے تو وہ سفر اختیار نہیں کرتا، البتہ جب وہ کسی مقام اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ دوسروں کو فیض پہنچانے کے لیے سفر اختیار کرتا ہے، بعض صوفیہ زندگی بھر سفر نہیں کرتے ان کے خیال میں:

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

گویا یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں کے حلقوں میں تمام کائنات سمٹ کر آ گئی ہو، ایسے لوگوں کو بیابان نوردی اور دشت پیمائی کی کیا ضرورت ہے، کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصری ؒ نے ایک شخص کے ذریعے سے حضرت بایزید بسطامی ؒ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کب تک خواب راحت میں رہو گے قافلہ تو روانہ ہو گیا، حضرت بایزید بسطامی ؒ نے پیغام دینے والے سے کہا جاؤ میرے بھائی سے کہہ دو مرد وہ ہے جو تمام رات سوئے اور صبح دم قافلے سے پہلے ہی منزل پر پہنچ جائے، یہ سن کر حضرت ذوالنون مصری ؒ نے فرمایا مرحبا ان کو مبارک ہو، یہ وہ مقام ہے جہاں ہماری روحانیت کی رسائی نہیں ہے۔[1] ـــــ حضرت ابوعثمان ؒ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص سفر پر جا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کو سفر اپنی خواہشاتِ نفسانی سے کرنا چاہیے ورنہ یہ ظاہری سفر تو غربت ہے اور غربت ذلت ہے اور یہ اچھی بات نہیں کہ مومن ذلیل ہو۔[2] ـــــ بعض صوفیہ ایسے بھی تھے جو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے کبھی قیام نہیں کرتے تھے، وہ سفر کو نفس کی اصلاح اور تزکیہ کا ذریعہ سمجھتے تھے، شیخ ابراہیم خواص ؒ کا تعلق ایسے ہی طبقے سے تھا، آپ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر وہ چالیس دن سے زیادہ کسی شہر میں مقیم رہیں گے تو ان کے توکل میں فرق آ جائے گا، چونکہ اس عرصے میں لوگ ان کو اچھی طرح جان لیں گے اور لوگوں کا ان کی طرف رجوع شروع ہو جائے گا۔[3] ـــــ حضرت بشر حافی ؒ نے فرمایا کہ اے قاریو، اے طالبو، سفر کرو تا کہ تم خوش رہو اور پاک وصاف رہو، اس لیے کہ پانی زیادہ دیر تک ایک جگہ ٹھہرا رہتا ہے تو وہ متغیر ہو جاتا ہے، اس کا رنگ اور مزہ سب کچھ بدل جاتا ہے ـــــ حضرت بایزید بسطامی ؒ نے حضرت احمد خضرویہ ؒ سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے؟ انہوں نے جواب دیا، پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور

Marfat.com

اس کا رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے، آپ نے فرمایا پھر سمندر کیوں نہیں بن جاتے تا کہ نہ بد بو پیدا ہو اور نہ رنگ تبدیل ہو۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے سفر کی چند قسمیں ہیں:

(۱) قدموں سے کرنا (۲) دل سے کرنا (۳) ہمت سے کرنا (۴) دیدار کے ذریعے سفر کرنا (۵) فنائیتِ نفس کے ساتھ سفر کرنا ____ صوفیہ کی نظر میں باطنی یا روحانی سفر کی چار اقسام ہیں: ایک سفر از خلق بہ حق یعنی مخلوق کو چھوڑ کر حق کی طرف سفر کرنا، دوسرا سفر از حق بہ حق ہے اس سفر میں سالک اوصاف و اسمائے الٰہی کی سیر کرتا ہے، تیسرا سفر با حق در خلق ہے یعنی حق کے ساتھ مخلوق کا سفر کہ مخلوق میں رہنا حق کے ساتھ ہو، چوتھا سفر با حق در حق، یہ ذات حق میں سفر ہے جس کی تشریح ممکن نہیں ان اسفار کو سیر الی اللہ، سیر عن اللہ، سیر مع اللہ، سیر باللہ بھی کہا جاتا ہے ____ صوفیہ کی نظر میں مسافر تین نوع کے ہیں: ایک دنیا کی طرف سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ دنیا ہے، اور سود معصیت و ندامت ہے، دوسرا عقبیٰ کا سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ طاعت و عبادت ہے، سود جنت ہے، تیسرا حق کی طرف سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ معرفت ہے اور نفع محبت حق اور دیدار حق ہے ____ جب ایک صوفی اپنے باطنی اور روحانی سفر میں مداومت کرتا ہے تو وہ نفسِ امّارہ کو مغلوب کرنے کی مسافتیں جلد ہی طے کر لیتا ہے، اس کے مذموم اخلاق اچھے اخلاق میں بدل جاتے ہیں۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف نے اپنی طریقت کی بنیاد سیر و سیاحت پر رکھی ہے، اسی لیے وہ سفید کپڑوں کی بجائے نیلے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں کیونکہ نیلے کپڑے جلد میلے نہیں ہوتے۔[۹۶] ____ ابو یعقوب موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ مسافر چار چیزوں کا محتاج ہے۔ اگر یہ چار چیزیں نہ ہوں تو سفر نہ کرے۔ (۱) علم (۲) پرہیزگاری (۳) خوش خلقی (۴) یقین و اعتماد (بر حق) ____ صوفیہ کہتے ہیں کہ مسافر کے پاس لوٹا، پیالہ، عصا، سوئی، دھاگہ، قینچی، استرہ وغیرہ ہونے چاہییں تا کہ وہ فرائض اسلامی صحیح طور سے ادا کر سکے۔ صوفیہ کے نزدیک بدھ کے روز سفر شروع کرنا منع ہے البتہ اگر کوئی سفر میں ہے تو بدھ کے دن گھر واپس جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ____ صوفی کو چاہیے کہ سفر تنہا نہ کرے، ساتھی چار سے زیادہ نہ ہوں اور دو سے کم بھی نہ ہوں۔ ساتھیوں میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لے۔ مسافر کو ہمیشہ سنت کی پیروی کرنی چاہیے، جب کسی مقیم سے ملاقات ہو تو عزت و احترام سے ملے اور اسے سلام کرے۔ ان پر (یعنی مقیموں پر) کسی شکل میں بھی اعتراض نہ کرے۔ نہ اپنے سفر کے مصائب بیان کرے، نہ مجلس میں بیٹھ کر علمی باتیں یا حکایات و روایات بیان کرے کیونکہ یہ چیزیں رعونتِ نفس پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے احترام و محبت سے

Marfat.com

ملے، سب کا دکھ بانٹے اور اللہ کے لئے سب کا بوجھ برداشت کرے، کسی کو بُرا نہ کہے، نہ کسی کی غیبت کرے، اہل حقیقت فعل کو دیکھ کر فاعل پر نظر رکھتے ہیں، فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، تمام انسان حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اگر کسی میں عیب ہے یا کوئی بے عیب ہے تو وہ حجاب میں ہے یا عین مشاہدہ میں۔ عیب جوئی کرنا دراصل فاعل حقیقی یعنی حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے، آدمی ہونے کے ناطے سے مخلوق پر نظر کرے تو سب سے آزاد ہو جائے اور سمجھ لے کہ سب حجاب میں ہیں، مغلوب، مقہور اور عاجز ہیں۔ ہر فرد اسی فطرت پر رہتا ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا تھا، مخلوق کو خدا کی سلطنت میں تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں اور کسی چیز کی اصلیت یا فطرت بدلنے پر ذات حق کے سوا کوئی شخص قادر نہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ یہ حقائق نظر میں رہیں تو انسان سکون واطمینان قلب سے بھی بہرہ ور رہتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں سرخرو بھی رہتا ہے۔ ۵

کسی نے ایک درویش دوراں سے کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے کہ میں سفر پر جا رہا ہوں۔ فرمایا اگر عبرت کے لئے سفر کر رہے ہو تو دنیا کافی ہے، اگر دوست چاہیے تو خدا کافی ہے، اگر ہمسفر چاہیے تو کراماً کاتبین کافی ہیں، اگر مونس چاہیے تو قرآن کافی ہے، اگر کوئی مشغلہ چاہیے تو عبادت کافی ہے، اگر زادراہ چاہیے تو علم وحکمت کافی ہیں، اگر یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں کافی نہیں تو تمہیں دوزخ کافی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب: ۱۳ علم وحکمت، عقل وعشق کے تصورات اور صوفیہ

علم وحکمت کی اہمیت انسان کے لئے اظہر من الشمس ہے ـــــ علم وحکمت ہی سے انسان کی مادی اور معنوی ترقی، دنیوی اور اخروی سعادت وابستہ ہے، تصوف میں علم وحکمت سے متعلق مطالب بہت زیادہ بھی ہیں اور متنوع بھی ـــــ صوفیانہ ادب میں نہ صرف علم وحکمت کی تعریف وتوصیف اور ان کی اہمیت کا ذکر ہے بلکہ ان سے متعلق اور بہت سے اہم اور خرد افروز نکات بھی بیان ہوئے ہیں، مثلاً علم کیا ہے، علم کا عالم اور معلوم سے کیا رشتہ ہے، علم کی قسمیں عالم کے حوالے سے، علم کی قسمیں معلوم کے حوالے سے، علم کی قسمیں ذرائع علم کے حوالے سے، علم کے مختلف درجے، مثلاً تفکر، فراست، بصیرت، معرفت، وجدان، کشف، الہام ووحی، اس کے علاوہ علم وعقل کا باہمی تعلق، عقل کے مختلف مدارج، عقل کی مختلف قسمیں، حقیقت کے ادراک میں علم وعقل کی کارفرمائی اور ان کی نارسائی، عقل کے ساتھ عشق کا مقابلہ اور موازنہ، پھر عشق کی حقیقت، حقیقت مطلق کے ادراک میں عشق کی کامیابی اور عقل وعلم کی ناکامی کا ذکر، نیز عشق کی تعریف وتوصیف اور عقل وعلم کی تضحیک وتحقیر ـــــ یہ ہیں وہ مطالب جو صوفی علما، صوفی ادبا اور صوفی شعرا نے بیان کئے ہیں اور اس باب میں انہوں نے اپنی جودت طبع، ذہانت فکر، نکتہ رسی اور نکتہ آفرینی کی خوب داد دی ہے۔

علم اور علم کی اہمیت:

اہل علم کہتے ہیں کہ علم کے معنی جاننے کے ہیں، اس جاننے کے عمل میں ہم اشیا کے تصور کو ذہن میں لاتے ہیں یعنی ہم جب کسی چیز کا تصور کرتے ہیں تو ذہن میں اس کی ہویت (حقیقت) داخل نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کی ماہیت (صورت) ذہن میں داخل ہوتی ہے اور ماہیت اس کی عقلی صورت ہے۔ اس لیے سفیدی کے تصور کرنے سے ذہن سفید نہیں ہوتا اور گرمی کے تصور کرنے سے ذہن گرم نہیں ہوتا ـــــ کسی چیز کے جاننے والے کو عالم کہتے ہیں اور چیز کو معلوم اور عالم ومعلوم میں جو تعلق ہے اسے علم کہا جاتا ہے ـــــ ایک صوفی ابوعلی ثقفیؒ نے علم کی تعریف یوں کی ہے، ''العلم حیات القلب من الجھل ونور العین من الظلمة'' یعنی علم دل کو جہالت سے بچا کر زندگی عطا کرتا ہے اور تاریکی سے بچاؤ کے لیے آنکھوں کا نور ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی کی نظر میں علم وہ ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت کو صحیح طور پر بیان کیا جا سکے جبکہ معرفت میں کسی چیز کی تعریف متشابہ الفاظ میں بیان کی جاتی ہے ـــــ حصول علم کے ذرائع تین ہیں: (۱) حواس ظاہری (۲) حواس باطنی (۳) وجدان یعنی حسیات، معقولات اور مکشوفات۔ ذرائع علم

Marfat.com

کے حوالے سے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ قوت سماعت سے علم تاریخ وابستہ ہے، قوت بصارت سے مشاہدہ اور دل سے مکاشفہ متعلق ہے ــــــ ذرائع کے حوالے سے علم کی دو قسمیں ہیں: علم لدنی یعنی وہ علم جو اس آیت وعلمناہ من لدنا علما (سورہ ۱۸، آیت ۶۵) کے مطابق بغیر ظاہری اسباب کے خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو عطا ہوتا ہے۔ اسے فراست بھی کہتے ہیں، وجدان بھی کشف وشہود بھی اور وحی و الہام بھی۔ وحی والہام صرف اہل ایمان کے لیے مخصوص ہیں، وحی صرف پیغمبر یا نبی پر اترتی ہے جس پر دوسروں کو عمل کرنا واجب ہے۔ الہام عام مومن کو بھی ہوتا ہے لیکن دوسروں کے لیے اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہوتا۔ کشف و وجدان بھی عام مسلمانوں سے متعلق ہیں، غزالیؒ کی نظر میں وجدان اندرونی احساس کا نام ہے، جسے وہ کہتے ہیں کہ ''ہو المفتاح اکثر المعارف'' (یعنی جو بہت سے علوم کی کنجی ہے)۔ گویا کانٹ اور برگسان سے پہلے غزالیؒ وجدان کا انکشاف کر چکے تھے۔ غزالیؒ اپنے نظریے کی تائید میں یہ قرآنی آیت فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ، للاسلام (سورہ ۶، آیت ۱۲۵) پیش کرتے ہیں گویا یہ شرح صدر وجدان ہی ہے۔ علامہ اقبال وجدان کو حقیقت کا بلاواسطہ علم کہتے ہیں ــــــ علم کی دوسری قسم اکتسابی ہے یعنی وہ علم جو حواس خمسۂ ظاہری یا باطنی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شک یا حیرت علم کی بنیاد ہے کہ شک یا حیرت علم کو جنم دیتی ہے لیکن جب علم آجاتا ہے تو شک ختم ہو جاتا ہے اور حیرت معدوم ہو جاتی ہے ــــــ عالم کے حوالے سے بھی علم کی دو قسمیں ہیں، ایک علم الٰہی اور دوسرا علم بندہ، علم الٰہی لامحدود ولازوال ہے اور علم بندہ محدود ہے، زمانی ہے اور فانی ہے۔ معلوم کے حوالے سے بھی علم کی تین اقسام ہیں: (۱) علم طبیعت یعنی علم کائنات، (۲) علم نفس یعنی انسان کی اندرونی کیفیات کا علم (۳) علم الٰہی یعنی خدا کی ذات وصفات وافعال کا علم ــــــ یقین کے حوالے سے علم کی تین قسمیں ہیں: علم کی ایک قسم علم الیقین ہے، ایک عین الیقین ہے اور ایک حق الیقین ہے، علم الیقین استدلال عقلی سے حاصل ہوتا ہے، عین الیقین مشاہدے سے متعلق ہے، حق الیقین میں انسان خود حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ پہلا علم گویا شنید ہے، دوسرا دید ہے اور تیسرا علم چشید ہے۔ بعض صوفیہ کی نظر میں تین علوم فرض ہیں: (۱) خدا کی شناخت کا علم (۲) خدا کی پرستش کا علم (۳) خدا کی مخلوق کے ساتھ معاملات کا علم۔

قرآن پاک نے علم کی اہمیت پر بے حد زور دیا ہے، خود لفظ قرآن اور لفظ اقرا کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ قرآن کا نام کتاب بھی ہے اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ سورہ نون میں قلم کی قسم کھاتے ہیں۔ اسلامی ادبیات میں خود ''لوح وقلم'' کے الفاظ بھی علم کی اہمیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیات

Marfat.com

وعلم آدم الاسماء کلھا (سورہ۲، آیت ۳۱) اور ومن یوت الحکمت فقد اوتی خیرا کثیرا (سورہ۲، آیت ۲۶۹) رب زدنی علما (سورہ۲۰، آیت ۱۱۴) علم وحکمت کی افادیت، ضرورت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔ قرآن پاک میں ان تین علوم کا بالخصوص ذکر ہے:

(۱) پچھلی قوموں کے حالات کا مطالعہ (۲) کائنات کا مشاہدہ اور (۳) خود اپنی ذات پر غور وفکر کرنا، گویا قرآن نے مطالعے، مشاہدے، مراقبے یا محاسبے کی ضرورت پر زور دیا ہے اسے ہم تذکر، تعقل اور تفکر بھی کہہ سکتے ہیں ______ اور علم کی اہمیت کے حوالے سے قرآن سوال کرتا ہے، ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (سورہ۳۹، آیت ۹) کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں (یعنی عالم) اور جو نہیں جانتے (یعنی جاہل) برابر ہیں، اور یہ تو حقیقت ہے کہ ایک عالم جاہل سے برتر ہے، یوں علم کی اہمیت مسلم ہے۔

حدیث میں ہے کہ طالب علم کے کام سے خوش ہو کر فرشتے اپنے بازو اس کے لئے پھیلا دیتے ہیں۔ حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم علم کا ایک باب سیکھو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ تم سو رکعتیں نفلیں پڑھو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مجلس علم میں شریک ہونا، ہزار رکعتیں پڑھنے، بیماروں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شرکت کرنے سے بہتر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے علم ایک خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہیں، پس سوال کرو کہ اس میں ۴ شخصوں کو ثواب ملتا ہے: (۱) سوال کرنے والے کو (۲) عالم کو (۳) سننے والے کو (۴) اور جو علم سے محبت رکھتا ہو۔ حضرت معاذؓ بن جبل سے روایت ہے، رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ علم کی طلب عبادت ہے، اس کا ذکر تسبیح، علم کی بحث جہاد، دوسروں کو سکھانا صدقہ، علم خلوت کا دوست، دشمنوں کے سامنے ہتھیار اور دوستوں کے سامنے زینت ہے ______ کہا جاتا ہے کہ عالم کے قلم کی سیاہی شہیدوں کے خون سے افضل ہے ______ صوفیہ کہتے ہیں کہ علم روح ہے اور عمل جسم ہے، صوفیہ علم کو عرفان پر بھی فضیلت دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں عارف نہیں کہتے۔ علم عقل پر حاکم ہے، عقل علم پر حاکم نہیں، یوں علم کی فضیلت مسلم ہے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ جو شخص علم کی باتیں کان سے سنتا ہے وہ حقائق سے دور رہتا ہے اور حکایات بیان کرتا ہے، جو علم کی باتیں دل سے سنتا ہے وہ عبرت حاصل کرتا ہے اور حقائق بیان کرتا ہے اور جو شخص علمی باتوں پر عمل کرتا ہے وہ منزل مقصود کو پالیتا ہے۔

مشہور صوفی حضرت عبداللہ مبارکؒ کا قول ہے علم کے مختلف مراحل ہیں: (۱) نیت (۲) سماع (۳) فہم (۴) حفظ (۵) عمل (۶) نشر ______ یعنی حصول علم میں سب سے پہلا قدم نیت ہے کہ علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے (۲) استاد سے علم حاصل کیا جائے (۳) اسے سمجھا جائے (۴) اسے حافظے میں جگہ

Marfat.com

دی جائے (۵) علم کے مطابق عمل کیا جائے۔(۶) علمی باتیں دوسروں کو بتائی جائیں، ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ مجھے دو شخصوں پر ترس آتا ہے۔(۱) وہ شخص جو علم کا طالب ہو لیکن سمجھتا نہ ہو۔(۲) وہ شخص جو علم کو سمجھتا ہو لیکن اس کا طالب نہ ہو۔ حضرت ابو درداؓ کا قول ہے، عالم بن، یا طالب علم بن یا سننے والا، ان تین کے سوا چوتھا مت بن ورنہ ہلاک ہو جائے گا ______ ایک صوفی کا قول ہے، کاش مجھے معلوم ہو سکے کہ جو علم سے محروم رہا اس نے کیا خیر پائی اور جس نے علم کی دولت پالی وہ کس چیز سے محروم رہا۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ شقاوت (بدبختی) کی نشانیاں تین ہیں:

(۱) انسان علم سے محروم ہو (۲) علم تو حاصل ہو لیکن عمل سے محروم ہو (۳) عمل تو ہو لیکن اخلاص سے محروم ہو۔لے ______ کسی صوفی کا قول ہے کہ علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر وہ جواب دے تو ٹھہر جاتا ہے، ورنہ کوچ کر جاتا ہے، علم کے مطابق عمل ہوگا تو علم بھی بقدر عمل ترقی کرے گا۔ کسی اہل دل کا کیا خوب قول ہے ''علم ہو اور حکمت یا دانائی نہ ہو، طاقت وقوت ہو اور ضمیر زندہ نہ ہو تو کوئی تباہی آئی کہ آئی''۔

علم اور حضرت علی ہجویریؒ:

حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں علم دو ہیں: علم خدا، اور علم بندہ، بندے کا علم محدود ہے **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا** (سورہ ۱۷، آیت ۸۵) اس کی دلیل ہے اور خدا کا علم لامحدود ہے، **واللہ بکل شیء علیم** (سورہ ۴، آیت ۱۷۶) اس کی دلیل ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے اور اس میں کمال پانے کی کوشش کرے۔ اگر چہ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی علم کا کمال بھی علم خداوندی کے سامنے جہالت ہے پس انسان اس قدر جان لے کہ وہ ذات حق کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ______

العجز عن درک الادراک ادراک   والوقف فی طرق الاخیار اشراک

یعنی انسان ذات حق کے جاننے سے عاجز ہے اور یہی اس کا عجز در حقیقت اس کے علم کی بنیاد ہے لیکن اس راہ میں علم کے حصول سے رک جانا بھی شرک ہے ______ حضرت علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ جو علم حاصل نہیں کرتا اور جہالت پر اڑا رہتا ہے، مشرک ہے اور جو علم حاصل کرتا ہے اور کمال علم پالیتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ علمِ حق کے سامنے اس کا علم کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حصول علم کے بعد یہ عجز وانکسار تحصیل علم کا حاصل ہے ______ حضرت حاتم اصمؒ کا قول ہے کہ میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کیا اور تمام دنیا کے علوم سے بے نیاز ہو گیا، ان چار چیزوں کا علم یہ ہے:

(۱) میں نے یہ جان لیا کہ میرا رزق مقدر ہے، اس میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہو سکتی، میں نے زیادہ کی

Marfat.com

خواہش سے نجات پالی۔(۲) میں نے جان لیا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر حق ہے جسے میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا، میں اس حق کو ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔(۳) میں نے یہ جان لیا کہ میرا ایک طالب ہے یعنی موت جس سے مفر نہیں، میں نے اس کی تیاری کر لی۔(۴) میں نے یہ جان لیا کہ میرا ایک خدا ہے جو میرے حال سے پوری طرح واقف ہے، سو میں نے ناشائستہ افعال کو ترک کر دیا۔

حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں اصول اور فروع کے حوالے سے علم کو ظاہری اور باطنی دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اصول کا ظاہر قول شہادت اور اس کا باطن تحقیق معرفت ہے، اسی طرح فروع کا ظاہر درستی معاملات اور اس کا باطن درستی نیت ہے، یہ سب ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں حقیقت کا ظاہر باطن کے بغیر منافقت اور حقیقت کا باطن ظاہر کے بغیر زندیقیت ہے۔ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص اور شریعت کا باطن بغیر ظاہر کے ہوس ہے ـــــ علم حقیقت کے تین ارکان ہیں: (۱) ذات حق اور اس کی وحدانیت کا علم (۲) صفات حق اور حق کے احکام کا علم (۳) افعال حق اور ان کی حکمتوں کا علم، اسی طرح شریعت کے بھی تین ارکان ہیں: (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع امت[۲] ـــــ محمد بن فضل البلخیؒ کا قول ہے کہ علم تین ہیں: علم باللہ، علم من اللہ اور علم مع اللہ ـــــ (۱) علم باللہ معرفت حق ہے جس کے ذریعے انبیا اور اولیا نے باری تعالیٰ کو جانا، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بندے کا علم معرفت حق کے لئے علت اور سبب نہیں بلکہ خدا کی معرفت خدا کی ہدایت اور توفیق ہی سے حاصل ہوتی ہے (۲) علم من اللہ علم شریعت ہے (۳) علم مع اللہ مقامات طریق حق سے متعلق علم ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ بغیر شریعت کے معرفت درست نہیں اور بغیر اظہار مقامات کے شریعت پر عمل صحیح نہیں ـ ابوبکر وراقؒ کا قول ہے جس نے بغیر زہد کے علم کلام اختیار کیا وہ بے دین ہوا اور جس نے بغیر تقویٰ کے فقہ کو اپنایا فاسق ہوا ـ شیخ المشائخ یحییٰ ابن معاذ الرازیؒ کا قول ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے بچو، غافل علما سے، خوشامدی قاریوں سے اور جاہل صوفیوں سے ـــــ حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا لیکن مجھے کوئی مشقت علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے زیادہ سخت معلوم نہیں ہوئی[۳]

علم اور امام محمد غزالیؒ:

حضرت امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم حصول مال کا ذریعہ بھی ہے، دنیا میں عزت کا سبب بھی ہے اور آخرت کی سعادت کا حصول بھی علم ہی سے وابستہ ہے۔ ان کی نظر میں علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم معاملہ (۲) علم مکاشفہ ـــــ علم معاملہ کی دو قسمیں ہیں:

Marfat.com

(۱)علم ظاہر یعنی ظاہری اعضا کے اعمال کا علم (۲)علم باطن یعنی دلوں کے اعمال کا علم۔

علم ظاہر کی دو قسمیں ہیں: (۱) عبادات (۲) معاملات۔

علم باطن کی دو قسمیں ہیں: (۱) اچھی عادتیں (۲) بری عادتیں۔

وہ علم جس کا حصول فرض ہے متکلمین کے نزدیک علم کلام ہے، متصوفین کے نزدیک علم تصوف، فقہا کے نزدیک علم فقہ، مفسرین اور محدثین کے نزدیک علم کتاب اللہ اور علم سنت رسولؐ ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک علم معاملہ فرض ہے۔

علم کی ایک قسم شرعی اور غیر شرعی بھی ہے۔ شرعی وہ علوم ہیں جو انبیا علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچے۔ عقل، تجربے اور سماعت کا ان میں کوئی دخل نہیں۔ علم حساب، علم طب، علم لغت شرعی علوم نہیں، کیونکہ ان میں سے پہلے کا عقل سے، دوسرے کا تجربہ سے اور تیسرے کا سماع سے تعلق ہے۔ غیر شرعی علوم کی تین قسمیں ہیں: (۱) پسندیدہ علوم (۲) ناپسندیدہ علوم (۳) مباح علوم۔

پسندیدہ وہ علوم ہیں جن سے دنیاوی زندگی کی بھلائیاں وابستہ ہیں جیسے علم طب اور علم حساب، پارچہ بافی، زراعت اور سیاست وغیرہ۔

ناپسندیدہ علوم یہ ہیں: (۱) جادوگری (۲) شعبدہ بازی وغیرہ۔

مباح علوم یہ ہیں: (۱) شعر و شاعری اگر وہ اخلاق سوز نہ ہو (۲) تاریخ

علوم شرعیہ چار قسم کے ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) آثار صحابہؓ [۴۲]

علم اور ابن رشد:

ابن رشد کے مطابق علم حواس سے بھی حاصل ہوتا ہے اور عقل سے بھی۔ حواس کی وساطت سے جزئیات کا علم حاصل ہوتا ہے اور عقل سے کلیات کا ادراک ہوتا ہے۔ پہلی قسم کا علم حیوانات کو بھی حاصل ہے، انسان دونوں اقسام کے علوم سے بہرہ ور ہے یعنی انسان کو جزئیات کا علم بھی حاصل ہے اور کلّیات کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر زمانی، آفاقی اور کلّی نوعیت کا ہے، انسان جس چیز کا علم حاصل کرتا ہے وہ موجود ہوتی ہے اور خدا جس چیز کا علم رکھتا ہے اسے تخلیق بھی کرتا ہے، خدا کے ہاں علم اور تخلیق ایک ہی عمل کے دو مختلف نام ہیں۔ ابن رشد کے نزدیک عقلی علوم کی دو اقسام ہیں: نظری اور عملی۔ نظری علوم سے مراد ہے مجرد تصورات اور کلیات کا علم جو عقل فعال کے ساتھ رابطے کی بنا پر حاصل ہوتا ہے، عقل فعال کو واہب الصور یعنی تصورات بخشنے والی

Marfat.com

قوت بھی کہا جاتا ہے۔ عملی علم سے مراد وہ علم ہے جس کی بدولت ہم مختلف فنون میں مہارت حاصل کرتے ہیں اور زندگی کو بہتر انداز سے گزارنے کی قابلیت پیدا کرتے ہیں۔ معاشرے کی مادی ترقی کے علاوہ اخلاقی اقدار کا تصور بھی عملی علم ہی سے متعلق ہے

علم اور عنصر المعالی کیکاؤس:

عنصر المعالی کیکاؤس علم و دانش کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سقراط کا قول ہے کہ حکمت سے بہتر کوئی دولت نہیں اور بدخلقی سے بدتر کوئی دشمن نہیں، دنیا میں سلامتی، علم و ہنر سے ہے اور تمام نیکیوں کا سرمایہ دانش ہی ہے۔ اگر تم تمام دنیا کا بھی علم حاصل کرلو پھر بھی خود کو سب سے زیادہ نادان سمجھو کیونکہ انسان اسی وقت دانا بنتا ہے جب اسے اپنی نادانی کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ میری دانش اس حد تک ہے کہ میں اتنا جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔

تا بدانجا رسید دانشِ من — کہ بدانم همی کہ نادانم ۵

علم اور خواجہ عبداللہ انصاریؒ:

خواجہ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ علم وہ ہے جو دلیل پر قائم ہو اور جہالت کو دور کردے اور اس کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ علم جلی کا ہے اور یہ علم مشاہدے سے، قابل اعتماد نقل و روایت سے یا صحیح تجربہ سے حاصل ہوتا ہے، گویا علم دید، شنید اور چشید ہے۔ دوسرا درجہ علم خفی کا ہے کہ جو اسرار میں اگتا ہے اور ریاضت کی آبیاری سے پھلتا پھولتا ہے، یہ علم بلند ہمت لوگوں کے نفس میں پرورش پاتا ہے۔ تیسرا درجہ علم کا وہ ہے جو حق کی جانب سے عطا ہوتا ہے، جسے علم لدنی کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر بخشی گئی ہے۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ پر قائم کرنا، اور اس کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کا حق دے اور اس کی حد سے نہ گزرے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے عدل کو اس کے حکم میں پہچانے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے استدلال میں بصیرت اور اپنے اقوال میں حقیقت اور اپنے اشارات میں مقصدیت رکھے۔ ۶

علم اور موید الدین جندیؒ:

موید الدین جندیؒ فرماتے ہیں کہ علم ذات الٰہی کا نور ہے، اشیا کی حقیقت کامل طور پر جاننا اس نور ہی سے ممکن ہے۔ اس نور کی ایک حقیقت ہے، ایک روح ہے اور ایک صورت ہے۔ یوں حق تعالیٰ کو عالم، علیم اور علاّم کہا جاتا ہے یعنی نور علم کی صورت کے حوالے سے وہ عالم ہے، نور علم کی روح کے حوالے سے وہ علیم ہے

Marfat.com

اور نور علم کی حقیقت کے حوالے سے وہ علاّم ہے۔ عالم سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اشیا کے وجود میں آنے کے بعد ان کا علم ہے یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ علیم سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان **اللہ بکل شی علیم** کے مطابق اشیا کے وجود میں آنے کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کامل علم رکھتا ہے۔ علاّم سے مراد ہے کہا اللہ تعالیٰ کو اشیا کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا علم ہے یعنی وہ علاّم الغیوب ہے ــــــ وہ علم جس کا تعلق تعلم و تکسب یعنی درس و تدریس سے نہیں وہ لدنیّ ہے اور جو تعلم و تکسب سے حاصل ہوتا ہے اسے کسبی کہتے ہیں۔ وہ علم جس کا تعلق ممکنات سے ہے وہ علم کونی ہے اور جس کا تعلق ممکنا سے نہیں حق سے ہے، اسے علم الٰہی کہتے ہیں۔ ے

علم اور ابو نجیب سہروردیؒ:

ضیاء الدین ابو نجیب سہرورد یؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے تمام مشائخ نے علم کو عقل سے افضل جانا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ علم سے موصوف ہے اور دوسرے یہ کہ علم عقل پر حاکم ہے، عقل علم پر حاکم نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ علم بغیر عقل کے بے فائدہ ہے، اسی طرح عقل بھی بغیر علم کے بیکار ہے۔ ۸

علم اور سعدیؒ:

سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے اپنی زندگی برباد کی اور ان کی تمام کوشش یا محنت اکارت گئی: ایک وہ جس نے دولت جمع تو کی لیکن اسے اپنے لئے خرچ نہ کیا، دوسرے وہ شخص جس نے علم تو سیکھا لیکن اس کے مطابق عمل نہ کیا ــــــ علم درحقیقت دین کو پانے کے لئے ہے نہ کہ دنیا کو حاصل کرنے کے لئے۔ یعنی علم کا مقصد حصول دین ہے نہ کہ حصول دنیا، دو آدمی ملک و دین کے دشمن ہیں: ایک بادشاہ بے حلم اور دوسرا زاہد بے علم ــــــ کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ دائیں ہاتھ کی بڑی فضیلت ہے اس کے باوجود انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنتے ہیں۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ اہل فضیلت ہمیشہ محروم رہتے ہیں ۹

علم اور سید نجم الدین محمود مؤلف مناھج الطالبین:

نجم الدین محمودؒ مناھج الطالبین کے مصنف فرماتے ہیں کہ مفید علم وہ ہے جو انسان کو دنیا اور اس کے متعلقات کے خطروں سے رہائی اور نجات عطا کرے اور معرفت کی راہ اور آخرت کے راستے کی سعادت اور ہدایت کے لئے اسے تیار کرے۔ اس علم کی تین قسمیں ہیں: ایک علم ظاہر، دوسرا علم باطن، تیسرا وہ علم جو ظاہری اور باطنی دونوں علوم پر مشتمل ہے۔ البتہ علم ظاہر وہ ہے جو قرآن و سنت کی ظاہری تفسیر سے حاصل کیا جاتا ہے جس پر اسلام کے ارکان اور اس کی حدود مبنی ہیں اور علم باطن انسان کے دل کی کیفیات کا علم ہے ــــــ

Marfat.com

علم کی پہلی قسم احکام دنیا اور معاملات عوام سے تعلق رکھتی ہے جس سے مراد میزان عدل اور حجت حق ہے، اس علم کے جاننے والوں کو علما یا فقہا کہتے ہیں، علم کی دوسری قسم کا تعلق آخرت سے ہے اور جس کے جاننے والے حکما، مشائخ، محققان علم طریقت و پیران حقیقت کہلاتے ہیں۔ علم کی تیسری قسم وہ ہے جس میں ان دونوں اقسام کے احکام کے اصول شامل ہیں اور وہ معرفت کا مقام ہے جس کے جاننے والوں کو عرفا، خاصان خدا اور برگزیدگان حق کہتے ہیں ـــــ حضرت عیسیٰ ؑ سے روایت ہے کہ علما کی تین قسمیں ہیں، ایک عالم باللہ و عالم بامر اللہ، دوسرا عالم باللہ لیس عالم بامر اللہ، تیسرا عالم بامر اللہ لیس عالم باللہ. وہ لوگ جو عالم باللہ اور بامر اللہ ہیں علوم ظاہر و باطن کے جامع ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور جو عالم باللہ تو ہیں لیکن عالم بامر اللہ نہیں ہیں وہ حکما ہیں اور بعض اولیا اور محققین ہیں جن کے پاس علم ظاہر نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو عالم بامر اللہ تو ہیں لیکن عالم باللہ نہیں ہیں وہ علمائے ظاہر ہیں جن کا علم امر و نہی اور حلال و حرام پر مبنی ہے، جو نہ اجتہاد کرتے ہیں اور نہ معرفت حق کو طلب کرتے ہیں۔ حضرت رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ ایمان زبان کے قول کا نام ہے، معرفت کا تعلق قلب سے ہے اور عمل کا تعلق ارکان و اعضاء سے ہے۔[10]

علم اور عزالدین کاشانی ؒ:

عزالدین کاشانی ؒ فرماتے ہیں علم وہ نور ہے جو نبوت کے چراغ سے ماخوذ ہے اور مومن کے دل میں ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ خدا یا افعال خدا یا احکام خدا کی شناخت حاصل کرتا ہے، یہی علم انسان کا وصف خاص ہے اور ادراکات حسی اور عقلی اس سے خارج ہیں یعنی عقل اور حواس کا اس علم سے تعلق نہیں، یہ ان سے برتر ہے۔ اس علم اور عقل کے درمیان فرق یہ ہے کہ عقل ایک فطری نور ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان نیکی کو برائی سے اور خیر کو شر سے ممتاز کرتا ہے اور یہ صفت مومن اور کافر میں مشترک ہے لیکن علم مومنوں کے لئے مخصوص ہے۔ وہ علم جو مومن و کافر میں مشترک ہے وہ عقل ہے جو امور دنیاوی کی اچھائی اور برائی میں فرق کرتی ہے اور یہ عقل مومن میں بھی ہو سکتی ہے اور کافر میں بھی لیکن وہ عقل جو آخرت کی اچھائی اور برائی میں تمیز کرتی ہے وہ مومنوں کے لئے مخصوص ہے۔ مومن اور اس علم یا عقل میں ایک لازمی رشتہ موجود ہے کہ اس عقل کی آنکھ ہدایت کے نور سے منور ہے اور شریعت کے سرمے سے آراستہ ہے۔ عقل اپنی ذات میں تو ایک ہے لیکن دو چہرے رکھتی ہے: ایک وہ جس کا رخ خدا کی طرف ہے، اس سے مراد وہ عقل ہدایت ہے جو مومنوں کے لئے مخصوص ہے، دوسرا چہرہ وہ جس کا رخ مخلوق کی جانب ہے، یہ عقل مشترک ہے، اسی کو عقل معاش بھی کہتے ہیں۔ اہل ایمان اور طالبان حق کی عقل معاش، عقل ہدایت کے تابع ہوتی ہے۔[11] ـــــ علم کی تین قسمیں ہیں: ایک علم توحید

Marfat.com

ہے جیسا کہ حق کا فرمان ہے کہ فاعلم انہ لاالٰہ الااللہ (سورہ ۴۷، آیت ۱۹) دوسرا علم معرفت کار خدا یعنی ثواب و عقاب، حشر و نشر، موت و حیات، معدوم و موجود، قرب و بعد کو جاننا ہے۔ تیسرا علم احکام شریعت یعنی اوامر و نواہی کا علم ہے۔ ان تینوں راستوں پر چلنے والوں کے نام بھی علیحدہ ہیں۔ پہلی راہ پر چلنے والے کو عالم ربانی کہتے ہیں، دوسرے کو عالم اخروی اور تیسرے کو عالم دنیوی۔ کوئی شخص علمائے ربانی اور علمائے اخروی سے بہتر نہیں اور کوئی شخص علمائے ظاہری سے بدتر نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ان خیر الخیر خیار العلماء وان شرالشر شرار العلماء کسی صوفی کا قول ہے کہ جس نے دنیا کے لئے علم حاصل کیا وہ کافر ہے، جس نے بحث کے لیے علم حاصل کیا وہ منافق ہے اور جس نے اللہ کے لئے علم حاصل کیا وہ مومن ہے۔ ۱۲

علم اور ملا محمد حسین خباز کشمیری:

ہدایت الاعمیٰ کے مصنف ملا محمد حسین خباز کشمیری نے علما کی تین اقسام بتائی ہیں:

(۱) عالم بیانی (۲) عالم عیانی (۳) عالم ربانی یعنی صاحبان علم یقین، صاحبان عین الیقین اور صاحبان حق الیقین۔

عالم بیانی کی تین قسمیں ہیں مفسر، محدث اور فقیہ۔ عالم عیانی وہ لوگ ہیں جو علوم ظاہر حاصل کرتے ہیں اور پھر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے معرفت حاصل کرتے ہیں۔ عالم ربانی وہ شخص ہے جسے علم لدنیؔ حاصل ہو، جس کو علم اللہ حاصل ہو گیا وہ ملہم حق ہو گیا اور عالم ربانی بن گیا۔ عالم ربانی عالم عیانی سے بہتر ہے اور عالم عیانی عالم بیانی سے بہتر ہے اور جس کسی کو یہ تینوں علم حاصل ہو گئے وہ سب سے بہتر ہے، عالم بیانی دلائل سے اور عالم عیانی فضائل سے اور عالم ربانی ترک وسائل سے سلوک کا راستہ طے کرتا ہے۔ عالم بیانی اس آیت پر غور کرتا ہے۔ یذکرون اللہ قیاما و قعودا (سورہ ۳، آیت ۱۹۱) اور عالم عیانی اس آیت پر فکر کرتا ہے اولم ینظر و افی ملکوت السموٰت والارض (سورہ ۷، آیت ۱۸۵) عالم ربانی اس کلمے سے آگے نہیں بڑھتا قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (سورہ ۶، آیت ۹۱) عالم بیانی کا معلم انسان ہے جس سے وہ حق و باطل کی پہچان حاصل کرتا ہے، اس سے اخلاق ذمیمہ دور نہیں ہوتے اور حرص و ہوا، کبر وریا دل میں باقی رہتے ہیں۔ عالم عیانی کا معلم فرشتہ ہے، فرشتہ کی تعلیم سے وہ اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جاتا ہے اور تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح پالیتا ہے اور حضرت رسول پاک ﷺ کی ظاہری و باطنی پیروی کرتا ہے اور عالم ربانی کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے (جیسا کہ فرمانِ حق ہے) لاعلم لنا الاما علمتنا (سورہ ۲، آیت ۳۲) علم الانسان مالم یعلم (سورہ ۹۶، آیت ۵) علمک مالم تکن تعلم

Marfat.com

(سورہ ۴، آیت ۱۱۳) ـــــ عالم ربانی اس علم کے ذریعے سے حق تعالیٰ کا حقیقی علم حاصل کرتا ہے اور ان چیزوں کو جانتا ہے جسے کوئی شخص نہیں جانتا اور ان چیزوں کو دیکھتا ہے جسے کوئی شخص نہیں دیکھتا۔ عالم ربانی قرآنی اسرار کو جانتا ہے اور اسرار حدیث سے بھی واقف ہے، وہ حکمت شریعت کا بھی علم رکھتا ہے اور یہ بات بغیر الہام ربانی حاصل نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے چند دانشوروں نے پوچھا کہ آپ کو یہ حکمت کی باتیں اور اسرار کس نے سکھائے، انہوں نے فرمایا کہ تم مُردوں سے علم حاصل کرتے ہو اور میں نے اس زندہ سے علم حاصل کیا جو کبھی فنا نہیں ہوتا یعنی خداوند تعالیٰ۔۱۳؎

حضرت فُضَیل عِیاضؒ کا قول ہے کہ تین چیزیں اس دنیا میں ناپید ہیں: ایسا عالم جو ہمیشہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہو اور ایسا عامل جو ہمیشہ اخلاص کے ساتھ عمل کرتا ہو اور ایسا دوست جس میں کوئی خامی نہ ہو ـــــ حضرت ابوبکر ورّاقؒ کا قول ہے کہ آدمیوں کی تین قسمیں ہیں: ایک علما، دوم امرا، سوم فقرا۔ جب علما تباہ ہو جاتے ہیں تو دین ناقص ہو جاتا ہے، جب امرا تباہ ہو جاتے ہیں تو ملک کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے اور جب فقرا تباہ ہو جاتے ہیں تو زہد وتقویٰ مٹ جا۔تے ہیں۔ علما کی تباہی کا سبب دنیاداری، امرا کی تباہی کا سبب ظلم وستم، اور فقرا کی تباہی کا سبب ترک طاعت حق اور مخالفت رضائے حق ہے۔ ابوبکر ورّاق ہی کا قول ہے کہ علما کی تباہی طمع سے، امرا وسلاطین کی تباہی جور وستم سے اور فقرا کی تباہی ریا سے ہوتی ہے۔

تفکر صوفیہ کی نظر میں:

صوفی نامہ کے مصنف اردشیر العبادی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اولم یتفکروا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا ـــــ سورہ ۷، آیت ۱۸۴، سورہ ۳۰، آیت ۸) اور فرمان رسول پاک ﷺ ہے کہ تفکر ساعة خیر من عبادت ستین سنه. ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ سال عبادت کرنے سے افضل ہے) سفر کی دو قسمیں ہیں، چونکہ مقاصد بھی دو طرح کے ہیں۔ ایک سفر قالب ہے جو عالم اسفل سے متعلق ہے اور اس کا مقصد اجسام واشخاص وعبادات ہیں اور یہ سفر حرکت سے ہوتا ہے اور اس کا ذریعہ قدم ہے، لیکن دوسرا سفرِ دل ہے جو عالم اعلیٰ سے متعلق ہے، مسافر کی نظر میں آثار قدرت، ارواح اور مکنونات غیبی (یعنی اسرار غیب) ہیں اور یہ سفر تفکر سے ہوتا ہے اور اس کا ذریعہ بصیرت ہے۔

حضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کی ذات اور اسکی صفات خاص کے بارے میں تفکر مت کرو۔ اس لیے کہ تفکر کا مرجع محدود، محصور ومتکثر (کثیر) ہونا چاہیے تاکہ اس کے بارے میں تفکر کرنا ممکن بھی ہو اور حقیقت کو بھی پایا جا سکے (ذات حق محدود ومحصور ومتکثر نہیں، وہ ان سے پاک وبرتر ہے سو ذات حق

Marfat.com

کے بارے میں تفکر ممکن نہیں) اسی لیے حضرت رسول اکرم ﷺ نے تفکر کو صنعت خداوندی اور افعال الٰہی تک محدود کیا ہے اور فرمایا کہ تفکروا فی آلا اللہ ولا تفکروا فی اللہ یعنی اللہ کی ذات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور و فکر کرو۔۔۔۔۔ قرآن فرماتا ہے کہ یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک۔ (آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ نے اسے لایعنی پیدا نہیں کیا) (سورہ ۳، آیت ۱۹۱)۔ صوفی (سالک) تفکر سے اپنے اطوار کا مطالعہ کرتا ہے اور جس چیز کے بارے میں تفکر کرتا ہے، شریعت کے مطابق کرتا ہے اور علم و عمل کا سرمایہ حاصل کرتا ہے اور معانی کے بازار میں تفکر کی تجارت کرتا ہے، اور اس تفکر کی تجارت کو لٹیروں سے یعنی غرور اور ریا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔۔۔ بقول امام غزالیؒ حضرت عیسیٰؑ سے لوگوں نے پوچھا، یا روح اللہ روئے زمین پر کوئی اور بھی آپ کی مانند ہے، فرمایا، جس کا کلام ذکر، خاموشی فکر اور نظر عبرت ہو وہ میری مانند ہے۔ [۱۲] ۔۔۔۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ روشن فکر وہ ہے جو جہان شناس ہو اور روشن طبع وہ ہے جو خود شناس ہو، روشن دل وہ ہے جو خدا شناس ہو اور سچا عارف وہ ہے جو خدا شناس بھی ہو، خود شناس بھی اور جہان شناس بھی۔

معرفت صوفیہ کی نظر میں:

کہا جاتا ہے کہ معرفت کسی شے کی حقیقت کا احاطہ کرنا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ معرفت دو طرح کی ہے۔ (۱) معرفت حق (۲) معرفت حقیقت۔۔۔۔۔ معرفت حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی یگانگت کا عرفان ہے۔ معرفت حقیقت سے مراد حقیقت ذات کا عرفان ہے جو ناممکن ہے کہ فرمان حق ہے ولا یحیطون بہ علما (سورہ ۲۰، آیت ۱۱۰)۔ خدا کو عالم کہا جاتا ہے عارف نہیں کہتے، کہ عرفان کے معنی نہ جاننے کے بعد جاننا ہے اور خداوند تعالیٰ کا علم ازلی ہے، اسی طرح عرفان و ایمان میں بھی فرق کیا جاتا ہے، کتاب اللمع میں ہے کہ عرفان نار ہے اور ایمان نور ہے، مومن خدا کے نور کو دیکھتا ہے اور عارف خدا کو دیکھتا ہے۔۔۔۔ کسی نے حضرت محمد واسعؒ سے سوال کیا کہ آپ خدا کو پہچانتے ہیں؟ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ جس نے خدا کو پہچان لیا وہ خاموش اور ہمیشہ کیلئے حیران ہوگیا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ عقل سے عالم روحانی کے حقائق نہیں جانے جا سکتے۔ عقل ان حقائق کو صرف اسی حد تک جان سکتی ہے، جس حد تک عقل طب یا حساب کے مسائل حل کر سکتی ہے۔ سو روپے کلو بالوشاہی دو سو روپے میں کتنی آئے گی، یہ حساب کا سوال حل کرنے سے بالوشاہی کا ذائقہ حاصل نہیں ہوتا۔ آنکھ مشک کے رنگ سے لطف اندوز ہو سکتی ہے لیکن اس کی خوشبو تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ سو عقل عالم روحانی کا کماحقہ، ادراک کرنے سے قاصر ہے۔۔۔۔۔ حضرت شیخ الاسلام

Marfat.com

ابواسماعیل ہرویؒ کی نظر میں معرفت کے تین درجے ہیں: ایک عوام کی معرفت ہے۔ دوم معرفت صفات حق ہے جس کا اظہار نبیوں نے کیا ہے۔ سوم اخص الخواص کی معرفت ہے کہ خدا اپنی معرفت کا نور عارف پر ڈال دے اور وہ اس نور میں گم ہو جائے یہی مقام جمع ہے ____ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ معرفت تین قسم کی ہے: ایک معرفت توحید ہے، جو تمام مومنوں کو حاصل ہے، ایک معرفت حجت و بیان ہے جو علما اور دانشوروں کو حاصل ہے، تیسری معرفت صفات وحدانیت ہے اور یہ اہل اللہ کو حاصل ہے۔ آپ کا قول ہے کہ انسان جتنی زیادہ معرفت رکھتا ہے اتنی ہی زیادہ وہ حیرت بھی رکھتا ہے۔ عارف دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے، بغیر علم کے، بغیر خبر کے، بغیر وصف کے، بغیر کشف کے اور بغیر حجاب کے۔ عارفوں کی بات خدا کی بات ہوتی ہے اور ان کی نگاہ خدا کی نظر ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو دوست بنالیتا ہے تو وہ اس کے کان بن جاتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہے، اس کی زبان بن جاتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہے ____ ایک دن کسی نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ عارف کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو مچھر کو بھی اٹھا نہ سکے، ایک اور دن اس نے وہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ عارف وہ ہے جو ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک پلک پر اٹھالے۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ نے کچھ اور کہا تھا اب آپ کچھ اور کہہ رہے ہیں! آپ نے فرمایا اس وقت ہم ہم تھے، اب ہم وہ ہیں۔ انہی کا قول ہے کہ معرفت کا آغاز اللہ ہے اور اس کی انتہا کوئی نہیں۔ شبلیؒ ہی کا قول ہے کہ عبارت علم کی زبان ہے اور اشارت معرفت کی زبان ہے۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ علم کسی چیز کی حقیقت کو عبارت میں بیان کر دیتا ہے لیکن معرفت میں کسی چیز کی تعریف صرف متشابہ الفاظ یعنی اشارات میں بیان کی جاسکتی ہے۔ اسی حوالے سے حضرت ابو علی دقاق ؒ کے بارے میں عبداللہ انصاریؒ نے کہا تھا۔ کہ ''چون سخن او عالی شد مجلس او خالی شد'' یعنی جب ابو علی دقاقؒ اپنی مجلس میں عرفان وتصوف کے مطالب عالی بیان کرنے لگے تو ان کی مجلس لوگوں سے خالی ہونے لگی۔ یعنی لوگ مجلس میں کم آنے لگے۔ حضرت ذوالنونؒ کا قول ہے کہ عرفان کا پہلا درجہ تحیر ہے، اس کے بعد افتقار، اس کے بعد اتصال، اس کے بعد حیرت ہے ____ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ معرفت سے مراد ہے کسی چیز کی حقیقت تک رسائی پالینا اور اس کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ صفات کا عرفان ہے، دوسرا درجہ ذات کا عرفان، تیسرا درجہ معرفت کا ہے، یعنی عارف صرف تعریف میں مستغرق ہو بغیر دلیل و وسیلے کے ____ لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا؟ فرمایا خدا کو خدا سے پہچانا اور مخلوق کو حضرت رسول ﷺ سے، یعنی خدا خالق ہے، خالق کو خالق ہی سے پہچانا جاسکتا ہے اور خدا کا نور مخلوق ہے اور مخلوق کی اصلیت نور محمد ﷺ

Marfat.com

ہے پس مخلوق کو حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ سے پہچانا۔ حضرت ابو عباس قصابؒ نے شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے کہا کہ اگر لوگ تم سے پوچھیں کہ تم خدا تعالیٰ کو پہچانتے ہو؟ تو یہ مت کہو کہ میں پہچانتا ہوں کہ یہ شرک ہے اور یہ بھی مت کہو کہ میں نہیں پہچانتا کہ یہ کفر ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھے خداوند تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنی ذات کی معرفت عطا کی ہے۔ اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں جس انسان کے وجود میں معرفت کا کوئی حصہ نہیں وہ انسان بھی نہیں۔ معرفت مصنوع سے صانع کی جانب راہنمائی کرتی ہے یعنی مصنوع کی معرفت سے صانع کی معرفت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ "**عرفت الله بالله و عرفت مادون الله بنور الله**" میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعے پہچانا اور ماسوائے اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا[15] ــــــ خدا کی معرفت نفس کی معرفت سے بھی وابستہ ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**[16] ــــــ احمد بن عاصم الانطاکیؒ فرماتے ہیں کہ جو جتنا زیادہ عرفانِ حق رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ حق سے ڈرتا ہے۔ انہی کا قول ہے کہ اہل عرفان دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں ان کی محفل میں بیٹھو تو صدق دل کے ساتھ بیٹھو ــــــ دانشورانِ دھر کہتے ہیں کہ حکمرانوں کی محفل میں بیٹھو تو آنکھوں کا خیال رکھو، اگر علما کی محفل میں بیٹھو تو زبان کا خیال رکھو اور اگر عارفین کی محفل میں بیٹھو تو دل کا خیال رکھو۔

معرفت کی مختلف قسمیں ہیں: کچھ لوگ عقل سے، کچھ لوگ دلیل سے اور کچھ لوگ توفیق الٰہی سے معرفت حاصل کرتے ہیں ــــــ شیخ نجم الدین رازیؒ فرماتے ہیں معرفت کی تین قسمیں ہیں: معرفت عقلی، معرفت نظری اور معرفت شہودی، معرفت عقلی عوام کی معرفت ہے، اس میں کافر اور مسلمان یہود و نصاریٰ ملحد و فلسفی، فطرت پرست اور دہریے سب ہی شامل ہیں۔ کیونکہ یہ سب لوگ عقل میں برابر ہیں اور وجود الٰہی پر متفق ہیں۔ اس قسم کی معرف نجات کا سبب نہیں چونکہ معرفت عقلی حواس ظاہری اور حواس باطنی سے حاصل کی جاتی ہے۔ عقل اور دلائل عقل دونوں مخلوق ہیں لیکن کبھی بھی مخلوق نہ خالق تک پہنچ سکتی ہے نہ اس کا عرفان حاصل کرسکتی ہے۔ معرفت نظری خاص لوگوں کی معرفت ہے اور وہ یوں ہے کہ جب روح کا بیج بشریت کی زمین میں قانون شریعت کے مطابق پرورش پاتا ہے، شجر انسانی کی طرح پھل دار بن جاتا ہے تو پھل میں وہ خاصیت جو بیج میں تھی عود کر آتی ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے پس روح کو بہت سے نئے ذرائع حاصل ہو جاتے ہین جو حواس ظاہری اور حواس باطنی میں موجود نہیں تھے۔ معرفت شہودی جب سعادت کے دروازے سے داخل ہوتی ہے اور روح کے بیج کو طریقت اور شریعت کے قانون کے مطابق پرورش دیتی ہے اور اسے کمال تک پہنچاتی ہے تو جو کچھ ملک و ملکوت و جبروت ولاہوت میں ہے عارف اس کو بلکہ تین سو ساٹھ ہزار عالموں کو

Marfat.com

ظاہری وباطنی ادراکات کے ذریعے سے درک کرتا ہے۔

مناھج الطالبین کے مصنف کہتے ہیں کہ اس آیت کے مطابق "ماقدروا اللہ حق قدرہ" (سورہ ۶، آیت ۹۱) کہ کوئی شخص ذات حق کی معرفت کی حقیقت کو نہیں پاسکتا اور ہر ایک لا احصی ثناء علیک کی نداد ے رہا ہے (کہ میں تیری تعریف کماحقہٗ نہیں کرسکتا) اور العجز عن درک الادراک ادراک، (کہ اس کے جاننے سے عاجز رہنا ہی اس کا جاننا ہے) کے مطابق اعتبار کر رہا ہے اور سبحان من لا یعلم ماھو الا ھو، (یعنی وہ پاک ذات ہے اسے سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا) کہہ رہا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف قیل وقال سے نہیں بلکہ قطع مالوفات اور ترک مستحسنات سے حاصل کیا ہے کسی کا قول ہے کہ معرفت تین اقسام کی ہے، (۱) نعمت کو پہچاننا (۲) نعمت دینے والے کو پہچاننا (۳) دشمن نعمت کو پہچاننا۔ نعمت کی پہچان سے شکر پیدا ہوتا ہے اور شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے لئن شکرتم لا زیدنکم (سورہ ۱۴، آیت ۷) نعمت دینے والے کی شناخت سے دوستی پیدا ہوتی ہے اور دشمن نعمت (شیطان) کی پہچان سے خوف پیدا ہوتا ہے اور خوف سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

کسی کا قول ہے کہ عرفان چار قسم کا ہے: ایک عرفان دنیا کا کہ اسے فانی سمجھا جائے، ایک عرفان عقبیٰ کا کہ اس کو باقی سمجھا جائے، ایک عرفان بدن کا کہ اسے خطا کا پتلا سمجھا جائے اور ایک عرفان مولا کا کہ اسے محبوب سمجھا جائے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ عارف کی تین علامتیں ہیں، اس کا دل فکر میں مشغول رہتا ہے، بدن عبادت میں اور آنکھ عبرت میں مشغول رہتی ہے ـــــ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ زاہد آخرت کے بادشاہ ہوتے ہیں اور عارف زاہدوں کے بادشاہ ہوتے ہیں ـــــ کہتے ہیں کہ حضرت بایزیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ راہ طریقت میں سب سے بڑی دولت کیا ہے؟ فرمایا سعادت مادرزاد یعنی انسان کو فطری طور پر عرفان حق حاصل ہو، پوچھا اگر یہ نہ ہو؟ فرمایا گوش حق نیوش، پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا دل دانا، پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا چشم بینا، پوچھا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا مرگ مفاجات۔[۱۷]

فراست وبصیرت صوفیہ کی نظر میں:

فراست:

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے ان فی ذالک لأیات للمتوسمین، (سورہ ۱۵، آیت ۷۵)

حضرت سید عالم ﷺ کا فرمان ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ فراست سے مراد یہ ہے

Marfat.com

کہ حکم غیبی سے بغیر استدلال کے اور بغیر تجربہ کے واقف ہونا اور اس کے تین درجے ہیں، ایک فراست وہ ہے جو کاہنوں سے ظہور میں آتی ہے، یہ فراست علم و دانش اور وجدان سے بے بہرہ ہوتی ہے۔ دوسرا درجہ فراست کا یہ ہے کہ وہ درخت ایمان سے پھلتی پھولتی ہے اور نور کشف سے روشن ہوتی ہے۔ تیسرا درجہ فراست کا سر یا راز ہے جو برگزیدگان حق کی زبان پر آتا ہے، کبھی رمزیہ طور سے اور کبھی تصریح کے ساتھ۔ فراست اور الہام میں یہ فرق ہے کہ فراست میں امور غیبی کا کشف چہرے کے نقوش پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اور الہام وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ بغیر کسی واسطے کے اولیا کے دلوں میں عالم غیب سے ڈال دیتے ہیں۔ الہام وحی کے تابع ہوتا ہے لیکن وحی الہام کی تابع نہیں ہوتی ـــــــ وحی پر عمل کرنا فرض ہے اور الہام پر عمل کرنا فرض نہیں۔ ۱۸

معرفت کے بعد دل کے لئے کوئی حالت فراست سے بہتر نہیں۔ فراست ایک آئینہ ہے جسے حق تعالیٰ اپنے بندوں کے دل میں رکھتا ہے تاکہ اس آئینے میں حق تعالیٰ کا دیدار کر سکے۔ اسرار معرفت اور حقائق ربوبیت وہی شخص پاسکتا ہے جس کے دل میں فراست ہوگی۔ ارشاد حق ہے ان فی ذالک لذکری لمن کان له قلب. (سورہ ۵۰، آیت ۳۷) یعنی اس میں ان کے لئے نصیحت بھی ہے اور عبرت بھی جو دل آگاہ رکھتے ہیں ـــــــ حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ فراست وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کے دل پر چمکتا ہے اور معرفت کی مدد سے اسرار حق کو پالیتا ہے۔ ۱۹ ـــــــ شاہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنی نظر کو محرمات سے بچائے اور اپنے باطن کو مراقبے سے آباد رکھے اور اپنے ظاہر کو سنت کی پیروی سے تربیت دے اور روٹی حلال کی کھائے، اس کی فراست کبھی غلط نہیں ہوتی۔ ۲۰

ملا حسین واعظ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ فراست کی دو قسمیں ہیں: ایک فراست شرعی ہے دوسری فراست حکمی۔ فراست شریعت سے مراد یہ ہے کہ جب تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب کے ذریعے سے غفلت کے پردے بصیرت کی آنکھ سے دور ہو جاتے ہیں تو مومن نور یقین سے بینا ہو جاتا ہے۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ ایک روز معرفت کے باب میں گفتگو فرما رہے تھے، اچانک ایک نوجوان آپ کی مجلس میں آیا جو شکل و صورت سے زاہد نظر آتا تھا اس نے خرقہ پہنا ہوا تھا اور مصلیٰ کندھے پر ڈالا ہوا تھا، یہ نو وارد ایک گوشے میں آکر بیٹھ گیا اور کچھ دیر کے بعد اٹھا اور کہنے لگا حضرت رسالت پناہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اتقوا فراست المومن فانه ینظر بنور الله اس حدیث کا رمز کیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس حدیث پاک کا رمز یہ ہے کہ تو زنار کو توڑ ڈالے گا اور ایمان لے آئے گا یعنی مسلمان ہو جائے گا۔ اس نوجوان نے کہا نعوذ باللہ میرے پاس زنار نہیں ہے، خواجہ بزرگ نے اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ اس نوجوان کے جسم سے خرقہ اتارے۔ جب خرقہ اتارا

Marfat.com

گیا تو اس کے نیچے سے زنار نکلی، اس نوجوان نے فوراً زنار توڑ ڈالی اور ایمان لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اے دوستو! آؤ اس نومسلم کی موافقت پر جس نے ظاہری زنار توڑی ہے ہم باطنی زنار کو پارہ پارہ کردیں۔ اہل مجلس میں ایک شور پیدا ہوا اور سب نے حضرت خواجہ کی پیروی میں تجدید توبہ کی ـــــــ دوسری قسم جو فراست حکمی ہے وہ یوں ہے کہ حکما تجربے سے اسے حاصل کرتے ہیں، نوشیروان کے عہد کے حکما نے اس کے لئے فراست کا ایک رسالہ بھی تالیف کیا تھا۔

ایک عیسائی نے روم میں یہ سنا تھا کہ مسلمان بڑے صاحب فراست ہوتے ہیں وہ بطور امتحان حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندیؒ کی خدمت میں آیا۔ شیخ کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی کچھ نہیں کہا، اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ چار مہینے وہاں وہ ٹھہرا رہا، چار مہینے کے بعد جب رخصت ہونے کے لئے شیخ کے پاس آیا، شیخ نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ یہ جوانمردی نہیں ہے کہ تم آؤ، درویشوں کے ساتھ نان ونمک کھاؤ، ان کی مجلسوں میں بیٹھو اور پھر آخر میں جیسے آئے ہو ویسے ہی چلے جاؤ یعنی بیگانے آئے ہو اور بیگانے چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ عیسائی سکتے میں آ گیا اور مسلمان ہو گیا اور وہ مقام ومرتبہ پایا کہ شیخ کی وفات کے بعد شیخ کا خلیفہ بن گیا۔

شیخ ابومسلم فارس بن غالب انصاریؒ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمدؒ سے ملنے آئے، دیکھا کہ آپ تخت پر چار تکیے لگائے لیٹے ہوئے ہیں اور ایک مصری چادر اوڑھ رکھی ہے جبکہ خود ابومسلمؒ کے کپڑے پسینے اور میل کی وجہ سے چمڑے کی طرح سخت ہو رہے تھے، جسم تکلیف سے سوکھا ہوا تھا۔ چہرے کا رنگ ریاضت سے زرد تھا۔ دل میں کراہت پیدا ہوئی اور سوچا میں بھی درویش ہوں یہ بھی درویش ہے، اسے اس قدر آرام میسر ہے اور میں مشقت سے نڈھال ہو رہا ہوں۔ شیخ ابوسعیدؒ نے فراست سے شیخ ابومسلمؒ کے باطن کی کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا "اے ابومسلمؒ تم نے کس کتاب میں پڑھا ہے کہ خود بین بھی درویش ہوتا ہے؟ سنو میں نے صرف حق تعالیٰ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے تخت پر بٹھایا، تم نے صرف اپنے آپ کو دیکھا سو بجز خاک نشینی کے کچھ نہ پایا۔ ہمارے نصیب میں مشاہدہ ہے اور تمہارے نصیب میں مجاہدہ۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت بوعلی دقاقؒ کی مجلس میں گیا، دل میں خیال تھا کہ توکل کے بارے میں سوال کرونگا۔ وہ دستارِ طبری سر پر پہنے ہوئے تھے، میرے دل نے چاہا کہ یہ میں لے لوں، میں نے کہا یا استاد توکل کسے کہتے ہیں، آپ نے فرمایا توکل یہ ہے کہ لوگوں کی پگڑی کا لالچ مت کرو اور آپ نے فوراً اپنے سر سے پگڑی اتار کر میرے حوالے کردی ـــــــ شیخ ابوسعیدؒ سفر میں تھے، سخت سردی سے ان

Marfat.com

کے پاؤں سوج گئے تھے، ان کے ساتھ ایک مرید بھی تھا جس کے پاس ایک گرم چادر تھی، اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ گرم چادر ان کے پاؤں پر لپیٹ دے تاکہ شیخ کے پاؤں سردی سے آرام پائیں۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ چادر بہت قیمتی ہے اسے شیخ کو دینا نہیں چاہیے۔ شیخ گھر پہنچ گئے، ایک روز مجلس میں اسی مرید نے سوال کیا کہ یا شیخ الہام اور وسوسہ میں کیا فرق ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سفر میں اپنی چادر میرے پاؤں پر لپیٹنے کا جو خیال تیرے دل میں آیا تھا، وہ الہام تھا اور وہ خیال کہ یہ چادر قیمتی ہے میرے پاؤں پر لپیٹنی نہیں چاہیے، وسوسہ تھا۔

حسن مؤدب حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے خادم خاص تھے ان کا بیان ہے کہ میں نیشاپور میں تھا جب شیخ کی شہرت سنی تو میں ان کی مجلس میں گیا۔ جب شیخ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے "بیا کہ باسر زلفِ تو کارھا دارم" (یعنی آؤ مجھے تم سے کام ہے) اور میں صوفیہ کا منکر تھا صوفیہ کو مانتا نہیں تھا، پس جب مجلس ختم ہوئی شیخ نے ایک درویش کے لئے کپڑے مانگے۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اپنی پگڑی دے دوں لیکن پھر دل میں خیال آیا کہ اس کی دس دینار قیمت ہے، دوسری بار شیخ نے پھر کہا پھر میرے دل میں بات آئی، پھر تیسری بار شیخ نے درویش کے لئے کپڑوں کے لئے کہا، ایک شخص میرے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا یا شیخ کیا خدا بھی بندوں سے باتیں کرتا ہے؟ شیخ ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ ہاں کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے تین بار دستار طبری کے لئے اس آدمی سے جو تمہارے پاس بیٹھا ہے کہا ہے کہ دے دو، وہ کہتا ہے کہ میں نہیں دیتا کہ اس کی قیمت دس دینار ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو کانپ اٹھا، شیخ کی خدمت میں گیا، پگڑی حاضر کی، توبہ کی، سارا مال و متاع شیخ کی خدمت میں لاکر رکھ دیا اور ان کی خدمت میں کمر بستہ ہو گیا۔

حضرت شیخ ابواسحاق شہریار کازرونیؒ ایک دن وعظ فرما رہے تھے، ایک عالم دین بھی مجلس میں تھا جب مجلس ختم ہوگئی وہ عالم دین شیخ کی خدمت میں آیا اور ان کے پاؤں پڑ گیا؟ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا جب آپ تقریر فرما رہے تھے تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں علم میں بھی آپ سے برتر ہوں، اپنی روزی بھی محنت اور خون پسینے سے کماتا ہوں، جب یہ بات میرے دل میں آئی تو اس وقت آپ نے قندیل پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ اس قندیل میں پانی اور تیل آپس میں مناظرہ کر رہے ہیں، پانی نے کہا اے تیل میں تجھ سے زیادہ عظمت و عزت والا ہوں، تیری زندگی بلکہ ہر چیز کی زندگی مجھ پر موقوف ہے، تو میرے سر پر کیوں بیٹھا ہے؟ تیل نے کہا اس لئے کہ میں نے بڑی تکالیف دیکھی ہیں۔ پہلے میں زمین میں بیجا گیا، پھر مجھے کاٹا گیا، پھر مجھے کوٹا گیا، پھر مجھے کولھو میں پیڑا گیا، اب میں جلتا بھی ہوں لیکن دوسروں کو روشنائی پہنچاتا ہوں، تو اپنی مرضی

Marfat.com

سے کام کرتا ہے، اگر کوئی تیرے سر پر بیٹھ جائے تو شور مچاتا ہے۔

بصیرت:

خداوند تعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں، جن سے وہ چیزوں کو اور رنگوں کو دیکھتا ہے، اسے بصارت یا بینائی کہتے ہیں، اسی طرح باطن میں بھی انسان کو آنکھیں دی ہیں کہ جن سے وہ چیزوں کی حقیقت کو پاتا ہے، اسے بصیرت کہتے ہیں۔ بصیرت کی نشانی یہ ہے کہ پہلے اپنے عیب دیکھے پھر دوسروں کے عیب پر نظر ڈالے تا کہ اپنے عیبوں کو دیکھ کر مسلمانوں کی عیب جوئی سے باز رہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے نیکی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو اپنے نفس کے عیوب سے آگاہی عطا کر دیتے ہیں۔ جب صوفی سالک اپنی بصیرت کے ذریعے اپنے عیبوں کو دیکھتا ہے تو بندے اور غیب کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، جو اس آیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب (سورہ۲، آیات۲،۳) ______ اور ایمان تصدیق ہے، تصدیق تصور سے حاصل ہوتی ہے اور تصور بصیرت سے اور بصیرت فکر کا نتیجہ ہے۔ سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ مجھے اشیا کی حقیقت کا علم عطا فرما "اللھم ارنا الاشیاء کماھی" اور حقیقت یہ ہے کہ تمام بصیرتوں کی حقیقت انہیں حاصل تھی لیکن اپنی امت کو یہ بات بطور دعا سکھائی ہے۔ بصیرت کے باب میں اردشیر العبادیؒ (م۵۴۷ھ) فرماتے ہیں کہ خدا کا فرمان ہے "ان الذین اتقوا اذامسّھم طائفٌ من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون" (سورہ۷، آیت۲۰۱) یعنی وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے خطرات محسوس ہوتے ہیں تو وہ خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں، پس ایک دم ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ تفکر ایک طرح سے طلب ہے اور طلب گویا حصول مراد ہی کی ایک صورت ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اس کی ضروری شرائط پوری کر دیتا ہے تو وہ لازمی طور پر مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ پس ارادہ کرنے کے معنی تفکر کے ہیں اور ارادے کو پا لینے کے معنی بصیرت کے ہیں[۲۱]

تصور عقل اور صوفیہ:

عقل کا دائرۂ کار بہت وسیع بھی ہے، گوناگوں بھی اور عمیق بھی، وسعت کے حوالے سے عقل کی رسائی ذرّے سے لے کر آفتاب تک، انسان سے لیکر وجود ذات باری تعالیٰ تک ہے اور گوناگوں حیثیت سے عقل کے مختلف پہلو اور مدارج بیان کئے جاتے ہیں جس میں عقل جزوی، عقل کلی یا ذہن اور قلب کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ عقل کا تصور بڑا عمیق بھی ہے، وہ یوں کہ اس کی حقیقت کو پانے کے لئے تمام

Marfat.com

مفکرین اور فلسفی اور سائنس دان اپنی سی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کی حدود ابھی تک متعین نہیں ہوسکیں، کچھ لوگوں کی نظر میں کائنات اور کائنات سے ماوریٰ ہر چیز عقل کی دسترس میں ہے اور کچھ مفکر عقل کی محدودیت کے قائل ہیں اور کچھ عقل کے مخالف بلکہ اس کے منکر ہیں اور عقل کی مخالفت میں بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں اور اسی حوالے سے ایک فلسفی کا یہ دلچسپ قول ہے کہ ''حیرت کی بات یہ ہے کہ منکرین عقل اپنی بات منوانے کے لئے دلائل بھی عقل ہی سے دیتے ہیں یعنی عقل کی مخالفت ومخاصمت میں عقل ہی سے مدد بھی لیتے ہیں''۔

یہ بات تو سبھی مانتے ہیں کہ عقل انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے اور شرف انسانیت کا تاج اس کے سر پر رکھتی ہے، البتہ عقل کے مختلف پہلوؤں پر سب سے پہلے زرتشت (ایرانی مذہبی رہنما قبل از مسیح) نے روشنی ڈالی تھی جب اس نے عقل خیر یعنی سپنتا مینو اور عقل بد یعنی اھرامینو کا تصور پیش کیا تھا۔ سپنتا مینو وہ قوت ہے جو سراپا خیر ہے اور نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے، اھرامینو وہ قوت ہے جو سراپا بدی اور شر ہے اور برائی کی طرف مائل کرتی ہے۔ گویا اس نے ایک حد تک نفس اور قلب کے فرق کو واضح کیا، جو مسلم مفکرین کے ہاں موجود ہے۔ مسلم مفکرین کی نظر میں عقل اور شیطنت دو متضاد قوتیں ہیں، جو انسان کی ذات میں شہوت اور غضب کے ذریعے تعمیری اور تخریبی کام کرتی ہیں۔ شیطنت عقل کے خلاف سبعیت (حیوانیت) اور بہیمیت (درندگی) کو اکساتی ہے لیکن عقل ان کو کنٹرول کرتی ہے اور ان کی تطہیر کرتی ہے تاکہ یہ قوتیں ذات انسانی کے لئے مفید ہوسکیں۔ جب عقل مکمل طور پر بُری قوتوں کو مغلوب کرلیتی ہے اور ان کو کامل طور پر صحیح راہ پر لگا دیتی ہے تو وہ حالت حاصل ہوجاتی ہے جسے قرآن نے نفس مطمئنہ کہا ہے لیکن اس کے برعکس جب شیطنت یا نفس عقل پر غالب آجائے اور عقل تمام تر شیطنت، سبعیت (حیوانیت) اور بہیمیت (درندگی) بن جائے تو نفس امارہ کی حالت حاصل ہوتی ہے، درمیان کی حالت کو نفس لوّامہ (یعنی ملامت کرنے والا نفس) کہتے ہیں۔ نیز مسلم مفکرین کی نظر میں ایک نوع سے عقل کی دو اقسام ہیں: عقل نظری اور عقل عملی، عقل نظری کا کام حقائق اشیا کو سمجھنا ہے اور عقل عملی کا کام صحیح قدم اٹھانا ہے۔ عقل نظری عام اصول وضع کرتی ہے، عمومیت سے بحث کرتی ہے، تصوارات قائم کرتی ہے، ٹھوس چیزوں سے بسیط اشیا تک پہنچتی ہے، نیز خاص سے عام، کثرت سے وحدت تک رسائی حاصل کرتی ہے اور ایک طرح سے یہی وجدان، کشف، الہام اور وحی کی بنیاد بھی ہے اور جب عقل کا کام امور معاش کی تنظیم ہو اور وہ افعال کی اچھائی یا برائی کو زیر بحث لائے تو اسے عقل عملی کہتے ہیں ____

مشہور مسلم فلسفی کندی عقل کی نارسائی کا قائل تھا۔ عقل (اس کی نظر میں) اپنی نوعیت کے اعتبار سے محدود ہے کیونکہ وہ استدلال کے لیے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حواس پر مبنی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ حواس محض ظاہر

Marfat.com

کے علم تک محدود ہیں یوں عقل یا فلسفہ سے حقیقتِ کماحقہ کا ادراک ممکن نہیں، عقل حقیقتِ مطلقہ کی جانب پیش قدمی ضرور کرتی ہے لیکن اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، اس کے مقابلہ میں مذہب وحی والہام یا وجدان پر مبنی ہے، اس لیے وہ حقیقتِ مطلقہ کا ادراک کرسکتا ہے، اس کے نزدیک عقل اور وحی دونوں ایک ہی منزل مقصود کی جانب گام زن ہیں، ایک آگے ہے ایک پیچھے ہے، وحی کی رہنمائی کے بغیر عقل ہلاک ہوجاتی ہے۔ کندی عقل پر وحی کی برتری کا قائل ہے جبکہ فارابی، ابن سینا اور زکریا رازی نے کندی سے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ یہ حضرات عقل کی برتری کے قائل ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انسانی وجود نفس، روح اور عقل پر مشتمل ہے۔ نفس انسانی وجود انسانی کا جسمانی یا ظاہری پہلو ہے اور روح اس کا باطنی پہلو ہے، ان دونوں چیزوں میں حیوانات اور انسان شریک ہیں یعنی انسان کی طرح حیوانات کا جسمانی وجود بھی ہے اور زندہ ہونے کے ناطے سے ان کے پاس روح بھی ہے، لیکن وہ عقل سے محروم ہیں جبکہ انسان کے پاس عقل بھی ہے۔ عقل کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو وہ ہے جو جسم یا نفس انسانی سے وابستہ ہے یا محسوسات یا معقولات سے متعلق ہے، عقل کا یہ پہلو حیات وکائنات کے محسوساتی اور معقولاتی پہلوؤں کا ادراک کرتا ہے، انسان اسی عقل سے معاشرتی، معاشی، سائنسی اور اخلاقی مسائل کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے اور انہیں حل کرتا ہے۔ عقل کا دوسرا پہلو وہ ہے جو روح سے متعلق ہے، عقل کے اس پہلو کو قلب یا ضمیر انسانی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، عقل کا یہی پہلو روحانیت اور وحدانیت حق کا ادراک رکھتا ہے ــــــ حقیقت یہ ہے کہ القا، الہام، وحی، کشف، تفکر، حدس، فراست اور بصیرت ایک طور سے عقل کے مدارج ہیں، اسی کے مظاہر ہیں، یا عقل ہی کے وجود سے ان کا وجود وابستہ ہے۔ القا، الہام، وحی اور کشف وبصیرت یا حدس وفراست میں علم بطریق استدلال حاصل نہیں ہوتا، یہ موہبت ربانی ہے، لیکن ان سب کا اعتبار عقل ہی سے قائم ہے ــــــ تفکر عقل ہی کا ایک عمل ہے جسے عمل قلب یا سفر قلب بھی کہا جاتا ہے۔ حدس میں غور وخوض یا تفکر کے بعد ایک بات قلب میں القا ہوجاتی ہے۔ حدس سے فراست پیدا ہوتی ہے اور تفکر سے کیاست۔ فراست کا تعلق قلب سے ہے اور کیاست کا تعلق دماغ سے ہے اور ان تمام پر عقل کی حکمرانی کسی نہ کسی رنگ میں مسلم ہے۔

صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ عقل کے سوا کوئی اور خدا کو نہیں پہچان سکتا، عقل ایک آلہ ہے جس کے ذریعے سے انسان اشیا کو پہچانتا ہے جنہیں اللہ نے خلق کیا ہے پھر اس شناخت کے واسطے سے خدا کو پہچانتا ہے لیکن خالق اشیا کی معرفت کامل عقل کے بس میں نہیں کہ سونے کی ترازو سے پہاڑ کو نہیں تولا جاسکتا۔

Marfat.com

بقول سعدیؒ عقل راہ نہیں، چراغ راہ ہے۔ کسی صوفی کا قول ہے کہ العقل سراج العبودیت یعنی عقل عبودیت کا چراغ ہے، بقول ابو سعید ابوالخیر ؒ عقل آلۂ عبودیت ہے، اس سے اسرار عبودیت نہیں جانے جا سکتے، عقل فانی ہے، محدث ہے وہ باقی یا قدیم کو نہیں جان سکتی۔ ۲۲

ایک شخص نے نوریؒ سے پوچھا کہ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اللہ، اس نے پوچھا پھر عقل کیا ہے؟ جواب دیا عقل تو خود عاجز ہے اور ایک عاجز تو اپنے جیسے عاجز ہی کی دلیل بن سکتا ہے ــــــــ ابن عطاؒ کا قول ہے کہ عقل تو عبودیت کا آلہ ہے، عقل ذات خداوندی کا ادراک نہیں کر سکتی ــــــــ کتاب تعرف کے مصنف نے کسی صوفی کا قول نقل کیا جو عقل کے دائرہ کو بڑی خوبی سے واضح کرتا ہے کہ عقل تو دنیا کے گرد چکر لگا سکتی ہے مگر جب خالق دنیا کی طرف نگاہ اٹھاتی ہے تو پگھل جاتی ہے۔ ۲۳ ــــــــ ایک صوفی ابوبکر سباکؒ اس حقیقت کو یوں تمثیلاً واضح کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو فرمایا میں کون ہوں؟ عقل خاموش رہی، اس پر اللہ نے اس کی آنکھ میں وحدانیت کا سرمہ لگایا تب عقل نے آنکھیں کھولیں اور کہا تو وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس تمثیل سے ابوبکر سباکؒ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عقل اللہ کی مدد کے بغیر اسے نہیں پہچان سکتی لیکن ساتھ ہی اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی موجود ہے کہ عقل کے بغیر معرفت حق کا حصول ممکن نہیں۔ یوں اس تمثیل سے عقل کی اہمیت اور اس کی نارسائی دونوں باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ۲۴

مناقب العارفین میں ہے کہ ایک دن حضرت مولانا رومؒ نے وعظ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے جسم پاک کو مٹی سے پیدا کیا اور روح پاک کو اس میں پھونکا تو جبرائیل امینؑ کو حکم دیا کہ قدرت حق کے سمندر سے تین سب سے بہترین موتی لو اور ایک طشت میں رکھ کر آدم صفی اللہ کو پیش کرو اور ان سے کہو کہ ان میں سے صرف ایک لے لو۔ یہ تین موتی عقل و ایمان و حیا تھے۔ جب یہ تینوں گوہر حضرت آدمؑ کو پیش کئے گئے، آپ نے گوہر عقل لے لیا، جبرائیلؑ نے چاہا کہ باقی جو دو گوہر ہیں ان کو واپس قدرت الٰہی کے سمندر میں لے جائے لیکن باوجود اپنی زبردست طاقت و قوت کے وہ ایسا نہ کر سکے۔ ایمان و حیا کے گوہروں نے یہ کہا کہ عقل جو محبوب خدا ہے ہم اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، اس کے وجود کے بغیر ہمارا کوئی وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ ان کو اسی طرح چھوڑ دو، تم آ جاؤ۔ حضرت جبرائیلؑ کے جانے کے بعد عقل نے آدمؑ کے دماغ میں، ایمان نے آدمؑ کے دل پاک میں اور حیا نے آدمؑ کے چہرۂ مبارک میں اپنا گھر بنا لیا، یہ تینوں موتی آدمؑ کی میراث خاص ہیں، جو انسان ان موتیوں سے متحلی و متجلی (یعنی آراستہ) نہیں ہے وہ انسان نہیں۔ ۲۵

غزالیؒ کہتے ہیں، خداوند تعالیٰ نے عقل کو بہت خوب صورت شکل میں پیدا کیا اور اس کو فرمایا، جاؤ، وہ

Marfat.com

چلی گئی، پھر حکم ہوا، آ؛ اور وہ آ گئی۔ پھر خدا نے عقل سے کہا کہ میں نے تمام دنیا میں کوئی چیز تجھ سے بہتر پیدا نہیں کی۔ تمام مخلوق کو سزا و جزا تیرے ہی ذریعے سے ہوگی۔ اس قول کی درستی پر دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بندوں پر دو چیزیں لازم کی ہیں ایک امر ہے، دوسری نہی اور یہ دونوں عقل پر موقوف ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاتقوا اللہ یااولی الالباب (سورہ ۶۵، آیت ۱۰) اور اولی الالباب کے معنی ہیں صاحبان خرد کے اور خرد کو عربی میں عقل کہتے ہیں۔ عقل عقال (رسّی) سے مشتق ہے، حصار یا قلعہ جو پہاڑ پر بنا ہوا ہو جہاں کوئی نہ پہنچ سکے، اسے معقل کہتے ہیں یعنی مضبوط۔ ۲۶

ایک صوفی کا قول ہے کہ قوت عقل کے اعتدال سے انسان مدبّر، دانش منداور سمجھدار بنتا ہے، اس کی رائے صائب ہوتی ہے، عقل اعتدال سے بڑھ جائے تو مکاری، دھوکہ بازی اور فریب وہی کہلاتی ہے، اگر عقل ضعیف ہو یعنی اعتدال سے کم ہو تو حماقت نام پاتی ہے۔ ۲۷ ____ حضرت جعفر صادقؓ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ عاقل کون ہے؟ انہوں نے فرمایا جو خیر وشر میں تمیز کر سکے۔ حضرت جعفر صادقؓ نے کہا کہ یہ بات تو جانور بھی کر سکتے ہیں، جانور بھی تمیز کر لیتا ہے کہ کون اسے مارتا ہے اور کون اسے چارہ دیتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانش مندی کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دانش مند وہ ہے جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو چنے ____ حضرت ابو حفص حدادؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ دانش مند کون ہے؟ آپ نے فرمایا دانش مند وہ ہے جو اپنے نفس سے اخلاص کا طالب ہو۔ ۲۸

شیخ جنیدؒ کا قول ہے کہ عقل کا کام یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کرتی ہے، علم سے انسان حلال وحرام کے فرق کو جانتا ہے اور معرفت کا پھل یہ ہے کہ انسان خدائی اور بندگی کے فرق کو سمجھ لیتا ہے۔ حق وہ ہے جو انسان کے نفس کو گراں معلوم ہو اور معصیت یا باطل وہ ہے جو نفس کو بھلا لگے، حلال کام وہ ہے کہ جس کی لوگوں کو خبر ہو جائے تو تمہیں اس کا خوف نہ ہو اور حرام کام وہ ہے کہ تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کہیں لوگ تمہارے اس کام کو نہ جان لیں، خداوندی پرورش ہے اور بندگی پرستش۔ خداوندی تمام تر دانائی اور توانائی اور بندگی تمام تر ناتوانی اور نادانی ہے۔

خواجہ فقیہؒ کا قول ہے کہ عقل تین قسم کی ہے: ایک وہ عقل ہے کہ جس کی ضد جنون ہے اور انسان اس عقل کی وجہ سے گفتگو اور فرائض کے لائق بنتا ہے، دوسری عقل وہ ہے کہ جس کی ضد خواہش نفس ہے، انسان اس عقل سے خدا کی اطاعت وعبادت کے لائق بنتا ہے۔ تیسری عقل وہ ہے کہ جس کی ضد حماقت ہے، اس عقل

Marfat.com

کی وجہ سے انسان مشورہ کرنے اور دوستی کے لائق بنتا ہے۔

امام غزالیؒ کی نظر میں عقل علم کا منبع ہے اور اصل ہے، علم کا عقل سے وہی تعلق ہے جو درخت کا پھل سے، سورج کا روشنی سے اور آنکھ کا بینائی سے ہے۔ جو چیز دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ ہو وہ اشرف و اعلیٰ کیسے نہ ہوگی؟ عقل کی فضیلت مسلم ہے۔ عقل کی چار اقسام ہیں: پہلی قسم وہ وصف ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز ہے، یہ وہ وصف ہے جس سے انسان کے اندر نظری علوم کو قبول کرنے اور مخفی فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ حضرت محاسبیؒ نے عقل کی یوں تعریف کی ہے کہ عقل ایک فطری قوت ہے جس کے ذریعہ سے انسان علوم نظری کا ادراک کر سکتا ہے، انسان عقل کی بنا پر ہی حیوانات سے ممتاز ہے۔ عقل کی دوسری قسم وہ علوم ہیں جو قوت تمیز رکھنے والے کسی بھی بچے کی ذات میں موجود ہوں یعنی ممکن چیز کے ممکن ہونے کا علم اور ناممکن چیز کے ناممکن ہونے کا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو ایک سے زیادہ ہوتے ہیں یا یہ کہ ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر پایا جانا محال ہے۔ عقل کی تیسری قسم یہ ہے کہ عقل ان علوم کو کہتے ہیں جو روزمرہ کے احوال اور تجربوں سے حاصل ہوں، جو شخص تجربہ کار ہو اور آزمودہ کار ہو اسے بھی عاقل کہتے ہیں۔ عقل کی چوتھی قسم یہ ہے کہ عقل تمام امور و معاملات کے عواقب و انجام پر نظر رکھے اور وقتی لذتوں سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کش ہو جائے۔ جس شخص کو یہ انتہائی قوت میسر ہو اسے بھی عاقل کہتے ہیں۔ عقل کی پہلی قسم اصل ہے اور وہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے، دوسری قسم پہلی قسم کی نوع ہے۔ تیسری قسم پہلی اور دوسری کی فرع ہے، کیونکہ قوت طبعی اور بدیہی علوم سے تجربوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ چوتھی قسم ثمرہ اور مقصد ہے۔ پہلی دونوں قسمیں طبعی اور فطری ہیں اور آخری دونوں قسمیں کسب سے حاصل ہوتی ہیں۔

یہ سوال کہ صوفیہ عقل کو باوجود اس کی اتنی اہمیت اور عظمت کے کیوں برا کہتے ہیں؟ اس کا جواب غزالیؒ یوں دیتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اشخاص نے عقل کو مباحثوں اور مناظروں کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے جسے وہ علم کلام کہتے ہیں، اب عقل کا کام یہ رہ گیا ہے کہ بحث کی جائے، فریق ثانی پر الزامات لگائے جائیں اور جواب الزام کا یہ سلسلہ دراز تر ہو۔ اس لیے انہوں نے مذمت عقل کا راستہ اختیار کیا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ صوفیہ اس نور بصیرت کی مذمت کریں جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور انبیا کرام کی تصدیق کی جاتی ہے اور جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔ ۲۹

عبدالعزیز نسفیؒ کی نظر میں عقل و علم صرف انسان ہی سے مخصوص ہیں، وہ علما اور فلسفیوں کے اس

Marfat.com

نظریئے سے اختلاف رکھتے ہیں کہ افلاک وانجم بھی عقل وعلم وارادہ اور قدرت رکھتے ہیں یعنی یہ بات کہ ہر فلک ایک عقل رکھتا ہے اور نو آسمان نو عقول ہیں اور ان کی حرکت بااختیار ہے، نسفیؒ اس نظریئے کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ علما کے اس خیال سے بھی متفق نہیں کہ ملائکہ صاحب علم ہیں، ان کی نظر میں افلاک وانجم اور ملائکہ اپنے عمل میں مجبور ہیں؟ وہ مظہر عمل ہیں اور انسان مظہر علم ہے۔ علم وعقل کی صفات صرف انسان ہی سے مخصوص ہیں، انسان عقل کی موجودگی میں مجبور ہے اور عمل کے کرنے میں مختار ہے یعنی استعداد میں مجبور ہے لیکن عمل میں مختار ہے۔ عمل کی دو قسمیں ہیں، ایک عمل قالب ہے، دوم عمل قلب ہے ____ انسان حواس کے ذریعے سے عالم ملک یعنی مادی دنیا کا علم حاصل کرتا ہے اور عقل کے ذریعے سے عالم ملکوت تک پہنچتا ہے اور عشق کے ذریعے سے عالم جبروت تک رسائی حاصل کرتا ہے ____ نسفیؒ ایک اور جگہ یوں کہتے ہیں کہ عقل آدم ہے چونکہ عقل ہی اشیا کے ناموں کو جانتی ہے اور اسی حوالے سے یہ آیت ہے وعلم آدم الاسماء کلھا (سورہ ۲، آیت ۳۱) ____ طبیعت (یا فطرت) ابلیس یا شیطان ہے چونکہ طبیعت وہ ہے جو عقل سے پہلے ملائکہ کی سردار (یا معلم) تھی اور تمام ملائکہ طبیعت کے ماتحت تھے، عقل (آدم) کے آنے سے طبیعت (یا فطرت) سرداری سے معزول ہوگئی اور تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا یعنی آدم کی سرداری قبول کرلی، (طبعیت یا ابلیس کی معزولی کی وجہ ہی سے ابلیس کو عزازیل کہا جاتا ہے کہ وہ ملائکہ کی سرداری سے معزول ہوگیا تھا)۔ اسی حوالے سے یہ آیت ہے واذقلنا للملائکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس. (سورہ ۲، آیت ۳۴) ____ نسفیؒ کی نظر میں انسان فرشتہ اور شیطان کا مجموعہ ہے وہ یوں کہ ملکوت میں ملک (فرشتہ) اور شیطان دونوں تھے، ملکوت میں عقل فرشتہ اور طبیعت شیطان تھی، جب عقل وطبیعت دونوں مصور ہوگئے تو ان سے آدمؑ کی صورت پیدا ہوگئی، پس جس شخص پر عقل غالب ہے وہ فرشتہ ہے بلکہ فرشتہ سے بہتر ہے اور جس پر طبیعت غالب آ گئی وہ شیطان ہے بلکہ شیطان سے بھی بدتر۔ ۳۰

بقول حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (صاحب عوارف المعارف) بعض حضرات کے خیال میں عقل کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو سے وہ دنیا کے امور پر غور کرتی ہے اور دوسرے پہلو سے آخرت کے معاملات پر غور وفکر کرتی ہے، پہلی عقل روح کے نور سے حاصل ہوتی ہے، دوسری عقل کا تعلق نور ہدایت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی عقل تمام انسانوں میں عام ہے اور عقل ثانی صرف توحید پرستوں میں موجود ہے۔ ۳۱

لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا کہ انسان کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، عقل کامل، لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ ہو؟ فرمایا حسن ادب، لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ ہو؟ فرمایا

Marfat.com

شفقت ومحبت، لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ ہو؟ فرمایا پھر تو موت بہتر ہے۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ **انتہاء العقل الی الحیرت و انتہاء الحیرت الی السکر** یعنی عقل کی انتہا حیرت ہے اور حیرت کی انتہا سکر (محویت) ہے۔ جو گویا دیوانگی ہی کی ایک صورت ہے۔ شبلیؒ کا قول ہے کہ عرفان حق میں دیوانگی عقل ہے اور عقل دیوانگی ہے ــــــ کسی صوفی کا قول ہے کہ انسان عقل ودانش میں اس وقت کمال کو پہنچتا ہے جب لوگ اسے دیوانہ کہیں اور وہ خوش ہو۔ ۳۲

صوفیہ میں کچھ عارفین کامل ایسے بھی ہیں جو اپنی عرفانی کیفیت میں مست وبیخود اور دنیا کی نظر میں وہ دیوانے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہی حقیقی دانشور بھی ہوتے ہیں۔ صوفیہ میں اس گروہ کے سرخیل حضرت اویس قرنیؒ ہیں۔ لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے تھے، بچے انہیں پتھر مارتے تھے تو وہ بچوں سے کہتے تھے کہ چھوٹے پتھر مارو تاکہ میری ٹانگیں اتنی زخمی نہ ہو جائیں کہ میں نماز ادا نہ کرسکوں ــــــ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ان سے ملنے گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اویسؒ مجھے کوئی نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ کیا تم خدا کو پہچانتے ہو؟ جواب دیا ہاں، فرمایا اگر تم سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پہچانو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا اے عمرؓ کیا تمہیں خدا جانتا ہے؟ کہا ہاں۔ فرمایا سوائے خدا کے تمہیں کوئی اور نہ جانے، تمہارے لیے یہی بہتر ہے ــــــ ایک دن لوگوں نے حضرت شبلیؒ کو دیکھا کہ آپ دو جلتی ہوئی لکڑیاں ہاتھ میں لیے پھر رہے ہیں، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ایک سے جنت کو جلا دینا چاہتا ہوں اور دوسری سے دوزخ کو تاکہ لوگ خدا کے لیے عبادت کریں، دوزخ کے خوف سے اور جنت کے لالچ میں عبادت نہ کریں ــــــ ایک بار چندروز تک دن رات ایک درخت کے نیچے رقص کرتے رہے اور ہو ہو پکارتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ فرمایا کہ اس درخت پر کوئل کوکو کر رہی ہے، میں بھی اس کی موافقت میں ہو ہو کہہ رہا ہوں ــــــ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت شبلیؒ سیاہ لباس پہنے ہوئے ماتم کر رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ آج تو عید ہے خوشی کا دن ہے، آپ نے کیوں ماتمی لباس پہنا ہوا ہے؟ فرمایا اس لیے کہ مخلوق اپنے خدا سے غافل ہوگئی ہے ــــــ ایک مرتبہ کسی پیالی فروش نے یہ آواز لگائی کہ صرف ایک پیالی باقی رہ گئی ہے، تو آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ صرف ایک (یعنی خدا) ہی باقی رہ گیا ہے اور باقی رہے گا، باقی سب فانی ہیں۔ ۳۳

ایک شخص نے حضرت شیخ شبلیؒ سے روتے ہوئے کہا کہ اے شیخ میرا ایک دوست تھا اس کے وجود سے میری زندگی تھی، کل وہ مرگیا اور مجھے زندہ درگور کرگیا۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ ایسے شخص کو دوست ہی کیوں

Marfat.com

بناتے ہو جو مر جاتا ہے؟ ایسے کو (یعنی خدا کو) دوست بناؤ جو نہیں مرتا تاکہ تم بھی نہ مرو۔

ایک روز حضرت بہلولؒ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گئے اور ان کے تخت پر بیٹھ گئے۔ خلیفہ کے محافظوں نے انہیں اتنا مارا کہ ان کے بدن سے خون بہنے لگا۔ مار کھانے کے بعد حضرت بہلولؒ نے ہارون الرشید سے کہا کہ اے بادشاہ میں چند لمحے اس تخت پر بیٹھا تو مار کھا کر میرا حال خراب ہوگیا۔ تم یہاں ایک مدت سے بیٹھے ہو۔ تمہارا تو جوڑ جوڑ توڑ دیا جائے گا۔ میں نے ایک لحہ بیٹھنے کی سزا بھگت لی۔ اب تمہیں اس تخت پر اتنی زیادہ دیر بیٹھنے کی جو سزا ملنے والی ہے اس کے لیے تیار ہو جاؤ ______ حضرت بہلولؒ کو لوگوں نے دیکھا کہ قبرستان میں بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا ہوں جو مجھے آزار نہیں پہنچاتے، اگر میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہوں تو مجھے آخرت کو یاد دلا دیتے ہیں اور اگر میں ان کے پاس نہ ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔

ایک روز حضرت بہلولؒ ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے تھے اور قبروں پر مار رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے دیوانے ان قبروں نے تیرا کیا قصور کیا ہے کہ تو انہیں لاٹھیاں مار رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں بے حد جھوٹے تھے۔ ایک کہا کرتا تھا کہ یہ گھر میرا ہے، دوسرا کہتا تھا کہ یہ سامان اور مال میرا ہے، ایک کہتا تھا کہ یہ کھیت میرا ہے، ایک کہتا تھا کہ یہ باغ میرا ہے، خدا کہتا تھا کہ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے، یہ سب چیزیں میری ہیں، تمہاری ملکیت نہیں ہیں ______ کہتے ہیں کہ امام احمد حنبلؒ اکثر بشر حافیؒ کے پاس جایا کرتے تھے اور ان سے بے حد عقیدت رکھتے تھے، شاگردوں نے ایک روز پوچھا کہ آپ امام عالم ہیں آپ کیوں اس دیوانے کے پاس جاتے ہیں؟ فرمایا کہ بے شک میں علم کو ان سے بہتر جانتا ہوں لیکن وہ معلوم کو یعنی خدا کو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور جب بشر حافیؒ کے پاس جاتے تو فرماتے حدثنی عن ربی۔ میرے رب کی بات کرو ______ کسی نے امام حنبلؒ سے پوچھا کہ محبت کیا ہے؟ فرمایا کہ بشر حافیؒ سے پوچھو، جب تک وہ زندہ ہے میں ان معاملات میں خاموش رہوں گا۔

انہی حضرات کے بارے میں عین القضاۃ ھمدانی کہتے ہیں:

در عشق ملامتی و رسوایی به   کافر شدن و گبری و ترسایی به
پیشِ همه کس عاقل و رعنایی به   واندر ره ما سودایی و رسوایی به

یعنی عشق (حق) میں رسوائی اچھی بات ہے، کافر ہونا، آتش پرست ہونا، عیسائی ہونا خوب ہے۔ سب لوگوں کے نزدیک عاقل ہونا اور ادب وآداب کا خیال رکھنا اچھا ہے جبکہ ہمارے مذہب میں دیوانگی اور رسوائی خوب ہے۔[۳۴]

Marfat.com

تصورِ عشق اور تصوف:

جہان فکر وادب میں عقل وعشق کا موضوع بڑا دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی اور متنازعہ فیہ بھی، افلاطون کے زمانے سے اب تک بڑے بڑے مفکرین اور اہل قلم نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ اہل فکر ونظر کا ایک گروہ جس میں فارابی، ابن رشد اور بہت سے مغربی مفکرین شامل ہیں، عقل کی سیادت کو تسلیم کرتا ہے، جن کی نظر میں حقیقت مطلق کا ادراک صرف عقل ہی کر سکتی ہے جب کہ متصوفین میں غزالی، سنائی، رومی، نجم الدین رازی اور مفکرین میں علامہ اقبال اور مغربی فلسفی برگساں کے نزدیک عقل حقیقت مطلق کے ادراک سے عاجز ہے چونکہ وہ حواس کی پابند ہے اور حقیقت مطلق حواس سے ماورا ہے اس لئے حقیقت مطلق کا ادراک وجدان یا عشق ہی سے ممکن ہے، یہ گروہ وجدان یا عشق کی سیادت کو تسلیم کرتا ہے۔ عشق یا محبت انسان کے بنیادی جذبوں میں سے ہے، یہ ایک بہت ہی لطیف وشریف اور پیارا جذبہ ہے۔ حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے:

از صدای سخنِ عشق ندیدم خوشتر   یادگاری کہ درین گنبدِ دوار بماند

(اس جہان میں ایک ہی پیاری یادگار ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور وہ ہے عشق کی بات) ____ کوئی عشق کے بارے میں کیا گفتگو کرے کہ عشق کی جو شرح وتفسیر کرتا ہے وہ اپنی کم مائیگی اور کم علمی پر شرمندہ ہوتا ہے کہ عشق تو علم وعرفان کا اک دریائے بے کنار ہے۔ بقول مولانائے رومؒ۔

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان   چون بہ عشق آیم خجل باشم ازان

یعنی عشق کی تشریح وتوضیح کتنی ہی کی جائے بے فائدہ ہے کیونکہ جب میں عشق کی بات کرتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں کہ میں اُسے اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا ____ اور علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

زبان اگرچہ دلیر است و مدعا شیرین   سخن ز عشق چہ گویم جزین کہ نتوان گفت

یعنی اگرچہ زبان بہت کچھ بیان کر سکتی ہے اور عشق کا موضوع بھی شیرین ہے لیکن عشق کے بارے میں بات کرنے سے میں عاجز ہوں ____ پھر بھی عشق کے بارے میں گفتگو تو ہو گی کہ اگر عشق نہ ہوتا تو اتنی لطیف وخوبصورت باتیں کون کہتا اور کون سنتا:

گر عشق نبودی و غمِ عشق نبودی   چندین سخنِ نغز کہ گفتی کہ شنودی

لیکن پہلی بات یہ ہے کہ عشق ہے کیا؟

ابن عربیؒ نے کہا تھا کہ جو عشق کی تعریف کرے وہ عشق سے نابلد ہے، جس نے عشق کے جام سے

Marfat.com

ایک گھونٹ بھی نہیں پیا وہ بھی عشق سے نابلد ہے، اور جو یہ کہے کہ میں جام عشق سے سیراب ہو گیا ہوں، وہ بھی عشق سے نابلد ہے۔ عشق ایسی شراب ہے جو کسی کو سیراب نہیں کرتی، عشق اگر آسمان کو دیں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، ستاروں کو پیش کریں تو وہ سیاہ ہو جائیں اور پہاڑ پر رکھیں تو وہ اپنی جگہ سے ہل جائے۔

عشق کے بارے میں علما اور صوفیہ کے نظریات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

علمائے لغت کے مطابق لفظ عشق عشقہ سے ماخوذ ہے، جس کو عشق پیچاں یا آکاس بیل کہتے ہیں۔ اس پودے یا بیل کی یہ خاصیت ہے کہ جس درخت پر لپٹتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے۔ یہی خاصیت عشق کی بھی ہے جس کو عشق کا روگ لگ جائے اسے خشک اور زرد کر دیتا ہے۔ قاموس المحیط میں عشق کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ "**مرض وسواس یجلبه الی نفسه بتسلیط فکره علی استحسان بعض الصور**" یعنی عشق جنون کا مرض ہے جو بعض صورتوں کے اچھا سمجھ لینے سے فکری غلبہ کی بنا پر انسان خود پر طاری کر لیتا ہے۔۳۵ سقراط نے کہا تھا کہ دیوانگی دو قسم کی ہے: ایک ملکوتی، دوسری جسمانی، ملکوتی دیوانگی چار قسم کی ہے (۱) کاھنانہ (۲) عارفانہ (۳) شاعرانہ (۴) عاشقانہ۔ گویا عشق بھی دیوانگی ہی کی ایک صورت ہے، البتہ یہ دیوانگی جسمانی نہیں ملکوتی ہے۔۳۶

افلاطون کہتا ہے کہ انسانی روح اس سے پہلے کہ اس دنیا میں آئی عالم مجردات یا عالم ارواح میں تھی، وہاں اس نے حسن مطلق کو دیکھا تھا، اس سے آشنائی تھی پس جب روح اس عالم مادی میں حسن ظاہری مجازی کو دیکھتی ہے، حسن مطلق کو جسے اس نے عالم مجردات یا عالم ارواح میں دیکھا تھا، یاد کرتی ہے اور غم جدائی اور درد فراق کو محسوس کرتی ہے، اس سے جذبہ عشق جاگ جاتا ہے اور وہ فریفتہ جمال جسمانی ہو جاتی ہے، یہ جسمانی عشق ہے جو مجازی ہے اور عشق حقیقی بقول افلاطون حق اور حقیقت کی جستجو کا جنون ہے جو ایک دانشور یا حکیم کے سر میں سما جاتا ہے، اسے ہی افلاطونی محبت بھی کہتے ہیں۔ جس طرح عشق مجازی جسم کو بانجھ پن سے رہائی بخشتا ہے اور بیٹے کی ولادت کا سبب اور بقائے نوع کا باعث بنتا ہے، اسی طرح عشق حقیقی بھی عقل اور روح کو بانجھ پن سے نجات دلاتا ہے اور ادراک حقائق کا ذریعہ اور زندگی جاوید کے حصول کا سبب بنتا ہے۔ یعنی حسن حقیقی اور خیر مطلق کا عرفان ہی درحقیقت روحانی اور ابدی زندگی ہے۔ کمال انسانی یہی ہے کہ جمال حقیقی کے مشاہدے سے انسان اس طرح بہرہ ور ہو کہ عالم و معلوم اور عاقل و معقول ایک ہو جائیں۔ یعنی "من تو شدم تو من شدی" کا مظہر بن جائیں۔۳۷

اخوان الصفا نے عشق کی تعریف یوں کی ہے "عشق نام ہے معشوق کے ساتھ متحد ہونے کے تحت

Marfat.com

شوق کا" ۳۸؎ اشراقی علما کی نظر میں انسانی روح کا اشراق روح کل یا ذات واحد سے ہوا ہے اس لئے روح اپنے مصدر حقیقی کی طرف پرواز کر جانے کے لئے بے قرار رہتی ہے اس بے قراری کو فلاطینوس نے عشق کا نام دیا ہے۔ ۳۹؎

تصوف میں شاہد و مشہود، ناظر و منظور، طالب و مطلوب کی اصل ایک ہے، اس لئے صوفیہ نے عشق کی تعریف یوں کی ہے "جمیل حقیقی کا جمعاً اور تفصیلاً اپنے کمال کی جانب میلان"۔ صوفیہ کے نزدیک عشق زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے بلکہ عشق ہی زندگی ہے، عشق سے انسان کا تعلق روز اول سے قائم ہے جب اس نے اس آیت قرآنی الست بربکم قالو بلٰی (سورہ ۷، آیت ۱۷۲) کے مطابق 'بلیٰ' کہا تھا ـــــــ بلکہ ساری کائنات کی تخلیق کا سبب اس حدیث قدسی کی روشنی میں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ جانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا (کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق) عشق ہے، یوں گویا جذبۂ عشق انسان کی فطرت میں ہے۔ ۴۰؎

عشق کا لفظ قرآن پاک میں نہیں آیا بعض ضعیف احادیث میں یہ لفظ موجود ہے، مثلاً یہ حدیث ہے من عَشِقَ فَعَفَّ و کتم فمات، مات شھیدا (یعنی جس نے عشق کیا، پاکدامن رہا، عشق کو چھپایا، اور پھر مر گیا، وہ شہید ہوا) ۴۰؎ ـــــــ البتہ مولانا حسام الدین مانک پوری کی نظر میں لفظ عشق قرآن پاک میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عوام سے اس بات کو پوشیدہ رکھا خواص سے نہیں کہ فرمان حق ہے "حم عسق" یہی عشق ہے جو عین سین قاف کے لباس میں ملبوس ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر یہ بات سب پر واضح ہو جاتی تو ہر بدن سے آواز "ارنی" اٹھتی ـــــــ توریت میں جو لفظ حرف شین سے تھا وہ قرآن پاک میں حرف سین کے ساتھ آیا ہے۔ قرآن پاک میں بسم اللہ ہے، توریت میں (عبرانی زبان میں) بشم اللہ ہے۔ یعنی شین کے ساتھ ہے ـــــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں سین سے ہے اور تورات میں شین سے ہے یعنی موشی۔ عبرانی زبان میں مو پانی کو کہتے ہیں اور شی لکڑی کو کہتے ہیں چونکہ حضرت موسیٰؑ بچپن میں دریا میں پانی اور لکڑی کے درمیان ملے تھے (کہ ان کی والدہ نے فرعون کے ڈر سے انہیں ایک لکڑی کے صندوق میں رکھ کے دریا میں ڈال دیا تھا) اس لئے ان کا نام موشی رکھ دیا گیا، اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عین سین قاف حروف عشق ہیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ ۴۱؎

حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں خداوند تعالیٰ کی ذات مدرک و محسوس نہیں یعنی ذات حق ہمارے ادراکات و محسوسات سے برتر ہے، پس مخلوق کا خدا سے عشق کرنا درست نہیں۔

Marfat.com

اردشیر العبادیؒ مولف صوفی نامہ کی نظر میں بھی اللہ کے لئے لفظ عشق کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے اور کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ خدا سے محبت یا دوستی کو عشق کا نام دے کہ قرآن میں اور احادیث میں محبت اور خلّت کے الفاظ آتے ہیں، محبت خلت سے شریف تر ہے۔ کیونکہ محبت خلت کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلت کو حضرت ابراہیمؑ سے اور محبت کو حضرت محمد ﷺ سے نسبت دی ہے اور حضرت محمد ﷺ تمام انبیا میں افضل ترین ہیں۔ جو لوگ خدا سے محبت کرتے ہیں خدا ان سے محبت کرتا ہے اور خدا کی محبت ہی سے بندگان خدا کی محبت جنم لیتی ہے یعنی جذبۂ انسان دوستی پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یحبھم و یحبونہ (سورہ ۵، آیت ۵۴) یعنی اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے۔ صوفیہ اس آیت کے حوالے سے ایک نکتہ پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یحبھم ویحبونہ میں اللہ کی محبت سابق ہے، سو جس سے وہ محبت کرتا ہے اسی کو اس سے محبت کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ ۴۲

بقول حضرت قشیریؒ اور حضرت علی ہجویریؒ لفظ محبت حبہ سے ماخوذ ہے حبہ کا لفظ حا کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ حبہ کے معنی بیج کے ہیں پس حبہ سے حب بنا چونکہ زندگی کی بنیاد بیج، حب ہے کہ حبہ جب زمین پر گرتا ہے مٹی میں چھپ جاتا ہے، بارش اس پر پڑتی ہے، سورج اس پر چمکتا ہے، سردی و گرمی اس پر گزرتی ہے، وہ بیج زمانے کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا بلکہ جب موسم آتا ہے تو زمین سے اگتا ہے اور پھل اور پھول پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح جب حب دل میں بیٹھ جاتی ہے تو حضور وغیبت، بلا ومصیبت، راحت ولذت اور فراق ووصال سے متغیر نہیں ہوتی نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ لفظ محبت حبی سے ماخوذ ہے اور حبی وہ کنواں ہے جس میں بہت پانی ہو بلکہ پانی سے لبالب بھرا ہو۔ اسی طرح محبت جب کسی کے دل میں بیٹھ جاتی ہے تو اس کا دل بھر جاتا ہے وہ پھر سوائے دوست کی باتوں کے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حب گھڑونچی کو کہتے ہیں جس پر گھڑے رکھے جاتے ہیں اس لئے حب کو حب کہتے ہیں کہ محبت کو عزت وذلت اور رنج وراحت اور بلا ووفا وجفا کی پروانہیں ہوتی جس طرح گھڑونچی کو گھڑا رکھنے سے کوئی گرانی نہیں ہوتی ______ ابویزیدؒ کہتے ہیں کہ سچی محبت یہ ہے کہ اپنی بہت سی محبت کو تھوڑی اور دوست کی تھوڑی محبت کو بہت جانے ___ محبت کی ایک قسم وہ ہے جو میَل وہوا پر مبنی ہوتی ہے یہ مخلوق سے کی جاتی ہے، محبت کے دوسرے معنی احسان کے ہیں یعنی خدا سے محبت، بعض کے خیال میں بندہ کا عشق اللہ تعالیٰ سے جائز نہیں چونکہ عشق حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی حد نہیں، وہ محدود نہیں ہے۔ ۴۳

مولانا جلال الدین دوانیؒ نے اپنی کتاب اخلاق جلالی کے تیسرے باب میں محبت وعشق کے

Marfat.com

باب میں تفصیلاً بحث کی ہے جو خاصی پر لطف بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ اس بحث کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

حکمائے متقدمین کہتے ہیں کہ موجودات کا انتظام اور ان کا قیام محبت پر ہے اور کوئی وجود محبت سے خالی نہیں ہے۔ محبت ظلِ وحدت ہے، اسی سے بقا اور کمال وابستہ ہے اور غلبہ جو کہ کثرت کی ایک شاخ ہے نقص وخلل کا سبب ہے۔ حکما کی نظر میں محبت کائنات کے ذرے ذرے میں جاری وساری ہے۔

سرِ حب ازلی در ہمہ اشیا ساریست ورنہ بر گل نزدی بلبلِ بیدل فریاد

غیر ذی عقول کی باہمی محبت ونفرت کو میل وحرب (یعنی رغبت وجنگ) کہتے ہیں، لوہے اور مقناطیس کی باہمی کشش اور پتھر اور سرکہ کی نفرت کو میل وحرب اور حیوانات کی رغبت اور منافرت کو الفت ونفرت کہتے ہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں: ایک طبعی جیسے ماں کی محبت بیٹے سے اور دوسری محبت ارادی جیسے استاد کی محبت شاگرد سے، محبت ارادی چار قسم کی ہے: (۱) جلد پیدا ہو، جلد ختم ہو جائے۔ (۲) دیر سے پیدا ہو، دیر تک قائم رہے۔ (۳) دیر سے پیدا ہو، جلد ختم ہو جائے۔ (۴) جلد پیدا ہو، اور دیر تک قائم رہے۔

محبت کے چند مراتب ہیں:

۱۔ خدا کی محبت جو نیکیوں اور کمالات کا سرچشمہ ہے، یہ صرف عارف باللہ کو حاصل ہوتی ہے، جس کا درجہ سب سے بلند ہے

۲۔ محبت والدین ہے چونکہ والدین اولاد کے ظاہری وجود کا سبب ہیں لیکن شاگرد کی محبت استاد کے ساتھ والدین سے بڑھ کر ہونی چاہیے کیونکہ باپ صرف وجود ظاہری کا سبب ہے اور استاد کمال وتربیت روحانی کا موجب ہے، اسی لئے استاد کو پدر روحانی کہتے ہیں، جس طرح روح کو جسم پر شرف ہے اسی طرح استاد کو باپ پر فضیلت ہے۔ سکندر سے لوگوں نے پوچھا کہ باپ سے زیادہ محبت کرتے ہو یا استاد سے، اس نے جواب دیا کہ استاد سے، چونکہ باپ نے فانی زندگی عطا کی اور استاد نے حیات ابدی بخشی۔ اور حدیث میں بھی استاد کی فضیلت آئی ہے۔ **ابوک ثلاثہ من ولدک ومن علمک ومن زوجک وخیر آباء من علمک۔** جب معلم کی محبت اس درجہ ہے تو استاد حقیقی یعنی رسول پاک ﷺ جنہوں نے راہ راست دکھائی ان کی محبت خدا کے بعد سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ خلفائے راشدین اور امامین دین کی محبت کا درجہ رسول خدا ﷺ کے بعد ہے۔

۳۔ بادشاہ کی اپنی رعایا سے محبت اور رعایا کی اپنے بادشاہ سے محبت

Marfat.com

۴۔ آشناؤں اور شرکا کار کی محبت۔

خدا کی محبت بندگی سے، پیغمبروں اور اماماں دین کی محبت پابندی شریعت سے حاصل ہوتی ہے۔ بادشاہوں کی محبت فرمانبرداری سے، والدین کی محبت خدمت وتعظیم سے اور عام لوگوں کی محبت نرمی اور میل جول سے پیدا ہوتی ہے۔

جلال الدین دوانی ؒ کی نظر میں اس کائنات میں ذرے سے لے کر آفتاب تک ہر شے کا وجود محبت ہی کا مرہون منت ہے۔ ذات حق یا ذات احدیت سے سب سے پہلے جو چیز شہود وظہور میں آئی وہ جوہر بسیط نورانی تھا جسے حکما عقل اول کہتے تھے اور احادیث میں جسے علم اعلیٰ بھی کہا گیا ہے اور صوفیہ اسے حقیقت محمدیہؐ یا نور محمدیہؐ کہتے ہیں، اسی سے تمام موجودات کا ظہور وشہود ہوا، اسی سے درجہ بدرجہ عناصر اور موالید ثلاثہ وجود میں آئے تا آنکہ انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے وجود میں آیا۔ گویا کائنات اس حدیث کی روشنی میں کنت کنزا مخفیافاحببت ان اعرف فخلقت الخلق محبت کے ذریعے ہی سے وجود میں آئی ہے اور تمام موجودات درحقیقت حرکت حبی ذاتی کا سایہ ہیں، جسے صوفیہ تجلی ذاتی کہتے ہیں۔[۴۴]

محبت اخلاق جہانگیری کے مصنف کی نظر میں:

محبت سے مراد ہے جمیل حقیقی کا اپنے جمال کی جانب میل اور یہ چار نوع کا ہے:

۱۔ محبت از جمع بہ جمع یعنی کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے خداوند تعالیٰ کا اپنی ذات کے آئینے میں خود اپنے حسن کا مشاہدہ کرنا اور جمال کمال سے عشق کرنا۔

۲۔ محبت از جمع بہ تفصیل یعنی خداوند تعالیٰ کا کائنات کے مظاہر میں اپنے حسن کے عکس کا مشاہدہ کرنا اور اپنی صفات کمال کا مطالعہ کرنا۔

۳۔ محبت از تفصیل بہ تفصیل یعنی انسان کا جمال مطلق کے عکس کو حسن (کائنات کے مظاہر یا انسانوں) میں مشاہدہ کرنا، اور اسے ہی مقصود سمجھنا۔

۴۔ محبت از تفصیل بہ جمع یعنی انسان کا حسن ذات حق سے محبت کرنا اور ماسوا سے رشتہ منقطع کر لینا۔

شیخ جمالی کہتے ہیں:

زاہد بہ طعنہ گفت کہ روی بتان مبین ای بے تمیز دیدۂ بینا برای چیست؟
امروز چون جمال تو بی پردہ ظاہر است در حیرتم کہ وعدۂ فردا برای چیست؟

یعنی زاہد نے بطور طعنہ کہا کہ بتوں (حسینوں) کا چہرہ نہ دیکھو، اس سے کہو کہ اے بے تمیز آخر یہ دیکھنے والی آنکھ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے کس لیے پیدا کی ہے؟ــــــــ اے دوست آج تیرا حسن بغیر پردہ کے روشن ہے میں حیران ہوں پھر وعدۂ فردا کس لیے ہے؟ 45

صوفیہ کی نظر میں عشق وجہ شرف انسانی بھی ہے، خلافت و امانت الٰہی سے مراد بھی عشق ہی ہے۔ عشق مذہب و ملت کی تفریق مٹا دیتا ہے اور انسان کو وحدت کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ مذہب عشق، وحدت انسانی اور انسان دوستی ہے۔ عشق کرنا گناہ نہیں بلکہ سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے۔ عاشق صادق عشق کے سودے میں ترک مال، ترک دنیا، ترک دین، ترک نسب، ترک عقل، ترک نام و ننگ کرتا ہے بلکہ اس سودے میں ترک جان بیعانے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ عشق درد و غم ابدی کا نام ہے، یہ ایسا درد ہے جو خود ہی دوا بھی ہے۔

عشق دو قسم کا ہے: (۱) مجازی (۲) حقیقی۔ عام طور پر انسان کا انسان سے عشق ہو تو اسے عشق مجازی یا فساد گندم یا خمار کہتے ہیں اور وہ عشق جو خدا سے ہو اسے عشق حقیقی کہا جاتا ہے، البتہ اگر انسان سے محبت میں جذبۂ خلوص کارفرما ہو اور محبت بے لوث ہو، خواہشات سے پاک ہو تو اسے بھی عشق حقیقی کہتے ہیں، چونکہ ایسا عشق انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے کہ عاشق معشوق کے علاوہ ہر چیز سے تعلق توڑ کر صرف معشوق سے تعلق جوڑ لیتا ہے اور اس کے لئے اپنی ذات کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا، یوں اس میں جذبہ ایثار اور دوسری اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں کہ پہلے اگر بخیل و بزدل تھا تو عشق کے بعد بہادر اور فراخ دل بن جاتا ہے اور یہ عشق انسان کے لیے عشقِ حقیقی یعنی عشق حق کو پانے کا سبب بن جاتا ہے، کہتے ہیں کہ **المجاز قنطرة الحقیقت** ــــــــ عشق کا حسن سے بنیادی تعلق ہے کہ حسن ہی سے عشق کیا جاتا ہے خواہ وہ حسن ظاہری ہو یا باطنی، یوں حسن عشق کو وجود بخشتا ہے اور خدا کا حسن سب سے برتر ہے کہ **اللہ جمیل ویحب الجمال** ــــــــ بعض صوفیہ حسن کی پرستش کو حق سمجھتے ہیں اور حسن رخ کو جلوہ حق خیال کرتے ہیں، اس لئے وہ جہاں کسی حسین کو دیکھتے اس کے حضور وہ فوراً سجدہ میں گر جاتے تھے۔ اس فرقہ کے بانی ابو سلمان دمشقی" (قرن سوم) تھے ــــــــ شاید اسی عقیدے کے زیر اثر صوفیہ نے شاہد اور حجت کو حسین چہرے کے معنوں میں لیا ہو۔ وہ صوفی حضرات جو شاہد پرست ہوئے ان میں احمد غزالی، عین القضاۃ ہمدانی، فخر الدین عراقی" اور اوحد الدین کرمانی" زیادہ مشہور ہیں۔

عشق مجازی یا وہ عشق جو صرف خواہشات کے لئے ہو، اسے صوفیہ کی نظر میں بے حد مذموم سمجھا جاتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ جو عشق رنگ و روپ کے لئے ہو، باعث شرم ہے۔

Marfat.com

عشق ہائے کز پی رنگی بود عشق نبود عاقبت ننگی بود

البتہ عشق مجازی اگر پاک اور بے لوث ہو تو وہ بھی عشق حقیقی کا سبب بن سکتا ہے۔ رومیؒ نے اس عشق کو لکڑی کی تلوار سے تشبیہ دی ہے جس سے تلوار چلانا سکھایا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مجاز حقیقت کا پل ہوتا ہے۔ المجاز قنطرة الحقیقه ـــــ عشق حقیقی سے مراد ذات حق سے محبت وعشق ہے، یہی تصوف کی روح ہے اور بقول رومیؒ تمام بیماریوں کا علاج ہے، رومیؒ اسی عشق کے بارے میں فرماتے ہیں، اے عشق تو ہماری تمام بیماریوں کا معالج ہے، تو ہی ہمارے لیے افلاطون اور جالینوس ہے اور تو ہی ہمارے غرور اور تکبر کی دوا ہے:

مرحبا ای عشقِ خوش سودای ما ای طبیب جملہ علتہائی ما

ای تو افلاطون و جالینوسِ ما ای دوای نخوت و ناموسِ ما ۴۶ے

تصوف میں عشق اپنے معنی اور مفہوم کے حوالے سے چند پہلو رکھتا ہے:

(۱) کائنات کی حقیقت اولیٰ اور سبب تخلیق کائنات ہے (۲) لطیف ترین اور پاکیزہ ترین جذبہ ہے (۳) عرفان حق کا واحد ذریعہ ہے (۴) عشق کے مقابلہ میں عقل عاجز وفرومایہ ہے کہ (الف) عقل حقیقت مطلق کا ادراک کرنے سے قاصر ہے (ب) عام معاملات میں ذاتی مفاد سے دستبردار نہیں ہوتی۔ (ج) محبت ذات سے بے نیاز نہیں ہوتی یعنی انا کو یا انانیت کو ترک نہیں کرتی ـــــ بوعلی سینا کی نظر میں عشق بنی نوع انسان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام موجودات میں جاری وساری ہے۔ ۴۷ے ـــــ صوفیہ میں عشق الٰہی کے باب میں سب سے پہلے عبدالواحد بن زید (وفات ۱۷۷ھ) نے بات کی تھی، ان کا قول ہے کہ رضا عشق الٰہی کی ابتدا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رابعہ بصریؒ (وفات ۱۳۵ھ) نے بھی محبت کے باب میں جو کچھ کہا ہے وہ عشق کا مقدمہ ہے۔

ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ عشق الٰہی کی علامت یہ ہے کہ حبیب خدا کی متابعت کی جائے اخلاق میں بھی، افعال میں بھی اور احکام میں بھی۔ ۴۸ے ـــــ عبداللہ محمد فضلؒ کا قول ہے کہ محبت ایثار کا نام ہے اور اس کے معنی ہیں: (۱) ہمیشہ ذکر حق کرنا (۲) ذکر حق سے محبت کرنا (۳) ماسوائے اللہ ہر چیز کو چھوڑ دینا (۴) ہر چیز کو چھوڑ کر محبت خدا کو چن لینا۔ ۴۹ے ـــــ ایک صوفی کا قول ہے کہ محبت (عشق) موافقت کو کہتے ہیں، یعنی احکام خداوندی کی اطاعت کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا۔ ۵۰ے ـــــ کسی کا قول ہے کہ محبت آدمی کو اندھا اور گونگا بنا دیتی ہے حبک لشی یعمی و یصم حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے محبت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ عاشق اپنی صفات ترک کر کے محبوب کی صفات قبول کر لے اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بھی یہی مفہوم ہے ـــــــ جب میں اس سے (اپنے بندے سے) محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت اور بینائی بن جاتا ہوں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا قول ہے کہ اس قسم کی محبت دراصل رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی تعریف و تشریح ہے کہ **تخلقوا باخلاق اللہ** یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے سانچے میں ڈھل جاؤ۔

جلال الدین محمود تھانیسریؒ کہتے ہیں کہ طالبانِ حق تین قسم کے ہیں: عبادِ اخیار، زھادِ ابرار، عشاق شطار، عشاق عبادت و ریاضت میں انہماک کی بجائے قلبی کیفیات پر توجہ دیتے ہیں، ان کی نظر میں دونوں جہان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، وہ صرف اللہ کے لیے زندگی گزارتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ **العشق نار فی القلوب تحرق ماسوی المحبوب** یعنی عشق دل میں ایک ایسی آگ ہے جو محبوب کے سوائے ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ ویسے بھی شطاری جماعت کے لوگ توجہ الی اللہ اور اعراض ماسوا اللہ پر زور دیتے ہیں۔ ۵۱

احمد غزالی ''سوانح'' میں فرماتے ہیں کہ معشوق ہر حال میں معشوق ہے کیونکہ اس کی صفت استغنا ہے اور عاشق ہر حال میں عاشق ہے کیونکہ اس کی صفت فقر ہے۔ عاشق کو دیدار معشوق درکار ہوتا ہے اس لئے افتقار یعنی فقر اس کی صفت ہے اور معشوق کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا اس لئے اس کی صفت استغنا ہوتی ہے۔ ۵۲ ـــــــ امام احمد غزالیؒ کہتے ہیں کہ ''نہایت علم ساحل عشق است'' یعنی علم کی انتہا عشق کی ابتدا ہے۔ عشق (حقیقی) باہمت ہوتا ہے وہ عالی صفت معشوق کو پسند کرتا ہے، جو اس کے دام وصال میں آسانی سے آجائے وہ اس کی نظر میں نہیں سماتا۔ وصال معشوق کا مرتبہ اور اس کا حق ہے، فراق عاشق کا مرتبہ اور اس کا حق ہے ـــــــ ایک روز سلطان محمود کے محل میں ایک شخص نمک ہاتھ میں لئے گھس آیا اور آواز لگانے لگا کہ نمک لے لو نمک۔ سلطان محمود نے اس شخص کو پکڑوا کر اپنے پاس بلوایا اور اس سے تخلیہ میں پوچھا کہ یہ تمہیں کیا سوجھی کہ تم میرے محل میں نمک بیچنے آئے ہو، کیا تم دیوانے ہو؟ اس نے کہا، نمک بیچنا تو بہانہ تھا میں تو اپنے محبوب ایاز کی ایک جھلک دیکھنے آیا تھا۔ سلطان محمود نے کہا تم جیسے فقیر کی کیا مجال کہ مجھ ایسے بادشاہ کی برابری کرے، تمہارے پاس اتنی بڑی سلطنت ہے جتنی میرے پاس ہے؟ اس نے کہا جناب بات کو کیا طول دینا جو مال و دولت آپ کے پاس ہے ''ساز وصال'' تو ہے، ''ساز عشق'' نہیں۔ ساز عشق ''دل سوختہ'' ہے جو بفضل خدا بہ تمام و کمال اس فقیر کے پاس ہے ـــــــ ایک عاشق ہر روز رات کو اپنے محبوب سے ملنے دریا کو پار کر کے جایا کرتا تھا ایک رات گیا تو اس نے محبوبہ کے چہرے پر تل دیکھا، پوچھا کہ تمہارے رخسار پر یہ تل کہاں سے آیا؟ اس نے کہا یہ تو پیدائشی ہے اور عاشق سے یہ بھی کہا کہ تم آج رات دریا کے ٹھنڈے پانی میں

Marfat.com

نہ اترتا۔ وہ دریا کے ٹھنڈے پانی میں اترا تاکہ دریا پار کرے، لیکن دریا سے زندہ نہ نکلا۔ کیونکہ بے خودی سے خودی میں آگیا تھا، اسی لئے محبوبہ کے چہرے پر خال (تل) دیکھا تھا، اس بار جب سرد پانی میں گیا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ۵۳

عین القضاۃ ہمدانیؒ کہتے ہیں، عشق ایک آگ ہے جہاں یہ پہنچتی ہے ہر چیز کو جلا دیتی ہے اور اپنے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ راہ عشق میں وہی قدم رکھ سکتا ہے جو خود کو قربان کر دے۔ ۵۴ روزبہان شیرازیؒ کہتے ہیں کہ حقیقت عشق محبت ہے اور وہ دو طرح سے پیدا ہوتی ہے: (۱) معشوق کے دیکھنے سے (۲) معشوق کے انعام والتفات سے۔ پہلی صورت عمومی ہے اور دوسری خصوصی۔ جب محبت کمال کو پہنچتی ہے اسے شوق کہتے ہیں اور جب محبت استغراق کی حقیقت کو پالیتی ہے تو عشق کہلاتی ہے۔ ۵۵ سیف الدین باخرزیؒ کی نظر میں عشق کی بازی میں کسی صورت نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے، جیت گئے یعنی وصل دوست سے بہرہ ور ہوئے تو سعید کہلائے اور جان کی بازی ہار گئے تو شہید کہلائے۔ عاشق کی زندگی سرمایہ سعادت ہے، اس کی موت پیرایہ شہادت، عشق کی راہ میں پہلی منزل دل دینا ہے اور دوسری منزل بطور شکرانہ جان دینا ہے۔ عشق خود آتا ہے، اسے بلایا یا سیکھا نہیں جاتا۔

عشق آمدنی بود نہ آموختنی ۔۔۔ ای بے خبر از سوختہ و سوختنی ۵۶

ابوالمعالی عبداللہ بن محمد علی بن الحسن بن علی المیانجی الھمدانیؒ اپنی تالیف رسالہ لوائح میں فرماتے ہیں کہ عقل عشق کی رہبر ہے اور عشق آفتاب ہے اور عقل ذرہ ہے ۵۷ حسین منصورؒ سے کسی نے پوچھا لذت عشق کب کمال کو پہنچتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب معشوق عاشق کو قتل کرنے کے لئے بلاتا ہے اور عاشق اس کے جمال میں محو حیرت زدہ ہوتا ہے:

کان راندنِ تیغش چہ نکو می راند ۔۔۔ او برسرِ قتل و من در او حیرانم

شیخ اشراق شہاب الدین سہروردی مقتولؒ کہتے ہیں کہ اللہ میاں نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا کیا وہ گوہر عقل تھا (اول ماخلق الله عقل) جو دراصل ایک تجریدی نور ہے، اس گوہر عقل کو اللہ تعالیٰ نے تین صفات سے مرصع فرمایا: ایک خدا کی شناخت، ایک اپنی ذات کی شناخت، ایک عدم اور وجود کی شناخت۔ جس صفت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی شناخت سے ہے اس سے حسن وجود میں آیا، اصفیا اسے نیکی کہتے ہیں گویا بقول کیٹس:

Beauty is truth and truth Beauty

اس صفت سے جس کا تعلق اپنی ذات کی شناخت سے ہے، عشق ظاہر ہوا، اور وہ صفت جس کا تعلق

Marfat.com

عدم و وجود کی شناخت سے ہے اس سے غم ظاہر ہوا، حسن بڑا بھائی ہے اس نے اپنے اندر جھانکا خود کو عظیم و خوبتر پایا، اس پر وہ مسکرایا، اس کے تبسم سے ہزار ہا مقرب فرشتے عالم وجود میں آئے۔ عشق جو منجھلا بھائی ہے اس سے پیار کرنے لگا۔ تبسم حسن پر عشق مضطرب ہوا اور اس نے چاہا کہ متحرک ہو، غم جو سب سے چھوٹا بھائی تھا اس سے الجھ پڑا۔ اس آویزش سے زمین و آسمان وجود میں آئے۔ ۵۸

عراقی لمعات میں فرماتے ہیں کہ عاشق اپنی بود و نابود کے ساتھ خلوتخانہ شہود میں آرام سے تھا کہ ابھی تک چہرۂ معشوق نہیں دیکھا تھا لیکن جونہی نغمۂ کن سنا، وہ خواب عدم سے جاگا، اس نغمہ کو سن کر وہ وجد میں آ گیا اور اس وجد سے اس نے وجود کو پایا، یوں عشق انسان کی فطرت میں سما گیا۔ پس عاشق ہمیشہ رقص و حرکت میں ہے۔ اگرچہ بظاہر ساکن ہے لیکن حقیقت میں ہر وقت وجد و رقص میں رہتا ہے اور ساکن ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کا وہ محرک ہے، چونکہ ہر ذرّہ ایک کلمہ ہے، ہر کلمہ کا ایک نام ہے اور ہر نام کی اپنی ایک زبان ہے اور ہر زبان کا اپنا ایک قول ہے اور ہر قول کے لئے محب کی جانب سے ایک کان ہے اور اگر غور سے سنو تو بولنے والے اور سننے والے کو ایک ہی پاؤ گے ۵۹ ____ حضرت جنیدؒ نے شبلیؒ سے کہا تھا کہ وہ راز جو ہم تہ خانوں میں کہتے تھے، تم نے منبر پر آشکار کر دیا، شبلیؒ نے کہا **انا اقول وانا اسمع وهل فی الدارین غیری** یعنی میں ہی بولتا ہوں، میں ہی سنتا ہوں کیا میرے سوا بھی دونوں جہان میں کوئی اور ہے؟ ____ عشق ایک آگ ہے کہ جب دل میں آ جائے تو ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے یہاں تک کہ محبوب کی صورت کو بھی محو کر دیتی ہے، مجنون یعنی قیس عامری یہی آگ رکھتا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ دیکھو لیلیٰ آ گئی، اس نے کہا لیلیٰ کہاں سے آ گئی میں خود لیلیٰ ہوں، یہ کہا اور پھر بے خودی کے عالم میں ڈوب گیا۔ ۶۰

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ خدا کو دوست رکھتی ہیں؟ جواب دیا ہاں۔ لوگوں نے پوچھا کیا شیطان کو دشمن رکھتی ہیں؟ جواب دیا نہیں، لوگوں نے پوچھا کیوں نہیں؟ فرمایا محبت رحمٰن میں عداوت شیطان کی پروا نہیں۔ ۶۱ اور فرمایا کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا اے رابعہ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون ہے جو آپ سے محبت نہ رکھتا ہو؟ لیکن حق کی محبت میں اس طرح محو ہوں کہ کسی اور کی دوستی اور دشمنی کا خیال ہی نہیں۔ ۶۲

کہتے ہیں کہ شبلی بغداد کی ایک مجلس صوفیہ میں وعظ کہہ رہے تھے اور اکثر آہ بھر کے اللہ کہتے تھے۔ ایک نوجوان نے پوچھا کہ آپ **لا الہ الا اللہ** کیوں نہیں کہتے؟ شبلی نے کہا حضرت صدیق اکبرؓ نے جب تمام مال اللہ کے نام پر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضور ﷺ نے سوال کیا کہ اپنے عیال کے لئے کیا چھوڑا؟

Marfat.com

تو حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا، اللہ کو، میں بھی وہی کہتا ہوں۔ نوجوان نے کہا اس سے بہتر جواب دیجئے۔ فرمایا کہ میں حضورِ حق میں ہوں اور کلمہ نفی زبان پر لاؤں؟ (یعنی یہ مناسب نہیں) نوجوان نے کہا کہ اس سے بہتر جواب چاہتا ہوں، فرمایا ڈرتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ اقرار تک پہنچوں انکار میں نہ مرجاؤں۔ نوجوان نے کہا کہ کوئی جواب اس سے بھی، بہتر ہونا چاہیے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا **قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون** (سورہ ٦، آیت ٩١) یعنی آپ کہیئے اللہ، پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔ سن کر نوجوان نے نعرہ مارا اور روح اس کے قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی، میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا چہرہ ڈھانپو، اس نے کہا کہ میں شوہر کی محبت میں دیوانی ہوگئی۔ اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل بھی احساس نہ ہوتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشقِ الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اس کے باوجود بھی آپ اپنے حواس پر قائم ہیں۔ آپ اتنے ہوش وحواس رکھتے ہیں کہ میرا کھلا ہوا چہرہ آپ کو نظر آ گیا ــــــــ کسی نے شیخ شبلیؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جو محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے، خداوند تعالیٰ اسے تازیانۂ بلا سے سزا دیتا ہے اور مصائب وآلام میں مبتلا کر دیتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ ہر ایرا غیرا اس کی محبت کا دعویٰ نہ کرتا پھرے ــــــــ

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بایزیدؒ نے **سبحانی ما اعظم شانی** کہا اور حسین منصور نے اناالحق، دونوں نے تقریباً ایک ہی بات کہی لیکن منصور کو سزائے صلیب ملی اور بایزیدؒ کو کچھ نہیں کہا گیا۔ فرمایا کہ بایزیدؒ نے حق کے نام کی تعظیم کی اور سبحانی کو پہلے لائے جب کہ حسین نے مستیِ عشق میں ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور انا کو پہلے لایا۔ غیرتِ حق جوش میں آئی اور انانیت کو کلی طور پر مٹا دیا۔

عشق کے موضوع پر فارسی زبان میں بہت سی کتابیں موجود ہیں جن میں اہم تصانیف شیخ بوعلی سینا کا رسالہ عشق، شیخ احمد غزالی کی کتاب سوانح، سنائی غزنوی کا عشق نامہ، شیخ شہاب الدین مقتولؒ کا ''رسالۂ عشق وعقل سرخ''، شیخ سعدی کا رسالۂ عقل وعشق، لوائح جامی اور لوائح عین القضاۃ ہمدانی اور ''لمعات عراقی'' وغیرہ ہیں ــــــــ ان تمام کتابوں میں عام طور پر عقل کی نارسائی اور عشق کی سیادت کا بیان اور عشق کی متصوفانہ رنگ میں تعریف وتوصیف ہے لیکن اس سوال کا جواب جو انسانی ذہن میں عام طور پر ابھرتا ہے کہ عقل تو وجہ شرفِ انسانی ہے، قرآن واحادیث بھی اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں، فقہ اسلامی کی بنیاد بھی ایک حد تک عقل پر ہے، تو پھر عقل ودانش کو مردود کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ ان کتابوں میں نہیں ملتا۔

Marfat.com

غالباً فارسی ادب میں پہلی کتاب جو اس سوال کا اور چند اور متعلقہ سوالات کا جواب استدلال سے دیتی ہے، وہ ہے شیخ نجم الدین رازیؒ کی کتاب رسالہ فی العشق والعقل۔ ان سوالات کے جواب کی یوں صورت پیدا ہوئی کہ شیخ نجم الدین رازی کے ایک مرید نے شیخ سے ایک روز یوں کہا کہ مرشد مکرم! یہ فرمائیے کہ کمال عشق اور کمال عقل میں کیا فرق ہے، کیا دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں؟ حالانکہ یہ بھی ہے کہ کمال عقل کے ساتھ ہی کمال عشق ممکن ہے، اس کے علاوہ عقل تو تمام موجودات کی اصل ہے، اس حقیقت کی روشنی میں عقل کو عشق کی ضد کیسے قرار دیا جا سکتا ہے اور ویسے بھی عقل کی سیادت مسلّم ہے کہ عقل ہی تو وجہ شرف انسانی ہے۔ شیخ نے جواباً رسالہ فی العشق والعقل تحریر فرما کر جواب دیا جو مختصراً کچھ یوں ہے۔

انسان جو اشرف المخلوقات ہے اسے نور عقل، نور شریعت اور نور عشق عطا ہوا ہے۔ نور عقل میں سب انسان شریک ہیں، نور شریعت سے اہل دین بہرہ ور ہیں اور نور عشق صرف انبیا اور اولیا کو عطا ہوتا ہے۔ نور عقل سے دنیا اور دنیا کے معاملات سنوارے جا سکتے ہیں، نور شریعت سے آخرت کا حصول وابستہ ہے اور نور عشق سے عرفان حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر عقل نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو جائے تو ابلیسیت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور یوں وہ عقل جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا تھا اسے ارذل المخلوقات بنا دیتی ہیں۔ نیز یہ کہ عقل سے ہم عرفان حق حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ عقل حادث ہے، مخلوق ہے، حواس کی محتاج ہے، و ہ اشیا کا علم لاکماھی (یعنی اشیا کا ظاہری علم) تو حاصل کر سکتی ہے اس سے علم کماہی (یعنی علم حقیقت اشیا) کا حصول ممکن نہیں۔ جب کہ عشق قدیم ہے، صفت حق ہے اور عقل سے برتر ہے یہ فیض الٰہی یا نور اللہ بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورہ ۳، آیت ۳۱) اور الست بربکم (سورہ ۷، آیت ۱۷۲) اور کنت کنزا مخفیا اسی فیض ربانی کی بنیاد ہیں۔ انہی معنوں میں عقل کو عشق کی ضد کہا گیا ہے ــــــــ کمال عشق کمال عقل کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضرت رسول پاک ﷺ تمام موجودات میں عاقل ترین اور عاشق ترین ہیں کیونکہ آپ کی ذات والا صفات میں نور عقل کامل ترین اور لطیف ترین تھا، اس لئے فیض عشق قبول کرنے میں درجۂ کمال حاصل کیا اور مرتبہ الیوم اکملت لکم دینکم (سورہ ۵، آیت ۳) پایا البتہ یہ ضروری نہیں کہ جس میں نور عقل جتنا زیادہ ہو اس میں نور عشق بھی اتنا ہوگا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی عطائے خاص ہے، جو صرف خاصان حق ہی کو عطا ہوتی ہے کہ فرمان حق ہے یہدی اللہ لنورہ من یشاء (سورہ ۲۴، آیت ۳۵)۔ ۶۳

Marfat.com

علامہ اقبالؒ کے تصورات عقل وعشق:

عقل وعشق کے بارے میں علامہ اقبال کے تصورات بہت ہی بدیع اور فکر انگیز ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبات اور اشعار میں عقل وعشق کے موضوع پر مختلف جہتوں سے روشنی ڈالی ہے اور تصور عشق کو نئے معانی اور مفاہیم عطا کئے ہیں اور اس کے بہت سے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی نظر میں عشق عقل سے افضل و برتر ہے۔ کیونکہ عقل ادراک حقیقت میں عاجز ہے جب کہ عشق حقیقت کا کما حقہٗ ادراک کر سکتا ہے۔

علامہ نے عشق کو بڑے وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے، ان کے نزدیک عشق بقول خلیفہ عبدالحکیم، ایک میلان بقا و ارتقا بھی ہے اور اعلیٰ مقاصد کی لگن کا نام بھی۔ اور بقول آل احمد سرور علامہ کی نظر میں عشق وہ روحانی کیفیت ہے، جو وجدان سے تعلق رکھتی ہے جس میں جذبۂ تسخیر کائنات، جذبۂ تخلیق اور جذبۂ ارتقا تینوں پائے جاتے ہیں۔ علامہ کی نظر میں عشق ذوق نظر ہے، نور یقین ہے، تماشائے ذات ہے، سراپا حضور ہے، سکون وثبات ہے، سوز وساز ہے، گرمی حیات ہے، لذت تخلیق ہے، دم جبرئیل ہے، دل مصطفیٰ ہے، صدق خلیلؑ ہے، صبر حسینؓ ہے، واقعہ کربلا ہے اور معرکہ بدر وحنین ہے۔

علامہ نے عقل کے بھی مختلف انداز پیش کئے ہیں اور اس پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ علامہ نے عقل کی سخت مذمت بھی کی ہے اور اسے ابولہب کہا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ کی نظر میں عقل یا علم وحکمت بالکل معتوب ومردود بھی نہیں بلکہ انہوں نے ان کی افادیت اور اہمیت کو نہایت دلکش اور موثر انداز میں پیش کیا۔ اور دانش وحکمت کے حصول کی تلقین فرمائی ہے۔

علامہ اقبال کے تصورات عقل وعشق کا خلاصہ:

علامہ اقبال کی حقیقت شناس اور کلیت بین نظر میں مختصراً عقل وعشق کے مندرجہ ذیل پہلو ہیں:

۱۔ وہ عقل جو عام ضروریات زندگی پورا کرنے میں ہماری مدد ومعاون ہے اور زندگی کے تحفظ کے لئے ایک آلے کی حیثیت رکھتی ہے، جو حواس کی دست نگر ہے اور تسخیر مقام رنگ وبو کے لئے ناگزیر ہے۔

۲۔ وہ عقل جو شر پر مبنی ہے یا بقول شیخ نجم الدین رازیؒ عقل جو خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو جاتی ہے وہ اہرمنیت یا ابلیسیت کی ایک صورت ہے۔ علامہ نے اس عقل کو عشق کے ساتھ عام طور پر ابراہیمؑ ونمرود، موسیٰؑ وفرعون، حضرت مصطفیٰؐ اور ابولہب کے تقابلی اشارات وتلمیحات وتمثیلات سے واضح کیا ہے۔

Marfat.com

۳۔ عقل کا وہ پہلو جو فلسفہ اور منطق سے عبارت ہے جس کا سکہ الہیات میں نہیں چلتا وہ چراغ راہ تو ہے منزل نہیں ہے۔

۴۔ عقل کی ارتقا یافتہ شکل وجدان یا عشق ہے اور جسے علامہ نے دانش نورانی، دم جبرائیلؑ اور دل مصطفیٰؐ کہا ہے جس کی افادیت اور اہمیت سہ گونہ ہے: (۱) اس سے عقل حق شناس بنتی ہے۔
زیرکی از عشق گردد حق شناس (۲) اسے ہی حقیقت اولیٰ کا ادراک حاصل ہے (۳) یہی جہد و جستجو اور جوش عمل کا زبردست محرک ہے، گویا عشق صدق خلیل بھی ہے، تماشائے ذات بھی اور گرمی حیات بھی۔

علامہ اقبالؒ نے اس موضوع پر خطبات میں بھی اظہار خیال کیا ہے اور خاص طور پر مذہبی تجربہ، وجدان یا عشق و اشراق پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ کی نظر میں وجدانی تجربہ ایک نادر تجربہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اور بنیادی طور پر دوسرے تجربوں سے مختلف ہے جو نہ ادراک ہے اور نہ فکر۔ یہ قلبی بصیرت، یہ ادراک فوادی یا وجدان وشہود حقیقت مطلق کے ادراک کامل کے لئے لازمی ہے کہ ادراک حسی کا تکملہ بھی وجدان وشہود سے ہوتا ہے جسے قرآن نے قلب یا فواد کہا ہے اور جس کی یہ صورتیں ہیں:

۱۔ وجدان حقیقت کا حضوری یعنی بلاواسطہ تجربہ ہے۔ اس میں حقیقت فی نفسہ کلی طور پر ہم پر منکشف ہوتی ہے۔

۲۔ وجدان قلب کی مخصوص صفت یا خاصیت ہے۔

۳۔ وجدان ناقابل تجزیہ کلیت ہے۔ اس تجزیہ میں ناقابل تقسیم وحدت ہوتی ہے اور صاحب تجربہ بھی اس وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔

۴۔ یہ ناقابل تجزیہ وحدت ایک یکتا ذات کے طور پر منکشف ہوتی ہے۔ یہ یکتا ذات ہماری اپنی ذات سے ماورا ہوتی ہے۔

وجدان چونکہ حقیقت کو بطور کلی درک کرتا ہے اور سرمدیت یعنی ازل سے ابد تک کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، اس لئے زمان میں تسلسل یا تواتر صاحب تجربہ کے لئے وجود نہیں رکھتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم اسے کہتے ہیں کہ جو دوسرے تک پہنچایا جا سکے جب کہ وجدانی تجربہ سے حاصل شدہ علم ناقابل ابلاغ ہوتا ہے، وہ علم عامہ کا سرچشمہ نہیں بن سکتا، اس لئے اسے علم کیسے کہا جائے؟ علامہ اقبالؒ کی رائے میں مذہبی تجربہ کے ناقابل ابلاغ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی آدمی کی سعی و جستجو

Marfat.com

بے سود ہے۔ علم وجدانی کے نا قابل ابلاغ ہونے پر اعتراض کرنا بے معنی ہے، ہم اپنی ذات کا تجربہ بھی دوسروں کو نہیں پہنچا سکتے پھر بھی ہم اس تجربہ کے حامل ہوتے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہماری ذات موجود ہے اور حقیقی ہے اور ہاں یہ بات کہ صوفیانہ تجربہ نا قابل ابلاغ ہوتا ہے، اس بنیادی صداقت کو ظاہر کرتی ہے کہ خودی کی اساسی ماہیت نادر و یکتا ہے اور جو چیز نادر و یکتا ہو قابل ابلاغ نہیں ہوتی۔ ویسے بھی عقل کے ذریعے سے ہم جو علم حاصل کرتے ہیں وہ اشیا کے ظواہر کا علم ہوتا ہے، وہ صرف اضافات اور مشابہات پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ شے بذاتہ یا شے کماہی کا علم نہیں ہوتا۔ رہا یہ اعتراض کہ صوفیہ کے تجربات ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں مثلاً ایک صوفی شخصی خدا کے وجود کا اثبات کرتا ہے تو دوسرا وحدت وجود کا، یہ اختلافات ثابت کرتے ہیں کہ ان کے تجربات معروضی نہیں ہوتے بلکہ ان کے وہم وخیال کی تخلیق ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مختلف صوفیہ کے تجربات میں اختلاف درحقیقت اس بات کو واضح کرتا ہے کہ صوفی کے لئے گوناگوں تجربات کے امکانات موجود ہیں اور تجربات درجات کے حامل ہوتے ہیں، یہ اختلافات صوفیہ کے روحانی مدارج کو واضح کرتے ہیں۔[۶۴]

عشق مولانا رومؒ کے کلام کا اہم ترین موضوع ہے خاص طور پر مثنوی میں یہ مضمون دوسرے تمام مضامین پر چھایا ہوا ہے۔ مولانا کے اشعار میں عشق کی تعریف وتوصیف بھی ہے، عشق کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بھی ہے اور عشق اور عقل کا تقابل بھی ہے۔ عشق کی فوقیت نیز عقل جزوی، عقل کلی کے فرق کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ عقل کے ذکر کے ساتھ ساتھ مولانا کے کلام میں علم کا ذکر بھی ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بھی انہوں نے روشنی ڈالی ہے، مولانا رومؒ عشق ومحبت کی تعریف میں کہتے ہیں کہ عشق ہماری تمام بیماریوں کا علاج ہے، یہ ہمارے لئے افلاطون وجالینوس ہے، دنیا میں کوئی بیماری عشق کی بیماری کے برابر نہیں۔ عشق تو خدا کے اسرار کا عکاس ہے۔ عشاق کا دین بھی تمام ادیان سے مختلف ہے کہ ان کا مذہب وملت صرف خدا ہے ـــــــ محبت سے تلخی بھی شیرینی بن جاتی ہے، تانبا سونا بن جاتا ہے، تلچھٹ صفائی یا پاکیزگی اور بیماری شفا بن جاتی ہے۔ محبت سے قہر بھی رحمت اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ محبت سے مردہ بھی زندہ ہو جاتا ہے اور شاہ غلام بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق کی تعریف زبان سے نہیں کی جا سکتی، قلم عشق کی صفات بیان کرنے سے عاجز ہے اور عقل سے اس کی تشریح ممکن نہیں۔ عشق کی تعریف خود عشق ہی بیان کر سکتا ہے کیونکہ سورج کی دلیل خود سورج ہے:

Marfat.com

شاد باش ای عشق خوش سودای ما — ای دوای جملہ علت ھای ما
ای دوای نخوت و ناموس ما — ای تو افلاطون و جالینوسِ ما
ھر کرا جامہ ز عشقی چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد — کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عاشقی پیداست از زاری دل — نیست بیماری چو بیماری دل
علتِ عاشق ز علت ہا جداست — عشق اسطرلاب اسرار خداست
از محبت تلخ ہا شیرین شود — از محبت مس ہا زرین شود
از محبت دُردہا صافی شود — وز محبت دردہا شافی شود
از محبت سقم صحت می شود — دز محبت قہر رحمت می شود
از محبت خار سوسن می شود — دز محبت خانہ روشن می شود
از محبت مردہ زندہ می شود — وز محبت شاہ بندہ می شود
ھرچہ گویم عشق را شرح و بیان — چون بہ عشق آیم خجل باشم ازان
گرچہ تفسیرِ زبان روشنگر است — لیک عشق بے زبان روشن تر است
عقل در شرحش چو خر درگل بخفت — شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب — گر دلیلت باید از وی رو متاب[65]

یہ تھا علم وحکمت، عقل وعشق اور عرفان وبصیرت کے حوالے سے صوفیائے صاف دل کے تصورات کا ایک مختصر سا جائزہ، اس باب کے آخر میں، ایک دانشور دین کا خوبصورت اور فکر انگیز قول پیش کیا جاتا ہے:

''صاحب علم وحکمت وہ ہے جو جہان شناس ہو، صاحبِ عشق وعرفان وہ ہے جو خدا شناس ہو، صاحب فکر وبصیرت وہ ہے جو خود شناس ہو اور صوفی صاف دل وہ ہے جو خود شناس بھی ہو، خدا شناس بھی، جہان شناس بھی اور حقایق شناس بھی یعنی تاویلات واعتبارات، کشف وکرامات کی دنیا کے بجائے حقائق حیات کی دنیا کا صاحبقران ہو''۔

Marfat.com

باب: ۱۴ تاویلات واصطلاحات

اور صوفیہ

تاویل کے معنی ہیں ظاہری معنوں سے پھیرنا یعنی ظاہری معنوں کی بجائے کوئی اور معانی مراد لینا ____ مجاز مرسل اور استعارے میں بھی ایک لفظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقی اور مجازی معنوں میں کوئی قرینہ ہوتا ہے، جیسے یہ کہا جائے کہ دریا بہہ رہا ہے اور مراد یہ ہے کہ پانی بہہ رہا ہے یہاں دریا اور پانی میں ظرف اور مظروف کا تعلق ہے، اسی طرح استعارے میں شیر کہہ کر بہادر انسان مراد لیا جاتا ہے یوں حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا قرینہ ہوتا ہے یا ہم اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے تشبیہ کا سہارا لیتے ہیں جیسے غصہ یا حسد یا عشق کے جذبوں کی شدت کو بیان کرنے کے لیے غصہ کی آگ، حسد کی آگ یا عشق کی آگ کہا جاتا ہے یعنی ان مذکورہ کیفیتوں یا جذبوں کو آگ سے تشبیہ دی جاتی ہے، جبکہ تاویل میں کسی مناسبت کی وجہ سے یا بغیر کسی مناسبت کے بھی ایک لفظ سے کوئی خاص معنی مراد لئے جاتے ہیں۔

پہلی صدی قبل مسیح کے ایک یہودی صوفی اور عالم دین فیلو (Philo) نے مذاہب کے حوالے سے سب سے پہلے تورات کے مضامین اور عقل میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی، اسی سے رمزیت، باطنیت اور تاویلات نے فروغ پایا۔ اس نے تاویل کے طور پر آدمؑ کو عقل، حوا کو نفس اور سانپ کو (جس نے تورات کے مطابق اماں حوا کو درخت ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی تھی) لذت کہا تھا، اس کی نظر میں ہابیل انسان کے خیر کے پہلو اور قابیل انسان کے شر کے پہلو کی علامت ہے ____ تصوف میں تاویلات کی روایت یا مطالب رمزیہ انداز میں بیان کرنے کا جو دستور ہے یہ بہت حد تک ایران کے قدیم زرتشتی علما کا سا ہے، قطب الدین شیرازی شارح حکمت الاشراق کی نظر میں زرتشتی مذہب میں تصور اہرمن (ابلیس یا شیطان) اور تصور اہورامزدا (خدا) درحقیقت امکان (ممکن والوجود یعنی کائنات) اور وجوب (واجب الوجود یعنی ذات حق جو خود بخود قائم ہے) کا اشارہ ہیں، ان سے مراد دو خدا نہیں ہے۔

مشہور فلسفی ابن رشد (۵۹۵ھ-۵۲۰ھ) نے بھی تاویلات کے باب میں خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ کہتا ہے شریعت نے جن باتوں کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے، اس میں اور برہان عقلی میں کوئی تعارض نہیں۔ سو تاویل کی گنجائش نہیں، شریعت نے جن باتوں کو بیان کیا ہے اور وہ عقلی دلائل کے موافق ہیں ان میں بھی تاویل کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ عقلی دلائل کے مخالف ہیں تو ان کی تاویل کرنی چاہیے۔ تاویل کے

Marfat.com

معنی یہ ہیں کہ لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی لیے جائیں۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ تو شریعت کے تمام الفاظ کو ظاہری معانی پر محمول کرنا چاہیے اور نہ تاویل کے ذریعہ سے ان کے تمام ظاہری معنوں کو چھوڑ دینا چاہیے اور پھر یہ بھی ہے کہ تاویل سب کے لئے نہیں ہوتی۔ اہل علم کے لئے تاویل مفید ہوتی ہے، عوام اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔

مختصراً یوں کہ شریعت کا ایک پہلو ایسا ہے جس کی تاویل جائز نہیں، اصول شریعت میں تاویل کرنا بالکل ناجائز ہے۔ محکمات میں تاویل کی نہ گنجایش ہے اور نہ ضرورت ہے، البتہ متشابہات میں تاویل کی گنجایش ہے، لیکن تاویل کرتے وقت اسلام کے مجموعی مصالح اور مقاصد کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ کوئی ایسی تاویل جو خلقِ خدا کے لئے مضر ہو یا دین میں خلل یا بدعت پیدا کرے اس سے بچنا لازم ہے۔ صدر اسلام میں مسلمان تقویٰ پر عمل کرتے تھے، تاویلات نہیں کرتے تھے۔ جو تاویل سے واقف تھے وہ اسے بیان نہیں کرتے تھے۔ بعد میں تقویٰ کم ہو گیا اور تاویل کا زور ہو گیا، اختلافات بڑھ گئے، اسی وجہ سے مسلمانوں میں فرقے پیدا ہو گئے، خاص طور پر فرقۂ اسماعیلیہ اور فرقۂ اباحیہ نے تاویلات کے استعمال میں بہت ہی افراط سے کام لیا ہے، یہ لوگ آیاتِ قرآنی اور احکام شرعی کے ظاہری پہلو کو نہیں مانتے۔ علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں ایسے فرقوں کی مذمت کی ہے جو تاویلات میں افراط سے کام لیتے ہیں۔

مسلم مفکرین نے تاویلات سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ **الرحمن علی العرش استوا** (سورہ ۲۰، آیت ۵) کی تفسیر کے بارے میں اہل علم نے تاویلات سے کام لیا ہے، اس حوالے سے مالک بن انسؒ نے فرمایا تھا کہ استوی کے معنی معلوم ہیں، اس کی کیفیت سے ہم بے خبر ہیں، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارہ میں سوال کرنا بدعت ہے۔[2] ــــــــ صوفیانہ ادب میں تاویلات کا کافی ذخیرہ ہے۔ صوفیہ کی نظر میں دین کے دو پہلو ہیں ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ دین کا باطنی پہلو یا صوفیہ کی واردات قلبی یا ان کے روحانی تجربات لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتے، اس لئے انہوں نے رمزیہ انداز بیان اختیار کیا جس سے رمزیت یا باطنیت یا تاویل کا انداز وجود میں آیا گویا، بقول مولانا رومؒ اچھا یہ ہے کہ محبوب کی بات رمزیہ انداز میں کہی جائے، ذکر دوسروں کا ہو لیکن اشارہ محبوب کی طرف ہو۔

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ تاویل کرنا ان کا ذاتی اجتہاد نہیں بلکہ خدا کی بخشش اور عطائے ربانی ہے یا علم لدنی ہے ــــــــ کہا جاتا ہے کہ تصوف اسلامی میں تاویلات کا آغاز رابعہ عدویہ کے اقوال سے ہوا۔

Marfat.com

تمہیدات میں عین القضاۃ ہمدانی نے اس آیت لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب والمیزان (سورہ ۵۷، آیت ۲۵) میں میزان سے مراد عقل لی ہے، اسی طرح منکر نکیر کے بارے میں ان کا قول ہے کہ منکر سے اعمال بد اور نکیر سے اعمال صالح مراد ہیں، جنت وصال خدا ہے اور دوزخ، فراق حق ہے۔۳۔ سعد الدین حمویہؒ نے المصباح فی التصوف میں حور کو عکسِ روح کہا ہے اور شجر طوبیٰ سے عقل اکبر مراد لی ہے، اسی طرح بہت سی تاویلیں بیان کی ہیں۔۴۔ سعد الدین حمویہؒ کے مرید عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں آیت قرآنی "والتین والزیتون و طور سینین" (سورہ ۹۵) میں تین سے مراد دوات ہے جو دریائے کل ہے اور نور وظلمت کا لباس ہے اور زیتون سے مراد عقل اول ہے جو قلم خدا ہے اور طور سینین سے مراد فلک اول ہے جو عرش خدا ہے اور بلد الامین سے مراد انسان کامل ہے جو خلاصہ موجودات اور علوم و معارف کا مجموعہ ہے۔ بلد اس لیے کہا گیا ہے کہ انسان کامل مصر جامع ہے اور تمام اوصاف اور اخلاق پسندیدہ سے مزین ہے اور امین اس لیے کہا گیا ہے کہ انسان کامل خوف سے محفوظ ہے۔ عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں پل صراط سے مراد انسانی روح کا نزول وعروج ہے۔ صراط وہ خط ہے جو دوزخ کے منہ پر بنایا گیا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اس پل صراط پر کچھ جلدی سے گزر جاتے ہیں اور کچھ مشکل سے اور کچھ گزر نہیں سکتے اور دوزخ میں گر جاتے ہیں۔ پل صراط کو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز اس لیے کہتے ہیں کہ ہر کام میں اعتدال، توازن اور میانہ روی صراط مستقیم ہے اور عقل کا طریقہ ہے جو بہت کٹھن ہے۔ افراط یا تفریط تقاضائے نفس ہے جو دوزخ ہے۔

عزیز الدین نسفیؒ کی نظر میں جنت کی حقیقت موافقت شریعت اور دوزخ کی حقیقت مخالفت شریعت ہے۔ جنت اور دوزخ کے بہت سے دروازے ہیں تمام اچھے اقوال اور افعال اور اخلاق حمیدہ جنت کے دروازے ہیں اور اسی طرح تمام ناپسندیدہ اقوال و افعال اور اخلاق حمیدہ دوزخ کے دروازے ہیں کیونکہ انسان کو جو خوشی اور راحت ملتی ہے وہ پسندیدہ اخلاق ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ہر قسم کا غم اور دکھ اخلاق ذمیمہ سے حاصل ہوتا ہے، دوزخ کے دروازے سات ہیں اور جنت کے آٹھ ہیں کیونکہ انسان کے حواس بھی آٹھ ہیں۔ پانچ ظاہری حواس یعنی دیکھنے، سننے، چکھنے، محسوس کرنے، اور سونگھنے کی قوتیں اور تین حواس باطنی یعنی خیال، وہم اور عقل ہیں، جب عقل ان دوسرے سات حواس کے ہمراہ نہ ہو اور ساتوں حواس نافرمانی کریں اور طبیعت یا نفس کے حکم کو مانیں تو یہ ساتوں حواس دوزخ کے دروازے بن جاتے ہیں اور جب ان پر عقل حاکم ہو جائے اور ساتوں حواس عقل کے فرمانبردار ہوں تو یہ سارے آٹھوں کے آٹھ دروازے جنت کے دروازے بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

اگرچہ عام صوفیہ کی نظر میں جنت سے مراد قربت حق ہے اور دوزخ سے مراد حق سے دوری ہے، لیکن نسفیؒ کی نظر میں جنتیں بھی تین ہیں اور دوزخیں بھی تین ہیں، کم عقلوں کی جنت موافقت حق ہے اور دوزخ مخالفت حق ہے، داناؤں کی جنت اور دوزخ شریعت کی ضروری باتوں کو اختیار کرنا اور ان کا ترک کرنا ہے اور عشاق کی جنت کشف یا شہود ہے اور دوزخ حجاب ہے۔ 5

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے قل ھو اللہ کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ ابوالعباس قصابؒ نے اس آیت کی یوں تاویل کی ہے کہ ''قل'' شغل ہے، ''ھو'' اشارت ہے اور ''اللہ'' عبارت ہے اور توحید کی حقیقت اشارت وعبارت سے پاک ہے، شیخ نے آیت قرآنی ان اکرم کم عنداللہ اتقاکم (سورہ ۴۹، آیت ۱۳) کی تفسیر یوں فرمائی بلکہ تاویل کے طور پر کہا کہ جب تم اپنے نفس سے پرہیز کرو گے تو خدا کو پالو گے۔ 6

صوفیہ کے ہاں اصطلاحات کے استعمال کا بھی رواج ہے ____ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دوسروں تک اپنی بات یا دلی کیفیات کو پہنچانے کے لئے یا اظہار خیال کے لئے انسان کے پاس تین ذریعے ہیں: (۱) الفاظ وعبارات (۲) اشارات وکنایات (۳) چہرے کے تاثرات ____ ہم چہرے کے تاثرات سے غصہ، خوشی یا خفگی وغیرہ کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور یہ تاثرات معین ہوتے ہیں ____ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ کسی کی خاموشی کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ گونگا ہے یا بولنے سے انکاری ہے بلکہ یہ بھی ایک طرح سے بولنا ہی ہوتا ہے

خموشی معنیٔ دارد کہ درگفتن نمی آید

اسی طرح ہاتھ کے اشاروں سے ہم اظہار خیال کرتے ہیں، عموماً گونگے بہرے ہاتھ کے اشاروں سے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں، یہ اشارے بھی معین ہوتے ہیں، یعنی ہر بات کے اظہار کے لیے اشارہ معین ہوتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے سے جب مطلب بیان کیا جاتا ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں: (۱) ایک بالکل واضح الفاظ میں اظہار خیال کیا جاتا ہے جیسے کسی کی ماں کے مرنے کے بارے میں کہا جائے کہ اُس کی ماں مرگئی (۲) تشبیہ، استعارے یا مجاز مرسل یا کنایہ کے استعمال سے ہم اپنی بات کو خوبصورت یا واضح تر بنا دیتے ہیں جیسے ''اس کی ماں مرگئی'' کے بجائے یہ کہا جائے کہ اُس کی ماں خدا کو پیاری ہوگئی (۳) ایسی بات کو جو خاص علوم یا روحانی کیفیات سے متعلق ہوں اور جس کا ادراک عام لوگوں کے لیے ممکن نہ ہو، مخصوص الفاظ یا تراکیب کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے جنہیں اصطلاحات کہا جاتا ہے ____ تقریباً ہر علم کی اصطلاحات ہوتی ہیں جو مخصوص معانی رکھتی ہیں۔ تصوف میں بھی اصطلاحات ہیں ____ یہ اصطلاحات مختلف قسم کی ہیں:

Marfat.com

(۱) ایک علمی جیسے تجرید وتفرید، صحو ومحو، قبض وبسط وغیرہ۔

(۲) شاعرانہ یا عاشقانہ اصطلاحات جیسے خال سے مراد انسان کامل کا دل، عشوہ سے تجلی جمال، زلف سے غیب ہویت بھی اور ظلمت کفر بھی، رخسار سے صورت انسان کا خلاصہ، لب سے فیض رحمانی، چشم سے شہودِ حق، ابرو سے مراد صفات حق یا قاب قوسین۔

(۳) رندانہ پہلو رکھنے والی اصطلاحات جیسے شراب سے مراد عشق، خم خانے سے عالم تجلیات، مے خانے سے خانقاہ پیر، بت خانے سے عالم لاہوت، خرابات سے مقامات محو وفنا، پیر خرابات سے مرشدِ کامل، صراحی سے مقام مستی، جام سے مراد دلِ عارف، ساغر سے مراد مشاہدۂ انوار غیبی، شاہد سے مراد تجلی ذات حق۔

(۴) مذہبی پہلو رکھنے والی اصطلاحات جیسے حج سے مراد سفر معنوی، کعبہ سے مراد ذات حق، حجر اسود سے مراد لطیفۂ انسانی اور ترسا بچہ سے مراد پیر کامل، بت سے مراد توحید حق وغیرہ ـــــ اس شعر میں:

چہ می گویم کہ ہست ایں نکتہ باریک — شب روشن میان روز تاریک

شب روشن سے مراد نور سیاہ ہے جسے نور ذات بھی کہتے ہیں اور روز تاریک سے مراد تجلیات اسمائی، صفاتی اور افعالی ہیں جو بظاہر روشن ہیں لیکن حجاب ذات حق ہیں۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ میں کیا بتاؤں یہ نکتہ بہت باریک ہے کہ ذاتِ حق جو شبِ روشن ہے وہ روزِ تاریک میں یعنی تجلیات اسمائی، صفاتی اور افعالی میں موجود ہے یعنی خدا کا جلوہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں موجود ہے۔

وہ صوفیہ جو صاحبِ تمکین ہوتے ہیں وہ متصوفانہ اصطلاحات کے استعمال میں محتاط ہی نہیں بلکہ محترز بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی واردات روحانی کو اپنے تک ہی محدود رکھتے ہیں، ان کے بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر کچھ بیان کرتے ہیں تو شریعت کی حدود میں رہ کر نہایت احتیاط کے ساتھ زبان پر لاتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی باتوں کے غلط معنی نہ لیں ـــــ وہ صوفیہ جو اہل تمکین نہیں ہوتے وہ اپنے مشاہدات، مکاشفات اور روحانی کیفیات خاص لفظوں میں بیان کرتے ہیں جنہیں اصطلاحات تصوف کہا جاتا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ـــــ بعض اوقات کچھ صوفیہ اپنے مشاہدات اور مکاشفات کو نہایت بے باکی سے بیان کرتے ہیں، انہیں شطحیات کہا جاتا ہے، شطحیات شطح کی جمع ہے شطح کے معنی ہیں بے باکی سے باتیں کرنا، تصوف کی اصطلاح میں وہ کلمات ہیں جو صوفیہ کی زبان سے غلبۂ حال، مستی یا شوق و وجد میں بے اختیار زبان پر آجاتے ہیں اور بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں مگر حقیقت میں کسی باطنی کیفیت کا اشارہ ہوتے ہیں۔ محتاط صوفیہ شطحیات کو نہ رد کرتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں، اُن کے خیال میں ایسے الفاظ کا زبان پر لانا،

Marfat.com

اگر بلا اختیار اور بغیر قصد ایسا کیا جائے، تو نہ کفر ہے نہ بدعت اور اگر بغیر غلبہ اور بغیر تاویل کے ایسا کلمہ کہا جائے تو کفر ہے اور اگر ایسا کلمہ تاویل سے کہا جائے تو یہ بدعت ہے۔ شطحیات کے حوالے سے حلاج"، شبلیؒ اور بایزید بسطامیؒ کا ذکر صوفیانہ ادب میں عام ملتا ہے۔ خاص طور پر منصور حلاجؒ کا انا الحق کہنا تو خاصا مشہور ہے۔

تاویلات اور اصطلاحات میں بظاہر ایک لفظ کے ایک خاص معنی مراد لیے جاتے ہیں لیکن ان دونوں میں ایک لطیف فرق بھی ہے، تاویلات میں ایک لفظ اپنے اصلی معنوں میں رہتا ہے لیکن اس لفظ سے کچھ اور معنی یعنی مجازی معنی بھی مراد لیے جاتے ہیں جبکہ اصطلاحات میں ایک لفظ اپنے اصلی معنی کی بجائے اپنے نئے وضع کردہ معنی میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی خاص معنی کے لیے ہی وضع کیا جاتا ہے۔

تاویلات و اصطلاحات کے ساتھ صوفیہ کے ہاں اعتبارات بھی ہیں، اعتبار تصوف میں حقیقت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے، اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب عارف کوئی قرآنی آیت، حدیث یا واقعہ سنتا ہے تو اس کا ذہن معرفت کے کسی نکتہ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے، اس انتقال ذہنی کو اعتبار کہا جاتا ہے مثلاً ایک صوفی اگر یہ حدیث سنے کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا تو وہ کہے کہ سچ ہے جس خانۂ قلب میں حرص کا کتا اور ماسوا کی تصویر ہو یعنی ماسوا کی محبت بسی ہوئی ہو اس میں عشق حق نہیں سما سکتا۔ اس نوع کا انتقال ذہنی جائز سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قصۂ بلقیس و سلیمان میں حضرت سلیمانؑ کو دل، بلقیس کو نفس، شہر سبا کو شہر جسم، ہدہد کو قوت متفکرہ اور الذی عندہ علم، من الکتاب (سورہ ۲۷، آیت ۴۰) کو عقل فعال اور عرش بلقیس یا تخت بلقیس کو انسانی طبیعت سے تشبیہ دی جائے تو اس قسم کے انتقال ذہنی کو اعتبارات کہا جاتا ہے۔ محی الدین ابن عربیؒ"، عین القضاۃ ھمدانی"، سعد الدین حمویہ"، عزیز الدین نسفیؒ اور سہروردی مقتولؒ کے ہاں تاویلات و اعتبارات عام ہیں ___ تاویل و اعتبار کے حوالے سے ایک دانشور نے یوں کہا ہے کہ زوال پذیر قوموں کے لیے تاویل و اعتبار اور کشف و کرامت کی روایت افیون کی چسکی کی طرح ہوتی ہے جس میں ایک مردہ قوم (قرآن جسے قوم عمین یعنی اندھی قوم کہتا ہے ___ سورہ ۷، آیت ۶۴) ذہنی طور پر مگن رہتی ہے لیکن زندہ قوموں یا بیدار مغز اقوام کے افعال و اقوال اتنے واضح، اتنے روشن، اتنے اچھے، اتنے سچے، اتنے کھرے اور اتنے معتبر ہوتے ہیں کہ انہیں تاویل و اعتبار کی روایت اپنانے یا کشف و کرامت کا سہارا لینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

باب:۱۵ خواب وکشف وکرامات

اور صوفیہ

خواب بھی زندگی کی ایک حقیقت ہے اور خود حقیقت کا ایک پہلو خواب بھی ہے، کسی دانشور کا قول ہے کہ خواب انسان کی اندرونی کیفیات کا حقیقی اظہار ہوتے ہیں، وہ حقائق جو انسان دیکھنا نہیں چاہتا یا چھپانا چاہتا ہے خواب انہیں پیش کردیتے ہیں ـــــ سچے خواب حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں، سچے اور نیک دل لوگ سچے اور اچھے خواب دیکھتے ہیں اور خوابوں کی سچی تعبیر بھی سچے اور نیک لوگ ہی بتاتے ہیں ـــــ خواب نیند میں دیکھے جاتے ہیں اور نیند کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نیند ایک چھوٹی موت ہے اور موت بڑی نیند ہے ـــــ انسان ہی خواب دیکھتا ہے حیوانات خواب نہیں دیکھتے، یوں خواب دیکھنا ایک طور سے انسان ہونے کی دلیل بھی ہے ـــــ عام طور پر جو شخص دن میں سکھ اور سکون دیکھتا ہے وہ رات کو بھی میٹھے خواب دیکھتا ہے، جو دن میں دکھ اور غم دیکھتا ہے وہ عموماً رات کو بھی ڈراؤنے خواب دیکھتا ہے۔ اہل دولت نیند کی کڑوی گولیاں کھا کر کڑوے خواب دیکھتے ہیں اور مفلس اپنے میٹھے خوابوں ہی میں مگن رہتے ہیں ـــــ خوابوں کی حقیقت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ معاشرہ کتنا ہی جبر دوست اور ستم پرور کیوں نہ ہو خواب دیکھنے پر پابندی نہیں لگا سکتا ـــــ خواب صرف نیند ہی میں نہیں بیداری میں بھی دیکھے جاتے ہیں البتہ ایسے خوابوں کی تعبیر سچا اور نیک لوگوں سے نہیں پوچھی جاتی بلکہ اپنی قوت بازو سے تراشی جاتی ہے یعنی مردان اولوالعزم اپنے عزائم کو مسلسل جدوجہد اور محنت وکوشش سے پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہیں ـــــ تصوف میں بھی خواب کی ایک حقیقت یا معنویت ہے اگرچہ زیادہ تر روحانیت کے حوالے سے ہے لیکن اس کے اور بھی کئی پہلو ہیں۔ صوفیہ کی نظر میں خواب نیند یا سونا بھی ہے جس کی کئی قسمیں ہیں، ایک خواب سنت ہے جسے قیلولہ کہتے ہیں، جو مقوی دماغ وقلب ہے۔ حدیث میں ہے القیلولہ تزید فی العقل یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تک سونا جسے قیلولہ کہتے ہیں عقل میں اضافہ کرتا ہے۔ دوم خواب بدعت ہے، یعنی نماز کے وقت سونا، سوم خواب عادت ہے، یعنی عشاء کی نماز کے بعد سونا، چہارم خواب ندامت ہے یعنی مجلس علم میں سونا ـــــ صوفیہ کے بقول سیدھا لیٹنا خواب انبیا ہے کہ وہ کائنات کے نظام پر غور وفکر کرتے ہیں، دائیں طرف سونا خواب عابدان ہے، منہ کے بل سونا خواب شیاطین ہے اور بائیں طرف سونا خواب ملوک ہے ـــــ خواب ملوک کے حوالے سے سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک ظالم حاکم نے ایک درویش سے پوچھا کہ سب سے افضل کون سی عبادت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارے لیے خواب نیم روز یعنی قیلولہ تا کہ اس تھوڑی سی مدت

Marfat.com

ہی میں خلق خدا تمہارے ظلم سے بچی رہے ______ حکما کہتے ہیں کہ خواب یا نیند ایک ایسی حالت کا نام ہے کہ جو جانداروں اور انسانوں پر طاری ہوتی ہے اور جس کے نتیجے میں ان کے احساسات اور حرکات معطل ہو جاتی ہیں لیکن حواسِ باطنی عمل کرتے رہتے ہیں، اس حالت میں نفسِ انسانی اپنے جہان میں چلا جاتا ہے، اس لئے کہ نفسِ انسانی عالمِ ملکوت سے معنوی تعلق رکھتا ہے۔ انسان کو عالم ملکوت سے تعلق قائم رکھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ جسمانی اعمال اور حواسِ ظاہری ہیں لیکن خواب میں یہ رکاوٹ ایک حد تک دور ہو جاتی ہے چونکہ تمام کائنات کی صورتیں ازل سے لے کر ابد تک حق تعالیٰ کے علم یا آسمانی عقول ونفوس میں موجود ہیں، ان صورتوں میں سے بعض تقابل کے لحاظ سے خواب کی صورت میں نفسِ انسانی میں منقش ہو جاتی ہیں، جس طرح کہ حسی صورتیں آئینہ میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ یہ صورتیں نفسِ ناطقہ سے حسِ مشترک میں آتی ہیں وہاں قوت متصرفہ اس کی ترتیب وترکیب کرتی ہے اور شغل، پیشے یا کیفیت مزاج سے ذہنی مناسبت اور مشابہت کی بنا پر اس صورت کو بہت سے مختلف لباس پہنا دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خواب کو تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے، خوابوں کے درجے ہیں، کچھ خواب ایسے ہوتے ہیں جو حقیقت محض ہوتے ہیں، ان کو تعبیر کی حاجت نہیں ہوتی۔ یہ خواب نفس مطمئنہ سے متعلق ہیں، یعنی یہ نعمت اسے نصیب ہوتی ہے جو نفس مطمئنہ کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ کچھ ایسے خواب ہوتے ہیں جن پر قوت متخیلہ نے تصرف کیا ہوتا ہے، ان کی تعبیر بیان کرنا ضروری ہوتا ہے، ایسے خواب نفس لوّامہ سے متعلق ہیں یعنی صاحبِ نفس لوّامہ ایسے خواب دیکھتا ہے۔ کچھ ایسے خواب بھی ہوتے ہیں جو عالمِ ملکوت سے نقش پذیر نہیں ہوتے اور صرف قوتِ متخیلہ کی تخلیق ہوتے ہیں، انھیں اضغاثُ احلام یا خواب پریشان کہتے ہیں، ان کی تعبیر نہیں ہوتی۔ یہ خواب نفس امّارہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ انہیں خواب شیطانی بھی کہا جاتا ہے۔

مشہور صوفی عزیز الدین نسفیؒ مصنف الانسان الکامل فرماتے ہیں کہ انسان میں تین قوتیں ہیں: ایک قوت ادراک، ایک قوت عملی اور ایک قوت خیال۔ بعض انسانوں میں یہ تینوں قوتیں قوی ہوتی ہیں اور بعضوں میں یہ تینوں قوتیں کمزور اور بعضوں میں ان میں سے چند قوتیں کمزور اور چند قوتیں طاقتور۔ جس انسان میں قوت خیال قوی ہو وہ اس قسم کی صورتیں خواب میں بھی دیکھتا ہے اور بیداری میں بھی، خواب میں اکثر لوگ دیکھتے ہیں لیکن بیداری میں کم لوگ دیکھتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان خواب میں پیاسا ہوتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اسے ٹھنڈے پانی کا پیالہ دے رہا ہے جس کو پی کر اس کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ یہ صورت، یہ پانی تمام تر خیال ہے، ان صورتوں کی تصویر کشی کرنے والا خود خواب دیکھنے والے کے اندر موجود

Marfat.com

ہے۔ بعض وقت بیداری میں بھی کچھ لوگ ایسی صورتیں دیکھ لیتے ہیں، کوئی شخص جنگل میں سخت پیاسا ہو اور پانی نہ ہو تو کوئی شکل نظر آ جاتی ہے جو ٹھنڈے پانی کا پیالہ اسے پیش کرتی ہے اور اس کی تشنگی دور ہو جاتی ہے۔ یہ سب قوت خیال کی کارفرمائیاں ہیں ــــــ خواب دیکھنے کے اسباب دو قسم کے ہیں۔ ایک حواس اندرونی اور ایک ملائکۂ آسمانی، جو خواب حواس اندرونی سے پیدا ہوتے ہیں ان کا تعلق حواس خمسۂ باطنی سے ہے اور خاص طور پر خیال اور حافظہ سے۔ خیال حس مشترک کا خزانچی ہے اور حافظہ وہم کا خزانچی ہے۔ یہ دونوں خزانچی صورتوں اور معنوی چیزوں کو جو انسان کے ذہن میں محفوظ ہوتی ہیں طلب کرنے پر پیش کر دیتے ہیں، اگر جلدی پیش کر دیں تو کہتے ہیں کہ بات جلدی یاد آ گئی۔ اگر دیر میں پیش کریں تو کہتے ہیں کہ بات دیر میں یاد آئی اور اگر بالکل پیش نہ کریں تو اس سے مراد بھول یا نسیان یا یاد نہ آنا ہے۔ ماضی کے حالات ہمارے ذہن میں محفوظ رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً یاد آتے رہتے ہیں۔ صوفیہ انھیں خواطر کہتے ہیں۔ اور نفی خواطر تصوف کی ایک شرط ہے اور علما انھیں خیالات فاسد کہتے ہیں کہ ان کا ترک کرنا لازم ہے، یہی خیالات اور خواطر خواب میں بھی نظر آتے ہیں، ایسا خواب دیکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ان خوابوں کی تعبیر بھی کوئی نہیں ہوتی ــــــ اگر انسانی بدن میں اخلاط اربعہ (یعنی سودا، صفرا، خون اور بلغم) میں سے کوئی ایک غالب ہو جائے تو اس کے مطابق خواب میں چیزیں نظر آتی ہیں مثلاً اگر صفرا غالب ہو تو قوت خیال خواب میں زرد چیزوں کو پیش کرتی ہے، جیسے زرد کپڑے، زرد پھول، آگ کے شعلے خواب میں دکھائی دیتے ہیں، اس کی تعبیر یہ ہے کہ صفراوی مزاج اس پر غالب ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو ایسی دوا دی جائے جس سے صفرا کم ہو ورنہ صفراوی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر خون غالب ہو تو خواب میں سرخ چیزیں نظر آئیں گی، اگر بلغم غالب ہو تو سفید چیزیں اور بہتا ہوا پانی یا دریا نظر آئیں گے اور اگر سودا کا غلبہ ہوگا تو سیاہ چیزیں نظر آتی ہیں ــــــ ایک وہ خواب ہیں جو ملائکہ سماوی کے واسطے سے نظر آتے ہیں جب خواب کی وجہ سے حواس معزول ہو جاتے ہیں اور دل کا آئینہ پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت آسمانی فرشتوں سے دل کو مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ چیزیں جو فرشتوں کے علم میں ہیں ان کا عکس خواب دیکھنے والے کے دل کے آئینے پر منعکس ہو جاتا ہے۔ یہ سچے خواب ہوتے ہیں اور یہی وہ خواب ہیں جن کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے کہ الرؤیا الصالحة جزءٌ من ستة و اربعین جزءً من النبوة یعنی سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے [1]

کہتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین کیقبادؒ نے ایک عجیب خواب دیکھا، اس نے اپنا خواب حضرت بہاولدؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر

Marfat.com

سونے کا ہو گیا ہے اور میرا سینہ چاندی کا بن گیا اور ناف کے نیچے سارا جسم کانسی کا ہو گیا اور میری دونوں رانیں ہڈیاں بن گئیں اور میرے دونوں پاؤں مچھر کی طرح ہو گئے۔ شیخ شہاب الدینؒ نے حضرت بہاولدؒ سے کہا کہ آپ اس کی تعبیر بتایئے، سلطان العلما نے فرمایا کہ جب تک تم دنیا میں رہو گے تو دنیا میں سب لوگ تمہارے زمانے میں آسودہ حال، سچے اور سونے کی طرح قدر و قیمت والے ہوں گے۔ تمہارے انتقال کے بعد تمہارے بیٹے کے زمانے میں عوام چاندی کی طرح ہوں گے اور تمہارے پوتے کے زمانے میں کانسی کی طرح کم ہمت اور بے فیض ہو جائیں گے اور جب اس کے بیٹے کا دور آ جائے گا تو مخلوق میں صفا، وفا اور شفقت نہیں رہے گی اور جب تمہاری چوتھی اور پانچویں پشت کے پاس سلطنت آئے گی تو روم کی سلطنت برباد ہو جائے گی اور آل سلجوق ختم ہو جائیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا ______ حضرت بایزیدؒ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، اس شخص نے پوچھا کہ مرنے کے بعد آپ سے کیا سلوک ہوا؟ فرمایا مجھ سے کہا گیا کہ اے بوڑھے کیا لائے ہو؟ میں نے کہا، کہ فقیر بادشاہ کے دربار میں آتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا مانگتے ہو؟ یہ نہیں کہا جاتا کہ کیا لائے ہو؟[۲]

نجم الدین رازیؒ اپنی کتاب مرصاد العباد میں خواب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک ظہوراتِ غیبی یا مشاہداتِ غیبی جو عام طور پر ریاضتِ نفس اور تصفیۂ دل کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں دو قسم کے ہیں: ایک خواب اور دوسرا واقعہ، پھر خواب بھی دو قسم کے ہیں: ایک خواب صوری اور دوسرے خواب معنوی، اسی طرح واقعہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک واقعۂ صوری اور دوسرا واقعۂ معنوی۔ خواب صوری وہ ہوتے ہیں کہ جب حواس ظاہری کلی طور پر معطل ہو جائیں اور قوت خیال غالب ہو جاتی ہے تو خواب کے غلبہ میں کچھ چیزیں نظر آتی ہیں اور نفس غلبۂ خیال کے ذریعہ ان کا ادراک کرتا ہے اور خیال ہوا جس شیطانی (یعنی خواہشات نفسانی) اور وساوسِ نفسانی (نفسانی وسوسے) سے ان کی نقشبندی کر کے نفس کی نظر میں لے آتا ہے، ایسے خواب کی تعبیر نہیں ہوتی۔ ان خوابوں کو خوابہائے پریشان یا اضغاث احلام کہتے ہیں۔ ایسے خوابوں سے توبہ کرنا لازم ہے۔ خواب معنوی دو نوع کے ہیں، ایک صالح دوسرے صادق۔ خواب صالح حق کی طرف سے ہوتا ہے، اسے رؤیائے صالح بھی کہتے ہیں، اسی کے بارے میں حدیث پاک ہے کہ ایسے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔ ایسے خواب میں نفس مغلوب روح ہوتا ہے، خیال مغلوب حق اور حواس بیکار و معطل ہو جاتے ہیں۔ اس کا دل حقایق کا آئینہ بن جاتا ہے۔ خواب صالح دو قسم کے ہیں: ایک وہ خواب ہے کہ جس میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حقیقت بعینہ ظاہر ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے

Marfat.com

حضرت اسماعیلؑ سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (سورہ ۳۷، آیت ۱۰۲) ___ چونکہ یہ وحی تھی اس لئے اسے تعبیر کی ضرورت نہیں تھی، بیٹے نے جواب دیا کہ یا ابت افعل ما تؤمر (یعنی اے ابا جان! جیسا کہ حکم خدا ہوا ہے ویسا ہی آپ عمل کیجئے) (سورہ ۳۷، آیت ۱۰۲) دوسرا وہ خواب صالح ہے جس کو تعبیر و تاویل کی حاجت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں (سورہ ۱۲، آیت ۴)۔ اس خواب میں گیارہ ستاروں سورج اور چاند کی تعبیر و تاویل کی حاجت تھی۔ جس سے مراد حضرت یوسفؑ کے گیارہ بھائی اور والدین تھے۔ خواب صالح نبی، ولی، عارف اور مومن دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خواب صادق وہ ہے جو مومن، کافر، برہمن اور راہب سب دیکھتے ہیں، یہ خواب کچھ روحانیت کا پہلو لئے ہوتے ہیں، جیسا کہ مصر کے بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ سات دبلے بیل سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں۔ (سورہ ۱۲) یا جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے ساتھی قیدیوں میں سے ایک نے خواب میں دیکھا کہ وہ شراب نچوڑتا ہے، دوسرے نے دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیاں ہیں جسے جانور کھا رہے ہیں (سورہ ۱۲، آیت ۳۶)۔ ان خوابوں کو تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اہل خلوت پر کبھی کبھی ذکر و استغراق میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ امور غیبی کے کچھ حقائق ان پر منکشف ہو جاتے ہیں، صوفیہ اسے مکاشفہ کہتے ہیں، مکاشفات جھوٹے نہیں ہوتے، البتہ واقعہ جھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور سچا بھی۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو کشف کوئی عطا ہوا تھا، حضور ﷺ سے منسوب اس حدیث اللھم ارنا الاشیاء کما ھی (یعنی اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت دکھا) اور اس آیت سے فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید (سورہ ۵۰، آیت ۲۲) یعنی ہم نے تجھ سے تیرا پردہ (تیری آنکھ کا پردہ) کھول دیا پس تیری نظر آج تیز ہے ___ کشف یا مکاشفہ کے بارے میں صوفیہ استشہاد کرتے ہیں۔ کشف سے مراد وہ چیز جو حجاب سے باہر آ جائے یعنی اس بات کا منکشف ہونا، جو حواس پنجگانہ ظاہری و باطنی سے ادراک نہیں کی جا سکتی۔ یہ مقام ریاضت و عبادت کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ ایک کشف عقلی یا کشف نظری ہے جو صفائے عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ قابل اعتماد نہیں، ادراک کا کمتر درجہ ہے اسے علم الیقین کہا جا سکتا ہے، دوسرا کشف قلبی یا کشف دلی ہے۔ اسے کشف شہودی بھی کہتے ہیں، اسے عین الیقین کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کشف روحی ہے یہ کشف کا بلند ترین مقام ہے گویا حق الیقین ہے۔ اس مقام پر زمان و مکان کے حجابات اٹھ جاتے ہیں، یہاں نہ اسم ہے، نہ رسم ہے، نہ وحدت، نہ کثرت، نہ شاہد، نہ مشہود، نہ کشف، نہ مکشوف، غرض کچھ باقی نہیں رہتا سوائے حق کے کل شیءٍ ھالک، الا وجھہ یعنی ہر چیز سوائے اللہ کے فنا ہو جاتی ہے۔ (سورہ ۲۸، آیت ۸۸)۔

Marfat.com

واقعہ وہ ہے جو خواب اور بیداری کے درمیان واقع ہو، اس طور کہ حواس ظاہری مغلوب نفس نہیں ہوتے، اکثر مراقبہ میں ایسا ہوتا ہے۔ واقعۂ صوری میں مومن، کافر، راہب، برہمن سب شریک ہیں۔ ریاضت و تصفیۂ دل کی بنا پر کچھ غیب کی باتیں انسان پر ظاہر ہو جاتی ہیں لیکن کافر قرب و قبولیت کے حق سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے حجابات اور کفر و ضلالت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اسے استدراج بھی کہا جاتا ہے ــــــ واقعۂ معنوی وہ ہے جو موحدین کی نظر میں انفس و آفاق کے آئینہ کے ذریعہ جمال و جلال خداوندی رونما کرتا ہے، قرآنی آیت سنریھم آیٰتنا فی الآفاق و فی انفسھم (سورہ ۴۱، آیت ۵۳) اسی حقیقت کی مظہر ہے۔ یہ واقعۂ معنوی موحدین کے لئے قرب حق اور زیادتی ایمان کا سبب بنتا ہے۔[۳۲]

آسمانی فرشتے جب کوئی بات انسان کے دل میں ڈالتے ہیں تو اگر وہ بات بیداری میں ہو تو اس کا نام الہام یا القا ہے، اگر خواب میں ہو تو اس کا نام سچا خواب ہے، کبھی صرف آواز آتی ہے اسے آواز ہاتف یا آواز سروش کہتے ہیں اور جب آسمانی فرشتے انسان کے روپ میں زمین پر آئیں اور خدا کی بات نبیوں تک پہنچائیں تو اس کا نام وحی ہے۔ بعض انبیا کو خواب میں بھی وحی آئی ہے ــــــ جو بات شیطان دل میں ڈالتا ہے اسے وسوسہ کہتے ہیں۔ ایک روز حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ نیشاپور سے طوس جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک مرید تھا، سخت سردی سے ان کے پاؤں سوج گئے، ان کے مرید کے دل میں خیال آیا کہ اپنی گرم چادر کو پھاڑ کر ان کے دونوں پاؤں پر لپیٹ دے تاکہ پاؤں کو سردی کم محسوس ہو۔ پھر خیال آیا کہ یہ چادر بہت قیمتی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ طوس پہنچ کر وہ درویش حضرت ابو سعیدؒ کی مجلس میں آیا اور پوچھا وسوسہ اور الہام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا میرے ساتھ سفر میں تیرے دل میں جو یہ خیال آیا تھا کہ تو اپنی چادر کو میرے پاؤں پر لپیٹ دے الہام تھا اور اس خیال سے باز رکھنے والی چیز وسوسہ۔

صوفیہ سے کرامتیں بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ نسفیؒ کی نظر میں سب سے بڑی کرامت علم حق اور اخلاق حمیدہ ہے۔ جو جتنا زیادہ صاحب علم اور صاحب اخلاق ہے اس کی کرامت اور قربت حق بھی زیادہ ہے ــــــ صوفیہ کی نظر میں عادت کے خلاف جو امور ظاہر ہوتے ہیں وہ چار قسم کے ہیں: (۱) معجزہ صرف انبیا سے مخصوص ہے کہ وہ علم و عمل میں کامل ہوتے ہیں (۲) کرامت اولیا سے متعلق ہے کہ انہیں بھی علم و عمل میں کمال حاصل ہوتا ہے (۳) وہ خلاف عادت امر جو مجذوبین یا مجنونان عاقل سے سرزد ہوتا ہے اسے معونت کہتے ہیں کہ یہ حضرات علم و عمل سے محروم ہوتے ہیں (۴) استدراج وہ خلاف عادت بات ہے جو کسی کافر یا غیر مسلم سے سرزد ہو جیسے جادو وغیرہ۔ صوفیہ کی نظر میں کرامت کی تین قسمیں ہیں: (۱) جہاں علم ہو اور ارادہ بھی

Marfat.com

جیسے حضرت عمرؓ کے فرمان سے دریائے نیل کا جاری ہونا (۲) جہاں نہ علم ہو اور نہ ارادہ ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے میں دو چند اضافہ ہو جانا۔ (۳) جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریمؑ کے پاس بے فصل میووں کا آ جانا۔[۴]

بزرگانِ دین نے کرامت کا اخفا واجب قرار دیا ہے۔ البتہ جہاں مرید کے یقین کو قوی کرنا مقصود ہو یا غیب سے اس کے اظہار کرنے کا حکم ہو، وہاں اس کا اظہار کیا جا سکتا ہے ـــــ جو بات شریعت میں حرام ہے وہ تصرفات سے بھی کرنا حرام ہے، جیسے کسی کا قتل کرنا یا کسی کا راز معلوم کرنا وغیرہ ـــــ کرامت کے ساتھ ساتھ صوفیہ میں فال لینے اور استخارہ کرنے کا رواج بھی ہے، فال یہ ہے کہ اتفاق سے کوئی اچھا کلمہ کان میں پڑ گیا، اس سے خدا کی رحمت کی امید رکھنا جائز ہے۔ استخارہ یہ ہے کہ جب کسی امر کے قرین مصلحت یا خلاف مصلحت ہونے میں تردد ہو تو دعائے خاص پڑھ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا پھر جس امر پر دل ٹھک جائے اسے خیر سمجھ کر اختیار کرنا، استخارہ کی غرض صرف تردد یا شک کا دور کرنا ہے، استخارہ سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ اس کے ذریعہ سے کسی بات کا کشف یا انکشاف ہوتا ہے ـــــ صوفیائے صاف دل کے نزدیک ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسمیں ہیں: ایک حسی جیسے پانی پر چلنا یا ہوا میں اڑنا، دوسری قسم معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا اور مکارم اخلاق سے بہرہ ور ہونا۔ کسی نے بایزیدؒ سے کہا کہ فلاں ولی پانی پر چلتا ہے، فرمایا مچھلی پانی میں اور پرندہ ہوا میں اس ولی سے زیادہ عجیب طریقے سے یہ کام انجام دیتا ہے ـــــ تصوف اسلامی میں سب سے بڑی کرامت شریعت پر صدق دل سے عمل کرنا اور مخلوق خدا کے ساتھ شفقت سے پیش آنا ہے ـــــ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے پاس ایک شخص تقریباً دس سال خدمت میں رہا، ایک دن اس نے کہا کہ جناب دس سال ہو گئے آپ کی خدمت میں ہوں، میں نے اس مدت میں آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ فرمایا کیا تم نے میرا کوئی فعل شریعتِ محمدیؐ کے خلاف دیکھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی؟[۵] ـــــ صوفیہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یہ کرامت میں نے ظاہر کی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کرامت مجھے عطا ہوئی ہے یا مجھ سے ظاہر ہوئی ہے، یہ بھی اس صورت میں کہتے ہیں جب انہیں کرامت کا شعور ہو ورنہ اکثر صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ کرامت بے خودی میں صادر ہوتی ہے اور یوں ولی کو کرامت کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ کرامت کے صدور کے وقت ولی کلی طور پر ارادہ الٰہی کے تحت ہوتا ہے اور خود سے یعنی اپنے وجود سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ جنیدؒ کا قول ہے کہ حجاب تین ہیں: نفس، خلق و دنیا، یہ عام حجاب ہیں، تین حجاب خاص ہیں جو یہ ہیں: دیدِ طاعت، دید ثواب اور دید کرامت۔ جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ جب عارف کریم سے کرامت کی طرف

Marfat.com

رغبت کرتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے ______ ابو علی جوز جانی ؒ کا قول ہے کہ صاحبِ کرامت کی بجائے صاحبِ استقامت بنو، خداوند تعالیٰ استقامت پسند کرتے ہیں اور نفس کرامت کا طالب ہے۔[6]

کسی اہل دین و دل نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اس کے افکار میں قرآن کا نور ہو اور اعمال میں سنت کا رنگ ہو اور وہ اس پر استقامت کے ساتھ قائم بھی ہو۔

Marfat.com

باب:۱۶ نوررنگ کے تصورات اورصوفیہ

تصوف میں نوراوررنگ کے تصورات کی معنویت بہت سے پہلوؤں کے ساتھ موجود ہے۔ نور کا تصور اپنے ظاہری معنوں کے علاوہ استعاری صورت میں اسلام سے پہلے مذہب زرتشتی میں بھی تھا۔ نوروظلمت کی آویزش مذہب زرتشتی کا بنیادی نقطہ ہے۔ نور کا منبع اہورامزدا ہے اور ظلمت کا نمائندہ اہرمن ہے۔ ان دونوں کی کشمکش ازل سے جاری ہے، یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دین زرتشتی میں ظلمت (تاریکی) کا نمائندہ یعنی اہرمن ایک غالب قوت کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ نے لفظِ نور کی مختلف جہتوں کو بیان فرمایا ہے۔ جوحسب ذیل ہیں:

۱۔ نورروشنی کے معنوں میں بھی قرآن پاک میں آیا ہے۔ الحمد لله الّذی خلق السموٰت والارض وجعل الظلمت والنور (سورہ۶،آیت۱) هوالذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا (سورہ۱۰،آیت۵)

۲۔ نور سے مراد استعارتاً ذاتِ حق تعالیٰ یا وجودِ ذات باری تعالیٰ بھی ہے جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

الله نور السموٰت والارض (سورہ۲۴،آیت۳۵)

۳۔ نور سے مراد کتاب ہائے آسمانی اور قرآن پاک بھی ہے:

قل من انزل الکتب الذی جاء به موسیٰ نورًا...... (سورہ۶،آیت۹۱)

وا تبعوا النور .... (سورہ۷،آیت۱۵۷)

و آتیناه الانجیل فیه هدی و نور...... (سورہ۵،آیت۴۶)

۴۔ نور سے مراد ہدایت ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور...... (سورہ۲،آیت۲۵۷)

۵۔ نور سے مراد رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برحق بھی ہے:

یایها الناس قد جاء کم برهان من ربکم و انزلنا الیکم نورًا مبینا (سورہ۴،آیت۱۷۴) یریدون لیطفؤا نور الله...... (سورہ۶۱،آیت۸)

۶۔ نور سے مراد بینائی اور بصارت بھی ہے:

وما یستوی الاعمیٰ والبصیرولاالظلمت ولا النور........ (سورہ۳۵،آیات۱۹،۲۰)

۷۔ نور سے مراد ایمان واسلام بھی ہے:

Marfat.com

افمن شرح اللہ صدرہ، للاسلام فھو علٰی نورٍ من ربّہ...... (سورہ ۳۹، آیت ۲۲) ا

خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے نور کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ نور وہ ہے کہ جو غیر کو روشن کرے جیسے نورِ آفتاب و ماہتاب یا نورِ چراغ، لیکن آئینہ، پانی یا ایسی ہی شفاف اور روشن چیزوں کو نور نہیں کہتے، چونکہ یہ چیزیں غیر کو روشن نہیں کرتیں۔ شمس و قمر کا نور کسوف و خسوف سے مکدر ہو جاتا ہے جبکہ آفتاب معرفت اور نورِ توحید جو مومنوں کے دلوں سے نکلتا ہے اسے کبھی بھی کسوف و خسوف نہیں ہوتا۔ ان کی نظر میں باطنی نور کئی قسم کا ہے: پہلا نور اسلام ہے اور اسلام کا باطنی نور اخلاص ہے، دوسرا نور ایمان ہے اور ایمان کا باطنی نور صدق ہے، تیسرا نور احسان ہے اور احسان کا باطنی نور یقین ہے۔ اسلام کی روشنی نور اخلاص میں ہے اور ایمان کی روشنی نور صدق میں ہے اور احسان کی روشنی نور یقین میں ہے، یہ شریعت کے راستے کی منزلیں ہیں جو عام مومنین کے مقامات سے وابستہ ہیں لیکن اہلِ حقیقت اور مردانِ طریقت کے لئے نور دوسرے ہیں جو یہ ہیں: پہلا نور فراست ہے اور اس نور کے ساتھ نور مکاشفت ہے، دوسرا نور استقامت ہے اور استقامت کے ساتھ نور مشاہدہ ہے، پھر نور توحید ہے اور توحید کے ساتھ نور قربت ہے، پھر حضورِ حق میں بندے کو مختلف انوار سے واسطہ پڑتا ہے، نور عظمت و جلال ہے، نور لطف و جمال ہے، نور ہیبت ہے، نور غیرت ہے، نور قربت ہے، نور الوھیت ہے اور آخر میں نور ھویت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ،نورٌ علیٰ نور (سورہ ۲۴، آیت ۳۵) فرمایا ہے، یہ انوار پورے طور پر کسی شخص کو حاصل نہیں ہو سکتے سوائے حضورؐ کے کہ ان کو تمام انوار حاصل تھے کہ وہ صاحب کمال تھے۔ خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے نور کی تین قسمیں اور بھی بتائی ہیں کہ جب انسان کی شرح صدر ہوتی ہے تو پہلے اسے نور عقل حاصل ہوتا ہے، پھر نور علم اور آخر میں وہ نور عرفان حاصل کرتا ہے، اسی لئے حضرت رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا اتقوا فراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ...... انسان نور عقل سے اپنی ذات کو جانتا ہے اور نور علم سے اپنے نفع و نقصان کو پہچانتا ہے اور نور عرفان سے اپنی فنا کو پاتا ہے یعنی نور عقل کے ذریعے شرک سے رہائی پاتا ہے اور نور عرفان سے اپنی ذات سے رہائی پاتا ہے ______

حسین بن منصور حلاجؒ نے کہا تھا کہ انسان کے سر میں نور وحی ہے، آنکھوں میں نور مناجات، کانوں میں نور یقین، زبان میں نور بیان، سینے میں نور ایمان اور طبیعت میں نور تسبیح ہے۔ ۲

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ مقتول نے بھی نور کے بارے میں اپنے تصورات پیش کئے ہیں۔ ان کی نظر میں جو چیز زندہ ہے بذات خود وہ نور مجرد ہے اور ذات حق نور الانوار ہے، وہی ذات حق یا نور الانوار کائنات میں ہر چیز کو نور حیات عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے اللہ نــور السمٰــوٰت والارض

Marfat.com

(سورہ۲۴، آیت ۳۵)____ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ مقتول کی نظر میں پاکیزگی، نیکی در حقیقت نور ہے، گناہ اور برائی دراصل ظلمت وتاریکی ہے، ان کی نظر میں نفوس پر معرفت وحقیقت کے مختلف قسم کے انوار برستے ہیں، ایک نور بجلی کی طرح سالکین کے جسموں کو روشن کرتا ہے جو آسمانی بجلی کی طرح ایک لمحہ کے لئے چمکتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے، دوسرا نور اہل معرفت کے دلوں پر وارد ہوتا ہے، اس کی کیفیت اور لذت یوں ہوتی ہے جیسے کوئی سر پر گرم پانی گرا رہا ہے، ایک نور اہلِ بصیرت کے دلوں پر وارد ہوتا ہے اور بہت دیر تک ثابت واستوار رہتا ہے۔[3]____ کسی صوفی کا قول ہے کہ نور جسمانی لباسِ تن ہے، نور قلبی لباسِ دل ہے، اس مقام پر سالک کو ذوالنورین کہتے ہیں۔[4]

تصوف میں نور کے رنگ بھی ہیں جو قلب کے سات اطوار کے مطابق سات ہیں: پہلے نفسِ سالک جب لوامگی کے مقام پر ہوتا ہے تو نور کا رنگ نیلا ہوتا ہے، اسی رنگ کے مطابق صوفی یا سالک لباس پہنتا ہے، یعنی سالک نیلا لباس پہنتا ہے جسے لباسِ ازرق کہتے ہیں۔ آخری مقام حیمان ہے، اس مقام پر سالک نور سیاہ یعنی نور ذات دیکھتا ہے، جب نفس امارگی کے مقام سے گزر کر عبادات وریاضات کے ذریعے لوامگی کے مقام کو قطع کر کے وادی نفس ملہمہ میں قدم رکھتا ہے تو مختلف رنگ کے انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ پہلے مرتبے میں نور سفید رنگ کا نظر آتا ہے یہ علامت ہے اسلام کی، دوم نور زرد نظر آتا ہے یہ علامت ہے ایمان کی، سوم نور کبود نظر آتا ہے یہ احسان کی علامت ہے، چوتھے نور سبز نظر آتا ہے یہ اطمینان کی علامت ہے، پنجم نور آبی ہے جو ایقان کی علامت ہے، چھٹا نور سرخ ہے، جو عرفان کی علامت ہے، ہفتم نور سیاہ ہے جو حیمان کی علامت ہے، یہی نور ذات ہے، نور سیاہ استعارہ ہے یا تو انسان کی جہالت کا کہ انسان ادراک ذات حق میں جاہل ہے یا اس بات کا استعارہ ہے کہ آنکھ تجلیاتِ الٰہی کو دیکھ نہیں سکتی، خیرہ ہو جاتی ہے، گویا سیاہی خیرگی کا اشارہ ہے۔

ان انوار کے علاوہ انوار جلالی ہیں جن کی خاصیت احراق (جلانا) ہے، اس کا پہلا ظہور لا تبقی و لا تــذر (نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے ____ سورہ۷۴، آیت ۲۸) کے طور پر ہوتا ہے، سات دوزخیں اسی نور کا پرتو ہیں، انوار جلالی سطوت وصولت و ہیبت وعظمت والوہیت خداوندی اور اس کی قہاریت کو اور عدم وموت کو آشکار کرتے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز اس کے انوار لطف یا انوار قہر سے وجود پاتی ہے۔[5]____

صوفیہ کے ہاں قلب کا نور زرد ہے، روح کا سرخ، سر کا سفید، خفی کا سیاہ اور اخفا کا سبز۔[6]____

حضرت مولانا رومؒ کا قول ہے کہ خواب میں سرخ رنگ کے کپڑے یا سرخ رنگ دیکھنا عیش وشادمانی کی علامت ہے اور سبز رنگ دیکھنا زہد کی علامت ہے اور سفید رنگ دیکھنا تقوٰی کی اور نیلا یا سیاہ رنگ دیکھنا ماتم یا غم کی نشانی ہے۔

Marfat.com

رنگ کی اہمیت تصوف کے علاوہ معاشرتی بھی ہے، کہتے ہیں کہ سرخ رنگ کا پھول محبت کے جذبات کا ترجمان ہوتا ہے۔ نیلے رنگ کا پھول اس حقیقت کا اشارہ ہے کہ جب تک نیلا آسمان ہے محبت زندہ رہے گی۔ زرد پھول نفرت کا نمائندہ، سفید پھول پاکیزہ جذبات کا مظہر ہے اور نرگس کا پھول انتظار کی علامت ہے۔

عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ ''احدِ حقیقی ایک نور ہے جو لامحدود اور بے انتہا ہے جس کے تین پہلو ہیں: ذات، وجہ اور نفس جو بالترتیب صفات واسما و افعال ہیں۔ اس نور کی صفات ذات کے مرتبے میں ہیں اور اسما مرتبہ وجہ میں ہیں اور افعال مرتبہ نفس میں ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی نور سے موجود ہے، انسانِ کامل کا مقصد یہ ہے کہ اس نور تک رسائی حاصل کرے، میرے استاد اور پیر (سعد الدین حمویہؒ) فرمایا کرتے تھے کہ میں اس نور تک پہنچ گیا ہوں اور میں نے اس نور کو دیکھا ہے، اس نور کی تجلیات میں اس طرح حیران ہوا کہ کھانا پینا سب چھٹ گیا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے اس واقعہ کو بیان کیا اس نے کہا جاؤ اور کسی شخص کے کھلیان سے ایک مٹھی بھر بھس بغیر اجازت لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا اور پھر وہ نور غائب ہو گیا۔ میں نے اپنے پیر سے کہا یا شیخ کیا یہ نور چشمِ سَر (یعنی ظاہری آنکھوں) سے نہیں دیکھا جا سکتا، صرف چشمِ سِر (یعنی قلب کی آنکھوں) سے دیکھ سکتے ہیں؟ استاد نے کہا کہ دونوں طرح دیکھا جا سکتا ہے، میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ جو اس دریائے نور میں پہنچ جائے پھر وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے؟ شیخ نے فرمایا مشاہدہ ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ معائنہ ہمیشہ ہوتا ہے، اس نور تک پہنچنے کے لئے بہت محنت اور ریاضت درکار ہے، اس کے بعد ترک ماسوئ کرنا چاہیے اور ہر قسم کے بتوں کو توڑ دینا چاہیے اور کسی مرشدِ کامل کی صحبت میں ریاضت اور مجاہدہ کرنا چاہیے تب کہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔'' بقول نسفیؒ کوئی شخص ذات کے نور سے باخبر نہیں، صرف وجہ کے نور کو جانتا ہے کہ خدا کی ذات تک کسی شخص کی رسائی ممکن ہی نہیں۔ ۷ ـــــــ تصوف میں شب روشن سے مراد نور سیاہ ہے جسے نور ذات بھی کہتے ہیں، روز تاریک سے مراد تجلیات اسمائی، صفاتی اور افعالی ہیں جو بظاہر روشن ہیں لیکن حجاب ذات ہیں۔ ۸

کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک بار کسی شخص کو چار درہم دیے کہ میرے لیے ایک کمبل خرید لاؤ۔ وہ آدمی چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا اور پوچھا محترمہ میں کمبل کس رنگ کا خرید کر لاؤں، رابعہ بصریؒ نے کہا اب رنگ کی بات درمیان میں آ گئی ہے تو یہ رقم مجھے واپس دیدو۔ وہ رقم اس شخص سے لی اور دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ ۹ ـــــــ مناقب العارفین میں ہے کہ حضرت مولانا رومؒ سے کسی نے سوال

Marfat.com

کیا کہ مزارات پر چراغ جلانے سے کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا کہ ایک روز رسول پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں چراغ اور قندیلیں روشن ہیں۔ آپ ؐ نے پوچھا کہ یہ چراغاں کس نے کیا؟ حضرت عمرؓ آداب بجالائے اور فرمایا کہ یہ چراغاں میں نے کیا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا "نور اللہ قلبک و قبرک یا عمر کما نوّرت مسجدی" اے عمرؓ اللہ تعالیٰ تیرے قلب اور تیری قبر کو روشن کرے جس طرح تو نے میری مسجد کو روشن کیا۔ اس طرح مسجد میں چراغ جلانے کے بانی حضرت عمرؓ ہیں ــــــ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی تین عمدہ عادات تھیں:

(۱) جب کوئی مہمان آتا تو اس کی خدمت میں شہد پیش کرتے (۲) مسکینوں اور مستحقین کو کپڑے پہناتے (۳) مسجد میں چراغ بجھواتے،

لوگوں نے آپؓ سے ان تینوں عادات کے اسرار کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں مہمانوں کو خالص شہد اس لئے پیش کرتا ہوں کہ جب ان کا منہ میٹھا ہوگا تو میرے لئے دعائے خیر کریں گے یوں شاید موت کی تلخی میرے لئے مٹھاس میں بدل جائے (۲) مسکینوں اور غربا کو لباس اس لئے پہناتا ہوں تاکہ وہ دعا کریں اور میں قیامت کے دن کہ جب تمام مخلوقات ننگی اٹھائی جائے گی تو میرے پاس لباس ہوگا تاکہ میں لوگوں کے سامنے رسوانہ ہوں (۳) مسجد میں چراغ اس لئے بھیجتا ہوں تاکہ حق تعالیٰ میری قبر کو پُرنور کردے ــــــ فرمان حق ہے صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة (سورہ ۲، آیت ۱۳۸) یعنی سب سے اچھا رنگ اللہ تعالیٰ کا ہے ــــــ اور ایک صوفی صاف دل کا کیا خوب قول ہے کہ تصوف در حقیقت انسان کا خود کو خدا کے رنگ میں رنگنے کا نام ہے، خدا کے رنگ میں رنگے جانے سے انسان کی زندگی نور میں ڈھل جاتی ہے، اس کی گفتار حق وصداقت کا معیار، اس کا کردار ہدایت و رحمت کا سرچشمہ اور اس کی شخصیت اہل جہان کے لیے روشنی کا مینار بن جاتی ہے اور اس کی دعا ہوتی ہے، اے اللہ ایسی دانائی دے کہ ہم راہ حق کو جان جائیں اور ایسی بینائی دے کہ راہ حق سے گمراہ نہ ہوں، ایسا دل دے کہ جس سے باطل کے سامنے ڈٹ جائیں اور حق کے لیے جان تک قربان کردیں اور ایسی جان دے کہ جس سے اہلِ جہان کے کام سنواریں۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

ابتدائیہ

۱۔ زرکوب، عبدالحسین: مقالہ ادبیات عرفانی ایران وارزش انسانی آن، دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، شمارہ ۷۷، اسفند ماہ ۱۳۵۰ ص ۱۴۱، انصاری، عبداللہ: خلاصۂ تفسیر ادبی وعرفانی قرآن مجید، مرتبہ حبیب اللہ آموزگار، ص ص ۴۰۱،۳۷۰، عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۱۴۱

۲۔ لاھیجی، شیخ محمد: گلشن راز (مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشنِ راز)، با مقدمۂ کیوان سمیعی، ۱۳۷۴ھ، ص ۶۹

۳۔ ایضاً ص ص: ۷۱۔۵۵

۴۔ ایضاً، ص: ۷۰

۵۔ مدرس، میرزا محمد علی: ریحانۃ الادب، جلد پنجم ص ص ۲۰۸۔۲۰۷

۶۔ لاھیجی، شرح گلشنِ راز، ص: ۶۰

۷۔ ایضاً، ص: ۹۰

۸۔ مثنوی رومی، ابوسعید ابوالخیر، اسرار التوحید، ص: ۲۱۰

۹۔ لاھیجی، شرح گلشنِ راز، ص: ۵۷

۱۰۔ ایضاً ص ص: ۶۰ و ۶۱

۱۱۔ نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق، باھتمام احمد مہدوی دامغانی، تہران ۱۳۵۹ ص ۱۶۸ و ۲۸۱

سعدی

بنی آدم اعضای یکدیگراند — کہ در آفرینش زیک جوھراند
چو عضوی بدرد آورد روزگا — دگر عضوہا را نماند قرار

۱۲۔ دانشکدۂ ادبیات علوم انسانی، ایضاً ص ۱۱۵

۱۳۔ سعدی، بوستان، مرتبہ محمد علی ناصح، بکوشش رھبر، خلیل خطیب: تہران ۱۳۷۹، ص ۲۷۰

۱۴۔ نظام الدین اولیا، فوائد الفواد ص ص ۲۱۱۔۲۰۹

۱۵۔ سمنانی، علاء الدولہ: چہل مجلس، مرتبہ سجستانی، امیر اقبال شاہ: تہران ۱۳۶۶، ص ص ۷۳۔۷۴

۱۶۔ فروزانفر، احادیث مثنوی، تہران ۱۳۶۱ ص ۱۱

۱۷۔ ابوسعید ابوالخیر، اسرار التوحید ص ۲۹۳

۱۸۔ زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود: احوال وآثار شیخ بہاء الدین وخلاصۃ العارفین ص ۱۲

۱۹۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص ص ۱۸۲ و ۱۸۳

۲۰۔ عطار، معصیت نامہ ص ص ۲۵۳، ۲۵۴، سید ضیاء الدین، مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف، ص: ۹۲، بدوی، تاریخ تصوف اسلامی، ص: ۲۳۲، محمد علی مدرس، ریحانۃ الادب، ایضاً ص ۲۰۸

۲۱۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۷۰

۲۲۔ ابوسعید ابوالخیر، اسرار التوحید، ص ۲۵۰ و تذکرۃ الاولیا، ص: ۲۸۱

۲۳۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ص ۴۹ و ۵۰

Marfat.com

باب:۱ تصوف اور مبادیٔ تصوف

ا F. C. Happold, Mysticism, (A study and Anthology) Penguin Book, 1984 p.38.

Karen Armstrong, History of God, p.244

بخاری اور مسلم بحوالہ مشارق الانوار مولفہ امام رضی الدین حسن صغانی، ترجمہ از خرم علی، مرتبہ عبدالحلیم چشتی، کراچی ۱۳۷۵ھ

۲ لاهیجی، شیخ محمد: شرح گلشن راز (مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز) مقدمہ از کیوان سمیعی، ص ۲۲ بیست و دو

۳ ایضاً (مقدمہ شرح گلشن راز) ص سی و دو ۳۲

۴ لاهیجی، شیخ محمد: شرح گلشن راز، مقدمہ از کیوان سمیعی و سجادی، سید جعفر: سہروردی، شہاب الدین و سیری در فلسفۂ اشراق. ص ص ۶۷-۶۵۔ و نصر، سید حسین: سہ حکیم مسلمان، ترجمہ احمد آرام، تہران ۱۳۶۱ ص ص ۸۰-۷۰

۵ کیوان سمیعی، مقدمہ شرح گلشن راز ایضاً ص ۳۵

۶ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۰۴

۷ شبستری، گلشن راز، فروغی، محمد علی: سیر حکمت در اروپا، جلد اول (ذکر افلاطون)

۸ سیر حکمت در اروپا، ایضاً ص ص ۸۶-۸۷

۹ العبادی، صوفی نامہ ص ص ۲۲-۲۵

۱۰ بیرونی، ابوریحان: کتاب تحقیق ما للهند، جلد اول۔ ترجمہ منوچہر صدوقی سہا، موسسۂ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، ایران، سال ندارد ص ص ۲۲، ۲۳ و مقدمہ مصباح الهدایت و مفتاح الکفایت از جلال ہمایی، ص ۶۶

۱۱ بدوی، عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی، ترجمہ فارسی ص ۲۹، ابن جوزی، تلبیس ابلیس، ص ۱۳۵

۱۲ کلاباذی، تعرف، ص ۲۸۵، سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ص ص ۲۵-۲۴

۱۳ العبادی، صوفی نامہ ص ۳۰-۲۵

۱۴ جاحظ، کتاب البیان والتبیین، چاپ قاہرہ ۱۳۱۳ ص ۱۲۸، بدوی، عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی، ص ۲۸، ترا ج کتاب اللمع ص ص ۵۷، ۵۶

۱۵ العبادی، صوفی نامہ ص ص ۲۰-۱۲، علی ہجویری، کشف المحجوب مرتبہ تسبیحی، ص ص ۲۲-۲۱، اللہ یار خان، دلائل السلوک (التبیان فی مسائل السلوک والاحسان) مرتبہ عبدالرزاق، ادارہ نقشبندیہ، چکوال، سال ندارد، ص ۱۲

۱۶ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۲۹

۱۷ معصوم علی شاہ، طرائق الحقائق ص ۵۸۵ و مناهج الطالبین ص ص ۸۱-۸۰

۱۸ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۹۵-۹۲، سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین، ص ص ۶۸-۶۷

۱۹ علی ہجویری، کشف المحجوب، باب تصوف سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین ص ص ۶۸-۶۷، یوسف پور، ڈاکٹر محمد کاظم: نقد صوفی انتشارات روزنہ، تہران، ۱۳۸۰، ص ص ۱۲۷-۱۲۶

۲۰ نجم الدین کبریٰ، الاصول العشرہ ص ص ۳۹-۳۸

۲۱ العبادی، صوفی نامہ، ص ص ۳۶-۳۱

۲۲ عطار، تذکرۃ الاولیا، ص ص ۱۲۰، ۱۴۸، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۴۴، ۲۶۱ و ابوسعید ابوالخیر، اسرار التوحید ص ص ۳۰۹، ۲۹۷ و صوفی نامہ ایضاً ص ۳۲

Marfat.com

۲۳ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ص ۵۶ و ۶۷ ونسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ص ۸۸-۸۶

۲۴ ہمدانی' یوسف: رتبۃ الحیات ص ۳۱' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۵۵' حصہ دوم' ص ۱۰۴' و نیز کشف المحجوب باب تصوف' ابوسعید ابوالخیر: اسرار التوحید' ص ص ۲۲۰، ۲۷۴، ۲۸۷، ۲۹۷

۲۵ بخاری' صلاح بن مبارک: انیس الطالبین ص ۱۵۴' ابوسعید ابوالخیر' اسرار التوحید ص ۳۰۲' کشف المحجوب باب تصوف

۲۶ علی ہجویری " ' کشف المحجوب ص ۴۶' سہروردی' عوارف المعارف ص ص ۲۵ - ۲۴' تعرف ترجمہ اردو از پیر محمد حسن ص ص ۳۷ تا ۴۳' آداب المریدین ص ص ۷۹-۷۸

۲۷ سہروردی' عوارف المعارف' ص ۲۳

۲۸ بدوی' عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی ص ۳۴' سہروردی' عواف المعارف' ص ص ۲۹-۲۸' سہروردی' ابونجیب: آداب المریدین' ص ۵۵

۲۹ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۹۵' ابوالعلا عفیفی' رسالۂ ملامتیہ صوفیہ وفتوت' ایضاً ص ص ۷۶-۷۴

۳۰ سہروردی' عوارف المعارف' ص ص ۳۲-۲۷' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۱۳۲-۱۳۱

۳۱ ذوقی' سید محمد: سردلبراں ص ۲۰' یوسف پور' ڈاکٹر محمد کاظم: نقد صوفی' ایضاً ص ص ۱۱۳-۱۱۲ نیز لغت نامۂ دھخدا حرف قلندر

۳۲ سہروردی' عوارف المعارف ص ص ۱۰۶' ۱۰۷' صوفی نامہ ص ص ۲۳۵-۲۳۴

۳۳ سہروردی' عوارف المعارف ص ۱۰۸' والعبادی' صوفی نامہ ص ۲۴۰

۳۴ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۶۴' عورف المعارف ص ۱۰۶' ۱۰۷' کشف المحجوب ص ۲۰۲

۳۵ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ایضاً ص ص ۲۵۳، ۲۶۵

۳۶ ایضاً حصہ دوم ص ۸ حصہ اول ص ۱۳۰' الافلاکی' مناقب العارفین ص ص ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۹' مجدد الف ثانی مکتوبات' دفتر اول مکتوب ۳۶' ابوسعید ابوالخیر' اسرار التوحید ص ۸۸

۳۷ ابونصر سراج' کتاب اللمع فی التصوف ص ص ۲۲۶ - ۲۲۳' علی ہجویری' کشف المحجوب ص ص ۳۱۷، ۳۱۸ و باب تصوف ۔ عوارف المعارف ص ۱۲۰' نیز اسرار التوحید' ص ۲۳۲' آداب المریدین' ص ص ۷۱-۷۰

۳۸ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۵۰

۳۹ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ص ص ۱۲۷-۱۲۱ نیز ر ۔ ک الانسان الکامل، کشف المحجوب' اسرار التوحید ص ۲۳۱ و نیز ص ۲۲۴' آداب المریدین ص ص ۱۱۳-۱۱۲

۴۰ ر ۔ ک سہروردی' عوارف المعارف وہجویری، کشف المحجوب والعبادی' صوفی نامہ' نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' کاشانی' عزالدین: مصباح الھدایت' عطار' تذکرہ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۶۵' سہروردی' ابونجیب: آداب المریدین' ص ص ۱۲۲-۱۰۰' محسن کیانی' تاریخ خانقاہ در ایران' ص ص ۱۶۸-۱۴۴

۴۱ سہروردی' عوارف المعارف ص ۲۳' تذکرۃ الاولیا حصہ دوم ص ۵۷' ۱۶۵' مناھج الطالبین ومسالک الصادقین ص ص ۱۱۰ تا ۱۱۴ و ۱۳۱، ر ۔ ک جندی' نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح' نسفی' الانسان الکامل نیز کشف المحجوب در رسالہ قشیریہ والاصول العشرہ

۴۲ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۱۳۲ وحصہ دوم ص ص ۱۲۰' ۱۷۲، ۱۷۷' عوارف المعارف ص ۱۱۲ تا ۱۱۸' نیز اسرار التوحید ص ۲۱۵' آداب المریدین ص ص ۱۱۰-۱۰۵ ومکتوبات امام ربانی

Marfat.com

۴۳ ر۔ک عوارف المعارف وتذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۲۷۴' حصہ دوم ص ص ۴۲،۴۱' جندی' نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح ص ص ۱۶۳-۱۶۱' رازی' نجم الدین: مرصاد العباد ص ۲۳۲ (باب پنجم وششم) سہروردی' ابونجیب: آداب المریدین ص ص ۱۰۹، ۱۶۳، ۱۸۴، ۱۹۴' نخشبی' ضیاء الدین: سلک السلوک مرتبہ ڈاکٹر غلام علی آریا' کتاب فروشی زوار' ۱۳۶۹ ص ۹۹

۴۴ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۴۳-۳۶، ۶۲، ۱۲۷، ۱۳۵، ۲۹۰، ۲۹۱ حصہ دوم ص ص ۱۶۵-۱۶۱، ۴۷-۳۹، ۳۵-۳۰' جندی' نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح ص ص ۱۶۳-۱۶۱' آداب المریدین ایضاً ص ۱۸۱

۴۵ تذکرۃ الاولیا حصہ اول ص ص ۴۷-۳۷' ۵۵' ۱۶۰-۱۱۲' ۱۷۸، ۲۰۹' وحصہ دوم ص ص ۴۴-۴۰' ۱۶۵' سید صباح الدین' بزم تیموریہ ص ۲۵۳، نیز ر۔ف مقدمہ رقعات عالمگیری از سید سعید اشرف

۴۶ تذکرۃ الاولیا' ص ص ۱۷۷، ۱۷۵، جلال ہمائی' غزالی نامہ' شاہ ولی اللہ' انفاس العارفین' ص ۱۵۵' صباح الدین' بزم تیموریہ ص ص ۴۶، ۲۵۴

۴۷ تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۱۸۱-۱۸۰' اسرار التوحید ص ۳۱۹

۴۸ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ذکر بایزید بسطامیؒ وص ۱۰۲ حصہ دوم ص ص ۸۸' ۱۴۹' ۱۸۷

۴۹ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۱۳۸-۱۳۷' ۲۴۵-۲۴۲' حصہ دوم ص ۵۰-۴۹ واسرار التوحید ص ۲۵۰

۵۰ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۲۵۳-۲۴۶' ۲۵۹ حصہ دوم ص ۱۶' نیز محمد معصوم علی شاہ' طرایق الحقایق ص ۳۹۶

۵۱ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۵۱' ذکر بایزید بسطامیؒ' حصہ دوم ص ۲۳۶

۵۲ الافلاکی' مناقب العارفین' ص ص ۱۵۴' ۴۵۳، ۴۶۴، ۴۶۵

۵۳ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ص ۸۲، ۸۳، ۱۸۲

باب: ۲ تصور خدا اور صوفیہ

۱ محمد جواد مشکور' خلاصہ ادیان در تاریخ دینہای بزرگ' ایران' سال ۱۳۶۸ھ ش ص ص ۳۰-۲۲۔ علی عباس جلال پوری' روح عصر' لاہور' ۱۹۶۹ء ص ص ۲۷-۲۳

جان۔ بی ناس (John B. Noss) تاریخ جامع ادیان (Man's Religions) فارسی ترجمہ علی اصغر حکمت' شرکت انتشارات علمی وفرہنگی' تہران' ۱۹۹۶ء' ص ص ۲۰-۱۴

۲ محمد جواد مشکور' خلاصہ ادیان ص ۲۱۔ علی عباس جلال پوری روح عصر' ص ص ۲۸-۲۱

John Murfy, The Origion & History of Religions, The University Press, Manchester, 1952, pp. 11-200.

۳ مہرداد مہرین' فلسفۂ شرق' ایران' سال ۱۳۶۱' ص ص ۳۱-۲۹

۴ Armstrong , Karen, A History of God, Great Britain, 1993, p. 31.

G.F. Moore, History of Religions, New York, 1950. Vol. 1, pp.189-200.

The Origin & History of Religions, p. 189۔ فلسفۂ شرق' ص ص ۲۷-۲۵

۵ مہرداد مہرین' فلسفۂ شرق' ص ص ۴۲-۳۹' تاریخ جامع ادیان' ص ص ۷۶-۶۷

Marfat.com

G.F. Moore, History of Religions, New York, 1950, Vol. I PP 207-242 & The Origin & History of Religions Ibid, P 169.

٦ سورہ ٦ آیات ٨٠-٧٦

٧ سورہ ٣٠ آیت ٣٠

٨ محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ١٥٢-١١٣

جان بی ناس: تاریخ جامع ادیان' ترجمہ علی اصغر حکمت' تہران ١٩٩٦ ص ص ٥٧٤-٤٨٣

G.F. Moore, History of Religions, Vol. II ,1948, pp. 1-81.

٩ خلاصۂ ادیان' ص ص ١٩٠-١٥٣' تاریخ جامع ادیان' ص ص ٦٠٨-٥٧٥

Huston Smith, The Religions of Man, Lahore, 1983, pp. 80-88.

١٠ جان بی ناس: تاریخ جامع ادیان' ص ص ١٣٠-١٢٥' محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ٦٨-٥٣ فلسفہ شرق' ص ص ٦٥-٦٣۔

History of Religions, Vol.I, pp. 343-344, A History of God, pp. 39-41, The Origin & History of Religions, pp. 207-249, History of Philosophy, Eastern & Western, p. 283

١١ محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ٧٧-٦٩' جان بی ناس' تاریخ جامع ادیان' ص ص ٢٠٤-١٧٧

The Religions of Man, pp. 80-140

١٢ تاریخ جامع ادیان' ص ص ١٧٦-١٦١ و ٣١٥-٣٠٢ خلاصۂ ادیان' ص ص ٩١-٨٢ و کتاب ست دھرم پرکاش گورونانک ترجمہ ''جپ جی'' از سانون رام مدھا

١٣ خلاصۂ ادیان' ص ص ١١٣-٩٢' تاریخ جامع ادیان' ص ص ٤٨٣-٣٦٩

The Origin & History of Religions, pp. 426-434.

E.E. Kelett, A Short History of Religions, Penguin Books, pp. 370-380.

مہرداد مہرین' فلسفہ شرق' ص ص ٢١٤-١٩٩

١٤ محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ٢١١-٢٠٥

١٥ ایضاً ص ص ٢٤٩-٢٣٧۔

١٦ ایضاً ص ص ٢٦١-٢٥٠۔

١٧ ایضاً ص ص ٢٣٦-٢٣٥' ارج نامۂ ایرج' جلد دوم' بکوشش محسن باقرزادہ' تہران ١٣٧٧' ص ٢٠٤' کرسٹن سین' ایران بہ عہد ساسانیان' ترجمہ محمد اقبال' کراچی' انجمن ترقی اردو پاکستان' اشاعت دوم ١٩٩٢ ص ص ٣٦' ١٩٥-٢٠١' ٢٠٦' ٢٠٩' ٢٣٩' ٥٧٥

١٨ محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ١٩٨-١٩١۔

١٩ ایضاً ص ص ٤١-٣٨

٢٠ ایضاً ص ص ٤٥-٤٣۔

Marfat.com

Sidney Spenser, Mysticism in World Religions, Great Britain, 1953. pp. 97-113, The Religions of Man, pp . 175-188, The Origin & History of Religions pp 365-369.

Davidson, A Treasury of Mystic Terms, Vol.1st India, 2003, pp.193-198.

۲۱ جان بی ناس: تاریخ جامع ادیان' ص ص ۴۳۰-۴۲۲' محمد جواد مشکور' خلاصۂ ادیان' ص ص ۵۲-۴۹۔

The Origin & History of Religions pp .390-399.

۲۲ فروغی' محمد علی: سیر حکمت دراوپا' جلد اول ص ص ۸-۵

A History of God Ibid. p.45

۲۳ سیر حکمت دراروپا' جلد اول' ص ص ۱۴-۸' حنا الفاخوری۔ خلیل الجر' تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی ترجمۂ فارسی عبدالمحمد آیتی' تہران ۱۳۵۸ھ' ص ص ۴۲-۲۹

۲۴ سیر حکمت دراروپا' ج اول' ص ص ۳۶-۲۴ و تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' ص ص ۶۰-۴۸

۲۵ سیر حکمت دراروپا' جلد اول' ص ص ۹۸-۳۷ و تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' ص ص ۷۲-۷۱

A History of God Ibid. p. 48

۲۶ حنا الفاخوری' خلیل الجر' تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' تہران ۱۳۵۸اص ص ۳۹۱-۳۹۰ نیز رک مسلم فلسفہ از عبدالخالق

۲۷ تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' ص ص ۴۱۴-۴۱۲' دوبور' تاریخ فلسفۂ اسلام' ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین' نئی دہلی' ۱۹۸۴ء' ص ص ۹۵-۸۱

۲۸ تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' ص ص ۵۰۹-۵۰۶

۲۹ ایضاً ص ص ۵۶۰-۵۴۶ و ۶۸۸-۶۸۷

۳۰ Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thougth in Islam, 1977. Kashmiri Bazar, Lahore

عشرت حسن انور' اقبال کی مابعد الطبیعات' ترجمہ صدیقی' ڈاکٹر شمس الدین: لاہور ۱۹۷۷ء

۳۱ سیر حکمت دراروپا جلد اول' ص ص ۱۹۰-۱۸۳

F.C. Happold, Mysticism A study and Anthology, Penguin Books, 1984, p.275.

۳۲ فروغی' محمد علی: سیر حکمت دراروپا جلد دوم ص ص ۲۳-۲۰

۳۳ ایضاً ص ص ۷۰-۲۷

۳۴ ایضاً ص ص ۱۲۸-۷۱

۳۵ A History of God , pp.360-361

۳۶ سیر حکمت دراروپا جلد سوم' ص ص ۶۲-۳۴

۳۷ ایضاً ص ص ۹۸-۸۰' ۳۰۴-۲۱۱

Marfat.com

۳۸ـ R.J. Hollingdale, Western Philosophy (مبانی و تاریخ فلسفۂ غرب) ترجمۂ فارسی از عبدالحسین
آذرنگ، ایران، ۱۳۷۵ء ص ص ۱۸۲-۱۸۱

۳۹ـ فروغی، محمد علی: سیر حکمت در اروپا جلد دوم، ص ص ۱۳۸-۱۳۷

۴۰ـ فروغی، محمد علی: سیر حکمت در اروپا جلد سوم، ص ص ۳۲۳-۲۸۲

۴۱ـ سیر حکمت در اروپا جلد اول ص ص ۴۹-۴۸

۴۲ـ تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، ص ص ۴۱۴-۳۱۴

۴۳ـ ایضاً ص ص ۵۰۹-۵۰۸ـ غزالی، اربعین، ترجمہ اردو، ص ۵

۴۴ـ A History of God , pp.4-5

John. H. Hick, Philosophy of Religions, pp. 100, 130

۴۵ـ سورہ ۵۶ ، آیات ۷۲-۶۳

۴۶ـ Armstrong, Karen , A History of God, pp.397-398

John H.Hick, Philosophy of Religions pp. 100-120.

میر ولی الدین، قرآن اور تصوف، دہلی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۵۰

۴۷ـ سورہ ۵۳، آیت ۳۹

۴۸ـ سورہ ۱۳، آیت ۱۱

۴۹ـ A History of God, pp. 4-5

۵۰ـ Ibid. p. 415

۵۱ـ مجتبائی، فتح اللہ: (گفتگو با استاد فتح اللہ مجتبائی) دین پژوہی، تہران، ایران، ۱۳۸۰ء ص ۵۴، فروغی، سیر حکمت در اروپا، جلد سوم ص ۱۴

۵۲ سیر حکمت در اروپا

۵۳ـ ایضاً

۵۴ـ چشتی، شیخ عبدالرحمٰن: مرآۃ الاسرار ترجمہ اردو واحد بخش سیال، لاہور، ۱۴۱۱ھ ق، ص ص ۳۴۸-۳۴۵ـ ابوبکر الکلاباذی، تعرف
ترجمۂ اردو، پیر محمد حسن، لاہور، ص ص ۹۶-۹۱

۵۵ـ عطارؒ ، فریدالدین: تذکرۃ الاولیا مرتبہ قزوینی، میرزا محمد خان: کتابخانہ مرکزی ناصر خسرو، تہران، ایران، ۱۳۳۶ھ ش حصہ دوم
ص ۴۶ ـ ابوبکر الکلاباذی، تعرف، ص ص ۹۶-۹۱

۵۶ـ تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، جلد اول ص ۱۳۳
کاشانی، عزالدین محمود بن: مصباح الھدایت و مفتاح الکفایت، حاشیہ از جلال الدین ھمائی، تہران، ۱۳۶۷ھ ش، ص ۳۱

۵۷ـ تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، ۱۵۰-۱۴۹، حاشیہ ہمائی بر مصباح الہدایت، ص ص ۳۱-۳۰

۵۸ـ شیرازیؒ محمد معصوم: طرایق الحقایق، تصحیح جعفر محجوب، کتاب خانہ سنائی، ص ص ۶۷۹-۶۷۸، سمعانی، شہاب الدین احمد:
روح الارواح، ص ۱۷

۵۹ـ علی ہجویریؒ، کشف المحجوب با تصحیح حسین تسبیحی، اسلام آباد، ۱۳۷۴ھ ش ص ۲۲ و ص ۹۳

Marfat.com

٦٠ Umruddin. The Philosophy of Ghazzali. Vol. I Part II. Aligarh (India) pp.15-157.
نیز رک حضرت امام خمینی، طلب وارادہ، ترجمہ سید احمد فہری مرکز انتشارات علمی وفرہنگی تہران، ایران، سال ۱۳۶۲

٦١ نسفی، عزیز الدین: کتاب الانسان الکامل با تصحیح ومقدمہ فرانسوی ماریژان مولہ تہران ۱۹۸۳، ص ص ۲۱۵-۲۰۱، ۶۳

٦٢ کاشانی، عزالدین: مصباح الہدایت ومفتاح الکفایت بہ تصحیح ہمائی، جلال الدین: تہران ۱۳۶۷ھ ش، ص ص ۳۵-۲۹

٦٣ رومی، جلال الدین: مثنوی معنوی، اسلام آباد ۱۳۹۶ھ ق دفتر پنجم ص ۳۱۰

٦٤ ایضاً دفتر اول ص ۹۳

٦٥ ایضاً دفتر پنجم ص ص ۳۱۷-۳۰۷

٦٦ Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam - Kishmiri Bazar, Lahore - 1977, p.50

٦٧ محمد اقبال، کلیات فارسی، لاہور ۱۹۷۸ء ص ص ۶۹۶-۶۹۵، ۷۱۰-۷۰۹، ۷۸۲-۷۸۱

٦٨ فروغی، محمد علی: سیر حکمت دراروپا، جلد اول ص ۱۹۸

٦٩ ایضاً ص ص ۲۷۷-۲۷۴

٧٠ ایضاً ص ص ۹۷-۹۶

٧١ ایضاً ص ۳۰۶

٧٢ Jacques. P. Thiroux, Ethics and Practice, 1977, p.68

٧٣ سیر حکمت دراروپا، جلد دوم ص ص ۱۸۲-۲۷

٧٤ سورہ ۴۸، آیت ۱۰

٧٥ سورہ ۵، آیت ۶۴

٧٦ سورہ ۴۲، آیت ۱۱

٧٧ سورہ ۵۷، آیت ۳

٧٨ سورہ ۲۴، آیت ۳۵

٧٩ سورہ ۶، آیت ۱

٨٠ رازی، نجم الدین: مرصاد العباد من المبداء الی المعاد، بکوشش حسین الحسینی النعمۃ الھی ایران، سال ندارد، ص ص ۶۶-۶۴

٨١ مناہج الطالبین ومسالک الصادقین، بکوشش نجیب مایل ھروی، تہران، ۱۴۰۵ھ ق ص ۲۲۹ نیز رک تعلیقات نعت حضرت رسول اکرمؐ از دھشیری، ضیاء الدین: ص ۵۱۲، آداب المریدین، ص ۴۹، نیز عین القضاۃ ھمدانی، تمہیدات، مرتبہ عفیف عسیران، ایران ۱۹۶۲، ص ص ۶۱-۶۰

٨٢ عطار، فرید الدین: تذکرہ الاولیا، چاپ سوم، بامقدمہ قزوینی، تہران ۱۳۳۶ھ ش حصہ دوم، ص ۴۶ نیز انصاری، خواجہ عبداللہ: طبقات الصوفیہ، با تصحیح عبدالحی حبیبی، بکوشش حسین آھی، انتشارات فروغی ۱۳۶۲، ص ۱۵۸، ابوبکر بن اسحٰق الکلاباذی، تعرف، ترجمہ اردو از پیر محمد حسن، لاہور (اسلامک بک فاؤنڈیشن) ۱۹۷۸ء، ص ص ۹۶-۹۱

٨٣ فروغی، محمد علی: سیر حکمت دراروپا، جلد اول ص ۱۸۳

Marfat.com

۸۴ نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق، باہتمام احمد مھدوی دامغانی، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، چاپ دوم ۱۳۵۹ھ ش ص ۱۳۹

۸۵ حمویہ، سعد الدین: المصباح فی التصوف، با مقدمہ نجیب مایل ھروی، تہران، انتشارات مولی، ۱۳۶۱ھ ش ص ۷۰-۶۹ نیز ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، جلد اول، مدنی کتب خانہ لاہور، ص ۵۸-۵۷

۸۶ حمویہ، سعد الدین: المصباح فی التصوف، ص ص ۵۸-۵۷، جندی، موید الدین: نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح بہ تصحیح نجیب مایل ہروی، تہران ۱۳۶۲ھ ص ص ۵۷-۵۶، کاشانی، عزالدین: مصباح الھدایت، باب اول، فصل دوم، ص ۱۷، سمعانی، شہاب الدین احمد، روح الارواح، ص ص ۹-۲

۸۷ غوث شاہ قلندر، مراۃ الوحدت، معروف بہ تعلیم غوثیہ، مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر پانی پتی، کراچی، ۱۹۷۶ء ص ۱۱۷

۸۸ کاشانی، عزالدین محمود بن علی: مصباح الھدایۃ ومفتاح الکفایۃ، بہ تصحیح جلال الدین ہمائی، چاپ سوم، تہران، ۱۳۶۷ھ ش ص ص ۲۳-۱۹

۸۹ غوث شاہ قلندر، مرآۃ الوحدت، ص ۹۴ واللمع فی التصوف، ص ۱۷

۹۰ مرآۃ الوحدت، ص ص ۴۲۶، ۴۱۹، ۴۱۳، ۴۰۶

۹۱ الکلاباذی، ابوبکر بن ابراہیم بن اسحاق بخاری: التعرف لمذھب اہل تصوف، بکوشش ڈاکٹر محمد جواد شریعت، انتشارات اساطیر، چاپ اول، تہران، ایران، سال ۱۳۷۱ھ ش ص ص ۵۱-۵۰

۹۲ کشف المحجوب، اردو ترجمہ الیف۔ ڈی گوہر بسعی واہتمام احمد ربانی، لاہور، ۱۹۷۲ء ص ص ۲۶۵-۲۵۸

۹۳ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون ص ۷۶

۹۴ غوث شاہ قلندر، مرآۃ الوحدت، (تعلیم غوثیہ)، ص ۱۴۴، نیز احیاء العلوم غزالی، اردو ترجمہ ندیم الواجدی، دیوبند، ہندوستان، سال ندارد، ج اول قسط اول، ص ۹۲

۹۵ غوث شاہ قلندر، مرآۃ الوحدت، (تعلیم غوثیہ)، ص ص ۱۴۷-۱۴۶

۹۶ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۱۴۸ نیز سراج طوسی، ابونصر: اللمع فی التصوف، ترجمہ پیر محمد حسن، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء ص ۶۷ نیز تمہیدات عین القضاۃ ھمدانی ص ۳۳۲، نیز رسالہ قشیریہ ص ۵۱۸

۹۷ عطار، تذکرۃ الاولیا، ص ۱۳۴، سید صادق گوھرین، شرح اصطلاحات تصوف، ایران ۱۳۶۸، جلد سوم ص ۲۹۶

۹۸ ایضاً ص ۱۶۰، ومیبدی، ابوالفضل رشید الدین: کشف الاسرار وعدۃ الابرار (معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاری) بکوشش علی اصغر حکمت، تہران ۱۳۶۱، جلد ہشتم ص ۵۲۹

۹۹ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۱۹۹

۱۰۰ ایضاً ص ۲۰۴

۱۰۱ ایضاً ص ۲۰۵

۱۰۲ ایضاً ص ۲۰۵

۱۰۳ ایضاً ص ۲۲۶

۱۰۴ الافلاکی العارفی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، جلد اول بکوشش یازیجی تحسین: تہران، ایران ۱۳۶۲ھ ش، ص ۱۱۰

۱۰۵ تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص ۷۵-۶۴

Marfat.com

١٠٦ افلاکی' مناقب العارفین' جلد اول' ص ۱۱۱

١٠٧ ایضاً ص ۲۵۰

١٠٨ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۳۰

١٠٩ ایضاً ص ۸۲

١١٠ ایضاً ص ۱۳۰' جلد دوم ص ۲۸۱

١١١ ایضاً ص ۱۳۷

١١٢ ایضاً ص ۲۲۰

١١٣ ایضاً حصہ دوم ص ۶۰

١١٤ ایضاً حصہ دوم ص ۶۱

١١٥ ایضاً حصہ دوم ص ۱۵۵-۱۵۴

١١٦ ایضاً حصہ دوم' ص ۹۹

١١٧ ایضاً ص ص ۱۹۱ و ۱۹۹

١١٨ ایضاً ص ص ۲۵۹-۲۵۸

١١٩ ایضاً ص ۲۷۲

١٢٠ ایضاً ص ص ۱۲۳-۱۲۱

١٢١ نسفی' عزیز الدین: کشف الحقایق' بہ اہتمام ڈاکٹر احمد مہدوی دامغانی' تہران' ۱۳۵۹' ص ص ۱۶۴-۱۴۹

١٢٢ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' بہ تصحیح و مقدمہ' فرانسوی ماریژان موله' کتابخانہ طہوری' تہران ۱۹۸۳' ص ص ۳۸۱-۳۸۰

١٢٣ نخشبی' ضیاء الدین: سلک السلوک' با مقدمہ' ڈاکٹر غلام علی آریا' تہران' ۱۳۶۹ھ ش ص ۲۵۲

١٢٤ دھشیری' نعت رسول اکرم ﷺ در شعر فارسی' ایران ۱۳۴۸' ص ص ۸۲۳' ۸۲۴' لاهیجی' شرح گلشن راز' ص ص ۶۹ و ۸۹' نیز سمعانی' شہاب الدین احمد: روح الارواح' ص ص ۱۶۵-۱۶۴

١٢٥ التعرف' ص ۲۹۲

١٢٦ ابن عربی' فصوص الحکم شرح از عبدالرزاق' ص ص ۱۳۱' ۱۱۶' ۴۸

١٢٧ اوزوالڈ کولپہ Oswald Kulpe مقدمہ ای بر فلسفہ' ترجمہ' فارسی احمد آرام - ایران' ۱۳۶۳ھ ش' ص ص ۱۵۶-۱۳۶

١٢٨ مناہج الطالبین' ص ص ۶۲-۶۱

١٢٩ فاروقی' برہان احمد: مجدد کا نظریۂ توحید' ص ۱۸' نیز مجدد الف ثانی' مکتوبات' جلد اول مکتوب ۲۶۶' مکتوب ۲۸۸

١٣٠ مجدد الف ثانی: مکتوبات جلد دوم۔ مکتوبات ۶۰-۵۸

١٣١ ایضاً جلد دوم مکتوب ۵۸' مکتوب ۴۴

١٣٢ ایضاً جلد اول مکتوب ۲۸۷

١٣٣ ایضاً مکتوبات ۲۰-۱۹

١٣٤ ایضاً جلد اول مکتوبات ۳۰ و ۱۶۰' جلد سوم مکتوب ۱۲۲

Marfat.com

Burhan Ahmad Farooqi, The Mujaddid's Concept of Tawheed, Lahore, 1989, pp. 39 & 61

۱۳۵ ایضاً ص ص ۷۱-۶۸، ۶۱ و ۷۰-۶۳ و نیز ر۔ک۔ زرکوب، ڈاکٹر عبدالحسین: ادبیات عرفانی ایران و ارزش انسانی آن، مجلۂ دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، شمارہ ۷۷، اسفند ماہ ۱۳۵۰ (تہران، ایران) ص ص ۱۲۳-۱۲۲، لاہجی، شیخ محمد: مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز با مقدمہ کیوان سمیعی، ایران ۱۳۷۴، ص ص ۶۱-۵۹

۱۳۶ Faooqi, The Mujaddid's Concept of Toheed, pp.63-67، خواجہ میر درد، علم الکتاب، ترجمہ اردو ڈاکٹر عبداللطیف، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، جلد دوم ۲۰۰۲، ص ص ۸۳۸-۸۲۸

۱۳۷ سید احمد شہید، صراط مستقیم، ترجمۂ اردو محمد اکرم، اسلامی اکیڈیمی، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد

۱۳۸ ماخوذ از "جنگ هفتاد و دو ملت" از سید محمد علی جمال زادہ: ادبیات عجم حصہ دوم مرتبہ مولوی عابد حسین آگرہ بھارت ۱۹۳۱، ص ص ۸۰-۵۹

۱۳۹ مسعودی، ابوالحسن علی حسین: مروج الذهب، ترجمہ فارسی ابوالقاسم پایندہ، تہران، ایران، ۱۳۷۴، جلد دوم ص ۳۲۷

۱۴۰ جلال ہمائی، غزالی نامہ

باب: ۳ تصور ابلیس اور صوفیہ

۱ یوم تقوم الساعة یبلس المجرمون (سورہ روم ۳۰ آیت ۱۲)
نیز آیت اخذ ناهم بغتة فاذاهم مبلسون (سورہ انعام ۶۔ آیت ۴۴)

۲ اکبر عرشی۔ قاموس القرآن۔ تہران۔ ص ۲۲۷

۳ فرید کوٹی، عین الحق: اردو زبان کی قدیم تاریخ ص ص ۳۰۵، ۳۰۶ نیز دائرۃ المعارف اسلامی

۴ زروان۔ ر۔ک کرستن سین، ایران در عہد ساسانیان، فرہنگ آنندراج، نیز فرہنگ معین۔ نیز شاہنامہ، چاپ کلکتہ ۱۸۲۹، ص ۱۶۵، سطر ۳

۵ فرہنگ فارسی معین جلد پنجم اعلام ص ۳۴۲

۶ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل ص ۳۰۴۔ ر۔ک دائرۃ المعارف اسلامی۔ قاسم غنی، بحث در آثار و افکار و احوال حافظ ص ۳۰۱

۷ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۲۸۰، انصاری، خواجہ عبداللہ: کشف الاسرار میبدی خلاصہ تفسیر ادبی و عرفانی قرآن مجید، بکاوش آموزگار حبیب اللہ: جلد اول ص ۲۱ و ۶۱ و ص ۲۲۳-۲۲۲، جلد دوم ص ص ۳۲۸-۳۲۰ و ۵۱۹-۵۱۸

۸ تصوف اسلامی و رابطۂ انسان و خدا، ص ۲۷۱ بنقل از دفاعیات عین القضاۃ ہمدانی، ترجمہ و تحشیہ دکتر قاسم انصاری تہران ۱۳۶۰ ش ص ۱۹۔

۹ احمد غزالی، سوانح با تصحیحات جدید و مقدمہ و توضیحات، نصر اللہ پور جوادی: تہران ۱۳۵۹ ھ ص ۴۹

۱۰ عین القضاۃ ہمدانی تمہیدات، با مقدمہ و تصحیح عفیف عسیران، تہران، ۱۳۳۶ ص ص ۱۸۶-۱۸۸، ۲۲۷

۱۱ ایضاً۔ ص ۲۳۱

۱۲ حلاج، حسین بن منصور: کتاب الطواسین، ترجمہ و شرح فارسی از روز بہان بقلی، ترجمہ و شرح اردو از عتیق الرحمان عثمانی۔ انتشارات المعارف، گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۳) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآنی آیت ۹۰، سورہ یونس کے مطابق فرعون دریا میں غرق ہونے کے وقت ایمان لے آیا تھا، سو حلاج کا بیان کہ فرعون دریا میں غرق کر دیا گیا لیکن اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہوا۔ محل نظر ہے۔ (مولف)

۱۳ سنائی، دیوان، مرتبہ مدرس رضوی چاپ کتاب خانہ سنائی، تہران ۱۳۵۴ ش ص ۸۷۱۔ یہ غزل دیوان خاقانی مرتبہ ڈاکٹر سجادی

Marfat.com

میں بھی ہے ــــ مصحح محترم کے مطابق یہ غزل خاقانی کے صرف ایک دیوان میں ملتی ہے۔ سنائی کے دیوان کے قدیم نسخوں میں بھی یہ غزل نہیں ملتی' ہوسکتا ہے کہ یہ غزل نہ سنائی کی ہو نہ خاقانی کی' کسی گمنام صوفی شاعر کی ہو (مولف)
عطار' فریدالدین: الٰہی نامہ بتصحیح فواد روحانی' کتاب فروشی زوار' چاپ تہران ص ۱۱۱

۱۴ ایضاً۔ ص ۱۰۳
۱۵ مثنوی معنوی مولوی با ترجمہ و مقدمہ' قاضی سجاد حسین' موسسہ انتشارات اسلامی لاہور ۱۳۵۸ء
۱۶ عطار' الٰہی نامہ' سعدی بوستان۔ باب نہم چاپ مطبع کاشی رام لاہور ۱۳۳۲ھ ص ۲۱۳
۱۷ سرمد شہید' رباعیات۔ با مقدمہ' ابوالکلام آزاد و آغا یمین خان۔ لاہور ۱۹۷۳ ص ۱۴۱
۱۸ آزاد بلگرامی: سرو آزاد ص ۳۲۸' جبران خلیل جبران' شیطان و دیوانہ' ترجمہ حبیب اشعر' لاہور ۱۹۷۷
۱۹ اقبال' پیام مشرق ص ص ۸۶'۸۵' کلیات فارسی اقبال' لاہور ۱۹۸۷ء
۲۰ اقبال' کلیات اردو' لاہور' ۱۹۷۷ ص ص ۴۳۶۔۴۳۵
۲۱ اقبال' جاوید نامہ ص ص ۱۳۶'۱۳۵۔ کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۷۲۳'۷۲۴
۲۲ اقبال' پیام مشرق ص ص ۸۶'۸۷ کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۲۵۶'۲۵۷
۲۳ اقبال' ارمغان حجاز ص ۱۲۸ کلیات فارسی اقبال۔ ص ۱۰۱۰
۲۴ اقبال' جاوید نامہ۔ ص ۱۳۷
۲۵ اقبال' ارمغان حجاز ص ص ۱۲۸۔ ۱۲۶ کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۱۰۱۰۔ ۱۰۰۸
۲۶ اقبال' جاوید نامہ۔ ص ص ۴۹۔ ۴۸
۲۷ ایضاً ص ۹۲' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۶۷۰
۲۸ اقبال' ضرب کلیم ص ص ۱۴۳۔ ۱۴۲ و جاوید نامہ ۷۵' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۶۶۳
۲۹ اقبال' ارمغان حجاز ص ۱۲۴
۳۰ اقبال' پیام مشرق ص ۱۳۲' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۳۰۲
۳۱ اقبال' جاوید نامہ (شاہ ہمدان) ص ۱۶۰ کلیات فارسی اقبال۔ ص ۷۴۸
۳۲ ایضاً ص ۱۳۶' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۷۲۴
۳۳ اقبال' ارمغان حجاز (فارسی) ص ۱۲۵ کلیات فارسی اقبال۔ ص ۱۰۰۷
۳۴ مولانا روی کہتے ہیں۔ ''زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است''
۳۵ اقبال' پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ص ۴۴' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۸۴۰
۳۶ اقبال' جاوید نامہ ص ۷۴' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۶۶۲
۳۷ ایضاً ص ۷۵' کلیات فارسی اقبال۔ ص ۶۶۳
۳۸ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۸۱'۸۲
۳۹ حمویہ' سعدالدین: المصباح فی التصوف با مقدمہ' تصحیح و تعلیق نجیب مایل حروی' تہران' ۱۴۰۳ھ ص ۱۰۲
۴۰ رازی' شیخ نجم الدین: مرصاد العباد من المبدء الی المعاد' بہ سعی اہتمام حسین الحسینی' سازمان انتشارات سنائی ص ص ۱۸۳۔ ۸۴
۴۱ نسفی' عزیز الدین: کشف الحقایق مرتبہ دامغانی' ڈاکٹر احمد مہدوی: تہران' ۱۳۵۹ ش ص ص ۶۲'۶۳

Marfat.com

باب: ۴ تصورِ انسان و مرشد و شیخ اور صوفیہ

۱ حضرت علیؑ 'دیوان' ص ۲۳۔ بحوالہ نقد اقبال' از میکش اکبر آبادی لاہور۔ ۱۹۷۰ء ص ۱۶۶' سمنانی' علاؤالدولہ: چہل مجلس'
ص ص ۱۳۴۔۱۶' ر۔ک۔ ابونجیب سہروردی'' آداب المریدین

۲ جان بی ناس: تاریخ جامع ادیان ص ص ۴۶۵ و ۴۷۶' نیز مہرداد مہرین' فلسفہ شرق' ص ۱۶۰

۳ سورہ ۹۵' آیت ۴

۴ سورہ ۲' آیت ۳۴

۵ سورہ ۲' آیت نمبر ۳۰

۶ سورہ ۳۳' آیت نمبر ۷۲

۷ سورہ ۱۷' آیت نمبر ۷۰

۸ سورہ ۷' آیت نمبر ۱۷۲

۹ سورہ ۴۵' آیت نمبر ۱۳

۱۰ سید حسین نصر' سہ حکیم مسلمان' ترجمہ فارسی احمد آرام' تہران ۱۳۶۱ھ ش' ص ص ۱۳۲۔۱۳۱

۱۱ ر۔ک۔ علامہ محمد اقبال' سیر فلسفہ در ایران' ترجمہ فارسی آریان پور' تہران ۱۳۴۹ھ ش' ص ص ۱۱۸۔۱۰۷

۱۲ دوبوئر۔ تاریخ فلسفہ اسلام ترجمہ سید عابد علی۔ دہلی ۱۹۳۴ء ص ص ۱۱۳ و ۱۱۲

۱۳ نسفی' عزیز الدین: کتاب الانسان الکامل' تہران ۱۳۶۲ھ ش ص ص ۴تا۹' ۲۵۶۔۲۵۰

۱۴ ایضاً الانسان الکامل ص ص ۸۱۔۸۲' کشف الحقائق' ص ص ۱۴۰۔۱۳۰

۱۵ شیخ ابوسعیدؒ 'اسرار التوحید' ص ۳۲۸' عین القضاۃ ھمدانی' تمہیدات' تصحیح عفیف عسیران' کتابخانہ منوچہری' تہران' ۱۹۶۲ء'
۱۳۸۲ھ ق۔ ص ۲۵

۱۶ عطارؒ 'تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۰

۱۷ میبدی' ابوالفضل رشید الدین: کشف الاسرار وعدۃ الابرار' معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاریؒ' بکوشش علی اصغر حکمت'
انتشارات امیر کبیر' ۱۳۶۱ھ ش' جلد پنجم ص ص ۶۶۹۔۶۶۸ کاشفی' ملاحسین واعظ: 'فتوت نامہ سلطانی' مقدمہ از جعفر محجوب' ص
تہران ۱۳۵۰ ص چہاردہ۔

۱۸ کاشفی' ملاحسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' ص ۲۰' ر۔ک۔ عنصر المعالی کیکاؤس' قابوس نامہ' ہجویری' کشف المحجوب تصحیح تسبیحی
(ص ۱۶۱)

۱۹ ابوالقاسم عبدالکریم' رسالہ قشیریہ ص ص ۳۶۵۔۳۵۵' کاشفی' ملاحسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' مقدمہ از جعفر محجوب' ص
بیست و چہار بیست و پنج' نیز عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۲۲۱، ۲۲۲' کشف المحجوب تصحیح تسبیحی ص ۱۷۱' محسن کیانی' تاریخ
خانقاہ در ایران' ص ۷۷

۲۰ عطارؒ 'تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۷۸۔۷۷

۲۱ کاشفی' ملاحسین واعظ: فتوت نامہ سلطانی' و اسرار التوحید ایضاً ص ۲۸۰

۲۲ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۲۹۴' و کشف المحجوب مرتبہ تسبیحی ص ۲۶۸

۲۳ ایضاً حصہ اول ص ۲۷۷

Marfat.com

۲۴۔ ایضاً حصہ دوم ص ۷۶
۲۵۔ ایضاً ص ۸۳ شمیم محمود زیدی' احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین ص ۱۴۱
۲۶۔ ایضاً ص ۱۵۱
۲۷۔ ایضاً ص ۱۶۶
۲۸۔ ایضاً ص ۱۹۳ تا ۲۰۰ نیز کاشفی واعظ: فتوت نامۂ سلطانی ص ۱۰
۲۹۔ ایضاً ص ۲۳۸ نیز کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' مقدمہ ۱۳۔۱۱۔ ر۔ک۔ اردشیر العبادی' صوفی نامہ
۳۰۔ مناھج الطالبین' ص ۱۷۴۔۱۷۳ نیز ر۔ک۔ کشف المحجوب' ابو العلا عفیفی' رسالۂ ملامتیہ صوفیہ و فتوت' ترجمہ نصر اللہ فروھر' تہران ۱۳۷۶' ص ۶۴
۳۱۔ سہروردی' شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ص ۳۳ تا ۳۵ و قرآن سورہ ۱۰' آیت ۶۲
۳۲۔ سراج طوسی' کتاب اللمع' ص ص ۶۲۲۔۶۱۹۔ تعرف ترجمہ اردو پیر محمد حسن ص ص ۱۰۳۔۱۰۰' عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۱۶۳' ہمدانی' تمہیدات' ص ۴۵' صمدانی' چہل مجلس' ص ص ۱۷۵۔۱۷۲' اسفراینی' کاشف الاسرار' ص ۵۴' لاہیجی' شرح گلشن راز' ص ص ۲۸۲۔۲۷۳
۳۳۔ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ص ۳۲۳۔۳۱۶
۳۴۔ سجادی' سید ضیاء الدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان و تصوف' تہران سال ۱۳۷۲ ص ۲۳۷' نیز تعرف ترجمہ پیر محمد حسن ص ص ۱۰۱ و ۱۰۳ و ۱۱۰ کشف المحجوب ص ص ۳۴۹۔۳۴۷' نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ص ۳۲۳۔۳۱۶
۳۵۔ عوارف المعارف' ص ۳۳' مناھج الطالبین ص ۷۷
۳۶۔ اصفہانی' صاین الدین علی بن محمد: اطوار ثلاثہ بہ تصحیح حسین داودی' مطبوعہ در مجلۂ معارف سال ۱۳۷۸ ھ ش شمارہ ۲ ص ۸۷؛ شاہ عبداللہ دھلوی' المعروف بہ شاہ غلام علی' ملفوظات در المعارف مرتبہ شاہ رؤف احمد' پیش لفظ از ایوب گنجی ۱۳۷۶ ص ۱۹۳ و ہجویری' کشف المحجوب' مرتبہ تسبیحی' باب ولایت ص ص ۳۱۸۔۳۱۰ نیز مقابیس المجالس ص ۴۸۲ و تذکرۃ خواجہ گیسو دراز ص ص ۷۶۔۷۴' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۶۹ مناھج الطالبین ص ۷۷ تمہیدات عین القضاۃ ص ۳۰' تھانوی' اشرف علی: التکشف عن مہمات التصوف' سجاد پبلشرز' پیسہ اخبار' لاہور سال ۱۹۶۰' نیز عوارف المعارف ص ص ۳۳ تا ۳۵' تمہیدات ص ۳۰' ذوقی' سید محمد: سر دلبران' کراچی ۱۳۸۸ ص ۳۱۷' زیدی' شمیم محمود: احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین ص ۱۵۹ و حسن سجزی' فوائد الفواد ص ۲۷۹۔۲۷۸' ذبیح اللہ صفا' مقدمہ ای بر تصوف' ص ۳۲
۳۷۔ محمد بن منور' اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید' با تصحیح کدکنی' ڈاکٹر محمد رضا شفیعی: چاپ چہارم ۱۳۷۶ ھ ش' جلد اول ص ص ۳۳۰۔۳۲۹
۳۸۔ ذوقی' سید محمد: سر دلبران ص ۱۷۳' رازی' شیخ نجم الدین: مرصاد العباد من المبداء الی المعاد مرتبہ حسین الحسینی نعمۃ اللھی' سازمان انتشارات سنائی ص ص ۱۳۹۔۱۲۸
۳۹۔ کاشانی' عز الدین: مصباح الہدایت' ص ص ۲۲۶۔۲۱۸
۴۰۔ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ۱۰۵ و تذکرۃ خواجہ گیسو دراز' مرتبہ اقبال الدین احمد' اقبال پبلشرز' کراچی ۱۹۶۶ ص ۷۶' عوارف المعارف' ص ۶۰ و ص ص ۱۶۵۔۱۶۴ و اردو ترجمہ از شمس بریلوی' مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی ۱۹۷۷ ص ۲۶۵
۴۱۔ تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ص ۱۷۴ و ۲۰۳ و ۲۱۳ و ۲۲۳ و ۱۵۹

Marfat.com

۴۲ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ۱۵۶و۱۷۲و۱۸۴و۲۹۳' حصہ دوم ص ص ۵۰و۱۶۷و۱۶۹و کشف المحجوب مرتبہ تسبیحی ص ۱۷۸
۴۳ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۹۰'۱۰۰'۱۰۱'۱۰۴'۲۷' حصہ دوم ص ص ۱۳۲'۲۷' و ذکر ابراہیم بن ادہمؒ
۴۴ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ۲۸۸' حصہ دوم ص ۲۳۸ و الکلاباذی' تعرف ص ۲۳۵
۴۵ تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۰۹ و طرایق الحقایق' ص ص ۳۹۹_۳۹۸
۴۶ مناقب العارفین حصہ اول' ص ۱۶۴' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ص ۵۰_۴۹ و ۲۸۰ و اسرار التوحید ص ۲۵۰
۴۷ تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۷۵
۴۸ ایضاً ص ۱۶۰' کشف المحجوب ص ص ۱۸۷_۱۸۶
۴۹ ایضاً حصہ اول ص ۱۳۹
۵۰ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۱۳۰'۲۸۱و۲۸۲و۲۸۴ حصہ دوم ص ص ۱۶۰و۲۷۶' و مناقب العارفین و نیز گنگوہی' رشید احمد: مقدمہ' ارشاد الملوک ترجمہ' امداد السلوک (ماخوذ از رسالہ' مکیہ) ادارہ اسلامیات' انار کلی' لاہور۔ ص ۱۹ و کشف المحجوب ص ص ۲۴۵ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و نیز فوائد الفواد
۵۱ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۲۳۹_۲۳۰
۵۲ مناقب العارفین' ص ۱۶۲

باب: ۵ لباس و خرقہ' صوفیہ

۱ سورہ ۷' آیت ۲
۲ قطب الدین ابوالمظفر منصور بن اردشیر العبادی' صوفی نامہ' (التصفیہ فی احوال المتصوفہ) بہ تصحیح یوسفی' ڈاکٹر غلام حسین: تہران' (شرکت انتشارات علمی) ایران' ۱۳۶۸ھ ش' ص ص ۲۴۴_۲۴۳
۳ سہروردی' شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف' ترجمہ فارسی ابو منصور عبدالمومن اصفہانی' بہ اہتمام قاسم انصاری' تہران' (شرکت انتشارات علمی) ایران' ۱۳۶۴ھ ش' ص ۱۴۵' و نیز ترجمہ' اردو از شمس بریلوی' کراچی' (مدینہ پبلشنگ کمپنی) ۱۹۷۷ء ص ص ۵۱۰_۵۰۷' عطار' تذکرہ' حصہ اول' ص ص ۱۷۷_۱۷۶' سجادی' علی محمد: خرقہ و خرقہ پوشی' تہران' ۱۳۶۹' ص ص ۵۵_۵۴
۴ کاشفی' حسین واعظ: فتوت نامہ' سلطانی' بہ اہتمام محجوب' محمد جعفر: تہران' (انتشارات بنیاد فرہنگ) ' ۱۳۵۰ھ ش' ص ۱۹۶
۵ نخشبی' ضیاء الدین: سلک السلوک' با مقدمہ' غلام علی آریا' تہران' کتاب فروشی زوار ۱۳۶۹ھ ش' ص ۱۵۳
۶ علی ہجویریؒ' کشف المحجوب' اردو ترجمہ ایف' ڈی گوہر' ص ۴۸
۷ العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۲۴۶_۲۴۳
۸ ذوقی' سید محمد: سر دلبران' طبع اول ۱۳۷۱ھ ق' ص ص ۱۵۵_۱۵۴
۹ غلام احمد پرویز' لغات القرآن ص ۵۸۹
۱۰ کاشفی' حسین واعظ: فتوت نامہ' سلطانی' ص ص ۱۵۲_۱۵۱
۱۱ سجادی' سید ضیاء الدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان و تصوف' ایران ۱۳۷۳ھ ش' ص ۲۵۱
۱۲ کاشفی' حسین واعظ: فتوت نامہ' سلطانی' ص ص ۱۸۱_۱۷۲' سجادی' علی محمد: خرقہ و خرقہ پوشی' ص ص ۱۴۸_۱۱۱
۱۳ مانک پوری' حسام الدین: انیس العاشقین' مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ ش' ص ص ۳ تا ۵
۱۴ تذکرہ خواجہ گیسو دراز' ص ص ۹۹_۹۸

Marfat.com

۱۵ افلاکی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، بہ تصحیح تحسین یازیجی، جلد اول، دنیائے کتاب، ۱۳۶۲ھ ش، ص ۴۹۳
۱۶ مانک پوری، حسام الدین: انیس العاشقین، ص ص ۵۔۳
۱۷ ایضاً، ص ص ۶۔۵
۱۸ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ عبدالمومن اصفہانی، بہ اہتمام قاسم انصاری، شرکت انتشارات علمی و فرہنگی، تہران ۱۳۷۴ھ ش
۱۹ ایضاً، ص ص ۴۴، ۴۵
۲۰ خواجہ غلام فرید، مقابیس المجالس، (اشارات فریدی) ملفوظات خواجہ غلام فرید، مرتبہ رکن الدین، ترجمہ واحد بخش سیال، لاہور (اسلامک بک فاؤنڈیشن)، ۱۹۷۹ء، ص ص ۳۵۷۔۳۵۴
۲۱ تذکرہ خواجہ گیسودراز، مرتبہ اقبال الدین احمد، کراچی، اقبال پبلشرز، ۱۹۶۶ء ص ص ۱۰۰۔۹۹ نجیب مایل ہروی، سماع نامہ ہای فارسی، ص ۲۹۲ و رشید احمد گنگوہی، امدادالسلوک ترجمۂ اردو از محمد عاشق الٰہی میرٹھی (بعنوان ارشاد الملوک) ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۸۴ء ص ص ۱۵۲۔۱۵۱
۲۲ تبریزی، شمس الدین محمد: مقالات شمس تبریزی، تہران، ص ۴۱
۲۳ کشف المحجوب، باب چہارم
۲۴ کاشانی، عزالدین محمود: مصباح الھدایت و مفتاح الکفایت، بہ تصحیح جلال الدین ہمائی، تہران، ایران ۱۳۶۷ ھ ش، ص ص ۱۵۳۔۱۴۷، نیز ر۔ک۔ واعظ کاشفی فتوت نامۂ سلطانی، ص ص ۱۶۹۔۱۶۷
۲۵ کشف المحجوب، باب چہارم
۲۶ ایضاً
۲۷ سجادی، سید ضیاء الدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان و تصوف، ص ص ۲۵۵۔۲۵۳ و کشف المحجوب، باب چہارم، سجادی، علی محمد: خرقہ و خرقہ پوشی، ص ص ۱۰۰۔۹۹
۲۸ کشف المحجوب باب چہارم
۲۹ حاکمی، اسماعیل: سماع در تصوف، انتشارات دانشگاہ تہران، ایران ۱۳۷۳ھ ش ص ص ۱۲۔۱۱
۳۰ کشف المحجوب، باب چہارم
۳۱ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص ۷۳۔۷۲ و کشف المحجوب
۳۲ تذکرۃ الاولیا میں جنیدؒ کا قول یوں بھی ہے
لیس الاعتبار بالخرقه انما الاعتبار بالحرقه ...... تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۱۰ و صلاح بن مبارک بخاری، انیس الطالبین وعدۃ السالکین، بہ تصحیح خلیل ابراہیم صاری اوغلی، تہران ۱۳۷۱ھ ص ۱۵۴

باب:۶ سماع و موسیقی اور صوفیہ

۱ علی ہجویری، کشف المحجوب، بکوشش ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، 1995، ص ۵۷۹
۲ کاشانی، عزالدین: مصباح الھدایت، ص ۱۸۹، نجیب مایل ہروی، سماع نامہ ہای فارسی، ص ۶۹، امام قشیری، رسالہ قشیریہ باب سماع، ص ص ۶۱۸ و ۶۱۹، کتاب اللمع، باب سماع، نیز کشف المحجوب باب سماع، ص ۵۷۸
۳ حاکمی، اسماعیل: سماع در تصوف، انتشارات دانشگاہ، تہران، ایران ۱۳۷۳ ھ ش، ص ۶۹ وزیر آغا، نئے مقالات،

Marfat.com

مکتبۂ اردو زبان' سرگودھا ۱۹۷۲ء ص ۱۶۳

۴ احمد بن محمد الطوسی' الھدیہ السعدیہ فی معان الوجدیہ ترجمہ از عبداللہ شطار قادری' (قرن یاز دھم) بہ اہتمام احمد مجاہد' چاپ اول ۱۳۷۳ھ ش' ص ۴۳ (یہ کتاب اصل میں بوارق الالماع فی ردعلی من یحرم السماع بالا جماع۔ عربی میں تھی خود مصنف احمد بن محمد الطوسی (م قرن ہفتم) نے اس کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا اور فارسی ترجمہ کا نام "الھدیہ السعدیہ فی معان الوجدیہ" رکھا' گیارہویں صدی میں اس کتاب بوارق الالماع کا ایک اور صوفی عبداللہ شطار قادری نے فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام بوارق السماع رکھا) نیز حاکی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۷۰' حاکی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۱۸۲' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۳۰

۵ کاشانی' عزالدین: مصباح الھدایت' ص ص ۱۹۹۔۱۹۸ نیز رسالۂ قشیریہ باب سماع

العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۱۵۶۔۱۵۰

۶ کاشانی' عزالدین: مصباح الھدایت' ص ۱۹۱

۷ العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۱۵۶۔۱۵۰

۸ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۱۲۴

۹ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' تہران ۱۳۷۲ھ ش' ص ۲۵۰' و نیز خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس' (اشارات فریدی) اسلامک بک فاؤنڈیشن' لاہور ص ۷۵۶

۱۰ سماع نامہ ہای فارسی ایضاً' ص ۲۶۵ و ص ۲۹۲

۱۱ حاکی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۷۰' اسماعیل حاکی' سماع در تصوف' ص ۱۸۲' خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس' (اشارات فریدی) مرتبہ مولانا رکن الدین' ترجمۂ اردو واحد بخش سیال' اسلامک بک فاؤنڈیشن' لاہور ص ۱۶۲

۱۲ زین الدین کیانی نژاد' سیر عرفان در اسلام' انتشارات اشراقی' ص ۲۵۷' علی ہجویری' کشف المحجوب' باب سماع'

۱۳ حاکی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۴۲' امام قشیری' رسالۂ قشیریہ باب سماع

۱۴ حاکی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۴۵

۱۵ سہروردی' ضیاء الدین ابو نجیب: آداب المریدین' ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان' بہ تصحیح نجیب مایل ھروی' ایران ۱۳۶۳ھ ش' ص ص ۱۴۶۔۱۴۴' ابن جوزی' تلبیس ابلیس' ص ۱۷۶

۱۶ عطار' فرید الدین: تذکرۃ الاولیا' تصحیح میرزا محمد خان قزوینی' چاپ نکلسن۔ ۱۳۳۶ھ ش' حصہ دوم' ص ۲۲۰' قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام' جلد دوم' تہران' انتشارات زوار' ۱۳۷۵ ش ص ۳۹۴

۱۷ تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۲۴۱۔۲۴۰ و سہروردی' ابو نجیب: عوارف المعارف ص ۹۶ و سماع در تصوف ص ص ۱۱۷۔۱۱۶

۱۸ کاشانی' عزالدین: مصباح الھدایت' ص ص ۱۸۷۔۱۷۹' و سماع در تصوف ص ص ۱۱۷۔۱۱۶' و تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ۲۸۰

۱۹ سماع نامہ ہای فارسی' ص ۷۸' احمد مکرم' حل الغنا' پہلا ایڈیشن ۱۹۰۴ء' لاہور' ص ۳۱' و خواجہ عبداللہ انصاری' سخنان پیر ھرات' بہ کوشش محمد جواد شریعت' تہران ۱۳۷۶ھ ش' ص ۱۸۳' کتاب اللمع' باب سماع' رسالۂ قشیریہ' باب سماع کشف المحجوب باب سماع' آداب المریدین' ص ص ۵۹ تا ۶۲

۲۰ خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس (اشارات فریدی) ص ۱۳۱ و نیز سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ترجمۂ فارسی از ابو منصور بن عبدالمومن اصفہانی' بہ اہتمام قاسم انصاری' تہران ۱۳۷۳ھ ش' ص ص ۹۲۔۹۱

Marfat.com

۲۱۔ خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس (اشارات فریدی) مقدمہ از واحد بخش سیال' ص ۱۳۵
شاہ ولی اللہ دھلوی' انفاس العارفین' ترجمہ سید محمد فاروق القادری' المعارف لاہور' ۱۳۹۱ھ ق ص ص ۱۱۰۔۱۰۹
۲۲۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف ص ۹ و نیز مقدمہ' مقابیس المجالس' باب سماع و مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۱۲
۲۳۔ مقدمہ' مقابیس المجالس' باب ششم
۲۴۔ سماع نامہ ہای فارسی' ص ۱۳ و سماع در تصوف' ص ۱۰' رسالہ قشیریہ' باب سماع
۲۵۔ معارف بہاولد' بہ تصحیح استاد فروزانفر' کتابخانہ طہوری' ۱۳۵۲ ش' ر۔ک۔ سماع نامہ ہای فارسی و سماع در تصوف
۲۶۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف' انتشارات دانشگاہ تہران ۱۳۷۳ھ ش' ص ۱۵ نیز مقدمہ' مقابیس المجالس' ایضاً ص ص ۱۹۴۔۱۹۰ و نیز قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام' تہران' (انتشارات زوار)' ۱۳۷۵ھ ش ص ۳۸۹
۲۷۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ص ۵۔۴
۲۸۔ علی ہجویری' کشف المحجوب' بکوشش تسبیحی ص ص ۵۸۰۔۵۷۶
۲۹۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۹ و ص ۹۲' نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۴۹' ابو بکر محمد کلابادی' کتاب تعرف' باب سماع
۳۰۔ کاشانی' عز الدین: مصباح الھدایت' ص ۱۸۹' رسالہ قشیریہ' باب سماع' ابو نصر سراج' اللمع فی التصوف' باب سماع
۳۱۔ مناقب العارفین حصہ اول' ص ۳۵۶' نیز سماع نامہ ہای فارسی ص ۲۹۶' تذکرۃ الاولیا' فارسی' ص ۱۳۸
۳۲۔ اردشیر العبادی' صوفی نامہ' ص ۱۵۲۔۱۵۰ نیز تذکرۃ الاولیا' عطار' حصہ دوم' ص ۲۷' رسالہ قشیریہ' باب سماع و عز الدین کاشانی' مصباح الھدایت' ص ص ۱۹۸۔۱۹۰' سہروردی' عوارف المعارف ص ص ۹۸۔۹۰' سماع نامہ ہای فارسی ص ص ۶۴' ۶۹' ۲۵۰' کتاب اللمع' باب سماع' اسرار التوحید' ص ۳۱۸
۳۳۔ کاشانی' عز الدین: مصباح الھدایت' ص ۱۹۴ و نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ص ۳۰۶۔۳۰۳
۳۴۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۳۰۶' امام ابو بکر بن اسحاق کلابادی' تعرف' ترجمہ پیر محمد حسن' لاہور (اسلامک بک فاؤنڈیشن) ۱۹۷۸ء' ص ۲۶۰
۳۵۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۸
۳۶۔ ایضاً ص ۶
۳۷۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۸۹ و کشف المحجوب باب سماع
۳۸۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف ص ۶۹ و سماع نامہ ہای فارسی' ص ۲۵۰' رسالہ قشیریہ' باب سماع
۳۹۔ سہروردی' ابو نجیب: آداب المریدین' ص ص ۱۵۰۔۱۴۵
۴۰۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۲۷۹ و نیز ص ۲۸۵
۴۱۔ ایضاً' ص ۷
۴۲۔ تبریزی' شمس الدین: مقالات شمس تبریزی' بہ تصحیح موحد محمد علی: تہران ۲۵۳۶ شاہی' ص ص ۱۹۵' ۸۱' ۷۳
۴۳۔ امام محمد غزالی' کیمیائے سعادت' بہ تصحیح احمد آرام' تہران' انتشارات گنجینہ' تہران ۱۳۷۱ ھ ش' جلد اول ص ص ۳۸۸۔۳۷۰ نیز ر۔ک احیاء العلوم غزالی و نیز سماع نامہ ہای فارسی' ص ۳۲۱ و نیز مناقب العارفین ص ۲۸۲' اسرار التوحید ص ۳۱۸
۴۴۔ کاشانی' عز الدین: مصباح الھدایت' ص ۱۹۸۔۱۹۰' سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ۹۸۔۹۰' سہروردی'

Marfat.com

ابونجیب: آداب المریدین' ص۱۴۵ نیز رازی' نجم الدین: مرصاد العباد ص۲۰۶ سماع نامہ ہای فارسی ص ۶۴، ص ۶۹، ص۲۵۰ نیز طوسی' ابونصر سراج: کتاب اللمع فی التصوف' باب سماع' محمد بن مبارک علوی' سیر الاولیا' مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان' ۱۹۷۸ء ص ص ۵۰۴-۵۰۱' طوسی' ابونصر سراج: اللمع فی التصوف' ترجمہ اردو پیر محمد حسن' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد' ۱۹۹۶ء ص ص ۴۰۷-۴۰۶' ایضاً' ص۶۹' رسالہ قشیریہ' باب سماع

۴۵۔ تبریزی' شمس الدین: مقالات شمس تبریزی' بہ تصحیح موحد' محمد علی: تہران' ۲۵۳۶ شاہی' ص ص ۱۹۵'۱۷۳

۴۶۔ خواجہ غلام فرید' مقدمہ' مقابیس المجالس' (اشارات فریدی)' مقدمہ' از واحد بخش سیال' ص ص ۱۷۸-۱۷۷

۴۷۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۴۸

۴۸۔ مسعودی' ابوالحسن علی بن حسین: مروج الذھب' ترجمہ' فارسی از ابوالقاسم پایندہ' تہران' (شرکت انتشارات علمی و فرہنگی) ۱۳۷۴ھ ش جلد دوم' ص ۲۹۱

۴۹۔ مقدمہ' مقابیس المجالس' ص ۱۸۵-۱۸۳ و

Evelyn Underhil, Mysticism, The Nature and Development of Spiritual Consciousness, Oneworld, Oxford, 2005, p.77

۵۰۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی ص ۹۱

۵۱۔ مقدمہ' مقابیس المجالس' ص ۱۸۵-۱۸۳

۵۲۔ حاکمی' اسماعیل: سماع در تصوف' ص ۹۴

۵۳۔ ایضاً ۱۶۴' افلاکی' مناقب العارفین' ص ۱۸۴-۱۸۳

۵۴۔ افلاکی' مناقب العارفین' ص ۴۲۹ و نیز سماع در تصوف' ص ۱۳۶

۵۵۔ مناقب العارفین' ص ص ۵۴۳-۵۴۲ و ۱۰۳-۱۰۲ و ۱۷۶ و ۱۸۲ و ۲۳۴-۲۳۳ و ۲۸۲ و ۴۹۰' ابو سعید ابو الخیر' اسرار التوحید' ص ۳۶۴' نیز رازی' نجم الدین: مرصاد العباد' مرتبہ محمد امین ریاحی' تہران' ۱۳۷۷' ص ۳۶۴

۵۶۔ تفضلی' ابوالقاسم: سماع' انتشارات زریاب' تہران' ۱۳۸۲ ص ص ۱۳۶-۱۲۴' ابو سعید ابو الخیر' اسرار التوحید' ص ۳۶۴' نیز رازی' نجم الدین: مرصاد العباد' ص ۳۶۴

۵۷۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۹

۵۸۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ص ۲۲-۲۱' حاکمی' سماع در تصوف ص ۱۱۸

باب: ۷ عبادات اور صوفیہ

۱۔ غوث شاہ قلندر پانی پتی' تعلیم غوثیہ' موسوم بہ مرآت الوحدت' مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر' نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۶' ص ص ۱۲۵-۱۲۳' و نظام الدین اولیا'' فوائد الفواد' مرتبہ حسن علا سجزی' دہلی' ۱۹۹۶ ص ۲۲۸' نیز سمنانی' علاؤ الدولہ: چہل مجلس' یا رسالہ' اقبالیہ' مرتبہ سجستانی' امیر اقبال شاہ: با مقدمہ' نجیب مایل ھروی' تہران ۱۳۶۶ھ ص ص ۱۳۴-۱۶

۲۔ عطار'' تذکرۃ الاولیا'' حصہ دوم ص ۳۶

۳۔ ایضاً ص ۱۶۶

۴۔ امام قشیری'' رسالہ قشیریہ'' ص ص ۳۰۵-۳۰۳

۵۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۶۶' نخشبی' سلک السلوک ص ۱۵۲

Marfat.com

۶۔ حمویہ سعد الدین: ''المصباح فی التصوف'' ص ص ۹۵۔۹۴

۷۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۰۴

۸۔ ایضاً ص ۲۰۵

۹۔ ایضاً ص ۲۰۷

۱۰۔ حمویہ سعد الدین: ''المصباح فی التصوف'' ص ۹۵

۱۱۔ عین القضاۃ ھمدانی ''تمہیدات'' ص ص ۶۷۔۶۶، وابن عربی' شجرہ الکون' اردو ترجمہ از صوفی محمد صدیق' علی برادران' فیصل آباد' ۱۹۸۵ ص ص ۶۷۔۶۵

۱۲۔ الکلاباذی' ''تعرف ترجمہ' اردو'' ص ص ۱۲۵۔۱۲۰

۱۳۔ نجم الدین کبریٰ' ''السایر والحایر'' ص ۴۴۹

۱۴۔ سہروردی' شہاب الدین: ''عوارف المعارف'' ص ص ۱۲۸۔۱۲۴

۱۵۔ نجم الدین کبریٰ' ''السایر والحایر'' ص ص ۲۱۔۱۹

۱۶۔ عین القضاۃ ھمدانی' تمہیدات' ص ص ۸۰۔۷۹' حسن سجزی' فوائد الفواد ص ص ۲۵۹۔۲۵۸

۱۷۔ تمہیدات' ص ۷۹

(Annemarie Schimmel, Mystical Dimensions of Islam ,pp. 152-153

۱۸۔ تمہیدات' ص ص ۸۲۔۸۰

۱۹۔ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ص ۱۳۸۔۱۲۸

۲۰۔ الکلاباذی' تعرف' ترجمہ اردو' ص ۲۳۰

۲۱۔ رومی' جلال الدین: فیہ مافیہ' مرتبہ فروزانفر' تہران' ۱۳۶۱ھ' ص ص ۳۲۔۱۳' عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۷۷' ابو سعید ابوالخیر' اسرار التوحید ص ۲۹۹

۲۲۔ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۷۶

۲۳۔ ایضاً ص ۱۴۱

۲۴۔ ایضاً حصہ دوم ص ۱۶۶

۲۵۔ رازی' نجم الدین: ''مرصاد العباد'' ص ص ۹۶۔۹۵

۲۶۔ ابن عربی'' ''فصوص الحکم' فص محمدیہ'' ترجمہ' اردو عبدالقدیر صدیقی ص ص ۴۴۴۔۴۲۵' خواجہ میر درد محمدی دہلوی' اسرار الصلوٰۃ' دہلی' ۱۳۱۰' ص ۴۱

۲۷۔ فارابی' ابونصر: شرح فصوص الحکم ص ۲۷۲ و عوارف المعارف ص ۱۳۰

۲۸۔ شرح فصوص الحکم' ص ۲۷۳

۲۹۔ عطار'' تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ص ۲۲۵۔۲۲۴' ہجویری'' کشف المحجوب' مرتبہ تسبیحی' ص ص ۴۴۲۔۴۳۷

۳۰۔ نجم الدین کبریٰ' الاصول العشرۃ'' ص ۳۲

۳۱۔ عطار'' تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ۳۱

۳۲۔ ایضاً ص ص ۱۴۷۔۱۴۶ و حصہ دوم ص ۸۵

Marfat.com

۳۳۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص ۱۰۔۹
۳۴۔ شیرازی، محمد معصوم: ''طریق الحقائق'' با تصحیح محجوب محمد جعفر: کتاب خانہ سنائی، ص ص ۵۶۷۔۵۶۶، ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین، ص ص ۱۶۹۔۱۶۸
۳۵۔ عطار، ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ص ۴۹۔۴۸، افلاکی، مناقب العارفین ص ۲۰۱
۳۶۔ عین القضاۃ ھمدانی ''تمہیدات'' ص ص ۹۲۔۹۱
۳۷۔ سہروردی ''عوارف المعارف'' ص ص ۱۴۱۔۱۳۸ نیز کشف المحجوب (اردو ترجمہ ایف۔ ڈی گوہر) ص ۳۰۱
۳۸۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ۱۴۴، علی ھجویری، کشف المحجوب (اردو ترجمہ ایف۔ ڈی گوہر) ص ۳۰۲ نیز ر۔ک۔ نجم الدین کبریٰ السایر والحایر
۳۹۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ص ۲۶۹۔۲۶۸
۴۰۔ ایضاً حصہ دوم ص ۱۹۳ و ص ۱۹۹ نیز نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق، ص ص ۲۲۹۔۲۲۷
۴۱۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص ۱۹۹۔۱۹۳ میبدی، تفسیر کشف الاسرار، جلد اول ص ۶۱ و مناقب العارفین
۴۲۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص ۱۶۷ و ذوقی سر دلبران، ص ص ۱۴۱۔۱۳۴
۴۳۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص ۱۳۳۔۱۳۰
۴۴۔ ایضاً ص ص ۱۶۹۔۱۶۸
۴۵۔ ایضاً ص ص ۶۳۔۶۲ کشف المحجوب (اردو) ص ۹۰
۴۶۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۰
۴۷۔ عین القضاۃ ھمدانی ''تمہیدات'' ص ص ۹۳۔۹۲
۴۸۔ عطار ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ۶۷
۴۹۔ ''مطالب رشیدی'' ص ۵۱
۵۰۔ عطار ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ دوم، ص ۲۶۲
۵۱۔ عطار ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول، ص ۲۲۶

باب: ۸ ریاضت و مجاہدہ اور صوفیہ

۱۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۵۷ و حصہ اول ص ۶۹
۲۔ مناہج الطالبین، ص ص ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۱
۳۔ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ص ص ۱۰۵۔۱۰۳
۴۔ مناہج الطالبین، ص ص ۱۲۶۔۱۲۰
۵۔ نجم الدین کبریٰ، السائر الحائر ص ص ۳۵۔۲۶
۶۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۱۰۶۔۱۰۴
رازی، نجم الدین: مرصاد العباد، ص ص ۱۵۸۔۱۵۲
۷۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص ۱۳۷۔۱۳۶ و مناہج الطالبین، ص ص ۱۷۰۔۱۶۲

Marfat.com

باب:۹ احوال ومقامات اور صوفیہ

(ابتدائی کلمات)

۱۔ علی ہجویری، کشف المحجوب ص ص ۲۶۶۔۲۶۳ وابونصر سراج، کتاب اللمع، ترجمہ اردو ص ۸۰، عبداللہ انصاری ہروی رسائل مرتبہ تابندہ گنابادی، تہران، ص ص ۱۷۸۔۱۷۲

۲۔ سرّاج، ابونصر: کتاب اللمع، ترجمہ اردو از پیر محمد حسن ص ۸۱

۳۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، جلد دوم ص ۱۲۶

۴۔ ایضاً جلد دوم ص ص ۱۷۷۔۱۷۶

۵۔ سرّاج، ابونصر: کتاب اللمع ص ص ۱۱۷۔۸۰

(احوال)

۱۔ الکلاباذی، تعرف (اردو ترجمہ از پیر محمد حسن)، ص ۱۷۰، قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام ص ص ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۵۲ و تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۱۲۱

۲۔ علی ہجویری، کشف المحجوب ص ص ۲۶۶۔۲۶۳ و سراج، ابونصر: کتاب اللمع، ترجمہ اردو ص ص ۱۱۷۔۸۰، عطار، تذکرۃ الاولیا، جلد اول ص ۱۲۶، ایضاً جلد دوم ص ص ۱۷۷۔۱۷۶، سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ص ص ۱۷۹۔۱۷۸، کاشانی، عزیز الدین: مصباح الهدایت ص ۱۳۲، علی ہجویری، کشف المحجوب (مرتبہ تسبیحی) ۱۶۸۔۱۶۷ اور صوفی نامہ ۱۷۹۔۱۶۰

۳۔ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ایضاً ص ص ۱۹۵۔۱۸۸، ذوقی، سید محمد: سرِّ دلبران، کراچی، طبع ثانی، ۱۳۸۸ھ ق ص ص ۱۲۱۔۱۲۰، و مصباح الهدایت ص ۱۴۵، ۱۳۱ و کشف المحجوب ایضاً ۲۲۳

۴۔ تعرف ص ص ۱۷۵۔۱۷۴، عوارف المعارف ص ص ۱۹۵۔۱۸۸

۵۔ سہروردی، عوارف المعارف، ص ص ۱۹۹۔۱۸۳، کشف المحجوب ص ص ۳۷۸۔۳۶۹ قشیری، رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ص ۱۰۵، ۱۲۸، ۱۲۷

۶۔ تعرف، ص ص ۱۸۳۔۱۸۲، کاشانی، عز الدین: مصباح الهدایت، ص ص ۱۴۵۔۱۴۴، سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف (فارسی)، ص ۱۹۵۔۱۹۴، قشیری رسالہ قشیریہ ص ص ۱۲۸۔۱۲۷

۷۔ شیرازی، محمد معصوم: طرایق الحقایق ص ص ۶۳۵۔۶۳۴، عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ۱۹۵، حصہ دوم ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۹۵، ۲۳۱، ۲۵۹ و کشف المحجوب ص ص ۵۳۸۔۵۳۳ و مصباح الهدایت ص ص ۱۴۱۔۱۳۸ و تذکرہ گیسو دراز ص ۱۵۸، نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل و شیخ بہائی، کشکول ص ص ۲۰۰۔۱۶۹، ذوقی، سید محمد: سرِّ دلبران ص ص ۵۶، ۱۹۵، ۳۳۵

۸۔ سہروردی، عوارف المعارف ص ص ۱۹۵۔۱۸۸

۹۔ عوارف المعارف ص ص ۱۹۵۔۱۸۸، کاشانی، عز الدین: مصباح الهدایت ص ۴۲۴ وار دشیر العبادی صوفی نامہ ص ص ۱۹۲۔۱۹۱ و کشف المحجوب ص ۵۴۱

۱۰۔ الکلاباذی، تعرف (اردو ترجمہ ایضاً)، ص ۱۶۶، مصباح الهدایت ۱۴۷ و صوفی نامہ ص ص ۱۹۹۔۱۸۷

۱۱۔ تعرف ایضاً ص ۱۶۹

۱۲۔ ایضاً ص ۱۵۹ و سہروردی، سہروردی عوارف المعارف ص ص ۱۹۴۔۱۹۳، قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام ص ۲۰۸، نیز رسالہ

Marfat.com

قشیریہ فارسی ص ۱۳۰ و نیز کشف المحجوب ص ص ۵۵۱-۵۵۰

۱۳ تعرف ص ص ۱۸۰-۱۷۹، کشف المحجوب، ص ۵۵۰، صوفی نامہ، ص ص ۱۲۵-۱۲۱ و مصباح الہدایت، ص ص ۷۶-۷۵

۱۴ سہروردی، عوارف المعارف ۱۹۴، تعرف ص ص ۱۸۶-۱۸۵، صوفی نامہ ص ص ۱۹۷-۱۹۶ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ص ۱۱۲-۱۱۰

۱۵ عوارف المعارف ص ص ۱۹۵-۱۸۸، کاشانی، عزالدین: مصباح الہدایت ص ص ۱۳۵-۱۳۳ نیز کشف المحجوب، ص ۵۹۳

۱۶ الکلاباذی، تعرف ص ۱۳۷، قشیری، رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۱۳۰

۱۷ جندی، موید الدین: نفحة الروح و تحفة الفتوح ص ص ۱۰۸-۱۰۵ و عطار تذکرۃ الاولیا جلد دوم ص ص ۲۵۶-۲۵۵

۱۸ نجم الدین کبریٰ، السائر والحائر، قشیری رسالہ قشیریہ، ص ص ۱۲۹-۱۲۸

۱۹ سہروردی، عوارف المعارف ص ص ۱۹۵-۱۸۸، قشیری رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۱۳۰

۲۰ مناھج الطالبین و مسالک الصادقین ص ص ۱۸۵-۱۸۲ نجم الدین کبریٰ۔ الاصول العشرہ ص ص ۶۵-۵۷ و ذوقی، سید محمد: سر دلبران، ص ص ۱۷۰-۱۶۹، ابو سعید ابوالخیر، اسرار التوحید ص ۲۹۷ و شیخ برہان، مجموعہ تصوف، ص ۱۷

۲۱ نجم الدین کبریٰ، السائر والحائر و علی ہجویری، کشف المحجوب باب ۲۷، نیز نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۱۱۳-۱۱۲ ر۔ک۔ تذکرۃ الاولیا، عطار و تذکرہ غوثیہ ص ص ۳۷۲ تا ۳۶۹، ذکر کے باب میں تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب نظام القلوب ازمولانا نظام الدین اورنگ آبادی۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷، نیز طباطبائی، رسالہ فی السیر والسلوک، ص ۱۱۲، نیز جندی، موید الدین: نفحۃ الروح، ص ۲۰۰ (حاشیہ از مرتب)

۲۲ نیز ر۔ف (1) اردشیر العبادی، صوفی نامہ، قشیری، رسالہ قشیریہ۔
(2) نجم الدین کبریٰ، السائر والحائر
(3) سہروردی، ضیاالدین ابو نجیب: آداب المریدین ص ۸۳
(4) دوانی، جلال الدین: اخلاق جلالی
(5) کاشفی، واعظ: اخلاق محسنی
(6) سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، سمعانی، شہاب الدین احمد: روح الارواح، ص ص ۴۳-۳۹

۲۳ عوارف المعارف، ایضاً ص ص ۱۹۵-۱۸۸، عطار، تذکرۃ الاولیا، جلد اول ص ص ۲۱۰، ۲۳۸، ۲۷۳، ۲۷۴

۲۴ سہروردی، عوارف المعارف ص ص ۱۹۵-۱۸۸، عطار تذکرۃ الاولیا، ص ص ۵۲-۵۱، ۲۱۰، ۲۶۰

۲۵ عطار، تذکرۃ الاولیا، بحوالہ ذکر سہل بن عبداللہ تستریؒ، ذکر احمد بن عاصم انطاکیؒ، ذکر عبداللہ خفیفؒ

مقام توبہ

۱ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ص ۱۸۰

۲ کلاباذی، ابوبکر محمد: کتاب تعرف مرتبہ محمد جواد تہران ۱۳۷۱ ص ۲۷۸، حضرت امام خمینی، سخن عشق، دیدگاہ ھای امام خمینی و ابن عربی، مرتبہ فاطمہ طباطبائی تہران، ایران ۱۳۸۰ ھ ش ایران ص ۸۹

۳ امام قشیری، رسالہ قشیریہ مرتبہ فروزانفر ص ۱۳۷

۴ امام قشیری، رسالہ قشیریہ، ص ص ۱۴۱-۱۳۷

۵ سہروردی، ابو نجیب: آداب المریدین، ص ۴۷، نیز قشیری رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۲۷ و نیز نجم الدین کبریٰ الاصول العشرہ

Marfat.com

ص ص ۴۲۔۴۱

۶۔ شیخ محمد لاہیجی' شرح گلشن راز ص ص ۲۵۹۔۲۵۸

۷۔ کلاباذی' تعرف ص ص ۳۷۸۔۳۷۷

۸۔ قشیری' رسالہ قشیریہ ص ۱۴۲

۹۔ محمد غزالی' منہاج العابدین' ترجمہ عبدالجبار سعدی' تصحیح احمد شریعتی' انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران' تہران ۱۳۵۹' ص ص ۲۳۔۲۲' رشید احمد گنگوہی' امداد السلوک (ترجمہ اردو بعنوان ارشاد السلوک) ص ۴۷' سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ص ص ۱۸۱۔۱۸۰' کلاباذی' تعرف ص ۱۴۱' جیلانی' سید شیخ عبدالقادر: غنیۃ الطالبین (اردو) ترجمہ مولانا سید عبدالدایم جلالی' اردو بازار لاہور ص ۸۔۶' عطار' تذکرہ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۷' شرح گلشن راز ص ۲۵۸' علی ہجویری' کشف المحجوب ص ص ۴۳۵۔۴۲۷' العبادی' صوفی نامہ ص ص ۵۴۔۵۱ وسہروردی' ابونجیب: آداب المریدین ص ۴۷' عبدالکریم قشیری' رسالہ قشیریہ' ص ص ۱۴۴۔۱۴۳

۱۰۔ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ۱۸۳

۱۱۔ ایضاً ص ص ۱۸۴۔۱۸۰' کلاباذی' ابوبکر محمد: تعرف بکوشش محمد جواد شریعت' تہران ۱۳۷۱ ص ص ۳۷۸۔۳۷۷' عطار' تذکرہ الاولیا ص ۵۹

۱۲۔ عبدالکریم قشیری' رسالہ قشیریہ' (ترجمہ فروزانفر) ص ص ۱۴۵۔۱۴۷ و مولانا روم مثنوی ترجمہ اردو از قاضی سجاد حسین' لاہور ۱۹۷۸

۱۳۔ عطار' تذکرہ الاولیا' ص ۱۵۹' نجم الدین کبری الاصول العشرہ' ترجمہ عبدالغفور لاری' مرتبہ نجیب مایل ہروی' چاپ تہران' ص ص ۱۳۷۔۱۱۱' سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ۱۸۳۔۱۸۰' علی ہجویری کشف المحجوب' مرتبہ تسبیحی' ص ص ۴۳۲۔۴۲۲' نخشبی' سلک السلوک' مرتبہ غلام علی آریا' تہران ۱۳۶۹' ص ص ۷۲۔۷۱ وفوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاؒ) مرتبہ امیر حسن سجزیؒ' اردو ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامیؒ' اردو اکادمی دہلی' ۱۹۹۲ء ص ص ۳۵۵۔۳۵۴

۱۴۔ نجم الدین کبری الاصول العشرہ' ترجمہ و شرح عبدالغفور لاری' مرتبہ نجیب مایل ہروی' انتشارات مولی' تہران سال ۱۳۶۳ ھ ش باب توبہ ص ص ۴۳۔۴۰' سمعانی' شہاب الدین احمد: روح الارواح' ص ۸۷

۱۵۔ عطار' تذکرہ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۰۰ ر۔ک۔ اردو ترجمہ مقدمہ از قاری محمد عادل

۱۶۔ عطار' تذکرہ الاولیا' حصہ اول ص ۱۸۱

۱۷۔ عطار' تذکرہ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۳۶

۱۸۔ لاہیجی' شیخ محمد: شرح گلشن راز' مقدمہ از کیوان سمیعی ص ۷۵

۱۹۔ شیرازی' محمد معصوم: طرائق الحقائق جلد دوم' با تصحیح محجوب' محمد جعفر: ص ۵۷۱

۲۰۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۵۷

۲۱۔ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ص ۲۵۷' عطار' منطق الطیر' ڈکتر قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام' ص ۶۶۶ نیز غزالی احیاء العلوم' جلد چہارم اردو ترجمہ محمد احسن صدیقی' دارالاشاعت کراچی ص ۶۴' عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۶۳ حصہ دوم ص ۶۲' علی ہجویری' کشف المحجوب (تسبیحی) ص ص ۴۳۵۔۴۲۷' رسالۂ قشیریہ ص ص ۱۶۰'۱۴۵۔۱۳۵

۲۲۔ کشف المحجوب ص ۴۳۳' ابوسعید ابوالخیر' رباعیات

۲۳۔ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۱۸۴' قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام' ص ۲۲۴' عزالدین کاشانی' مصباح الہدایت ص ص ۳۷۰۔۳۶۶' ابوسعید ابوالخیر" اسرار التوحید ص ۲۹۶

Marfat.com

مقامات زہد وورع

۱ عوارف المعارف ص ۱۸۴' محمد غزالی' منہاج العابدین ترجمہ فارسی عمر بن عبدالجبار تصحیح احمد شریعتی' بنیاد فرہنگ و ہنر تہران ۱۳۵۹' ص ۳۰' عطار' تذکرۃ الاولیا' جلد اول ص ص ۱۹۹' ۱۲۳

۲ اردو شیر العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۶۳-۵۹ نیز العبادی' اردشیر : مناقب الصوفیہ' ص ص ۴۴-۴۳

۳ مقالات صوفیہ ص ۲۶

۴ نجم الدین کبریٰ' الاصول العشرہ' ص ص ۴۶-۴۴

۵ اردشیر العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۹۳-۹۲' قشیری' رسالہ قشیریہ ص ۱۸۰-۱۶۷' سہروردی' ضیاء الدین ابو نجیب: آداب المریدین' ص ۴۷' کاشانی' عزالدین: مصباح الہدیت' ص ص ۳۷۳-۳۷۰' قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام ایضاً ص ۲۷۳' امام خمینی" سخن عشق' ص ص ۹۵-۹۴

مقام تقویٰ

۱ مناہج الطالبین ایضاً ص ۹۰ عطار تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ایضاً ص ص ۴۵' ۴۷' ۱۰۸' ۱۸۸' ۱۸۹' و حصہ دوم ص ۶۵ و ص ۲۲۹ ص ۲۵۵' ص ۲۹۹' قشیری' رسالہ قشیریہ' ص ص ۱۶۵-۱۶۰' قطب الدین ابوالمظفر منصور بن اردشیر العبادی' مناقب الصوفیہ تصحیح نجیب مایل ہروی' انتشارات مولیٰ تہران ۱۳۶۲' ص ص ۴۷-۴۵

مقام فقر

۱ امام راغب اصفہانی' مفردات القرآن' ترجمہ مولانا فیروز پوری' اہل حدیث اکادمی' جنوری ۱۹۷۱ء ص ۸۰۶

۲ سورہ ۴۷' آیت ۳۸

۳ سورہ ۲' آیت ۲۷۳

۴ نسفی' عزیز الدین: کتاب الانسان الکامل با تصحیح و مقدمہ فرانسوی ماریشران مولہ' کتابخانہ طہوری' تہران ۱۹۸۳ء۔ ص ص ۳۳۰-۳۲۸' سہروردی' ابونجیب: آداب المریدین ص ۷۵

۵ محمد غزالی' کیمیائے سعادت' تصحیح احمد آرام' ص ۲۲۷

۶ علی ہجویری' کشف المحجوب' باب فقر

۷ کاشانی' عزالدین: مصباح الہدایت ص ۳۷۶

۸ علی ہجویری' کشف المحجوب' ص ۲۷

۹ عطار' فریدالدین: تذکرۃ الاولیا' مرتبہ قزوینی حصہ دوم تہران ۱۳۳۶' ص ۱۶۰

۱۰ محمد یعقوب' سیر تصوف' ترجمہ اردوئے شرح تعرف کلاباذی از خواجہ ابوابراہیم بخاری' ج ۳ کراچی ۱۹۸۹' ص ص ۴۳۲-۴۰۶ نیز سمنانی' علاؤالدولہ: چہل مجلس' مرتبہ امیر اقبال شاہ' تہران ۱۳۶۶' ص ص ۱۹۰-۱۸۹' علی ہجویری' کشف المحجوب' باب فقر وباب مرقعہ داشتن۔ افلاکی' شمس الدین احمد' مناقب العارفین حصہ اول' بکوشش تحسین یازیچی' دنیائے کتاب' تہران ۱۳۶۲' ص ۲۷۹

Marfat.com

مقام توکل

۱۔ ابوالقاسم قیشری، رسالہ قشیریہ، ص ص ۲۶۰۔۲۴۵، ذبیح اللہ صفا، مقدمہ ای بر تصوف، ص ۲۸
۲۔ قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، ص ص ۳۱۲۔۲۸۶ و امام خمینی، سخن عشق، مرتبہ فاطمہ طباطبائی ص ۹۹
۳۔ فضل اللہ سیدی، گزیدہ کشف الاسرار مرتبہ ڈاکٹر محمد جواد شریعت، تہران ۱۳۷۴ء ص ص ۱۲۰۔۱۱۹
۴۔ اردشیر العبادی، صوفی نامہ، ص ص ۱۱۲۔۱۱۰ اردشیر العبادی، مناقب الصوفیہ ایضاً ص ص ۷۲۔۷۱ عزالدین کاشانی، مصباح الہدایت، ص ص ۳۹۹۔۳۹۶
۵۔ نجم الدین، مناہج الطالبین، ص ص ۹۹۔۹۸
۶۔ دوانی، جلال الدین: اخلاق جلالی، ص ص ۷۴۔۷۳
۷۔ کاشفی، حسین واعظ: اخلاق محسنی، ص ۱۱
۸۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص ۸۳، ۶۹، ۶۸ و حصہ دوم ص ۱۶۶ اور رومی، مثنوی، مرتبہ قاضی سجاد حسین جلد اول

مقام قناعت

۱۔ نجم الدین کبریٰ، الاصول العشرہ، شرح عبدالغفور لاری، بہ اہتمام نجیب مائل ہروی، انتشارات مولیٰ تہران ۱۳۶۴، ص ص ۵۱۔۵۰
۲۔ کاشانی، عزالدین: مصباح الہدایت، ص ص ۳۵۱۔۳۵۰
۳۔ سعدی کلیات، ص ص ۳۳۳

مقام صبر

۱۔ امام غزالی، منہاج العابدین، ص ص ۱۳۳ و ابونصر سراج، کتاب اللمع فی التصوف ترجمہ پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۶ ص ص ۹۱۔۹۰
۲۔ العبادی، اردشیر: صوفی نامہ، ص ۷۱
۳۔ سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین، ص ص ۷۵، نجم الدین کبریٰ الاصول العشرہ، ترجمہ عبدالغفور لاری، مرتبہ نجیب مائل ہروی، تہران ۱۳۰۴، ص ص ۷۴۔۷۰
۴۔ کاشانی، عزالدین: مصباح الہدایت، ص ص ۳۸۳۔۳۷۹
۵۔ نجم الدین محمود، مناہج الطالبین، ص ص ۱۳۶۔۱۳۳
۶۔ دوانی، جلال الدین: اخلاق جلالی، ص ص ۶۶۔۶۵، عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ۴۴، فاطمہ طباطبائی، کتاب یک ساغر از ہزار (سیری در عرفان امام خمینی) تہران، ۱۳۸۲، ص ص ۲۰۹۔۱۹۸

مقام شکر

۱۔ قشیری، رسالہ قشیریہ، ص ص ۲۷۵۔۲۶۱
۲۔ العبادی، اردشیر: صوفی نامہ، ص ص ۸۷۔۸۶
۳۔ کاشانی، عزالدین: مصباح الہدایت، ص ۳۸۴
۴۔ کاشفی، حسین واعظ: اخلاق محسنی، ص ۸

Marfat.com

۵ عطار' تذکرة الاولیا' حصہ دوم' ص ۷

مقام رضا

۱ لاھیجی' شیخ محمد: شرح گلشن راز' ص ص ۲۶۵-۲۶۳' مجدد الف ثانی" مبدا و معاد' دہلی ۱۳۱۰ ص ۲۵

۲ علی ہجویری' کشف المحجوب' ص ۲۶۳ امام خمینی' سخن عشق' ص ۱۰۰

۳ کلاباذی' ابوبکر محمد: تعرف شرح از خواجہ عبداللہ بخاری' ص ص ۱۵۹-۱۵۷ احیاء العلوم جلد چہارم' ص ۴۸۶' فاطمہ طباطبائی' سخن عشق' ص ۱۰۰

۴ محمد غزالی' احیاء العلوم اردو جلد چہارم ص ۴۹۵

۵ اردشیر العبادی' مناقب الصوفیہ' ص ص ۸۲-۸۰' سہروردی' ابو نجیب: آداب المریدین' ص ۷۵' نجم الدین کبریٰ' الاصول العشرہ' ص ص ۸۱-۷۹' کاشانی' عزالدین: مصباح الہدایت ص ۴۰۰' کاشفی' حسین واعظ: اخلاق محسنی' ص ۱۰

مقام تسلیم

۱ ابوسعید ابوالخیر' اسرار التوحید' ص ۲۹۷

۲ اردشیر العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۱۱۵-۱۱۴

۳ دوانی' جلال الدین: اخلاق جلالی' ص ۴۳

مقام تواضع

۱ کاشانی' عزالدین: مصباح الہدایت' ص ص ۳۵۴-۳۵۱' دوانی' جلال الدین: اخلاق جلالی' ص ۶۳' عطار' تذکرة الاولیا' حصہ اول ص ص ۱۷۸-۱۷۶' حصہ اول ص ۱۷۶' حصہ دوم ص ۵۱' کاشفی' حسین واعظ: خلاق محسنی' ص ص ۱۱۸-۱۱۷' محمد یعقوب نقشبندی' سیر تصوف' ترجمہ اردو شرح تعرف' ابی بکر بن ابی اسحق محمد بن ابراہیم بخاری' شرح از ابو ابراہیم بن اسماعیل بخاری' جلد سوم کراچی ۱۹۸۸ء ص ۷۵۴' تعرف (ترجمہ از پیر محمد حسن) ص ص ۱۴۹-۱۴۸' قشیری' رسالہ قشیریہ ص ص ۲۲۴-۲۱۶' ابوسعید ابوالخیر" اسرار التوحید' ص ۲۰۸' سعدی' کلیات' ص ۲۹۷

مقام سخاوت وعفو و نیکوکاری

۱ علی ہجویری' کشف المحجوب (مرتبہ تسبیحی) ص ص ۴۶۱-۴۵۸' قشیری' رسالہ قشیریہ' ص ۴۰۱

۲ ابونصر طاہر بن محمد خانقاہی' کتاب گزیدہ در اخلاق و تصوف' مرتبہ ایرج افشار' تہران ۱۳۷۴' ص ص ۸۱-۷۶

۳ اردشیر العبادی' صوفی نامہ ص ۲۲۴

۴ جلال الدین دوانی اخلاق جلالی ص ص ۶۸-۶۶

۵ کاشفی' حسین واعظ: اخلاق محسنی' ص ص ۴۶-۴۱' سعدی' کلیات' مرتبہ فروغی' ص ص ۵۵-۴۹

۶ ابن یمین' دیوان' ص ص ۳۳۷-۳۳۵

۷ عنصر المعالی کیکاؤس' قابوس نامہ' ص ۲۵

۸ ایضاً' ص ۱۱۱

۹ کاشفی' حسین واعظ: اخلاق محسنی' ص ص ۳۹-۳۸

۱۰ کاشانی' عزالدین: مصباح الہدایت ص ۳۴۶' شمس الدین حافظ دیوان (قدسی)' ص ۱۰۵

Marfat.com

مقام صدق واخلاص

۱۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۱۰
۲۔ الکلاباذی' تعرف ص ص ۱۵۳۔۱۵۲
۳۔ اردشیر العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۱۱۹۔۱۱۸
۴۔ اردشیر العبادی' مناقب الصوفیہ بامقدمہ نجیب مائل ہروی' تہران ۱۳۶۲' ص ص ۷۶۔۷۳ و عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۷۶۔۷۵' حصہ دوم ص ۲۹
۵۔ اصفہانی' نجم الدین محمود: مناہج الطالبین' ص ص ۱۱۸۔۱۱۵
۶۔ محمد غزالی' منہاج العابدین' ص ۱۱۶
۷۔ کاشانی' عزالدین: مصباح الہدایت' ص ص ۳۴۵۔۳۴۴
۸۔ اردشیر العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۹۹۔۹۷' کاشفی' حسین واعظ: اخلاق محسنی' ص ۶

باب: ۱۰ تصور فنا و بقا اور صوفیہ

۱۔ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل' ص ۱۰۸
۲۔ طوسی' ابو نصر سراج: ''اللمع فی التصوف'' ترجمہ پیر محمد حسن' اسلام آباد' ادارہ تحقیقات اسلامی' اشاعت دوم سال ۱۹۹۶ء' ص ص ۶۲۷۔۶۲۶' عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۱۵۴۔۱۵۳ و اسرار التوحید ص ص ۳۱۲۔۳۰۵' نخشبی' سلک السلوک' ص ۱۲۱
۳۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۳۷' ۳۵
۴۔ تھانوی' اشرف علی: ''التکشف عن مہمات التصوف'' لاہور' پبلشرز' سال ۱۹۶۰' ص ص ۷۵۔۷۴
۵۔ علی ہجویری' ''کشف المحجوب'' تسبیحی ص ص ۳۶۳۔۳۵۶
۶۔ الکلاباذی' تعرف' ص ص ۲۱۲۔۱۹۵ و سہروردی' عوارف المعارف' ص ۱۹۱
۷۔ غوث شاہ قلندر پانی پتی'' تعلیم غوثیہ'' مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۶ ص ص ۱۴۳۔۱۴۲
۸۔ کشف المحجوب (تسبیحی) ص ۳۶۲
۹۔ سہروردی' شہاب الدین: ''عوارف المعارف'' ص ۱۹۱
۱۰۔ ''مقابیس المجالس'' ص ص ۱۰۲۔۱۰۱
۱۱۔ عطار'' تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ص ۱۴۶۔۱۴۵
۱۲۔ ایضاً ص ص ۲۰۸۔۲۰۵
۱۳۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۲۶۲۔۲۵۷' و حصہ دوم ص ص ۸۵۔۸۴' کشف المحجوب (مرتبہ تسبیحی) ص ص ۱۷۱۔۱۷۰

باب: ۱۱ دنیا و دنیاداری کے تصورات اور صوفیہ

۱۔ اصفہانی' نجم الدین محمود بن سعد اللہ: مناہج الطالبین و مسالک الصادقین' ص ص ۹۲' ۹۳' ۹۵ فروغی' سیر حکمت در اروپا جلد دوم ۱۲' اسرار التوحید ص ۳۲۵
۲۔ عطار'' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۸۴' ۹۸

Marfat.com

۳۔ اصفہانی، نجم الدین محمود بن سعد اللہ: مناہج الطالبین ومسالک الصادقین، ص ص ۹۲، ۹۳

۴۔ عطارؒ، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص ۷۱، ۷۲ تا ۷۶

۵۔ شیرازی، محمد معصوم: طرایق الحقایق، جلد دوم، مرتبہ محجوب، محمد جعفر: کتاب خانہ سنائی، ایران، ص ۳۷۴

۶۔ عطارؒ، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۱۰۶

۷۔ ایضاً، حصہ اول، ص ۱۴۱

۸۔ ایضاً حصہ اول، ص ۲۵۱

۹۔ حسن سجزی، فوائد الفواد، ص ص ۶۳۲، ۶۳۳

۱۰۔ عطارؒ، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص ۱۲۷، ۱۶۷، حصہ دوم ص ۱۶۷

۱۱۔ علی ہجویریؒ، کشف المحجوب، ص ص ۵۰۷۔۵۰۴

۱۲۔ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ص ص ۸۵۔۷۹

۱۳۔ شمس الدین احمد الافلاکی العارفی، مناقب العارفین، جلد اول، بکوشش تحسین یازیجی، دنیائے کتاب، ۱۳۶۲، تہران، ایران، ص ص ۲۲۵ تا ۲۲۸

۱۴۔ فوائد الفواد، ص ص ۲۱۱۔۲۰۹، تذکرۂ خواجہ گیسودراز، مرتبہ اقبال الدین احمد، اقبال پبلشرز کراچی، ۱۹۶۶، ص ۱۱۱، تذکرہ الاولیا حصہ اول ۲۳۶

۱۵۔ عطارؒ، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۱۴۵، کلاباذی، تعرف ص ص ۱۲۹۔۱۲۷، مولانا اشرف علی، التکشف، ص ص ۱۵۳۔۱۵۲

۱۶۔ الافلاکی العارفی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، ص ۱۸۶

۱۷۔ زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود: احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی "وخلاصۃ العارفین، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی، ۱۹۷۴، ص ۱۲، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ۱۷۹، اسرار التوحید ص ۲۹۳

۱۸۔ مانک پوری، حسام الدین: انیس العاشقین، مطبع مجتبائی، ۱۳۱۰ھ دہلی، ص ۹

۱۹۔ جندی، موئد الدین: نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح، ص ص ۱۶۱۔۱۶۲

۲۰۔ ہمدانی، خواجہ یوسف: رتبۃ الحیات، مرتبہ محمد امین ریاحی، تہران، ۱۳۶۲، ص ۳۳، رازی، نجم الدین: مرصاد العباد، ص ص ۳۰۶۔۲۸۶، نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ۱۳۹، علی ہجویریؒ، کشف المحجوب، ص ص ۱۹۵۔۱۹۴

۲۱۔ مناقب العارفین، حصہ اول، ایضاً ص ۳۰۸

۲۲۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۲۲۶، ۲۷۳۔۲۷۱

باب: ۱۲ تصورِ سفر اور صوفیہ

۱۔ سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین، ص ص ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۹، نیز کتاب اللمع ص ص ۲۸۳۔۲۸۱، صوفی نامہ ص ص ۲۵۲۔۲۴۸ و رسالہ قشیریہ مرتبہ فروزانفر، ص ۶۲

۲۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۶۰

۳۔ عوارف المعارف، سولہواں باب ص ص ۶۳۔۵۷

۴۔ مانک پوری، حسام الدین: انیس العاشقین، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۰ھ، ص ۸، علی ہجویری، کشف المحجوب (مرتبہ تسبیحی) ص ۶۴

۵۔ سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین، ص ص ۱۲۹۔۱۲۳، کتاب اللمع ۲۸۳۔۲۸۱، صوفی نامہ ص ص ۲۵۲۔۲۴۸

Marfat.com

باب: ۱۳ علم و حکمت، عقل و عشق کے تصورات اور صوفیہ

۱۔ غزالی ''احیاء العلوم ترجمہ اردو از ندیم الواجدی، دار الکتاب، دیوبند، ہند، سال ندارد۔ ص ص ۴۷ تا ۱۰۲، کشف المحجوب، باب علم، عین القضاۃ ہمدانی، تمہیدات ص ۱۰۹، سہروردی، ابو نجیب: آداب المریدین ص ۸۶، مولانا محمد حنیف ندوی، افکار غزالی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۱ء ص ص ۵۵۔۵۴

۲۔ علی ہجویری، کشف المحجوب، باب العلم

۳۔ علی ہجویری، کشف المحجوب، ص ص ۱۱ تا ۲۱

۴۔ غزالی، احیاء العلوم، ترجمہ اردو سید عابد حسین، ترقی اردو بیورو دہلی ۱۹۸۴ء ص ص ۱۳۵۔۱۳۶، باب العلم ص ص ۱۰۰ و ۱۰۱ نیز غزالی کیمیائے سعادت، ص ص ۱۱۹۔۱۱۴

۵۔ دوبوئر، تاریخ فلسفۂ اسلام نیز تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، ترجمہ عبدالمحمد آیتی، ص ص ۶۹۰۔۶۷۶، عنصر المعالی کیکاؤس، قابوس نامہ بکوشش غلام حسین یوسفی، ص ص ۳۹۔۱۱۴

۶۔ انصاری، عبداللہ: منازل السائرین، بکوشش روان فرہادی، ص ص ۱۳۳۔۱۳۱

۷۔ جندی، موید الدین: نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح، تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران ۱۳۶۲ھ ص ص ۶۴۔۶۲

۸۔ سہروردی، ضیاء الدین ابو نجیب: آداب المریدین، بکوشش مایل نجیب ہروی، ص ص ۸۱۔۸۰

۹۔ سعدی، کلیات، بکوشش فروغی، محمد علی: ص ص ۱۹۱۔۱۷۴

۱۰۔ نجم الدین محمود، مناہج الطالبین، تصحیح نجیب مایل ہروی، ص ص ۳۱۰۔۳۰۹

۱۱۔ کاشانی، عز الدین: مصباح الھدایت، ص ص ۶۲۔۵۶

۱۲۔ ایضاً ص ص ۵۶ تا ۷۰

۱۳۔ محمد حسین خباز کشمیری، ھدایت الاعمیٰ، نسخہ خطی مملوکہ شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور، باب العلم

۱۴۔ اردشیر العبادی، صوفی نامہ، ص ص ۱۶۰ تا ۱۶۸، خلیفہ عبدالحکیم، حکمت رومی، ص ۸۴، تذکرۃ الاولیا حصہ اول ۸۵

۱۵۔ عبداللہ انصاری منازل السائرین ص ۲۱۵ رومی فیہ ما فیہ، ص ۲۷ نیز تذکرۃ الاولیا ص ص ۵۵، ۵۶، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۶۷

۱۶۔ العبادی، صوفی نامہ، ص ص ۱۶۶ تا ۱۶۸!

۱۷۔ رازی، نجم الدین: مرصاد العباد، ص ص ۶۴ تا ۶۸ نجم الدین محمود، مناہج الطالبین، ص ص ۲۲۹ تا ۲۳۶

۱۸۔ انصاری، عبداللہ: منازل السائرین، ص ص ۱۳۵ تا ۱۴۱ و مصباح الھدایت ۷۹

۱۹۔ اردشیر العبادی، صوفی نامہ، ص ص ۱۶۳ تا ۱۶۶

۲۰۔ اردشیر العبادی، مناقب الصوفیہ، ص ص ۸۹ تا ۱۹۱

۲۱۔ کاشفی، حسین واعظ: اخلاق محسنی، ص ص ۸۳ تا ۸۴ نیز کشف المحجوب، مرتبہ تسبیحی ص ص ۲۴۴۔۲۴۳، اردشیر العبادی، مناقب الصوفیہ، باب بصیرت و اسرار التوحید ص ۱۷ و تذکرۃ الاولیا حصہ دوم ص ص ۱۵۹، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۷۰ تا ۲۷۸) نیز اردشیر العبادی صوفی نامہ ص ص ۱۶۶۔۱۶۳

۲۲۔ ر۔ک۔ گزیدہ در اخلاق و تصوف، حنا الفاخوری، خلیل الجر، تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، ترجمہ عبدالمحمد آیتی، ایران، تہران چاپ دوم، نیز دوبوئر، تاریخ فلسفۂ اسلام، اسرار التوحید، ص ۳۱۵ و سعدی، کلیات ص ۸۸۹

۲۳۔ لاہیجی، شیخ محمد: شرح گلشن راز با مقدمہ کیوان سمیعی تہران ۱۳۷۷ھ ص ۹۳

Marfat.com

۲۴ محمد غزالی' احیاء العلوم' ترجمہ اردو ندیم الواجدی' دیوبند ہند جلد اول' قسط اول' ص ۲۰۴
۲۵ افلاکی' مناقب العارفین' ص ۲۳۰
۲۶ غزالی' نصیحۃ الملوک و سنبھلی محمد اسماعیل: مقامات تصوف' لاہور ۱۹۸۲' ص ۱۵۲
۲۷ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ۶۲۰
۲۸ تذکرۃ الاولیا' ص ص ۳۶ و ۱۷۲ و احمد جام نامقی' سراج السائرین' حاشیہ از علی فاضل' تہران ۱۳۶۸' ص ۲۵۰
۲۹ محمد غزالی' نصیحت الملوک
۳۰ نسفی' عزیز الدین: الانسان الکامل
۳۱ سہروردی' عوارف المعارف
۳۲ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۱۷' شیخ بہائی' کشکول ص ۱۹۳
۳۳ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول و دوم ذکر حضرت اویس قرنیؒ و حضرت شبلیؒ
۳۴ عطار' الٰہی نامہ' و عین القضاۃ ہمدانی' تمہیدات ص ۳۴۹
۳۵ حنا الفاخوری' تاریخ فلسفہ' در جہان اسلامی' ترجمہ عبدالمحمد آیتی تہران ۱۳۵۸ ص ۳۰۴' فیروز آبادی' مجد الدین: قاموس المحیط
وقابوس الوسیط' تحت لفظ عشق' سجادی' ضیاء الدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان و تصوف' ص ۲۸۶
۳۶ فروغی' محمد علی: سیر حکمت در اروپا' جلد اول' ص ص ا۔۳۱
۳۷ فروغی' محمد علی: سیر حکمت در اروپا' جلد اول' ص ۳۲
۳۸ جلال پوری' علی عباس: اقبال کا علم کلام' لاہور ۱۹۷۲' ص ۹۸
۳۹ جلال پوری' علی عباس: اقبال کا علم کلام' لاہور ۱۹۷۲ء' ص ۲۶' نیز سیر حکمت در اروپا' جلد اول ص ص ۹۱۔۹۲
۴۰ ذوقی' سید محمد: سر دلبران' کراچی ۱۳۸۸' ص ۳۱۸
۴۱ مانک پوری' حسام الدین: انیس العاشقین' دہلی ۱۳۱۰' ص ۲۰۔۲۱ و نیز لوئی ماسینون' مصائب حلاج' فارسی ترجمہ از دھشیری'
سید ضیاء الدین: تہران' ایران ۱۳۶۱ھ ش ص ۱۸۹
۴۲ علی ہجویری' کشف المحجوب' ص ۴۵۰ و صوفی نامہ ص ص ۱۷۳۔۱۷۰
۴۳ قشیری' رسالہ قشیریہ ص ۵۵۸' علی ہجویری' کشف المحجوب' ایضاً' ص ص ۳۹۲۔۴۰۴
۴۴ جلال الدین دوانی' اخلاق جلالی
۴۵ الخاقانی' نور الدین محمد قاضی: اخلاق جہانگیری' مقالہ اول نسخہ خطی مملوکہ شعبہ فارسی' جی سی یونیورسٹی لاہور
۴۶ بحوالہ مراۃ مثنوی ایضاً' ص ۲۷
۴۷ شیرازی' محمد معصوم: طرایق الحقایق جلد دوم مرتبہ محجوب' محمد جعفر: تہران' ص ۵۶۱
۴۸ عطار' فرید الدین: تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۱۲۱' بدوی' عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی' ص ۲۴۳
۴۹ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ۷۵
۵۰ کلاباذی' ابوبکر بن اسحاق: تعرف' ترجمہ اردو' پیر محمد حسن لاہور ۱۳۹۸ھ ص ۱۷
۵۱ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف ترجمہ اردو از شمس بریلوی' کراچی ۱۹۷۷' ص ۶۷۴' محمود تھانسیری' جلال الدین:
ارشاد الطالبین' نسخہ خطی' کتاب خانہ مجلس شوری ملی ایران' شمارہ ۱۰۶۸۶' ص ص ۷۔۴

Marfat.com

۵۲۔ احمد غزالی، سوانح، تصحیح نصراللہ ۱۳۵۹، ص ۳۴
۵۳۔ ایضاً، ۷ تا ۴۰
۵۴۔ عین القضاۃ ہمدانی، تمہیدات، سال ندارد، ص ۹۷
۵۵۔ روزبہان شیرازی، عبہر العاشقین، بحوالہ اقلیم عشق از میر احمد طباطبائی، ۱۳۶۱، ص ۴۳
۵۶۔ عبداللہ محمد المیانجی ہمدانی، لوائح، مرتبہ ڈاکٹر رحیم منش، چاپ دوم سال ندارد، ص ص ۱۷، ۱۹
۵۷۔ ایضاً، ص ص ۱۰۱۔۱۰۰
۵۸۔ سہروردی، شہاب الدین: مقتول چہار رسالہ شیخ، اردو ترجمہ کمال محمد حبیب، ص ص ۴۵۔۴۶
۵۹۔ عراقی، فخر الدین: لمعات، مرتبہ محمد خواجوی، تہران ۱۳۶۳، ص ۱۰۵
۶۰۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ۱۳۱
۶۱۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ۱۷
۶۲۔ ایضاً، ص ۱۷
۶۳۔ تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص ۴۴ و حصہ دوم ذکر شبلی نیز ر۔ک۔ رازی، شیخ نجم الدین ابوبکر عبداللہ بن محمد: رسالہ عشق و عقل
۶۴۔ عشرت حسن انور، اقبال کی مابعد الطبیعات، ترجمہ صدیقی، ڈاکٹر شمس الدین: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷، لاہور، ص ص ۱۵۔۵
۶۵۔ مثنوی معنوی مولوی

باب: ۱۴ تاویلات و اصطلاحات اور صوفیہ

۱۔ ندوی، عبدالسلام: حکمائے اسلام حصہ دوم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۹، ص ۶۸، فروغی، سیر حکمت در اروپا، جلد اول، ص ص ۹۸۔۳۷، حنا الفاخوری، تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی ص ص ۷۲۔۱۷
۲۔ ندوی، عبدالسلام: حکمائے اسلام ایضاً حصہ دوم ص ص ۲۰۲۔۱۹۸، سہروردی " ضیاء الدین ابونجیب: آداب المریدین ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان، تصحیح مایل ہروی، مشہد ۱۳۶۲، ص ۴۹
۳۔ عین القضاۃ ہمدانی، تمہیدات ص ص ۳۰۴۔۲۸۸
۴۔ حمویہ، سعد الدین: المصباح فی التصوف، ص ۸۷
۵۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۶۷۔۶۴، ۳۰۰۔۲۹۳
۶۔ ابوسعید ابوالخیرؒ، اسرار التوحید، ص ۲۹۸، ۲۷۷، ۲۷۶

باب: ۱۵ خواب و کشف و کرامات اور صوفیہ

۱۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل ایضاً ص ص ۲۴۰ تا ۲۴۶
۲۔ الافلاکی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین جلد اول، ص ۳۵، نامقی، احمد جام: (ژندہ پیل)، سراج السائرین با تصحیح ڈاکٹر علی فاضل آستانہ قدس رضوی، مشہد ۱۳۶۸ھ، ص ۲۲۸
۳۔ رازی، نجم الدین: المرصاد العباد، ص ص ۱۷۵۔۱۹۰
۴۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ۳۰۸، ابوسعید ابوالخیر " اسرار التوحید، علی ہجویری " کشف المحجوب، اشرف علی تھانوی،

Marfat.com

الکشف عن مہمات التصوف ص ص ۴۴۔۴۳ ؛ نخشبی، ضیاء الدین: سلک السلوک، با مقدمہ غلام علی آریا، تہران ۱۳۹۹، ص ص ۱۹ تا ۲۰

۵ تھانوی، اشرف علی: الکشف عن مہمات التصوف، ص ص ۴۵۔۴۳؛ عطار، تذکرۃ الاولیا

۶ قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، ص ص ۲۶۴۔۲۶۱

باب ۱۶: نور و رنگ کے تصورات اور صوفیہ

۱ سجادی، سید جعفر: شہاب الدین در فلسفۂ اشراق، انتشارات فلسفہ تہران ۱۳۶۳ش، ص ص ۶۲۔۵۲

۲ ایضاً ص ص ۶۴۔۶۲

۳ ایضاً ص ۷۵

۴ عین القضاۃ ہمدانی، تمہیدات ص ص ۳۲۶۔۳۲۲

۵ رازی، نجم الدین: مرصاد العباد، ص ص ۱۶۹۔۱۶۸

۶ فاروقی، ابوسعید: ہدایت الطالبین، ص ۲۵

۷ افلاکی، مناقب العارفین جلد اول، ص ۲۸۱؛ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص ۲۹۸۔۲۹۰

۸ لاہیجی، شیخ محمد: شرح گلشن راز، تصحیح کیوان سمیعی، ص ۱۰۱

۹ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص ۲۷

۱۰ افلاکی، مناقب العارفین ج اول ص ص ۲۵۰۔۲۴۹؛ خواجہ عبداللہ انصاری، مناجات نامہ، چاپ تہران، ص ص ۱۶۔۸

Marfat.com

Marfat.com

آیاتِ قرآنی

ا

إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (سورہ۲ آیت۲۱۹) ۳۳۹

اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ۴۰ آیت۶۰) ۵۰

اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ... (سورہ ۴۱ آیت۳۴) ۴۳

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا
إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (سورہ۲ آیت۳۴) ۲۰۶

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (سورہ۱۱۰ آیت۱) ۴۰۲

إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (سورہ۳۷ آیت۸۴) ۳۳۷

أَسْلَمْتُ (سورہ۳ آیت۲۰) ۳۷۴

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (سورہ۴ آیت۵۹) ۵۳، ۲۲۸

أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ... (سورہ۳۹ آیت۲۲) ۳۷۳، ۴۷۴

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ۱۰ آیت۶۲) ۲۲۴

أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (سورہ۴۱ آیت۵۴) ۱۵۱

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (سورہ۱۳ آیت۲۸) ۳۲۷

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (سورہ۳۹ آیت۳) ۵۲، ۳۸۶

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ (سورہ۶ آیت۱) ۴۷۳

الْخَنَّاسِ o الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ o
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ o (سورہ۱۱۴ آیات۴تا۶) ۲۰۵

الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ (سورہ۲۷ آیت۴۰) ۳۶۴

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ (سورہ۳ آیت۱۳۵) ۳۴۲

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (سورہ۳۰ آیت۱۵) ۲۶۷

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ ..... والارض (سورہ۳ آیت۱۹۱) ۱۸

الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ (سورہ۲۰ آیت۵) ۳۶۰

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (سورہ۷ آیت۱۷۲) ۱۴۰، ۲۱۰، ۲۶۸،
۴۴۴، ۴۵۳

اللَّهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ o وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (سورہ۱۱۲ آیات۲، ۳، ۴) ۱۳۴

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورہ۲۴ آیت۳۵) ۱۳۳

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (سورہ۳۹ آیت۳۶) ۵۴، ۱۷۹، ۳۶۷

Marfat.com

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ۵' آیت ۳)	۴۵۴
اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ (سورہ ۴۰' آیت ۱۷)	۱۱۸
اَلَیْسَ فِیْ جَہَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ (سورہ۳۹' آیت ۶۰)	۳۷۶
اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ہُمُ الْخَالِقُوْنَ (سورہ۵۲' آیت ۳۵)	۱۰۹
اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (سورہ۳۱' آیت ۱۴)	۳۷۱'۱۴۷
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (سورہ۴۹' آیت ۱۳)	۳۵۱'۱۳۱
اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ (سورہ۷' آیت ۲۰۱)	۴۳۳
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا .... تُوْعَدُوْنَ (سورہ۴۱' آیت ۳۰)	۱۴۰
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (سورہ۴۸' آیت ۱۰)	۲۳۰
اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْؤُوْلًا (سورہ۱۷' آیت ۳۶)	۴۰
اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (سورہ۳۵' آیت ۶)	۱۸۶
اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (سورہ۶۵' آیت ۱۲)	۱۵۱
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (سورہ۱۳' آیت ۱۱)	۱۰۷
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (سورہ۸' آیت ۴۶)۔	۳۵۶
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ (سورہ۲' آیت ۲۲۲)	۳۴۰
اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (سورہ۱۲' آیت ۵۳)	۳۳۵
اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (سورہ۳۱' آیت ۱۹)	۲۶۷
اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ (سورہ۳' آیت ۳۳)	۱۲
اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ (سورہ۳۰' آیت ۲۵)	۱۴۴
اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (سورہ ۱۱' آیت ۱۰۷)	۱۰۱
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۞ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ۳' آیات ۱۹۰'۱۹۱)	۳۳۷'۱۱۲
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (سورہ۱۵' آیت ۷۵)	۴۲۹
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (سورہ۵۰' آیت ۳۷)	۴۳۰ '۳۳۸
اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ (سورہ۵' آیت ۱۱۶)	۳۵

Marfat.com

إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله (سورہ۲۴' آیت۳۲)	۳۵۴
إنا كفيناك المستهزئين (سورہ۱۵' آیت۹۵)	۳۶۷
إنا وجدناه صابراً نعم العبد إنه أواب (سورہ۳۸' آیت۴۴)	۳۶۶
إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً (سورہ۴۸' آیت۱)	۴۰۲
إنا نحن نزلنا الذكر (سورہ۱۵' آیت۹)	۳۲۷
إنا لله وإنا إليه راجعون (سورہ۲' آیت۱۵۶)	۱۰۷
إنا عرضنا الأمانة (سورہ۳۳' آیت۷۲)	۲۱۰
أنتم الأعلون والله معكم (سورہ۴۷' آیت۳۵)	۱۰۷
أنظر إلى الجبل (سورہ۷' آیت۱۴۳)	۱۹۱
إنك لعلى خلق عظيم (سورہ۶۸' آیت۴)	۲۱۱
إنك لن تخرق الأرض (سورہ۱۷' آیت۳۷)	۲۴۸
إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب (سورہ۳۹' آیت۱۰)	۲۹۸
إنما يخشى الله من عباده العلماء (سورہ۳۵' آیت۲۸)	۳۳۲
إنني أنا الله لا إله إلا أنا فاعبدني (سورہ۲۰' آیت۱۴)	۲۵' ۳۰۲
إنه لا يحب المستكبرين (سورہ۱۶' آیت۲۳)	۳۷۶
إني أرى في المنام أني أذبحك (سورہ۳۷' آیت۱۰۲)	۴۶۹
أني أنا الغفور الرحيم ○ وأن عذابي هو العذاب الأليم (سورہ۱۵' آیات۴۹'۵۰)	۳۳۳
إني جاعل في الأرض خليفة (سورہ۲' آیت۳۰)	۳۹۳
إني ذاهب إلى ربي سيهدين (سورہ۳۷' آیت۹۹)	۳۸
إني رأيت أحد عشر كوكباً والشمس والقمر (سورہ۱۲' آیت۴)	۴۶۹
إني عبد الله (سورہ ۱۹' آیت۳۰)	۳۳۰
إني نذرت للرحمن صوماً فلن أكلم اليوم إنسياً (سورہ۱۹' آیت۲۶)	۳۳۰
إن الشيطان كان للرحمن عصياً (سورہ۱۹' آیت۴۴)	۱۸۶
إن في ذلك لذكرى (سورہ۳۹' آیت۲۱)	۳۲۷
أولم يتفكروا (سورہ۷' آیت۱۸۴' سورہ۳۰' آیت۸)	۴۲۵
أولم ينظروا في ملكوت السماوات والأرض (سورہ۷' آیت۱۸۵)	۴۲۴
أولئك على هدى من ربهم وأولئك هم المفلحون (سورہ۲' آیت۵)	۱۸
لله ملك السماوات والأرض وما فيهن (سورہ۵' آیت۱۲۰)	۱۴۳

Marfat.com

اَللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورہ۲۴' آیت۳۵) ۴۷۳
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ (سورہ۲' آیت ۲۵۷) ۴۷۳

ب

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (سورہ۵' آیت۶۴) ۱۳۰

ت

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ (سورہ۱۱۱' آیت۱) ۱۷۸
تُبْتُ إِلَيْكَ (سورہ۷' آیت۱۴۳) ۳۴۰
تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ
خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورہ۳۲' آیت۱۶) ۱۸

ث

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى (سورہ۲۰' آیت۱۲۲) ۳۳۹
ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا (سورہ۹' آیت۱۱۸) ۳۳۹

خ

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (سورہ۷' آیت۱۹۹) ۳۸۰'۴۲'۲۱
خَرَقَهَا (سورہ۱۸' آیت۷۱) ۲۴۸
خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيراً (سورہ۲۵' آیت۲) ۱۲۶

ذ

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ (سورہ۱۴' آیت۱۴) ۳۳۸

ر

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (سورہ۲۸' آیت۲۴) ۳۵۴
رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً (سورہ۲۰' آیت۱۱۴) ۴۱۷
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (سورہ۲' آیت۲۰۱) ۴۰۰
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (سورہ۳۳' آیت۲۳) ۱۸
رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ
وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (سورہ۲۴' آیت۳۷) ۱۸
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (سورہ۵' آیت۱۱۹) ۳۷۲'۳۷۴
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (سورہ۹۸' آیت۸) ۳۷۲'۳۳۲

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوا عَنۡهُ أُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ
أَلَا إِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ (سورہ۵۸ آیت۲۲) ۱۸
رَهۡبَانِيَّةً ابۡتَدَعُوهَا مَا كَتَبۡنَاهَا عَلَيۡهِمۡ (سورہ۵۷ آیت۲۷) ۹، ۴۰۰

س

سُبۡحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ (سورہ۲۳ آیت۹۱ وسورہ۳۷ آیت ۱۵۹) ۱۰۱، ۱۶۴
سَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِي الۡجَاهِلِينَ (سورہ۲۸ آیت۵۵) ۴۳
سَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوهَا خَالِدِينَ (سورہ۳۹ آیت۷۳) ۲۶۷
سَنُرِيهِمۡ آيَاتِنَا فِي الۡآفَاقِ وَفِي أَنۡفُسِهِمۡ (سورہ۴۱ آیت۵۳) ۲۱۰، ۴۷۰

ش

شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَاعۡتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوۡلَاكُمۡ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلَى وَنِعۡمَ النَّصِيرُ (سورہ۲۲ آیت۷۸) ۲۱۳

ص

صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً (سورہ۲ آیت۱۳۸) ۴۷۷
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (سورہ۱ آیت۷) ۲۱۱
صَلُّوا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِيمًا (سورہ۳۳ آیت۵۶) ۳۷۱

ض

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوبُ (سورہ۲۲ آیت۷۳) ۱۷۷

ع

عَالِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ (سورہ ۵۹ آیت۲۲) ۱۰۰، ۱۳۴
عَلَّمَ الۡإِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ (سورہ۹۶ آیت۵) ۴۲۴
عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ (سورہ۴ آیت۱۱۳) ۴۲۵
عِنۡدَ مَلِيكٍ مُقۡتَدِرٍ (سورہ۵۴ آیت۵۵) ۳۰۵

غ

غَافِرِ الذَّنۡبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيدِ الۡعِقَابِ (سورہ۴۰ آیت۳) ۳۳۳

ف

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الۡأَلۡبَابِ (سورہ۶۵ آیت۱۰) ۴۳۷
فَاذۡكُرُونِي أَذۡكُرۡكُمۡ (سورہ۲ آیت۱۵۲) ۵۰، ۳۲۷
فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُولُو الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورہ۴۶ آیت۳۵) ۳۶۹

Marfat.com

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (سورہ ۴۷‘ آیت ۱۹)	۴۲۴
فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (سورہ ۳۰‘ آیت ۳۰)	۱۰۹
فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (سورہ ۲۰‘ آیت ۷)	۳۳۸
وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ (سورہ ۳۹‘ آیات ۱۷‘۱۸)	۲۷۱
فَبِعِزَّتِكَ (سورہ ۳۸‘ آیت ۸۲)	۱۸۹
فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ (سورہ ۲۱‘ آیت ۷)	۳۲۷
فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (سورہ ۵۰‘ آیت ۲۲)	۳۱۴‘۴۶۹
فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (سورہ ۳‘ آیت ۱۷۵)	۳۳۲
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورہ ۴‘ آیت ۶۵)	۳۷۵
فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (سورہ ۱۸‘ آیت ۲۹)	۱۱۸
فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ (سورہ ۶‘ آیت ۱۲۵)	۴۱۲
فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ (سورہ ۲۰‘ آیت ۱۲۰)	۱۸۵
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ (سورہ ۷‘ آیت ۲۰)	۱۸۶
فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (سورہ ۳۰‘ آیت ۱۵)	۲۶۷
ق	
قَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ (سورہ ۱۲‘ آیت ۳۶)	۴۶۹
قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا (سورہ ۴۹‘ آیت ۱۴)	۲۸۸
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (سورہ ۸۷‘ آیت ۱۴)	۲۹۰
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (سورہ ۶‘ آیت ۹۱)	۴۲۴
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ ۳‘ آیت ۳۱)	۲۲۸‘۴۵۴
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (سورہ ۶‘ آیت ۹۲)	۳۲۹
قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ (سورہ ۲۹‘ آیت ۲۰)	۱۳۲
قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورہ ۴‘ آیت ۷۸)	۱۴۳

Marfat.com

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (سورہ ۴ آیت ۷۷) ۳۵۰

قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُوراً وَهُدًى لِّلنَّاسِ
تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيراً وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا
أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (سورہ ۶' آیت ۹۱) ۴۷۳

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (سورہ ۷' آیت ۳۲) ۴۰۰

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (سورہ ۲' آیت ۲۶۳) ۳۹

ک

كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (سورہ ۷' آیت ۱۷۹) ۲۰۷

كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ (سورہ ۳۷' آیت ۶۵) ۱۸۶

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (سورہ ۲۸' آیت ۸۸) ۱۳۹' ۳۶۹

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورہ ۵۵' آیات ۲۶' ۲۷) ۳۹۱

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (سورہ ۵۵ آیت ۲۹) ۱۳۴

ل

لَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (سورہ ۷۵' آیت ۲) ۳۳۵

لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (سورہ ۶' آیت ۱۰۳) ۲۷۷' ۳۲۵
(تاج کمپنی کے طبع شدہ ایک قرآن میں اس آیت کا نمبر ۱۰۳ کی بجائے ۱۰۴ دیا ہوا ہے
ر۔ف۔ص ۱۷۰۔ قرآن حکیم ترجمہ و تفسیر از مولانا اشرف علی تھانوی مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی)

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ (سورہ ۳۹' آیت ۵۳) ۳۳۳

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ (سورہ ۳۴' آیت ۳) ۱۰۰

لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (سورہ ۵' آیت ۵۴) ۲۴

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (سورہ ۲' آیت ۲۵۶) ۱۷۶

لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (سورہ ۷۴' آیت ۲۸) ۴۷۵

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورہ ۶' آیت ۱۰۸) ۱۰۶

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ ۲' آیت ۲۷۷) ۱۰۷

لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (سورہ ۲' آیت ۳۲) ۴۲۴

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ (سورہ ۵۷' آیت ۲۵) ۳۶۱

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورہ ۹۵' آیت ۴) ۲۱۰

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ ۴۸' آیت ۱۸)۔ ۳۷۲

Marfat.com

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (سورہ۱۰۹ آیت۶) ۱۷۶

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ (سورہ۵۷ آیت۲۳) ۱۰۷، ۲۶۵

لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورہ۵۰ آیت۳۷) ۳۳۷

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا (سورہ۲۲ آیت۳۷) ۲۸۶

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (سورہ۲۱ آیت۲۲) ۱۱۲

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورہ۱۴ آیت۷) ۳۵۶، ۳۷۰، ۴۲۹

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا
إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا (سورہ۵ آیت۹۳) ۳۴۸

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورہ۴۲ آیت۱۱) ۱۳۴، ۱۴۱، ۱۶۴، ۱۸۹

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (سورہ۵۳ آیت۳۹) ۱۰۷

م

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (سورہ۱۸ آیت۳۹) ۱۴۳

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ (سورہ۴ آیت۷۹) ۱۰۲

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ (سورہ۳۱ آیت۲۸) ۳۷۷

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ (سورہ۵۳ آیات۱۷، ۱۸) ۳۲، ۳۴، ۳۱۵، ۳۱۹

مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ (سورہ۱۶ آیت۹۶) ۳۹۱

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (سورہ۶ آیت۹۱) ۴۲۹

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (سورہ۵۳ آیت۱۱) ۳۳۷

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا
وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ۳۵ آیت۲) ۳۷۱

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ (سورہ۵۰ آیت۳۳) ۳۳۷، ۳۴۲

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ (سورہ۲۰ آیت۵۵) ۸۵

ن

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورہ۵۰ آیت۱۶) ۱۵۸، ۲۱۰

نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (سورہ۶۱ آیت۱۳) ۴۰۲

نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (سورہ۳۸ آیت۴۴) ۳۴

Marfat.com

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (سورہ۲۴' آیت۳۵)	۴۷۴، ۲۶۷
و	
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ۷' آیت۱۵۷)	۴۷۳
وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورہ۲۵' آیت۶۳)	۴۳
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورہ۲' آیت۳۰)	۲۱۰
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ	
اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (سورہ۲' آیت۳۴)	۲۰۶، ۲۱۰، ۴۳۹
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (سورہ۷۳' آیت۸)	۳۲۹
وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سورہ۹۶' آیت۱۹)	۲۹۱، ۳۲۲
وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (سورہ۴۰' آیت۴۴)	۳۷۴
وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (سورہ۸۷' آیت۱۷)	۳۹۱
وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ (سورہ۹۵' آیات۱'۲)	۴۶۱
وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورہ۳۹' آیت۳۳)	۵۲، ۳۸۴
وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (سورہ۲۵' آیت۷۲)	۲۶۴
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورہ۲۹' آیت۶۹)	۳۰۵، ۳۱۳
وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (سورہ۲' آیت۲۴۵)	۳۲۲
وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (سورہ۴۷' آیت۳۸)	۳۵۳
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورہ۴' آیت۱۷۶)	
(تاج کمپنی کے طبع شدہ ایک قرآن میں اس آیت کا نمبر ۱۷۶ کی بجائے ۱۷۷ دیا ہوا ہے	
' ر۔ف۔ص ۱۲۹۔ قرآن حکیم ترجمہ وتفسیر از مولانا اشرف علی تھانوی	
مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی)	۴۱۸
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ۳۷' آیت۹۶)	۱۱۷، ۱۱۸
وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (سورہ۳' آیت۱۰۹ و سورہ۸' آیت۴۴)	۱۴۴
وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ (سورہ۵' آیت۱۸)	۱۴۴
وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (سورہ۱۱' آیت۱۲۳)	۱۴۴
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ○	

Marfat.com

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى (سورہ۷۹ آیات۴۰،۴۱) ۳۶۹

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (سورہ۳' آیت۱۸۶) ۴۳

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا (سورہ۱۴' آیت۳۴) ۳۷۰

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي (سورہ۳۸' آیت۷۸) ۱۸۹

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورہ۶۸' آیت۴) ۲۷

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (سورہ ۲۱' آیت۸۳) ۳۵

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهِ (سورہ۱۲' آیت۲۱) ۱۲۰

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (سورہ۲۷' آیت۸۸) ۲۷۷

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (سورہ۷۴' آیت۴) ۲۴۷

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (سورہ۲۱' آیت۳۰) ۲۹۰

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (سورہ۷۵' آیات۲۲و۲۳) ۲۶۷

وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ (سورہ۶' آیت۱۰۱) ۲۴۸

وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا (سورہ۷' آیت۱۴۳) ۳۱۵

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (سورہ۷۶' آیت۲۱) ۲۶۷

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (سورہ۲۵' آیت۶۳) ۳۸

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورہ۲' آیت۳۱) ۲۰۶'۴۱۷

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (سورہ۱۸' آیت۶۵) ۴۱۶

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (سورہ۵' آیت۲۳) ۳۶۰

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (سورہ۳۷' آیت۱۰۷) ۳۷۴

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (سورہ۵۱' آیت۲۱) ۱۱۲

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرٰى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ (سورہ۱۲' آیت۴۳) ۴۶۹

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا (سورہ۳۳' آیت۵۲) ۳۱۳

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (سورہ۳۳' آیت۳۸) ۲۷

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ (سورہ۵۹ آیت۱۹) ۲۱۴

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (سورہ۶' آیت۵۹) ۱۲۱

وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (سورہ۲۰' آیت۱۱۰) ۴۲۶

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (سورہ۳۱' آیت۱۸) ۳۷۶

Marfat.com

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحاً اِنَّكَ لَن تَخرِقَ الۡاَرۡضَ
وَلَن تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُولاً (سورہ ۱۷ آیت ۳۷) ۳۷۶
وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِكَ خَیۡرٌ (سورہ ۷ آیت ۲۶) ۲۵۲
وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِیۡ آدَمَ (سورہ ۱۷ آیت ۷۰) ۲۱۰
وَلَقَدۡ وَصَّیۡنَا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتَابَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَاِیَّاكُمۡ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (سورہ ۴ آیت ۱۳۱) ۳۳۲
وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ (سورہ ۵۴ آیت ۱۷) ۳۲۷
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیۡكُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ (سورہ ۴۹ آیت ۷) ۳۳۷
وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (سورہ ۶۳ آیت ۸) ۳۷۷
وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَفۡقَهُوۡنَ (سورہ ۶۳ آیت ۷) ۳۶۲
وَلَو اَنَّ مَافِی الۡاَرضِ مِن شَجَرَةٍ اَقلَامٌ وَّ البَحرُ یَمُدُّهٗ
مِن بَعدِهٖ سَبعَةُ اَبحُرٍ مَّانَفِدَت كَلِمٰتُ اللّٰهِ ط (سورہ ۳۱ آیت ۲۷) ۱۸۰
وَمَا اُوتِیتُم مِّنَ العِلمِ اِلَّا قَلِیلًا (سورہ ۱۷ آیت ۸۵) ۴۱۸
وَمَا بِكُم مِّن نِّعۡمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (سورہ ۱۶ آیت ۵۳) ۱۴۳
وَمَا تَشَاؤُونَ اِلَّا اَن یَّشَاءَ اللّٰهُ (سورہ ۸۱ آیت ۲۹) ۱۴۳
وَمَا تَشَاؤُونَ اِلَّا اَن یَّشَاءَ اللّٰهُ (سورہ ۷۶ آیت ۳۰) ۳۷۲
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَد خَلَت مِن قَبلِهِ الرُّسُلُ (الی آخرہ) (سورہ ۳ آیت ۱۴۴) ۱۵
وَمَا یَستَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ ० وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ (سورہ ۳۵ آیات ۱۹،۲۰) ۴۷۳
وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورہ ۲۱ آیت ۱۰۷) ۲۱۰
وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (سورہ ۵۱ آیت ۵۶) ۲۸۵
وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (سورہ ۸ آیت ۱۷) ۱۴۱،۳۲۱،۳۹۵
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ (سورہ ۶ آیت ۹۱) ۱۳۴
(تاج کمپنی کے طبع شدہ ایک قرآن میں اس آیت کا نمبر ۹۱ کی بجائے ۹۲ دیا ہوا ہے
ر۔ف۔ ص ۱۶۸۔ قرآن حکیم ترجمہ و تفسیر از مولانا اشرف علی تھانوی
مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی)
وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُومٌ (سورہ ۳۷ آیت ۱۶۴) ۳۳۸
وَمَا هٰذِهِ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا اِلَّا لَهۡوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ
لَهِیَ الۡحَیَوَانُ (سورہ ۲۹ آیت ۶۴) ۳۹۸
وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَا اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (سورہ ۴۱ آیت ۳۳) ۳۹

Marfat.com

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي (سورہ۲۰‘ آیت۱۲۴) ۳۲۷
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ (سورہ۳۱‘ آیت۶) ۲۶۴
وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ (سورہ۲۹‘ آیت۶) ۳۰۵
وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ (سورہ۲۷‘ آیت۴۰) ۳۷۰
وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (سورہ۲‘ آیت۲۶۹) ۳۲۳‘۴۱۷
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (سورہ۱۵‘ آیت۲۹‘ سورہ۳۸‘ آیت۷۲) ۲۱۰‘۳۳۸
وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ○ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (سورہ۹۱‘ آیات۷،۸) ۳۳۵‘۳۳۸
وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ (سورہ۲۲‘ آیت۲۴) ۴۱
وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (سورہ۳‘ آیت۱۸۸) ۴۶
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ۳‘ آیت۱۶۴) ۲۱۱‘۲۱۳
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (سورہ۱۷‘ آیت۸۵) ۳۳۷
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا (سورہ۶‘ آیت۵۹) ۱۰۰
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورہ۳‘ آیت۱۹۱) ۴۰۹‘۴۲۶
وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورہ۵۹‘ آیت۹) ۱۸‘۳۸۰
وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ (سورہ۵‘ آیت۴۶) ۴۷۳
وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ۱۰‘ آیت۱۰) ۳۷۱
وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورہ۲‘ آیت۱۱۵)
۱۳۹
هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورہ۵۷‘ آیت۳) ۱۳۹‘۱۵۸

ھ

هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ○ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ
وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورہ۲‘ آیات۲‘۳) ۴۳۳
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (سورہ۳۹‘ آیت۹) ۴۱۷
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ (سورہ۱۸‘ آیت۴۴) ۲۲۶
هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا (سورہ۱۰‘ آیت۵) ۴۷۳
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ

Marfat.com

وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم (سورہ۵۹ آیت۲۲) ۱۳۳

هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سورہ۵۷ آیت۴) ۱۵۸

ی

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورہ۵ آیت۳۵) ۲۳۰

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ (سورہ۳۵ آیت۱۵) ۳۵۴

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلَالَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ (سورہ۷ آیت۶۱) ۴۳

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ (سورہ۷ آیت۶۷) ۴۳

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورہ۳۲ آیت۱۶) ۳۳۳

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَقُعُوْداً (سورہ۳ آیت۱۹۱) ۴۲۴

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ (سورہ۳۵ آیت۱) ۲۶۷، ۲۶۹

يُضِلُّ بِهِ كَثِيْراً وَيَهْدِيْ بِهِ كَثِيْراً (سورہ۲ آیت۲۶) ۱۱۷

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (سورہ۴۰ آیت۱۹) ۱۰۰

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ۳ آیت۲۹) ۱۰۰

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ (سورہ۱۳ آیت۳۹) ۳۱۶

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهِ مَنْ يَشَاءُ (سورہ۲۴ آیت۳۵) ۲۶۷

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (سورہ۸۹ آیت۲۷) ۳۳۵

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً (سورہ۶۶ آیت۸) ۳۴۲

يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْداً وَسَلَاماً عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ (سورہ۲۱ آیت۶۹) ۳۷۴

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (سورہ۳۷ آیت۱۰۲) ۴۶۹

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (سورہ۹ آیت۱۱۹) ۵۴

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (سورہ۴ آیت۱) ۳۷۷

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيْراً ۝
وَدَاعِياً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيْراً (سورہ۳۳ آیات۴۵و۴۶) ۲۱۰

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ
خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (سورہ۲۴ آیت۲۱) ۱۸۶

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

Marfat.com

وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورہ ۳' آیت ۲۰۰) ۳۶۷

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (سورہ ۴' آیت ۱۷۴) ۳ ۴۷

(تاج کمپنی کے طبع شدہ ایک قرآن میں اس آیت کا نمبر ۱۷۴ کی بجائے ۱۷۵ دیا ہوا ہے

ر۔ف۔ص ۱۲۸۔ قرآن حکیم ترجمہ و تفسیر از مولانا اشرف علی تھانوی

مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (سورہ ۵' آیت ۵۴) ۴۴۵

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورہ ۴۸' آیت ۱۰) ۱۳۰

يَدْعُونَنَا رَغَبًا (سورہ ۲۱' آیت ۹۰) ۳۷۳

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورہ ۶۱' آیت ۸) ۳ ۴۷

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (سورہ ۲۶' آیات ۸۸،۸۹) ۳۷۴

Marfat.com

احادیثِ مبارکہ

ا

ابوک ثلاثہ من ولدک ومن علمک و من زوجک و خیر آباء من علمک ۴۴۶

اتقوا فراست المومن فانہ ینظر بنورالله ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۷۴

احب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلما ۲۸

اخوف ما اخاف علیٰ امتی اللسان ۳۹

ادبنی ربی فا حسن تادیبی ۲۷

اذا احب اللہ عبداً لم یضرہ' ذنب ۳۴۰

اذا اراد اللہ لعبدہ خیراً ابصرہ' بعیوب نفسہ ۳۳۶

اذا ذکر القدر فامسکوا ۱۱۶

ارایت رقی نسترقیھا و دواء نتداوی بہ' ھل یرد من قدراللہ فقال انہ من قدراللہ ۱۲۳

اسرقت قل لا. ۲۸

اسلم شیطانی علی یدی ۱۸۷

اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک ۳۳۶

اعملوا فکل میسر لما خلق لہ ۱۲۳

افضل الذکر لا الہ الااللہ ۳۲۷

اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً ۲۸۹

الا انَّ فی الجسد لمضغۃ' اذا صلحت صلح بصلاحھا
سائرالجسد و اذا فسدت فسد سائرالجسد الاوھی القلب ۴۰

الا من عبد محمد فان محمدﷺ قدمات
ومن عبد رب محمدﷺ فانہ حی لایموت (قول حضرت ابوبکرؓ) ۱۵

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ و کما تزرع تحصد ۳۹۸

الدین نظافۃ ۲۹۰

الرؤیا الصالحۃ جزء" من ستۃ و اربعین جزء ًمن النبوۃ ۴۶۷

الزکوۃ قنطرۃ الاسلام ۲۹۸

الشریعت اقوالی' الطریقت افعالی' الحقیقت احوالی' المعرفت اسراری ۲۹

الصبرمفتاح الفرج ۳۶۹

الصلوٰۃ عمادالدین فمن ترکھاَ فقد ھدم الدین ۲۹۱

Marfat.com

الصلوٰۃ معراج المومن ۲۹۱،۲۹۳
الصوم جنته ۲۹۸
الصوم لی وانا اجزی به ۲۹۸
الطهور شطر الایمان ۲۹۰
العجز عن درک الادراک ادراک (قول حضرت ابوبکرؓ) ۱۳۴
الفقر فخری ۳۵۴
القیلوله تزید فی العقل ۴۶۵
اللهم ارنا الاشیاء کماهی ۴۳۳، ۴۶۹
اللهم اَحینی مسکینا ۳۵۹
المجاهد من جاهد نفسه فی الله ۳۱۳
النصر مع الصبر ۳۶۹
الوضو سلاح المومن ۲۹۰
الوضو علی الوضو نور" علی نور ۲۹۰
ان احسن الحسن الخلق ۴۱
ان الله لا یطاع بالا کراه ولا یعصی بالغلبه ولا یهمل
العباد من المملکة (قول حضرت امام حسینؓ) ۱۲۲،۱۲۳
ان الحق ینطق علیٰ لسان عمرو قلبه ۳۳۰
ان تعبُدَ الله کانک تراه، فان لم تکن تراه فانه یراک ۲
ان خیر الخیر خیار العلماء وان شرالشر شرار العلماء ۴۲۴
ان لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن ۲۶۶
ان من الشعر لحکمة، ۲۶۷
ان من شر الناس من اکرمه الناس اتقاء فحشه ۴۷
انا سید ولد آدم ۲۱۰
انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ۲۷
انی اشم رایحة الرحمن من قبل الیمن ۲۳۰
انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن ۲۳۰،۲۸۹
انی لاستغفرالله کل یوم سبعین مره ۳۴۱
اِستَعفِفْ عن السّوال ما استَطَعتَ ۴۰۲

Marfat.com

ب

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۱۲

بعثت لبیان الاحکام لا لبیان الحقایق ۳۲۴

ت

تخلقوا باخلاق الله ۴۵۰

تفکر ساعة خیر من عبادت ستین سنه ۴۲۵

تفکروافی آ لا الله ولا تفکر وا فی الله ۴۲۶

ح

حب الدنیا راس کل خطیئة ۳۹۸

حسنواالقرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً ۲۶۶

خمرطینة آدم بیده اربعین صباحا ۱۲

خ

خیر ثیابکم البیاض ۲۵۳

ر

راس الحکمة مخافة الله ۳۳۲

رجعنا من الجهاد الا صغرِالی الجهاد الا کبر ۳۰۵،۳۱۳

ز

زینوا اصواتکم بالقرآن ۲۶۶

زینوا القرآن باصوات الحسن ۲۶۶

س

سافروا تصحوا و تغنموا ۴۰۹

سبحان من لا یعلم ماهوالا هو ۱۳۴

ع

علیکم بالصدق فانه یهدی الی الجنة ۳۸۶

Marfat.com

ق

قل ربی اللہ ثم استقم ۱۳۹

قلب المومن عرش الرحمن ۲۰۸

قلب المومن عرش اللہ ۳۳۶

ک

کادالفقر ان یکون کفراً ۳۵۹،۳۵۴

کان خُلقہ قرآن (قول حضرت عائشہؓ) ۲۷

کان رسول اللہ یجیب دعوۃ العبد و یر کب الحمار و یلبس الصوف ۱۱

کل مولودٍ یولد علی الفطرت فابواہ یہود انہ او ینصر انہ اویمجسانہ ۱۰۹

کن قنعاً تکن اغنیا الناس ۲۸

کن ورعاً تکن اعبدالناس ۲۸

کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ۱۴۹،۱۵۸،۲۱۰،۴۴۴،۴۴۷

کُل مِنْ کدِّ یَمِینک و عرق جبینک ۴۰۲

ل

لا احصی ثناء علیک ۳۴۵، ۳۷۱، ۴۲۹

لا تکلموا فی القدر فانہ سر اللہ فلاتفشوا اللہ سرہ ۱۱۶

لا رھبانیت فی الا سلام ۹،۴۰۱

لا یر حم اللہمن لا یر حم الناس ۵۵

لا یرد القضا الا بدعا ۱۲۰

لا یزال العبدیتقرب اِلیَّ بالنوافل حتیٰ احبہ و یحبنی فاذا احببتہ، صرت لہٗ
سمعاً و بصراً ویداً ومویداً فبی یبطش وبی یسمع وبی یبصروبی یتکلم ۱۸

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن ۲۰۸

لایسعنی ارضی ولاسمائی بل یسعنی قلب عبدی المومن ۳۳۶

لاصلوٰۃ الاّ بطھور ۲۹۰

لاصلوٰۃ الابحضور القلب ۲۹۲

لولاک لما خلقت الافلاک ۱۴۹

لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب ولانبی مرسل ۳۱۹

Marfat.com

لیس الغناء غنا ءِ المال لکن الغناء غناءِ النفسِ ۳۵۷

م

ما خلفت لعیالک ۱۶
ماعرفناک حق معرفتک ۱۳۴'۲۸۶
مفتاح الجنة لا الہٰ الا اللہ ۲۸۹
مفتاح الصلوٰة الطھور ۲۹۱
من اخلص للہ اربعین یوماً ظھرت ینابیع الحکمة من قلبہ علی لسانہ ۱۲
من تواضع للہ رفعہ اللہ ۳۷۷
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۲۱۴
من عَشَقَ فَعَفَّ و کتم فماتؑ مات شھیدا ۴۴۴
من آمن بالنجوم فقد کفر ۱۲۰
موتوا قبل ان تموتوا ۲۱۸

ن

نعم مال الصالح للرجل الصالح ۴۰۵
نور اللہ قلبک و قبرک یا عمر کما نوّرت مسجدی ۴۷۷

و

واحسن جوار من جا ورک تکن مومناً ۲۹
واقل الضحک فان کثرة الضحک دمیت القلب ۲۹
وانہٗ لیغان علی قلبی و انی لا ستغفر اللہ فی یوم سبعین مرة ۳۴۲
اللھم اغنینی بالا فتقار الیک ولا تفقرنی بالا ستغناءِ منک ۳۵۴

Marfat.com

Marfat.com

اسما

آ
آتون ۶۳
آدمؑ ۱۲، ۴۷، ۶۱، ۸۰، ۸۷، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۴۷،
۱۸۱، ۱۸۴، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۵،
۲۳۹، ۲۹۴، ۳۰۶، ۳۳۰، ۳۳۱،
۳۳۶، ۳۳۹، ۴۳۶، ۴۵۹
آذر ایزد ۷۶
آریا، غلام علی ۵۰۲، ۵۱۱
آریان پور ۴۹۱
آزاد بلگرامی ۴۹۰
آغا یمین خان ۴۹۰
آل احمد سرور ۴۵۵
آماترا سوادی کامی ۸۲
آمن رع ۸۳
آنحضرتؐ (دیکھیے رسول اللہؐ)
آنس ۶۳، ۶۲
آئن شائن ۳۱۷،
آئی، عبدالحمد ۵۰۸، ۵۰۹
ا
ابراہیم ادہمؒ ۴۶، ۴۷، ۵۶، ۲۳۶، ۲۵۱،
۲۵۳، ۳۰۳، ۳۴۷، ۳۶۲،
۳۹۸
ابراہیم اطروش ۳۳۳
ابراہیم بن شیبان ۳۹۰
ابراہیم خلیل اللہ ۱۳، ۱۶، ۳۷، ۳۸، ۴۶، ۶۴،
۶۵، ۶۶، ۶۷، ۱۳۱، ۱۴۲،
۱۶۹، ۲۱۳، ۲۵۰، ۳۰۰،
۳۱۸، ۳۲۰، ۳۵۷، ۳۵۸،
۳۶۰، ۳۶۴، ۳۷۴، ۳۸۰،
۴۵۵، ۴۶۸
ابراہیم خواصؒ ۳، ۵۶، ۱۴۲، ۲۳۵، ۳۱۱،
۳۵۰، ۳۵۱، ۳۶۱، ۴۱۱
ابلیس/شیطان ۶، ۷، ۱۳۳، ۱۵۸، ۱۹۹،
۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵،
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۳۶،
۳۸۴، ۴۰۵
ابن العربی، ابی بکر محمد ۱۳۷
ابن المعمار حنبلیؒ ۲۱۸
ابن باجہ ۲۱۰
ابن بطوطہ ۲۷۸
ابن جوزی ۱۰، ۲۶۴
ابن خلدونؒ ۱۴۲، ۲۶۶، ۴۸۷
ابن رشد ۹۲، ۹۳، ۴۲۰، ۴۴۲، ۴۵۹
ابن سماک ۳۷۸
ابن سینا ۹، ۹۲، ۱۰۰، ۴۳۵
ابن طفیل ۲۱۰
ابن عباسؓ ۲۸۵،
ابن عربیؒ ۸، ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۴،
۱۹۳، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۴،
۲۵۵، ۲۸۸، ۲۹۴، ۳۹۲،
۴۴۲، ۴۶۴، ۴۸۸، ۴۹۸
ابن عطاؒ، ابوالعباس ۳۹، ۴۱، ۴۵، ۱۳۹، ۱۴۷،
۲۲۵، ۲۷۷، ۳۳۴، ۳۴۹،
۴۳۶
ابن عمرؓ ۳۲۲
ابن مسکویہ ۲۱۰

Marfat.com

ابن یمین ۳۸۲، ۵۱۵
ابن یوسف ابن صالح ۲۲۱
ابنِ مبارکؒ ۳۵
ابو ابراہیم بن اسماعیل بخاری ۵۰۳، ۵۰۵
ابو ادریس خولانی ۴۷
ابو اسحاق ابراہیم الصیادی بغدادیؒ ۳۹۹
ابو اسحاق شامی چشتیؒ ۲۵۱
ابو اسحاق شہریار کازرونیؒ ۳۰، ۴۳۲
ابو اسماعیل ہرویؒ ۴۲۷
ابوالحسن اشعری ۱۱۷
ابوالحسن برنودیؒ ۴۹
ابوالحسن بوشنجیؒ ۱۷، ۲۰، ۲۲۳، ۳۴۹
ابوالحسن خرقانیؒ ۷، ۱۹، ۲۹، ۴۴، ۵۳، ۵۵، ۱۴۴، ۱۴۸، ۲۲۳، ۲۳۰، ۲۳۴، ۲۴۱، ۲۸۸، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۱۱، ۳۲۰، ۳۲۷، ۴۱۲
ابوالحسن علی بن حسین مسعودیؒ ۲۷۸، ۴۹۷، ۴۸۹
ابوالحسن نوریؒ ۱۷، ۲۲، ۳۳، ۵۱، ۱۱۴، ۲۸۶، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۴۴، ۳۵۸، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۳۶
ابوالخیر اقطعؒ ۲۹۵، ۳۹۵
ابوالعباس بن عطاؒ دیکھیے ابن عطاؒ
ابوالعباس دینوریؒ ۳۸۴
ابوالعباس سیاریؒ ۳۱۶، ۳۲۵، ۳۵۳
ابوالعباس شقانی ۳۴
ابوالعباس قصابؒ ۴۲۸، ۴۶۲
ابوالعباس نہاوندیؒ ۲۹۹، ۴۳۱
ابوالعلا عفیفی ۲۸۱، ۴۹۲
ابوالفتح بستیؒ ۱۱
ابوالفرج ابن جوزیؒ ۲۸۳
ابوالفضل حسنؒ ۱۴۹
ابوالفضل رشید الدین میبدی ۳۶۲، ۳۸۷، ۴۹۱، ۴۹۹،
ابوالفضل محمد بن الحسین الختلیؒ ۲۴۴
ابوالقاسم پاینده ۴۹۱
ابوالقاسم تفضلی ۴۹۷
ابوالقاسم عبدالکریم (دیکھیے ابوالقاسم قشیری)
ابوالقاسم قشیریؒ ۱۰، ۳۰، ۱۲۷، ۲۶۴، ۳۳۹، ۳۵۶، ۴۰۴، ۴۴۵، ۴۸۱، ۴۹۱، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۷، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۹
ابوالقاسم گرگانیؒ ۴۰، ۱۸۹، ۲۴۳، ۲۵۴، ۲۷۳، ۳۵۹
ابوالقاسم نصرآبادیؒ ۳۰، ۲۴۴، ۲۶۴، ۲۷۲، ۳۰۴، ۳۵۲
ابوالکلام آزاد ۴۸۷
ابوالمعالی عبداللہ بن ابی بکر المیانجی الہمدانی (دیکھیے عین القضاۃ ہمدانی)
ابوالہاشم صوفیؒ ۱۳
ابوبکر ستاک ۱۱۴، ۴۳۶
ابوبکر شبلیؒ (دیکھیے شبلیؒ)
ابوبکر صدیقؓ ۱۵، ۱۶، ۳۱، ۴۵، ۱۳۴، ۱۴۴، ۲۵۰، ۲۶۶، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۸۴، ۴۲۸، ۴۵۲، ۴۷۱
ابوبکر کتانیؒ ۲۱
ابوبکر واسطیؒ ۱۳، ۱۴۵، ۱۸۸، ۲۴۴، ۳۱۵، ۳۲۰، ۳۴۴، ۴۳۰
ابوبکر وراقؒ ۱۳، ۵۵، ۲۱۱، ۲۱۹، ۴۲۵
ابوتراب نخشبیؒ ۲۹۸
ابوجعفر خلدیؒ ۲۲۴، ۲۳۸، ۳۸۶
ابوحازم مکیؒ ۳۰۲

Marfat.com

ابوحفص حدادؒ ۲۴، ۳۲، ۳۳، ۴۷، ۴۸، ۵۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۸، ۴۳۷
ابوحمزہؒ ۳۱۲
ابوحنیفہؒ ۳۵۲، ۲۵۳، ۲۶۳، ۴۳۷
ابودرداؓ ۲۸، ۴۱۸
ابودوانیق ۳۵۰
ابوریحان البیرونی ۱۰۷، ۱۱، ۴۸۰
ابوسعید ابوالخیرؒ ۹، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۳۰، ۳۳، ۳۴، ۴۲، ۵۶، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۶۶، ۱۸۶، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۲۰، ۳۲۸، ۳۵۰، ۳۵۶، ۳۷۴، ۳۷۸، ۳۸۸، ۳۹۸، ۴۰۴، ۴۲۸، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۶، ۴۶۲، ۴۷۰، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۹۱، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۱۰،
ابوسعید خرازؒ ۳۵۰، ۳۸۹، ۳۹۰
ابوسعید فاروقی ۵۱۱
ابوسلمان دمشقیؒ ۴۴۸
ابوسلیمان دارانی ۵۲، ۳۳۴
ابوصالح حمدون احمد بن عمار القصارؒ (دیکھئے حمدون قصار)
ابوطیبہؒ ۳۲۴
ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ الجلاؒ ۱۷، ۱۴۷
ابوعبداللہ البناجیؒ ۲۷۲
ابوعبداللہ خفیفؒ ۲۳۸، ۲۸۶، ۳۲۵، ۳۸۳، ۳۹۹، ۴۰۰
ابوعبداللہؒ ۳۴، ۳۵۲
ابوعثمان حیریؒ ۲۴، ۳۳، ۵۷، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۳۲۹، ۳۳۴، ۳۷۵، ۳۷۸، ۴۱۱
ابوعثمان مغربیؒ ۱۹، ۱۴۸، ۲۷۰، ۳۰۵، ۳۳۹
ابوعلی احمد بن محمد رودباریؒ ۲۶۴، ۳۳۴
ابوعلی ثقفیؒ ۵۹
ابوعلی جوزجانی ۴۷۲
ابوعلی دقاقؒ ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۹، ۲۲۳، ۲۳۴، ۲۴۱، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۹۳، ۳۴۱، ۳۵۱، ۳۷۷، ۳۸۴، ۴۲۷
ابوعلی شقیق بن ابراہیم البلخیؒ (دیکھئے شقیق بلخی)
ابوعلی قزوینی ۲۱
ابوعمرؒ ۲۳۹
ابوعمرو نجید ۲۶۴
ابولہب ۴۵۵
ابومحمد جریریؒ ۴۱
ابومحمد رویمؒ ۲۰، ۲۶۲، ۳۴۵، ۴۰۶
ابومحمدؒ ۲۴۱
ابومرشد علی ۲۲۰
ابومسلم فارس بن غالب انصاریؒ ۴۳۱
ابونجیب سہروردیؒ ۵، ۱۵، ۳۹، ۴۰، ۴۵، ۲۰۷، ۲۶۸، ۳۳۱، ۳۴۳، ۳۵۴، ۴۲۲، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۰
ابونصر سراج طوسیؒ ۱۰، ۱۳، ۳۲، ۳۵، ۱۴۸، ۲۲۵، ۲۵۹، ۳۱۲، ۳۲۹، ۳۴۵، ۳۶۶، ۳۸۹، ۴۹۲، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۰، ۵۰۴، ۵۰۶

Marfat.com

ابونصر طاہر بن محمد خانقاہی ۳۸۱، ۵۰۵
ابونصر فارابی ۱۵۶، ۲۹۴، ۴۹۸
ابوہاشم صوفی ۱۳
ابوہریرہؓ ۲۸، ۲۹۱
ابویزید (دیکھیے بایزیدؒ)
ابویعقوب سوی ۳۸۴
ابویعقوب موسیؒ ۴۱۲
ابویعقوب نہرجوریؒ ۳۶۰
ابویوسف ۲۵۱
ابوالخیرؒ ابوسعید (ابی سعید) (دیکھیے ابوسعید ابوالخیرؒ)
ابوالعلا عفیفی ۴۸۱، ۴۹۲
ابوالقاسم تفضلی ۴۹۷
ابی بکر بن ابی اسحٰق محمد بن ابراہیم بخاری ۵۰۳، ۵۰۵
اپالو ۶۲
اتاترک ۲۸۲
اتاپشتم ۶۴
اثیر اخسیکیؒ ۳۶۵
احمد آرام ۴۸۸
احمد ابدال چشتیؒ ۲۵۱
احمد بن اسماعیل ۲۳۳
احمد بن حربؒ ۱۴۷، ۳۵۳
احمد بن حنبلؒ ۵۲، ۵۳، ۲۶۳، ۳۵۰، ۳۵۳، ۴۴۱
احمد بن خضرویہؒ ۵۷، ۲۱۹، ۳۹۵، ۴۱۱
احمد بن عاصم الانطاکیؒ ۱۳۳، ۳۱۲، ۳۳۴، ۴۲۸، ۵۰۱
احمد بن محمد الطوسیؒ ۲۶۱، ۲۶۲، ۴۹۵
احمد شریعتی ۵۰۳
احمد جام نامقی ۵۰۹، ۵۱۰
احمد ربانی ۴۸۷
احمد طباطبائی ۵۱۰
احمد غزالیؒ ۲۷۳، ۴۲۸، ۴۵۰، ۴۸۵، ۴۸۹، ۵۱۰
احمد مجاہد ۴۹۵
احمد مکرم ۴۹۵
احمد مہدوی دامغانی ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۹۰
اخناتون ۶۳
ادریسؑ 5
اردشیر العبادیؒ ۱۰، ۱۸، ۱۹، ۲۲۸، ۲۷۱، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۴۳، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۸۱، ۳۸۴، ۳۸۶، ۴۲۵، ۴۲۸، ۴۳۵، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۹۳، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۸
ارسطو ۶، ۵۱، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۱۰۰، ۱۱۴، ۱۵۲، ۲۰۹
ارقمؒ ۳۱۲
ازریس ۶۲
اسپینوزا ۸۳، ۹۷، ۱۳۰
اسحاقؑ ۲۵۱
اسرافیلؑ ۲۱۴، ۲۸۸
اسرائیل ۶۶
اسماعیلؑ ۱۶، ۲۹۳، ۳۵۷، ۳۷۴، ۴۶۹
اسماعیل حاکمی ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷
اشرف علی تھانویؒ ۲۷۵، ۴۹۲، ۵۰۷، ۵۱۰، ۵۱۱
اشعری (دیکھیے ابوالحسن الاشعری)
افلاطون ۵، ۸، ۹، ۷۸، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۱۴، ۱۵۲، ۱۵۵، ۲۶۹، ۴۴۳، ۴۴۹، ۴۵۷

Marfat.com

افلاکی، شمس الدین احمد ۲۵۰، ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۹۴، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۳، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۱

اقبال الدین احمد ۵۰۷

اقبالؒ ۵۵، ۹۳، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۸۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۵۶، ۴۲۲۲۵۵، ۴۸۶، ۴۹۰، ۴۹۱

اقلیدس ۳۱۷

اکبر عرشی ۴۸۹

الجیلی، عبدالکریم بن ابراہیم ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۱۵

الکلاباذی ۱۰، ۴۸۷، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۹

اللہ تعالیٰ (دیکھیے خدا تعالیٰ)

اللہ یار خان ۴۸۰

الناصر لدین اللہ ۲۲۱

الیاسؑ ۲۰۰

ام خالد ۲۲۸، ۲۵۱

ام علیؓ ۲۱۹

امام ابوحنیفہؒ (دیکھیے ابوحنیفہؒ)

امام ابوبکر بن اسحاق کلاباذی (دیکھیے الکلاباذی)

امام باقرؒ ۱۸۵

امام تقی ۲۲۳

امام جعفر صادقؒ ۳۶، ۱۲۳، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۶، ۲۲۵، ۲۸۵، ۴۳۷

امام حنبلؒ (دیکھیے احمد بن حنبل)

امام خمینیؒ ۳۵۱، ۳۶۱، ۳۷۰، ۳۷۳، ۴۸۶، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵

امام رضاؒ ۱۸۱

امام قشیریؒ (دیکھیے ابوالقاسم قشیری)

امام مالک بن انسؒ (دیکھیے مالک بن انس)

امیر اقبال شاہ سجستانی ۵۰۳

امیر تغلق تیمور خان ۱۱۹

امیر تیمور ۱۱۹

امیر حسینی ہرویؒ ۳۴۷

امیر خسروؒ ۲۴۴، ۲۶۰

امین الدین میکائیل ۲۸۱

امین ریاحی، محمد ۵۰۷

انباذ قلیس ۸۵، ۱۵۹

انڈر ہل ۲۷۷

انس بن مالکؓ ۱۱، ۲۷، ۲۸، ۴۳، ۳۵۲، ۳۸۰، ۳۸۱

انسلم ۸۳

انکسیمانوس ۸۳، ۱۰۷، ۱۵۹

انلیل ۶۴

اوحد الدین کرمانیؒ ۴۴۸

اورنگ زیب ۵۳، ۵۴

اوزاعیؒ ۳۲۴

اوز والڈ کولپہ ۴۸۸

اوسیرس ۶۲، ۶۳

اوما (دیوی) ۶۹

اویس قرنیؒ ۱۳۶، ۲۳۰، ۲۹۵، ۴۴۰

اہرمن ۷۶، ۷۹، ۱۵۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۳، ۴۵۹، ۴۷۳

اہورامزدا ۷۵، ۷۶، ۴۵۹

ایا (دیوتا) ۶۴

ایاز ۵۳

ایرج ۴۸۳

ایرج افشار ۵۰۵

Marfat.com

ایزیس ۶۲
ایف ڈی گوھر ۴۸۷
ایکھارٹ ۹۶
ایلون پلان ٹنگا ۱۰۱
ایلوھم ۶۷
ایل ۶۷
ایمونیوس ساکاس ۸۷
ایوبؑ ۱۶، ۳۵، ۱۸۳، ۱۸۸، ۲۴۹، ۳۴۲، ۳۵۷، ۳۶۶، ۳۶۸،
ایوب گنجی ۴۹۲
اللہ تعالیٰ (دیکھیے خدا تعالیٰ)

ب

بایزید بسطامیؒ ۵، ۶، ۲۵، ۳۱، ۴۴، ۵۰، ۵۶، ۵۷، ۸۵، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۸۸، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۵، ۳۲۴، ۳۴۰، ۳۴۸، ۳۵۲، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۷۲، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۱۱، ۴۱۹، ۴۴۵، ۴۵۸، ۴۶۴، ۴۷۱، ۶۳۰، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۶۵
بابا فریدؒ ۲۴۳، ۶۴۴
باربد ۲۶۰
باقی باللہؒ ۲۳، ۵۳
بختیار کاکیؒ ۲۶، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۷
براؤن (Brown) ۵
برخ ۲۳۰
بردیصان ۴۷، ۷۷
برصیصا ۱۸۸
برگسان ۹۹، ۱۲۹، ۲۱۶،
بروخ اسپنوزا (دیکھیے اسپنوزا)
برہان احمد فاروقی ۴۸۸
برہما ۶۹، ۱۴۷، ۸۱
برٹرینڈ رسل ۷۱
بشر حافیؒ ۲۹۲، ۳۵۱، ۳۵۳، ۴۱۱، ۴۴۱
بلالؓ ۳۷۰
بلقیس ۱۵۸، ۱۸۰، ۴۶۴
بلوشے (Blochet) ۵
بندہ نواز گیسو درازؒ ۲۱۲
بوعلی دقاقؒ ۳۰، ۴۹، ۵۰، ۱۴۴، ۲۴۲، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۲۰، ۳۵۸، ۳۶۴، ۴۰۱، ۴۳۱
بوعلی سینا ۶، ۱۶۰، ۱۵۳، ۱۵۴، ۴۴۹
بوعلی قلندر پانی پتیؒ ۵۴، ۵۵
بومسیلم ۱۲
بوشجی (دیکھیے ابوالحسن بوشجی)
بہاولدؒ ۴۶۷، ۴۶۸
بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۲۲۹، ۲۹۶، ۳۹۴، ۴۴۷، ۴۰۴، ۵۰۷
بہاء الدین نقشبندؒ ۲۴۰، ۲۶۳
بہائی (شیخ بہائی) ۵۰۹
بہرام گور ۷۷، ۲۶۰
بہلولؒ ۴۴۱
بہمن یار خان ۵۳
بیدل ۲۰۸، ۲۱۰، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۹۴

پ

پاربتی ۶۹
پاسکل ۱۱۰، ۳۹۷

Marfat.com

پرومیتھیس ۱۸۲، ۱۸۳
پل چینوت ۷۵
پیر محمد حسن ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۹
پیر چنگی ۳۴۴
پیغمبر (دیکھیے رسول اللہؐ)
پینڈورا ۱۸۲

ت

تان سین ۲۶۰
تحسین یازیجی (دیکھیے یازیجی)
تسبیح ۴۹۳، ۵۰۲
تمود ۶۶
تموز ۶۴
تھانیسری، جلال الدین محمود ۴۵۰
تُستری (دیکھیے سہل بن عبداللہ تستری)

ث

ثقفی، ابو علی ۲۴، ۴۱۵

ج

جابر بن سمرہؓ ۳۳
جاحظؒ ۱۳، ۴۸۰
جالینوس ۴۴۹، ۴۵۷
جامی، عبدالرحمٰن ۴۷۹
جان بی ناس (John B. Noss) ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۹۱
جان تولینڈ (John Toland) ۱۵۹
جان ہاپرز ۱۳۹
جان۔ ایچ بک ۱۰۱
جبران خلیل جبران ۱۹۷، ۱۹۸، ۴۹۰
جبرائیل علیہ السلام ۲، ۴۳، ۵۶، ۶۷، ۸۷، ۹۱، ۱۵۹، ۱۷۷، ۱۹۹، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۸۸، ۳۱۴، ۳۰۲، ۳۵۶
جعفر خلدیؒ (دیکھیے ابو جعفر خلدی)
جعفر سجادی ۵۱۱
جعفر محجوب ۵۰۲، ۵۰۷، ۵۰۹
جلال الدین دوانیؒ ۳۳۱، ۳۶۳، ۳۶۹، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۸۱، ۴۳۵، ۴۴۷
جلال الدین رومیؒ ۲۶، ۳۱، ۳۲، ۵۹، ۸۰، ۱۱۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۴۶، ۱۵۳، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۹۲، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۵۹، ۳۶۲، ۳۸۳، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۳۶، ۴۴۲، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۷، ۴۶۰، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۸۶، ۴۹۸، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۸
جلال الدین ہمائی ۴۸۲، ۴۸۹
جلال بصریؒ ۳۴
جمال الدین ساوَجی ۲۶
جمالی (شیخ) ۴۴۷
جمشید ۳۴
جنید بغدادیؒ ۲، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۴۰، ۴۶، ۴۸، ۵۱، ۵۸، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۵۳، ۱۸۹، ۲۱۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۵۰، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۶۸،

Marfat.com

۲۷۲، ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۰۸،
۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۲۲،
۳۳۷، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۴
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۵۰، ۳۵۱،
۳۵۷، ۳۷۲، ۳۸۴، ۳۸۶
۳۸۸، ۳۹۶، ۴۰۱، ۴۰۲،
۴۰۴، ۴۲۹، ۴۳۷، ۴۴۹
۴۵۲، ۴۷۱
جوپیٹر ۶۶
جے۔ ایل۔ میکی ۱۰۱، ۱۰۲

چ

چندربنسی ۶۲

ح

حاخام ۶۷
حاتم اصمؒ ۲۲۰، ۲۹۵، ۳۰۴، ۳۵۰،
۴۱۸
حاتم طائی ۳۸۰
حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۲۴۵، ۲۷۷
حارث محاسبیؒ ۳۷۳، ۳۹۵، ۴۳۷
حارثہؓ (حضرت) ۳۱۶، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۹۱
حارث ۱۸۱
حافظ شیرازیؒ ۲۰۷، ۲۳۲، ۳۸۳
حافظ ضامنؒ ۲۴۵
حبیب اشعر ۴۹۰
حبیب اللہ آموزگار ۴۸۹
حبیب عجمیؒ ۳۳۷، ۳۴۸، ۳۶۴
حذیفہ مرعشیؒ ۲۵۱، ۳۵۳
حسام الدین مانک پوری ۲۵۰، ۴۴۴، ۴۹۳، ۴۹۴،
۵۰۷، ۵۰۹
حسن افغان ۲۴۶
حسن المغازلیؒ ۳۴۳
حسن بصریؒ ۱۱، ۱۳، ۴۴، ۴۹، ۵۰، ۱۲۰،
۱۳۵، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۳،
۲۹۲، ۳۰۵، ۳۴۸، ۳۵۲،
۳۶۴، ۳۶۹، ۳۸۴
حسن بن علیؓ ۱۲۰، ۳۸۰
حسن ثانی نظامی دہلویؒ ۵۰۲
حسن سجزیؒ ۴۹۲، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹،
۵۰۲، ۵۰۷
حسن مؤدب ۴۳۲
حسین الحسینی نعمۃ اللّٰہی ۴۹۲
حسین بن علیؓ ۱۲۲، ۳۷۸، ۴۵۵، ۳۴۷
حسین بن منصور حلاجؒ ۳، ۵، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۱۲۶،
۱۴۲، ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۸۸،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶
۱۹۸، ۲۰۴، ۲۸۷، ۲۹۳،
۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۳۶،
۳۶۱، ۳۶۸، ۴۵۱، ۴۶۴،
۴۷۴، ۴۸۹،
حسین بن یوسفؒ ۲۴۱، ۲۴۲،
حسین نصر، سید ۴۹۱
حسین واعظ کاشفیؒ ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۴۸،
۲۴۹، ۳۶۳، ۳۷۴، ۳۷۷
۳۸۲، ۳۸۳، ۴۳۰
حضرت ابوبکر وراقؒ (دیکھئے ابوبکر وراقؒ)
حضور اقدسؐ (دیکھئے رسول اللہؐ)
حفص حدادؒ (دیکھئے ابوحفص حدادؒ)
حق تعالیٰ (دیکھئے خدا تعالیٰ)
حکیم سنائی غزنوی ۱۹۳، ۲۰۸، ۳۴۷، ۳۴۸،
۴۴۲، ۴۸۹، ۵۰۷
حکیم مریخی ۱۲۶

Marfat.com

حمدون قصارؒ ۲۴، ۲۲۲، ۲۳۵
حمزہ علوی ۲۳۸
حمویہ سعد الدینؒ ۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۲۰۵
۲۲۵، ۲۲۶، ۲۸۷، ۲۸۸،
۴۶۴، ۴۷۶
حمید الدین ناگوری ۴۰۴
حنا القاخوری ۴۸۴، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
حواؑ ۸۰، ۸۷، ۱۰۱، ۱۸۴، ۲۰۴،
۲۰۵، ۴۵۹

خ

خاخام ۶۷
خداتعالیٰ ۶، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۱۸،
۱۹، ۲۱، ۲۸، ۲۹، ۳۳، ۳۴،
۳۵، ۳۷، ۴۰، ۸۲، ۸۳،
۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹،
۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵،
۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰،
۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳
۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۲۰، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶
۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱
۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۱
۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵،
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹،
۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۵،
۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۷،
۲۴۹، ۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۶،
۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۸۸،
۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲،
۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶،
۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱،
۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۳،
۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷،
۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۴،
۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸
۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲،
۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۶،
۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹،
۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳،
۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۱، ۳۵۲،
۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶ ۳۵۷،
۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱،
۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴،
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷،
۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲
۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶،
۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴،
۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷،
۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳،
۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷،
۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۲،
۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹،
۴۱۳، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱،
۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۶،
۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰،
۴۳۳، ۴۵۰، ۴۶۳، ۴۷۰
۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴،

Marfat.com

۴۷۷،۵۶۰

خرقانیؒ (دیکھئے ابوالحسن خرقانیؒ)

خسرو پرویز ۲۶۰

خضرؑ ۲۰۰،۲۱۶،۲۱۸،۴۰۶

خلیل الجر ۳۵۵،۳۸۴

خلیل ابراہیم اوغلی ۴۹۴

خلیل اللہؑ (دیکھئے ابراہیم خلیل اللہؑ)

خلیل خطیب رہبر ۴۷۹

خمینیؒ، حضرت امام (دیکھئے امام خمینیؒ)

خناس ۱۸۵،۲۰۴،۲۰۵،

خواجہ حسن بصریؒ (دیکھئے حسن بصری)

خواجہ خوردؒ ۵۳

خواجہ عبداللہ انصاریؒ ۳۶، ۱۴۰، ۲۱۸، ۲۶۷،
۳۳۴، ۴۲۷، ۴۲۱، ۴۷۴،
۴۷۹، ۴۸۶، ۴۸۹، ۴۹۵،
۵۰۸،۵۱۱

خواجہ غلام فریدؒ ۴۹۴،۴۹۵،۴۹۶،۴۹۷

خواجہ فقیہؒ ۴۳۷

خواجہ گیسودرازؒ ۲۳۲،۴۰۲

خواجہ میر درد ۱۶۷،۴۸۹،۴۹۸

خواجہ یوسف ہمدانیؒ ۲۲،۴۰۶،۴۸۱،۴۹۲

خواصؒ (دیکھئے ابراہیم خواصؒ)

خیرالنساجؒ ۳۴۷

د

داراشکوہ ۵۴

داؤدؑ ۱۷۸،۲۱۳،۲۶۹،۳۰۶

داؤد طائیؒ ۲۳۶،۳۴۶

درگا (دیوی) ۶۹

دوبوئر ۴۹۱،۵۰۸

دہقانی ۳۶۹

دھشیری ۴۸۸،۵۰۹

دیصان ۴۷

دیماقریطوس یا دیموقراطیس ۸۵،۱۵۹

ڈ

ڈارون (Charles Darwin) ۱۰۶

ڈوزی (Dozy) ۷

ڈیکارٹ ۹۶،۹۷،۱۲۸،۱۳۵،

ذ

ذات الٰہی (دیکھئے خداتعالیٰ)

ذات باری تعالیٰ (دیکھئے خداتعالیٰ)

ذات حق (دیکھئے خداتعالیٰ)

ذبیح اللہ صفا ۴۹۲،۵۰۴

ذوالنون مصریؒ ۵،۲۲،۲۴،۵۰،۱۸۸،۲۴۳،
۲۳۵، ۲۳۶، ۲۶۲،۲۷۲،
۳۰۷، ۳۲۴،۳۵۰،۳۶۰،
۳۶، ۳۷۲،۳۷۳،۳۸۳،
۴۰۱، ۴۱۱،۴۲۷،۴۲۹،۴۳۱،
۴۴۲،۴۴۹

ذوقی اردستانی ۲۹۳

ر

رابعہ بصریؒ ۴۹،۵۰،۱۱۸،۱۲۵،۱۲۶،
۲۳۶، ۲۹۳،۳۰۵،۳۰۷،
۳۳۵، ۳۳۶،۳۳۹،۳۵۰،
۳۵۲، ۳۶۴، ۳۶۵،
۳۷۳،۳۸۵،۳۹۴،۳۹۹،
۴۵۳،۴۶۰،۴۷۶

رابعہ عدویہؒ (دیکھئے رابعہ بصریؒ)

راغب اصفہانی ۳۵۴،۵۰۳

رام ۷۰

Marfat.com

رحمٰن (دیکھیے خدا تعالیٰ)
رحمۃ للعالمین (دیکھیے رسول اللہ ﷺ)
رحیم منش ڈاکٹر ۵۱۰
رستم ۲۰۹، ۲۳۱
رسول اللہ ﷺ ۱، ۲، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۴، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۹، ۵۲، ۵۵، ۶۱، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۷۷، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۷۵، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۷، ۲۹۸، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۹۵، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۷، ۴۵۲، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۷
رشید احمد گنگوہیؒ ۲۴۵، ۴۹۴، ۵۰۲
رضی الدین ابوالخیر احمدؒ ۲۳۳، ۲۳۴
روبرٹ ہک (Robert Hook) ۱۵۹
روزبہان شیرازی ۴۵۱، ۵۱۰
رومیؒ (دیکھیے جلال الدین رومیؒ)
رویمؒ (دیکھیے ابومحمد رویمؒ)
رینان (Renan) ۵

ز

زال ۲۳۱
زبیدہ ۳۵۱
زرتشت ۲۰۲، ۲۰۹، ۴۳۴
زروان ۱۸۲، ۴۸۹
زکریاؑ (حضرت) ۱۶، ۳۳۰، ۳۵۷،
زکریا رازیؒ ۴۳۵
زلیخا ۱۵
زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود ۴۷۹، ۴۹۲، ۴۹۹، ۵۰۷
زین الدین کیانی نژاد ۴۹۵
زید بن اسلمؒ ۴۵
زید بن حارثہؓ ۴۶۹
زین العابدینؓ (امام) ۲۲۴، ۲۹۲
زیوس ۱۸۲، ۱۸۳

س

ست (دیوتا) ۶۳

Marfat.com

سحبان ۳۹۲
سدھارتھ گوتم ۴۷۲
سرسید احمد خان ۱۸۵
سرمد شہید ۱۹۶، ۴۹۰
سری بن مغلس سقطیؒ (سری سقطیؒ) ۲۲، ۳۴، ۴۰، ۵۶، ۵۸، ۳۲۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۷۲، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۱۰
سری سقطیؒ (دیکھیے سری بن مغلس سقطی)
سراج طوسیؒ (دیکھیے ابونصر سراج الطوسی)
سعد الدین حمویہؒ ۵، ۳۶، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۲۰۵، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۸۷، ۲۸۸، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۷۶
سعدی شیرازیؒ ۱۲، ۲۲، ۱۰۵، ۲۱۷، ۲۵۷، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۸۳، ۳۱۱، ۳۵۵، ۳۶۵، ۳۷۹، ۳۸۵، ۴۱۰، ۴۲۲، ۴۳۶، ۴۷۹
سعید ابن العاصؓ ۴۸
سعید ابن المسیبؒ ۳۲۹
سعید اشرف ۴۸۲
سفیان بن عبداللہؓ ۱۳۹
سفیان ثوریؒ ۱۳، ۴۳، ۵۲، ۱۷۸، ۲۵۳، ۳۷۳، ۳۷۵، ۴۰۴
سقراط ۸۱، ۴۲۱، ۴۴۳
سکا (Ammainiaus Saccas) ۹
سکندر ۴۴۶
سلطان شمس الدین ۲۶
سلطان محمود غزنوی ۵۳، ۳۴۷
سلطان ولدؒ ۲۳۰
سلطانہ ڈاکو ۲۲۲
سلیم شاہ سوری ۵۲، ۱۷۹
سلیمانؑ ۱۵۸، ۱۸۰، ۱۸۷، ۲۱۶، ۲۸۰، ۳۵۶، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۶۴، ۶۱۳
سمعان پادری ۱۹۷، ۱۹۸
سنائی (دیکھیے حکیم سنائی غزنوی)
سنجر بن ملک شاہ ۵۳، ۵۴، ۱۷۹
سورج بنسی ۶۲
سہروردی مقتولؒ (دیکھیے شہاب الدین سہروردی مقتول)
سہل بن عبداللہ تستریؒ ۵، ۶، ۷، ۱۹، ۳۰، ۳۵، ۱۸۸، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۵۰، ۲۶۱، ۳۰۷، ۳۳۳، ۳۴۰، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۵۲، ۳۶۰، ۵۰۱
سید احمد شہید ۱۶۷
سید حسین نصر (دیکھیے حسین نصر سید)
سید شاہ گل حسن قلندر ۴۸۷، ۵۰۶
سید ضیاء الدین دھشیری (دیکھیے دھشیری)
سید ضیاء الدین سجادی ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۹
سید عابد حسین ۵۰۸
سید عالمؐ (دیکھیے رسول اللہؐ)
سید غوث علی شاہ قلندر قادریؒ ۱۴۰، ۱۹۶
سید محمد بخاری ۴۸۶
سید محمد ذوقی ۴۸۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۹
سید محمد علی جمال زادہ ۴۸۹
سیدی احمدؒ ۲۲۴
سیف الدین باخرزیؒ ۴۵۱

ش

شافعیؒ ۱۶۲، ۲۶۳، ۲۷۰، ۳۲۰
شاہ بن شجاعؒ ۴۳

Marfat.com

شاہ خضر رومیؒ ۲۶
شاہ رفیع الدینؒ ۱۶۷
شاہ شجاع کرمانیؒ ۲۲۳، ۲۲۸، ۳۳۰
شاہ عبدالرحیمؒ ۵۴، ۲۶۷،
شاہ عبدالعزیزؒ ۲۷۶
شاہ عبداللہ دہلویؒ ۲۹۸، ۳۹۲
شاہ غلام علی ۳۹۲
شاہ کرمانیؒ ۳۳۰
شاہ محمد حسین الہ آبادیؒ ۲۷۷
شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۱۶۶، ۲۶۷، ۳۸۲، ۳۹۶
شبستریؒ ۸، ۲۰۹، ۳۳۷، ۳۹۲، ۳۸۰
شبلیؒ ۳، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۴۸، ۵۱،
۱۴۰، ۱۴۳، ۱۵۸، ۱۹۴،
۲۲۳، ۲۳۳، ۲۶۳، ۲۷۰،
۲۷۲، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۷،
۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۹،
۳۲۳، ۳۲۴، ۳۳۸، ۳۶۰،
۳۸۸، ۴۰۳، ۴۲۷، ۴۴۰،
۴۵۲، ۴۶۴، ۵۱۰
شرف الدین یحییٰ منیریؒ ۲۹۱
شرف الدینؒ ۲۷۹
شعبیؒ (حضرت) ۴۴، ۳۴۶، ۳۴۷
شقیق بلخیؒ ۳، ۴۶، ۴۷، ۲۳۵، ۲۹۸،
۳۳۳، ۳۴۶، ۳۸۴، ۳۶۱،
۳۶۲
شمس الدین احمد الافلاکی العارفی (دیکھیے افلاکی، شمس الدین احمد)
شمس الدین تبریزیؒ ۱۴۳، ۲۵۲، ۲۷۳، ۲۷۴،
۲۸۰، ۳۰۰، ۳۳۸، ۳۹۴،
۳۹۷
شمس الدین حافظ (دیکھیے حافظ شیرازی)
شمس الدین صدیقی ڈاکٹر ۴۸۴، ۵۱۰
شمس بریلویؒ ۴۹۴، ۵۰۹
شمس تبریزؒ (دیکھیے شمس الدین تبریزیؒ)
شمیم محمود زیدی (دیکھیے زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود)
شوپنہار (Schopanhauer) ۹۸، ۱۲۹
شہاب الدین ابو حفص سہروردیؒ ۵، ۲۴، ۲۶، ۲۹، ۳۳، ۴۳،
۴۵، ۶۷، ۹۴، ۲۲۷، ۲۲۸،
۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۶، ۲۸۹،
۳۴۳، ۳۶۶، ۳۹۲، ۴۰۱،
۴۳۹، ۴۶۸، ۴۷۴، ۴۷۵،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۹۲، ۴۹۳،
۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸،
۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۶،
۵۰۷، ۵۰۹، ۵۱۰
شہاب الدین سمعانیؒ ۱۴۷، ۴۸۵، ۴۸۷، ۵۰۱،
۵۰۲
شیث علیہ السلام ۲۵۰
شیخ اشراق (دیکھیے شیخ مقتولؒ شہاب الدین سہروردی)
شیخ خواصؒ (دیکھیے ابراہیم خواصؒ)
شیخ مقتولؒ شہاب الدین سہروردی شیخ اشراق ۵، ۶، ۴۵۱،
۴۶۴، ۵۱۱
شیخ موسیٰ صدرانیؒ ۳۱۸
شیخ نجم الدین رازیؒ ۴۵، ۱۳۳، ۲۰۵، ۲۳۲،
۲۸۶، ۳۰۹، ۳۰۵، ۳۲۸،
۳۴۲، ۳۵۵، ۳۶۸، ۳۸۲
۳۸۶، ۳۹۰، ۳۹۲، ۲۹۶،
۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۱۰، ۵۱۱
شیطان (دیکھیے ابلیس)
شین تاؤ (Shen Tao) ۸۲، ۴۹۱، ۴۹۳، ۵۰۱، ۵۰۳

Marfat.com

۵۰۵
شیو (دیوتا) ۶۸، ۶۹

ص

صادق گوہرین (سید) ۴۸۷
صالح عبدالکریم ۳۳۴
صاین الدین ترکہ
(صاین الدین علی بن محمد اصفہانی) ۲۳۱، ۴۹۲
صباح الدین ۴۸۲
صدرالدین سید محمد الحسینی گیسودراز ۳۲۰
صدرالدینؒ، شیخ ۳۵۹، ۲۳۶
صدیق اکبرؓ (دیکھیے ابوبکر صدیقؓ)
صلاح الدین زرکوبؒ ۲۷۹
صلاح بن مبارک بخاریؒ ۲۲، ۴۸۱، ۴۹۴
صوفی محمد صدیق ۴۹۸

ض

ضیاءالدین، سید ۴۸۲، ۵۰۹
ضیاءالدین ابونجیب سہروردیؒ (دیکھیے ابونجیب سہروردیؒ)
ضیاءالدین دھشیریؒ (دیکھیے دھشیری)
ضیاءالدین سجادی (سید ضیاءالدین سجادی)
ضیاءالدین سنامیؒ (قاضی) ۲۷۴، ۲۷۵
ضیاءالدین نخشبی (دیکھیے نخشبی، ضیاءالدین)

ط

طاغوت ۱۸۵
طالیس ملطی ۸۳، ۱۵۹، ۱۶۰
طاؤس الحزینؒ ۲۹۲
طاؤسؒ یمانی (دیکھیے یمانی، حضرت طاؤس)
طبو ۶۲
طوطم ۶۱

ع

عاشق الٰہی میرٹھی ۴۹۴
عالمگیر ۵۴
عامون ہوتپ ۶۳
عائشہ صدیقہؓ ۲۰، ۲۷، ۴۷، ۲۶۶، ۲۵۳،
۳۷۰
عباس بن مہتدیؒ ۳۵۰
عبدالجبار سعدیؒ ۵۰۲
عبدالحسین آزرنگ ۴۸۵
عبدالحسین زرکوب ۴۷۹، ۴۸۹
عبدالحکیم خلیفہ ۴۵۵، ۵۰۸
عبدالحی حبیبیؒ ۴۸۶
عبدالخالق ۴۸۴
عبدالخالق غجدوانیؒ ۴۳۰
عبدالدائم جلالیؒ ۵۰۲
عبدالرحمٰن بدویؒ ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۰۹
عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۲۴۸
عبدالرحمٰن چشتی ۴۸۵
عبدالرزاق کاشانی ۲۱۸
عبدالسلام ندوی ۵۱۰
عبداللطیف برہانپوریؒ ۵۳، ۵۴، ۵۰۱
عبداللطیفؒ ۵۳، ۴۸۹
عبدالغفور لاریؒ ۵۰۴
عبدالقادر جیلانیؒ ۱۱۹، ۲۸۶، ۵۰۲
عبدالقدوس گنگوہیؒ ۲۷۷
عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ ۲۱
عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی ۴۹۲
عبداللہ انصاریؒ (دیکھیے خواجہ عبداللہ انصاری)
عبداللہ بن مبارکؒ ۴۴، ۲۳۵، ۳۰۱، ۳۰۲،
۴۰۰، ۴۱۷، ۴۳۹

Marfat.com

عبداللہ ضبقؒ ۳۳۴، ۵۰۱
عبداللہ شطار قادریؒ ۴۹۵
عبداللہ مغربیؒ ۱۴۸، ۳۷۷
عبداللہ منازلؒ ۴۴
عبداللہ محمد فضلؒ ۴۴۹
عبداللہ نیازیؒ ۵۲، ۱۷۹
عبداللہ بخاری ۵۰۵
عبدالواحد بن زید ۲۵۱، ۴۴۹
عتبہ بن غلامؒ ۳۴۷، ۳۷۳
عتیق الرحمٰن عثمانی ۴۸۹
عثمان غنیؓ (حضرت) ۲۵۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۴۰۵
عثمان ہارونیؒ ۲۵۱
عراقیؒ (دیکھیے فخر الدین عراقی)
عزازیل ۱۸۵، ۱۹۲
عزالدین کاشانیؒ ۱۲۲، ۱۳۰، ۱۳۸، ۲۳۲،
۲۵۳، ۲۶۲، ۲۶۴، ۳۳۱،
۳۵۷، ۳۶۵، ۳۶۸، ۳۷۱،
۳۸۶، ۴۲۳، ۴۸۱، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۵،
۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲،
۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶،
۵۰۸
عزرائیل ۲۱۴، ۲۸۸
عزیز الدین نسفیؒ ۵، ۸، ۱۲، ۱۴، ۲۰، ۴۱، ۵۹،
۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۶، ۱۴۹،
۱۶۸، ۱۸۷، ۲۰۶، ۲۰۹،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸،
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۳، ۳۰۸،
۳۱۸، ۳۵۵، ۳۷۳، ۳۸۷،
۴۰۶، ۴۲۷، ۴۳۸، ۴۳۹،
۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۷۶،
۴۷۹، ۴۸۹، ۴۸۱، ۴۸۲،
۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹،
۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۹،
۵۰۳، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۹،
۵۱۰، ۵۱۱
عشرت حسن انور ۴۸۴، ۵۱۰
عطارؒ، فرید الدین ۱۵۳، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۱۸،
۲۲۲، ۲۳۱، ۲۸۷، ۳۳۶،
۳۷۰، ۳۸۹، ۳۹۵، ۴۷۹،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰،
۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴،
۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸،
۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲،
۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶،
۵۰۹، ۵۱۱
عفیف عسیران ۴۹۱
علاؤالدولہ سمنانیؒ ۲۰۷، ۲۱۸، ۲۲۵، ۲۷۲،
۴۷۹، ۴۹۱، ۴۹۷، ۵۰۳
علاؤالدین کیقبادؒ ۴۶۷
علیؓ (حضرت) ۲۰۱، ۳۵۵، ۱۱۹، ۳۰۳،
۲۲۳، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۱۹،
۳۶۶، ۲۸۷، ۱۷۸، ۳۸۰،
۴۶، ۲۷۰، ۱۵۵، ۱۵۳، ۲۵۱،
۲۵۰، ۳۳۳، ۳۳۰، ۱۷۷،
۴۹۱
علی اصغر حکمت ۴۸۲، ۴۹۱
علی بن بندار الصیرفیؒ ۱۷، ۲۷۴
علی بن عبدالرسول ۲۱۸
علی بن موفق ۳۰۲
علی حلاج ۲۷۳

Marfat.com

علی عباس جلال پوریؒ ۳۸۲، ۵۰۹
علی فاضل ۵۰۹، ۵۱۰
علی محمد بن علی بن حسین بن علیؒ ۲۰
علی محمد سجادی ۴۹۳، ۴۹۴
علی ہجویریؒ ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۳۲، ۳۹، ۴۰، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۰، ۱۴۱، ۲۳۰، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۹، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۹، ۳۳۷، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۹، ۳۹۰، ۴۰۱، ۴۱۲، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۶۰، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۹۱، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
عمر بن عبدالجبار ۵۰۳
عمر بن عبدالعزیزؒ ۲۹، ۲۷۶
عمر بن محمد بن احمد شیرکان ۵۱۰
عمر فاروقؓ دیکھیے عمرؓ (حضرت)
عمرؓ (حضرت) ۱۵، ۲۵۰، ۲۵۳، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۴، ۳۴۴، ۳۵۸، ۳۶۷، ۳۷۸، ۴۷۱، ۴۷۷، ۴۰۴، ۴۱۰، ۴۴۰
عنصر المعالی کیکاؤس ۲۱۹، ۳۸۳، ۴۲۱، ۴۹۱، ۵۰۵، ۵۰۸
عید فصح یا عید فطیر ۶۶
عیسیٰؑ ۱۱، ۱۶، ۳۵، ۶۷، ۶۸، ۷۸، ۸۰، ۱۰۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۷۰، ۲۱۳، ۲۱۶، ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۳۰، ۳۳۷، ۳۵۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۲۳، ۴۲۶
عیشتار ۶۴
عین الحق فریدکوٹی ۴۸۹
عین القضاۃ ہمدانی ۱۸۹، ۲۱۸، ۲۲۹، ۲۸۸، ۲۹۱، ۲۹۷، ۳۱۵، ۳۴۱، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱

غ

غب (دیوتا) ۶۲
غریب بلگرامی ۱۹۶
غزالیؒ، امام ۵۳، ۵۴، ۹۲، ۹۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۸۹، ۲۲۵، ۲۶۶، ۲۹۶، ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۵۱، ۳۶۶، ۳۷۳، ۴۰۵، ۴۱۶، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۶، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۹۶، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۸
غلام احمد پرویز ۴۹۳
غلام حسین یوسفی ۵۰۸
غلام خلیل ۳۱۲
غلام علی آریا (دیکھیے آریا، غلام علی)
غلام فریدؒ ۲۵۱
غلام یحییٰ ۱۶۷

Marfat.com

غوث شاہ قلندر پانی پتیؒ ۴۸۷، ۵۰۶

ف

فارابی ۶، ۹۰، ۱۰۰، ۲۱۰، ۴۳۵،
۴۴۲

فارس، شیخ ۳۲۲

فاطمہ بتول علیہ السلام (حضرت) ۲۳۶، ۳۹۵

فاطمہ طباطبائی ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵

فان کریمر ۷

فاؤسٹ ۱۹۷

فتح اللہ مجتبائی ۴۸۵

فتح موصلیؒ ۲۱، ۳۸۴

فخرالدین رازیؒ ۸۳

فخرالدین عراقیؒ ۴۴۸، ۵۱۰

فرانسوی ماریژان مولہ ۴۸۶

فردوسی ۱۵۳، ۱۸۱، ۲۱۷، ۲۳۱

فرعون ۳۴، ۶۳، ۱۰۱، ۴۴۴، ۴۵۵،
۴۸۹

فرفوریوس ۹، ۸۸

فروزانفر ۴۷۹، ۵۰۷

فروغی، محمد علی ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۵۰۵،
۵۰۶، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰

فریدالدین عطارؒ (دیکھئے عطار، فریدالدین)

فریدالدین گنج شکرؒ ۲۴۳، ۲۵۱

فریدون ۵، ۲۰۹

فضل اللہ رشیدالدین میبدیؒ ۵۰۴

فضیل عیاضؒ (فضیل ابن عیاض) ۱۴۶، ۲۲۲، ۲۵۱، ۲۸۵
۳۶۴، ۳۷۵، ۳۹۸،
۴۲۵

فلاطینوس (Plotinus) ۵، ۹، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۴۴۳

فوادروحانی ۴۹۰

فیثاغورث (Phythagorus) ۵، ۱۰، ۸۴، ۸۴، ۲۵۹،
۲۶۹

فیروز پوری (مولانا) ۵۰۳

فیضی ۲۰۷

فیلو یہودی (Philo) ۸۷، ۱۵۵، ۴۵۹

ق

قابیل ۴۵۹

قاسم غنی ۴۸۹، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۰،
۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴

قاضی سجاد حسین ۵۰۲، ۵۰۴

قباد ۷۸

قرندل، شیخ ۲۶

قرآن ۲۰۵

قشیریؒ حضرت (دیکھئے ابوالقاسم قشیری)

قطب الدین بختیار کاکی خواجہؒ (دیکھئے بختیار کاکیؒ)

قطب الدین شیرازیؒ ۶، ۲۸۰، ۴۵۹

قطب الدین منصور اردشیر العبادی (دیکھئے اردشیر العبادی)

قیس عامری ۴۵۲

ک

کارل مارکس (Karl Marx) ۱۰۶

کاشف، حاجی ۳۵۹

کالی دیوی ۶۹

کانٹ، عمانویل ۹۹، ۱۲۸، ۴۱۶

کرخیؒ ۳، ۳۳۳

کرستن سین ۴۸۳، ۴۸۹

کرستوس ۶۷

کرشن ۷۰، ۱۶۹

کسینو فانوس ۸۵

کعب ابن زہیرؓ ۲۴۸

کعب بن مالکؓ ۳۴۹

Marfat.com

کلیمؒ ۲۰۲
کمال الدین ۲۸۰
کمال محمد حبیب ۵۱۰
کمبوجیہ پسر کوروش ۷۸
کندی ۹۰، ۴۳۴، ۴۳۵
کنفیوشس ۸۱، ۸۲، ۲۰۹
کیٹس ۴۵۱
کیخسرو ۲۰۹
کیرک گرد ۹۹
کیرن آرم اسٹرانگ ۶، ۱۰۸
کیوان سمیعی ۴۸۰، ۴۸۹، ۵۰۲، ۵۰۹، ۵۱۱
کیومرث ۵، ۲۰۹

گ

گل حسن قلندر (دیکھئے سید شاہ گل حسن قلندر)
گلدزیہر (Goldziher) ۷
گنیش ۶۹
گورونانک ۳، ۲، ۷، ۴، ۷۵
گوئٹے ۱۸۱، ۱۹۷
گوتاما ۷۸
گیسودراز (دیکھئے خواجہ گیسوداراز)
گیلگامیش ۶۴

ل

لارڈ برٹرینڈ رسل (دیکھئے برٹرینڈ رسل)
لاک (John Locke) ۹۹
لائبنیز ۹۷، ۱۲۰، ۱۳۰
لاھیجی، شیخ محمد ۲۲۵، ۳۳۱، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۹، ۴۹۲، ۵۰۱، ۵۰۵، ۵۰۹، ۵۱۱
لاؤتزو ۸۲
لقمان ۳۳۴، ۳۷۱
لکشمی ۷۰
لوقا ۱۸۳
لوگوس ۸۷، ۱۵۵
لوئی ماسینون ۵۰۹
لی ارہ ۸۲
لیلیٰ ۴۵۲

م

ماریزان مولہ (دیکھئے فرانسوی ماریژان مولہ)
مالبرانش ۹۷
مالک بن انس ۲۲۱، ۲۲۲، ۴۶۰
مالک بن دینارؒ ۴۴، ۵۰، ۵۸، ۲۵۳، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۸۵
مانی ۷۷، ۷۸
متھرا ۶۸
مجدالدین فیروز آبادی ۵۰۹
مجدد الف ثانیؒ ۲، ۲۴، ۳۰، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۵۰۵
محسن باقر زادہ ۴۸۳
محسن کیانی ۴۸۱، ۴۹۱
محمد احسن صدیقی ۵۰۲
محمد اسماعیل سنبھلی ۵۰۹
محمد اکرم ۴۸۹
محمد امین ریاحی ۵۰۷
محمد بن احمد المقریؒ ۱۷
محمد بن عبداللہ ۱۷۰
محمد بن علی ترمذیؒ ۲۰۴، ۲۲۳، ۳۶۵
محمد بن فضل اللہ البلخیؒ ۴۱۹
محمد بن مبارک علوی ۴۹۷
محمد بن مسروق ۲۷۷
محمد بن منور ۴۹۲

Marfat.com

محمد بن واسع ۵۰، ۱۳۳، ۴۲۶
محمد جواد شریعت ۵۰۲، ۵۰۴
محمد جواد مشکور ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴
محمد حسین تسبیحی (دیکھیے تسبیحی)
محمد حسین خباز کشمیری ۴۴۴، ۵۰۸
محمد حنیف ندوی ۵۰۸
محمد خواجوی ۵۱۰
محمد ذوقی ۲۶
محمد رسول اللہ ﷺ (دیکھیے رسول اللہؐ)
محمد سلطان شہید ۲۴۴
محمد عادل ۵۰۲
محمد علی فروغی (دیکھیے فروغی)
محمد علی جمال زادہ (دیکھیے سید محمد علی جمالزادہ)
محمد علی ناصح ۴۷۹
محمد غزالیؒ ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۹
محمد کاظم ۴۸۰
محمد لاہیجی (دیکھیے لاہیجی)
محمد معصوم شیرازی ۱۱۹، ۴۸۵، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲،
۵۰۷، ۵۰۹
محمد ﷺ (دیکھیے رسول اللہؐ)
محمود سبکتگین ۳۴۷
محی الدین ابن عربیؒ ۳۴۶
مدراش ۶۶
مدرس، میرزا محمد علی ۴۷۹
مرتعش (ابو محمد المرتعش) ۲۰، ۲۴، ۲۵۷
مریمؑ ۳۳۰، ۳۲۷، ۳۳۷، ۴۷۱
مسعودیؒ (دیکھیے ابوالحسن علی بن حسین مسعودیؒ)
مسلم بن سیارؒ ۳۹۵
مسیحی ۱۲۶
مصطفیٰ ﷺ (دیکھیے حضرت رسول اللہؐ)
مظفر، خواجہ امام ۳۷۸

معاذؓ بن جبل ۲۸، ۴۷، ۳۷۸، ۴۱۷
معتصم باللہ ۳۹۸
معروف کرخیؒ ۱۹، ۲۲، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۱۹۹،
۳۹۹
معصوم علی شاہ ۴۸۰، ۴۸۲
معین الدین پروانہؒ ۱۳۶، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۵۱،
۲۷۹، ۲۸۰، ۳۰۰
ملا جلال الدین دوانیؒ ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۹
ملا حسین واعظ کاشفیؒ ۳۳۱، ۳۷۱
ملا ہادی سبزواریؒ ۲۶۹
ملٹن ۱۸۱، ۱۹۶
ممشاد دینوریؒ ۱۴۴، ۲۵۱، ۲۷۱
منوچہر صدوقی سہا ۴۸۰
موسیٰ علیہ السلام ۱۲، ۱۰۱، ۱۵۴، ۱۶۹، ۱۸۱،
۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۱۳، ۲۳۰،
۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۸۶، ۳۰۶، ۳۱۵، ۳۲۱،
۳۴۴، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۶۲،
۳۶۳، ۴۰۳، ۴۴۴
مولانا رومؒ (دیکھیے جلال الدین رومی)
مولانا مودودیؒ ۱۱۸
موید الدین جندیؒ ۳۱، ۴۵، ۱۳۷، ۳۰۵، ۳۰۹،
۴۰۱، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۲۱، ۴۸۱،
۴۸۲، ۴۸۷
مہدیؑ ۱۷۸، ۲۲۶، ۲۲۷
مہرداد مہرین ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۹۱
میر درد محمد دہلوی (دیکھیے خواجہ میر درد)
میر رضی ۲۴۷
میر ناصر عندلیب ۱۶۷،
میر ولی الدین ۴۸۵
میرزا محمد خان قزوینی ۴۹۵

Marfat.com

میرزا مظہر جان جاناں ۱۶۷
میکائیلؑ ۲۱۴، ۲۸۸
میکش اکبرآبادی ۴۹۱
مینڈلسن ۹۷

ن

نارائن ۶۹
نانڈ ۶۹
نانک جی (دیکھیے گورونانک)
نبی کریم ﷺ (دیکھیے رسول اللہؐ)
نجدی ۱۸۵
نجم الدین ابوبکر عبداللہ بن محمد رازی، شیخ (دیکھیے شیخ نجم الدین رازی)
نجم الدین کبریٰ ۵، ۱۷، ۱۹۰، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۸، ۳۲۶، ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۶۵، ۳۸۰، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵
نجم الدین محمود بن سعداللہ اصفہانی ۴۲۲، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸
نجیب مایل ہروی ۴۸۷، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۱۰
نخشبی، ضیاء الدین ۱۵۱، ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۹۳، ۴۹۷، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۱۱
ندیم الواجدی ۵۰۸، ۵۰۹
نسفی (دیکھیے عزیز الدین نسفی)
نصراللہ پورجوادی ۵۱۰
نصراللہ فروہر ۴۹۲
نصیر الدین چراغ دہلویؒ ۲۵۱، ۲۵۲
نطشے ۱۰۶
نظام الدین اولیاء ۵۵، ۲۴۴، ۲۵۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۹۰، ۴۰۳، ۴۷۹، ۴۹۷، ۵۰۲
نظامؒ الدین اورنگ آبادی ۵۰۱
نفیس الدین سیواسیؒ ۳۱
نمرود ۳۴، ۶۵، ۲۰۸، ۴۵۵
نوت (دیوی) ۶۲
نوحؑ ۳۷، ۲۲۲، ۳۲۰
نورالدین اسفراینی ۲۲۵، ۴۹۲
نورالدین محمد قاضی الخاقانیؒ ۵۰۹
نوشیروان ۳۳۲، ۴۳۱
نیوٹن ۱۳۵

و

واصل بن عطا ۱۱۷
والٹیر ۱۳۰، ۱۵۱
وزیر آغا ۴۹۴
وشنو (دیوتا) ۶۰، ۶۸، ۶۹، ۷۰
ہابیل ۴۵۹
ہارون الرشید ۳۷۸، ۴۰۶، ۴۴۰
ہاپرزجان ۱۲۹
ہربرٹ ریڈ ۲۶۰
ہرقلیطوس ۸۳، ۸۵، ۱۵۹، ۱۶۰
ہرکلس ۱۸۳
ہرم بن حیانؒ ۱۴۶
ہرمزد ۷۹، ۱۸۲
ہشام ۱۷۸
ہفستوس ۱۸۲
ہنری کوربن (H. Corban) ۵
ہوروس ۶۳
ہیروڈوٹس ۷۸
ہیگل ۹۸

Marfat.com

افلاکی شمس الدین احمد ۲۵۰، ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۹۴
۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۳، ۵۰۷
۵۰۸، ۵۱۱
اقبال الدین احمد ۵۰۷
اقبالؒ ۵۵، ۹۳، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۲۵
۱۲۶، ۱۸۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱
۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶
۲۱۰، ۲۱۶، ۲۵۶، ۲۵۵، ۴۴۲
۴۸۶، ۴۹۰، ۴۹۱
اقلیدس ۳۱۷
اکبر عرشی ۴۸۹
الجیلی، عبدالکریم بن ابراہیم ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۱۵
الکلاباذی ۱۰، ۴۸۷، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰
۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۹
اللہ تعالیٰ (دیکھیے خدا تعالیٰ)
اللہ یار خان ۴۸۰
الناصرلدین اللہ ۲۲۱
الیاسؑ ۲۰۰
ام خالد ۲۴۸، ۲۵۱
ام علیؓ ۲۱۹
امام ابوحنیفہؒ (دیکھیے ابوحنیفہؒ)
امام ابوبکر بن اسحاق کلاباذی (دیکھیے الکلاباذی)
امام باقرؒ ۱۸۵
امام تقیؒ ۲۲۳
امام جعفر صادقؒ ۴۶، ۱۲۳، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۶
۲۴۵، ۲۸۵، ۴۳۷
امام حنبلؒ (دیکھیے احمد بن حنبل)
امام خمینیؒ ۳۵۱، ۳۶۱، ۳۷۰، ۳۷۳
۴۸۶، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴
۵۰۵
امام رضاؒ ۱۸۱

امام قشیریؒ (دیکھیے ابوالقاسم قشیری)
امام مالک بن انسؒ (دیکھیے مالک بن انس)
امیر اقبال شاہ بجستانی ۵۰۳
امیر تغلق تیمور خان ۱۱۹
امیر تیمور ۱۱۹
امیر حسینی ہرویؒ ۳۴۷
امیر خسروؒ ۲۴۴، ۲۶۰
امین الدین میکائیل ۲۸۱
امین ریاحی محمد ۵۰۷
انباذقلیس ۸۵، ۱۵۹
انڈر ہل ۲۷۷
انس بن مالکؓ ۱۱، ۲۷، ۲۸، ۴۳، ۳۵۲
۳۸۰، ۳۸۱
انسلم ۸۳
انکسیمانوس ۸۳، ۱۰۷، ۱۵۹
انلیل ۶۴
اوحدالدین کرمانیؒ ۴۴۸
اورنگ زیب ۵۳، ۵۴
اوزاعیؒ ۳۲۴
اوزوالڈ کولپہ ۴۸۸
اوسیرس ۶۲، ۶۳
اوما (دیوی) ۶۹
اویس قرنیؒ ۱۴۶، ۲۳۰، ۲۹۵، ۴۴۰
اہرمن ۷۶، ۷۹، ۱۵۹، ۱۸۱، ۱۸۲
۱۸۵، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۳
۲۵۹، ۴۷۳
اہورامزدا ۷۵، ۷۶، ۴۵۹
ایا (دیوتا) ۶۴
ایاز ۵۳
ایرج ۴۸۳
ایرج افشار ۵۰۵

Marfat.com

ایزلیس ۶۲
ایف ڈی گوھر ۴۸۷
ایکھارٹ ۹۶
ایلون پلان ٹنگا ۱۰۱
ایلوھم ۶۷
ایل ۶۷
ایمونیوس ساکاس ۸۷
ایوبؑ ۱۶، ۳۵، ۱۸۳، ۱۸۸، ۲۴۹، ۳۴۲، ۳۵۷، ۳۶۶، ۳۶۸،
ایوب گنجی ۴۹۲
اللہ تعالیٰ (دیکھیے خداتعالیٰ)

ب

بایزید بسطامیؒ ۵، ۶، ۲۵، ۳۱، ۴۴، ۵۰، ۵۶، ۵۷، ۸۵، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۸۸، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۵، ۳۲۴، ۳۳۰، ۳۳۸، ۳۵۲، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۷۲، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۱۱، ۴۱۹، ۴۴۵، ۴۵۸، ۴۶۴، ۴۷۱، ۶۳۰، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۶۵
بابافریدؒ ۲۴۳، ۶۴۴
باربد ۲۶۰
باقی باللہؒ ۲۳، ۵۴
بختیار کاکیؒ ۲۶، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۷
براؤن (Brown) ۵
برخ ۲۳۰
بردیصان ۴۷، ۷۷
برصیصا ۱۸۸
برگساں ۹۹، ۱۲۹، ۴۱۶
بروخ اسپنوزا (دیکھیے اسپنوزا)
برہان احمد فاروقی ۴۸۸
برہما ۶۹، ۷۱، ۸۱
برٹرینڈ رسل ۷۱
بشر حافیؒ ۲۹۲، ۳۵۱، ۳۵۳، ۴۱۱، ۴۴۱
بلالؓ ۳۷۰
بلقیس ۱۵۸، ۱۸۰، ۴۶۴
بلوشے (Blochet) ۵
بندہ نواز گیسودرازؒ ۲۱۲
بوعلی دقاقؒ ۳۰، ۴۹، ۵۰، ۱۴۴، ۲۴۲، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۲۰، ۳۵۸، ۳۶۴، ۴۰۱، ۴۳۱
بوعلی سینا ۶، ۱۶۰، ۱۵۳، ۱۵۴، ۴۴۹
بوعلی قلندر پانی پتیؒ ۵۴، ۵۵
بومسلم ۱۲
بوشنجی (دیکھیے ابوالحسن بوشنجی)
بہاولدؒ ۲۶۷، ۴۶۸
بہاءالدین زکریا ملتانیؒ ۲۲۹، ۲۹۶، ۲۹۴، ۳۴۷، ۴۰۴، ۵۰۷
بہاءالدین نقشبندؒ ۲۴۰، ۲۶۳
بہائی (شیخ بہائی) ۵۰۹
بہرام گور ۷۷، ۲۶۰
بہلولؒ ۴۴۱
بہمن یار خان ۵۳
بیدل ۲۰۸، ۲۱۰، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۹۴

پ

پاربتی ۶۹
پاسکل ۱۱۰، ۳۹۷

Marfat.com

پرومیتھیس ۱۸۲، ۱۸۳
پل چینوت ۷۵
پیر محمد حسن ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۹
پیر چنگی ۳۴۴
پیغمبرؐ (دیکھیے رسول اللہؐ)
پینڈورا ۱۸۲

ت

تان سین ۲۶۰
تحسین یازیجی (دیکھیے یازیجی)
تسبیحی ۴۹۳، ۵۰۲
تلمود ۶۶
تموز ۶۴
تھانیسری، جلال الدین محمود ۴۵۰
تُستری (دیکھیے سہل بن عبداللہ تستری)

ث

ثقفی، ابو علی ۲۴، ۴۱۵

ج

جابر بن سمرہؓ ۳۳
جاحظؒ ۱۳، ۴۸۰
جالینوس ۴۳۹، ۴۵۷
جامی، عبدالرحمٰن ۴۷۹
جان بی ناس (John B. Noss) ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۹۱
جان تولینڈ (John Toland) ۱۵۹
جان ہاسپرز ۱۲۹
جان۔ ایچ ہک ۱۰۱
جبران خلیل جبران ۱۹۷، ۱۹۸، ۴۹۰
جبرائیل علیہ السلام ۲، ۴۳، ۵۶، ۶۷، ۸۷، ۹۱،
۱۵۹، ۱۷۷، ۱۹۹، ۲۳۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۸۸، ۳۱۴، ۴۰۲، ۴۵۶
جعفر خلدیؒ (دیکھیے ابو جعفر خلدی)
جعفر سجادی ۵۱۱
جعفر مجوب ۵۰۲، ۵۰۷، ۵۰۹
جلال الدین دوانیؒ ۳۳۱، ۳۶۳، ۳۶۹، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۸۱، ۴۴۵، ۴۴۷
جلال الدین رومیؒ ۲۶، ۳۱، ۳۲، ۵۹، ۸۰، ۱۱۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۳۶، ۱۵۳، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۹۲، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۵۹، ۳۶۴، ۳۸۳، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۳۶، ۴۴۲، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۷، ۴۶۰، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۸۶، ۴۹۸، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۸
جلال الدین ہمائی ۴۸۲، ۴۸۹
جلال بصریؒ ۴۴
جمال الدین ساوجی ۲۶
جمالی (شیخ) ۴۴۷
جمشید ۴۴
جنید بغدادیؒ ۲، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۴۰، ۴۶، ۴۸، ۵۱، ۵۸، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۵۳، ۱۸۹، ۲۱۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۵۰، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۶۸،

Marfat.com

۲۷۲، ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۰۸،
۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۲۴،
۳۳۷، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۴
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۵۰، ۳۵۱،
۳۵۷، ۳۷۲، ۳۸۴، ۳۸۶
۳۸۸، ۳۹۶، ۴۰۱، ۴۰۲،
۴۰۳، ۴۲۹، ۴۳۷، ۴۴۹
۴۵۲، ۴۷۱
جوپیٹر ۶۶
جے۔ایل۔میکی ۱۰۱، ۱۰۲،

چ

چندربنسی ۶۲

ح

حاخام ۶۷
حاتم اصمؒ ۲۲۰، ۲۹۵، ۳۰۴، ۳۵۰،
۴۱۸
حاتم طائی ۳۸۰
حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ ۲۴۵، ۲۷۷
حارث محاسبیؒ ۳۷۳، ۳۹۵، ۴۳۷
حارثہؓ (حضرت) ۳۱۶، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۹۱
حارث ۱۸۱
حافظ شیرازیؒ ۲۰۷، ۲۳۲، ۳۸۳
حافظ ضامنؒ ۲۴۵
حبیب اشعر ۴۹۰
حبیب اللہ آموزگار ۴۸۹
حبیب عجمیؒ ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۶۴
حذیفہ مرعشیؒ ۲۵۱، ۳۵۳
حسام الدین مانک پوری ۲۵۰، ۴۴۴، ۴۹۳، ۴۹۴،
۵۰۷، ۵۰۹
حسن افغان ۲۴۶

حسن المغارلیؒ ۳۴۳
حسن بصریؒ ۱۱، ۱۳، ۴۴، ۴۹، ۵۰، ۱۲۰،
۱۳۵، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۳،
۲۹۲، ۳۰۵، ۳۴۸، ۳۵۲،
۳۶۴، ۳۶۹، ۳۸۴
حسن بن علیؓ ۱۲۰، ۳۸۰
حسن ثانی نظامی دہلویؒ ۵۰۲
حسن سجزیؒ ۴۹۲، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹
۵۰۲، ۵۰۷
حسن مؤدب ۴۳۲
حسین الحسینی نعمۃ اللٰھی ۴۹۲
حسین بن علیؓ ۱۲۲، ۳۷۸، ۴۵۵، ۳۴۷
حسین بن منصور حلاجؒ ۳، ۵، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۱۲۶،
۱۳۲، ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۸۸،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶
۱۹۸، ۲۰۴، ۲۸۷، ۲۹۳،
۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۳۶،
۳۶۱، ۳۶۸، ۴۵۱، ۴۶۴،
۴۷۴، ۴۸۹،
حسین بن یوسفؒ ۲۴۱، ۲۴۲،
حسین نصر، سید ۴۹۱
حسین واعظ کاشفیؒ ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۴۸،
۲۴۹، ۳۶۳، ۳۷۴، ۳۷۷
۳۸۲، ۳۸۳، ۴۳۰
حضرت ابوبکر وراقؒ (دیکھئے ابوبکر وراقؒ)
حضور اقدسؐ (دیکھئے رسول اللہؐ)
حفص حدادؒ (دیکھئے ابوحفص حدادؒ)
حق تعالیٰ (دیکھئے خدا تعالیٰ)
حکیم سنائی غزنوی ۱۹۳، ۲۰۸، ۳۴۷، ۳۴۸،
۴۴۲، ۴۸۹، ۵۰۷
حکیم مریخی ۱۲۶

Marfat.com

حمدون قصارؒ ۲۴، ۲۲۲، ۲۳۵
حمزہ علوی ۲۳۸
حمویہ سعدالدینؒ ۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۲۰۵
۲۲۵، ۲۲۶، ۲۸۷، ۲۸۸،
۳۶۴، ۳۷۶
حمیدالدین ناگوری ۴۰۴
حناالفاخوری ۴۸۴، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
حواؑ ۸۰، ۸۷، ۱۰۱، ۱۸۴، ۲۰۴،
۲۰۵، ۳۵۹

خ

خاخام ۶۷
خداتعالیٰ ۶، ۹، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸،
۱۹، ۲۱، ۲۸، ۲۹، ۳۳، ۳۴،
۳۵، ۳۷، ۴۰، ۸۲، ۸۳،
۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹،
۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵،
۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰،
۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳
۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۲۰، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶
۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱
۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۱
۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵،
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹،
۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۵،
۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۴۰، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۷،
۲۴۹، ۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۶،
۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۸۸،
۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲،
۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶،
۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱،
۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۳،
۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷،
۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۳،
۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸
۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲،
۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۶،
۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹،
۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳،
۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۱، ۳۵۲،
۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶ ۳۵۷،
۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱،
۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴،
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷،
۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲
۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶،
۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۴،
۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷،
۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳،
۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷،
۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۲،
۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹،
۴۱۳، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱،
۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۶،
۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰،
۴۳۳، ۴۵۰، ۴۶۳، ۴۷۰
۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴،

Marfat.com

۴۷۷، ۵۶۰

خرقانیؒ (دیکھیے ابوالحسن خرقانیؒ)

خسرو پرویز ۲۶۰

خضرؑ ۲۰۰، ۲۱۶، ۲۱۸، ۴۰۶

خلیل الجر ۳۵۵، ۳۸۴

خلیل ابراہیم اوغلی ۳۹۴

خلیل اللہؑ (دیکھیے ابراہیم خلیل اللہ)

خلیل خطیب رہبر ۴۷۹

خمینیؒ، حضرت امام (دیکھیے امام خمینیؒ)

خناس ۱۸۵، ۲۰۴، ۲۰۵

خواجہ حسن بصریؒ (دیکھیے حسن بصری)

خواجہ خوردؒ ۵۳

خواجہ عبداللہ انصاریؒ ۳۶، ۱۴۰، ۲۱۸، ۲۶۷، ۳۳۴، ۴۲۷، ۴۲۱، ۴۷۴، ۴۷۹، ۴۸۶، ۴۸۹، ۴۹۵، ۵۰۸، ۵۱۱

خواجہ غلام فریدؒ ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷

خواجہ فقیہؒ ۳۴۷

خواجہ گیسو درازؒ ۲۳۲، ۴۰۲

خواجہ میر درد ۱۶۷، ۴۸۹، ۴۹۸

خواجہ یوسف ہمدانیؒ ۲۲، ۴۰۶، ۴۸۱، ۴۹۲

خواصؒ (دیکھیے ابراہیم خواصؒ)

خیر النساجؒ ۳۴۷

د

داراشکوہ ۵۴

داؤدؑ ۱۷۸، ۲۱۳، ۲۶۹، ۳۰۶

داؤد طائیؒ ۲۳۶، ۳۴۶

درگا (دیوی) ۶۹

دوبوئر ۴۹۱، ۵۰۸

دہقانی ۳۶۹

دھشیری ۴۸۸، ۵۰۹

دیصان ۴۷

دیما قریطوس یا دیموقراطیس ۸۵، ۱۵۹

ڈ

ڈارون (Charles Darwin) ۱۰۶

ڈوزی (Dozy) ۷

ڈیکارٹ ۹۶، ۹۷، ۱۲۸، ۱۳۵،

ذ

ذات الٰہی (دیکھیے خدا تعالیٰ)

ذات باری تعالیٰ (دیکھیے خدا تعالیٰ)

ذات حق (دیکھیے خدا تعالیٰ)

ذبیح اللہ صفا ۳۹۲، ۵۰۴

ذوالنون مصریؒ ۲۲، ۲۴، ۵۰، ۱۸۸، ۲۳۳، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۶۲، ۲۷۲، ۳۰۷، ۳۲۴، ۳۵۰، ۳۶۰، ۳۶، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۸۳، ۴۰۱، ۴۱۱، ۴۲۷، ۴۲۹، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۹

ذوقی اردستانی ۲۹۳

ر

رابعہ بصریؒ ۴۹، ۵۰، ۱۱۸، ۱۴۵، ۱۴۶، ۲۳۶، ۲۹۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۷۳، ۳۸۵، ۳۹۴، ۳۹۹، ۴۵۳، ۴۶۰، ۴۷۶

رابعہ عدویہؒ (دیکھیے رابعہ بصریؒ)

راغب اصفہانی ۳۵۴، ۵۰۳

رام ۷۰

Marfat.com

رحمٰن (دیکھئے خدا تعالیٰ)
رحمۃ للعالمین (دیکھئے رسول اللہ ﷺ)
رحیم منش ڈاکٹر ۵۱۰
رستم ۲۰۹، ۲۳۱
رسول اللہ ﷺ ۱، ۲، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۹، ۵۲، ۵۵، ۶۱، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۷۷، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۷۵، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۷، ۲۹۸، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۹۵، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۷، ۴۵۲، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۷
رشید احمد گنگوہیؒ ۳۳۵، ۴۹۳، ۵۰۲
رضی الدین ابوالخیر احمدؒ ۲۳۳، ۲۳۴
روبرٹ ہک (Robert Hook) ۱۵۹
روزبہان شیرازی ۴۵۱، ۵۱۰
رومیؒ (دیکھئے جلال الدین رومیؒ)
رویمؒ (دیکھئے ابومحمد رویمؒ)
رینان (Renan) ۵

ز

زال ۲۳۱
زبیدہ ۳۵۱
زرتشت ۲۰۲، ۲۰۹، ۴۳۴
زروان ۱۸۲، ۴۸۹
زکریاؑ (حضرت) ۱۶، ۳۳۰، ۳۵۷
زکریا رازیؒ ۴۳۵
زلیخا ۱۵
زیدی ڈاکٹر شمیم محمود ۴۷۹، ۴۹۲، ۴۹۹، ۵۰۷
زین الدین کیانی نژاد ۴۹۵
زید بن اسلمؒ ۴۵
زید بن حارثہؓ ۴۶۹
زین العابدینؓ (امام) ۲۲۴، ۲۹۲
زیوس ۱۸۲، ۱۸۳

س

ست (دیوتا) ۶۳

Marfat.com

سحبان ۳۹۲
سدھارتھ گوتم ۷۱، ۷۲
سرسید احمد خان ۱۸۵
سرمد شہید ۱۹۶، ۴۹۰
سری بن مغلس سَقَطیؒ (سری سقطیؒ) ۲۲، ۳۴، ۴۰، ۵۶، ۵۸، ۳۲۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۷۲، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۱۰
سری سَقَطیؒ (دیکھئے سری بن مغلس سَقَطی)
سرّاج طوسیؒ (دیکھئے ابونصر سرّاج الطوسی)
سعد الدین حمویہؒ ۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۲۰۵، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۸۷، ۲۸۸، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۷۶
سعدی شیرازیؒ ۱۲، ۲۲، ۱۰۵، ۲۱۷، ۲۵۷، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۸۳، ۳۱۱، ۳۵۵، ۳۶۵، ۳۷۹، ۳۸۵، ۴۱۰، ۴۲۲، ۴۳۶، ۴۷۹
سعید ابن العاصؓ ۴۸
سعید ابن المسیبؒ ۳۲۹
سعید اشرف ۴۸۲
سفیان بن عبداللہؓ ۱۳۹
سفیان ثوریؒ ۱۳، ۴۳، ۵۲، ۱۷۸، ۲۵۳، ۳۷۳، ۳۷۵، ۴۰۴
سقراط ۸۱، ۴۲۱، ۴۴۳
سکا (Ammainiaus Saccas) ۹
سکندر ۴۴۶
سلطان شمس الدین ۲۶
سلطان محمود غزنوی ۵۳، ۳۴۷
سلطان ولدؒ ۲۴۰،
سلطانہ ڈاکو ۲۲۲
سلیم شاہ سوری ۵۲، ۱۷۹
سلیمانؑ ۱۵۸، ۱۸۰، ۱۸۷، ۲۱۶، ۲۸۰، ۳۵۶، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۶۴، ۶۱۳
سمعان پادری ۱۹۷، ۱۹۸
سنائی (دیکھئے حکیم سنائی غزنوی)
سنجر بن ملک شاہ ۵۳، ۵۴، ۱۷۹
سورج بنسی ۶۲
سہروردی مقتولؒ (دیکھئے شہاب الدین سہروردی مقتول)
سہل بن عبداللہ تستریؒ ۵، ۶، ۷، ۱۹، ۳۰، ۴۵، ۱۸۸، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۶۱، ۳۰۷، ۳۳۴، ۳۴۰، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۵۲، ۳۶۰، ۵۰۱
سید احمد شہید ۱۶۷
سید حسین نصر (دیکھئے حسین نصر سید)
سید شاہ گل حسن قلندر ۴۸۷، ۵۰۶
سید ضیاء الدین دھشیری (دیکھئے دھشیری)
سید ضیاء الدین سجادی ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۹
سید عابد حسین ۵۰۸
سید عالمؐ (دیکھئے رسول اللہؐ)
سید غوث علی شاہ قلندر قادریؒ ۱۴۰، ۱۹۶
سید محمد بخاری ۴۸۶
سید محمد ذوقی ۴۸۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۹
سید محمد علی جمال زادہ ۴۸۹
سیدی احمدؒ ۲۲۴،
سیف الدین باخرزیؒ ۴۵۱،

ش

شافعیؒ ۱۶۲، ۲۶۳، ۲۷۰، ۳۲۰
شاہ بن شجاعؒ ۴۳

Marfat.com

شاہ خضر رومیؒ ۲۶
شاہ رفیع الدینؒ ۱۶۷
شاہ شجاع کرمانیؒ ۲۲۳، ۲۲۸، ۴۳۰
شاہ عبدالرحیمؒ ۵۴، ۲۶۷،
شاہ عبدالعزیزؒ ۲۷۶
شاہ عبداللہ دہلویؒ ۲۹۸، ۳۹۲
شاہ غلام علی ۳۹۲
شاہ کرمانیؒ ۴۳۰
شاہ محمد حسین الہ آبادیؒ ۲۷۷
شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۱۶۶، ۲۶۷، ۴۸۲، ۴۹۶
شبستریؒ ۸، ۲۰۹، ۳۴۷، ۳۹۲، ۴۸۰
شبلیؒ ۳، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۴۸، ۵۱، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۵۸، ۱۹۴، ۲۲۳، ۲۳۳، ۲۶۳، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۹، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۳۸، ۳۶۰، ۳۸۸، ۴۰۴، ۴۲۷، ۴۴۰، ۴۵۲، ۴۶۴، ۵۱۰،
شرف الدین یحییٰ منیریؒ ۲۹۱
شرف الدینؒ ۲۷۹
شعبیؒ (حضرت) ۴۴، ۳۴۶، ۳۴۷
شقیق بلخیؒ ۳، ۴۶، ۴۷، ۲۳۵، ۲۹۸، ۳۲۳، ۳۴۶، ۳۸۴، ۳۶۱، ۳۶۲
شمس الدین احمد الافلاکی العارفی (دیکھیے افلاکی، شمس الدین احمد)
شمس الدین تبریزیؒ ۱۴۳، ۲۵۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۸۰، ۳۰۰، ۳۴۸، ۴۹۳، ۴۹۷
شمس الدین حافظ (دیکھیے حافظ شیرازی)
شمس الدین صدیقی ڈاکٹر ۴۸۴، ۵۱۰
شمس بریلویؒ ۴۹۲، ۵۰۹
شمس تبریزؒ (دیکھیے شمس الدین تبریزیؒ)
شمیم محمود زیدی (دیکھیے زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود)
شوپنہار (Schopanhauer) ۹۸، ۱۲۹
شہاب الدین ابوحفص سہروردیؒ ۵، ۲۴، ۲۶، ۲۹، ۳۳، ۴۳، ۴۵، ۶۷، ۹۴، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۵۱، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۸۹، ۳۴۳، ۳۶۶، ۳۹۲، ۴۰۱، ۴۳۹، ۴۶۸، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۹، ۵۱۰
شہاب الدین سمعانیؒ ۱۳۷، ۴۸۵، ۴۸۷، ۵۰۱، ۵۰۲
شیث علیہ السلام ۲۵۰
شیخ اشراق (دیکھیے شیخ مقتولؒ شہاب الدین سہروردی)
شیخ خواصؒ (دیکھیے ابراہیم خواصؒ)
شیخ مقتولؒ شہاب الدین سہروردی شیخ اشراق ۵، ۶، ۴۵۱، ۴۶۴، ۵۱۱
شیخ موسیٰ صدرانیؒ ۳۱۸
شیخ نجم الدین رازیؒ ۴۵، ۱۳۳، ۲۰۵، ۲۳۲، ۲۸۶، ۳۰۹، ۴۰۵، ۴۲۸، ۴۴۲، ۴۵۵، ۴۶۸، ۴۸۲، ۴۸۶، ۴۹۰، ۴۹۲، ۲۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۰، ۵۱۱
شیطان (دیکھیے ابلیس)
شینؒ تا (Shen Tao) ۸۲، ۴۹۱، ۴۹۳، ۵۰۱، ۵۰۴

Marfat.com

۵۰۵
شیو (دیوتا) ۶۸، ۶۹

ص

صادق گوہرین (سید) ۴۸۷
صالح عبدالکریم ۳۳۴
صاین الدین ترکہ
(صاین الدین علی بن محمد اصفہانی) ۲۳۱، ۴۹۲
صباح الدین ۴۸۲
صدرالدین سید محمد الحسینی گیسودرازؒ ۳۲۰
صدرالدینؒ، شیخ ۳۵۹، ۲۳۶
صدیق اکبرؓ (دیکھیے ابوبکر صدیقؓ)
صلاح الدین زرکوبؒ ۲۷۹
صلاح بن مبارک بخاریؒ ۲۲، ۴۸۱، ۴۹۴
صوفی محمد صدیق ۴۹۸

ض

ضیاء الدین، سید ۴۸۶، ۵۰۹
ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ (دیکھیے ابونجیب سہروردیؒ)
ضیاء الدین دھشیریؒ (دیکھیے دھشیری)
ضیاء الدین سجادی (سید ضیاء الدین سجادی)
ضیاء الدین سنامیؒ (قاضی) ۲۷۴، ۲۷۵
ضیاء الدین نخشی (دیکھیے نخشی، ضیاء الدین)

ط

طاغوت ۱۸۵
طالیس ملطی ۸۳، ۱۵۹، ۱۶۰
طاؤس الحزینؒ ۲۹۲
طاؤسؒ یمانی (دیکھیے یمانی، حضرت طاؤس)
طبو ۶۲
طوطم ۶۱

ع

عاشق الٰہی میرٹھی ۴۹۴
عالمگیر ۵۴
عامون ہوتب ۶۳
عائشہ صدیقہؓ ۲۰، ۲۷، ۴۷، ۲۶۶، ۲۵۳
۳۷۰
عباس بن مہتدیؒ ۳۵۰
عبدالجبار سعدیؒ ۵۰۲
عبدالحسین آزرنگ ۴۸۵
عبدالحسین زرکوب ۴۷۹، ۴۸۹
عبدالحکیم خلیفہ ۴۵۵، ۵۰۸
عبدالحی حبیبیؒ ۴۸۶
عبدالخالقؒ ۴۸۴
عبدالخالق غجدوانیؒ ۴۳۰
عبدالدایم جلالیؒ ۵۰۲
عبدالرحمٰن بدویؒ ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۰۹
عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۲۲۸
عبدالرحمٰن چشتی ۴۸۵
عبدالرزاق کاشانی ۲۱۸
عبدالسلام ندوی ۵۱۰
عبداللطیف برہانپوریؒ ۵۳، ۵۴، ۵۰۱
عبداللطیفؒ ۵۳، ۴۸۹
عبدالغفور لاریؒ ۵۰۴
عبدالقادر جیلانیؒ ۱۱۹، ۲۸۶، ۵۰۲
عبدالقدوس گنگوہیؒ ۲۷۷
عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ ۲۱
عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی ۴۹۲
عبداللہ انصاریؒ (دیکھیے خواجہ عبداللہ انصاری)
عبداللہ بن مبارکؒ ۴۴، ۲۳۵، ۳۰۱، ۳۰۲،
۴۰۰، ۴۱۷، ۴۳۹

Marfat.com

عبداللہ خفیقؒ ۳۴۴، ۵۰۱

عبداللہ شطار قادریؒ ۴۹۵

عبداللہ مغربیؒ ۱۴۸، ۳۷۷

عبداللہ منازلؒ ۲۴

عبداللہ محمد فضلؒ ۴۴۹

عبداللہ نیازیؒ ۵۲، ۱۷۹

عبداللہ بخاری ۵۰۵

عبدالواحد بن زید ۲۵۱، ۴۴۹

عتبہ بن غلامؒ ۳۴۷، ۳۷۳

عتیق الرحمٰن عثمانی ۴۸۹

عثمان غنیؓ (حضرت) ۲۵۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۴۰۵

عثمان ہارونیؒ ۲۵۱

عراقیؒ (دیکھیے فخرالدین عراقی)

عزازیل ۱۸۵، ۱۹۲

عزالدین کاشانیؒ ۱۲۲، ۱۳۰، ۱۳۸، ۲۳۲،
۲۵۳، ۲۶۲، ۲۶۴، ۳۳۱،
۳۵۷، ۳۶۵، ۳۶۸، ۳۷۱،
۳۸۶، ۴۲۳، ۴۸۱، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۵،
۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲،
۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶،
۵۰۸

عزرائیل ۲۱۴، ۲۸۸

عزیزالدین نسفیؒ ۵، ۸، ۱۲، ۱۴، ۲۰، ۴۱، ۵۹،
۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۶، ۱۳۹،
۱۶۸، ۱۸۷، ۲۰۶، ۲۰۹،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸،
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۴، ۳۰۸،
۳۱۸، ۳۵۵، ۳۷۳، ۳۸۷،
۴۰۶، ۴۲۷، ۴۳۸، ۴۳۹،
۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۷۶،
۴۷۹، ۴۸۹، ۴۸۱، ۴۸۲،
۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹،
۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۹،
۵۰۳، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۹،
۵۱۰، ۵۱۱

عشرت حسن انور ۴۸۴، ۵۱۰

عطارؒ، فریدالدین ۱۵۳، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۱۸،
۲۲۲، ۲۳۱، ۲۸۷، ۳۴۶،
۳۷۰، ۳۸۹، ۳۹۵، ۴۷۹،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰،
۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴،
۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸،
۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲،
۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶،
۵۰۹، ۵۱۱

عفیف عسیران ۴۹۱

علاؤالدولہ سمنانیؒ ۲۰۷، ۲۱۸، ۲۲۵، ۲۷۲،
۴۷۹، ۴۹۱، ۴۹۷، ۵۰۳

علاؤالدین کیقبادؒ ۴۶۷

علیؓ (حضرت) ۲۰۱، ۲۵۵، ۱۱۹، ۲۰۳،
۲۲۳، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۱۹،
۲۶۶، ۲۸۷، ۱۷۸، ۲۸۰،
۲۶، ۲۷۰، ۱۵۵، ۱۵۳، ۲۵۱،
۲۵۰، ۲۴۴، ۲۴۰، ۱۷۷،
۴۹۱

علی اصغر حکمت ۴۸۲، ۴۹۱

علی بن بندار الصیرفیؒ ۱۷، ۲۷۴

علی بن عبدالرسول ۲۱۸

علی بن موفق ۳۰۲

علی حلاج ۲۷۳

Marfat.com

علی عباس جلال پوریؒ ۴۸۲، ۵۰۹
علی فاضل ۵۰۹، ۵۱۰
علی، محمد بن علی بن حسین بن علیؒ ۲۰
علی، محمد سجادی ۴۹۳، ۴۹۴
علی ہجویریؒ ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۳۲، ۳۹،
۴۰، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۰، ۱۴۱،
۲۳۰، ۲۳۲، ۲۴۳، ۲۴۷،
۲۴۸، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵،
۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۹،
۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۹،
۳۳۷، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۹،
۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸،
۳۵۹، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۰،
۳۸۹، ۳۹۰، ۴۰۱، ۴۱۲، ۴۱۸
۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۶۰،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۹۱،
۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶،
۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲،
۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
عمر بن عبدالجبار ۵۰۳
عمر بن عبدالعزیزؒ ۴۹، ۲۷۶
عمر بن محمد بن احمد شیرکان ۵۱۰
عمر فاروقؓ دیکھیے عمرؓ (حضرت)
عمرؓ (حضرت) ۱۵، ۲۵۰، ۲۵۳، ۳۱۳،
۳۱۴، ۳۲۴، ۳۴۴، ۳۵۸،
۳۴۷، ۳۷۸، ۴۷۱، ۴۷۷،
۴۰۴، ۴۱۰، ۴۴۰
عنصر المعالی کیکاؤس ۲۱۹، ۳۸۳، ۴۲۱، ۴۹۱،
۵۰۵، ۵۰۸
عید فصح یا عید فطیر ۶۶
عیسیٰؑ ۱۱، ۱۲، ۳۵، ۶۷، ۶۸،
۷۸، ۸۰، ۱۰۱، ۱۵۲، ۱۵۳،
۱۵۹، ۱۷۰، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۲۲،
۳۲۷، ۳۳۰، ۳۳۷، ۳۵۷،
۳۹۸، ۳۹۹، ۴۲۳، ۴۲۶
عیشتار ۶۴
عین الحق فریدکوٹی ۴۸۹
عین القضاۃ ہمدانی ۱۸۹، ۲۱۸، ۲۲۹، ۲۸۸،
۲۹۱، ۲۹۷، ۴۱۵، ۴۴۱،
۴۴۸، ۴۵۱، ۴۶۱، ۴۶۴،
۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۸،
۴۹۹، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱

غ

غب (دیوتا) ۶۲
غریب بلگرامی ۱۹۶
غزالیؒ، امام ۵۳، ۵۴، ۹۲، ۹۷، ۱۲۰،
۱۲۱، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۸۹،
۲۲۵، ۲۶۶، ۲۹۶، ۳۳۹،
۳۴۱، ۳۵۱، ۳۶۶، ۳۷۳،
۴۰۵، ۴۱۶، ۴۱۹، ۴۲۰،
۴۲۶، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸،
۴۴۲، ۴۹۶، ۵۰۴، ۵۰۵،
۵۰۶، ۵۰۸
غلام احمد پرویز ۴۹۳
غلام حسین یوسفی ۵۰۸
غلام خلیل ۳۱۲
غلام علی آریا (دیکھیے آریا، غلام علی)
غلام فریدؒ ۲۵۱
غلام یحییٰ ۱۶۷

Marfat.com

غوث شاہ قلندر پانی پتیؒ ۴۸۷، ۵۰۶

ف

فارابی ۶، ۹۰، ۱۰۰، ۲۱۰، ۴۳۵، ۴۴۲
فارس، شیخ ۳۲۲
فاطمہ بتول علیہ السلام (حضرت) ۲۳۶، ۳۹۵
فاطمہ طباطبائی ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵
فان کریمر ۷
فاؤسٹ ۱۹۷
فتح اللہ مجتبائی ۴۸۵
فتح موصلیؒ ۲۱، ۳۸۴
فخرالدین رازیؒ ۸۳
فخرالدین عراقیؒ ۴۴۸، ۵۱۰
فرانسوی ماریژان مولہ ۴۸۶
فردوسی ۱۵۳، ۱۸۱، ۲۱۷، ۲۳۱
فرعون ۳۴، ۶۳، ۱۰۱، ۴۴۴، ۴۵۵، ۴۸۹
فرفوریوس ۹، ۸۸
فروزانفر ۴۷۹، ۵۰۷
فروغی، محمد علی ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
فریدالدین عطارؒ (دیکھیے عطار، فریدالدین)
فریدالدین گنج شکرؒ ۲۴۳، ۲۵۱
فریدون ۵، ۲۰۹
فضل اللہ رشیدالدین میبدیؒ ۵۰۴
فضیل عیاضؒ (فضیل ابن عیاض) ۱۳۶، ۲۲۴، ۲۵۱، ۲۸۵، ۳۶۴، ۳۷۵، ۳۹۸، ۴۲۵
فلاطینوس (Plotinus) ۵، ۹، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۴۴۳
فوادروحانی ۴۹۰
فیثا غورث (Phythagorus) ۵، ۱۰، ۸۴، ۲۵۹، ۲۶۹
فیروز پوری (مولانا) ۵۰۳
فیضی ۲۰۷
فیلو یہودی (Philo) ۸۷، ۱۵۵، ۴۵۹

ق

قابیل ۴۵۹
قاسم غنی ۴۸۹، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴
قاضی سجاد حسین ۵۰۲، ۵۰۴
قباد ۷۸
قرندل، شیخ ۲۶
قرآن ۲۰۵
قشیریؒ حضرت (دیکھیے ابوالقاسم قشیری)
قطب الدین بختیار کاکی خواجہؒ (دیکھیے بختیار کاکیؒ)
قطب الدین شیرازیؒ ۶، ۲۸۰، ۴۵۹
قطب الدین منصور اردشیر العبادی (دیکھیے اردشیر العبادی)
قیس عامری ۴۵۲

ک

کارل مارکس (Karl Marx) ۱۰۶
کاشف حاجی ۳۵۹
کالی دیوی ۶۹
کانٹ، عمانوئیل ۹۹، ۱۲۸، ۴۱۶
کرخیؒ ۲، ۳۳۳
کرسٹن سین ۴۸۳، ۴۸۹
کرستوس ۶۷
کرشن ۷۰، ۱۶۹
کسنوفانوس ۸۵
کعب ابن زہیرؒ ۲۴۸
کعب بن مالکؒ ۳۴۹

Marfat.com

کلیم ۲۰۲
کمال الدین ۲۸۰
کمال محمد حبیب ۵۱۰
کمبوجیہ پسر کوروش ۷۸
کندی ۹۰، ۴۳۴، ۴۳۵
کنفیوشس ۸۱، ۸۲، ۲۰۹
کیٹس ۴۵۱
کیخسرو ۲۰۹
کیرک گرد ۹۹
کیرن آرم اسٹرانگ ۱۰۸
کیوان سمیعی ۴۸۰، ۴۸۹، ۵۰۲، ۵۰۹، ۵۱۱
کیومرث ۵، ۲۰۹

گ

گل حسن قلندر (دیکھئے سید شاہ گل حسن قلندر)
گلڈزیھر (Goldziher) ۷
گنیش ۶۹
گورونانک ۳، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵
گوئٹے ۱۸۱، ۱۹۷
گوتاما ۷۸
گیسودراز (دیکھئے خواجہ گیسودراز)
گیلگامیش ۶۴

ل

لارڈ برٹرینڈ رسل (دیکھئے برٹرینڈ رسل)
لاک (John Locke) ۹۹
لائبنیز ۹۷، ۱۶۰، ۱۳۰
لاہیجی، شیخ محمد ۲۲۵، ۳۴۱، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۹، ۴۹۲، ۵۰۱، ۵۰۵، ۵۰۹، ۵۱۱
لاؤتسزو ۸۲
لقمان ۳۳۴، ۳۷۱
لکشمی ۷۰
لوقا ۱۸۳
لوگوس ۸۷، ۱۵۵
لوئی ماسینون ۵۰۹
لی ارہ ۸۲
لیلیٰ ۴۵۲

م

ماریژان مولہ (دیکھئے فرانسوی ماریژان مولہ)
مالبرانش ۹۷
مالک بن انس ۲۲۱، ۲۲۲، ۴۶۰
مالک بن دینارؒ ۴۴، ۵۰، ۵۸، ۲۵۳، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۸۵
مانی ۷۷، ۷۸
متھرا ۶۸
مجدالدین فیروز آبادی ۵۰۹
مجدد الف ثانیؒ ۲، ۲۴، ۳۰، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۵۰۵
محسن باقر زادہ ۴۸۳
محسن کیانی ۴۸۱، ۴۹۱
محمد احسن صدیقی ۵۰۲
محمد اسماعیل سنبھلی ۵۰۹
محمد اکرم ۴۸۹
محمد امین ریاحی ۵۰۷
محمد بن احمد المقریؒ ۱۷
محمد بن عبداللہ ۱۷۰
محمد بن علی ترمذیؒ ۲۰۴، ۲۲۳، ۳۶۵
محمد بن فضل اللہ البلخیؒ ۴۱۹
محمد بن مبارک علوی ۴۹۷
محمد بن مسروق ۲۷۷
محمد بن منوّر ۴۹۲

Marfat.com

محمد بن واسع ۵۰، ۱۳۳، ۴۲۶
محمد جواد شریعت ۵۰۲، ۵۰۴
محمد جواد مشکور ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴
محمد حسین تسبیحی (دیکھئے تسبیحی)
محمد حسین خباز کشمیری ۴۲۴، ۵۰۸
محمد حنیف ندوی ۵۰۸
محمد خواجوی ۵۱۰
محمد ذوقی ۲۶
محمد رسول اللہ ﷺ (دیکھئے رسول اللہؐ)
محمد سلطان شہید ۲۴۴
محمد عادل ۵۰۲
محمد علی فروغی (دیکھئے فروغی)
محمد علی جمال زادہ (دیکھئے سید محمد علی جمالزادہ)
محمد علی ناصح ۴۷۹
محمد غزالیؒ ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۹
محمد کاظم ۴۸۰
محمد لاہجی (دیکھئے لاہجی)
محمد معصوم شیرازی ۱۱۹، ۴۸۵، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲،
۵۰۷، ۵۰۹
محمد ﷺ (دیکھئے رسول اللہؐ)
محمود سبکتگین ۳۴۷
محی الدین ابن عربیؒ ۳۴۶
مدراش ۶۶
مدرس، میرزا محمد علی ۴۷۹
مرتعشؒ (ابو محمد المرتعش) ۲۰، ۲۴، ۲۵۷
مریمؑ ۳۳۰، ۳۲۷، ۳۳۷، ۴۷۱
مسعودیؒ (دیکھئے ابوالحسن علی بن حسین مسعودیؒ)
مسلم بن سیارؒ ۳۹۵
مسیحی ۱۲۶
مصطفیٰ ﷺ (دیکھئے حضرت رسول اللہؐ)
مظفر، خواجہ امام ۳۷۸
معاذؓ بن جبل ۲۸، ۴۷، ۳۷۸، ۴۱۷
معتصم باللہؒ ۳۹۸
معروف کرخیؒ ۱۹، ۲۲، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۱۹۹،
۳۹۹
معصوم علی شاہ ۴۸۰، ۴۸۲
معین الدین پروانہؒ ۱۴۶، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۵۱،
۲۷۹، ۲۸۰، ۳۰۰
ملا جلال الدین دوانیؒ ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۹
ملا حسین واعظ کاشفیؒ ۳۳۱، ۳۷۱
ملا ہادی سبزواریؒ ۲۶۹
ملشن ۱۸۱، ۱۹۶
ممشاد دینوریؒ ۱۴۴، ۲۵۱، ۲۷۱
منوچہر صدوقی سہا ۴۸۰
موسیٰ علیہ السلام ۱۶، ۱۰۱، ۱۵۲، ۱۶۹، ۱۸۱،
۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۱۳، ۲۳۰،
۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۸۶، ۳۰۶، ۳۱۵، ۳۲۱،
۳۴۲، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۶۲،
۳۶۳، ۴۰۳، ۴۴۴
مولانا رومؒ (دیکھئے جلال الدین رومی)
مولانا مودودیؒ ۱۱۸
موید الدین جندیؒ ۴۱، ۴۵، ۱۳۷، ۳۰۵، ۳۰۹،
۴۰۱، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۲۱، ۴۸۱،
۴۸۲، ۴۸۷
مہدیؑ ۱۷۸، ۲۲۶، ۲۲۷
مہرداد مہرین ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۹۱
میر درد محمد دہلوی (دیکھئے خواجہ میر درد)
میر رضی ۲۴۷
میر ناصر عندلیب ۱۶۷،
میر ولی الدین ۴۸۵
میرزا محمد خان قزوینی ۴۹۵

Marfat.com

میرزا مظہر جان جاناں ۱۶۷
میکائیلؑ ۲۱۴، ۲۸۸
میکش اکبر آبادی ۴۹۱
مینڈلسن ۹۷

ن

نارائن ۶۹
ناند ۶۹
نانک جی (دیکھیے گورونانک)
نبی کریم ﷺ (دیکھیے رسول اللہؐ)
نجدی ۱۸۵
نجم الدین ابو بکر عبداللہ بن محمد رازی، شیخ (دیکھیے شیخ نجم الدین رازی)
نجم الدین کبریٰ ۵، ۱۷، ۱۹۰، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۸، ۳۲۶، ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۶۵، ۴۸۰، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵
نجم الدین محمود بن سعداللہ اصفہانی ۴۲۲، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸
نجیب مایل ہروی ۴۸۷، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۱۰
نخشبی، ضیاء الدین ۱۵۱، ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۹۳، ۴۹۷، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۱۱
ندیم الواجدی ۵۰۸، ۵۰۹
نسفی (دیکھیے عزیز الدین نسفی)
نصر اللہ پورجوادی ۵۱۰
نصر اللہ فروہر ۴۹۲
نصیر الدین چراغ دہلویؒ ۲۵۱، ۲۵۲
نطشے ۱۰۶
نظام الدین اولیاء ۵۵، ۲۴۴، ۲۵۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۹۰، ۴۰۳، ۴۷۹، ۴۹۷، ۵۰۲
نظام الدین اورنگ آبادی ۵۰۱
نفیس الدین سیواسیؒ ۳۱
نمرود ۳۴، ۶۵، ۲۰۸، ۳۵۵
نوت (دیوی) ۶۲
نوحؑ ۳۷، ۲۲۲، ۳۲۰
نور الدین اسفراینی ۲۲۵، ۴۹۲
نور الدین محمد قاضی الخاقانیؒ ۵۰۹
نوشیروان ۳۳۲، ۴۳۱
نیوٹن ۱۳۵

و

واصل بن عطا ۱۱۷
والٹیر ۱۳۰، ۱۵۱
وزیر آغا ۴۹۴
وشنو (دیوتا) ۶۰، ۶۸، ۶۹، ۷۰
ہابیل ۴۵۹
ہارون الرشید ۳۷۸، ۴۰۶، ۴۴۰
ہاسپرز جان ۱۲۹
ہربرٹ ریڈ ۲۶۰
ہرقلیطوس ۸۳، ۸۵، ۱۵۹، ۱۶۰
ہرکلس ۱۸۳
ہرم بن حیانؒ ۱۴۶
ہرمزد ۷۹، ۱۸۲
ہشام ۱۷۸
ہفستوس ۱۸۲
ہنری کوربن (H. Corban) ۵
ہوروس ۶۳
ہیروڈوٹس ۷۸
ہیگل ۹۸

Marfat.com

یازیجی، تحسین ۵۰۳، ۵۰۷
یعقوب، نقشبندی، محمد ۵۰۳، ۵۰۵
یحییٰ معاذ رازیؒ ۴۴، ۲۳۲، ۲۳۵، ۳۰۱، ۳۵۰، ۳۱۹
یحییٰؑ ۶۱، ۱۵۹، ۱۷۸، ۳۲۲، ۳۵۷
یزدان ۱۹۸
یعقوبؑ ۶۶، ۱۴۶، ۲۵۱، ۳۲۰
یمانی، حضرت طاؤس ۱۷۸، ۲۲۳
یثرب ۷۵
یوسفؑ ۱۵، ۱۴۶، ۲۱۳، ۳۱۸، ۲۵۱، ۲۶۹، ۲۷۰، ۳۱۳، ۳۶۹
یوسف بن اسباطؒ ۳۵۳، ۳۷۵
یوسف بن حسینؒ ۲۴، ۳۳، ۲۴۳
یوسف ہمدانیؒ (دیکھئے خواجہ یوسف ہمدانی)
یوشع بن نونؑ ۲۱۸
یوگا ۷۰
یہواہ ۶۶، ۶۷

Annemarie Schimmel 498
Burhan Ahmad Farooqi 489
E.E. Kelett 483
Evelyn Underhil 497
F.C. Happold 480, 484
G.F. Moore 482, 483
Huston Smith 483
Jacques P. Thiroux 486
John H. Hick 485
John Murfy 482
Karen Armstrong 480,482, 485
Muhammad Iqbal 484,486
Oswald Kulpe 488
Philo 87,155,459
R.J. Hollingdale 485
Sidney Spenser 484
Umruddin 486

Marfat.com

Marfat.com

کتب

آ

آداب المریدین ۵، ۳۵۴، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۸۶، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۰

ا

احادیث مثنوی ۴۷۹
احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی
و خلاصۃ العارفین ۴۷۹، ۴۹۲، ۴۹۹،
احیاء العلوم ۴۹۶، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۸، ۵۰۹
(احیاء العلوم غزالی)
اخلاق جلالی ۳۶۳، ۴۴۵، ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۹
اخلاق جہانگیری ۴۴۷، ۵۰۹
اخلاق محسنی ۳۷۷، ۳۸۳، ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۸
ادبیات عجم ۴۸۹
ارشاد الطالبین، نسخہ خطی ۵۱۰
ارج نامۂ ایرج ۴۸۳،
اردو زبان کی قدیم تاریخ ۴۸۹
ارمغان حجاز ۲۰۳، ۴۹۰
اسرار التوحید ۲۱۸، ۲۸۲، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۹۱،
(اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید) ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۱۰
اسرار الصلوۃ ۴۹۸
اطوار ثلاثہ ۴۹۲
افکار غزالی ۵۰۸،
اقبال کا علم کلام ۵۰۹
اقبال کی مابعد الطبیعات ۴۸۴، ۵۱۰
اقلیم عشق ۵۱۰
الاصول العشرہ ۲۹۵، ۴۸۰، ۴۹۸، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵،
الانسان الکامل ۲۱۴، ۵، ۸، ۱۲۱، ۱۶۸، ۲۲۶، ۳۵۵،
(الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل) ۴۶۶، ۴۸۰، ۴۸۶، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱،
البیان والتبیین ۱۳، ۴۸۰
التحبیر فی علم التذکیر ۱۳۷
التعرف لمذہب اہل تصوف (دیکھیے تعرف)
التعرف (دیکھیے تعرف)
الکشف عن مہمات التصوف ۴۹۲، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۱۱
السایر والحائر ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۸، ۳۲۶، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۱
اللمع (دیکھیے کتاب اللمع)
اللمع فی التصوف (دیکھیے کتاب اللمع)
المصباح فی التصوف ۵، ۱۳۶، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۵، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۱۰
الہدیۃ السعدیہ فی معان لوجدیہ ۴۹۵
الٰہی نامہ ۱۹۳، ۱۹۴، ۴۹۰، ۵۰۹،
امداد السلوک ۲۵۲، ۴۹۴، ۵۰۲،
انجیل ۱۳۱، ۱۷۰، ۱۸۳
انفاس العارفین ۴۸۲، ۴۹۶،
انیس الطالبین وعدۃ السالکین ۴۸۱، ۴۹۴،

Marfat.com

انیس العاشقین ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۷، ۵۰۹،
اوپنشد ۶۹، ۷۱
اوستا ۷۶
ایران بہ عہد ساسانیان ۴۸۳

ب

بحث در آثار وافکار واحوال حافظ ۴۸۹
بزم تیموریہ ۴۸۲،
بوارق الالماع ۲۶۱، ۴۹۵،
بوستان ۱۹۵، ۴۹۰، ۴۷۹،

پ

پاژند ۷۶
پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ۴۹۰،
پیام مشرق ۴۹۰،

ت

تاریخ تصوف اسلامی ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۰۹،
تاریخ تصوف دراسلام ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۳،
۵۰۴،
تاریخ جامع ادیان Man's Religions
۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۹۱،
تاریخ خانقاہ درایران ۴۸۱، ۴۹۱،
تاریخ فلسفہ ۵۰۸،
تاریخ فلسفۂ اسلام ۴۹۱،
تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی ۴۸۴، ۴۸۵، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰
تاسوعات ۹
تحقیق ماللھند ۴۸۰،
تذکرۂ غوثیہ ۱۹۶
تذکرۂ گیسودراز (دیکھئے تذکرۂ خواجہ گیسودراز)

تذکرۃ الاولیا (حصہ اول) ۱۸۹، ۲۶۱، ۳۶۴، ۴۱۸، ۴۷۹،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۵، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱،
۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶،
۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱،
۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶،
۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱،
تذکرۃ الاولیا ۴۱۸ (حصہ دوم)
تذکرۂ خواجہ گیسودراز ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۷،
ترجمان القرآن ۴۸۷،
تصوف اسلامی ورابطۂ انسان وخدا ۴۸۹،
تعرف ۱۰، ۱۳، ۲۳، ۲۲۶، ۲۵۵، ۲۹۲،
۳۹۱، ۴۳۶، ۴۶۰، ۴۸۷، ۴۹۳،
۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۵،
۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹،
تعلیقات نعت حضرت رسولؐ ۴۸۶
تعلیم غوثیہ ۴۹۷، ۵۰۶،
تلبیس ابلیس ۱۰، ۲۶۴،
تمہیدات ۱۸۹، ۲۹۱، ۴۹۲، ۴۹۸، ۴۹۹،
۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱،
تورات ۱۸۲، ۴۵۹،
توریت (دیکھئے تورات)

ج

جاویدنامہ ۱۲۶، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۳، ۴۹۰،
جپ جی ۷۴، ۴۸۳

چ

چہار رسالۂ شیخ ۵۱۰
چہل مجلس ۲۲۵، ۴۷۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۷، ۵۰۳،

Marfat.com

ح

حکمائے اسلام ۵۱۰،
حکمت الاشراق ۵، ۶، ۳۵۹
حکمت رومی ۵۰۸،
حل الغنا ۴۹۵،
حلیۃ الاولیا ۱۳

خ

خرقہ وخرقہ پوشی ۴۹۳، ۴۹۴
خلاصۂ ادیان در تاریخ دینھای بزرگ ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴
خلاصۃ العارفین ۴۹۲، ۴۹۹، ۵۰۷،
خوردہ اوستا ۷۶

د

دفع الباطل ۱۶۷
دلائل السلوک ۴۸۰
دین پڑوہی ۴۸۵،
دیوان ابن یمین ۵۰۵،
دیوان سنائی ۴۸۹،
دیوان شمس الدین حافظ ۵۰۵،
دیوان علیؓ، حضرت ۴۹۱،

ر

رتبۃ الحیات ۲۲، ۴۰۶، ۴۸۱، ۵۰۷،
رسالۂ اقبالیہ ۴۹۷،
رسالۂ عقل وعشق ۵۱۰،
رسالۂ فتوتیہ از شمس الدین محمد آملی ۲۱۸
رسالۂ فتوتیہ میر سید علی ہمدانی ۲۱۸
رسالۂ فضیلت صلوٰۃ ۲۹۱
رسالہ فی السیر والسلوک ۵۰۱
رسالۂ قشیریہ ۱۰، ۳۶، ۲۸۱، ۲۹۱، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۴۹۷، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۹،
رسالہ لوائح ۴۵۱
رسالہ ملامتیہ صوفیہ وفتوت ۴۸۱، ۴۹۲،
رسالۂ نہ گانہ ۹
رقعات عالمگیری ۴۸۲،
روح الارواح ۱۳۷، ۲۹۱، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۸۷، ۴۸۸، ۵۰۱، ۵۰۲،
روح عصر ۴۸۲،
ریحانۃ الادب ۴۷۹،

ژ

ژند ۷۶

س

ست دھرم پرکاش گورونانک ۴۸۳
سخنان پیر ہرات ۴۹۵،
سخن عشق ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵
سراج السائرین ۵۰۹، ۵۱۰،
سرِّ دلبران ۲۶، ۴۸۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۹،
سرو آزاد ۴۹۰،
سلک السلوک ۴۸۲، ۴۸۸، ۴۹۳، ۴۹۷، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۱۱،
سماع در تصوف ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷،
سماع نامہ ہای فارسی ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷،
سوانح ۱۸۹، ۵۱۰،
سہ حکیم مسلمان ۴۹۱
سیر حکمت در اروپا ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۵۰۶، ۵۰۹،

Marfat.com

۵۱۰،
سیرالاولیا ۴۹۷،
سیر تصوف ۵۰۳، ۵۰۵،
سیر عرفان در اسلام ۴۹۵
سیر فلسفہ در ایران ۴۹۱،

ش

شاہنامہ ۱۸۱، ۲۰۹، ۲۳۱،
شجرۃ الکون ۴۹۸،
شرح فصوص الحکم ۲۱۳، ۴۹۴، ۴۹۸،
شرح گلشن راز ۲۰۹، ۲۲۵، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۹۲،
۵۰۲،
شیطان (کتاب) ۱۹۷
شیطان و دیوانہ ۴۹۰،

ص

صراط مستقیم ۱۶۷، ۴۸۹،
صوفی نامہ ۳۸۱، ۳۸۴، ۴۴۵، ۴۸۰، ۴۸۱،
۴۹۳، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱،
۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۰۹،

ض

ضرب کلیم ۴۹۰

ط

طاسین الازل والالتباس ۱۹۰
طبقات الصوفیہ ۳۶، ۴۸۶،
طرایق الحقایق ۱۴، ۲۵۵، ۳۱۸، ۳۹۹، ۴۸۰،
۴۸۲، ۴۸۵، ۴۹۳، ۴۹۹، ۵۰۰،
۵۰۲، ۵۰۶، ۵۰۹،
طلب و ارادہ ۴۸۶
طواسین (دیکھئے کتاب الطواسین)

ع

عبہر العاشقین ۵۱۰
علم الکتاب ۱۶۷، ۴۸۹
عوارف المعارف ۵، ۲۲۷، ۲۵۱، ۳۴۳، ۴۰۱، ۴۳۹،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۹۲، ۴۹۳،
۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰،
۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۶، ۵۰۷،
۵۰۹
عہد نامہ جدید ۱۸۳
عہد نامہ قدیم ۱۸۶

غ

غزالی نامہ ۴۸۲، ۴۸۹
غنیۃ الطالبین ۵۰۲

ف

فتوت نامہ سہروردی ۲۱۸
فتوت نامہ ناصر سیواسی ۲۱۸
فتوت نامہ نجم الدین ۲۱۸
فتوت نامہ ہای عبدالرحمن سلمی ۲۱۸
فتوت نامہ سلطانی ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۲۸، ۲۲۹،
۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴،
فتوت نامہ عطار ۲۱۸، ۵۱۰
فرہنگ فارسی معین ۴۸۹،
فرہنگ آنندراج ۴۸۹
فلسفہ شرق ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۹۱
فوائد الفواد ۴۰۰، ۴۷۹، ۴۹۲، ۴۹۷، ۴۹۸،

Marfat.com

۴۹۹، ۵۰۲، ۵۰۷
فیصلہ وحدت الشہود (رسالہ) ۱۶۶
فیہ مافیہ ۴۹۸، ۵۰۸

ق

قابوس نامہ ۲۱۹، ۴۹۱، ۵۰۵، ۵۰۸
قاموس القرآن ۴۸۹،
قاموس المحیط و قابوس الوسیط ۵۰۹
قرآن اور تصوف ۴۸۵
قرآن پاک ۱۸، ۲۰، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۱، ۳۲، ۳۴،
۳۵، ۴۶، ۵۲، ۵۳، ۵۵،
۵۷، ۵۹، ۶۵، ۸۰، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۵۸،
۱۷۵، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۵،
۲۲۸، ۲۶۰، ۲۷۷، ۲۸۵،
۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۶، ۳۱۸،
۳۲۷، ۳۳۰، ۳۳۷، ۳۳۹، ۳۴۲،
۳۵۳، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳،
۳۷۹، ۴۰۰، ۴۱۶، ۴۴۳، ۴۵۶،
۴۶۴، ۴۷۲، ۴۷۳،

ک

کاشف الاسرار ۴۹۲
کتاب الانسان الکامل (دیکھیے الانسان الکامل)
کتاب التعرف (دیکھیے تعرف)
کتاب الطواسین ۱۹۰، ۱۹۶، ۱۹۸، ۴۸۹
کتاب اللہ (دیکھیے قرآن پاک)
کتاب اللمع ۱۰، ۱۳، ۲۰۵، ۲۲۵، ۲۵۹، ۳۶۶،
(کتاب اللمع فی التصوف) ۳۸۹، ۴۲۶، ۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۵،
۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۰، ۵۰۴، ۵۰۶،
۵۰۷

کتاب پیدائش ۱۸۶
کشف الاسرار و عدۃ الابرار ۴۸۷، ۴۹۱، ۴۹۹
کشف الاسرار ۴۸۹، ۵۰۴
کشف الحقائق ۱۳۹، ۲۰۶، ۴۷۹، ۴۸۷، ۴۸۸،
۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۹،
کشف المحجوب ۱۰، ۲۲۵، ۲۴۲، ۲۵۳۲۵۵، ۳۵۷،
۳۷۹، ۴۶۰، ۳۷۹، ۴۶۰، ۴۸۰
۴۸۱، ۴۸۵، ۴۸۷، ۴۹۱، ۴۹۲،
۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸،
۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳،
۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹،
۵۱۰
کلمۃ الحق (کتاب) ۱۶۷
کلیات اردوئے اقبال ۴۹۰،
کلیات فارسی اقبال ۴۸۶، ۴۹۰،
کلیات سعدی ۵۰۴، ۵۰۸،
کیمیائے سعادت ۴۹۶، ۵۰۳، ۵۰۸،

گ

گاتھا ۷۶
گرنتھ صاحب ۷۳
گزیدہ در اخلاق و تصوف ۵۰۵، ۵۰۸
گلستان ۲۲
گلشن راز ۴۸۰، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۱۱
گیتا ۷۱

ل

لغات القرآن ۴۹۳
لغت نامۂ دہخدا ۳۶، ۴۸۱،
لمعات ۵۱۰،

Marfat.com

لوائح ۵۱۰،

م

مالہند ۱۱
مبانی وتاریخ فلسفۂ غرب ۴۸۵
متی ۱۸۳
مثنوی رومی ۱۹۵، ۲۸۶، ۳۵۷، ۴۷۹، ۴۸۶، ۴۹۰، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۱۰
مثنوی معنوی مولوی (دیکھیے مثنوی رومی)
مثنوی معنوی (دیکھیے مثنوی رومی)
مثنوی (دیکھیے مثنوی رومی)
مجلۂ دانشکدہ ادبیات وعلوم انسانی ۴۸۹،
مجلہ معارف ۴۹۲
مجموعہ تصوف ۵۰۱
مرصاد العباد من المبداء الی المعاد ۴۵، ۲۰۵، ۲۳۲، ۲۸۲، ۳۰۹، ۳۹۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۶۸، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۶۸، ۴۸۲، ۴۸۶، ۴۹۰، ۴۹۲، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۱،
مروج الذہب ۴۸۹، ۴۹۷،
مرآۃ الاسرار ۴۸۵
مرآۃ مثنوی ۵۰۹
مرآۃ الوحدت ۴۸۷،
مسلم فلسفہ ۴۸۴
مشارق الانوار ۴۸۰،
مصائب حلاج ۵۰۹،
مصباح الہدایت ومفتاح الکفایت ۲۳۲، ۲۶۴، ۳۵۷، ۴۸۱، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۴،

۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۸
مصیبت نامہ ۴۷۹،
مطالب رشیدی ۴۹۹،
معجم البلدان ۳۶
مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز ۴۸۹،
مفردات القرآن ۵۰۳،
مقابیس المجالس ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۶،
مقالات شمس تبریزی ۴۹۴، ۴۹۶، ۴۹۷،
مقالاتِ صوفیہ ۵۰۳،
مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴،
مکتوبات امام ربانی ۴۸۲،
ملفوظات خواجہ غلام فرید ۴۹۴،
ملفوظات دُرّ المعارف ۴۹۲،
مناجات نامہ ۵۱۱
منازل السائرین ۵۰۸
مناقب الصوفیہ ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۸،
مناقب العارفین ۳۱، ۳۲، ۲۵۰، ۲۹۷، ۴۷۶، ۴۸۲، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۳، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱،
مناہج الطالبین ومسالک الصادقین ۴، ۱۴، ۱۶۲، ۲۲۲، ۲۲۹، ۳۰۵، ۳۶۳، ۳۸۵، ۴۰۶، ۴۲۲، ۴۲۹، ۴۳۶، ۴۸۱، ۴۸۶، ۴۸۸، ۴۹۲، ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸،
منطق الطیر ۲۳۱، ۴۹۵، ۵۰۲،

Marfat.com

منہاج العابدین ۵۰۲،۵۰۴،۵۰۶

ن

نالۂ عندلیب ۱۶۷
نصیحۃ الملوک ۵۰۹،
نظام القلوب ۵۰۱،
نفحات الانس ۱۳،۴۷۹،
نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح ۴۵،۳۰۹،۴۸۷،۴۸۱،۴۸۲،۵۰۱،
۵۰۷،۵۰۸،
نقد صوفی ۴۸۱،
نئے مقالات ۴۹۴

و

وندیداد ۷۶
وید مقدس ۷۱
ویسپرد ۷۶

ھ

ہدایت الاعمیٰ ۴۲۴
ہدایت الطالبین ۵۱۱

ی

یک ساغر از ھزار ۵۰۴
یسنا ۷۶
یشت ۷۶

A History of God 480,482,484,485
A Short History of Religions 482,483
A Treasury of Mystic Terms 484.
Ethics and Practice 486
History of Philosophy,Eastern and Western 483.
History of Religions 482,483
Mystical Dimensions of Islam 498
Mysticism in World Religions 484
Mysticism, The Nature and Development of Spiritual Consciousness 497
Mysticism: A Study and Anthology 480,484
Philosophy of Relgions 485
The Mujaddid's Concept of Tawheed 489
The Philosophy of Ghazzali 486
The Reconstruction of Religious Thought in Islam 484,486
The Religions of Man,483,484, 485

Marfat.com

Marfat.com

اماکن

آ

آگرہ ۴۸۹

ا

احمد آباد ۱۶۹

اسرائیل ۱۸۷، ۳۴۵

اسکندریہ ۹

اسلام آباد ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۰۴، ۵۰۶

افریقہ ۱۷۳

امرتسر ۷۳

امریکہ ۱۷۳

انگلستان ۱۷۳

اہرام ۱۰۴

ایران ۵، ۵۳، ۶۲، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۱۵۹، ۱۸۱، ۲۰۲، ۲۰۹، ۲۶۰، ۲۶۹، ۲۸۲، ۴۸۰، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۷، ۵۰۹، ۵۱۰

ایشیا ۱۷۳

ب

بابل ۶۲

بدر ۴۵۵

برطانیہ ۶۷

برصغیر ۲۶، ۲۲۲

بسطام ۲۵، ۵۰، ۲۳۴، ۲۴۵، ۳۶۱

بصرہ ۳۶

بغداد ۲۷۰، ۲۸، ۷۳، ۲۵۰، ۲۵۷، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۳۳، ۳۹۹، ۴۵۲

بلخ ۳۶۱، ۳۶۲

بھارت ۴۸۹

بیت المقدس ۴۰۹

پ

پاکستان ۴۸۳، ۵۰۷، ۵۱۰

ت

تاج محل ۱۰۴

ترکستان ۵۵

ترکی ۲۸۲

تلونڈی ۷۲

تہران ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۱

ج

جاپان ۱۷۳

جنت ۱۹۶

Marfat.com

جہنم ۷۶، ۱۴۲، ۱۸۴، ۲۸۷،
۳۶۹، ۳۷۶

چ

چکوال ۴۸۰
چین ۱۷۳

ح

حنین ۴۵۵

خ

ختن ۳۶۵
خانۂ کعبہ ۳۷، ۶۲، ۷۳، ۱۷۰،
۳۰۳، ۳۰۴، ۳۴۰
خراسان ۲۱۸، ۲۲۶، ۲۹۶،
خرقان ۵۳، ۲۳۰، ۲۳۴،

د

دجلہ ۳۷۳
دریائے گنگا ۶۹، ۱۷۳
دریائے نیل ۲۴۳، ۳۱۲، ۴۷۱، ۴۷۵،
۴۷۶
دمشق ۲۶، ۳۰۲، ۳۱۱،
دوزخ ۳۴، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۶۹،
۱۷۰، ۱۷۸، ۲۳۷، ۲۶۴،
۲۶۶، ۲۸۶، ۲۹۳، ۳۳۳
۳۴۳، ۳۵۱، ۳۷۰، ۳۸۱،
۳۸۵، ۳۸۷، ۳۹۱، ۳۹۴
۴۱۳، ۴۴۰، ۴۶۱، ۴۶۲
دہلی ۲۴۴، ۲۷۶، ۲۹۶، ۳۸۵،
۳۹۱، ۳۹۳، ۳۹۷، ۳۹۸،
۴۹۹، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۰۹،
دیوبند ۵۰۹

ر

راولپنڈی ۵۰۷
روم ۱۳
رملہ ۳۶
رے ۲۴۱

س

سبا ۴۶۴
سرگودھا ۴۹۵،
سماٹرا ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳
سمرقند ۲۳۵

ش

شام ۲۳، ۵۵، ۲۱۸

ط

طائف ۱۲
طوس ۴۷۰

ع

عبادان ۳۶
عراق ۳۳، ۶۵، ۲۱۸،
عرب ۱۴۷، ۱۹۷، ۲۸۸
عربستان ۱۷۳
عرفات ۱۹۴، ۳۰۱

غ

غارحرا ۳۰۷

Marfat.com

ف

فلسطین ۳۶، ۶۷

فیصل آباد ۴۹۸

ق

قاب قوسین ۱۵۷، ۳۱۵، ۴۶۳

قاہرہ ۴۸۰،

قبلہ ۱۳، ۱۵، ۳۱، ۳۷، ۳۸، ۱۸۵، ۱۹۶، ۲۰۶، ۲۸۷، ۲۹۱، ۳۰۰، ۳۰۱

قرون وسطیٰ ۶۶

قفقاز ۱۸۲

قلزم (سمندر) ۱۲۶

قونیہ ۲۷۰، ۲۸۱

ک

کراچی ۴۸۰، ۴۸۳، ۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷

کربلا ۴۵۵

کعبہ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۲۲، ۱۹۶، ۲۰۶، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۹۴، ۴۶۳

کلکتہ ۴۸۹،

کوفہ ۱۴۲

کوہ البرز ۲۳۱

کوہ طور ۱۹۰، ۴۰۳

کوہ قاف ۲۳۱،

گ

گنگا ۶۹

گیلان ۳۰۳

ل

لاہور ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۲، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰،

لبنان ۱۹۷، ۳۱۱

م

مدینہ شریف (دیکھئے مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ ۷۳، ۲۲۰، ۳۰۲

مرو ۲۳۴

مشہد ۵۱۰،

مصر ۵، ۹، ۶۲، ۶۳، ۲۲۵، ۳۰۶

مکہ معظمہ ۱۲، ۷۳، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۷۲،

مکہ مکرمہ (دیکھئے مکہ معظمہ)

مکہ (دیکھئے مکہ معظمہ)

ملتان ۲۴۴، ۲۹۶، ۳۴۷

میرٹھ (یو۔ پی ہندوستان) ۲۲۲

ن

ناصرہ ۶۷

نہاوند ۳۴۷

نیشاپور ۴۸، ۵۶، ۲۲۳، ۲۳۱، ۲۴۸، ۲۷۸، ۴۷۰

Marfat.com

نیل ۲۴۳

و

وادی نیل ۶۳

ھ

ہمدان ۵۶، ۷۷

ہند ۵۶۶

ہندوستان ۸، ۱۳، ۲۲۲، ۲۶۰، ۲۷۶،
۴۷۰، ۵۰۹

ے

یمن ۲۳۰

یونان ۵، ۷، ۸، ۶۲، ۲۰۹

New York ۴۸۲، ۴۸۳

Oxford ۴۹۷

Marfat.com

کتابیات

آ

آشتیانی، سید جلال الدین: شرح حال وآرای فلسفی ملاصدرا، قم، ایران، ۱۳۷۸

ا

ابن عربی، محی الدین: شجرۃ الکون، اردو ترجمہ صوفی محمد صدیق بیگ قادری، علی برادران فیصل آباد، 1985

" " " " ": فتوحات مکیہ، ترجمہ صایم چشتی، علی برادران، فیصل آباد، ۱۹۸۶

ابراہیم بن اسماعیل بخاری، کراچی ۱۹۸۸

ابوالفرج ابن جوزی: تلبیس ابلیس، ترجمہ فارسی از عالی رضا ذکاوتی، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۶۸

ابوالکلام آزاد: حقیقت الصلوٰۃ، مکتبۂ جمال، لاہور ۲۰۰۳

ابواللیث صدیقی: اقبال اور مسلک تصوف، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۷۷

ابوسعید نورالدین: اسلامی تصوف اور اقبال، اقبال اکادمی، پاکستان لاہور ۱۹۷۷

ابی سعید ابوالخیر: اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، مرتبہ محمد بن منور، تصحیح شفیعی کدکنی، تہران، ۱۳۶۱، ۱۳۷۶۔

" " " " ": اسرار التوحید، مرتبہ محمد بن منور تصحیح ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، تہران ۱۳۶۰ (چاپ سوم)

احمد، ڈاکٹر محمد مسعود: حضرت مجدد الف ثانی، اور ڈاکٹر محمد اقبال، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ، ۱۹۸۰

اردستانی، پیر جمال الدین: مرآۃ الافراد، تصحیح ڈاکٹر حسین انیسی پور، انتشارات زوّار، ایران، ۱۳۷۱

اصفہانی، امام راغب: مفردات القرآن، ترجمہ مولانا فیروزپوری، اہل حدیث اکادمی، لاہور ۱۹۷۱

اقبال: کلیات فارسی، لاہور

" " ": کلیات اردو، لاہور

" ": سیر فلسفہ در ایران، ترجمہ فارسی آریان پور، تہران ۱۳۴۹

الافلاکی العارفی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، تصحیح تحسین یازیجی، دنیای کتاب، تہران، ۱۳۶۲

الحسینی، سید عابد وجدی: ہندوستان اسلام کے سائے میں، بھوپال بک ہاؤس، بھوپال، ہند ۱۹۸۹

الخاقانی، نورالدین محمد قاضی: اخلاق جہانگیری، نسخۂ خطی مملوکہ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

السہروردی، ضیاء الدین ابونجیب: آداب المریدین، ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان، تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولی، ۱۴۰۴ھ

الطوسی، احمد بن محمد: الهدیة السعدیة فی معان الوجدیه، بہ اہتمام احمد مجاہد، ۱۳۷۴ھ ش

العبادی المرزوی، قطب الدین ابوالمظفر منصور بن اردشیر: مناقب الصوفیہ، بامقدمہ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولی، ایران، ۱۴۰۳ھ۔

Marfat.com

. . . . : صوفی نامہ، التصفیہ فی احوال المتصوفہ، باتصحیح
غلام حسین یوسفی، انتشارات محمد علی علمی، چاپ دوم، تہران، ۱۳۶۸
اللہ یار خان: دلائل السلوک (البیان فی مسائل السلوک والاحسان) مرتبہ عبدالرزاق ادارہ نقشبندیہ، چکوال، سال ندارد۔
امداد السلوک، نسخۂ خطی مملوکہ: ظہیر احمد صدیقی، جی سی یونیورسٹی، لاہور
امولیہ رنجن مہاپتر: فلسفۂ مذاہب ترجمہ یاسر جواد، فکشن ہاؤس، لاہور ۱۹۹۸
انور، عشرت حسن: اقبال کی مابعد الطبعیات، ترجمہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، لاہور ۱۹۷۷
اوز والڈ کولپہ: مقدمۂ بر فلسفہ، ترجمہ احمد آرام، انتشارات علمی، تہران ۱۳۶۳
ایس۔ ایم ناز: ارمغان مجدد، بستان ادب، لاہور

ب بخاری، صلاح بن مبارک: انیس الطالبین و عدۃ السالکین، بہ تصحیح ڈاکٹر خلیل ابراہیم صاری اوغلی، بہ کوشش ڈاکٹر توفیق سبحانی، سازمان انتشارات کیہان، ایران، ۱۳۷۱۔
بدوی، عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی، ترجمہ ڈاکٹر محمود رضا افتخار زادہ، ایران، ۱۳۷۵۔
بقلی شیرازی، روزبہان: شرح شطحیات، کتاب خانہ طہوری، با مقدمہ ہنری کوربن، تہران، انجمن ایران شناسی فرانسہ در تہران، ۱۹۹۵/ ۱۳۷۴
بیابانگی، شیخ رکن الدین ابوالمکارم احمد بن محمد معروف بہ علاء الدولہ سمنانی: چہل مجلس یا رسالہ اقبالیہ، مرتبہ امیر اقبال شاہ بن سابق سجستانی، با مقدمۂ نجیب یاامل ہروی، تہران ۱۳۶۶
بیانی، علیقی: منطق عشق عرفانی، شرکت سہامی انتشار ایران، ۱۳۶۴ ھ ش
بیرونی، ابوریحان: تحقیق ماللھند، ترجمہ منوچہر صدوقی سہا، موسسۂ مطالعات وتحقیقات فرہنگی ایران۔

پ پرویز، غلام احمدؒ: لغات القرآن، لاہور
پناھی، دکتر مھین: اخلاق عارفان، انتشارات روزنہ، تہران ۱۳۷۸۔

ت تھانوی، مولانا اشرف علیؒ: مقالات صوفیہ، اردو ترجمہ مفتی محمد شفیع، دار الاشاعت، کراچی، ۱۳۵۵
. . . . : الکشف عن مہمات التصوف، سجاد پبلیشرز لاہور سال ۱۹۶۰
تھانیسری، جلال الدین محمود: ارشاد الطالبین، نسخۂ خطی، کتابخانۂ مجلس شورای ملی، نمبر ۱۰۶۸۶۔

ج جاحظ: کتاب البیان والتبیین، چاپ قاہرہ، ۱۳۱۳
جامی، نورالدین، عبدالرحمٰن: نفحات الانس من حضرات القدس، با مقدمۂ مہدی توحیدی پوری، انتشارات کتابفروشی محمودی، تہران ۱۳۶۰۔
. . . . : لوائح، بکوشش محمد حسین تسبیحی، تہران، ۲۵۳۶ شاہی۔

Marfat.com

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ :نفحات الانس من حضرات القدس' مقدمہ ڈاکٹر محمود عابدی، انتشارات اطلاعات، تہران ۱۳۷۰
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ :لوائح جامی، مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۴
جبران خلیل جبران، شیطان اور دیوانہ، ترجمہ حبیب اشعر دہلوی، لاہور ۱۹۷۷
جلال پوری، علی عباس: اقبال کا علم کلام، لاہور ۱۹۷۲
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ :روایات فلسفہ، الشال، لاہور ۱۹۶۹
جندی، موید الدین: نفحہ الروح وتحفۃ الفتوح، با تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولی، تہران ۱۴۰۳ھ ق۔

چ
چشتی، خواجہ معین الدین: دلیل العارفین، مرتبہ بختیار کاکی'' مطبع منشی نول کشور، کان پور ہند، ۱۸۸۹
چشتی، شیخ عبدالرحمٰن: مرآۃ الاسرار، ترجمہ واحد بخش سیال، رحیم یار خان، ۱۴۱۱ھ

ح
حاکمی، ڈاکٹر اسماعیل: سماع در تصوف، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۷۳
حسین شاہ، محمد اشفاق: سلاطین دھلی اور ہمعصر مشائخ، لاہور ۱۹۹۳
حلاج، حسین بن منصور: طواسین ترجمہ عتیق الرحمٰن، المعارف لاہور، ۱۹۸۳
حمویہ سعد الدین: المصباح فی التصوف، با مقدمہ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولی، ۱۴۰۳ھ۔
حنا الفاخوری۔ خلیل الجر: تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی، ترجمہ عبدالحمد آیتی، کتاب زمان، تہران ۱۳۵۸

خ
خانقاہی، ابوالنصر طاہر بن محمد: گزیدہ در اخلاق و تصوف، بہ کوشش ایرج افشار، شرکت انتشارات علمی، فرھنگی، ایران، چاپ دوم ۱۳۷۴
خباز کشمیری، محمد حسین: ھدایت الاعمیٰ، نسخہ خطی مملوکہ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور
خمینی، حضرت امام: طلب و ارادہ، ترجمہ فارسی سید احمد فہری، مرکز انتشارات علمی و فرھنگی، تہران، ۱۳۶۲
خواجہ گیسو دراز، ابوالفتح صدر الدین سید محمد الحسینی'': تذکرہ خواجہ گیسو دراز، مرتبہ اقبال الدین احمد، اقبال پبلشرز، کراچی، ۱۹۶۶

د
داراشکوہ، سفینۃ الاولیا، ترجمہ اردو محمد وارث کامل، مدنی کتب خانہ، لاہور
درد، خواجہ میر: اسرار الصلوٰۃ، دہلی ۱۳۱۰
۔ ۔ ۔ ۔ :علم الکتاب، (جلد اول و دوم) ترجمہ اردو ڈاکٹر عبداللطیف ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۲۰۰۲
دو بوئر، تاریخ فلسفہ اسلام، ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین، ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی

ڈ
ڈار، بشیر احمد: حکمائے قدیم کا فلسفہ اخلاق' ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۵

ذ
ذوقی، سید محمد: سرِ دلبران، کراچی، ۱۳۸۸
۔ ۔ ۔ ،مضامین ذوقی، مرتبہ واحد بخش سیال، محفل ذوقیہ، کراچی۔

Marfat.com

ر

رازی، نجم الدین ابوبکر محمد بن شاہاور بن انوشروان: رسالہ عشق و عقل، بہ اہتمام تقی تفضلی، شرکت انتشارات علمی و فرہنگی، ایران ۱۳۶۷

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: معروف بہ دایہ، مرصاد العباد، بہ اہتمام ڈاکٹر محمد امین ریاحی، تہران ۱۳۷۷۔

رازی، نجم الدین : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شاہا ورالاسدوی: مرصاد العباد من المبدأ الی لمعاد، بہ اہتمام حسین الحسینی النعمت اللّٰھی، سازمان انتشارات سنائی۔

رزمجو، ڈاکٹر حسین: انسان آرمانی و کامل، در ادبیات حماسی و عرفانی فارسی، تہران ۱۳۶۸

رومی، جلال الدین: مثنوی، مرتبہ نکلسن۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: فیہ ما فیہ، مرتبہ فروزانفر، تہران، ۱۳۶۱

ریاض، ڈاکٹر محمد: اقبال اور ابن حلاج اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۷۷

ز

زرین کوب، ڈاکٹر عبدالحسین: سیری در شعر فارسی، موسسۂ انتشارات نوین، ایران ۱۳۶۳

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: مقالہ ادبیات عرفانی ایران وارزش انسانی آن، دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، شمارہ ۷۷، اسفند ماہ ۱۳۵۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: اہل ملامت وراہ قلندر، بحوالہ مجلۂ دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، شمارہ ۱، سال ۲، تہران ۱۳۵۴

زیدی، شمیم محمود: احوال وآثار شیخ بہاء الدین وخلاصۃ العارفین۔

ژ

ژندہ پیل، احمد جام نامقی: منتخب سراج السائرین، بہ تصحیح ڈاکٹر علی فاضل، موسسہ چاپ وانتشارات آستانۂ قدس رضوی، مشہد، ایران، ۱۳۶۸

س

سانون رام مُدھا: ست دھرم پرکاش گورونانک جی، ترجمہ جپ جی۔

سجادی، ڈاکٹر سید جعفر: فرہنگ لغات واصطلاحات وتعبیرات عرفانی، تہران، ۱۳۵۴ھ ش

سجادی، ڈاکٹر سید ضیاء الدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف، تہران ۱۳۷۲۔

سجادی، سید علی محمد: خرقہ وخرقہ پوشی: شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، تہران ۱۳۸۳

سعدی: بوستان، مرتبہ محمد علی ناصح بکوشش خلیل خطیب رہبر تہران ۱۳۷۹

سعید نفیسی: سرچشمۂ تصوف در ایران، انتشارات فروغی، تہران ۱۳۷۱

سمعانی، شہاب الدین احمد: روح الارواح، فی شرح اسماء الملک الفتاح، مرتبہ نجیب مایل ہروی، تہران ۱۳۸۴

سنائی: دیوان اشعار، مرتبہ مدرس رضوی، کتاب خانۂ سنائی، تہران، ۱۳۵۴

سہروردی، شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ ابو منصور بن عبدالمومن اصفہانی، بہ اہتمام

Marfat.com

قاسم انصاری، تہران ۱۳۷۴۔
۔۔۔۔۔۔۔۔: مقتول عقل: سرخ، انتشارات مولیٰ، ایران، ۱۳۶۱
سید برکات احمد: رسالہ اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان، ترجمہ محمود احمد برکاتی، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۶۸
سید عبدالقادر جیلانیؒ: غنیۃ الطالبین، ترجمہ اردو سید عبدالدائم جلالی، لاہور
سجادی، ڈاکٹر سید جعفر: شہاب الدین سہروردی: وسیری در فلسفۂ اشراق' انتشارات فلسفۂ تہران، ۱۳۶۳ش
سہروردی، شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ اردو شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی' ۱۹۷۷ء

ش

شاہ ابوالمعالی، حضرت سید خیرالدین: گلدستۂ باغ ارم، ترجمہ اردو، کشمیری بازار، لاہور
شاہ اہل اللہ: چہار باب، مطبع محمدی، لاہور ۱۲۸۸
شاہ عبداللہ دہلوی، المعروف بہ شاہ غلام علی: ملفوظات درالمعارف، مرتب شاہ روف احمد، ۱۳۷۶
شاہ محمد غوث: اسرارالطریقت، کشمیری بازار، لاہور
شاہ ولی اللہ: انفاس العارفین، ترجمہ اردو سید محمد فاروق القادری، المعارف، لاہور ۱۳۹۱
۔۔۔۔۔۔۔۔: القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل، ترجمہ مولوی خرم علی، ملک سراج الدین اینڈ سنز' تاجران کتب لاہور، ۱۹۶۵
شاہ ولی اللہ دہلوی: الطاف القدس فی معرفۃ النفس، ترجمہ عبدالحمید سواتی، گوجرانوالہ ۱۹۶۴
شبلی نعمانی، مولانا: الغزالی، تاج بک ڈپو، لاہور ۱۹۰۱
شجیعی' پوران: تجلی عشق در اشعار مولوی، نشریۂ دانشکدۂ الہیات و معارف اسلامی، مشہد، شمارہ ۱۴ بہار ۱۳۵۴
شکور، جواد: خلاصہ ادیان بزرگ در تاریخ دینہای بزرگ، انتشارات شرق، ایران ۱۳۶۸
شمس تبریزی، شمس الدین محمد: مقالات شمس تبریزی، با مقدمۂ محمد علی موحد، ایران، ۲۵۳۶ شاہی
۔۔۔۔۔۔۔۔۔: نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح (تاریخ الحکما)، ترجمہ فارسی مقصود علی تبریزی بہ کوشش محمد تقی دانش پژوہ، شرکت انتشارات علمی و فرہنگی، ایران ۱۳۶۵
شیخ برہان: مجموعہ تصوف، مطبع نول کشور، لکھنؤ
شیخ تاج الدین محمود: غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان، مجلس نوادرات علمیہ اٹک کیمبلپور ۱۴۰۱۔
شیخ عبدالرشید: حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش ترجمہ ناظر حسین زیدی، مرکزی اردو بورڈ، لاہور ۱۹۶۷

ص

صارم الازہری، عبدالصمد: تاریخ تصوف، ادارہ علمیہ لاہور ۱۹۶۹
صاین الدین ترکہ: اطوار ثلاثہ، مرتبہ حسین داودی، بحوالہ رسالہ، معارف نشریہ مرکز نشر دانشگاہی، دورہ نہم شمارہ ۲، سال ۱۳۷۱۔
صدیقی، ظہیر احمد: آفاق افکار، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، دانشگاہ گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۹۷

Marfat.com

. . . . :حکمت حکومت، مجلس تحقیق وتالیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور۱۹۹۸

. . . . :اخلاقیات ایرانی ادبیات میں، مجلس تحقیق وتالیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور۲۰۰۳

. . . . :گنجینۂ معانی، مجلس تحقیق وتالیف فارسی، دانشگاہ گورنمنٹ کالج، لاہور۲۰۰۲

صغانی، امام رضی الدین حسن: مشارق الانوار، ترجمہ خرم علی، مرتبہ مولانا عبدالحلیم چشتی، کراچی، ۱۳۷۵

صفا، ڈاکٹر ذبیح اللہ: مقدمہ ای بر تصوف، ایران، ۱۳۷۱

ط

طالب ہاشمی: حکایاتِ صوفیہ، شعاع ادب لاہور، ۱۹۷۳

طباطبائی، البروجردی بحرالعلوم، محمد مہدی: رسالہ فی السیر والسلوک، بامقدمۂ حسن مصطفوی، انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۶۷۔

طباطبائی، ڈاکٹر فاطمہ: سخن عشق، دیدگاہ ھای امام خمینی وابن عربی، تہران، ۱۳۷۰۔

. . . . : یک ساغر از ھزار، (سیری در عرفان امام خمینیؒ) موسسۂ چاپ ونشر عروج، ایران ۱۳۸۲

طوسی، ابونصر سراج: اللمع فی التصوف، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد، ۱۹۹۶

ظ

ظہیری سہوانی، ظہیر احمد شاہ: ظہیر العاشقین، لاہور

. . . . :ظہیر الحقیقت، لاہور

. . . . ظہیر السالکین، لاہور

. . . . ظہیر السلوک، لاہور

. . . . ظہیر العارفین، لاہور

. . . . ظہیر الطالبین، لاہور

. . . . ظہیر المعرفت، لاہور

ع

عبدالخالق، مسلم فلسفہ، لاہور

عبدالسلام ندوی: حکمائے اسلام، حصہ اول و دوم نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۹

عبداللہ انصاری: سخنان پیر ہرات، بہ کوشش ڈاکٹر محمد جواد شریعت، تہران ۱۳۷۶

. . . . : مجموعۂ رسائل، بہ اہتمام محمد شیروانی، ایران، ۱۳۵۲

عبداللہ انصاری، خواجہ: طبقات الصوفیہ، با تصحیح عبدالحی حبیبی قندھاری، باہتمام حسین آھی، انتشارات فروغی، ایران، ۱۳۶۲

. . . . : کشف الاسرار (دہ جلدی) (خلاصۂ تفسیر ادبی عرفانی قرآن مجید) تالیف امام احمد میبدی، چاپ وانتشارات اقبال، تہران، ایران، ۱۳۷۱

. . . . : منازل السائرین، ترجمہ روان فرہادی، انتشارات مولیٰ، ایران ۱۳۶۱

Marfat.com

عرشی، اکبر: قاموس القرآن، تہران
عزیز احمد: تاریخ تفکر اسلامی در ھند، ترجمہ نقی لطفی۔ محمد جعفر یاحقی، تہران ۱۳۶۷
عطار، شیخ فرید الدین: تذکرۃ الاولیا، ترجمہ محمد عادل خان، مرتبہ طفیل احمد جالندھری، کتب خانہ خورشیدیہ لاہور
۔۔۔۔۔۔: تذکرۃ الاولیاء (چاپ سوم) با مقدمہ میرزا محمد خان قزوینی، ۱۳۳۶۔
۔۔۔۔۔۔: الٰہی نامہ، تصحیح ہلموت ریتر، چاپ دوم، ۱۳۶۸، استانبول۔
۔۔۔۔۔۔: مصیبت نامہ، تصحیح ڈاکٹر نورانی وصال، کتاب فروشی زوار، ایران، چاپ سوم، ۱۳۶۴
۔۔۔۔۔۔: تذکرۃ الاولیاء، تصحیح فوادروحانی، کتاب فروشی زوار، تہران
عفیفی، ڈاکٹر ابوالعلا: رسالۂ ملامتیہ، صوفیہ و فتوت، ترجمہ فارسی، دکتر نصراللہ فروھر، تہران، ۱۳۷۶
۔۔۔۔۔۔: الملامتہ والصوفیہ واہل الفتوۃ، طبع مصر، ۱۹۴۵
عوفی، نورالدین محمد بن محمد: جوامع الحکایات، (منتخب جوامع الحکایات) بنگاہ علمی، تہران، ایران ۱۳۲۴
عین القضاۃ ھمدانی، ابوالمعالی عبداللہ بن محمد بن علی: تمہیدات، با مقدمہ عفیف عسیران، کتاب خانہ منوچہری، ایران۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: رسالہ لوائح، تصحیح ڈاکٹر رحیم فرمنش، چاپ دوم تہران

غ

غزالی، امام محمد: احیاء العلوم، ترجمہ اردو از محمد احسن صدیقی، کراچی
۔۔۔۔: احیاء العلوم، ترجمہ اردو از ندیم الواجدی، دار الکتاب، دیوبند، ہند۔
۔۔۔۔: کیمیای سعادت، تصحیح احمد آرام، انتشارات گنجینہ، تہران ۱۳۳۳
۔۔۔۔: منہاج العابدین، ترجمہ عمر بن عبدالجبار سعدی ساوی، تصحیح احمد شریعتی انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران، تہران، ۱۳۵۹
غزالی، احمد: رسالۃ الطیر، بہ اہتمام نصراللہ پورجوادی، ایران ۱۳۹۴ھ ق
۔۔۔۔: سوانح، با مقدمۂ نصراللہ پورجوادی، انتشارات بنیاد فرہنگ ایران، ۱۳۵۹
غلام فرید، خواجہ: مقابیس المجالس، (اشارات فریدی) مرتبہ رکن الدینؒ، ترجمہ واحد بخش سیال، صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور۔
غنی، ڈاکٹر قاسم: تاریخ تصوف در اسلام، انتشارات زوار، تہران، ۱۳۷۵
غوث علی شاہ قلندر قادری: تعلیم غوثیہ مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر قادری، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۶

ف

فاروقی، نثار احمد: نقد ملفوظات، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۹
فروزانفر، بدیع الزمان: احادیث مثنوی، موسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۶۱۔
فروغی، محمد علی: سیر حکمت در اروپا، جلد اول، دوم و سوم، بنگاہ مطبوعات صفی علی شاہ، ایران ۱۳۱۷

Marfat.com

فرید کوٹی، عین الحق: اردو زبان کی قدیم تاریخ، لاہور

فیروز، ڈاکٹر شیر زمان: فلسفۂ اخلاق ناصر خسرو و ریشہ ہای آن، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲

ق

قشیری، عبدالکریم: رسالہ قشیریہ، ترجمہ فارسی، با تصحیح بدیع الزمان فروزانفر، تہران ۱۳۷۲

۔ ۔ ۔ ۔ : رسالۂ قشیریہ ترجمہ اردو و مقدمہ پیر محمد حسن، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، ۱۹۷۰/۱۳۹۰

قلندر، تراب علی شاہ: مطالب رشیدی، لاہور سال اشاعت ندارد۔

ک

کاشانی، عزالدین: مصباح الهدایت و مفتاح الکفایت، تصحیح جلال الدین ہمائی، تہران ۱۳۶۲

کاشفی سبزواری، مولانا حسین واعظ: فتوت نامہ سلطانی، بہ اہتمام محمد جعفر محجوب، انتشارات بنیاد فرہنگ ایران، تہران، ۱۳۵۰ش

کبریٰ، نجم الدین: الاصول العشرہ، ترجمہ فارسی، عبدالغفور لاری، بہ اہتمام نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران، ۱۴۰۴ھ ق

۔ ۔ ۔ ۔ : فوائح الجمال و فواتح الجلال، ترجمہ فارسی محمد باقر ساعدی، تہران ۱۳۶۸

۔ ۔ ۔ ۔ : السائر والحائر، مطبوعہ تہران، ایران

کرمانی، سید محمد بن مبارک علوی: سیر الاولیا، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۸

کلابادی، امام ابوبکر بن ابواسحاق بن یعقوب البخاری: کتاب تعرف، متن و ترجمہ ڈاکٹر محمد جواد شریعت: انتشارات اساطیر، ایران، ۱۳۷۱

۔ ۔ ۔ ۔ : تعرف، اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۸.

۔ ۔ ۔ ۔ : تعرف، ترجمہ و شرح بعنوان سیر تصوف از محمد یعقوب مصطفائی، اسلام آباد ۱۹۸۷، جلد اول، دوم، سوم، چہارم۔

کلیم اللہ شاہ جہان آبادی: کشکول کلیمی، لاہور ۱۹۱۴

۔ ۔ ۔ ۔ : تلک عشرۃ الکاملہ، اردو ترجمہ، آستانہ بکڈپو، دھلی

کیانی نژاد، زین الدین: سیر عرفان در اسلام، انتشارات اشراقی، تہران، ایران، ۱۳۶۶۔

کیانی، دکتر محسن: تاریخ خانقاہ در ایران، انتشارات طہوری، تہران ۱۳۸۰

گ

گنگوہی، مولانا رشید احمد: ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک از عاشق الٰہی میرٹھی، مقدمہ مولانا محمد زکریا، سہارنپور، ہند، ۱۳۳۲۔

گیسودراز: فوائد حضرت بندہ نواز، مرتبہ محمد معشوق حسین خان سلطانی، سجاد پبلشرز، لاہور ۱۹۵۹

Marfat.com

ل

لاهیجی، شیخ محمد: گلشن راز،(مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز) با مقدمۂ کیوان سمیعی، انتشارات سعدی، ایران،۱۳۷۴

لطیف اللہ: تصوف اور سریت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۶

لوئی ماسینون: مصایب حلاج، ترجمہ ڈاکٹر سید ضیاء الدین دهشیری۔

" " " :قوس زندگی منصور حلاج، ترجمہ ڈاکٹر روان فرہادی، کتاب خانہ منوچہری، ایران ۱۳۹۹

م

مانک پوری، حسام الدین: انیس العاشقین، نسخہ خطی مملوکہ ظہیر احمد صدیقی

" " " " " " " :انیس العاشقین، مطبع مجتبائی، دھلی ۱۳۱۰ھ۔

مایل ہروی، نجیب: اندر غزل خویش نہان خاہم گشتن سماع نامہ ہای فارسی، نشرنی، تہران۱۳۷۲

نکلسن، رینولد: تصوف اسلامی و رابطۂ انسان و خدا ترجمہ ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی، انتشارات سخن، تہران،۱۳۷۴

مجتبائی، فتح اللہ: گفتگو با استاد فتح اللہ مجتبائی، دین پژوھی، تہران ۱۳۸۰

مجد الدین فیروز آبادی: قاموس المحیط وقابوس الوسیط۔

مجدد الف ثانی: معارف لدنیہ، لاہور

محدث دھلویؒ، شیخ عبد الحق: رسالہ نوریہ سلطانیہ، با مقدمۂ ڈاکٹر محمد سلیم اختر، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد،۱۹۸۵

محمد اسلم: حضرت شیخ احمد سرھندی، ندوۃ المصنفین، لاہور

محمد اسماعیل سنبھلی: مقامات تصوف، لاہور،۱۹۸۲

محمد دین فوقؒ: داتا گنج بخشؒ (علی ھجویریؒ) ناشر ملک غلام محمد تاجر کتب لاہور

محمد فواد عبد الباقی: المعجم المفہرس، لالفاظ القرآن الکریم، مرتبہ محمد باقر بہبودی، تہران ۱۳۹۷ھ ق

محمد یعقوب نقشبندی: سیر تصوف،(ترجمہ اردو شرح تعرف) ابی بکر بن اسحاق بخاری، وشرح از ابو

محمد یوسف سہروردی: اجتماع ضدین فی شان قلندر، لاہور

محمد، عبد الرحمن: مرتب مقاصد الصالحین، شیخ برکت علی اینڈ سنز، لاہور ۱۳۵۵

مخدوم جہانیان جہان گشت، جلال الدین حسین بخاری: خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، بہ اهتمام ڈاکٹر غلام سرور، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد،۱۹۹۲

مدرس، میرزا محمد علی: ریحانۃ الادب، فی تراجم المعروفین بالکنیۃ واللقب یا کنی والقاب، تہران

مرتضی مدرس گیلانی: اخلاق غزالی

مسعودی، ابو الحسن علی حسین: مروج الذھب، ترجمہ فارسی ابو القاسم پاینده، تہران،۱۳۷۴

مشفق ھمدانی: افکار شوپنہاور، چاپخانۂ گیہان، ایران ۱۳۲۶

Marfat.com

معصوم علی شاہ، محمد معصوم شیرازیؒ: طرایق الحقایق تصحیح محمد جعفر محجوب، کتابہ خانہ سنائی
مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ: تصوف کا انقلابی تصور، مکتبہ الخیر، لاہور، سال ندارد۔
مہرداد مہرین: فلسفۂ شرق، تہران ۱۳۶۱
میاں جمیل احمد شرقپوری: مسلک مجدد، انجمن حزب الرسولؐ ودارالمبلغین، شرقپور۔
میبدی، ابوالفضل رشید الدین: کشف الاسرار وعدۃ الابرار، معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاری، بکوشش علی اصغر حکمت، انتشارات امیر کبیر، ایران، ۱۳۶۱
میر ولی الدین: قرآن اور تصوف، ندوۃ المصنفین دھلی، ۱۹۴۸

ن نظام الدین اولیا: فوائد الفواد، مرتبہ خواجہ امیر حسن سجزی، ترجمۂ خواجہ حسن ثانی نظامی دھلوی، اردو اکادمی دھلی، طبع سوم ۱۹۹۲۔
نصر، سید حسین: سہ حکیم مسلمان، ترجمہ احمد آرام، تہران ۱۳۶۱۔
نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق، مرتبہ احمد مہدوی دامغانی بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ایران، ۱۳۵۹
" " " " " : کتاب الانسان الکامل، با مقدمہ ماریژن مولہ، کتابخانہ طہوری، ایران، ۱۳۶۲ ش، ۱۹۸۳م
نخشبی، ضیاء الدین: سلک السلوک با مقدمۂ ڈاکٹر غلام علی آریا، کتاب فروشی زوار، ایران، ۱۳۶۹ اش
نجم الدین محمود بن سعد اللہ اصفہانی: مناہج الطالبین و مسالک الصادقین، بہ اہتمام نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران ۱۳۶۴ھ ش۔

نظام الدین اورنگ آبادی: نظام القلوب، مطبع مجتبائی، دھلی، ۱۳۰۹ھ ق
نطشے: چنین گفت زرتشت، ترجمہ فارسی داریوش آشوری، تہران ۱۳۷۲
ول ڈیورانٹ: داستان فلسفہ (جلد اول ودوم)، ترجمہ سید عابد علی عابد، مکتبہ اردو لاہور
" " : نشاط فلسفہ، ترجمہ ڈاکٹر محمد اجمل، فکشن ہاؤس، لاہور ۲۰۰۴

ہ ہالینگ ڈیل، ر۔ج: مبانی وتاریخ فلسفۂ غرب، ترجمہ عبدالحسین آذرنگ، انتشارات گیہان، تہران، ۱۳۷۵، (R.J. Hollingale)، (Western Philosophy)۔
ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان: کشف المحجوب، اصلی قلمی نسخہ، بادیباچہ پروفیسر غلام سرور رانا، سیکنڈ ایڈیشن ۲۰۰۶
" " " " " : کشف المحجوب، بہ کوشش ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی، انتشارات مرکز تحقیقات ایران وپاکستان، اسلام آباد، 1995
ہمدانی، خواجہ یوسف: (خواجہ امام ابویعقوب یوسف بوزنجردی ہمدانی) رتبۃ الحیات، بہ تصحیح ڈاکٹر محمد امین ریاحی، ایران ۱۳۶۱

Marfat.com

ہنری کوربن: تاریخ فلسفہ اسلامی، ترجمہ جواد طباطبائی، تہران ۱۳۷۳

ہمائی، جلال: غزالی نامہ، ایران

ی

یوسف پور، ڈاکٹر محمد کاظم: نقد صوفی، انتشارات روزنہ، تہران ۱۳۸۰۔

یوسف سلیم چشتی: تاریخ تصوف، علما اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۶

*ARMSTRONG, KAREN, History of God, Great Britain, 1993

*DAVIDSON, JOHN: A Treasnry of Mystic Terms, New Dehli, India 2003,Vol:i,ii,iii,iv,v,vi.

*Faruqi, Dr Burhan Ahmad, The Mujaddid's Concept of TAWHID, Institute of Islamic Culture, Lahore 1989.

*Happold, FC., Mysticism, (A study and Anthropology) PENGUIN BOOKS, 1984.

*Hick, Jhon.H: Philosophy of Religions

*Iqbal, Muhammad, The Reconstruction of GELIGIOUS Thought in Islam, Lahore 1977

*JOHN MURPHY, The Origion & History of Religions, Manchester 1952

*KELETT: E.E,A Short History of Religions, Ponguin Books Spenser,

*Khan Sahib Khaja Khan, Studies in Tasawwuf, Dehli, 1982

*MARTIN LINGS, (Sheikh ABUBAKR Sirajuddin) A sufi Saint of the Twentieth Century, Sheikh Ahmad ALAVI (His principal Heritage and Legacy) Suhail Academy, Lahore 1999.

*Martin Lings, ANCIENT Beliefs and MODERN Superstitions, Suhail Academy, 1994.

*Martin Lings, What is Sufism? Suhail Academy Lahore 1983.

*Moore, G.F., History of Religions, New York, 1950

*NICHOLSON, R.A, Studies in Islamic Mysticism, Hijra International Publishers, 1983.

*NICHOLSON, Reynold. A, The Idea of Personablity in Sufism,

Marfat.com

Lahore, 1964

*RABBANI, W.B.S, Iranian Sufism, Sufi Foundation, Lahore, 1984

*SCHIMMEL ANNEMARIE, Mystical Dimensions of Islam, Lahore, 2003.

*SORLEY, W.R: MUAL Values and the Idea of God Cambrigde, 1918

*Sh.Abdur Rashid: Life and Teching of Hazrat Data Ganj Bakhsh, Central Urdu Development Board, Lahore, 1967.

*Shah, IDRIES: The Way of Sufi, Penguin Books, Ankara 1990.

*Shah, Idries: THe Sufis, W.H Allen and co Ltd. 1977

*Shuja Alhaq, A FORGO TTEN VISION. Vanguarl Books, 1996

*Smith, HUSTO: The Religions of Man, Lahore 1983

*SYDNEY, Mysticism in World Religions, Great Britain, 1953

*Syed Ali Ishfaq: GNOSIS (MARAFAT) Tahir Printing Press, Allahabad, 2003

*Syed Athar Hussain, : Islamic Mysticism, Karachi, 1997.

*UMRUDDIN, M: Some Fundamental Aspects of Iman Ghazzali's Thought, Instilute of Islamie Culture, Lahore, 1995.

*THIROUX, JACQUES.P: Ethics and Practice, 1977

*UNDERHIL, Evelyn, Mysticism, The NATURE and Development of Spiritual Consciousness, Oxford, 2005

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com